

# تکمیل الحجاب

شرح اردو

## ابن ماجہ

شرح

مفتی غلام رسول منظور القاسمی ہیراوی

بانی و مدیر جامعہ اسلامیہ دار الفلاح للہیات پیرا، ضلع گریٹر (جمہار کھنڈ)

پندرہ سو

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بخوری ظلہ العالی

اشادہ تہیت دارالعلوم دیوبند

جلد: ۳۶۶۸-۳۳۷۰

حدیث

۱۵۱۵-۱۳۰۳

باب

ہشتم

جلد:

کتاب اللباس، کتاب الأدب، کتاب الدعاء  
کتاب تعبیر الرؤیا، کتاب الفتن، کتاب الزهد



زکریا بک دیوبند پبلیشنگ، انڈیا۔  
۳۳۷۵۵۲



وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (القرآن)

# تَكْمِيلُ الْحَجَلِ

شرح اردو

## ابن حبان

پسند فرمودہ: حصّی الاستاذ فضیلۃ الشیخ ریاست علی بجنوری مدظلہ العالی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، ضلع سہا پور (یوپی)

شراح

مفتی غلام رسول منظور القاسمی پیراوی

بانی و مدیر جامعہ اسلامیہ دار الفلاح للبنات پیرا، ضلع گریڈیہ (جھارکھنڈ)

حدیث: ۳۶۶۸ = ۲۴۷۰

جلد ہشتم باب: ۱۳۰۳ = ۱۵۱۵

• کتاب اللباس • کتاب الاکب • کتاب الدعاء  
• کتاب تعبیر الرؤیا • کتاب الفتن • کتاب الزهد

زکریا بک دیوبند ریوی (انڈیا)



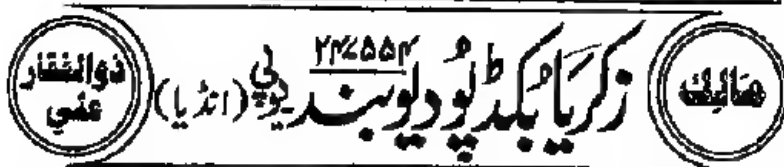
## ضروری گزارش

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے **تکمیل الحاجۃ** شجہ ارحمہ ابن حبیبہ کا آٹھ جلدوں میں عظیم علمی و تحقیقی کام مکمل ہو چکا ہے، انسانی استطاعت کے مطابق ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی نہ رہے۔ تاہم انسان سے غلطی اور سہو کا صادر ہونا عین ممکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا اعتراف بھی ہے اس لیے اگر قارئین کرام کو ایسی غلطی نظر آجائے جو قابل اصلاح ہو تو اس کی نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ذوالفقار علی

مالک زکریا بک ڈیوبند

فون وکان: ۲۲۳۲۲۳-۰۱۳۳۶ سہاگل: ۰۹۸۹۷۳۵۳۲۲۳



**ZAKARIA BOOK DEPOT**

DEOBAND, 247554 (U.P.) INDIA

Ph: (01336) 223223 (O)

Mob. 09897353223

Email. ZAKARIABOOKDEPOT@GMAIL.COM

**تکمیل الحاجۃ**

شجہ ارحمہ

**ابن حبیبہ**

جلد ہشتم

مشارجہ، مرفعی غلام رسول منظور القاری پیراوی

تصحیح کنندہ: مولانا فی آزاد قاسمی

سن اشاعت: ۲۰۱۵ء مطابق ۱۴۳۶ھ

(باہتمام)

ذوالفقار علی

ناشر

**زکریا بک ڈیوبند** ۲۲۵۵۴۲ (انڈیا)

محفوظ حق زکریا بک ڈیوبند (انڈیا) محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ زکریا بک ڈیوبند سے تحریری اجازت کے بغیر نہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا، اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

**زکریا بک ڈیوبند** ۲۲۵۵۴۲ (انڈیا)

لا یشمخ بإعادة نشر هذا الكتاب، أو أي جزء منه، أو نسخه، أو حفظه في برنامج حاسوبي، أو أي نظام آخر يستفاد منه إرجاع الكتاب، أو أي جزء منه

All rights are reserved exclusively in favour of:

**ZAKARIA BOOK DEPOT DEOBAND U.P. (INDIA)**

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher

کپیوٹر کتابت: الفضل کپیوٹرز ڈیوبند ۹۵ ۵۷ ۵۱ ۴۷ ۹۹

## فہرست مضامین

### تکمیل الحاجہ جلد ہشتم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۶	● قولہ: انبجالیۃ	۳۸	● ابداء انتخاب
۵۶	● سوال و جواب	۳۹	● اظہار تشکر اور دل نمکین
۵۶	● دلوں پر ظاہری زیبائش کا اثر	۴۷	● کتاب اللباس
۵۷	● ترجمہ و تشریح حدیث ۵۷	۴۷	● لباس
۵۷	● صرف دو چادر میں آپ ﷺ کی وفات	۴۸	● فرض لباس
۵۷	● قولہ: الملیۃ کی تشریح	۴۸	● مستحب لباس
۵۸	● ترجمہ و تشریح حدیث ۵۸	۴۸	● مباح و جائز
۵۸	● آپ کی دنیا سے بے رغبتی	۴۹	● مکروہ
۵۹	● ترجمہ و تشریح حدیث ۳۶۷۲	۴۹	● لباس شہرت
۵۹	● آپ نے کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا	۴۹	● مرد و عورت کے لباس میں تشبیہ
۵۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۳	۵۰	● غیر مسلموں سے تشبیہ
۶۰	● تبرک بآثار الصالحین کا جواز	۵۱	● مکروہ رنگ
۶۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۴	۵۱	● سرخ کپڑے
	● باب (۱۳۰۴) ما یقول الرجل	۵۲	● دوسرے رنگ
۶۱	● اذالبس الخ	۵۳	● لٹخنہ کے نیچے
۶۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۵	۵۳	● آستین کی مقدار
۶۱	● نئے کپڑے زیب تن کرنے کی دعا	۵۳	● ستر پوشی کی رعایت
۶۲	● ترجمہ و تشریح حدیث ۳۶۷۶	۵۴	● باریک اور چست لباس
۶۲	● شہید بن کر مرو	۵۴	● ریشمی کپڑے
۶۲	● باب (۱۳۰۵) ما ینہی عنہ من اللباس	۵۴	● کپڑے پہننے کے آداب
۶۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۷	۵۵	● باب (۱۳۰۴) لباس رسول اللہ ﷺ
۶۳	● اشتمال صماء	۵۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۸
۶۳	● احتباء	۵۵	● منقش لباس کا حکم



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۳	۶۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۷۹
۷۳	• کرتے کی فضیلت	۶۵	• (۱۳۰۶) باب لبس الصوف
۷۴	• (۱۲۱۱) باب طول القميص کم ہو؟	۶۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۸۰
۷۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۵	۶۵	• اون کے استعمال کا جواز
۷۵	• (۱۲۱۲) باب کم القميص کم یكون؟	۶۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۸۱
۷۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۶	۶۷	• (۱۳۰۷) باب البياض من الثياب
۷۵	• آپ کے کرتے کی آستین کی مقدار	۶۷	• سفید کپڑے کی فضیلت
۷۵	• قولہ: قصیر الیدین	۶۷	• سفید کپڑے میں مردوں کو کفتاؤ
۷۵	• (۱۲۱۳) باب حل الازرار	۶۸	• سفید کپڑا سب سے پاکیزہ کپڑا ہے،
۷۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۷	۶۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۸۶
۷۶	• صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ	۶۸	• (۱۳۰۸) باب من جر ثوبه من الخيلاء
۷۶	• (۱۲۱۴) باب لبس السراويل	۶۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۸۷
۷۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۸		• ازراہ تکبر شکنے سے نیچے تہ بند وغیرہ لٹکانے کے
۷۶	• یا عجمہ خریدنے کا ثبوت	۶۹	• بارے میں وعید شدید
۷۷	• (۱۲۱۵) باب ذيل المرأة کم یكون؟	۶۹	• قولہ: من الخيلاء
۷۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۹	۷۰	• ازراہ تکبر اسبال ازار حرام ہے
۷۷	• عورتوں کے لئے اسبال ازار کے جواز کا حکم	۷۰	• قولہ: بالبلاط
۷۸	• ارجاء ازار کی عورتوں کے لئے اجازت	۷۱	• ترجمہ و تشریح حدیث:
۷۹	• (۱۳۱۶) باب العمامة السوداء		• حضرت ابو ہریرہ کی طرف سے ایک قریشی
۷۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۰۳	۷۱	• نوجوان کو نصیحت
۷۹	• سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر	۷۱	• (۱۳۰۹) باب موضع الازار أين هو
۸۰	• سیاہ عمامہ باندھنا	۷۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۶۹۰
۸۰	• عمامہ کی لمبائی	۷۱	• شخصوں کے نیچے ازار لٹکانا حرام ہے
	• (۱۳۱۷) باب ارفع العمامة	۷۱	• قولہ: عضلة
۸۱	• بین الکتفین	۷۲	• جو حصہ شخصوں سے نیچے ہے وہ جہنم میں جلتا ہے
۸۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۰۶	۷۳	• اسبال ازار کرنے والا عند اللہ پسندیدہ نہیں
۸۱	• عمامہ کا شملہ	۷۳	• (۱۳۱۰) باب القميص

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۹	<b>والذہب للنساء</b>	۸۲	• (۱۳۱۸) <b>باب کراہیۃ لبس الحریر</b>
۸۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۱۴	۸۲	• ترجمہ و تشریح حدیث ۳۷۰۷
۸۹	• مردوں کے لئے ریشم اور سونے کی ممانعت	۸۲	• مردوں کے لئے دنیا میں ریشم کا استعمال حرام
۹۰	• عورتوں کے لئے ریشم اور سونے کی حلت	۸۲	• مردوں کے لئے ریشم پہننے کی ممانعت کی وجوہات
۹۱	• حضرت زینب بنت رسول کا حریر استعمال کرنا	۸۲	• وجہ اول
۹۱	• (۱۳۲۲) <b>باب لبس الاحمر للرجال</b>	۸۳	• وجہ ثانی
۹۱	• ترجمہ و تشریح حدیث ۳۷۱۸	۸۳	• وجہ ثالث
۹۱	• سرخ جوڑے کا استعمال	۸۳	• ریشم کے استعمال کے بارے میں
۹۱	• خالص سرخ حلا استعمال کرنے کا شرعی حکم	۸۳	• حضرات فقہاء کرام کا اختلاف
۹۳	• خلاصہ بحث	۸۳	• قول اول
۹۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۱۹	۸۳	• قول دوم
۹۳	• (۱۴۲۳) <b>باب کراہیۃ المعصر للرجال</b>	۸۴	• قول سوم
۹۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۰	۸۴	• کیا ریشم کا پہننا مطلقاً حرام ہے؟
۹۴	• گہرے سرخ رنگ استعمال کرنے کی ممانعت	۸۴	• قول اول
۹۴	• کسم کارنگا ہوا کپڑا پہننے سے ممانعت	۸۴	• قول دوم
۹۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۲	۸۵	• مخلوط کی تفصیلات
۹۶	• (۱۴۲۴) <b>باب الصفرة للرجال</b>		• ریشمی بستر اور تکیہ وغیرہ کا استعمال
۹۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۳		• (۱۳۱۹) <b>باب من رخص له فی لبس الحریر</b>
۹۶	• قولہ: عکثہ	۸۷	• ترجمہ و تشریح حدیث ۳۷۱۱
۹۶	• (۱۴۲۵) <b>باب البس ماشئت</b>	۸۷	• خارش زدہ شخص کے لئے ریشم پہننے کی اجازت
۹۶	• <b>ما اخطأك سرف او مخيلة</b>	۸۷	• (۱۴۲۰) <b>باب الرخصة فی العلم فی الثوب</b>
۹۶	• ترجمہ و تشریح حدیث ۳۷۲۴	۸۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۱۲
۹۶	• حدود شریعت میں رہ کر ہر مباح چیز کے استعمال کا جواز	۸۸	• ریشمی حاشیہ والا عمامہ
۹۶	• (۱۴۲۶) <b>باب من لبس شهرة من الشیاب</b>	۸۹	• فدعا بالجلمین کے معنی
۹۷			• (۱۴۲۱) <b>باب لبس الحریر</b>

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۳	• سب سے پہلے دائیں پاؤں میں جوتے پہنے جائیں	۹۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۵
	• (۱۳۳۱) <b>باب المشی فی النعل</b>	۹۷	• لباس شہرت کا آخرت میں وبال
۱۰۳	<b>الواحد</b>	۹۷	• اپنی بڑائی کے لئے اعلیٰ لباس پہننا جائز نہیں،
۱۰۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۶	۹۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۶
۱۰۵	• ایک جوتا اور چپل پہن کر چلنے کی ممانعت	۹۸	• ذلت کا لباس
۱۰۵	• ایک سوال اور اس کا جواب		• لباس شہرت زیب تن کرنے والوں
۱۰۵	• (۱۳۳۲) <b>باب الانتعال قائما</b>	۹۹	• سے اللہ کی ناراضگی
۱۰۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۷		• (۱۳۲۷) <b>باب لبس جلود</b>
۱۰۵	• جوتا چپل کھڑے ہو کر پہننے کی ممانعت	۹۹	<b>المیئة اذا دبغت</b>
۱۰۶	• (۱۳۳۳) <b>باب الخلف السود</b>	۹۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۲۸
۱۰۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۹	۹۹	• دباغت کے بعد چڑے کی طہارت
۱۰۶	• (۱۳۳۴) <b>باب الخضاب بالحناء</b>		• مردار جانور کے چڑے کی طہارت اور
۱۰۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۴۰	۹۹	• عدم طہارت میں اختلاف
۱۰۷	• مہندی کا خضاب لگانے کا حکم	۹۹	• قول: نمبر ۱
۱۰۷	• عورتوں کے لئے مہندی کا خضاب	۱۰۰	• قول: نمبر ۲
۱۰۷	• خضاب کا رنگ	۱۰۰	• انسان اور خنزیر کے چڑے کا حکم
	• آپ ﷺ کے خضاب لگانے کے بارے	۱۰۰	• دباغت کے بعد مردار جانور کے چڑے کی طہارت
۱۰۸	• میں روایات کا اختلاف	۱۰۲	• بعد دباغت جلود میئہ سے اسفادہ کا حکم
۱۰۸	• خضاب لگانا اولیٰ ہے یا ترک خضاب		• (۱۳۲۸) <b>باب من قال لا ینتفع</b>
۱۰۸	• پہلی جماعت	۱۰۲	<b>من المیئة باہاب ولا عصب</b>
۱۰۸	• دوسری جماعت	۱۰۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۲
۱۰۸	• مہندی اور کسم کا خضاب افضل ہے	۱۰۳	• (۱۳۲۹) <b>باب صفة النعال</b>
۱۰۹	• آپ کا خضاب لگانا	۱۰۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۳
۱۰۹	• (۱۳۳۵) <b>باب الخضاب بالسواد</b>	۱۰۳	• ثلعمین مبارک کا ذکر مبارک
۱۱۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۴۳	۱۰۳	• قولہ: قبلان
۱۱۰	• سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت	۱۰۴	• (۱۳۳۰) <b>باب لبس النعال وخلعها</b>
۱۱۰	• سیاہ خضاب شریعت کی نظر میں	۱۰۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۳۵

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۰	• (۱۳۴۱) باب نقش الخاتم	۱۱۰	• حصول زینت کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال
۱۲۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۵۸	۱۱۱	• قولہ فیصل
۱۲۱	• رسول اکرم ﷺ کی انگٹھ کی انگٹھری کا ذکر	۱۱۱	• مجاہدین اسلام کیلئے سیاہ خضاب لگانے کی اجازت
۱۲۱	• آپ ﷺ کی انگٹھ کی حفاظت پھر تیسری میں گرنا	۱۱۲	• (۱۳۲۶) باب الخضاب بالصفرة
۱۲۲	• (۱۳۴۲) باب النہی	۱۱۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۴۵
۱۲۲	• عن الخاتم الذهب	۱۱۲	• زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے کا ثبوت
۱۲۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۱	۱۱۲	• ایک اعتراض اور اس کا جواب
۱۲۳	• سونے کی انگٹھ کی ممانعت	۱۱۳	• (۲۳۳۷) باب من ترك الخضاب
۱۲۳	• ایک سوال اور اس کا جواب	۱۱۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۴۷
۱۲۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۳	۱۱۳	• آپ کے کل سترہ یا بیس بال سفید تھے،
۱۲۳	• (۱۳۴۳) باب من جعل فص خاتمة	۱۱۵	• موئے مبارک کی سفیدی کا ذکر
۱۲۵	• ممایلی کفہ	۱۱۵	• (۱۳۳۸) باب اتخاذ الجمعة والذوانب
۱۲۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۴	۱۱۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۵۰
۱۲۵	• قولہ: کان يجعل فص خاتمة ممایلی کفہ	۱۱۶	• مشرکین کے مقابلے میں اہل کتاب کی موافقت
۱۲۵	• (۱۳۴۴) باب التختیم بالیمین	۱۱۶	• سدل اور فرق کی تعریف
۱۲۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۶	۱۱۶	• حدیث شریف کا مطلب
۱۲۶	• دائیں ہاتھ میں انگٹھی پہننا	۱۱۷	• قولہ: یحب موافقة اهل الكتاب کا مطلب
۱۲۶	• انگٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے	۱۱۷	• قولہ: یا فوخ،
۱۲۶	• (۱۳۴۵) باب التختیم فی الایہام	۱۱۷	• آپ ﷺ کے موئے مبارک کا ذکر
۱۲۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۷	۱۱۸	• آپ کے موئے مبارک کی نوعیت
۱۲۷	• انگٹھی کس انگلی میں پہنی چاہئے	۱۱۸	• بالوں کی قسمیں
۱۲۷	• (۱۳۴۶) باب الصور فی البیت	۱۱۹	• (۱۳۳۹) باب کراهية كثرة الشعر
۱۲۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۶۸	۱۱۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۵۵
۱۲۷	• شوقیہ کتا اور تصویر والے گھر میں	۱۱۹	• (۱۳۴۰) باب النہی عن القزع
۱۲۷	• ملائکہ رحمت کا عدم دخول	۱۲۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۵۶
۱۲۸	• ذی روح کی تصویر سازی کا حکم	۱۲۰	• فیشن نمابالوں کی ممانعت
	• کیمرے کی تصویر کے بارے میں علماء	۱۲۰	• قزع کی ممانعت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۸	• والدین کو خرید کر آزاد کرنے کی فضیلت	۱۲۸	مصر و عرب کا نظریہ
	• اولاد کا اپنے والدین کے لئے استغفار		• کیمرے کے توسط سے لی جانے والی تصویر کے
۱۳۹	• اور رفع درجات کا ذریعہ	۱۲۸	بارے میں علماء ہند و پاک کا نظریہ
۱۴۰	• ماں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکید امر	۱۲۹	• تصویر سازی کی حرمت کی وجوہات
۱۴۰	• قدمت والدین دخول جنت کا سبب	۱۳۰	• بوقت حاجت تصویر کا حکم
۱۴۱	• والدین کا مقام و مرتبہ	۱۳۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۹۹
۱۴۱	• مسئلہ	۱۳۱	• کون سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے
۱۴۲	• (۱۳۵۱) باب صل من کان ابوک یصل		• کتے کے سبب سے حضرت جبریل کا
۱۴۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۸۳	۱۳۲	• گھر میں داخل نہ ہونا
	• والدین کی موت کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی	۱۳۲	• لایق کام کرنے کی ممانعت
۱۴۲	• کرنے کے راستے	۱۳۳	• (۱۳۴۷) باب الصور فیما یوطأ
	• (۱۳۵۲) باب بر الوالد والاحسان	۱۳۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۷۲
۱۴۳	• الی البنات	۱۳۳	• (۱۳۴۸) باب المیاء الحمر
۱۴۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۸۴	۱۳۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۷۳
۱۴۳	• اولاد کا بوسہ دینا محبت کی علامت ہے	۱۳۴	• قولہ: وعن المیثرة
۱۴۴	• محبت میں بچوں کو سینہ سے لگانا	۱۳۴	• (۱۳۴۹) باب رکوب النمر
	• مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہ بیٹی پر خرچ کرنا	۱۳۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۷۴
۱۴۵	• بہترین صدقہ ہے	۱۳۴	• چیتوں کی کھال پر سواری کرنے کی ممانعت
۱۴۵	• بیٹی کی پرورش پر جنت کی بشارت	۱۳۴	• قولہ: ینہی عن رکوب النمر
۱۴۶	• بیٹی کی اسلامی تعلیم و تربیت دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ	۱۳۵	• کتاب الادب
۱۴۷	• بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا سبب	۱۳۵	• ادب کا دوسرا وسیع مفہوم
۱۴۷	• اولاد کی تعلیم و تربیت	۱۳۶	• (۱۳۵۰) باب بر الوالدین
۱۴۷	• (۱۳۵۳) باب حق الجوار	۱۳۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۷۶
۱۴۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۹۱	۱۳۶	• ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکید امر
۱۴۸	• اہل ایمان کی تین صفات حمیدہ	۱۳۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۷۷
۱۴۸	• (۱) پڑوسیوں کے ساتھ احسان	۱۳۷	• اولاد پر ماں کے حقوق
۱۴۸	• (۲) مہمان کا اکرام	۱۳۸	• والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شکلیں



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۹	• (۱۳۵۸) باب الرفق	۱۴۹	• (۳) لایعنی امور سے اجتناب
۱۵۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۶	۱۴۹	• پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اہمیت
۱۵۹	• جو شخص نرمی اور مہربانی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم		• پڑوسیوں کے بارے میں
۱۶۰	• نرمی اور سختی کا دائرہ وسعت	۱۴۹	• حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وصیت
۱۶۰	• رفق و نرمی اللہ کو محبوب ہے	۱۵۰	• (۱۳۵۴) باب حق الضیف
۱۶۱	• اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کا مطلب	۱۵۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۹۴
۱۶۱	• نرمی کرنے پر جو اجر ملتا ہے سختی میں نہیں	۱۵۰	• اکرام ضیف اور حق ضیافت
۱۶۲	• (۱۳۵۹) باب الاحسان الى الممالیک	۱۵۰	• قولہ: جائزہ یوم و لیلہ
۱۶۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۹	۱۵۱	• مہمان حق ضیافت وصول بھی کر سکتا ہے
۱۶۲	• غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک	۱۵۱	• رات کے وقت مہمان نوازی کا وجوب
	• غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے	۱۵۲	• (۱۳۵۵) باب حق الیتیم
۱۶۳	• کے بارے میں حکم نبوی	۱۵۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۷۹۷
۱۶۳	• قولہ: لا یدخل الجنة منی الملكة	۱۵۲	• یتیموں کی حق تلفی سے آپ کا خوف کرنا
۱۶۴	• (۱۳۶۰) باب افشاء السلام	۱۵۲	• یتیم کس کو کہتے ہیں
۱۶۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۱۱	۱۵۳	• مسلمانوں کا افضل ترین اور بدترین گھر
۱۶۴	• آپس میں سلام کو رواج دو	۱۵۳	• قولہ: یساء الیہ
۱۶۴	• سلام کو عام کرنے کا حکم	۱۵۴	• تین یتیموں کی کفالت کا اجر و ثواب
۱۶۵	• عبادت رخصن کا مطلب	۱۵۴	• (۱۳۵۶) باب اماطة الاذى عن الطريق
۱۶۵	• افشاء سلام کا مطلب	۱۵۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۰
۱۶۶	• (۱۳۶۱) باب رد السلام	۱۵۴	• راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا
۱۶۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۱۴	۱۵۵	• رحمت حق بہانہ می جوید
۱۶۶	• سلام کا جواب	۱۵۶	• آپ کے سامنے امت کے اعمال کی پیکلی
۱۶۶	• سلام کرنے کا شرعی حکم	۱۵۶	• (۱۳۵۷) باب فضل الصدقة الماء
۱۶۷	• سلام کا جواب	۱۵۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۳
۱۶۸	• غائبانہ سلام بھیجنے والوں کا جواب	۱۵۷	• افضل ترین صدقہ
	• (۱۳۶۲) باب رد السلام علی	۱۵۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۴
۱۶۸	• اهل الذمة	۱۵۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۰۵

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۷	● مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں ہاتھ سے؟	۱۶۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۱۶
۱۷۸	● قول فیصل		● اہل ذمہ اور کافر کے ابتدائے سلام کے
۱۷۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۲	۱۶۸	● بارے میں اقوال فقہاء
۱۷۹	● مصافحہ کی فضیلت	۱۶۹	● قول اول
۱۷۹	● (۱۳۶۵) باب الرجل یقبل ید الرجل	۱۶۹	● قول دوم
۱۷۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۳	۱۶۹	● قول سوم
۱۷۹	● ہاتھ جوڑنے کا ثبوت	۱۶۹	● کافر کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ اسلامی
۱۸۰	● ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا	۱۷۰	● علامہ ابن القیم کی رائے گرامی
۱۸۱	● (۱۳۶۶) باب الاستیذان	۱۷۰	● کافروں کو ابتداءً بالسلام کی ممانعت
۱۸۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۵		● (۱۳۶۳) باب السلام علی الصبیان
۱۸۱	● طلب اجازت کے بعد اجازت نہ ملنے پر واپسی	۱۷۱	● والنساء
۱۸۳	● سوال۔ جواب	۱۷۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۱۹
۱۸۳	● دواڑے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کرنا	۱۷۱	● بچوں کو سلام کرنا
۱۸۳	● آمد کی اطلاع کرنے کا ایک طریقہ	۱۷۱	● عورتوں کو سلام کرنا
۱۸۳	● آمد کی اطلاع نام بتا کر دینے کا حکم	۱۷۲	● عورتوں کو سلام کرنے کا شرعی حکم
	● (۱۳۶۷) باب الرجل یقال له	۱۷۲	● مسئلہ
۱۸۵	● کیف اصبحت؟	۱۷۲	● (۱۳۶۳) باب المصافحة
۱۸۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۹	۱۷۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۱
۱۸۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۰	۱۷۳	● عند اللقاء مصافحہ کا حکم
	● (۱۳۶۸) باب اذا التاکم کریم	۱۷۳	● جب تک کر سلام کرنا
۱۸۶	● قوم فاکرموہ	۱۷۳	● معافقہ کا حکم شرعی
۱۸۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۱	۱۷۳	● امام، لک اور سفیان بن عیینہ کے درمیان گفتگو
۱۸۶	● معزز آدمی کے اکرام و احترام کا حکم	۱۷۵	● سلام کے بعد مصافحہ کا شرعی حکم
۱۸۷	● (۱۳۶۹) باب تشمیت العاطس	۱۷۵	● مصافحہ کا شرف سب سے پہلے کس نے حاصل کیا؟
۱۸۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۲	۱۷۵	● مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر اتفاق
۱۸۷	● چھینکے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا	۱۷۵	● عیدین اور نماز کے بعد مصافحہ کا حکم شرعی
۱۸۸	● تین بار سے زیادہ چھینک آئے تو تشمیت ضروری نہیں	۱۷۷	● مصافحہ کا مسنون طریقہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۸	● کلمات الحمد للہ العاطس	۱۸۸	● ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں کو اکھاڑنے کا شرعی حکم
۱۸۸	● آداب العاطس	۱۸۸	● قول اول
۱۸۸	● چھینکے والے کا جواب دینے کے فوائد	۱۸۸	● قول دوم
۱۸۸	● چھینکے والا الحمد للہ کہنا بھول جائے تو	۱۸۸	● (۱۳۷۵) باب الجلوس بین
۱۸۹	● اسے یاد دلانے کا حکم	۱۸۹	● الظل والشمس
۱۸۹	● چھینکے والے کے الحمد للہ کا جواب تین بار تک دینا	۱۸۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۲
۱۹۰	● (۱۳۷۰) باب اکرام الرجل جلیسہ	۱۹۰	● دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت
۱۹۰	● ترجمہ حدیث: ۳۸۳۵	۱۹۰	● (۱۳۷۲) باب النہی عن الاضطجاع
۱۹۰	● نبوی خلق عظیم کی ایک جھلک	۱۹۰	● علی الوجه
۱۹۱	● (۱۳۷۱) باب من قام عن مجلس	۱۹۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۳
۱۹۱	● فرج فہو اہل بہ	۱۹۱	● اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت
۱۹۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۶	۱۹۱	● لیٹنے کی صورتیں
۱۹۱	● مجلس سے اٹھ کر جانے والا شخص لوٹنے کے	۱۹۱	● (۱) استلقاء
۱۹۱	● بعد از زیادہ وقت اس پر	۱۹۱	● (۲) النوم علی سق الایمن
۱۹۲	● (۱۳۷۲) باب المعاذیر	۱۹۱	● (۳) النوم علی شق الایسر
۱۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۷	۱۹۲	● (۴) الاضطجاع علی الوجه
۱۹۲	● عذر قبول نہ کرنے کا گناہ	۱۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۲
۱۹۲	● معذرت تین حال سے خالی نہیں	۱۹۲	● اوندھے منہ لیٹنا اہل نار کے لیٹنے کا طریقہ ہے
۱۹۳	● (۱۳۷۳) باب المزاج	۱۹۳	● (۱۳۷۷) باب تعلم النجوم
۱۹۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۹	۱۹۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۶
۱۹۳	● آپ کا خوش طبعی کرنا	۱۹۳	● علم نجوم سیکھنا جائز نہیں
۱۹۵	● قولہ: مزاج	۱۹۳	● علم نجوم کی تعریف
۱۹۵	● مزاج مسنون ہے	۱۹۵	● قولہ: زاد ما زاد
۱۹۵	● رسول اکرم ﷺ کی خوش طبعی	۱۹۵	● (۱۳۷۸) باب النہی عن سب الريح
۱۹۶	● (۱۳۷۴) باب نشف الشیب	۱۹۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۳۷
۱۹۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۴۱	۱۹۶	● ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں
۱۹۶	● سفید بال اکھیرنے کی ممانعت	۱۹۶	● آندھی طوفان میں پڑھنے کی دعا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۸	• اولاد بھی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے	۲۰۲	• (۱۳۷۹) باب ما یستحب من الاسماء
۲۰۹	• حضرت عائشہؓ کی کنیت	۲۰۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۸
۲۰۹	• چھوٹے بچے کی کنیت رکھنے کا جواز	۲۰۲	• محبوب ترین نام
۲۱۰	• (۱۳۸۲) باب الالقاب	۲۰۲	• وجہ فضیلت
۲۱۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۶۱	۲۰۳	• (۱۳۸۰) باب ما یکرہ من الاسماء
۲۱۰	• تکلیف دہ القاب سے پکارنے کی ممانعت	۲۰۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۲۹
۲۱۰	• نام بگاڑ کر پکارنے کی ممانعت	۲۰۳	• چند ممنوع نام
۲۱۱	• (۱۳۲۷) باب المدح	۲۰۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۵۰
۲۱۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۶۲	۲۰۳	• اجدع شیطانی رسم ہے
۲۱۱	• منہ پر تعریف کرنے والا دوست نہیں دشمن	۲۰۵	• (۱۳۸۱) باب تغیر الاسماء
۲۱۱	• بے جدمدح و تعریف کی مذمت	۲۰۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۵۲
۲۱۲	• نیک نیت سے مبنی بر حقیقت تعریف کرنا	۲۰۵	• ایسے نام رکھنے کی ممانعت جس سے نفس
۲۱۲	• تعریف کرنے کا مسنون طریقہ	۲۰۵	• کی تعریف ظاہر ہوتی ہے
۲۱۲	• ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۰۵	• عاصیا چھانام نہیں
۲۱۳	• تعریف میں غلو کرنا ذبح کرنے کے مترادف	۲۰۵	• (۱۳۸۲) باب الجمع بین
۲۱۳	• منہ پر تعریف کرنے والا گردن	۲۰۶	• اسم النبی و کنیتہ
۲۱۳	• کانٹے والے کے مانند ہے	۲۰۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۵۵
۲۱۳	• منہ کے سامنے تعریف کے وقت پڑھنے کی دعا!	۲۰۶	• آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت
۲۱۵	• (۱۳۸۶) باب المستشار موتمن	۲۰۷	• آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت
۲۱۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۶۵	۲۰۷	• قول اول
۲۱۵	• مستشار بمنزلہ امانت دار ہوتا ہے	۲۰۷	• قول دوم
۲۱۶	• مشیر کن اوصاف کے حامل ہوں	۲۰۷	• قول سوم
۲۱۷	• (۱۳۸۷) باب دخول الحمام	۲۰۸	• نبی کریم ﷺ کی کنیت کے مطابق
۲۱۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۶۸	۲۰۸	• اپنی کنیت متعین مت کرو
۲۱۷	• مرد و عورت کا غسل خانہ میں داخل ہونے کا حکم	۲۰۸	• (۱۳۸۳) باب الرجل یکنی
۲۱۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۶۹	۲۰۸	• قبل ان یولد لہ
	• مردوں اور عورتوں کو غسل خانہ میں	۲۰۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۵۸

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۶	• (۱۳۹۱) باب ما کرہ من الشعر	۲۱۸	داخل ہونے کی ممانعت
۲۲۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۷۹	• عورت کے لئے شوہر کے علاوہ	
• برے اشعار اور ہر وقت شعر و شاعری میں	۲۱۹	• ستر کھولنا جائز نہیں	
۲۲۶	• مشغول رہنے کی مذمت	۲۱۹	• قولہ: فی غیو بیت زوجہا کا مطلب
۲۲۶	• قولہ: بربہ:	۲۲۰	• (۱۳۸۸) باب الاطلاع بالنورۃ
۲۲۷	• برے اشعار کی مذمت	۲۲۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۷۱
۲۲۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۸۱	۲۲۰	• بال صفا پاؤں اور کریم لگانا
۲۲۷	• سب سے بڑا جھوٹا	۲۲۰	• (۱۳۸۹) باب القصص
۲۲۸	• (۱۳۹۲) باب اللعب بالنرد	۲۲۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۷۳
۲۲۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۸۲	۲۲۱	• وعظ کہنے کا حقدار امیر کو ہے یا نائب امیر کو
۲۲۸	• چومر کھیلنے والوں کے بارے میں وعید	۲۲۱	• (۱) امیر المسلمین
۲۲۸	• نزد کا کھیل کبار میں سے ہیں	۲۲۱	• (۲) امیر کا نائب
۲۲۹	• نزد کھیلنے والوں کے بارے میں وعید	۲۲۱	• (۳) امراء
۲۳۰	• (۱۳۹۳) باب اللعب بالحمام	۲۲۱	• تحین طرح کے مقرر
۲۳۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۸۳	۲۲۲	• (۱) مذکر
۲۳۰	• کبوتر بازی کرنے والے کے بارے میں وعید	۲۲۲	• (۲) داءظ
۲۳۱	• قولہ: شیطان یتبع شیطانا	۲۲۲	• (۳) قاص
۲۳۲	• (۱۳۹۴) باب کراہیۃ الوحدة	۲۲۳	• (۱۳۹۰) باب الشعر
۲۳۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۸۸	۲۲۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۷۵
۲۳۲	• رات میں اکیلے سفر کرنے کی ممانعت	۲۲۳	• بعض اشعار حکمت و انائی کے حامل ہوتے ہیں
۲۳۲	• ایک سوال اور اس کا جواب	۲۲۳	• شعر کی تعریف
۲۳۳	• (۱۳۹۵) باب اطفاء النار عند المبيت	۲۲۳	• شعر گوئی کا حکم شریعت کی نظر میں
۲۳۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۸۹	۲۲۴	• دور حاضر میں اشعار گوئی کا حکم
۲۳۳	• سوتے وقت آگ بجھا کر سوؤ	۲۲۴	• حدیث کا مطلب
۲۳۳	• قولہ: لا تقربوا النار	۲۲۴	• بعض اشعار مبنی بر حکمت ہوتے ہیں
۲۳۴	• سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم	۲۲۵	• مبنی بر حقیقت ایک شعر
۲۳۶	• (۱۳۹۶) باب النہی عن النزول	۲۲۶	• قولہ: ہیۃ



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۰	● جنت میں حفاظ قرآن کے لئے بلند درجات	۲۳۴	<b>علی الطريق</b>
۲۳۱	● پڑھتا جا! چڑھتا جا!	۲۳۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۲
۲۳۱	● قرآن قیامت کے دن مومن کے لئے رفیق ہوگا	۲۳۵	● درمیان راہ قیام کرنے کی ممانعت
۲۳۱	● قولہ: کالرجل الشاحب	۲۳۵	● (۱۳۹۷) <b>باب رکوب ثلاثة على دابة</b>
۲۳۲	● تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت	۲۳۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۳
۲۳۳	● صاحب قرآن کی مثال	۲۳۶	● (۱۳۹۸) <b>باب تتربب الكتاب</b>
۲۳۳	● سورۃ فاتحہ کی تلاوت میں اللہ تعالیٰ کا جواب دینا	۲۳۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۴
۲۳۴	● قرآن کریم کی عظیم سورۃ	۲۳۶	● لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا
۲۳۵	● سورۃ ملک کی فضیلت	۲۳۶	● (۱۳۹۹) <b>باب لا يتناجى اثنان</b>
۲۳۵	● قولہ شفعت لصاحبها	۲۳۷	<b>دون الثالث</b>
۲۳۶	● سورۃ اخلاص کی فضیلت	۲۳۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۵
۲۳۶	● قل ہو اللہ احد کے ٹکٹ قرآن ہونے کا مطلب	۲۳۷	● تیسرے شخص کی موجودگی میں دو شخص آپس
۲۳۷	● سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے برابر	۲۳۷	● میں سرگوشی نہ کرے
۲۳۸	● (۱۴۰۲) <b>باب فضل الذكر</b>	۲۳۷	● علامہ نووی کا قول
۲۳۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۱۰	۲۳۷	● (۱۴۰۰) <b>باب من كان معه سهام</b>
۲۳۹	● ذکر اللہ کی قسمیں	۲۳۸	<b>فالي اخذ بمصالحها</b>
۲۳۹	● فضائل ذکر	۲۳۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۷
۲۵۰	● مجالس ذکر ملائکہ رحمت کے گھیرے میں	۲۳۸	● ہتھیار لے کر مسجدوں اور بازاروں
۲۵۱	● ذکر کرتے وقت اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ ہونا	۲۳۸	● سے گزرنا ممنوع ہے
۲۵۱	● ذکر الہی تمام عبادات کو جامع	۲۳۹	● (۱۴۰۱) <b>باب ثواب القرآن</b>
۲۵۲	● (۱۴۰۳) <b>باب فضل لا اله الا الله</b>	۲۳۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۸۹۹
۲۵۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۱۴	۲۳۹	● ایک ایک کر کے قرآن کریم کی تلاوت کرنے
۲۵۲	● کلمہ توحید کی عظمت و رفعت	۲۳۹	● والے کی فضیلت
۲۵۳	● لا اله الا الله کی فضیلت	۲۳۹	● ماہر قرآن کی فضیلت
۲۵۳	● جس شخص کو موت کے وقت کلمہ نصیب	۲۴۰	● قرآن مجید کو ایک ایک کرتاوت کرنے والوں
۲۵۴	● ہو جائے وہ جنتی ہے	۲۴۰	● کی فضیلت و ثواب
۲۵۵	● کلمہ لا اله الا الله سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں	۲۴۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۰۰

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶۸	● شان مومن اور استغفار	۲۵۵	● شیطان سے پناہ میں رہنے کا طریقہ
۲۶۸	● توبہ کرنے سے پہلے غسل کرنا	۲۵۶	● نماز فجر کے بعد تسبیحات کی فضیلت
۲۶۹	● خواص الناس کی توبہ	۲۵۶	● (۱۴۰۳) باب فضل الحامدين
۲۶۹	● رسول اکرم ﷺ کی کثرت توبہ و استغفار	۲۵۷	● افضل ذکر کا بیان
۲۶۹	● گناہ کی وجہ نہیں	۲۵۷	● لا الہ الا اللہ کے افضل ترین ذکر ہونے کی وجہ
۲۷۰	● دن میں سو بار استغفار	۲۵۸	● الحمد للہ افضل ترین دعا ہونے کی وجہ
۲۷۰	● کثرت سے استغفار کا حکم	۲۵۸	● ایک عظیم دعا کی فضیلت اور اس کا اجر
۲۷۱	● نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت	۲۵۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۲۲
۲۷۱	● استغفار کی کثرت کثرت رزق کا ذریعہ	۲۵۹	● پسندیدہ چیز دیکھنے کے بعد پڑھنے کی دعا
۲۷۲	● استغفار کو لازم کرنے کا مطلب	۲۶۰	● نعمت ملنے پر پڑھنے کی دعا!
۲۷۳	● رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!	۲۶۰	● (۱۴۰۵) باب فضل التسبیح
۲۷۳	● (۱۴۰۷) باب فضل العمل	۲۶۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۲۶
۲۷۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۳۱	۲۶۱	● دو کلمہ رحمن کو بہت پسند ہیں
۲۷۳	● اللہ کی طرف بندے کی تھوڑی توجہ	۲۶۲	● دنیا میں جنت کے لئے شجر کاری
۲۷۴	● مذہب اول	۲۶۳	● ذکر میں کیفیت معتبر ہے کیت نہیں
۲۷۴	● مذہب دوم	۲۶۳	● قولہ: کلماتہ
۲۷۵	● فرشتوں کی جماعت میں ذکرین کا تذکرہ	۲۶۴	● سو سو مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہنے کا ثواب
۲۷۵	● قولہ: انا عند ظن عبدي	۲۶۵	● سب سے افضل کلام
۲۷۶	● روزہ کا بلکہ خدا تعالیٰ خود عطا کرے گا	۲۶۵	● سب سے افضل چار کلام ہونے کا مطلب
۲۷۶	● ایک سوال اور اس کا جواب	۲۶۶	● قولہ: لا یضوک باہین بدات
۲۷۶	● (۱۴۰۸) باب ما جاء فی لاحول ولا قوۃ الا باللہ	۲۶۶	● رحمت خداوندی کا بحر لا ساحل
۲۷۶	● (۱۴۰۸) باب ما جاء فی لاحول ولا قوۃ الا باللہ	۲۶۶	● گناہوں کو ختم کرنے والے کلمات مبارکہ
۲۷۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۳۴	۲۶۷	● اذکار سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کہا نہیں
۲۷۷	● جنت کے خزانے	۲۶۷	● (۱۴۰۶) باب الاستغفار
۲۷۷	● جنت کے خزانے ہونے کا مطلب	۲۶۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۳۴
۲۷۷	● لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا مطلب	۲۶۷	● رسول اکرم ﷺ کا کثرت سے استغفار کرنا
۲۷۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۳۶	۲۶۷	● استغفار کے معنی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۹۳	رسول اللہ ﷺ	۲۷۹	• کتاب الدعاء
۲۹۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۵۷	۲۷۹	• الدعاء
۲۹۴	• فتنہ عذاب جہنم اور وجاہی فتنہ سے پناہ مانگنا	۲۸۰	• سکوت افضل ہے یا دعا
۲۹۴	• عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب	۲۸۰	• دعا کے آداب و اصول
۲۹۵	• فتنہ غنی سے پناہ مانگنے کا مطلب	۲۸۱	• دعا کے عدم قبولیت کے اسباب
۲۹۵	• ایک سوال اور اس کے جوابات	۲۸۲	• اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت
۲۹۶	• ناکردہ افعال و اعمال سے پناہ مانگنا	۲۸۳	• (۱۲۰۹) باب فضل الدعاء
۲۹۷	• موت و حیات کے فتنہ سے پناہ مانگنا	۲۸۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۴۷
۲۹۷	• دجال کو سب کچھ کہنے کی وجہ	۲۸۳	• باری تعالیٰ سے نہ مانگنا غضب الہی کا موجب
۲۹۸	• اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگنا	۲۸۴	• دعا ایک عبادت ہے
۲۹۸	• فقر و تنگدستی اور قلت و ذلت سے پناہ مانگنا	۲۸۵	• عند اللہ دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں
۲۹۹	• نفع بخش علم کے حصول کے لئے دعا کرنا	۲۸۵	• (۱۲۱۰) باب دعاء رسول اللہ ﷺ
۳۰۰	• ارذل عمر سے اللہ کی پناہ مانگنا	۲۸۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۵۰
۳۰۰	• (۱۲۱۲) باب الجوامع من الدعاء	۲۸۶	• ایک جامع دعاء رسول ﷺ
۳۰۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۶۴	۲۸۶	• قولہ: و امکولی ولا تمکری علی
۳۰۰	• مغفرت و رحمت کا مطلب	۲۸۷	• حضرت فاطمہؓ کو ایک عمدہ دعا کی تعلیم
۳۰۱	• ایک نہایت جامع دعا	۲۸۸	• قولہ: اقض عنا الدین
۳۰۲	• (۱۲۱۳) باب الدعاء بالعفو والعافیۃ	۲۸۸	• ہدایت تقویٰ اور پاکدامنی کا سوال
۳۰۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۶۷	۲۸۸	• علم میں اضافہ اور علم نافع کی دعا
۳۰۳	• سب سے زیادہ افضل دعا	۲۸۹	• دین اسلام پر ثابت قدمی کی دعا!
۳۰۴	• عفو و عافیت کی دعا مانگنا	۲۹۰	• مغفرت کی دعا
۳۰۴	• قولہ: ولا تحاسدو:	۲۹۰	• علامہ ابن دقیق العید کا قول
۳۰۵	• قولہ: ولا تباعضوا	۲۹۱	• رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!
۳۰۵	• قولہ: ولا تقاطعوا	۲۹۲	• قیام تقضی کا شرعی حکم
۳۰۵	• قولہ: ولا تدابروا	۲۹۲	• چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا
۳۰۵	• و کونوا عباد اللہ اخوانا	۲۹۳	• غیر نفع بخش علم سے پناہ
۳۰۶	• شب قدر میں کثرت کے ساتھ پڑھنے کی دعا		• (۱۲۱۱) باب ما تعوذ منه

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۱۳	• قول دہم	۳۰۶	• بندوں کی دعاؤں میں سب سے زیادہ افضل ترین دعا
۳۱۳	• قول یازدہم	• (۱۳۱۴) باب اذا دعا احدکم	
۳۱۳	• قول دوازدہم	۳۰۶	فلیبدأ بنفسه
۳۱۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۷۵	۳۰۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۷۱
• اسم اعظم پڑھ کر جو بھی مانگا جائے	۳۰۶	• دعا کا آغاز اپنے سے کرنا	
۳۱۳	• اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے	• (۱۴۱۵) باب یتستجاب لاحدکم	
۳۱۴	• اسم اعظم سے دعا	۳۰۸	مالم یعجل
۳۱۴	• سوال اور دعا میں فرق	۳۰۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۷۲
۳۱۷	• ایک عجیب واقعہ	۳۰۸	• قبولیت کے لئے جلدی نہ کرے
۳۱۷	• (۱۴۱۸) باب اسماء اللہ عزوجل	۳۰۹	• عدم قبولیت دعا کی وجوہات
۳۱۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۰	• (۱۴۱۶) باب لا یقول الرجل اللهم	
۳۱۷	• اسماء حسنی یاد کرنے کی فضیلت	۳۱۰	اغفر لی ان شئت
۳۱۸	• قولہ: من احصاها	۳۱۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۷۳
۳۱۸	• نینانوے اسماء میں حصرو متحدہ نہیں	۳۱۰	• دعا پورے جزم و یقین کے ساتھ مانگو
۳۱۹	• اللہ تعالیٰ کے نینانوے اسماء حسنی	۳۱۰	• (۱۵۱۷) باب اسم اللہ الاعظم
۳۱۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۱	۳۱۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۷۴
• (۱۴۱۹) باب دعوة الوالد ودعوة	۳۱۱	• اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں سے کسی ایک میں ہے	
المظلوم	۳۱۱	• اسم اعظم کی تحقیق	
۳۲۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۲	• قول اول	
۳۲۵	• جن لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے	• قول دوم	
۳۲۶	• (۱) مظلوم کی دعا	• قول سوم	
۳۲۶	• (۲) مسافر کی دعا	• قول چہارم	
۳۲۶	• (۳) والد کی دعا اولاد کے لئے	• قول پنجم	
۳۲۷	• والد کی دعا کا قبول ہونا	• قول ششم	
• (۱۴۲۰) باب کراهية الاعتداء	۳۱۲	• قول ہفتم	
فی الدعاء	۳۱۲	• قول ہشتم	
• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۳	۳۱۳	• قول نہم	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۴۰	• نیند سے اچانک بیدار ہونے کے بعد پڑھنے کی دعا!	۳۲۷	• دعا میں حد سے تجاوز جائز نہیں
۳۴۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۹۹	۳۲۸	• (۱۲۲۱) باب رفع الیدین فی الدعاء
۳۴۱	• جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے	۳۲۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۵
۲۴۱	• با وضو سونے کی فضیلت	۳۲۸	• دعا میں ہاتھ اٹھانا
۳۴۲	• (۱۲۲۵) باب الدعاء عند الكرب	۳۲۹	• دعا کے بعد اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا
۳۴۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۰۲	۳۲۹	• (۱۲۲۲) باب ما یدعو الرجل اذا صبح
۳۴۲	• کرب و مصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا!	۳۲۹	• واذا امسى
۳۴۲	• قولہ: اللہ اللہ	۳۳۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۸۷
۳۴۲	• قولہ: کلمات	۳۳۰	• صبح و شام دعا پڑھنے کا فائدہ
۳۴۳	• جب کوئی مصیبت آن پڑے تو یہ دعا پڑھے	۳۳۰	• شام اور صبح پڑھنے کی دعائیں
۳۴۳	• اسباب نزول مصائب	۳۳۰	• تکلیف دہ اور موذی جانور سے
۳۴۳	• (۱۲۲۶) باب ما یدعو بہ الرجل اذا	۳۳۱	• حفاظت کے لئے جامع دعا!
۳۴۴	• خرج من بیته	۳۳۲	• اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کلمات
۳۴۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۰۴	۳۳۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۹۱
۳۴۴	• گھر سے نکلنے کی دعا!	۳۳۳	• ایک جامع پر تاثیر دعاء نبوی
۳۴۵	• گھر سے نکلنے وقت آپ ﷺ کی دعا!	۳۳۳	• (۱۲۲۳) باب ما یدعو بہ اذا اوی
۳۴۵	• گھر سے نکلنے وقت ملائکہ کا ہمراہ ہونا	۳۳۴	• الی فراشه
۳۴۶	• (۱۲۲۷) باب ما یدعو بہ اذا دخل بیتہ	۳۳۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۹۳
۳۴۶	• گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر اللہ کرنا	۳۳۴	• بستر پر جانے کے بعد پڑھنے کی دعا
۳۴۷	• قولہ: قال الشیطان	۳۳۵	• سونے کے آداب اسلامی
۳۴۷	• (۱۲۲۸) باب ما یدعو بہ	۳۳۷	• نیند موت کا بھائی ہے
۳۴۷	• الرجل اذا سافر	۳۳۷	• سوتے وقت معوذتین پڑھ کر دم کرنا
۳۴۷	• سفر میں نکلنے وقت کی دعا	۳۳۸	• سوتے وقت پڑھنے کی مسنون دعا
۳۴۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۰۸	۳۳۹	• سونے کا مسنون طریقہ
۳۴۷	• (۱۲۲۹) باب ما یدعو بہ الرجل	۳۳۹	• (۱۲۲۴) باب ما یدعو بہ اذا انتبه
۳۴۸	• اذا رأى السحاب والمطر	۳۳۹	• من اللیل
۳۴۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۰۹	۳۴۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۹۹۸



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	
۳۶۰	<b>فی المنام</b>	۳۴۹	• بادل اور بارش کے وقت کی دعا!	
۳۶۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۲۰	۳۵۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۱۱	
۳۶۰	• رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر	• (۱۴۳۰) باب ما یدعو بہ الرجل اذا		
• جس نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا	نظر الی اہل البلاء	۳۵۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۱۲	
۳۶۱	اس نے رسول ہی کو دیکھا	۳۵۱	• مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا!	
• شیطان اللہ کی شکل اختیار کر کے دھوکہ دے سکتا ہے	• کتاب تعبیر الرؤیا:	۳۵۱	• رؤیا کی تحقیق	
۳۶۱	مگر رسول اللہ کی شکل میں نہیں	۳۵۲	• رؤیا کی حقیقت اور علماء کرام	
• خواب میں رسول خاتم النبیین کو دیکھنے کا مطلب	• خواب اور اہل سنت والجماعت کا نظریہ	۳۵۲	• شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی	
• غیر صحت معروضہ میں دیکھنا دیکھنے والے کے	• احوال میں کمی و نقص کی دلیل	۳۵۳	• کی رائے گرام	
۳۶۲	عالم یقظہ میں نبی کریم ﷺ کی	• خواب کی قسمیں	۳۵۳	• خواب کی شرعی حیثیت
زیارت ممکن ہے یا نہیں	• رائے اول	۳۵۳	• (۱۴۳۱) باب الرؤیا الصالحة یراھا	
۳۶۳	• رائے دوم	۳۵۳	• المسلم او تری بہ	
• خواب میں بعینہ ذات رسول اکرم ﷺ	• (۱۴۳۳) باب الرؤیا ثلاث	۳۵۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۱۳	
نظر آتی ہے یا صرف صورت مثالی	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۲۶	۳۵۵	• اچھے خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ ہے	
۳۶۴	• خواب کی تین قسمیں ہیں	۳۵۵	• خواب نبوت کے چھالیسواں حصہ ہونے کا مطلب	
• ڈراؤنے اور برے خواب دیکھے تو کیا کرے،	• (۱۴۳۴) باب من رأى رؤیا یکرھا	۳۵۵	• ایک اشکال اور اس کا جواب	
۳۶۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۲۸	۳۵۶	• ایک اشکال اور اس کا جواب	
• ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے	• رؤیا صالحہ کے آداب	۳۵۶	• چھالیس کا عدد تخصیص کرنے کی وجہ	
۳۶۸	• رؤیا صالحہ کے آداب	۳۵۸	• ختم نبوت اور مبشرات کی بقا	
• برے خواب کے شر سے اللہ کی پناہ لیں	• رؤیا صالحہ نبوت کا ستر واں حصہ ہیں	۳۵۸	• زبان نبوت سے ایک آیت کی تفسیر	
• (۱۴۳۵) باب من لعب بہ الشیطان	• رؤیا صالحہ ہی مبشرات ہیں	۳۵۹	• رؤیا صالحہ ہی مبشرات ہیں	
۳۶۹	<b>فی منامہ فلا یحدث بہ الناس</b>	۳۵۹	• (۱۴۳۲) باب روية النبی ﷺ	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۸۴	● قولہ: یمامۃ او ہجر	۳۷۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۱
۳۸۵	● قولہ: رايت فیہا بقرا	۳۷۰	● بدخواہی کو بیان نہ کیا جائے
۳۸۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۳	● (۱۴۲۶) باب الرؤیا اذا عبرت وقعت	
۳۸۵	● ہاتھ میں سونے کے دو کنگن کی تعبیر	۳۷۱	● فلا یقصھا الا علی واد
۳۸۶	● دو کنگن سے دو جھوٹے نبی کی تعبیر لینے کی وجہ	۳۷۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۴
۳۸۷	● کالی عورت کی تعبیر دبا اور بلا سے دینا	۳۷۱	● قولہ: الرؤیا علی رجل طائر کا مطلب
	● خواب میں گلے میں طوق یا پاؤں میں	۳۷۲	● (۱۴۳۷) باب علام تعبیرہ الرؤیا
۳۸۹	● بیڑی دیکھنے کی تعبیر	۳۷۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۵
۳۸۹	● خواب میں گلے میں طوق دیکھنا	۳۷۲	● خواب کی تعبیر دینے میں کن باتوں کا لحاظ کیا جائے
۳۸۹	● خواب میں قید بیڑی دیکھنا	۳۷۳	● تعبیر رؤیا کے چند اصول و ضوابط
۳۹۱	● کتاب الفتن	۳۷۴	● (۱۴۳۸) باب من تحلم حلما کاذبا
۳۹۱	● الفتن	۳۷۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۶
	● (۱۴۴۱) باب الکف عن من قال	۳۷۴	● جھوٹا خواب بیان کرنے کا آخرت میں وبال
۳۹۱	● لا الہ الا اللہ	۳۷۴	● سوال۔ جواب
۳۹۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۴۹		● (۱۴۳۹) باب اصدق الناس رؤیا
۳۹۱	● کفار سے جنگ کا حکم	۳۷۵	● اصدقہم حدیثا
۳۹۲	● سوال۔ جواب	۳۷۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۷
۳۹۳	● سوال۔ جواب	۳۷۶	● زمانہ قریب ہونے کا مطلب
۳۹۳	● قولہ: الا بحقہا کا مطلب	۳۷۶	● (۱۴۴۰) باب تعبیر الرؤیا
۳۹۳	● زندقہ اور طہد کی توبہ کا حکم	۳۷۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۳۸
۳۹۳	● کفار و مشرکین سے قتال کا حکم کب تک؟	۳۷۷	● ایک خواب کی تعبیر
۳۹۵	● کلمہ گو شخص کو قتل کرنا جائز نہیں	۳۷۹	● خواب کی تعبیر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خطا
۳۹۶	● ترجمہ: و تشریح حدیث: ۴۰۵۲	۳۸۰	● شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی کی رائے گرامی
۳۹۶	● ظاہری طور پر کلمہ گو انسان کو قتل کرنا جائز نہیں	۳۸۱	● ابن عمرؓ کے ایک خواب کی تعبیر
۳۹۸	● (۱۴۴۲) باب حرمة دم المؤمن وماله	۳۸۳	● ترجمہ حدیث: ۴۰۴۱
۳۹۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۵۴	۳۸۳	● ایک خواب کی تعبیر
۳۹۸	● مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت	۳۸۴	● رسول اکرم ﷺ کا خواب اور اس کی تعبیر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۰۹	● رایۃ عصبیہ	۳۹۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۵۵
۳۱۰	● (۱۳۲۸) باب السواد الاعظم		● مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت عند اللہ حرمت کعبہ سے بھی افضل ہے
۳۱۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۳	۳۹۹	● مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت
۳۱۰	● اختلاف و انتشار کے وقت سواد اعظم کو لازم پکڑنا	۳۹۹	● مومن کامل اور مہاجر کامل
۳۱۱	● سواد اعظم کے بارے میں علامہ شاطبی کا قول	۴۰۰	● (۱۳۲۳) باب النہی عن النہبۃ
۳۱۱	● (۱۳۲۹) باب ما یكون من الفتن	۴۰۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۵۸
۳۱۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۴	۴۰۰	● لوٹ مار کرنا سنگین جرم
۳۱۲	● امت کے حق میں نبی کریم ﷺ کی تین دعائیں	۴۰۱	● سوال۔ جواب
۳۱۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۵	۴۰۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۵۹
۳۱۵	● بت پرستی میں مشرکوں سے جا ملنا		● (۱۳۲۴) باب سباب المسلم فسوق وقتاله کفر
۳۱۵	● قیامت کے قریب جھوٹے دجال مدعی نبوت کا ظہور	۴۰۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۶۲
۳۱۵	● قولہ: ان بین یدی الساعۃ	۴۰۳	● مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے
	● قولہ: ولین تزال طائفۃ من امتی	۴۰۳	● اسلام میں ایک مسلمان کی عظمت شان
۳۱۶	● منصورین کا مطلب	۴۰۴	● شان مومن اسلام کی نظر میں
۳۱۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۶	۴۰۵	● (۱۳۲۵) باب ترجعوا بعدی کفار الخ
۳۱۷	● قرہی فتنہ سے کون سا فتنہ مراد ہے	۴۰۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۶۵
	● یا جوج ماجوج کی دیوار میں بقدر حلقہ	۴۰۵	● قولہ: لا ترجعوا بعدی کفار کا مطلب
۳۱۸	● سوراخ ہونے کا مطلب		● (۱۳۲۶) باب المسلمون فی ذمۃ
۳۱۸	● یا جوج ماجوج سے مراد کون؟	۴۰۷	● اللہ عزوجل
۳۱۹	● کیا یا جوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے		● نماز فجر جس نے پڑھ لیا وہ اللہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے
۳۱۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۷	۴۰۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۰
۳۲۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۸	۴۰۸	● قولہ: المومن اکرم علی اللہ عزوجل
۳۲۲	● فتنوں کی قسمیں	۴۰۸	● (۱۳۲۷) باب العصبیۃ
۳۲۲	● (۱) آدمی کے اندر کا فتنہ	۴۰۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۱
۳۲۲	● (۲) دوسری قسم، گھر میں فتنہ	۴۰۸	● عصبیت کے جھنڈے کے تحت لانے والا
	● (۳) تیسری قسم وہ فتنہ جو سمندر کی طرح		
۳۲۳	● موجیں مارتا ہے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۳۸	<b>المسلمانان بسيفهما</b>	۴۲۳	• (۴) چوٹی قسم کی فتنہ
۴۳۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۸۶	۴۲۳	• (۵) پانچویں قسم عالم گیر فتنہ
۴۳۸	• قاتل اور مقتول دونوں جہنمی	۴۲۳	• (۶) چھٹی قسم۔ فضائی حادثات کا فتنہ
۴۳۹	• قیامت کے دن عند اللہ سب سے زیادہ ذلیل شخص	۴۲۴	• قولہ: لیس هذا رید
۴۴۰	• (۱۴۵۲) <b>باب کف اللسان فی الفتنة</b>	۴۲۴	• قولہ: فیکسر الباب او یفتح
۴۴۰	• زبان کا تلوار سے زیادہ تیز ہونا	۴۲۴	• سوال۔ جواب
۴۴۱	• فتنہ سے بچنے کا تاکیدی حکم	۴۲۵	• سوال۔ جواب
۴۴۲	• اللہ کی ناراضگی والے لکڑے کا اثر بد	۴۲۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۷۹
۴۴۳	• زبان سے اچھی بات نکالے یا پھر خاموش رہے	۴۲۶	• قولہ: وان امتکم جعلت عافیتھا فی اولھا
۴۴۳	• زبان کشدول میں رکھو	۴۲۷	• ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج بغاوت کا شرعی حکم
۴۴۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۹۵	۴۲۸	• شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے گرامی
۴۴۶	• نفع دہندہ کلام	۴۲۸	• (۱۴۵۰) <b>باب التثبت فی الفتنة</b>
۴۴۶	• سامنے کچھ اور پیچھے کچھ بولنا نفاق ہے	۴۲۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۸۰
۴۴۷	• لایعنی امور کا ترک حسن اسلام ہے	۴۲۸	• فتنہ کے وقت اپنی فکر کرنا
۴۴۷	• پہلی حدیث	۴۲۸	• قولہ: یغریب الناس فیہ غریلة
۴۴۷	• دوسری حدیث	۴۳۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۰۸۱
۴۴۷	• تیسری حدیث	۴۳۰	• فتنہ کے وقت بالکل الگ رہنے کا حکم
۴۴۸	• چوتھی حدیث	۴۳۱	• واقعہ حرہ پر ایک نظر
۴۴۸	• (۱۴۵۳) <b>باب الغزلة:</b>	۴۳۲	• ایک اشکال اور اس کا جواب
۴۴۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۰۰	۴۳۳	• جنگ کے وقت کپڑا منہ پر ڈالنے کا مطلب
۴۴۸	• مثالی قابل تقلید زندگی	۴۳۳	• فتنہ کے وقت کسی ایک فریق کا ساتھ دینا
۴۴۹	• سب سے افضل آدمی کون؟	۴۳۳	• رائے اول
۴۵۰	• فتنہ کے وقت اختلاط الناس افضل ہے، یا گوشہ نشینی	۴۳۴	• رائے دوم
۴۵۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۰۲	۴۳۴	• مسلمانوں میں باہمی خون ریزی
۴۵۳	• ایک سوراخ سے سوسن دو بار نہیں ڈنسا جاتا	۴۳۶	• فتنوں کے ظہور کے وقت گوشہ نشینی ہی میں عافیت ہے
۴۵۴	• (۱۴۵۴) <b>باب الوقوف عند الشبهات</b>	۴۳۷	• قولہ: فیکسر وفسیکم
۴۵۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۰۷	۴۳۷	• (۱۴۵۱) <b>باب اذا التقی</b>

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۶۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۱۸	۳۵۳	● مشتبہ امور سے بچنے کی تاکید نبوی ﷺ
۳۶۷	● مال و دولت کی فراوانی بذات خود برائے نہیں	۳۵۵	● (۱) الحلال بین
۳۶۸	● ایک عارف باللہ کی نظر میں دنیا کی مثال	۳۵۵	● (۲) الحرام بین
۳۶۹	● روم و فارس کی فتوحات کی بشارت	۳۵۵	● (۳) و بینہما مشتبہات
۳۷۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۲۰	۳۵۵	● امور مشتبہات کے بارے میں علماء کرام کے اقوال
۳۷۱	● ابن بطلال کا قول	۳۵۶	● امور مشتبہ کی ایک مثال
۳۷۱	● (۱۳۵۹) باب فتنۃ النساء	۳۵۶	● مفاد حدیث
۳۷۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۲۱	۳۵۶	● مشتبہ کا استعمال حرام میں پڑنے کا پیش خیمہ ہے
	● عورت مردوں کے لئے سب سے	۳۵۷	● مسئلے کی تمثیل
۳۷۲	● زیادہ خطرناک فتنہ	۳۵۷	● رکھیں الجسم قلب کی اہمیت
۳۷۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۲۲	۳۵۸	● (۱۳۵۵) باب بدأ الاسلام غریبا
۳۷۳	● قولہ: وان الله مستخلفکم فیہا	۳۵۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۰۹
۳۷۳	● قولہ: الا فاتقوا الله	۳۵۸	● اسلام کا آغاز غریت میں ہوا
۳۷۳	● قولہ: واتقوا النساء	۳۵۹	● اسلام کا آغاز غریت میں ہونے کا مطلب
۳۷۳	● عورتوں کو بناؤ سنگار کر کے باہر نکلتا جائز نہیں	۳۵۹	● (۱۳۵۶) باب من ترجی لہ السلامۃ
۳۷۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۲۳	۳۶۰	● من الفتن
	● جو عورت خوشبو سے معطر ہو کر مسجد میں نماز ادا کرے	۳۶۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۱۲
۳۷۵	● اس کی نماز قبول نہیں	۳۶۰	● محاذ بن جبرلؓ کا قبر رسول کے پاس بیٹھ کر رونا
۳۷۶	● عورتوں کو کثرت کے ساتھ استغفار کا حکم	۳۶۱	● اولیاء اللہ سے عداوت خدا کو جنگ کے لئے چیلنج
۳۷۷	● عورتیں دین و عقل دونوں میں ناقص ہیں	۳۶۱	● گناہم زندگی گزارنا
	● (۱۳۶۰) باب الامر بالمعروف والنہی	۳۶۲	● لوگوں کی حالت زار
۳۷۸	● عن المنکر	۳۶۳	● (۱۳۵۷) باب افتراق الامم
۳۷۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۲۷	۳۶۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۱۱۳
۳۷۸	● نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنے کا حکم	۳۶۳	● تفرق امت کے بارے میں نبوی پیشین گوئی
۳۷۹	● معروف و منکر کے معنی	۳۶۳	● امت مسلمہ بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی
۳۷۹	● معروف	۳۶۵	● بہتر فرق خالہ کا اجمالی تذکرہ
۳۷۹	● منکر	۳۶۶	● (۱۳۵۸) باب فتنۃ المال



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷۹	● دعوت الی اللہ کے دودائے	۴۷۹	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۷۹	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۷۹	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۸۰	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۸۰	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۸۰	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۸۰	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۸۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۸۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۸۱	● شرط اول	۴۸۱	● شرط اول
۴۸۱	● شرط دوم	۴۸۱	● شرط دوم
۴۸۱	● شرط سوم	۴۸۱	● شرط سوم
۴۸۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۸۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۸۱	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۸۱	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۸۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۸۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۸۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۲۸	۴۸۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۲۸
۴۸۳	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۸۳	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۸۵	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۸۵	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۸۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۸۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۸۶	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۸۶	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۸۷	● افضل ترین جہاد ہے	۴۸۷	● افضل ترین جہاد ہے
۴۸۸	● افضل جہاد	۴۸۸	● افضل جہاد
۴۸۹	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۸۹	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۸۹	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۸۹	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۰	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۰	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۰	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۰	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۰	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۰	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۰	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۰	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۱	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۱	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۱	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۱	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۱	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۱	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۱	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۱	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۱	● شرط اول	۴۹۱	● شرط اول
۴۹۱	● شرط دوم	۴۹۱	● شرط دوم
۴۹۱	● شرط سوم	۴۹۱	● شرط سوم
۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۱	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۱	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۱	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات
۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● پہلا درجہ بزرگوں و طاقت برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۲	● دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ
۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا	۴۹۲	● تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جانا
۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۲	● ذلک اضعف الایمان کا مطلب
۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار	۴۹۲	● (۱) دعوت الی الکفار
۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین	۴۹۲	● (۲) دعوت الی المسلمین
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں
۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۹۲	● حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب
۴۹۲	● شرط اول	۴۹۲	● شرط اول
۴۹۲	● شرط دوم	۴۹۲	● شرط دوم
۴۹۲	● شرط سوم	۴۹۲	● شرط سوم
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب
۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا	۴۹۲	● برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا
۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا	۴۹۲	● عذاب الہی کو دعوت دینا
۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں	۴۹۲	● مد اہمت فی الدین جائز نہیں
۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۳۳
۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۹۲	● حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو
۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا	۴۹۲	● عالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا
۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے	۴۹۲	● افضل ترین جہاد ہے
۴۹۲	● افضل جہاد	۴۹۲	● افضل جہاد
۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۹۲	● امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات
۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۹۲	● مردان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۲۰	● سوال۔ جواب	۵۰۵	● غزوہ احد میں آپ کے دندان مہارک کی شہادت
۵۲۱	● (۲) دھویں کا نکل کر مغرب و مشرق میں چھا جانا		● نبی کے بلانے پر درخت کا آنا
۵۲۱	● (۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۵۰۶	● اور واپس اپنی جگہ چلا جانا
۵۲۳	● (۱) وفات النبی ﷺ	۵۰۷	● مردم شماری
۵۲۳	● (۲) بیت المقدس کی فتح	۵۰۷	● سوال۔ جواب
۵۲۴	● (۳) طاعون عمواس	۵۰۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۵۴
۵۲۴	● (۴) بل و دولت کی کثرت	۵۱۰	● لوگوں کی ایذا و سانی پر تحمل باعث اجر و ثواب
۵۲۴	● (۵) آپسی اختلاف و افتراق	۵۱۱	● ایمان کی حلاوت و لذت
۵۲۵	● (۶) رومیوں کے ساتھ قتال	۵۱۲	● حلاوت ایمانی سے کیا مراد ہے
۵۲۶	● وقوع قیامت سے پہلے کی چند نشانیاں	۵۱۳	● شرک باللہ کسی بھی حال میں جائز نہیں
۵۲۷	● قیامت سے قبل علم کا اٹھایا جانا	۵۱۴	● شراب نوشی ہر برائی کی جڑ ہے
۵۲۸	● دریائے فرات سے خزانے نکلنے کی پیشین گوئی	۵۱۴	● (۱۴۶۳) باب شدۃ الزمان
۵۲۹	● قیامت سے پہلے اندھا دھند قتل و غارت گری	۵۱۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۵۹
۵۳۰	● (۱۴۶۶) باب ذهاب القرآن والعلم	۵۱۴	● فتنہ ہی فتنہ
۵۳۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۷۲	۵۱۵	● قیامت سے پہلے کے حالات
۵۳۲	● قیامت سے قبل زمانہ کا قریب ہونا	۵۱۶	● دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی تمنا
۵۳۳	● (۱۴۶۷) باب ذهاب الامانة		● قیامت کے قریب تمام نیک لوگ
۵۳۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۷۷	۵۱۶	● اٹھائے جائیں گے
۵۳۴	● قرب قیامت میں امانت کا دلوں سے نکلنا		● قیامت کے قریب حضرت مہدی
۵۳۵	● امانت سے کیا مراد ہے؟	۵۱۶	● کے بعد کمال ترین
۵۳۵	● قولہ: ان الامانة نزلت في جدر قلوب الرجال	۵۱۷	● شخص صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے
۵۳۶	● قولہ: ينام الرجل النومة	۵۱۸	● (۱۴۶۵) باب اشتراط الساعة
۵۳۷	● ایک سوال اور اس کا جواب	۵۱۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۶۴
۵۳۷	● لغات حدیث	۵۱۸	● قیامت بالکل قریب ہے
۵۳۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۷۸	۵۱۹	● وقوع قیامت سے قبل اس نشانیاں
۵۳۸	● حیا ایمانی کی اہمیت	۵۱۹	● (۱) خروج دجال
۵۳۹	● قولہ: مقبلا ممقنا	۵۲۰	● دجال کہاں سے نکلے گا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۵۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۸۸	۵۳۹	● قولہ: لزعت منہ ربقة الاسلام
۵۵۱	● بیداء میں لشکر کی ہلاکت	۵۳۹	● (۱۴۶۸) باب الآیات
۵۵۲	● جیش معذب کا مصداق	۵۴۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۷۹
۵۵۳	● (۱۴۷۱) باب دابة الارض	۵۴۰	● وقوع قیامت کی دس نشانیاں
۵۵۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۹۱	۵۴۰	● علامات قیامت کی قسمیں
● عہدائے موسیٰ انگشتی سلیمان کے ساتھ	۵۴۰	● (۱) قیامت کی علامات بعیدہ	
۵۵۴	● دابة الارض کا خروج	۵۴۱	● (۲) قیامت کی علامت متوسطہ
۵۵۴	● اس کا وقوع کب ہوگا؟	۵۴۲	● (۳) قیامت کی علامت قریبہ (کبریٰ)
● (۱۴۷۲) باب طلوع الشمس	۵۴۳	● علامات قیامت کی فہرست بترتیب زمانی	
۵۵۶	● من مغربھا	۵۴۴	● دابة الارض کا خروج کہاں اور کب؟
۵۵۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۹۳	۵۴۵	● دابة الارض لوگوں سے ہم کلام ہوگا
۵۵۶	● سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۵۴۵	● قولہ: ثلاثة خسوف
۵۵۶	● سوال۔ جواب	۵۴۶	● قولہ: وفارخروج من قعر عدن اربع
۵۵۷	● سوال۔ جواب	۵۴۶	● قولہ: وتسرق الناس الى المحشر
۵۵۷	● قولہ: اول الآيات خروجاً	۵۴۶	● اعمال صالحہ کی طرف سبقت
۵۵۸	● سوال۔ جواب	۵۴۷	● امت کے پانچ طبقات
۵۵۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۹۵	۵۴۷	● قولہ: النجا النجا
● (۱۴۷۳) فتنة الدجال وخروج عيسى ابن	۵۴۸	● طبقہ اولیٰ	
۵۵۹	● مريم وخروج ياجوج وماجوج	۵۴۸	● طبقہ ثانیہ
۵۵۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۱۴۹۶	۵۴۸	● طبقہ ثالثہ
۵۵۹	● کانا دجال کی صفات اور اس کی پہچان	۵۴۸	● طبقہ رابعہ
۵۵۹	● ایک اشکال اور اس کا جواب	۵۴۸	● طبقہ خامسہ
۵۶۰	● دجال کی جنت و جہنم	۵۴۸	● (۱۴۶۹) باب الخسوف
۵۶۰	● دجال کی جھوٹی جنت	۴۵۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۱۸۴
۵۶۱	● دجال کے نکلنے کی جگہ	۵۴۹	● قیامت سے پہلے صورتوں کا مسخ ہونا اور زمین کا دھنسا
۵۶۲	● خراساں کے حدود	۵۴۹	● امت محمدیہ پر سنگ باری
۵۶۳	● حدیث تمیم داری	۵۵۰	● (۱۴۷۰) باب جیش البیداء

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹۶	● مسلمانوں کے لئے فتوحات کی بشارت	۵۶۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۰۰
۵۹۶	● جزیرۃ العرب سے قتال اور مسلمانوں کی فتح	۵۶۷	● دجال کے طلسماتی کارناموں اور یاجوج ماجوج کا ذکر
۵۹۷	● ملمحہ کبریٰ (جنگ عظیم) سے مراد	۵۷۱	● دجال کا مدت قیام
۵۹۸	● جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان فاصلہ	۵۷۱	● ایک دن ایک سال کے برابر
۵۹۸	● ایک اعتراض اور اس کا جواب		● دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر
۶۰۰	● قولہ: مسالِح المسلمین	۵۷۲	● حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول
۶۰۰	● قولہ: بیولاء	۵۷۲	● ایک سوال اور اس کا جواب
۶۰۰	● قولہ: بنی الاصفہر	۵۷۲	● لذ کے دروازے کے پاس دجال کا خاتمہ
۶۰۰	● قولہ: روقۃ الاسلام	۵۷۳	● یاجوج ماجوج کے تیر و کمان کی کثرت
۶۰۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۱	۵۷۶	● فتح دجال کا تفصیلی ذکر
۶۰۰	● رویوں سے مضامحت اور غدر	۵۸۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۰۳
۶۰۱	● (۱۴۷۶) باب الترتک	۵۸۳	● صلیب کا توڑنا
۶۰۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۲	۵۸۵	● یاجوج ماجوج ہر روز دیوار کھودتے ہیں
۶۰۱	● قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال	۵۸۸	● (۱۴۷۳) باب خروج المہدی
۶۰۲	● قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا	۵۸۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۰۷
۶۰۲	● قولہ: نعالہم الشعر	۵۸۹	● حضرت مہدی کا ذکر
۶۰۲	● قولہ: صفار الاعین	۵۸۹	● قولہ: ولو حبوا علی الثلج
۶۰۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۳	۵۹۰	● ایک خزانے کے لئے تین آدمیوں میں لڑائی
	● چھوٹی آنکھوں والے اور چھٹی ناکوں	۵۹۱	● حضرت مہدی خاندان نبوت سے ہوگا
۶۰۳	● والوں کے ساتھ قتال		● حضرت مہدی بہت رسول
۶۰۳	● دوم قوم کی حالت کا بیان یا ایک قوم کی	۵۹۲	● حضرت فاطمہؑ کی اولاد سے ہوگا
۶۰۴	● قتال ترک ہو چکا ہے یا باقی ہے،	۵۹۳	● حضرت مہدی کی خلافت کا استحکام
۶۰۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۵		● حضرت مہدی کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا امام
۶۰۵	● قولہ: الحندق	۵۹۳	● یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا
۶۰۶	● کتاب الزہد	۵۹۳	● (۱۴۷۵) باب الملاحم
۶۰۶	● لفظ زہد کی تحقیق	۵۹۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۱۳
۶۰۶	● (۱۴۷۷) باب الزہد فی الدنیا	۵۹۴	● حدیث شریف کا مضمون

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۱۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۷	۶۰۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۶
۶۱۸	● اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت و مقام	۶۰۶	● حقیقی تارک الدنیا
۶۱۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۸	۶۰۷	● قولہ: ولا فی اضعاء العمال
۶۱۹	● دنیا کی مذمت کا بیان	۶۰۷	● قولہ: اور غب منک فیہا
۶۲۰	● دنیا ایمان والوں کے لئے قید خانہ ہے	۶۰۸	● حدیث ہذا کا حکم
۶۲۰	● قولہ: الدنیا سجن المؤمن کا مطلب	۶۰۸	● ترجمہ حدیث: ۴۲۲۷
۶۲۰	● واللہ: وجنة الکافر کا مطلب	۶۰۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۸
۶۲۱	● دنیا میں ہمیشہ ایک مسافر کی طرح رہنا چاہئے	۶۰۹	● اللہ اور لوگوں کی نظر میں محبوب بننے کا اکیر نسخہ
۶۲۱	● قولہ: اخذ رسول اللہ ﷺ بعض جسدى	۶۱۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۹
۶۲۱	● قولہ کانک عابر سبیل کا مطلب	۶۱۰	● قولہ: أو جمع یشتزک
۶۲۲	● (۱۲۸۰) باب من لا یؤبہ لہ	۶۱۰	● قولہ: عہد الی عہدا
۶۲۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۱	۶۱۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۰
۶۲۲	● جنت کا بادشاہ	۶۱۱	● (۱۲۷۸) باب الہم بالدنیا
۶۲۳	● جنتی اور دوزخی	۶۱۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۱
۶۲۳	● عقل کی تحقیق	۶۱۳	● واقعہ
۶۲۳	● جواظ کی تحقیق	۶۱۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۲
۶۲۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۳	۶۱۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۳
۶۲۴	● قابل رشک شخص	۶۱۴	● عبادت الہی میں مشغول ہونا غناء قلب کا ذریعہ
۶۲۴	● قولہ: بخفیف الحاذ	۶۱۴	● (۱۲۷۹) باب مثل الدنیا
۶۲۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۴	۶۱۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۴
۶۲۴	● سادگی زندگی ایمان میں داخل ہے	۶۱۵	● دنیا کی مثال و آتی
۶۲۵	● بہترین بندہ وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آ جائے	۶۱۶	● دنیا کے عیش و آرام سے آپ کی بے رغبتی
۶۲۵	● (۱۲۸۱) باب فضل الفقراء	۶۱۶	● قولہ: ما انا والدنیا الخ
۶۲۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۶	۶۱۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۳۶
۶۲۵	● فقراء مسلمین کی فضیلت	۶۱۷	● عند اللہ دنیا کی حیثیت چھڑکے پر کے برابر بھی نہیں
۶۲۶	● قولہ: لہذا خیر من ملأ الارض الخ	۶۱۸	● قولہ: لو کانت الدنیا وزن عند اللہ جناح
۶۲۶	● ایک سوال اور اس کا جواب		● بعوضۃ کا مطلب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۴۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۶۳	۶۲۷	● اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ
۶۴۰	● حقیقی دولت دل کا غنا ہے	۶۲۷	● (۱۲۸۲) باب منزلة الفقراء
۶۴۱	● حقیقی کامیاب شخص	۶۲۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۲۸
۶۴۱	● رزق کے بارے میں آپ کی دعا!	۶۲۸	● اغنیاء سے قبل فقراء مسکین کا جنت میں دخول
	● قیامت میں ہر شخص تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں	۶۲۸	● قولہ: بنصف یوم کا مطلب
۶۴۲	● بقدر کفاف ہی روزی ملی ہوتی	۶۲۸	● ایک سوال اور اس کا جواب
۶۴۳	● دنیاوی نعمت میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنے کا حکم	۶۲۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۴۹
۶۴۳	● اللہ تعالیٰ انسان کے عمل اور اس کے دل کو دیکھتا ہے		● فقراء مہاجرین کا اغنیاء مہاجرین سے چالیس سال قبل
۶۴۴	● (۱۲۸۶) باب معیشتہ آل محمد ﷺ	۶۲۹	● جنت میں داخلہ
۶۴۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۷۰		● فقراء مؤمنین صابریں کے لئے
۶۴۴	● ایک ماہ تک آپ کے گھر میں چولہا نہ جلنا	۶۳۰	● آپ کی طرف سے بشارت
۶۴۵	● آپ کی دنیاوی طرز معیشت	۶۳۰	● (۱۲۸۳) باب: مجالسة الفقراء
۶۴۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۷۲	۶۳۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۵۱
۶۴۶	● آل محمد کے فقر و افلاس کی زندگی	۶۳۰	● فقیروں سے محبت اور بات چیت کرنا
۶۴۶	● تعارض اور اس کا دفاع	۶۳۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۵۲
	● تین دن تک کھانے کے لئے	۶۳۱	● مسکینوں سے محبت رکھنے کا حکم نبوی
۶۴۷	● آپ کے پاس کچھ نہ ہونا	۶۳۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۵۳
۶۴۷	● (۱۲۸۷) باب ضجاء آل محمد ﷺ	۶۳۴	● (۱۲۸۴) باب فی المکثرین
۶۴۸	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۷۷		● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۵۵
۶۴۸	● سونے کے لئے آنحضرت ﷺ کا بستر	۶۳۴	● بہت زیادہ مالداروں کے لئے ہلاکت و بربادی
۶۴۸	● جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہؓ کا جہیز	۶۳۵	● قیامت میں مالداروں کا اسفل مرتبہ میں ہونا
۶۴۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۷۹	۶۳۶	● آپ کی دنیا سے کنارہ کشی
۶۴۹	● رسول اکرم ﷺ کا کل متاع زندگی	۶۳۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۵۹
۶۴۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۸۰	۶۳۶	● ایمان والوں کے لئے قلت مال اور قلت عیال کی دعا
	● (۱۲۸۸) باب معیشتہ	۶۳۹	● دنیا کے پجاری کے لئے ہلاکت و تباہی
۶۵۰	● اصحاب النبی ﷺ	۶۳۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۶۲
۶۵۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۸۱	۶۴۰	● (۱۲۸۵) باب القناعة:

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۶۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۶	۶۵۰	● حضرات صحابہ کرام کی تنگدستی
۶۶۳	● دو قابل قدر نعمتیں جن میں لوگ دھوکے میں مبتلا ہیں	۶۵۱	● شدت فقر کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانا
۶۶۳	● ایک جامع نصیحت نبوی ﷺ	● صرف ایک ایک کھجور پر حضرات صحابہ کرام	
۶۶۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۸	۶۵۱	● کا زندگی گزارنا
۶۶۵	● قولہ: کلب الغنم	۶۵۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۸۴
● (۱۴۹۲) باب البراءة من الکبرياء		۶۵۲	● قیامت میں دنیاوی نعمت کے بارے میں سوال
۶۶۶	● والتواضع	۶۵۳	● قولہ: قد قلذہ البحر:
۶۶۶	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۹	۶۵۳	● (۱۴۸۹) باب فی البناء والخراب
۶۶۶	● متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا	۶۵۴	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۸۶
۶۶۶	● قولہ: لا یدخل الجنة من کان فی قلبه الخ	۶۵۴	● موت کو فراموش کر کے دنیا میں گھر بنانے کی مذمت
۶۶۷	● کبرائی اور عظمت اللہ کی چادر اور ازار ہے	۶۵۴	● قبہ بکھ کر آنحضرت ﷺ کی ناراضگی
۶۶۷	● قولہ: الکبرياء ردائی	۶۵۵	● ضرورت کے پیش نظر مکان بنانے کا جواز
۶۶۸	● تکبر کرنا گویا شرک میں مبتلا ہونا ہے	۶۵۶	● ضرورت سے زیادہ تعمیر پر مال لگانا حاصل
۶۶۸	● تواضع و انکساری اختیار کرنے کا حکم	۶۵۶	● (۱۴۹۰) باب التوکل والیقین
۶۶۹	● تواضع نبوی کی ایک جھلک	۶۵۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۰
۶۶۹	● اخلاق رسول ﷺ کی ایک جھلک	۶۵۷	● اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے کی فضیلت
۶۷۰	● تواضع اختیار کرنے کا حکم	۶۵۷	● توکل علی اللہ کی حقیقت
۶۷۰	● (۱۴۹۳) باب الحياء	۶۵۸	● رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے
۶۷۱	● حیاء کی تعریف	۶۵۹	● ایک عبرت انگیز واقعہ
۶۷۱	● حیاء کی قسمیں	۶۶۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۲
۶۷۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۰۶	۶۶۰	● توکل کی ہدایت
۶۷۱	● آپ نہایت شرمیلے تھے	۶۶۰	● اللہ کے ساتھ حسن ظن کا حکم
۶۷۲	● حیاء ایک اسلامی اخلاق ہے	۶۶۱	● قوی مومن کا ضعیف مومن سے افضل ہونا
۶۷۳	● بے حیاء شخص کچھ بھی کر سکتا ہے	۶۶۱	● قولہ: وایاک واللہ
۶۷۳	● حیادار آدمی جنتی ہے	۶۶۲	● (۱۴۹۴) باب الحکمة
۶۷۳	● قولہ: البذاء	۶۶۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۲۹۵
۶۷۴	● (۱۴۹۴) باب الحلم	۶۶۲	● حکمت کی بات جہاں کہیں بھی ملے لو

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۸۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۲۸	۶۷۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۱۲
۶۸۸	• مشرکوں کے لئے قیامت کے دن اعلان	۶۷۵	• غصہ کنٹرول کرنے والوں کی فضیلت
۶۸۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۲۹	۶۷۵	• قولہ: دعاہ اللہ علی راس الخلائق
۶۸۹	• اپنی امت کے بارے میں شرک خفی کا اندیشہ	۶۷۶	• متانت و سنجیدگی کی تعریف
۶۸۹	• قولہ: الاشرار	۶۷۶	• قولہ: اتکم و فود عبد القیس
۶۹۰	• ریاکاری کے طور پر عمل کرنے والوں کے لئے وعید	۶۷۷	• بردباری اور حیاء اللہ کو محبوب ہے
۶۹۰	• ریاکاری کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید	۶۷۷	• غصہ پی جانے کی فضیلت
۶۹۱	• (۱۴۹۸) باب الحسد	۶۷۷	• (۱۴۹۵) باب الحزن والبكاء
۶۹۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۳۳	۶۷۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۱۶
۶۹۱	• دو چیزوں میں حسد کا جواز	۶۷۸	• خوف الہی کی وجہ سے درخت ہونے کی تمنا کرنا
۶۹۲	• حسد نیکیاں کھا جاتا ہے	۶۷۸	• قولہ اطمت
۶۹۳	• قولہ: الصلاة نور المؤمن	۶۷۸	• قولہ: لو تعلمون ما اعلم
۶۹۳	• قولہ: الصوم جنة من النار	۶۸۰	• مسلمانوں کو خشوع و خضوع کی ترغیب
۶۹۳	• (۱۴۹۹) باب البغی	۶۸۰	• زیادہ ہنسنے کی ممانعت
۶۹۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۳۷	۶۸۱	• قرآن کی آیت سن کر آپ کا اشکبار ہونا
۶۹۳	• جن نیکیوں کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے	۶۸۱	• قبر کے لئے تیاری کرنے کا حکم
۶۹۵	• کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا ہلاکت کے لئے کافی ہے	۶۸۲	• روزے کا حکم
۶۹۵	• آپس میں تواضع اختیار کرنے کا حکم	۶۸۳	• یاد الہی میں رونے والوں پر جہنم حرام
۶۹۵	• (۱۵۰۰) باب الورع والتقوی	۶۸۳	• (۱۴۹۶) باب التوقي علي العمل
۶۹۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۴۱	۶۸۳	• ایک آیت کریمہ کا مطلب
۶۹۶	• متقی کی پہچان	۶۸۴	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۲۵
۶۹۶	• تقوی کے درجات و اقسام	۶۸۵	• ظاہر و باطن کی یکسانیت کی اہمیت
۶۹۷	• افضل ترین شخص کی تعیین	• محض رحمت خداوندی	
۶۹۸	• چند قیمتی نصیحتیں	۶۸۵	• کی وجہ سے نجات نہ کہ عمل کے سبب
۶۹۸	• قولہ: کن ودعا کن عبد الناس	۶۸۶	• قولہ: فاربوا
۶۹۸	• قولہ: وکن قنعا	۶۸۶	• (۱۴۹۷) باب الرياء والسمعة
۶۹۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۴۴		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۰۹	مبعوث کئے جائیں گے	۶۹۹	• ترجمہ و تشریح حدیث ۳۳۴۵
۷۰۹	• (۱۵۰۳) باب الاصل والاجل	۷۰۰	• قرآن کریم کی ایک آیت جو عمل کے لئے کافی ہے
۷۱۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۵۸	۷۰۰	• (۱۵۰۱) باب الشفاء الحسن
۷۱۰	• انسان کی موت اور اس کی آرزو کی مثال	۷۰۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۴۷
۷۱۱	• انسان کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے	۷۰۱	• اہل جنت اور اہل جہنم کی شفاعت
۷۱۲	• بوڑھے آدمی کی حرص و طمع	۷۰۱	• نیکی اور بدی کے کام کو جاننے کا طریقہ
۷۱۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۶۱	۷۰۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۴۹
۷۱۲	• بڑھاپے کی آرزوئیں	۷۰۳	• اہل جنت اور اہل جہنم کی علامت
۷۱۳	• انسان کی تمنا تو قبر کی مٹی ہی پوری کرے گی	۷۰۳	• عمل صالح کی وجہ سے لوگوں کی محبت
۷۱۳	• امت محمدیہ کی عمریں	۷۰۳	• کسی متعین شخص کے بارے میں جنتی ہونے
۷۱۳	• (۱۵۰۴) باب: المداومة على العمل	۷۰۴	• کی شہادت دینا
۷۱۳	• بہترین عمل وہ ہے جو پابندی سے	۷۰۴	• قول اول
۷۱۴	• کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو	۷۰۴	• قول دوم
۷۱۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۶۵	۷۰۴	• قول سوم
۷۱۵	• حسب طاقت عمل کرنے کا حکم	۷۰۵	• بغیر ارادہ کے اگر کوئی عمل پر
۷۱۵	• علیکم من الاعمال تطيقون	۷۰۵	• مطلع ہو جائے تو ڈبل ثواب
۷۱۶	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۶۶	۷۰۵	• (۱۵۰۲) باب النية
۷۱۶	• حضرات صحابہ کرام کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر	۷۰۵	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۵۳
۷۱۷	• قولہ: کانارای العین	۷۰۵	• تمام اعمال کا مدار خلوص نیت پر ہے
۷۱۷	• قولہ: فر شکم او طرقکم	۷۰۶	• علماء اسلام کی نظر میں اس حدیث کی عظمت و مقام
۷۱۷	• قولہ: ساعة وساعة	۷۰۶	• صحیح نیت کے بارے میں اقوال علماء
۷۱۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۶۷	۷۰۷	• قولہ: الما الاعمال بالنیات
۷۱۸	• بہترین عمل وہ ہے جو تسلسل کے ساتھ	۷۰۷	• حدیث شریف کا شان و درود
۷۱۸	• کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو	۷۰۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۵۴
۷۱۸	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۳۳۶۸	۷۰۸	• امت مسلمہ کی ایک مثال
۷۱۸	• (۱۵۰۵) باب ذکر الذنوب	۷۰۸	• قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۲۹	کے لئے جہنم کا فیصلہ	۷۱۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۶۹
• بندہ کی عبادت و نافرمانی سے خدا کی خدائی		۷۱۹	• قولہ: ومن اساء اخلا بالاول النع
۷۳۰	پر کوئی اثر نہیں پڑتا	۷۱۹	• کسی بھی نیک عمل کو تحیر نہ جانو
۷۳۱	• قولہ: یا عبادی	۷۲۰	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۷۱
۷۳۱	• قولہ: رطبکم ویابسکم	۷۲۱	• قولہ: فاذا زاد زادت
• (۱۵۰۷) باب: ذکر الموت		۷۲۱	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۷۲
۷۳۲	والاستعداد له	۷۲۲	• جنت اور جہنم میں جانے کے اسباب
۷۳۲	• موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم	۷۲۲	• زبان و شرم گاہ کا غلط استعمال دخول نار کا موجب ہے
۷۳۲	• قولہ: هالک اللذات	۷۲۳	• (۱۵۰۸) باب: ذکر التوبة
۷۳۳	• سب سے زیادہ افضل اور نفع دہی	۷۲۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۷۴
۷۳۴	• موت کے وقت رجاء کا ذکر	۷۲۳	• بندہ مومن کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا
۷۳۵	• مومن و کافر کی روح نکالنے کی کیفیت کا ذکر	۷۲۳	• قبولیت توبہ کی شرائط
۷۳۶	• موت اپنی مقررہ جگہ ہی پر آئے گی		• اگر گناہ آسمان تک ہو جائیں
۷۳۷	• اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات کی تمنا	۷۲۴	• پھر بھی اللہ معاف فرماتا ہے
۷۳۸	• اشکال	۷۲۴	• عبد عاصی کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی بے انتہا خوشی
۷۳۸	• جواب دو فتح و تعارض	۷۲۵	• توبہ کرنے والوں کی فضیلت
۷۳۹	• (۱۵۰۸) باب: ذکر القبر والبلى	۷۲۶	• توبہ در حقیقت حقیقی ندامت کا نام ہے
۷۳۹	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۹۳	۷۲۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۸۰
• قبر میں ریڑ کی ہڈی کے علاوہ		۷۲۷	• کیفیت نزاع سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت
۷۳۹	• ساری چیزیں گل جاتی ہیں	۷۲۷	• قولہ: مالہم یغفر غر
۷۴۰	• اجساد انبیاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ	۷۲۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۸۱
۷۴۰	• ترجمہ حدیث: ۴۳۹۴	۷۲۷	• نماز برائیوں کو مٹا دالتی ہے
۷۴۰	• عذاب قبر کے خوف سے حضرت عثمانؓ کا رونا		• رحمت حق بہانہ می جوید بنی اسرائیل
۷۴۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۳۹۵	۷۲۸	• کے ایک شخص کا واقعہ
• قبر میں سوال و جواب اور نیک مسلمان		۷۲۹	• قولہ: لأن قدر الله علي النع
۷۴۲	• کے ساتھ قبر میں سلوک		• ایک بلی کو باندھ کر رکھنے کی وجہ سے ایک عورت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۵۲	● قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تین بار بیٹھی	۷۴۳	● عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت ہے
۷۵۳	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۵	۷۴۳	● قبر سے مراد کیا ہے؟
۷۵۳	● قیامت کے دن پسینوں میں غرق ہونا	۷۴۳	● ایک سوال اور اس کا جواب
۷۵۴	● قیامت کے دن زمین وآسمان کی تبدیلی	۷۴۴	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۹۶
۷۵۴	● ارض وسماء کی تبدیلی سے مراد	۷۴۴	● قبر میں کلمہ شہادت کی رہنمائی
۷۵۵	● قولہ: علی الصراط	۷۴۴	● عالم برزخ میں صبح وشام مومن وکافر کو اس کا
۷۵۵	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۷	۷۴۵	● اصل ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے
۷۵۵	● پل صراط کا جہنم پر بچھایا جانا	۷۴۵	● مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں
۷۵۶	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۸	۷۴۶	● جنت میں ہوتی ہے
۷۵۷	● (۱۵۱۰) باب صفة امة محمد ﷺ	۷۴۶	● قولہ: نسمة
۷۵۷	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۹	۷۴۶	● سوال۔ جواب
۷۵۷	● قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان	۷۴۶	● سول۔ جواب
۷۵۷	● اور اعضاء وضوء کی چمک	۷۴۷	● نمازی اپنی قبر میں
۷۵۷	● قولہ: وغرما محجلین	۷۴۷	● مردے کے سامنے غروب آفتاب کا سماں
۷۵۸	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۱۰	۷۴۷	● پیش کرنے کی وجہ
۷۵۸	● جنت میں مسلمانوں کی تعداد	۷۴۸	● (۱۵۰۹) باب ذکر البعث
۷۵۹	● جملہ انبیاء کرام کے حق میں امت محمدیہ کی شہادت	۷۴۸	● ترجمہ حدیث: ۴۴۰۰
۷۶۰	● امت محمدیہ ستر ہزار کا بلا حساب و کتاب	۷۴۸	● صور پھونکنے والے فرشتے امرالہی کے انتظار میں
۷۶۱	● جنت میں داخلہ	۷۴۸	● قولہ: ان صاحبی الصور
۷۶۱	● قولہ: ان یدخل الجنة من امتی الخ	۷۴۹	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۱
۷۶۱	● امت محمدیہ کا حساب و کتاب کے بغیر جنت	۷۴۹	● حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت
۷۶۲	● میں داخل ہونے والوں کی تعداد	۷۵۰	● قولہ: ومن قال انا خیر من یونس بن متی الخ
۷۶۲	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۱۴	۷۵۱	● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۰۲
۷۶۳	● آپ کی امت افضل ترین امت ہے	۷۵۱	● قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی شان وجلالت
۷۶۳	● اہل جنت صفوں کی تعداد	۷۵۱	● کبریائی کا اظہار
۷۶۴	● ہم آخری امت ہیں	۷۵۱	● قول: یاخذ العبار مسفوتہ الخ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۷۹	• (۱۵۱۳) باب ذکر الشفاعة	۷۶۴	• امت محمدیہ کو سجدہ کی اجازت
۷۷۹	• شفاعت کے معنی	• (۱۵۱۱) باب ما یرجى من رحمة	
۷۸۰	• شفاعت کا اثبات اور اس پر ایمان	۷۶۵	• اللہ عزوجل یوم القیامۃ
۷۸۰	• شفاعت کی انواع و اقسام	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۲۰	
۷۸۱	• (۱) شفاعت کی پہلی قسم شفاعت کبریٰ	• اللہ کے دریائے رحمت کی وسعت	
	• شفاعت کی دوسری قسم: حساب و کتاب کے	• دریائے رحمت ربانی کی وسعت	
۷۸۱	بخیر جنت میں داخل کرانا	• رحمت خداوندی اس کے غضب پر غالب ہے	
۷۸۱	• شفاعت کی تیسری قسم مستحق جہنم کو جنت میں پہنچانا	• اللہ پر بندے کا حق	
	• شفاعت کی چوتھی قسم جہنمی کے لئے ہے	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۲۳	
۷۸۱	جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں	• اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ رحم کرتا ہے	
۷۸۲	• شفاعت کی پانچویں قسم بلندی درجات کے لئے	• بد بخت کے علاوہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا	
۷۸۲	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۳۵	• اللہ تعالیٰ غیر مشرک کی مغفرت کر دے گا	
۷۸۲	• مشرک کے علاوہ سارے مسلمان کی شفاعت نبوی	• صرف کلمہ شہادت کا وزن تمام گناہوں پر بھاری	
	• قیامت کے دن آپ ہی سب سے	ہونے کی وجہ سے مغفرت	
۷۸۳	پہلے شفاعت کریں گے	• (۱۵۱۲) باب ذکر الحوض	
۷۸۳	• قولہ: لواء الحمد بیدہ	• حوض کے معنی	
۷۸۳	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۳۷	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۲۹	
۷۸۳	• جہنم میں داخل شدہ مومنین کے لئے شفاعت	• حوض کوثر کی صفات و خصوصیات	
۷۸۵	• قولہ: ضیاء	• حوض کوثر کی فضیلت	
۷۸۵	• قولہ: حمیل السیل	• ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۳۱	
۷۸۵	• اہل کبار کے لئے آپ کی شفاعت	• قولہ: اتینہ علیٰ برید:	
	• حق شفاعت یا نصف امت کے جنت میں	• قولہ: اکاویب	
۷۸۵	دائے کے بارے میں اختیار	• قولہ: حتیٰ اخضلت	
۷۸۷	• شفاعت رسول کا ذکر	• حوض کوثر کی بڑائی	
	• قولہ: فانہ اول رسول اللہ بعثہ اللہ	• حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے آب خورے	
۷۸۹	الی اہل الارض	• بدعتیوں کو حوض کوثر پر سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۰۰	● قولہ: اتقوا اللہ حق ثقافتہ:	● سب سے اخیر میں حضور کی خدمت میں	
۸۰۱	● ایک سوال اور اس کا جواب	۷۸۹	حاضر ہونے کی وجہ
۸۰۱	● مقامات سجود کو آگ نہیں جلا سکتی	۷۹۰	● قولہ: فیہ حدلی حداً
۸۰۲	● قیامت کے دن صراط پر موت کو ذبح کر دیا جانا	۷۹۰	● قولہ: فیہ دخلہم الجنة
۸۰۲	● (۱۵۱۵) باب صفة الجنة	۷۹۲	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۴۱
۸۰۳	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۵۶	● قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے	۷۹۲
۸۰۳	● جنتی نعت انسانی عقل سے ماوراء ہے	● قیامت کے دن میں صاحب شفاعت ہوں گا	۷۹۲
۸۰۴	● قولہ: ما لا عین رأت	● دوزخ سے نکالے جانے والے لوگ جنت	
۸۰۴	● قولہ: ما اخفی لہم من قرۃ عین	● میں جہنمی کہلائیں گے	۷۹۲
۸۰۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۵۷	● نصف امت کو جنت میں داخل کرانے یا حق	
۸۰۵	● جنت کی فضیلت	● شفاعت لینے کے درمیان اختیار	۷۹۴
۸۰۶	● جنت کے درجات	● (۱۵۱۳) باب صفة النار	۷۹۴
۸۰۶	● قولہ: الجنة مائة درجة	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۴۶	
۸۰۶	● قولہ: وان اعلاھا الفردوس	● جہنم کی آگ کی سختی دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ	۷۹۴
۸۰۶	● قولہ: وان العرش علی الفردوس	● بارگاہ خداوندی میں دوزخ کی آگ کی فریاد	۷۹۵
۸۰۶	● قولہ: منها تفجر انهار الجنة	● قولہ: اشتکت النار الی ربھا	۷۹۵
۸۰۷	● مجاہدین اسلام کے لئے جنت کی نعمتیں	● قولہ: فجعل نفوسین	۷۹۶
۸۰۷	● قولہ: الا مشمر للجنة	● قولہ: زمهریرھا	۷۹۶
۸۰۸	● وریحانہ تہتر	● دوزخ کی آگ کے سفید اور سیاہی کا ذکر	۷۹۶
۸۰۸	● نعماء جنت کا تذکرہ	● ایک دوزخی اور ایک جنتی کا ذکر	۷۹۷
۸۰۸	● قولہ: رشحہم المسک	● دوزخیوں کی جسامت	۷۹۸
۸۰۸	● قولہ: مجامرہم الالوة	● قولہ: ان الکافر لیعظم	۷۹۸
۸۰۹	● قولہ: ازواجہم الحور العین	● امت کے کسی فرد کی شفاعت کے لئے	
۸۰۹	● قولہ: اخلاقہم علی خلق رجل واحد	● بکثرت جنت میں داخلہ	۷۹۸
۸۰۹	● حوض کوثر کی صفات اور خصوصیات	● جہنمی خون کے آنسو روئیں گے	۷۹۹
۸۰۹	● قولہ: الکواثر نہر فی الجنة	● جہنمیوں کا کھانا زقوم ہوگا	۸۰۰

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۱۷	● سب سے اخیر میں جنت میں جانے والا شخص	۸۱۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۶۴
۸۱۸	● قولہ: لفلکان یقال: ہذا اادنہ الخ	۸۱۰	● جنت کے ایک درخت کی لمبائی کا ذکر
۸۱۹	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۶۹	۸۱۱	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۶۵
۸۱۹	● جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے	۸۱۱	● قیامت میں باری تعالیٰ کا دیدار اور بازار جنت
۸۱۹	● قولہ: ثلاث مرات	۸۱۳	● قولہ: فی مقدار یوم الجمعة
۸۲۰	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۷۰	۸۱۴	● قولہ: ویبرز لہم عرشہ
۸۲۰	● ہر آدمی کے لئے دو ٹھکانے ہیں	۸۱۴	● قولہ: وما فیہم دنی
۸۲۱	● وصف اول نماز میں خشوع	۸۱۴	● قولہ: فیرو عہ ما یروی علیہ من اللباس
۸۲۱	● وصف دوم لغو سے اجتناب	۸۱۴	● قولہ: ہل تری ربنا
۸۲۲	● وصف سوم زکوٰۃ کی ادائیگی	۸۱۵	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۶۶
۸۲۲	● وصف چہارم: شرمگاہوں کی حفاظت	۸۱۵	● جنتیوں کے لئے بہتر بہتر حوریں
۸۲۲	● وصف پنجم ادائے حق امانت	۸۱۶	● قولہ: سبعین من میراثہ الخ
۸۲۲	● وصف ششم ایفائے عہد	۸۱۷	● جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل
۸۲۳	● وصف ہفتم نماز پر محافظت و مواظبت	۸۱۷	● جنت میں اولاد ہوگی یا نہیں؟
۸۲۴	● اختتام	۸۱۷	● ترجمہ و تشریح حدیث: ۴۴۶۸

## اهداء انتساب

بندہ حقیر و فقیر سراپا پر تقصیر اپنی اس علمی متاع آب حیات اور د  
و کیش علمی نگہ دستہ کو اپنے والد بزرگوار (محترم و کرم جناب محمد منظور  
مضجعہ) کی جانب اتمام و انتساب کو اپنے لیے باعث فخر اور

دن (منگل) گزار کر شب چہار شنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ کو اپنے والد بزرگوار کی روح کو ہمیشہ کے لیے لبیک کہہ کر جو ار رحمت  
۱۸ ربیع الثانی، ۱۴۰۵ھ کو ہمیں روتا بلکتا اور تڑپتا چھوڑ کر داعی اجل کو ہمیشہ کے لیے لبیک کہہ کر جو ار رحمت  
خداوندی اور آغوش رحمت و مغفرت ربانی میں چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون:

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین خدائے ستار و غفور رحیم محض اپنے فضل و کرم اور خالص اپنے ہی لطف  
و عنایت سے والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما کر ان کی قبر کو نور سے بھر کر دوضہ من رباض  
الجنة بنادے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع جگہ عنایت فرمائے آمین ثم آمین، اور اس کتاب کے  
جملہ قارئین و مستفیدین سے والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت اور رفع درجات و ترقی مراتب کے  
لیے دعا کی عاجزانہ گزارش اور مخلصانہ پیل ہے۔

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی

مقیم حال الجامعة الاسلامیة العربیة کشف العلوم کیرالا (الہند)  
بانی و مدیر الجامعة الاسلامیة دار الفلاح للبنات پہرا، گانواں، ضلع گریڈیہ، جھارکھنڈ (الہند)



## اظہار تشکر اور دل غمگین

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات قادر مطلق ہے وہ اپنے ارادے میں خود مختار فعال لمعا یرید ہے اسباب و عوامل کے استعمال سے پاک اور بے نیاز ہے بلکہ مسبب الاسباب اور رب الارباب ہے، جس نے آسمان کو رفعت و عظمت اور بلندی کا تاج پہنایا، تو زمین کو فروتنی اور تواضع کا سبق سکھایا، وہی پاک اللہ ہے جس نے ایک غلیظ و ناپاک پانی سے کائنات عالم کی اشرف ترین مخلوق بنائی، اور ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج ان کے سر پر سجایا، احسن تقویم کے قالب میں ڈھال کر انہیں مسجود ملائکہ بنا دیا، وہی رب ہے جس نے دریاؤں میں روانی اور سمندروں میں طغیانی اور جولانی عطا کی اسی نے عدیوں کو بل کھانا سکھایا وہی ذات وحدہ لا شریک ہے جس نے پھولوں میں مہک، کلیوں میں چٹچہ پیدا کی، چڑیوں کو چھپھٹا سکھایا، وہی قادر مطلق ذات ہے جس نے خشک دانے سے ہری ہری بالیاں اور کوئلے زمین کے تہ سے اس کا سینہ چاک کر کے نکالیں، اسی نے آگ میں جلانے کی صلاحیت اور پانی میں بجھانے کی استعداد ودیعت کی، وہی رب ہے جس نے زمین میں سرسبز و شادابی کی قالین بچھا کر آنکھوں کے لیے سامان فرحت و سرور پیدا کیا، وہ رب بڑی طاقت اور بڑی قوت والا ہے، وہ بڑی عزت و عظمت کا مالک ہے، وہ ذات بالکل بے نیاز و بے پروا ہے، ولم یزل ولم یزال حی قیوم ہے، وہ جب کسی کو کچھ عطا کرنا چاہتا ہے اپنے کسی بندے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کی صلاحیت و استعداد اور لیاقت کو نہیں دیکھتا پس وہ اپنا خاص فضل و کرم اور خصوصی لطف و عنایت ایک مشت خاک کی انسان اپنے حقیر و فقیر بندے کو سب نواز دیتا ہے، اور اپنی نظر عنایت اور رحمت خاصہ سے اس کی صلاحیت اور ظرف سے بھی کہیں زیادہ عطا فرما دیتا ہے، جس کا اس کو کبھی وہم و گمان اور حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا، اور نہ ہی کبھی خواب میں دیکھا ہوتا،

بھلا آپ ذرا چشم تصور سے دیکھئے تو سہی! کہ آج سے پندرہ سال پیشتر ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۹۹ء بروز چہار شنبہ بمقام مدرسہ مراد یہ کھالہ پار حوض والی مسجد مظفر نگر یوپی میں (جہاں میری تدریسی زندگی کے سفر کا آغاز تھا جہاں میں نے ایک نئی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ نہ علم کی دولت تھی نہ تجربہ کی روشنی نہ عقل و دانش میں کمال تھا، اور نہ فکر و فہم میں رسوخ نہ علم میں گہرائی اور گیرائی تھی، نہ ہی فکر و نظر اور عقل و خرد میں پرواز، نہ قلم تھا منے کا کوئی سلیقہ تھا اور نہ کتب بینی اور مطالعہ کا کچھ زیادہ شوق و جذبہ، بلکہ ابھی علم و عمل و فکر و نظر اور عقل و فہم کا طفل مکتب تھا) اس بندہ حقیر و فقیر سراپا تقصیر کوتاہ



علم و عمل نے اپنے پیارے رب پر اعتماد کامل اور توکل محکم کرتے ہوئے فن حدیث کی معروف و مشہور کتاب ہندوپاک اور بنگلادیش کے تمام مدارس اسلامیہ عربیہ میں داخل درس اور اہل علم کے حلقوں میں متداول و مقبول کتاب ابن ماجہ شریف کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ لکھنی شروع کی تھی، اور مقدمہ ابن ماجہ پر کام شروع کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے چار پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں مقدمہ کی شرح بنام تکمیل الحاجہ تیار ہو گئی، اور چند ہی ماہ کے بعد تکمیل الحاجہ شرح اردو ابن ماجہ جلد اول زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر کتابوں اور شروحات کی دنیا میں منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو کر اہل علم حضرات اور طالبان علوم نبوت کو دعوت مطالعہ دے رہی تھی، اور علمی حلقوں میں داد تحسین حاصل کر رہی تھی، طالبان دورہ حدیث تو اس کی مدح و سراہی میں رطب اللسان تھے، تو اس وقت کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور نہ کبھی یہ بات حاشیہ خیال میں اور گوشہ دماغ میں آئی تھی کہ میں اس کی مکمل شرح لکھنے کی سعی کروں گا، اور آٹھ جلدوں میں مکمل ہو کر اہل علم حضرات کے ہاتھوں میں پہنچے گی، اور پوری ابن ماجہ کی عظیم الشان خدمت کی سعادت سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے کا موقع میسر آئے گا۔

لیکن ہوتا وہی ہے جو خالق کائنات و مالک عرش و کرسی چاہتا ہے، کاتب تقدیر کا قلم چل چکا تھا، اور من جانب اللہ قضاء و قدر کا فیصلہ ہو چکا تھا، کہ یہ سب کچھ ہوگا، اور ایک مشیت خاکی ظلم جہول اور عاجز و ناتواں بندے سے ہوگا، یہ خدائے رب ذوالجلال کی عظیم الشان اور حیرت انگیز قدرت کاملہ کا مظاہرہ نہیں تو کیا ہے؟ ایک اپنے عاجز و ناتواں بندے سے اپنے آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اعضاء و جوارح سے کردہ افعال و اعمال کی تشریح و توضیح کی توفیق ارزانی عطا فرمائی دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی ماہ کے قلیل عرصہ میں ابن ماجہ کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ جلد اول مدرسہ مرادیہ حوض والی مسجد کے مبارک علمی ماحول میں بحسن خوبی اختتام کو پہنچی، فالحمد لله علی ذالک رب کریم نے کمپوزنگ و کتابت اور طباعت کا مسئلہ بھی آسانی طے کر دیا اور کتاب جلد ہی زیور طباعت سے مزین ہو کر منصفہ شہود پر آگئی اور قبول عام و خاص ہوئی، علمی دنیا میں پزیرائی توقع سے کہیں زیادہ ہوئی، فالحمد لله علی ذالک۔

پھر تشریح و توضیح کا یہ سلسلہ الذہب و دو تین سال کے لیے موقوف ہو گیا کیوں کہ ارادہ صرف اور صرف مقدمہ ہی پر کام کرنے کا تھا، لیکن جب تکمیل الحاجہ منظر عام پر آئی، اور خدائے رب ذوالجلال نے اسے حیرت انگیز مقبولیت عطا فرمائی تو احباب و اصداقاء اور مالک کتب خانہ کی طرف سے اس کی دوسری جلد تیار کرنے کے لیے مسلسل پیغام ملتا رہا، احقر اپنی علمی کم مائیگی پر نظر کرتے ہوئے اس کو نالتا رہا، اور فردا و امروز پر ڈالتا رہا، لیکن جب ان محبین گرامی قدر کا پیغام بمنزلہ اصرار اور حکم ہو گیا، تو پھر خدائے وحدہ لا شریک لہ کی ذات واحدہ پر اعتماد توکل کر کے دوسری جلد کی تیاری میں ہمہ تن مشغول ہو گیا، اور اس کے واسطے خلوت نشیں و گوشہ گزیں ہو گیا، چنانچہ اس کی دوسری جلد کی تیاری ٹھیک پہلی جلد کے مکمل ہونے کے تین سال بعد جامعۃ القرآن والسنة الخیرہ میں شروع کیا، بحمد اللہ وہاں کے عرفانی قرآنی اور نورانی ماحول میں بفضلہ تعالیٰ

ومن عز وجل دیکھتے ہی دیکھتے دوسری جلد کتاب الطہارت تک مکمل ہو گئی اور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ طالبان علوم نبوت کے ہاتھوں تک پہنچی، اور شرف قبولیت سے ہم کنار ہوئی، ایک بار پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا احقر مدینہ منورہ کے لیے رخت سفر باندھ لیا جامعۃ القرآن والسنۃ الخیرہ بجنور سے رسمی طور پر سپکدش ہو گیا، مدینہ منورہ کے چودہ ماہ قیام کے بعد وطن مالوف ہند واپس آیا، اور رب کریم اللہ رب العزت نے الجامعۃ الکواثریہ کیرالا میں تدریسی خدمت کے لیے مامور کیا اور یہاں پرسکون و پروقار علمی ماحول ملا، اسباق کی ذمہ داری بھی جامعہ کے ارباب حل و عقد کی طرف سے کم ملی، تو کام کرنے کا دوبارہ حسین موقع آیا، چنانچہ جامعہ ہذا کے دو سالہ قیام کے دوران شب و روز کی محنت و عرق ریزی سے تکمیل الحاجہ کی مزید چار جلدوں کا مسودہ تیار ہو گیا، فالحمد لله علی ذالک

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اچانک حالات بدل گئے نامساعد حالات کے تھپیڑوں کے زد میں آ گیا ہر چہار طرف سے حوادث و آفات کے بادل منڈلانے لگے، مصائب و آلام کے طوفان میں میرے عزم و حوصلہ کی کشتی ڈمگانے لگی، حاسدوں کی حسد کی آگ شعلہ جوالہ بن کر عزم و ارادہ کے حسین تاج محل اور حوصلہ و جزبہ کی خوبصورت و طویل قطب مینار کو خاکستر اور جلانے کی ہر ممکن سعی مذموم کی گئی، لیکن

فانوس بن کے جس کی حفاظت دیا کرے ☆ وہ شمع کیا بجھے جس کی حفاظت خدا کرے

جب خدائے وحدہ لا شریک مالک ارض و سموات خالق لوح و قلم اور مبدع عرش و کرسی مہربان رب کریم اپنے لطف عیم کے ظل ہمایوں میں اپنے کسی بندہ کو جگہ عنایت کرتا ہے تو پھر تمام دنیاوی عوامق و علائق، مشکلات و محضلات حوادث و آفات اور مصائب و آلام کا سد سکندری بھی عزم و حوصلہ کی دیوار آہنی اور فولادی قوت و طاقت کے سامنے ہباء منشوراً ہو جاتا ہے حسد و عناد اور مفسدین کے فساد و عناد کے بحر لاساحل میں احقر نے سفینہ نصرت ربانی پر سوار ہو کر اپنا سفر جاری رکھا، اور کشتی تالیف و تصنیف کو ساحل پر لنگر انداز کر کے ہی دم لیا، درمیان سفر میں اگرچہ مخالفت و عناد کے باد صوم کے تھپیڑوں میں تشریح و توضیح کی یہ کشتی بارہا ہچکولے بھی کھائی، لیکن یہ میرے رب کریم کا فضل و احسان ہے کہ کشتی تصنیف و تالیف کو بھنور سے نکال کر ساحل پر لنگر انداز کر دیا، اور آج فن حدیث کی شہرہ آفاق متداول بین اہل العلم کتاب اور آسمان حدیث کی روشن کتاب ابن ماجہ شریف کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ مکمل آٹھ جلدوں میں بحسن خوبی بفضل ربی جامعہ اسلامیہ عربیہ کشاف العلوم کیرالا الہند کے آغوش میں پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔

لا یریب آج فرحت و مسرت کیف دسرور اور خوشی و شادمانی کا حسین اور زریں موقع ہے کہ خدائے لم یزل و لا یزال مالک الارض و السموات نے اس ناکارہ سے یہ خدمت لی اور کچھ لکھنے پڑھنے کی توفیق بخشی، آج سارا جسم و ناتواں خدائی انعام و اکرام اور احسان و فضل سے گراں بار ہے جسم کا ہر حصہ شکر الہی میں رطب اللسان اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ تشکر

ادا کرنے کے لیے جسم کا بال بال اور رواں رواں مایہ بے آب کی طرح بے قرار اور مرغِ بسمل کی طرح بے چین ہے اور رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ ریز ہے زبان حال و قال سے شکر الہی کی بجا آوری میں ہمہ تن گوش ہے اور کیوں نہ ہو یہ سجدہ تو اسی ذات واحد ہی کے لائق ہے، یہ مقدس جہیں اسی کے سامنے خم ہونے کے قابل ہیں۔ کسی صنم اور مزار کے آگے نہیں وہ بندہ خدائے رب العالمین کے نزدیک بڑا مقرب اور محبوب ہے جو اپنی مقدس و بابرکت پیشانی کو صرف اسی ذات کے آگے جھکاتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا، بلاشبہ آج اس فرحت و شادمانی کے حسین وزریں موقع پر ہماری زبان ثناء خداوندی سے نغمہ مسخ ہے تو قلم حمد الہی میں رقص کر رہا ہے زبان و لسان پر حمد و تعریف اور مدحت و توصیف کے ترانے ہیں تو دل و دماغ کے شرائین سرور و ابہتاج سے جھوم رہی ہیں۔ الغرض آج جشنِ دسرت کے باد نسیم سے دل کی ہر کلی کھل رہی ہے تو دماغِ فرطِ دغوشی سے باغِ باغ ہے۔ فالحمد لله على ذلك۔

قارئین حضرات! لیکن بایں ہمہ آج قلب و جگر مضطرب ہے دل بیچین و بیقرار ہے آنکھیں نم ناک اور اشک بار ہیں رنج و الم، ہم غم کا دموعِ سیل رواں کی طرح رخساروں پر جاری ہیں، رنج و غم کے طوفان میں کھڑا ہوں، کلیجہ سینہ سے باہر منہ کو آنا چاہتا ہے حال مضطرب نظر آ رہا ہے، تو مستقبل تیر و تار یک اور شب و بیکور کی طرح تاریک، ہر جہات سے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے، کیوں کہ ہر سامانِ فرحت و دسرت کے ملاء کے باوجود میں آج میں ایک عجیب و غریب ہستی، ایک قیمتی گوہر آب دار اور ایک بے نظیر لامثال نعمت کا خلاء محسوس کر رہا ہوں ہر متاعِ حیات اور سامانِ راحت بخش کے موجود ہونے کے باوجود اداس اداس اور سونی سونی محفل ہے آج سے ایک ماہ قبل جس والد ماجد کو کبھی مدظلہ العالی کے خطاب سے تو کبھی دامت برکاتہم کے لقب سے یاد کرتا تھا آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے بلکہ ہمیں روتا بلکتا اور تڑپتا چھوڑ کر ۱۹ فروری ۲۰۱۳ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ کو سہ شنبہ کا دن گزار کر شب چہار شنبہ ۱۲ رنج کر پانچ منٹ پر اس دار فانی سے دار البقاء اور دارِ رحمن سے دارِ نعم کی جانب رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ اس وقت میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جو انہوں نے دار البقاء کی طرف رخت سفر باندھنے سے دو تین گھنٹے قبل ارشاد فرمائے تھے، والد محترم نقاہت و ضعف کی حالت میں چار پائی پر تشریف فرما تھے، والدہ ماجدہ اور بڑی پھوپھی جان بھی والد محترم کی چار پائی سے بالکل متصل ہی ایک دوسری چار پائی پر تشریف فرما تھیں، احقر بھی ایک کرسی پر والد صاحب کے بالکل سامنے ہی بیٹھا تھا، کہ اچانک والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! اب جاؤ گے تو دوبارہ کب آؤ گے؟ میں نے سوچ کر بتایا کہ تین سو اتین مہینے میں آ جاؤں گا، والد صاحب نور اللہ مرقدہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے اور اس تعلق سے کوئی بات بیان نہیں فرمائی پھر تھوڑی دیر بعد خود کہنے لگے اے اللہ! تو ہی سچا معبود ہے، اے اللہ! تو ہی معبودِ برحق ہے، یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی شفا دے سکتا ہے، اے اللہ!

تیرے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں اے اللہ! ایمان پر موت دینا، اعلیٰ موت دینا، اے اللہ اعلیٰ مقام دینا، احقر چوں کہ والد صاحب سے متصل ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس لیے والد صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات طیبہ اور الفاظ حسنہ سن کر بے اختیار میری زبان سے آمین نکلی، والدہ ماجدہ جو متصل ہی چارپائی پر تشریف رکھتی تھیں انہوں نے بھی آمین کہی، والد صاحب ان کلمات مبارکہ کو ادا کرنے کے بعد خاموش ہو گئے، طبیعت میں قدرے افاقہ ہوا تو معلوم کیا کہ گھر میں کیا بنا ہے؟ بتایا چاول، دال اور گوہی کی سبزی، فرمایا تھوڑا ہم بھی کھا لیتے، لیکن مفتی صاحب سے معلوم کر لو والدہ نے معلوم کیا تو میں نے کہا اباجان! جب ڈاکٹروں نے ان چیزوں سے منع کیا ہے تو مت کھائیے مبادا بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے، پھر دل میں خیال آیا کہ کچھ کھلا دینا چاہئے؛ چنانچہ میں نے اپنی ہی پلیٹ سے تھوڑا سا چاول نکال کر الگ پلیٹ میں دیا اور دال بھی گوہی کا مطالبہ کیا لیکن مضر ہونے کی وجہ سے منع کر دیا آپ نے شوق سے تناول فرمایا۔ پھر حسب معمول بیٹھ گئے مرض دمہ کی وجہ سے چوں کہ آپ چت یا کروٹ پر لیٹ نہیں سکتے تھے بے چینی بڑھ جاتی تھی اس لیے آپ نے ایک ماہ تک صرف بیٹھ کر گزارا، اس دن بھی بیٹھ گئے، متصل چارپائی کی جانب پاؤں دراز کئے میں نے موٹی سی چادر اس پر ڈالی چوں کہ سردی کا موسم تھا، اور کہا ابا! اب تھوڑی دیر آرام فرما لیجئے، رات کا ایک معتد بہ حصہ گزر چکا تھا، گھڑی کا کانٹا دس بج کر تیس منٹ پر تھا اور میں اس وقت تک والد صاحب کے پاس ہی تھا اور حسب موقع خدمت کی سعادت بھی حاصل کرتا رہا ایک مرتبہ سونے کے لیے اندر جانا بھی چاہا تو کہا میرے پاس پانچ منٹ اور بیٹھو، چنانچہ وہیں بیٹھا رہا، اور والد صاحب کے چہرے کو دیکھتا رہا اور آپ کے جلوہ سے مستفیض ہوتا رہا اب رات کے تقریباً دس بج کر پینتالیس منٹ ہو چکے تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا جاؤ سو جاؤ میں نے کہا پانچ منٹ اور بیٹھوں گا پھر سو جاؤں گا، پانچ منٹ کے بعد والد صاحب نے فرمایا بیٹا جاؤ سو جاؤ ضرورت ہوگی تو پھر بلا لوں گا، میں سونے کے لیے اندر گیا ابھی آدھ پون گھنٹے کا وقت گزرا تھا اور میں نوم و یقطرہ کے درمیان تھا، کہ اچانک والدہ محترمہ نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دی، بابو! بابو! ابابو! پھر مرض میں شدت آگئی، اور دمہ کا مرض شروع ہو گیا، تم کو ابلا رہے ہیں، میں یہ آواز سن کر سرپٹ بڑی سرعت کے ساتھ اٹھ بیٹھا اور پلک جھپکنے کے برابر والد صاحب کے پاس حاضر ہو گیا تو دیکھا والد صاحب دونوں ہاتھ دونوں رخسار پر رکھے ہوئے گردن جھکائے بیٹھے ہیں (ایک ماہ سے تقریباً اسی انداز سے بیٹھنے کا معمول تھا) دمہ کا مرض تیز ہے سانس بڑی تیزی سے چل رہی ہے میں پہنچتے ہی معلوم کیا کہ دوا دی ہے؟ والدہ نے بتایا ہاں دی ہے، میں نے والد صاحب سے معلوم کیا کہ دوسری دوا جو کھینچ کر کھانے والی ہے، کھائیں گے آپ نے فرمایا ہاں! میں دوا نکال کر مشین میں ڈالنے لگا تو فرمایا اس وقت بہت تیز ہو گیا ہے دوا کھانے کی ہمت نہیں مت دو۔ اسی اثنا ڈاکٹر کو بلانا چاہا تو والدہ نے فرمایا ابھی تو دوا استعمال ہی کیا ہے اس لیے ذرا انتظار کر لو پھر بلانا۔ ممکن ہے اسی سے کنٹرول ہو جائے، میں نے کہا اچھا تو پھر میں استنجا کر لوں، باہر نکل کر استنجا کیا واپس

آیا تو دیکھا کہ والدہ احب چار پائی ہی پر قبلہ رو چار پائی سے چپکے سجدے میں ہیں اور سانس جاری حسب معمول ہے میں نے سمجھا کہ شاید تکلیف کی شدت کچھ زیادہ ہی ہے اس لیے آپ اس طرح کئے ہوئے ہیں شاید اس طرح کچھ آرام مل رہا ہوگا، ایک مرتبہ اٹھانے کی کوشش بھی کی اور ابابا کہہ کر آواز بھی دی، لیکن کوئی جواب نہیں، میں نے سمجھا کہ تکلیف کی شدت شاید کچھ زیادہ ہی ہے اس لیے آپ کچھ جواب نہیں دے پارہے ہیں، میں خاموش ہو گیا، دو تین منٹ کے بعد والدہ نے کہا اے بیٹا اب کس طرح سے کئے ہوئے ہیں اب تک؟ تو میں نے اور والدہ نے بہمت کر کے اٹھایا تو دیکھا کہ روح جسد عنصری سے نکل کر ملاء اعلیٰ کی طرف اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کے لیے پرواز کر چکی ہے، اور والد صاحب اپنی منزل مقصود پر پہنچ چکے ہیں، اور پیسٹھ (۶۵) سال کا تھا کا ماندہ مسافر، اپنی منزل پر پہنچ کر راحت و آرام کی نیند میں ہمیشہ کے لیے خواب ہو گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دیکھتے ہی دیکھتے گھر ماتم کدہ بن گیا آہ و بکا اور سسکیوں کی آواز سے گھر گونجنے لگا والدہ محترمہ بے حال تھی، تو بہنیں بھی زار و قطار دور ہی تھی بڑی پھوپھی جان اپنے بھائی کے غم فرقت میں نڈھال ہو رہی تھیں پوتے اور پوتی بھی دادا کے غم فراق میں آنسو بہا رہے تھے، بہو کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا، بھائی سجاد پر بھی غم و اندوہ کا بادل چھایا ہوا تھا، احقر پر پیارے ابا جان کی جدائی کی جو کیفیت تھی وہ زبان و قلم کے بیان سے باہر ہے، فرقت و جدائی کے غم میں نڈھال تھا پر صبر و استقامت کا چٹان دل پر رکھے گھوم رہا تھا، اور کبھی والدہ کو تو کبھی بہنوں کو تو کبھی پھوپھی تو کبھی پوتیوں کو تسلی دے رہا تھا، اور سمجھا رہا تھا، اور خود اپنے نفس کو آقا محمدی ﷺ کی جدائی اور موت کا صدمہ یاد کر کے تسلی دے رہا تھا اور فرمان نبوی ﷺ الصبر عند الصدمة الاولى پر عمل کر کے صبر و استقامت کے اجر و ثواب کے مستحق بننے کی سعی کر رہا تھا۔

والد محترم کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آنا فانا پورے علاقے میں پھیل گئی دور دراز علاقوں میں بذریعہ موبائل اطلاع کر دی گئی، زائرین کی آمد و رفت کی آمد کا سلسلہ رات ہی سے شروع ہو گیا، اور نماز ظہر تک چلتا رہا، دو بھائی محمد محمد سرفراز (بھٹلے بھائی) محمد عبداللہ (چھوٹے بھائی) اس وقت وطن میں نہیں تھے، بلکہ مدراس میں تھے انہیں بھی اطلاع کر دی گئی وہ دونوں رات کو ہی بائی پلین کلکتہ پہنچ گئے اور وہاں سے بلور و کراہیہ پر لے کر گھر کے لیے چلے گئے، نماز ظہر کے بعد غسل دینے اور تدفین کا سلسلہ شروع ہو گیا، بھائی عبدالرشید صاحب اور پھوپھا جان نے غسل دلانے کا فریضہ انجام دیا، جبکہ احقر اور قاری محمد سجاد عالم صاحب: اور حافظ عبدالکیم صاحب نے پانی وغیرہ دینے میں تعاون کیا، تجہیز و تکفین کے بعد جنازے کو گھر سے باہر نکالا گیا باہر لوگوں کا ہجوم تھا لوگوں نے دوبارہ زیارت کا شرف حاصل کیا، چہرے پر سکون اور نور تھا ایسا لگ رہا تھا کہ ایک تھکا ماندہ اور در ماندہ راہی اپنی منزل پر فروکش ہو کر نہایت آرام و سکون کے ساتھ سو رہا ہے جنازہ اٹھایا گیا خوش بخت اور سعادت مند لوگوں نے باری باری کا نہاد یا اور گورغریاں قبرستان لے کر چلے گئے جنازہ قبرستان

پہنچا تو وہاں سینکڑوں کا مجمع تھا، قبر پہلے سے تیار تھی لیکن چوں کہ دو بھائیوں کی آمد کا انتظار تھا اس لیے جنازہ کچھ دیر روکنا پڑا مغرب کی اذان سے تقریباً پندرہ بیس منٹ قبل بھائی پہنچ گئے، جلدی سے اپنے والد کا آخری دیدار کیا، صف بندی چوں کہ پہلے سے ہو چکی تھی احقر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے لڑکھڑائے قدم سے آگے بڑھا اور بھرائی آواز میں اپنے اس محسن و مربی والد گرامی کا جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کی جس نے چالیس سال تک میری تعلیم و تربیت اور آرام و سکون پہنچانے کے لیے رات کے آرام و سکون کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، جس نے محنت مزدوری اور عرق ریزی و جانفشانی اور تکلیف کے ساتھ مجھے پالا پوسا جو ان کی شادی کرادی، خود تکلیف میں رہے لیکن مجھے راحت کی زندگی بہم پہنچائی کبھی مجھے ڈانٹا نہیں تمام بھائیوں سے زیادہ مجھے چاہا، اور پیار دیا یا اللہ اے رب کریم! تو اپنی جناب سے میرے والد صاحب کو اس کا اجر عظیم اور ثواب جزیل عطا فرما، والد صاحب کی مغفرت تامہ فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما، آمین ثم آمین۔

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جنازہ قبر کے پاس لے جایا گیا، مجمع نے قبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا قاری محمد سجاد صاحب اور بھائی محمد سرفراز صاحب قبر میں اترے، اور احقر قبر کے باہر کھڑا رہا تاکہ قبر میں اتارنے میں تعاون کروں، دونوں بھائیوں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں آرام و سکون کے ساتھ سلا دیا، قبلہ کی جانب رخ کیا، اوپر سے خوشبو اور عطر کی بارش کی، پھر دو مضبوط ترین پٹا ڈالا گیا، اس کے اوپر ایک پلاسٹک بچھائی گئی، پھر لوگوں نے آہستہ آہستہ قبر پر مٹی ڈالنی شروع کی، منہا خلقنا کم و فیہا نعید کم و منہا نخرجکم نارۃ اخری پڑھکر لوگوں نے تین تین مٹھی مٹی ڈالی۔ بعد میں کچھ نیک بخت اور باسعادت لوگوں نے کدال سنبھالا، اور قبر کے ارد گرد تمام مٹی کو جمع کر کے قبر کو کوہان نما بنایا پھر احقر نے تمام لوگوں کے ساتھ قبر کے سامنے کھڑے ہو کر ثابت قدمی اور مغفرت کے لیے دعا کرائی، اس کے بعد لوگ اپنی غمناک و اشکبار آنکھوں کے ساتھ اس درویش صفت مرقدندہ کو اس تنہائی کے گھر میں اکیلے چھوڑ کر چل دئے، جہاں سب کو ایک دن جانا ہے اور جو سب کی آخری منزل ہے۔

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہ بانی کرے ☆ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

بلاشبہ آج ابن ماجہ کی تشریح و توضیح کے مکمل ہونے پر فرحت ہے مسرت ہے خوشی ہے آج والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات ہوتے تو ان کا دل بھی خوشی سے جھوم اٹھتا اور مجھے ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے، لیکن وہ ہمارے درمیان موجود نہیں اپنے محبوب رب کریم سے شرف لقاء کے لیے چلے گئے انشاء اللہ اس پر مسرت اور حسین موقع پر ان کی روح کو ضرور خوشی ہو رہی ہوگی، وہ قبر میں خوش ہو رہے ہوں گے یقیناً ہماری اس علمی خدمت متواضعہ کا فائدہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں حشر میں اور قیامت میں ہوگا، اور ہمارا یہ عمل ان کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت والجلال خدائے لم ید ولم یولد اس شرح کو اپنی بارگاہ قبولیت عطا فرما کر تمام طالبان علوم

نبوت اور عوام خواص کے لیے نفع بخش بنائے، اور اس کو احقر الوری بندہ ناچیز کے لیے عموماً اور والد گرامی قدر کے لیے خصوصاً ذخیرہ آخرت اور زاد سفر آخرت بنائے، اور انکی قبر پر اپنی رحمت، مغفرت کا نور برسائے کروٹ کروٹ انہیں چین و سکون نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مزید اپنے دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عند الموت حسن خاتمہ اور شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے اس موقع پر بھائی ذوالفقار علی بھٹو مالک زکریا بک ڈپو دیوبند کے لیے بھی دعا گو ہوں کہ مولائے کریم انہیں صحت و عافیت کی زندگی عطا کرے اور کاروبار میں خیر و برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی

مقیم حال الجامعۃ الاسلامیہ العربیہ کشف العلوم کیرالا (الہند)

بانی و مدیر الجامعۃ الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، گانواں، ضلع گریڈیہ، جھارکھنڈ (الہند)





## کتاب اللباس

حضرت امام ابن ماجہؒ یہاں سے کتاب اللباس شروع فرما رہے ہیں لباس چوں کہ انسان کی اہم ضرورت اور زندگی کا ایک جزو لاینفک حصہ ہے اس لیے یہاں لباس سے متعلق ضروری اور اہم گفتگو ہم حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمائی مدظلہ العالی کی شہرت یافتہ آفاقی کتاب قاموس الفقہ سے نقل کر رہے ہیں جو کافی اور شافی ہے پھر انشاء اللہ احادیث کی شرح کا آغاز کریں گے۔

لباس:

لبس کے معنی پہننے کے ہیں اسی سے لباس کا لفظ ماخوذ ہے، انسان کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لباس کا ایک قدرتی انتظام فرمادیا ہے نباتات کے لیے ان کی چھال گویا ان کا لباس ہے حیوانات کے لیے ان کی جلد اور جلد پر بال کی موجودگی لباس کا کام کرتی ہے پھر جو حیوانات سرد علاقوں میں ہوتے ہیں ان کے چمڑے اسی قدر موٹے اور بال والے ہوتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ جسم کی حفاظت ہو، جو حیوانات گرم علاقوں میں رہتے ہیں ان پر بال کم ہوتے ہیں اور قدرتی طور پر ان کے اندر گرمی برداشت کرنے اور گرم زمین پر چلنے کی زیادہ صلاحیت ودیعت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم پر جو جلد رکھی ہے وہ نرم بھی ہوتی ہے اور زیادہ بیرونی اثرات کو قبول بھی کرتی ہے اس لیے انسان فطری طور پر خارجی لباس کا زیادہ محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرتی لباس نہیں دیا، اس طرح وہ لباس کی رنگا رنگی اور تراش و خراش کے تنوع سے محروم ہو جاتا، البتہ اس کو عقل جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا گیا، اور اس میں ایجاد و اختراع کی ایسی صلاحیت پیدا کی گئی کہ شاید فرشتے بھی اس کے علم پر رشک کرتے ہوں گے۔

انسان کے اندر اللہ نے زیبائش و آرائش اور سنوار و سزگار کا بھی عجیب ذوق رکھا ہے سر کے بال سے لیکر پاؤں کے ناخن تک اس نے زیب و زینت کے کتنے اور کیسے کیسے سامان کئے ہیں کسی جانور کو کبھی اپنے بال سنوارنے کا خیال بھی گزرا ہوگا؟ کسی جانور نے اپنے ہاتھوں پر مہندی رچانے کا تصور بھی کیا ہوگا؟ کسی جانور نے سوچا بھی ہوگا کہ اپنی آنکھوں کو کاہل لگا کر شاعروں کے لیے مقتل چائے؟ کسی کے ذہن و ماغ میں بھی یہ بات آئی ہوگی کہ وہ اپنے بدرنگ کو خوش رنگ کپڑوں کے ذریعہ چھپائے؟ یہ حضرت انسان ہیں کہ اللہ نے ان کے اندر ذوق و خوشنمائی کا بے پناہ جذبہ رکھا ہے اور پھر نت نئی

جلد ہفتم



ایجاد و اختراع کی ایسی غیر معمولی صلاحیت رکھی جو اس جذبہ کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی رہتی ہے، اس لیے انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابلے خصوصاً حاجت "لباس" کی ہے برہنگی فطرت کے خلاف ہے اس لیے ہر دور میں اصحاب عقل و شرافت نے ایسی بے حیائی کو قبول نہیں کیا، اور ستر پوشی کو اپنا وطیرہ بنایا قرآن مجید بھی بتاتا ہے کہ حضرت آدم و حوا کے لیے جنت سے اخراج کا فیصلہ ہوا اور لباس جنت ان سے اتار لیا گیا، تو مضطربانہ ان حضرات نے پتوں سے ستر پوشی کی، (الاعراف ۲۲) یہ گویا اصل فطرت انسانی ہے جو کائنات کے پہلے مرد و عورت سے ظاہر ہے۔

## فرض لباس:

مجموعی طور پر لباس پانچ طرح کے ہو سکتے ہیں، فرض، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام۔ فرض ایسا لباس ہے جس سے مرد و عورت کا حصہ ستر چھپ جائے کیوں کہ بے ستری حرام ہے انسان کے لیے حسب گنجائش موسم کی رعایت سے کپڑے پہننا بھی واجب ہے (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۲۳) قرآن مجید نے لباس کا مقصد یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے ذریعہ سے سردی گرمی سے تحفظ حاصل ہوتا ہے (نحل ۸۱) اس رعایت کے ذریعہ ہی صحت جسمانی کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور جسم اللہ کی امانت ہے جس کی حفاظت واجب ہے۔

## مستحب لباس:

مستحب لباس یہ ہے کہ آدمی کا لباس رسول اللہ ﷺ کے لباس کی طرح یا ان سے قریب تر ہو، یا اپنے زمانے کے صالحین کا سا لباس ہو، ایسا لباس بھی نہ ہو جو گوجا تڑ ہو مگر خلاف مروت ہو جیسے کوئی فی زمانہ بنیائیں اور لنگی پہن کر بازار اور سڑکوں پر چلا کرے، یہ مروت کے خلاف ہے، لباس اتنا پر تکلف بھی نہ ہو کہ کبر و بغض کا خیال پیدا ہوتا ہو، حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لباس (یعنی عمدہ لباس) کو ازراہ تواضع چھوڑ دے حالاں کہ وہ اس کو پہننے پر قادر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن بر سر عام بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ وہ ایمان کا حلہ (یعنی قوی ایمان کے بدلہ میں) پہننا چاہے پہن لے، (ترمذی کتاب صفۃ القیامہ ۲۲۸۱) اور باوجود استطاعت و گنجائش کے اتنا معمولی لباس بھی اختیار نہ کرے کہ اس پر انگشت نمائی ہونے لگے، (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۲۳) حضرت احوصؓ آپ ﷺ کی خدمت میں بہت زبوں حالت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال نہیں؟ عرض کیا اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا جب اللہ کسی بندے کو نعمت دے تو اس پر اس کا اثر محسوس کیا جانا چاہئے، اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

## مباح و جائز:

ایسا لباس جس میں جمال و تزین کا لحاظ ہو، لیکن شریعت کے حدود میں ہو مباح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تم

میں سے کسی کے پاس گنجائش ہو کہ استعمال کے دو کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے (یعنی ایک مکمل لباس) بنالے تو اس میں کچھ حرج نہیں (ابن ماجہ)  
مکروہ:

لباس کی بعض صورتیں مکروہ ہیں یہ کراہت بھی پہننے والے کی نیت سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی کپڑے کی وضع اور بناوٹ کی وجہ سے، ایسا کپڑا جس کا منشاء تکبر اور دوسروں کی تحقیر ہو مکروہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ پیو اور پہنو مگر اسراف اور تکبر نہ ہو مالم یخالطہ اسراف ولا مخیلہ (ابن ماجہ)  
لباس شہرت:

اسی طرح آپ ﷺ نے لباس شہرت سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے شہرت کا کپڑا پہنا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا کپڑا پہنائیں گے، حضرت ابوذرؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیر لیں گے اعرض اللہ عنہ (ابن ماجہ)

لباس شہرت سے ایسا کپڑا مراد ہے جس سے لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگے، خواہ اس مقصد سے قیمتی کپڑا پہنا جائے یا نہایت معمولی، (نیل الاوطار: ۶۰/۱۲۶) بعض حضرات جو کسی خاص لباس کا التزام کرتے ہیں اور اس کو اپنی درویشی کا مظہر بناتے ہیں تو یہ بھی لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس کا کوئی تکلف نہ تھا جو کپڑا میسر آ گیا پہن لیا، آپ ﷺ نے اونی کپڑے بھی پہنے ہیں سوتی کپڑے بھی پہنے ہیں اور کتان بھی پہنا ہے۔ (زاد المعاد: ۱۰/۱۴۳)

اسی طرح اس کے لیے کوئی رنگ متعین کر لینا جیسا کہ ہندوستان میں بعض سلاسل تصوف زرد یا سبز کپڑے ہی پہنتے ہیں، یا کپڑے کی خاص وضع کو بھی ضروری سمجھتا جیسے بعض حلقہ تصوف میں احرام کے لباس کی شرح تہبند اور چادر کو ضروری سمجھا جاتا ہے یہ سب لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں، آپ ﷺ نے مختلف رنگوں کے کپڑے استعمال کئے، لباس میں چادر، جبہ، قبا، قمیص، تہبند وغیرہ پہنی ہے اور مقبول حافظ ابن القیمؒ پانچ جامہ بھی آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا ہے اس لیے اس طرح کے تکلفات اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتے۔

تاہم ظاہر ہے کہ اس کا مدار نیتوں پر ہے اگر معمولی لباس پہنے اور نیت تواضع و انکساری کی ہے تو یہی باعث ثواب ہے، عمدہ لباس پہنے اور تکبر مقصود نہیں بلکہ نعمت خداوندی کا اظہار پیش نظر ہے تو پھر اس کا شمار لباس شہرت میں نہیں ہے۔

مرد و عورت کے لباس میں تشبہ:

لباس کی کراہت کی دوسری وجہ تشبہ ہے، تشبہ کی دو صورتیں ہیں مرد و عورت یا عورت مرد کا لباس پہنے، یا مسلمان غیر مسلموں کا لباس اختیار کریں.... حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا

لباس اختیار کرے اور ایسی عورت پر بھی جو مردوں کا لباس پہنے (بخاری کتاب اللباس رقم: ۵۸۸۵) نیز حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری مع الفتح: ۱۰/۳۴۵) اس طرح کی اور روایتیں بھی موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ کے بعض درجات حرام ہیں نہ کہ صرف مکروہ، اسی لیے امام نوویؒ نے لکھا ہے: بل الصواب ان تشبه الرجال بالنساء وعكسه حرام للحديث الصحيح (شرح تہذیب: ۴/۳۲۵) صحیح بات یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا بخاری کی حدیث کی بناء پر حرام ہے۔

آپ ﷺ نے تشبہ کو منع فرمایا ہے، لیکن تشبہ کی حد متعین نہیں فرمائی اگر ہر چیز میں تشبہ کی ممانعت ہو تو ظاہر ہے کہ اس پر عمل کرنا دشوار ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی علاقہ میں مرد اور عورت کے لباس کے درمیان زیادہ فرق نہ پایا جاتا ہو، تو وہاں لباس کی یکسانیت کا شمار تشبہ میں نہیں ہوگا، اسی لیے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض اقوام میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق نہیں ہوتا، صرف حجاب سے امتیاز ہوتا ہے، یہاں وہی حجاب تشبہ سے بچائے گا (فتح الباری: ۱۰/۳۲۵)

اس لیے تشبہ سے مراد ایک صنف کے مخصوص لباس میں مماثلت و مشابہت ہے، جیسے مردوں کے لیے ٹوپی، اور عمامہ مخصوص ہے، چنانچہ امام شعرانی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کو عمامہ سے منع فرمایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ عمامہ مردوں کے لیے ہے (کشف العمہ: ۱/۱۶۳) شعرانی ہی نے تمیم داری سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کو ٹوپی اور ازار (لنگی) کے استعمال سے منع فرمایا (کشف العمہ: ۱/۱۶۳)

لہذا موجودہ زمانے میں عورتوں کے لیے پتلون، کوٹ، شرٹ، پینٹ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں اسی طرح مردوں کا زنانہ لباس استعمال کرنا، یا سونے کی زنجیر پہننا عورتوں کی طری بال رکھنا، ہونٹوں پر سرخی لگانا وغیرہ وغیرہ عورتوں سے تشبہ ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

### غیر مسلموں سے تشبہ:

مسلمانوں کو ایسا لباس اختیار کرنا کہ غیر مسلموں سے مماثلت پیدا ہو جائے مکروہ ہے حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! راہوں کے لباس سے بچو، جس نے رہبانیت اور تشبہ اختیار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے (مجمع الزوائد: ۵/۱۳۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جس نے کسی قوم سے تشبہ اختیار کیا وہ انہیں میں سے ہے (فیض القدیر: ۶/۱۰۳، ۱۰۵)

ظاہر ہے کہ تشبہ کے مختلف درجات ہیں، غیر مسلموں کے مذہبی شعار میں تشبہ سخت گناہ ہوگا یہاں تک کہ بعض فقہاء

نے زنا وغیرہ باندھنے پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے (الحر الرائق: ۵/ ۱۲۳ باب احکام المرتدین)

گو محققین کے نزدیک اس کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، لیکن فقہاء کے اس اس رویہ سے اس تشبہ جو لباس مذہبی افکار و تصورات سے متعلق نہ ہو، اگر اس لباس کا اتنا عموم ہو جائے کہ کسی شخص کو اس لباس میں دیکھ کر یہ خیال نہ ہوتا ہو کہ یہ شخص فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے تو پھر اس میں تشبہ خفیف ہو جاتی ہے، لہذا ان میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مولانا تھانوی رقم طراز ہیں،

میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے جیسے ہندوستان میں، وہاں اس کا پہننا من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں کچھ حرج نہیں (امداد الفتاویٰ: ۴/ ۲۶۸)

امام ابو یوسف کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایسے جوتے پہن رکھے تھے جس میں لوہے کی نعل تھی، دریافت کیا گیا آپ اس آہنی نعل والے جوتے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں؟ فرمایا نہیں، عرض کیا گیا سفیانؒ اور ثور اس کو راہبوں سے تشبہ کی بنیاد پر مکروہ کہتے ہیں امام ابو یوسف نے فرمایا حضور ﷺ ایسے جوتے استعمال فرماتے تھے جس میں بال ہوتے ہیں حالاں کہ یہ راہبوں کا لباس ہے، فقہاء نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ جن چیزوں سے لوگوں کی مصلحت متعلق ہے ان میں مشابہت میں قباحت نہیں (ہندیہ: ۵/ ۳۳۳) اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسا لباس جو جغرافیائی ضرورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور مذہبی شعائر کے متعلق نہ ہو گو کسی خاص قوم کی ایجاد ہو، اس کے استعمال میں تشبہ نہیں ہے۔ مکروہ رنگ:

کراہت کبھی رنگ کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے زعفرانی رنگ کے کپڑوں کے استعمال سے مردوں کو منع کیا گیا ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کے لیے زعفرانی لباس سے منع فرمایا، (بخاری: ۵۸۴۶/ ۲/ مسلم: ۱۹۸) اس لیے فقہاء شوافع کے نزدیک تو مردوں کے لیے زعفرانی لباس کا استعمال حرام ہے (شرح مہذب: ۴/ ۳۳۹) حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا کپڑا مردوں کے لیے مکروہ ہے (ہندیہ: ۵/ ۳۳۲)

## سرخ کپڑے:

سرخ کپڑے کا استعمال آپ ﷺ سے ثابت ہے، حضرت براء بن عازبؓ نے آپ ﷺ کے سرخ حلہ زیب تن فرمانے کا ذکر فرمایا ہے (بخاری باب الثوب الاحمر/ ۵۸۴۸) اس طرح کی اور روایتیں بھی منقول ہیں، دوسری طرف آپ ﷺ نے زین یازین کے اوپر سرخ چادر کے استعمال سے منع فرمایا ہے (بخاری حدیث: ۵۸۴۹)

روایت کے اس اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے یہاں بھی مردوں کے لیے سرخ رنگ کے استعمال کی بابت مختلف اقوال منقول ہیں حابلہ کارحمان کراہت کی طرف ہے شوافع و مالکیہ جواز کی طرف گئے ہیں، حنفیہ سے دونوں طرح کے قول منقول ہے کراہت کا بھی اور جواز کا بھی، لیکن حنفی کے بیان سے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ خالص سرخ کپڑے کے استعمال میں کراہت تنزیہی ہے جن لوگوں نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ان کے نزدیک غالباً ایسا کپڑا مراد ہے جو خون یا کسی نجس چیز سے رنگا ہو، (درمنازع رد المحتار: ۵/ ۲۲۸) راقم الحروف کو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی رائے بہت اچھی لگتی ہے کہ:

میرے خیال میں ہر رنگ کا کپڑا پہننا درست ہے البتہ گہرے سرخ کپڑے کا پہننا اور اد پر کپڑے کا سرخ ہونا مجھے پسند نہیں کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں اہل مروت کا لباس نہیں، اور اپنے زمانے کی رعایت تقاضہ ضرورت ہے بشرطیکہ گناہ نہ ہو اور اس کی مخالفت کرنے میں ایک گونہ شہرت کا پہلو پایا جاتا ہے (فتح الباری: ۱۰/ ۳۱۹)

### دوسرے رنگ:

اس کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑے پہننے میں بھی حرج نہیں ہے، تنویر الابصار میں ہے لا باس بسانر الالوان (درمنازع: ۵/ ۲۲۸) سفید کپڑوں کو آپ ﷺ نے خاص طور پر پسند فرمایا ہے ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنو تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو، (نسائی: ۲/ ۲۵۳)

سیاہ کپڑا پہننا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا (بخاری سابق) حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے لیے ایک سیاہ چادر تیار کی تھی جسے آپ نے زیب تن فرمایا (ابوداؤد: ۴/ ۴۰۷)۔ آپ ﷺ سے زرد کپڑا پہننا بھی ثابت ہے (بخاری حدیث نمبر ۵۸۵۰) حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو زرد کپڑے دیکھے (مجمع الزوائد: ۵/ ۱۲۹) سبز رنگ بھی ان رنگوں میں ہے جو حضور ﷺ کو پسند تھا، شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ سبز رنگ کے مستحب ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے (نیل الاوطار: ۲/ ۱۱۲) چنانچہ حضرت ابو رمثہؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو سبز چادر دیکھیں (ترمذی حدیث نمبر ۲۸۱۲) اور یعلیٰ ابن امیہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو آپ نے سبز چادر سے اضطباع کر رکھا تھا (ترمذی کتاب الحج حدیث نمبر ۸۵۹) آنحضور ﷺ کو ایسے کپڑے بھی پسند تھے جو ڈوری والے ہوتے اس قسم کی چادر کو جبرہ (ح پرز بربا پرز بر) کہا جاتا تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ ہم آپ کو جبرہ پہنائیں (تیسیر الوصول: ۳/ ۱۳۱) حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی ہی چادر میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے اس کے دونوں کھوٹ کو باند رکھا تھا (مسند احمد: ۳/ ۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ منقش کپڑوں کا پہننا درست ہے،

بشرطیکہ مردوں کا کپڑا ایسا نہ ہو کہ عورتوں سے مشابہت پیدا ہو جائے۔

## ٹخنہ کے نیچے:

شریعت میں کپڑے کی کوئی خاص ساخت متعین نہیں کی گئی ہے اور مختلف علاقوں کا رواج نیز اشخاص کے ذوق کے لحاظ سے ذی رائے میں تنوع کی گنجائش ہے، البتہ ان کے ساتھ چند باتیں ضروری ہیں۔

ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کرتا پانجامہ مردوں کا ٹخنوں سے نیچے نہ ہو اور بہتر تو یہ ہے کہ پانجامہ وغیرہ نصف پنڈلی تک ہو، حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تہبند نصف پنڈلی یا ٹخنے تک ہونا چاہئے، جو حصہ اس سے نیچے ہو اس میں خیر نہیں (مجمع الزوائد: ۵/۲۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے (بخاری رقم الحدیث، ۵۷۸۷) بعض روایات میں تکبر کی قید ہے کہ جو شخص ازراہ تکبر ٹخنے کے نیچے کپڑا لٹکائے رکھتا ہو اس کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت نہیں فرمائیں گے (بخاری حدیث: ۵۷۸۸) حافظ ابن حجر کی امام شافعی سے یہ روایت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ تہبند کا نصف پنڈلی تک ہونا مستحب ہے ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے ٹخنوں سے نیچے ازراہ تکبر مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی نیت نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح الباری کتاب اللباس: ۱۰/۳۲۳، ہندیہ: ۵/۳۳۳)

اسی طرح اگر کسی عذر کی بناء پر پانجامہ نیچے لٹکایا جائے مثلاً ٹخنوں میں زخم ہو جس پر کبھی لگ رہی ہو اور اس سے بچنے کے لیے کپڑا لٹکانا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں (حوالہ سابق) البتہ خواتین کو اپنے کپڑے کا دامن پاؤں سے بھی ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ رکھنا چاہئے مختلف روایتوں میں اس کا ذکر موجود ہے (ابن ماجہ: ۴/۳۹۵)

## آستین کی مقدار:

گزشتہ زمانے میں لوگ آستین بھی بہت طویل و عریض رکھتے تھے اور یہ بھی اظہار تکبر کا ایک ذریعہ تھا، اسی لیے فقہاء نے ایسی آستین کو مستحب قرار دیا ہے جو گٹوں سے آگے نہ بڑھیں (شرح المہذب: ۴/۳۴۲) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی (مجمع الزوائد: ۵/۱۲۱) حافظ ابن قیمؒ نے ایسی آستین کو خلاف سنت اور متکبرین کا طریقہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا جواز محل نظر ہے وفی جوازها نظر (زاد المعاد: ۱/۱۴۰)

## ستر پوشی کی رعایت:

کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اس لیے جو کپڑا اس مقصد کو پورا نہیں کرتا ہو اس کپڑے کو پہننا جائز نہ ہو گا مرد ہو یا خواتین، ایسے کپڑے پہنیں کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا کھلا رہ جائے جس کا ستر واجب ہے اور وہاں ایسے لوگ موجود ہوں جن

سے ستر کرنا چاہئے، جائز نہیں، البتہ اگر عورت محرم کے درمیان ہو اور کوئی ایسا حصہ کھلا ہو جس کے محرم کے سامنے کھلے رہنے کی اجازت ہے، جیسے گھر میں سر کھلا ہوا ہو، تو اس کی گنجائش ہے (ہندیہ: ۵/ ۳۳۳) لیکن ازراہ تربیت اس سے منع بھی کرنا چاہئے، کیوں کہ جوڑ کیاں اس کی خوگر ہو جاتی ہیں وہ محرم اور غیر محرم کی تمیز باقی نہیں رکھتیں۔

## باریک اور چست لباس:

ایسا باریک یا چست لباس اختیار کرنا جس سے جسم کی رنگت اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائے جائز نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو لباس پہننے والی بے لباس عورتوں پر، اس روایت میں ایسا لباس سرا ہے، جو چھوٹا تنگ یا باریک ہو، (مرویات اللعن فی السنہ ۱۷۲/۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسماء باریک شامی کپڑے پہن کر آئیں تو آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اور ان کو چلے جانے کا حکم فرمایا، نیز اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ بالغ عورت کا ہاتھ اور چہرے کے سوا کچھ اور نظر نہ آنا چاہئے (سنن بیہقی: ۷/ ۸۶) حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے باریک کپڑے پہننے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کپڑے پہن کر بھی بے لباس ہوتا ہے (مجمع الزوائد: ۵/ ۱۳۶) حضرت وحیہ کلبیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک کپڑا آیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرنا، ایک ٹکڑے کی قمیص بنالینا اور ایک ٹکڑا اپنی بیوی کو اوڑھنے کے لیے دیدینا، جب حضرت وحیہؓ واپس ہوئے تو فرمایا کہ بیوی سے کہنا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا ملالے تاکہ جسم نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۱۱۶)

## ریشمی کپڑے:

جن کپڑوں کے استعمال کو آپ ﷺ نے مردوں کے لیے حرام قرار دیا ہے ان میں ایک ریشمی بھی ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے حیر) کپڑے کے پہننے کے آداب:

لباس کے سنن و آداب میں سے یہ ہے کہ دائیں طرف سے کپڑا پہننے کا آغاز کیا جائے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہر (اچھے) کام کی ابتداء دائیں سے کرنے کو پسند فرماتے تھے (بخاری: ۵۹۲۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔ (ترمذی: ۷۶۶/۷) ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم پہنو یا وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو (الجامع الصغیر: ۱۴/ ۴۳۶) یہ بھی مسنون ہے کہ جب آدمی کوئی بھی نیا کپڑا پہنے تو اس طرح دعا کرے:

اللهم لك الحمد انت كسوتيه اسالك خير و خير ما صنع له و اعو ذبك من شره و شر ما صنع له (ابوداؤد: ۴۰۲۰)

اے اللہ آپ کے لیے تعریف ہے، آپ نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا ہے، میں اس کا خیر اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اس کا خیر طلب کرتا ہوں، اور اس کا شر اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔  
بعض روایتوں میں یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے:

الحمد لله الذي كساني ما اوارى به عورتى واتجمل به فى الناس

اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا جس سے میں اپنے قابل ستر حصہ کو چھپاؤں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ آراستہ ہوں۔

امام غزالیؒ نے اسی دعا کو نقل کیا ہے اور علامہ عراقی نے حاکم سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے (احیاء العلوم و اتحاف السادة المتقين: ۸/۲۵۵)

اسی طرح کپڑے اتارتے ہوئے بہتر ہے کہ بائیں طرف سے اتارے اس سلسلہ میں علامہ عراقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کا معمول بھی نقل کیا ہے (اتحاف السادة المتقين: ۸/۲۵۶) (۱)

### (۱۳۰۳) بَابُ لِبَاسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں کل سات حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو بردہؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت اہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہیں اس باب میں حضرت امام موصوف نے ان احادیث مبارکہ کو نقل کیا ہے جن میں رسول اکرم ﷺ کے لباس کا ذکر ہے یعنی آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جس لباس کو زیب تن فرمایا ہے یا اس کو پسند فرمایا ہے اس کا بیان ہے۔

(۳۶۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ أَذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَثَوْنِي بِأَلْبِجَانِيَّتِهِ.

ترجمہ حدیث: منقش لباس کا حکم:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک منقش اونٹنی چادر میں نماز ادا فرمائی، پھر (نماز کے بعد آپ نے فرمایا اس چادر کے بتل بوٹوں نے مجھ کو غافل کر دیا، یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ (کیونکہ انہوں



نے ہی آپ کو ہدیہ کے طور پر دی تھی) اور میرے پاس انجانیہ کی بنی ہوئی چادر لے آؤ۔  
تشریح حدیث:

قولہ خمیصہ: نہایہ میں ہے ہی ثوب خز او صوف معلم: ریشم یا اون کا منقش کپڑا، بعض حضرات کا قول ہے کہ اگر سیاہ منقش ہو تب اس پر خمیصہ کا اطلاق ہوگا، یہ زمانہ قدیم میں لوگوں کا لباس ہوتا تھا اس کی جمع خمائنص آتی ہے، علامہ خطابی نے معالم السنن میں فرمایا، الخمیصۃ اکساء مربع من صوف، اون کی چوکور چادر، القاموس الوحید میں ہے الخمیصۃ دھاری دار سرخ یا سیاہ کرتا، یا کپڑا۔<sup>(۱)</sup>

قولہ: اعلام: علم کی جمع ہے بمعنی نشان منقش۔

قولہ: انبجانیہ: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ لفظ انبجانیہ با کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے، انبجانیہ مقام انبجان کی طرف منسوب ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ آذر بائجان کی طرف منسوب ہے اس کے بعض حروف کو حذف کر کے تقریب کر دی گئی، ایک قول یہ ہے کہ بیخ المدینہ کی طرف منسوب ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ صحابی رسول حضرت ابو جہمؓ نے رسول اکرم ﷺ کو بطور ہدیہ ایک منقش اور بیل بوٹے والی چادر دیا جو مقام البجان کی تیار کردہ تھی، جسے آپ نے زیب تن فرما کر نماز ادا فرمائی تو اس چادر کے نقش و نگار اور اس کے بیل بوٹے نے آپ ﷺ کے کمال خشوع و خضوع اور حضور قلبی کو ختم کر دیا، اور نماز کی روح سے آپ کو اس کی چمک دمک نے غافل کر دیا، نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی، تو آپ نے خود فوراً اس کو واپس کر دیا، اور ایک صحابی سے فرمایا اس کو ابو جہمؓ کے پاس لے جاؤ، اور اس کو واپس کر کے ان سے دوسری غیر منقش سادی چادر مانگ کر لے آؤ۔

**سوال:** یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب وہ چادر واپس کر دی تو دوسری چادر کا مطالبہ کیوں فرمایا؟

**جواب:** ابن بطلال اور علامہ طیبیؒ اور دیگر شارحین حدیث نے اس حدیث رسول ﷺ کا جواب یہ دیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے دوبارہ دوسری چادر کا مطالبہ اس لیے فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے ہدیہ واپس نہ فرمایا بلکہ نماز کے خشوع و خضوع ختم کرنے کی وجہ سے واپس فرمایا، گویا آپ ﷺ نے اس صحابی کی دل جوئی کے واسطے دوبارہ دوسری چادر کا مطالبہ فرمایا، قال ابن بطلال: انما طلب منه ثوبا غیرہا ليعلمه انه لم ير عليه هديته استخفافا به<sup>(۲)</sup>

**دلوں پر ظاہری زیبائش کا اثر:**

شارح مشکوٰۃ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صورتوں اور ظاہری چیزوں اور زیب و

(۱) القاموس الوحید: ۱/۳۷۶

(۲) فتح الباری شرح البخاری: ۱/۳۸۳ بحوالہ اہلہاء والذیاجہ: ۵/۳، انجاء الحاجہ علی ابن ماجہ: ۲/۲۵۳۔

زینت نیز نقش و نگاری کا اثر پاکیزہ دلوں اور مقدس نفوس پر بھی ہوتا ہے ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے قلب سے زیادہ کس کا قلب زیادہ محلی، مصفی، مزی، اور پاکیزہ ہوگا؟ جب آپ ﷺ کے قلب اطہر نے اس کے اثر کو قبول کر لیا اور آپ سے نماز کا کمال خشوع و خضوع اور حضور قلب ختم ہو گیا، تو ہمہ شما کا کیا کہنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو بھی ضرورت سے زیادہ تزیین کاری نقش و نگاری اور سجانا نہیں چاہئے، کہ آدمی جب نماز پڑھے تو دل اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے مسجد کی زیب و زینت اور تیل بوٹے اور رنگ برنگی کی طرف متوجہ ہو جائے، شارح مسلم امام نوویؒ لکھتے ہیں،

ففيه الحث على حضور القلب في الصلاة وتدبر ما ذكرناه، ومنع النظر من الامتداد الى ما يشغل وازالة ما يخاف اشتغال القلب به، وكرهية تزويق محراب المسجد وحائطه ونقشه وغير ذلك من الشاغل لان النبي ﷺ جعل العلة في ازالة الخميصة هذا المعنى<sup>(۱)</sup>

نیز اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ منقش کپڑے میں نماز درست ہو جاتی ہے کیوں کہ آپ نے فساد نماز کا حکم نہیں لگایا اور نہ اعادہ فرمایا جو صحت کی دلیل ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منقش چادر و کپڑا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں کے لیے جائز ہے کیوں کہ آپ نے اس کو زیب تن فرما کر نماز ادا فرمائی جو جواز کی واضح دلیل ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ شی جو نماز کی روح خشوع و خضوع اور حضور قلب کو ختم کر دے اس کو حتی الامکان زائل کر دینا چاہئے، جیسا کہ آپ نے کیا۔  
 قوله: الى ابى جهنم: ان كانا عامر بن حذيفة بن غانم القرشي العدوي المدني هو رسول الله ﷺ کے صحابی ہیں۔  
 (۳۶۶۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي سَلِيمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ حَمِيدِ بْنِ هَلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْرَجَتْ لِي إِزَارًا غَلِيظًا مِنَ الْبَتِّي تُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءٌ مِنْ هَذِهِ الْأَكْسِيَةِ الَّتِي تَدْعَى الْمَلْبَدَةَ وَأَقْسَمَتْ لِي لَقُبِصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهِمَا.

ترجمہ حدیث: صرف دو چادر میں آپ ﷺ کی وفات:

حضرت ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ میں (ایک دن) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے دکھانے کے لیے ایک موٹا سا تہ بند نکالا جو یمن میں بنایا جاتا ہے، اور ان چادروں میں ایک عام سی چادر نکالی جس کو ملبدہ (پیوند شدہ) کہتے ہیں، پھر انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ کا انتقال (پڑھ دل) انہیں دو کپڑوں میں ہوا۔  
 تشریح حدیث:

قوله: الملبدة: بفتح الباء، هو المرفع۔ یعنی پیوند لگی چادر۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے حق میں دعاء فرمائی تھی

(۱) شرح البوری: ۳۹/۳، بحوالہ اهداء الديار: ۳/۵

اللهم احييني مسكينا وامتنى مسكينا واحشرنى فى زمرة المساكين: اے اللہ تو مجھے جب تک زندہ رکھ مسکین بنا کر رکھ، اور جب تو مجھے موت دے تو مسکنت کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن تو مجھے مسکینوں کی جماعت میں شامل کر کے اٹھا۔ یہ اسی دعا کا اثر تھا کہ رسول اکرم ﷺ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کے جسم مبارک پر یہی دو معمولی کپڑے تھے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کے زرق برق سے بے رغبتی و بے اعتنائی ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین سرمایہ ہے لہذا امت کو لازم ہے کہ ہر عادت و خصلت میں رسول اکرم ﷺ کی زندگی کو اپنا اسوہ اور آئیڈیل بنائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان سعی مشکور کرے۔

(۳۶۷۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَافِعٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الْأَخْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ خَالِدِ

بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِي شِمْلَةٍ قَدْ عَقَدَ عَلَيْهَا.

ترجمہ حدیث: آپ کی دنیا سے بے رغبتی:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی شک رسول اکرم ﷺ نے ایک چادر میں نماز ادا فرمائی، آپ نے اس پر گرہ باندھ لیا تھا (تا کہ کھل نہ جائے)

تشریح حدیث:

قولہ: فی شملۃ، لغت میں اس کے معنی ہیں پورے جسم کو ڈھانکنے والی چادر عباء وغیرہ، لیکن یہاں مطلق چادر جس کو زیب تن فرما کر آپ نے نماز ادا فرمائی وہ چھوٹی تھی اس لیے آپ نے گرہ لگالی تا کہ کھلنے نہ پائے۔ یہ تھی ہمارے آخری رسول نبی کی زندگی کہ آپ کو ایک بڑی چادر بھی میسر نہ تھی کہ آپ آرام سے نماز ادا کر سکیں، چادر کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے آپ کو اس میں گرہ لگانا پڑتا تھا کہ رکوع سجدے میں کھلنے نہ پائیے۔

(۳۶۷۱) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَدَاءُ نَجْرَانِي غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ کے جسم مبارک پر نجران کی بنی ہوئی ایک چادر موٹی حاشیہ والی تھی۔

تشریح حدیث:

قولہ: داء نجرانی، نجرانی چادر، نجران ایک جگہ کا نام ہے اس جگہ جو چادر تیار کی جاتی تھی اس کو نجرانی کہتے تھے۔

غلیظ الحاشیہ غلیظ، غلظت موٹاپن، حاشیہ، کنارہ، مطلب یہ ہے کہ چادر کے کنارے جو لکیر کھینچی ہوئی تھی وہ موٹی تھی۔ باقی حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۶۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْبُ أَخْذًا وَلَا يَطْوِي لَهُ ثَوْبًا.

ترجمہ حدیث: آپ نے کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اکرم ﷺ کو کسی دوسرے کو برا بھلا کہتے نہیں دیکھا، اور نہ آپ کے لیے کپڑے لپیٹ کر رکھے جاتے تھے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس اتنے کپڑے ہوتے ہی نہ تھے کہ تہ کر کے رکھنے کی ضرورت پیش آئے اگر کبھی ہدیہ وغیرہ آتا بھی تو آپ ضرورت مند اور محتاج کو دیتے تھے اپنے پاس نہ رکھتے تھے، اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے کپڑے کو کوئی دوسرا آدمی تہ کر کے نہیں رکھتا تھا بلکہ آپ ﷺ اپنا کام خود کرتے تھے دوسرے کو کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، یہ آپ کی تواضع و انکساری اور اعلیٰ اخلاق تھا، کہ اپنا سارا کام خود ہی انجام دیتے تھے۔

(۳۶۷۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ قَالَتْ وَمَا الْبُرْدَةُ قَالَ الشَّمْلَةُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي لَا أَكْسُو كَهَا فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا فِيهَا وَإِنَّهَا لِرَازَةٍ فَجَاءَ فَلَانُ بْنُ فَلَانَ رَجُلٌ سَمَاءُ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَحْسَنَ هَذِهِ الْبُرْدَةُ اكْسِيْهَا قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَ طَوَّاهَا وَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ وَاللَّهِ مَا أَحْسَنَتْ كَسِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلَتْهُ إِنِّي أَهَآ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّه لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ إِنْ يَرُدُّ سَائِلًا لَكِنْ سَأَلْتُهَآ إِنِّي أَهَآ لَأَكْسِيْهَا وَلَكِنْ سَأَلْتُهَآ إِنِّي أَهَآ لَتَكُوْنَ كَفَنِي فَقَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ يَوْمَ مَاتَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ بے شک ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چادر

لے کر آئیں، آپ نے کہا بردہ کیا ہوتا ہے فرمایا وہ چادر ہوتی ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس کو آپ کو پہنانے کے لیے اپنے ہاتھوں سے بن کر تیار کیا، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اس کو قبول فرمایا آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ دو چادر دن زیب تن فرما کر ہمارے پاس تشریف لائے، اور وہ چادر آپ کا تہبند تھی اتنے میں فلاں بن فلاں تشریف لائے اس آدمی کا نام بھی بیان کیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر کیا ہی اچھی ہے آپ مجھے عنایت فرمادیں (عین کرم ہوگا) آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، پھر آپ اندر تشریف لے گئے، اور اس کپڑے کو تہ کر کے اس کے پاس بھیج دی، لوگوں نے ان سے کہا تو نے یہ کام کوئی اچھا نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ کو کسی نے چادر ہدیہ میں پیش کی اور آپ کو ضرورت بھی تھی پھر تم نے اس کو مانگ لیا جبکہ یہ بات تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ کے رسول کسی سائل کو (دئے بغیر) واپس نہیں کرتے ہیں، اس نے کہا بخدا میں نے یہ چادر اس لیے نہیں مانگی کہ میں اس کو پہنوں گا بلکہ میں نے اس کو اس لیے مانگا ہے تاکہ یہ چادر میرا کفن ہو، حضرت بھل کا بیان ہے کہ جس دن اس کا انتقال ہوا وہی چادر اس کا کفن تھا۔

تشریح حدیث: تبرک بآثار الصالحین کا جواز:

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔  
(۱) اس سے نبی اکرم ﷺ کا حسن خلق اور اعلیٰ عظیم اخلاق کا پتہ چلا، کہ آپ نے اعلیٰ اخلاق و کردار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے ضرورت کے باوجود دوسرے کو عنایت فرمادیا۔

(۲) نیز اس سے آپ کی سخاوت، دریادلی اور جو دو کرم اور وسعت ظرف کا علم ہوا، کہ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھے، نیز حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہدیہ قبول کرتے تھے نیز اس سے اس بات کا علم ہوا کہ تبرک بآثار الصالحین جائز ہے کیوں کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی باقیات سے تبرک حاصل کرتے تھے، حضرات صحابہ کا آپ کے وضوء کے غسل کو لینے کے لیے مبادرت کرنا یہ سب اس بات کی دلیل ہے تبرک بآثار الصالحین جائز ہے جمہور اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک و عقیدہ ہے البتہ ماضی اور دور حاضر کے غیر مقلدین سلفیوں کا عقیدہ قرآن و سنت اور جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے کہ تبرک بآثار الصالحین جائز نہیں بلکہ شرک ہے یہ عقیدہ حدیث اور قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

قولہ: فجاء فلان فلان: فلان بن فلان سے مراد صحابی رسول حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ہیں، کما فی انجاء الحاجد۔  
(۳۶۷۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحَفْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ نُوْحِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَيْسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الضُّوْفُ وَاحْتَدَى الْمَخْضُوْفُ وَلَيْسَ ثَوْبًا خَشِئًا خَشِئًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے اون زیب تن فرمایا، اور جوتا خود ہی سی لیتے اور مونے

سے موٹا کپڑا پہن لیتے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) آپ اون زیب تن کرتے (۲) اپنا کام خود ہی انجام دیتے تھے ٹوٹے پھٹے جوتے مبارک کو خود ہی سی لیتے تھے، اس میں آپ کا تواضع انکساری ہے (۳) آپ کا لباس تکلف و تصنع سے بالکل پاک ہوتا تھا جو بھی لباسی ملتا آپ استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ موٹے سے موٹا کپڑا بھی استعمال کرتے آپ عار محسوس نہیں کرتے، ایک حدیث شریف میں ہے من لبس الصوف وانتعل المخصوف، وركب حماره، وحلب شاته، واكل مع عياله، فقد نحي الله عنه الكبير جس نے ذکر کردہ اوصاف کو اپنے اندر پیدا کر لیا اللہ پاک اسے کبر و غرور سے دور کر دے گا۔

### (۱۳۰۴) بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا لَبَسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو امامہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں نئے لباس پہنتے وقت پڑھنے کی دعا مذکور ہے۔ (۳۶۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ لَبَسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ لَبَسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ أَوْ أَلْقَى فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانَ فِي كَنْفِ اللَّهِ وَفِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي سِتْرِ اللَّهِ حَيًّا وَمَيِّتًا قَالَهُ ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث: نئے کپڑے زیب تن کرنے کی دعا:

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے نیا کپڑا زیب تن فرمایا اور یہ دعا پڑھی الحمد لله الذي كساني ما اوارى به عورتي واتجمل به في حياتي.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ستر چھپانے اور زندگی میں زینت کے لیے یہ کپڑا پہنایا۔۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھے۔

الحمد لله الذي كساني ما اوارى به عورتي واتجمل به في حياتي.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ستر چھپانے اور زندگی میں زینت کے لیے یہ کپڑا پہنایا۔۔ پھر اس پرانے کپڑے کو صدقہ کر دے تو وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں رہے گا زندگی میں بھی اور بعد مرنے کے

بھی، آپ نے اسی بات کو تین بار فرمایا (تاکہ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔)  
تشریح حدیث:

اللہ تبارک و تعالیٰ کے انعامات و احسانات بندے پر اس قدر نمایاں ہیں اگر کوئی ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو تا قیامت شمار نہیں کر سکتا ہے، بندے پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا شکر بجالائے، لباس بھی خدائے وحدہ لا شریک لہ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس سے ہم اپنی ستر پوشی کرتے ہیں اور اس کو بطور تزیین و آرائش کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو رونق بخشتے ہیں لہذا بندے پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کا شکریہ ہے کہ لباس زیب تن کرتے وقت مذکورہ دعا پڑھے، اور جو کپڑے پرانے ہو جائیں، ان کو محتاج اور ضرورت مند میں صدقہ کر دے، اس سے نعمت خداوندی کی بارش رونما ہوتی رہے گی اور مزید نعمتوں سے نوازتے رہیں گے، قرآن مجید میں ارشاد ہے لان شکرتم لازیدنکم، اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اپنی نعمت اور زیادہ دوں گا، گویا شکر ادا کرنے میں اپنا ہی فائدہ ہے (۳۶۷۶) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أُنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عُمَرَ قَمِيصًا أَبْيَضَ فَقَالَ ثَوْبُكَ هَذَا غَسِيلٌ أَمْ جَدِيدٌ قَالَ لَا بَلْ غَسِيلٌ قَالَ الْبَسْ جَدِيدًا وَاعِشْ حَمِيدًا أَوْ مِتْ شَهِيدًا.

ترجمہ حدیث: شہید بن کرو:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے (ایک) دن حضرت عمر بن الخطابؓ کو سفید کپڑے میں ملبوس دیکھا تو آپ نے فرمایا (اے عمر) تیرا یہ کپڑا دھلا ہوا ہے؟ یا نیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ (یا رسول اللہ) نہیں بلکہ دھلا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اے عمر) نئے کپڑے زیب تن کرو، اور قاتل تعریف زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو۔

تشریح حدیث:

اس باب میں صیغہ امر برائے ترغیب ہے یہ حکم ایجابی نہیں بلکہ ترغیبی ہے باقی حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۰۵) بَاب مَا يُهَيَّ عَنْهُ مِنَ اللَّبَاسِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں لباس کی اس ہیئت کو بیان کیا گیا ہے جس کا پہننا منوع ہے۔  
(۳۶۷۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لِبَسَتَيْنِ فَأَمَّا اللَّيْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَاءِ وَالْإِحْتِبَاءُ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.  
ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو لباسوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے ایک اشتمال صماء سے اور دوسرے احتباء سے، ایک کپڑے میں بائیں طور کہ اس کی شرمگاہ پر کوئی چیز نہ ہو۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے دو طرح کے لباس استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

(۱) اشتمال صماء: ہو ان بشتمل فی ثوب واحد یضع طرفی الثوب علی عاتقه الایسر ویستدل شقه الایمن<sup>(۱)</sup> ایک ہی کپڑے کو پورے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ کپڑے کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر رکھے، اور دائیں جانب اس کو لٹکادے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اشتمال صماء کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ قال اهل اللغة: هو ان یجلل جسده بالثوب لایرفع جانباً ولا یبقی ما یرجح منه یدہ<sup>(۲)</sup> یعنی کپڑے کو جسم پر اس طرح لپیٹ لیتا کہ ہاتھ پاؤں بھی حرکت نہ کر سکے، اور بوقت ضرورت نکال بھی نہ سکے۔

حضرات فقہاء کرام نے اشتمال صماء کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: هو ان یتحف بالثوب لم یرفعه من احد جانبیه فیضعه علی منکبیه فیصیر فرجه بادیا۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اشتمال صماء کی جو تعریف اہل لغت سے منقول ہے اس کے مطابق کپڑے کو اس طرح پہننا مکروہ ہے کہ بوقت ضرورت ہاتھ بھی نہ نکال سکیں اور حضرات فقہاء کرام کی تشریح و تفسیر کے مطابق اس کا حکم حرام کا ہوگا کیوں کہ اس میں ستر کھل رہا ہے جس کو چھپانا شرعاً فرض ہے۔

(۲) احتباء: رسول اکرم ﷺ نے احتباء سے بھی منع فرمایا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ سرین زمین میں ٹیک لگائے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر لے اور سہارا لے کوئی کپڑا یا دونوں ہاتھ گھٹنے کے ارد گرد باندھ لے۔ اس طرح ایک کپڑے میں بیٹھنا کہ جس سے کشف عورت ہو جائے جائز نہیں ہے اس لیے کہ ستر پوشی شرعی اعتبار سے فرض ہے، الغرض اس حدیث میں آداب نبوی میں سے دو ادب کا بیان ہے تاکہ لوگ اس ادب کو اختیار کریں۔



(۳۶۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لَمِيرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ حُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ لِبَسَتَيْنِ عَنْ اِشْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَعَنْ اِلِخْتِبَاءِ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ لِفَضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ.

بحمدِ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو قسم کے لباس پہننے سے منع فرمایا، ایک اشتہمال صماء، دوسرے ایک ہی کپڑے میں اس طرح اختباء کرنے سے کہ شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۳۶۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لَمِيرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبَسَتَيْنِ اِشْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَ اِلِخْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَأَنْتَ مُفْضِي فَرْجَكَ إِلَى السَّمَاءِ.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو قسم کے لباس کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، ایک اشتہمال صماء سے اور دوسرے اختباء سے یعنی ایک ہی کپڑے کو اس طرح لپیٹے کہ شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی ہو۔

تشریح حدیث:

کپڑے کو سرتاپاؤں اس طرح لپیٹ لینے اور کس لینے کو کہتے ہیں کہ ہاتھ بھی کسی طرف اٹھانہ سکے، اور اسی طرح اس کو بھی دائیں بخل کئے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے کے اوپر ڈال دیا جائے ان میں سے پہلی صورت کو اختباء اور دوسری صورت کو لبستہ الصماء سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں ہی طریقے نماز میں مکروہ ہیں (۱)

اختباء بیٹھنے کی خاص کیفیت ہے آدمی سرین کے سہارے بیٹھے اور اپنی پنڈلیاں سینہ کی طرف اٹھا کر اس کے گرد باندھ لے، صحابہ کرام سے ایک دفعہ عشاء کے وقت نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے ہوئے اس طرح بیٹھنے کا ثبوت ہے لیکن نماز میں یہ مکروہ ہے ایک تو اس لیے کہ نماز میں بیٹھنے کی جو ہیئت مسنونہ ہے اس کے خلاف ہے دوسرے اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے اقباء سے منع فرمایا ہے اور اقباء سے نشست کا کیا طریقہ مراد ہے؟ اس کی محدثین نے جو صورتیں بتائی ہیں ان میں سے کوئی ایک غلط ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ (۲)

## (۱۳۰۶) باب لبس الصوف

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اون استعمال کرنا جائز ہے۔

(۳۶۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ لَوْ شَهِدْنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْنَا السَّمَاءُ لَحَسِبْتُ أَنَّ رِيحَنَا رِيحَ الصَّانِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے اگر تو ہمیں اس حالت میں دیکھتا جب کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک بارش برسی تو تو خیال کرتا کہ ہماری بو بھیڑ کی بو ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اون استعمال کرتے تھے جب بارش ہوتی اور ہم بارش میں بھیگ جاتے تو ہم سے اسی طرح بو آتی جس طرح بھیڑ کے جسم سے بو آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اون اور اون کے کپڑوں کا استعمال درست ہے البتہ ابن حجر نے ابن بطلال کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام مالک کے نزدیک ان لوگوں کے لیے اون استعمال کرنا مکروہ ہے جن کے پاس اون کے علاوہ دوسرے کپڑے موجود ہیں کیوں کہ اون استعمال کرنے میں دنیا سے کنارہ کشی اور زہد کی زیادہ شہرت ہوتی ہے حالانکہ اعمال صالحہ میں مقصود خفاء ہے جہاں تک تواضع اور عاجزی و انکساری کا تعلق ہے تو وہ صرف اس میں منحصر نہیں ہے، شوکانی کا قول ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے لباس پر نہیں اگر نیت میں فساد ہے تو خواہ کوئی بھی لباس استعمال کر لیا جائے کوئی فائدہ نہیں، اور اگر نیت میں خلوص ہے، تو اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے میں مبوس ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ثواب بہر حال ملے گا۔

(۳۶۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَثْرَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَخْوَصُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ زَوْمِيَّةٌ مِنْ صُوفٍ صَبِغَةَ الْكُمَيْنِ فَصَلَّى بِنَافِيهَا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ غَيْرُهَا

ترجمہ حدیث: اون کے استعمال کا جواز:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپ کے

جسم مبارک پر اون کا رومی جبہ تھا، جس کی آستین تنگ تھی آپ نے اسی میں ہمیں نماز پڑھائی آپ کے جسم مبارک پر اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

تشریح حدیث:

یہ ایک سفر کے دوران کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے تنگ آستینوں والا جبہ پہنا چناں چہ ایک روایت میں بیان کیا گیا کہ اس کی آستین اتنی تنگ تھی کہ جب آپ وضو فرمانے لگے تو وہ اوپر چڑھانے کی کوشش کی تو اوپر نہ چڑھ سکی، اس لیے آپ کو ہاتھوں کو دھونے کے لیے ان ہاتھ کو آستینوں کے نیچے سے نکالنا پڑا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کے دوران کرتے اور جبے کی آستین کا تنگ ہونا مستحب ہے البتہ سفر کے علاوہ حضر میں تنگ ہونا مستحب نہیں ہے، کیوں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین فراخ آستین بنوایا کرتے تھے جب کہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ اس بارے میں ائمہ کرام کا قول یہ ہے کہ آستینوں کو فراخ رکھنا ایک قسم کی مذموم بدعت ہے، انہوں نے حضرات صحابہ کرام کی آستینوں کے فراخ ہونے کے دوسرے معنی لکھے ہیں لیکن کہنا ممکن ہے کہ حضرات ائمہ کرام کا قول مفرط یعنی حد سے زیادہ فراخی پر محمول ہے اور حضرات صحابہ کرام کی آستینوں کے سلسلہ میں جو روایت ہے وہ غیر مفرط پر محمول ہے اس لیے مستقی نامی کتاب میں مذکور ہے کہ آستینوں کو ایک بالشت کے بقدر فراخ رکھنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۸۲) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا

يَزِيدُ بْنُ السَّمُطِ حَدَّثَنِي الْوَضِيعُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مَخْفُوظِ بْنِ عَلَقَمَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْقَارِسِيِّ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَلَغَبَ جُبَّةً صُوفِيًّا كَانَتْ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے وضو فرمایا، پس آپ نے اون کے اسی جبہ کو پہنا اور اپنے چہرے مبارک کو صاف کر لیا جو آپ نے پہن رکھا تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۶۸۳) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ الْفَضْلِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِمُ غَنَافِي أَذَانِهَا وَرَأَيْتُهُ مَتَرًا بِكِسَاءٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکریوں کے کان میں داغ رہے

ہیں، اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ (بالوں کی) کملی کا تہبند باندھ رکھے ہیں۔  
تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح۔

### (۱۳۰۷) بَابُ الْبَيَاضِ مِنَ الشَّيَابِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسم رنگ کے علاوہ تمام رنگوں کا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے تاہم سفید کپڑا استعمال کرنا سب سے افضل اور بہتر ہے،  
(۳۶۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زُجَّاءَ الْمَكِّيُّ عَنْ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْرُ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضُ فَالْبَسُوْهَا وَكَفُّوْا فِيْهَا مَوْتَكُمْ۔

ترجمہ حدیث: سفید کپڑے کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہترین کپڑے سفید کپڑے ہیں لہذا سفید کپڑا استعمال کرو، اور سفید کپڑوں ہی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے تمام کپڑوں میں افضل اور بہتر ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کھرا طہر اور طیب ہے سفید کپڑے کو طہر اس معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سفید کپڑا جب میلا ہو جاتا ہے یا اس پر کوئی دھبہ پڑ جاتا ہے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے اور پھر اس کی صفائی اور ستھرائی کی جاتی ہے سفید کپڑا بار بار دھویا جاتا ہے بایں معنی یہ طہر اور طیب ہے اس کے برخلاف رنگین کپڑا میل خوار ہوتا ہے اس میں میل کچیل ظاہر نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ کافی عرصہ کے بعد دھویا جاتا ہے نیز اس کو طیب اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سلیم الطبع اور صالحین لوگ عام طور پر سفید کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں البتہ ضرورت کی صورت اس سے خارج ہے بعض صوفیاء کرام سفید کے علاوہ نیلا یا کسی اور کھرا کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ وہ سفید کپڑے کو بار بار دھونے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں بار بار دھونے سے ٹائم ضائع ہوتا ہے اسی ٹائم میں وہ ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں۔

سفید کپڑے میں مردوں کو کفناؤ:

گو دوسرے رنگ کے کپڑے میں مردوں کو کفن دینا جائز ہے تاہم سفید کپڑوں میں کفنا نا افضل ہے، کیوں کہ اس وقت مردہ گویا فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے جس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں شریک ہونا چاہے تو سفید کپڑے

زیب تن کر کے جانا افضل ہے جیسے جمعہ، جماعت، اور اولیاء اللہ اور علماء کی خدمت میں حاضری کے لیے سفید کپڑے افضل ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ عید میں وہ کپڑا پہننا افضل ہے جو زیادہ قیمتی ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو سکے۔

(۳۶۸۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْضُ الْبَيَاضُ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ.

ترجمہ حدیث: سفید کپڑا سب سے پاکیزہ کپڑا ہے:

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو، کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذلك۔

(۳۶۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ الْأَزْرَقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ سَالِمٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدِ الْحَضَرَمِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا زَرْتُمْ اللَّهُ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمْ الْبَيَاضُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوالدرداءؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے عمدہ اور بہترین لباس جس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم اپنی قبروں میں اور اپنی مسجدوں میں حاضری دو سفید لباس ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رنگوں میں سب سے افضل ترین رنگ سفید ہے مردوں کو کفن آنے اور مسجدوں میں نماز کے لیے آنے کے واسطے سب سے افضل ہے سفید کپڑا فرشتوں کا لباس ہے اس لباس میں ملبوس ہو کر حضور اقدس ﷺ کی نصرت و مدد کے لیے بدر میں اور دیگر غزوات میں فرشتے آسمان سے اترے، اس لیے آپ اکثر سفید کپڑا استعمال فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کی تلقین و ترغیب بھی کرتے تھے اور مردوں کو اسی میں دفن کرنے کا حکم بھی فرماتے تھے۔ اعلم ان البياض في الكفن افضل، لان الميت يصدد موجه الملائكة، كما ان لبسه افضل لم يحضر المحافل، والله اعلم بالصواب

(۱۳۰۸) بَابُ مَنْ جَزَّ ثَوْبُهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ

امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ اور

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ ازراہ تکبر کرتا، پانجامہ، یا لنگی کو ٹخنے کے نیچے لٹکانا حرام ہے البتہ پیٹ وغیرہ کے نکلنے کی وجہ سے پانجامہ نیچے ہو جائے یا کوئی اور خاص مجبوری ہو جن کا ذکر ابتدائی کلمات میں آچکا ہے تو ٹخنے کے نیچے لٹکانے میں مضائقہ نہیں۔

(۳۶۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ غُنَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَجْزَأُ ثَوْبَهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: ازراہ تکبر ٹخنے سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانے کے بارے میں وعید شدید

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غرور و تکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔  
تشریح حدیث:

قولہ: ان الذي يعجز ثوبه: علامہ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر میں اسباب ازراہ کبیرہ گناہ میں شمار کیا ہے اسی لیے علماء نے اسباب ازراہ کو جو ازراہ تکبر ہو حرام لکھا ہے اور اس کے اندر عموم ہے خواہ تہبند ہو، یا پانجامہ، خواہ کرتا ہو، یا جبہ یا قباء خواہ فرغل ہو یا دو پٹاب سب کا حکم یہی ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔

قولہ: من الخيلاء: جو شخص ازراہ تکبر و تجتر اسباب ازراہ کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر عنایت سے دیکھیں گے بھی نہیں، علامہ ابن عبدالبرؒ الاستاذ کار میں رقم فرماتے ہیں کہ تکبرہ وغرور کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غرور و تکبر کے بغیر اپنے پانجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ حرام نہیں، اور اس وعید شدید میں وہ داخل نہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک اسباب ازراہ مطلقاً حرام ہے خواہ ازراہ تکبر ہو یا بغیر تکبر کے، بہر حال اسباب ازراہ حرام اور ناجائز ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں حدیث شریف میں صراحت ہے کہ خیلاء اور متکبرین کے لیے اسباب ازراہ تو گناہ کبیرہ ہے البتہ غیر خیلاء کے لیے کبیرہ ہے یا نہیں؟ ظاہر حدیث اس بات کا متقاضی ہے کہ غیر خیلاء کے لیے بھی حرام ہے لیکن حضرات علماء کرام و شراح عظام نے خیلاء کی قید کو قید احترازی مان کر یہ مسئلہ نکالا ہے غیر خیلاء کے لیے اسباب ازراہ حرام نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عذر شدید کی وجہ سے مثلاً سخت سردی کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے پانجامہ یا لنگی وغیرہ، ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے تو یہ حرام نہیں اور نہ اس وعید مذکور کا وہ مصداق ہے، کیوں کہ مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا کیوں کہ میرا تہبند ٹخنے

کے نیچے رہتا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اتم اس میں داخل نہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پیٹ باہر نکلنے کی وجہ سے جب بھی لنگ باندھتے تھے، وہ خود بخود نیچے آجاتی تھی اور ٹخنوں کے نیچے ہو جایا کرتی تھی۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے اگر اسبال ازار ہو تو اس وعید میں داخل نہیں۔

(۳۶۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَزَّ إِزَارُهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ فَلَقِيتُ ابْنَ عَمْرٍو بِالْبَلَّاطِ فَذَكَرْتُ لَهُ حَدِيثَ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ وَأَشَارَ إِلَى أَذُنَيْهِ سَمِعْتَهُ أَذْنَاهُ وَوَعَاةَ قَلْبِي

ترجمہ حدیث: ازراہ تکبر اسبال ازار حرام ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فخر اور تکبر کی وجہ سے اپنا ازار ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی جانب رحمت اور عنایت کی نظر سے دیکھیں گے بھی نہیں حضرت عطیہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام بلاط میں ابن عمرؓ سے ملاقات کی، اور ان سے حضرت ابوسعیدؓ کی اس حدیث کا ذکر کیا جو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ میرے دونوں کانوں نے یہ حدیث سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا۔

تشریح حدیث:

قاضی ابوبکر بن العربی تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے کپڑے کو ٹخنوں کے نیچے لٹکائے اور یوں کہے کہ میں ازراہ تکبر نہیں لٹکاتا ہوں اس لیے کہ لفظاً اور علتاً دونوں اعتبار سے ممانعت اور نہی وارد ہے لہذا ان کا یہ کہنا کہ میں تکبر کے طور پر نہیں لٹکاتا ہوں خود تکبر کی علامت ہے لایجوز لرجل ان یجاوز بثوبہ کعبہ ویقول لا تکبر فیہ لان النہی قد تناولہ لفظاً و تناول علتہ الخ (۱)

قولہ: بالبلط: لفظ بلط باء کے فتح اور کسرہ دونوں طرح منقول ہے یہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جو مسجد نبوی اور سوق کے درمیان ہے۔

(۳۶۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مَرْيَبُ بْنُ هُرَيْرَةَ قُتِي مِنْ قُرَيْشٍ يَجُزُّ سَبْدَهُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَزَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخَبَلِ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے ایک قریشی نوجوان کو نصیحت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ کے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جو اپنی چادر مسمیٹ رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص غرور و تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو ٹخنوں کے نیچے لٹکائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت سے دیکھیں گے بھی نہیں۔  
تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف بھی اس بات پر واضح طور پر دال ہے کہ تکبر اور غرور کے طور پر اسباب ازار حرام ہے، باقی حدیث شریف کے متعلق کلام ماقبل میں گزر چکا ہے۔

### (۱۳۰۹) بَابُ مَوَاضِعِ الْإِزَارِ أَيْنَ هُوَ؟

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہؓ، حضرت عبدالرحمانؓ، اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ پانجامہ یا ازار ٹخنوں تک لٹکانا جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے لٹکانا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں آیا کہ ازار یا پانجامہ وغیرہ جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہو گا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس لیے لازم اور ضروری ہے کہ ازار یا سراویل ٹخنوں کے اوپر ہی پہنا جائے۔

(۳۶۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نَذِيرٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسْفَلِ عِصْلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِي فَقَالَ هَذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ حدیث: ٹخنوں کے نیچے ازار کا لٹکانا حرام:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے میری پنڈلی یا آپ اپنی پنڈلی کے نیچے کا پٹھا پکڑ کر فرمایا، یہ ہے ازار کی جگہ، اگر تو پسند نہ کرے تو اس سے کچھ نیچے، یہ بھی تو پسند نہ کرے تو اس سے کچھ نیچے (تک ازار و پانجامہ لٹکانا روا ہے) یہ بھی پسند نہ ہو تو ٹخنوں پر ازار رکھنے میں کوئی حق (جواز) نہیں ہے۔  
تشریح حدیث:

قوله: عِصْلَةُ: پٹھا جس سے جسم میں حرکت ہوتی ہے جمع عضل و عضلات، عِصْلَةُ السَّاقِ هُوَ الْمَحَلُّ الضَّخْمُ



منہ گھٹنے کے نیچے جہاں پر گوشت جگہ ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غالباً حضرت حذیفہؓ کی پنڈلی پکڑ کر، یا خود اپنی پنڈلی پکڑ کر اس جگہ کی تعیین فرمائی جہاں ازار لٹکانے کی اجازت ہے فرمایا اصل تو یہ ہے کہ آدمی کا ازار پنڈلی کے پر گوشت جگہ تک ہو یعنی نصف پنڈلی تک، اگر یہ پسند نہ ہو تو اس سے تھوڑے نیچے تک کر لیا جائے، یہ بھی پسند نہ ہو تو اس سے اور کچھ نیچے تک کر لیا جائے یہ آخری حد ہے اس کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ ٹخنوں پر ازار کو رکھے، چہ جائے کہ اس کے نیچے، یہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

(۳۶۹۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَقَ عَنْ مُسْلِمٍ بْنِ نَذِيرٍ عَنْ حَذِيفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہؓ نبی کریم ﷺ سے سابقہ روایت کے مثل مضمون روایت کرتے ہیں۔

(۳۶۹۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فِي الْإِزَارِ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جَنَاحَ عَلَيْهِ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ وَمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ يَقُولُ ثَلَاثًا لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزْرَهُ بَطْرًا.

ترجمہ حدیث: جو حصہ ٹخنے کے نیچے ہو وہ جہنم میں جلے گا:

حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اکرمؐ ہروردو عالم ﷺ سے ازار کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کا ازار (یعنی لنگی یا پانجامہ) اس کے نصف ساق ہونی چاہئے، نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن اگر ٹخنوں کے نیچے ہو تو ٹخنوں کا وہ حصہ جہنم میں جلے گا اور آپ نے تین مرتبہ (بطور تاکید فرمایا کہ جو شخص ازارہ تکبر لنگی یا پانجامہ وغیرہ) ٹخنوں کے نیچے لٹکائے گا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت و شفقت سے دیکھیں گے بھی نہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اصل سنت یہ ہے کہ پانجامہ یا لنگی نصف ساق یعنی آدمی پنڈلی تک ہو، البتہ اگر ٹخنوں کے اوپر اور نصف ساق سے نیچے ہو تو یہ بھی جائز ہے تاہم اولیٰ پہلی صورت ہے کہ نصف ساق ہو، اور ٹخنے کے نیچے جو حصہ ہوگا قابل مواخذہ اور جہنم میں جائے گا۔۔۔ آج افسوس صد افسوس ہے کہ اگر کوئی مسلمان نصف ساق تک ازار پہنتا ہے تو لوگ اس کو

اس طرح گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ جیسے کوئی دوسری مخلوق کہیں سے آگئی ہو، اور اسے طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں انہیں ہدف ملامت بھی بناتے ہیں حالاں کہ اس نے نبی کی ایک سنت کو زندہ کیا ہے فالی اللہ المشتکی وانما الشکو بشی وحزنی الی اللہ۔ (۳۶۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ شَرِيكَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَفِيَانَ بْنَ مَهْهَلٍ لَا تُنْهَلْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُنْهَلِينَ.

ترجمہ حدیث: اسبال ازار کرنے والے عند اللہ پسندیدہ نہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے سفیان بن مہل! اپنے کپڑے ٹخنوں کے نیچے مت لٹکاؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والے کو پسند نہیں کرتے۔  
تشریح حدیث:

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اسبال ازار کی حرمت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے اسبال ازار حرام نہیں بلکہ ان کو یہ حکم ہے کہ ازار شلوار وغیرہ مردوں سے ایک بالشت زیادہ طویل رکھے، اور ایک گز تک زیادہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

### (۱۳۱۰) بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قمیص بہت زیادہ پسند تھا، آپ برابر قمیص استعمال کرتے تھے۔

(۳۶۹۴) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّوزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو ثَمِيلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ ثَوْبٌ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَمِيصِ.

ترجمہ حدیث: کرتے کی فضیلت:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو قمیص سے زیادہ کوئی بھی کپڑا پسند نہ تھا۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ کو کرتا سب سے زیادہ پسند تھا اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس کے پہننے سے جسم کے اعضاء اچھی طرح سے ڈھک جاتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بہت ہلکا اور جسم کے لیے آرام دہ ہوتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ کرتا پہننے سے آدمی متواضع اور منکسر المزاج معلوم ہوتا ہے، ثم قیل وجہ احببۃ القمیص الیہ ﷺ انه استر للاعضاء من الازار

والرداء والاله اقل مؤنة واخف على البدن، ولان لبسه اكثر تواضعا (۱)

### (۱۳۱۱) بَابُ طُولِ الْقَمِيصِ كَمْ هُوَ؟

اس باب کے تحت بھی صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس باب میں کرتے کی لمبائی کہاں تک ہونی چاہئے اس کی حد متعین کی گئی ہے جو حکم اسبال ازار کے متعلق آیا ہے وہی حکم اسبال قمیص کے متعلق بھی ہے، کما سیجی تفصیلاً فی شرح الحدیث بالذن اللہ۔

(۳۶۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ ابْنِ أَبِي رَوَاحٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِمْبَالُ فِي الْأَزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَزَّ شَيْئًا خِيَلًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا أَغْرَبَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسبال ازار، قمیص اور عمامہ سب میں ہوتا ہے، جو شخص ازار، عمامہ کوئی چیز بھی لٹکائے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔۔۔ ابو بکر امام ابن ماجہ کے شیخ نے فرمایا کس قدر غربت ہے اس میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لنگی اور پانجامہ کوٹخنے کے نیچے لٹکانا حرام ہے اور لٹکانے والے کے بارے میں وعید شدید ہے اسی طرح قمیص اور عمامہ نیز دوسرے کپڑوں کو بھی لٹکانا حرام ہے اور لٹکانے والے کے بارے میں وعید ہے سب کا حکم برابر ہے صاحب عون المعبود فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ازار کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا وہ سب قمیص وغیرہ کے لیے بھی ہے، وہ حکم صرف ازار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اس پر دال ہے جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اسبال ازار کا تذکرہ کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک کے اکثر حضرات صرف ازار اور چادر زیب تن کرتے تھے اس لیے آپ نے صرف انہیں کا ذکر فرمایا، لیکن جب لوگوں نے قمیص اور جبہ وغیرہ پہننا شروع کر دیا تو اسبال ازار کی حرمت و ممانعت میں یہ بھی شامل ہوگا جیسا کہ امام محیری کی رائے گرامی ہے۔

قولہ: قال ابو بکر ما اغربه! یہ صیغہ تعجب کے ساتھ ہے اس حدیث کی سند میں غربت درحقیقت حسین بن علی الجعفی اور ابن رواد میں ہے البتہ ابن ابی رواد میں غربت کے ساتھ ساتھ ضعف بھی ہے اس لیے ابو بکر بن ابی شیبہ نے اس پر طعن کیا ہے ابن حبان کو تو متروک کہا ہے۔ واللہ اعلم

## (۱۳۱۲) بَابُ كَمِ الْقَمِصِ كَمْ يَكُونُ؟

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث مذکور ہے جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اس باب میں قمیص کی آستین کی حد بیان کی گئی ہے رسول اکرم ﷺ کے کرتوں کی آستین کی لمبائی گٹوں تک ہوتی تھی۔

(۳۶۹۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو خَرِيبٍ حَدَّثَنَا غَبِيذُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَحَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا قَصِيرَ الْيَدَيْنِ وَالطَّوْلِ.

## ترجمہ حدیث: آپ کے کرتے کی آستین کی مقدار:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کم لمبائی والی چھوٹی آستینوں والی قمیص زیب تن فرماتے تھے۔  
تشریح حدیث:

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قمیص زیب تن فرمایا اور تمام کپڑوں میں قمیص آپ کو زیادہ محبوب تھا نیز اس کی آستین گٹوں تک تھی، رسول اللہ ﷺ کے کرتے کی آستین کہاں تک لمبی تھی اس بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کرتے کی آستین ہاتھ کی انگلیوں کے سرے تک تھی علماء نے لکھا ہے کہ آستین کی لمبائی گٹوں تک ہونا افضل ہے۔

قولہ: قصير اليدين الخ قصير اليدين سے مراد قصير الكمين ہے یعنی چھوٹی آستینوں والی قمیص استعمال کرتے تھے، طول سے مراد قامت ہے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کرتے کی لمبائی ٹخنوں سے اونچی ہوتی تھی۔

## (۱۳۱۳) بَابُ حَلِّ الْأَزْوَارِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت قرۃ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کرتے کی گھنڈی کھلی رکھنا اور بند رکھنا دونوں جائز ہیں رسول اکرم ﷺ کبھی گھنڈی کھلی رکھتے تھے تو کبھی بند، جس نے آپ کو جس حال میں دیکھا اسی کا اتباع کر لیا۔

(۳۶۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا ابْنُ ذَكَّانٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْبٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ وَإِنْ زَرَّ قَمِيصُهُ لَمْ يَطْلُقْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهُ فِي شِئَاءٍ وَلَا صَيْفٍ إِلَّا مُطْلَقَةً أَرَزَا هُمَا.

## ترجمہ حدیث: صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ

حضرت قرہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی، جب کہ آپ کی قمیص کی گھنڈی کھلی ہوئی تھی راوی حدیث حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ اور ان کے بیٹے کو سردی اور گرمی میں جب بھی دیکھا تو ان کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں۔

## تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ بعض مرتبہ قمیص کی گھنڈیاں کھلی رکھتے تھے اور بعض اوقات بند رکھتے تھے، آپ کو جب گرمی کی شدت محسوس ہوتی تھی تو گھنڈیاں کھول دیتے تھے اور جب سردی محسوس کرتے تھے تو بند کر دیتے تھے، پس اگر کسی صحابی نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں تو وہ یہ سمجھے کہ شاید آپ کی دائمی عادت یہی ہے چنانچہ انہوں نے غایت درجہ کے عشق و محبت اور آپ سے والہانہ تعلق کی وجہ سے اپنے کرتے کی گھنڈیاں کھلی رکھتے تھے جیسا کہ حدیث باب میں حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے صاحبزادے محترم ہیں ان دونوں حضرات نے تا زندگی آخری لمحات تک اتباع نبوی میں کبھی بھی گھنڈیاں بند نہیں کیں، بعض صحابہ کرام آپ کے احوال عادیہ اور امور عادیہ کے اتباع کرتے تھے جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل ہیں ابن عمرؓ اس درجہ اتباع سنت رسول کے عاشق اور دلدادہ تھے کہ آپ نے کسی جگہ اگر استنجا فرمایا تو اتباع رسول میں اس جگہ اسی بیعت کے ساتھ بیٹھتے تھے تاکہ نبی کریم کی اتباع کا ثواب مل جائے۔

## (۱۳۱۴) بَابُ الْبَيِّنَاتِ السَّرَاوِيلِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت سوید بن قیسؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پانچجامہ کو پسند فرمایا اور اس کو خریدا بھی ہے البتہ آپ نے پانچجامہ استعمال کیا یا نہیں روایت اس سلسلہ میں ساکت ہے تاہم ابن القیم نے فرمایا کہ آپ سے پانچجامہ پہننا ثابت ہے۔

(۳۶۹۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالََا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالُوا حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ مِسْمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَا مِنَّا سَرَاوِيلَ.

## ترجمہ حدیث: پانچجامہ خریدنے کا ثبوت:

حضرت سوید بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے ہم سے پانچجامہ کے متعلق بھاؤ تاؤ کئے، (یعنی قیمت طے کی)

## تشریح حدیث:

مسند ابویعلیٰ اور امام طبرانی کی معجم اوسط میں بسند ضعیف سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ بازار گیا، چنانچہ ایک کپڑا فروش تاجر کے پاس آپ جا کر بیٹھ گئے اور چار درہم کے بدل ایک پانجامہ خریدا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پانجامہ پہنیں گے؟ جو آپ نے اس کو خریدا ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! سفر و حضر اور شب و روز پہنوں گا، مجھے ستر پوشی کا حکم ملا ہے اور میں پانجامہ سے زیادہ ستر پوشی کسی چیز میں بھی نہیں پاتا ہوں۔۔۔ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں صراحت فرمائی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے پانجامہ ریب تن کرنا ثابت ہے و اشتری سراویل و الظاہر انما اشتراھا لیلبسھا، و قدر وی فی غیر حدیث انه لبس السراویل، و کانوا یلبسون السراویلات ہاذنہ (۱)

## (۱۳۱۵) بَابُ ذَيْلِ الْمَرْأَةِ كَمْ يَكُونُ؟

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عورت اپنی تہبند یا شلوار اور آنچل وغیرہ نصف ساق سے ایک بالشت زیادہ یا ایک ذراع زیادہ لٹکا سکتی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ ٹخنوں سے ایک بالشت نیچے لٹکانا سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع کی اجازت ہے۔

(۳۶۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ تَجْزِي الْمَرْأَةُ مِنْ ذَيْلِهَا قَالَ سِتْرًا قُلْتُ إِذَا نِكَشِفَ عَنْهَا قَالَ ذِرَاعٌ لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ.

## ترجمہ حدیث: عورتوں کے لیے اسبال ازار کے جواز کا حکم:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے یہ (مسئلہ) دریافت کیا گیا کہ عورت اپنا دامن (وغیرہ) کتنی مقدار لمبی رکھ سکتی ہے آپ نے فرمایا ایک بالشت، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ) اگر اس سے ستر کھل جائے تو؟ آپ نے فرمایا پھر ایک ذراع زیادہ لمبی کر سکتی ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

## تشریح حدیث:

اسبال ازار کی حرمت اور اس سلسلہ میں وارد شدہ وعید کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ ہے جہاں تک عورتوں کی بات ہے تو بقول امام نوویؒ کے اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ عورت کے لیے اسبال ازار جائز ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ:

(۱) زاد المعاد: ۱/۳۹۹ بحوالہ اہداء الدیاجہ: ۵/۸

وفی هذا الحدیث رخصة للنساء فی جوار لانه یكون استر لهف، نیز ابن عبداللہ نے الاستدکار میں لکھا ہے کہ واجمع العلماء علی ان تشمیر الثیاب للرجال لا للنساء، ٹخنوں سے اوپر ازار اور پانچامہ رکھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں عورتیں ٹخنوں کے نیچے ازار وغیرہ لٹکا سکتی ہیں کیوں کہ اس میں ان کی ستر پوشی زیادہ ہے عورت کا قدم بھی ستر میں شامل ہے اس لیے چھپانا اس کو بھی ضروری ہے، جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ عورتیں اپنے دامن یا ازار ٹخنوں سے کہاں تک زیادہ طویل رکھ سکتی ہیں؟ تو اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا ایک بالشت زیادہ رکھ سکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، کیوں کہ اس سے مقصد حاصل ہو جا رہا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ سے ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دامن لمبا رکھتی ہوں، زمین پر گھسیٹ کر چلتی ہوں ناپاک جگہ پر بھی چلتی ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں بطہرہ ما بعدہ بعد والا حصہ پہلے والے حصہ کو پاک کر دے گا، معلوم ہوا کہ عورتیں دامن وغیرہ طویل کریں گی، اور یہ ان کی خصوصیت ہے جس طرح کہ جہاد مردوں کی خصوصیت ہے، عبدالرحمن بن حسان بن ثابت نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

كتب القتل والقتال علينا ☆ وعلى المحصنات جزؤ الذیول

مروی ہے کہ سب سے پہلی خاتون جس نے دامن کو طویل کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔ (۳۷۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَمْدٍ عَنْ مَنُفِيَّانَ عَنْ زَيْدِ الْعَمِيٍّ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ النَّاجِي عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَرْوَاحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخِصَ لَهْنٌ فِي الذَّلِيلِ ذِرَاعًا فَكُنْ يَأْتِينَا قَنْدَرٌ غُلَهْنٌ بِالْقَصْبِ ذِرَاعًا

ترجمہ حدیث: ارخاء ازار کی عورت کے لیے اجازت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ایک ہاتھ آجھل لمبا رکھنے کی اجازت تھی، پس جب وہ ہمارے پاس آئیں تو ہم انہیں ایک ہاتھ لکڑی سے تاپ کر دیتے تھے۔  
تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما اسفل من ذالک ففی النار تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا والمرأۃ یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ عورت کا کیا حکم ہے؟ اس کو تو ستر پوشی کے لیے اسبال ازار ضروری ہے ورنہ پاؤں جو ستر میں داخل ہیں کھل جائیں گے آپ نے فرمایا عورتیں ایک بالشت زیادہ کر سکتی ہیں تاکہ اس کے پاؤں میں ڈھک جائے جو ستر میں داخل ہیں، عورتیں اگر پاؤں میں خف یا جوراب وغیرہ پہن رکھی ہوں تو اسبال ازار کی ضرورت نہیں کیوں کہ خف اور جوراب سے ستر پوشی ہوگئی۔

(۳۷۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَزَّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ أَوْ لِأُمِّ سَلَمَةَ ذِيْلِكَ إِذْ رَاغَ.  
ترجمہ حدیث:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ یا حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا، تمہارا دامن ایک بس ایک ہاتھ (زیادہ) لمبا ہونا چاہئے۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك

(۳۷۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَبِيبُ الْمُعَلِّمِ عَنْ أَبِي الْمُهَزَّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي ذِيُولِ النِّسَاءِ هَبْرًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِذَا تَخْرُجُ سَوْقُهُنَّ قَالَ فَلْذِ رَاغَ.  
ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک بالشت زیادہ لمبا دامن رکھنے کی اجازت دی تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس صورت میں تو ان کی پنڈلیاں کھل جائیں گی، آپ نے فرمایا پھر ایک ہاتھ لمبا رکھ لیں۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد سبق قبل ذلك۔

### (۱۳۱۶) بَابُ الْعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عمرو بن حریشؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ سیاہ عمامہ اور سیاہ لباس پہننا جائز ہے اگرچہ سفید افضل ہے۔

(۳۷۰۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُسَاوِرِ بْنِ وَرَاقٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزِيفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِثْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ حدیث: سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر:

حضرت عمرو بن حریشؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عمامہ باندھنا سنت ہے، بعض روایت میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس لیے کہ



یہ فرشتوں کا لباس ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ دو رکعتیں نماز جو عمامہ کے ساتھ پڑھی گئیں، بغیر عمامہ کے دو رکعت نفل سے ستر گناہ افضل ہیں اس حدیث کی سند پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند ثابت نہیں تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے لیکن یہ سنت عادیہ ہے جسکو بحیثیت سنت اختیار کرنا لاریب باعث اجر و ثواب ہے لیکن جو اس پر عمل نہ کرے وہ قابل ملامت نہیں، اور نہ اس پر نکیر روا ہے۔

### سیاہ عمامہ باندھنا:

رسول اکرم ﷺ سے سیاہ، سبز اور سفید عمامہ باندھنا ثابت ہے مگر افضل یہ ہے کہ سفید کپڑے کے عمامہ باندھے جائیں کیوں کہ کپڑوں میں سب سے عمدہ اور پسندیدہ کپڑا سفید ہے لیکن سیاہ کپڑے کا عمامہ باندھنا بھی جائز ہے رسول اکرم ﷺ نے بیان جواز کے لیے عند الخطبہ سیاہ عمامہ بھی باندھا ہے ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے آپ کے عمامہ مبارک کا نام صحاب تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو پہنایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

### ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھا تھا۔

### تشریح حدیث:

یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے جیسا کہ نسائی شریف میں اس کی صراحت ہے علماء نے لکھا ہے کہ سیاہ اور سفید عمامہ پہن سکتے ہیں البتہ اگر سیاہ عمامہ باندھنے میں شیعوں کے ساتھ مشابہت لازم آئے تو سیاہ عمامہ نہ باندھا جائے تاکہ شبہ سے بچا جاسکے۔

### عمامہ کی لمبائی:

رسول اکرم ﷺ کی دستار مبارک دو طرح کی تھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی، چھوٹی تقریباً تین گز کی، اور بڑی پانچ گز کی تھی، لیکن کسی روایت میں دستار کی لمبائی مقول نہیں، (۱)

(۳۷۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُبَيْدُ اللَّهِ أَلْبَانَا مُوسَى بْنُ عُثَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل اضافہ شدہ: ۸۰/ ۳۵۳

ابن عمر أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن (مکہ مکرمہ) اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ پر سیاہ دستار تھا (سیاہ دستار کا استعمال تعلیم جواز کے لیے تھا)  
تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم مضی قبل ذالک۔

### (۱۳۱۷) باب إرخاء العمامة بين الكتفين

اس باب میں ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عمرو بن حریشؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عمامہ کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان ڈالنا سنت ہے۔

(۳۷۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرَخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

ترجمہ حدیث: عمامہ کا شملہ:

حضرت عمرو بن حریشؓ کہتے ہیں کہ گویا (اس وقت) میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ ہے، کہ جس کے دونوں کنارے کو دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا رکھے ہیں۔

تشریح حدیث:

عمامہ باندھنے میں شملہ چھوڑنا افضل ہے لیکن دائمی طور پر نہیں، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ بھی شملہ چھوڑتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے اسی طرح بعض دفعہ آپ کے عمامہ کا شملہ گردن سے نیچے لٹکا ہوتا تھا اور بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ عمامہ کا ایک سرا عمامہ میں اڑس دیتے تھے اور دوسرا سرا چھوڑ دیتے تھے نیز آپ کے عمامہ کا شملہ زیادہ تر اوقات میں پیٹھ پر پڑا ہوتا تھا اور کبھی کبھی دائیں طرف بھی لٹکا لیتے تھے، اور کبھی کبھی ایسا بھی کرتے تھے کہ عمامہ کے دونوں سروں کا شملہ چھوڑ کر دونوں کو دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی ایک سینہ پر اور دوسرے کو پیٹھ پر لٹکا لیتے تھے لیکن ایک طرف لٹکانا چوں کہ ثابت نہیں ہے اس لیے یہ بدعت ہے کثر الدقائق میں مکتوب ہے کہ شملہ کو مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا مستحب ہے فقہی اعتبار سے شملہ کا ترک مستحب ہے جس کا تعلق سنن زوائد سے ہے سنن ہدی سے نہیں، اس لیے اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں، اگرچہ اس کو اختیار کرنا باعث اجر و ثواب ہے جن حضرات نے شملہ چھوڑنے کو سنت ماکدہ کہا ہے ان کا قول تحقیق روایت کے خلاف ہے۔

## شملہ کی لمبائی:

علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کے شملہ کی لمبائی کم از کم ایک ہالشت اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع ہونی چاہئے، اس سے زائد شملہ چھوڑنا بدعت ہے اور اسراف و اسباب میں داخل ہے جو ممنوع ہے اگر مقررہ مقدار سے زائد لمبائی ازراہ تکبر و غرور ہے تو یہ حرام ہے ورنہ مکروہ اور خلاف سنت، نیز شملہ چھوڑنے کو صرف نماز کے ساتھ مختص کرنے کو بھی علماء نے خلاف سنت لکھا ہے، شملہ نماز اور خارج نماز دونوں میں چھوڑنا سنت ہے۔

## (۱۳۱۸) بَابُ كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْخَرِيرِ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ سے منقول ہیں اس باب کی حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال عام حالات میں جائز نہیں ہے البتہ بعض احوال اور بعض صورت میں کچھ قید و بند کے ساتھ اجازت ہے۔

(۳۷۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ ضَهْبِيبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبَسَ الْخَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث: مردوں کے لیے دنیا میں ریشم کا استعمال حرام:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ریشم کا لباس استعمال کرے گا آخرت میں وہ اس کو نہیں پہن سکے گا۔

تشریح حدیث:

ریشم اہل جنت کا لباس ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنتیوں کو یہ لباس عطا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مردوں کے لیے ریشم کو حرام قرار دیا ہے لہذا جو شخص حکم خداوندی اور فرمان الہی کے مطابق عمل کرتے ہوئے دنیا میں ریشم کے استعمال سے باز رہے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں دنیا کی ریشم سے لاکھوں درجہ عمدہ ریشم کا لباس عطا فرمائیں گے اور جو شخص حکم خداوندی کو پامال کرتے ہوئے اس دنیا میں ریشم کو استعمال کیا تو وہ جنت میں اس سے محروم رہے گا۔

مردوں کے لیے ریشم پہننے کی ممانعت کی وجوہات:

مردوں کے لیے اس دنیا میں ریشم کے استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے، شراح کرام نے اس کی تین وجوہات لکھی ہیں وجہ اول: اسکا استعمال مردوں میں زنانہ پن اور طبیعت میں نسوانیت کی صفت پیدا کرتا ہے حالاں کہ مردوں کے لیے

مردانگی مطلوب ہے اور عورتوں کے لیے زنانہ پن اور نسوانی صفت مطلوب ہے، اس لیے مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اس وجہ کی جانب قرآن نے بھی اشارہ فرمایا ہے کہ زیورات پہننا عورتوں کی شان ہے سورت الزخرف میں ہے *او من ينشوا في الحلية*۔ البتہ جنت میں یہ چیز ہوگی اور اس دنیا میں جنت کے نمونہ کے طور پر تھوڑی مقدار میں مردوں کے لیے حلال رکھی گئی ہے۔

### وجہ ثانی:

رسول اکرم ﷺ نے ان تمام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو عیش پرستی اور لذت دنیا میں سرشاری کا ذریعہ بنیں، چنانچہ ریشم اور سونا بھی اسی قبیل سے ہیں آخرت فراموشی اور دنیا طلبی کا ذریعہ ہے۔

### وجہ ثالث:

ریشم کے استعمال کی ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکبر و غرور کو پیدا کرتا ہے زیب و زینت اور جمال لا ریب اللہ تعالیٰ کو پسند ہے لیکن یہ چیزیں اگر ٹھاٹھ اور نمائش کی حد تک پہنچ جائیں تو پسندیدہ نہیں، کیوں کہ ٹھاٹھ اور نمائش دل میں غرور کو پیدا کرتی ہے اسی وجہ سے شریعت نے مردوں کے لیے ریشم کے استعمال کو اس دنیا میں حرام قرار دیا ہے۔

(۳۷۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَانِ

مَعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ الزَّوْءِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الدِّيْبَاجِ وَالْحَرِيرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ.

### ترجمہ حدیث:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے (دنیا میں) ریشم (کے اقسام) دیباج، حریر، اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔  
تشریح حدیث: ریشم کے استعمال کے بارے میں حضرات فقہاء کا اختلاف:

تمام فقہاء کرام اصولی طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال جائز نہیں، البتہ اس کی تفصیل میں معمولی نوعیت کا اختلاف ہے، ابن حجر عسقلانی ابن بطلال کے حوالہ سے فتح الباری میں تین اقوال نقل کئے ہیں

### (۱) قول اول:

حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، حذیفہؓ، ابو موسیٰؓ، ابن زبیرؓ اور تابعین میں سے حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کی رائے یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال ہر حال میں ہر ایک کے لیے حرام ہے مرد ہو یا عورت۔ سب کا حکم برابر ہے۔

### (۲) قول دوم:

ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اس کا استعمال ازراہ غرور و تکبر نہ

ہو، ممانعت سے متعلق تمام احادیث تکبر کے طور پر پہننے کی صورت پر محمول ہے مگر یہ قول عند الجمہور مردود ہے، کیوں کہ احادیث میں محض لبس حریر پر وعید آئی ہے۔

### (۳) قول سوم:

ایک تیسری جماعت کا قول یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال مکروہ ہے حرام نہیں، علامہ ابن دقیق العید نے قول ثالث کے قائلین کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال حرام ہے اور عورتوں کے لیے مباح ہے۔<sup>(۱)</sup>

### کیا ریشم کا پہننا مطلقاً حرام ہے؟

ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً حرام ہے یا کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے؟ اس بارے میں بھی فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ حضرات فقہاء کرام سے دو اقوال منقول ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

### قول اول:

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خارش اور جوؤں کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً جائز ہے اسی طرح جنگ کے اندر بھی ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے اس لیے کہ ریشم دشمن کے حملہ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، کیوں کہ ریشم پر تلوار اچٹ جاتی ہے اور آدمی زخمی ہونے سے بچ جاتا ہے اس لیے ان دونوں صورتوں میں ریشم کا استعمال مردوں کے لیے مطلقاً جائز ہے۔

### قول دوم:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں بھی خالص ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں، البتہ مخلوط ریشم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

### مخلوط کی تفصیلات:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مخلوط میں بھی تفصیل ہے کہ اگر اس کپڑے کا بانا حریر ہے اور تانا غیر حریر ہے تو ایسا کپڑا، پہننا عند الاحناف ناجائز ہے البتہ اگر تانا حریر ہو اور بانا غیر حریر ہو تو ایسا ریشمی کپڑا عام حالات میں بھی جائز ہے، لہذا حرب اور مرض کی حالت میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا نیز حرب اور مرض کی حالت میں ریشمی کپڑے کا استعمال بھی جائز ہے جس کا بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو، اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے اندر اصل بانا ہوتا ہے بانا ہی سامنے رہتا ہے

اور تانا اندر رہتا ہے لہذا اگر تانا حریر ہے اور بانا غیر حریر ہے تو اس کپڑے کے ظاہر میں حریر کی صفات دیکھنے میں نظر نہیں آئیں گی کیوں کہ اس صورت میں حریر پوشیدہ رہے گا اس لیے عند الاحناف ایسا کپڑا عام حالات میں بھی پہننا جائز ہے اور اگر بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو تو اس صورت میں اس کپڑے کی ظاہری شکل حریر جیسی ہوگی اور حریر سامنے نظر آئے گا اس لیے وہ عام حالات میں ناجائز ہے البتہ عند الضرورت مرض اور حرب کی حالت میں جائز ہے (۱)

### ریشمی بستر اور تکیہ وغیرہ کا استعمال:

حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک ریشمی بستر، فرش، تکیہ اور پردے وغیرہ کا استعمال جائز ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں، غالباً صاحبین کی رائے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ حریر، دیباچ کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (۲) نابالغ بچوں کو ریشمی کپڑا پہننا ناجائز نہیں، البتہ پہنانے والا گناہ گار ہوگا، (۳)

صاحبین کی طرح دوسرے فقہاء کرام بھی ریشمی کپڑے کے تکے اور پردے نیز فرش کو جائز قرار نہیں دیتے، نیز خارش، جوں وغیرہ کی وجہ سے بھی فقہاء مالکیہ کے سوا دوسرے فقہاء ریشمی کپڑے کی اجازت دیتے ہیں، چار انگلی کی مقدار کی اجازت میں دوسرے فقہاء بھی احناف کے ہم خیال ہیں، ریشمی دھاگے کے ساتھ سوتی یا کسی اور دھاگے کی بناوٹ ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک غالب کا اعتبار ہوگا اور مالکیہ کے نزدیک بہر حال اس کی ممانعت ہوگی احناف کی رائے گزر چکی ہے کہ اگر بانا ریشم کا نہ ہو صرف تانا ریشمی ہو تو جائز ہے۔ (۴)

(۳۷۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ریشم اور سونے کے استعمال سے منع فرمایا کہ یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہے اور آخرت میں ہمارے لیے ہے۔

تشریح حدیث:

جس طرح حریر کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے اسی طرح سونے کا استعمال بھی مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز اور حلال، اور مردوں کے حق میں ان کی حرمت کی بھی وجہ وہی ہے جو حریر

(۳) قاموس الفقہ: ۲/۲۵۳

(۳) قاموس الفقہ: ۳/۲۵۳

(۲) بخاری: ۲/۸۶۸

(۱) مسطاد درس قرطبی: ۵/۳۳۰

کی حرمت کی وجہ ہے جس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔

عورت کے لیے بھی سونا اور چاندی کا استعمال صرف زیور کی شکل میں جائز ہے سونے چاندی کے برتن، سرمہ دانی، کنگھی، اور آئینہ وغیرہ عورت کے لیے بھی جائز نہیں، اور غیر مقطع زیور جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور غیر مقطع زیور وہ ہے جو ایک بڑا ٹکڑا ہو، جیسے ہنسی، چوڑی وغیرہ، اس کو محلق بھی کہتے ہیں، ایسے بڑے زیور کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ہر زیور جائز ہے خواہ وہ مقطع ہو یا غیر مقطع، اور دلیل ترمذی شریف کی روایت ہے جو ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ ﷺ قال: حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی، واحل لاناہم۔ یہ حدیث عام ہے چھوٹے بڑے ہر قسم کے زیور کو شامل ہے نیز سورہ زخرف کی آیت او من ینشوا فی الحلۃ سے بھی اس کا جواز مستنبط ہوتا ہے۔

مگر اس سلسلہ میں دوسری رائے یہ ہے کہ عورت کے لیے صرف مقطع یعنی چھوٹا زیور جیسے انگٹھی بالی، اور جو دھاگے میں پرویا ہوا ہو جائز ہے عورت کے لیے بڑے زیور کا استعمال جائز نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو سونا استعمال کرنے سے منع فرمایا صرف مقطع کی اجازت دی، (مشکوٰۃ حدیث: ۳۳۹۵) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اے عورتو! کیا تمہارے لیے چاندی میں وہ چیز نہیں جس کے ذریعہ تم بناؤ سنگار کرو، سنو! تم میں سے جو بھی عورت سونا پہنے گی جس کو وہ ظاہر کرے گی تو اس کے ذریعہ سزا دی جائے گی (مشکوٰۃ: ۳۴۰۳) ان احادیث کی وجہ سے غیر مقطع زیور کا استعمال ممنوع ہوگا۔ جمہور اہل فرماتے ہیں کہ یہ وعید کی حدیثیں ہیں جن سے شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وعید کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ادا نہ کرنا، نمائش کرنا وغیرہ۔

(۳۷۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً مَسِيرَاءَ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ ابْتِغَتْ هَذِهِ الْحُلَّةُ لَلَوْ فِدُو لِيَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمر بن الخطابؓ نے سیراء کا ایک ریشمی جوڑا دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اس کو دُفود (سے ملاقات کرنے اور جمعہ کے لیے خرید لیں) (تو کیا ہی اچھا ہو) رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا جزیں نیست اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

تشریح حدیث:

شرح کرام فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو ریشم کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے استعمال کرے، یا پھر اس قسم کی احادیث زبردہ تہدید پر محمول ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ ان

لوگوں کے ساتھ جنت میں نہیں ہوگا جو اول مرحلہ میں فائز المرام ہو کر جنت میں جائیں گے، چنانچہ اس کی تاکید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت جویریہؓ سے نقل کی ہے کہ من لبس الحریر فی الدنیا البسہ اللہ یوم القیامۃ ثوباً من نار یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا زیب تن کیا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کا لباس پہنائے گا۔

### (۱۳۱۹) بَابٌ مِّنْ رُّخْصَةٍ لَهُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

اس باب میں صرف ایک حدیث خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے اس باب میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کو بدرجہ مجبوری عذر کی وجہ سے ریشم استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔  
(۳۷۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَزْرَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ تَبَاهَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلزَّيْبِرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَلِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فِي قَمِيصَيْنِ مِنْ حَرِيرٍ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِمَا حَكَّةٌ.

ترجمہ حدیث: خارش زدہ شخص کے لیے ریشم پہننے کی اجازت:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے حضرت زبیر بن العوامؓ، اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ریشمی قمیص استعمال کرنے کی اجازت دی، کھجلی کی بیماری کی وجہ سے۔  
تشریح حدیث:

اگر کوئی مجبوری ہو مثلاً بدن میں خارش یا چپک ہو جائے یا جسم میں جوئی پڑ جائیں اور کوئی کپڑا پہنانہ جائے تو ایسی صورت حال میں ریشمی کپڑا استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح جنگی ضرورت کی وجہ سے بھی ریشمی لباس استعمال کرنے کی اجازت ہے کیوں کہ ریشم کی چمک دشمن کی نظر کو خیرہ کرتی ہے اور اس پر تلوار کا دار اثر نہیں کرتا بلکہ تلوار اچٹ جاتی ہے۔

### (۱۳۲۰) بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت اسماء کے غلام ابوعمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ریشم تو فی نفسہ استعمال کرنا حرام ہے لیکن اگر ریشم چار انگل سے کم مقدار میں ہو تو اس کا استعمال کرنا روا ہے تفصیل حدیث کی شرح میں آئے گی۔

(۳۷۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّكَ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ وَالذِّبَاكِ إِلَّا مَا كَانَ هَكَذَا ثُمَّ أَشَارَ بِإِصْبَعِهِ ثُمَّ الثَّانِيَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ ثُمَّ الرَّابِعَةَ



فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا عَنْهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمرؓ حریر اور دیہاج کے استعمال کرنے سے منع کرتے تھے مگر جو اس قدر ہو، پھر آپ نے ایک انگلی سے اشارہ فرمایا، پھر دوسری، پھر تیسری، اور پھر چوتھی سے اشارہ کیا، (چار انگلی تک ریشم کا گوٹ درست ہے) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ ہمیں ریشم کے استعمال سے منع فرمایا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ جب ملک شام تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں مقام جابیہ میں فوج کے سامنے ایک پر مغز تقریر کی، اور تقریر میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں کے لیے ریشمی لباس کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے ہاں اگر دو تین یا چار انگلی کے برابر ہو تو اس کی اجازت ہے، چار انگشت کے برابر ریشمی کپڑا ہو تو مردوں کے لیے حلال ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے، چوڑائی میں چار انگلی تک اجازت ہے اور لمبائی میں بلا قید مردوں کے لیے ریشم حلال ہے کیوں کہ اتنی قلیل مقدار اول تو لباس کے دائرے میں نہیں آتی، یعنی اس کو پہناوا نہیں کہتے، پھر اتنی مقدار کی کبھی ضرورت بھی پیش آتی ہے رنگرکھا اور شیردانی میں گوٹ لٹکانے کے لیے اس کی حاجت پڑتی ہے نیز اتنی مقدار اس لیے بھی روا ہے کہ وہ جنت کا پیکر محسوس بن کر نگاہوں کے سامنے رہے تاکہ عمل صالح کی ترغیب ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۳۷۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زَيَْادٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ مَوْلَى أَسْمَاءَ قَالَ

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اشْتَرَى عِمَامَةً لَهَا عَلَمٌ فَدَعَا بِالْجَلَمَيْنِ فَقَصَّصَهُ فَدَخَلْتُ عَلَى أَسْمَاءَ فَذَكَرْتُ

ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ بُوَّسًا لِعَبْدِ اللَّهِ يَا جَارِيَةُ هَاتِي جُبَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ بِجُبَّةٍ

مَكْفُوفَةِ الْكُمَيْنِ وَالْجَيْبِ وَالْفَرْجَيْنِ بِالْيَدِيَّاجِ

ترجمہ حدیث: ریشمی حاشیہ والا عمامہ:

حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک عمامہ خریدا جس کا حاشیہ (ریشمی) تھا آپ نے فیچی منگوائی اور حاشیہ کاٹ ڈالا پھر میں حضرت اسماءؓ کے پاس گیا تو میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا افسوس ہے عبداللہ پر، اے لڑکی! اگر رسول اکرم ﷺ کا جبہ تولاد، چنانچہ وہ ایک جبہ لائی جس کی آستین، گریبان اور کلیوں پر ریشم کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔

## تشریح حدیث:

قولہ: فدعا بالجلمین: ہندو پاک میں جو نسخہ رائج ہے اس میں فدہ بالقلمین کے الفاظ ہیں اس کے معنی قینچی کے ہیں قاموس میں لکھا ہے القلم ومنها الجلم ما یجزیہ جس کے ذریعہ کسی چیز کو کاٹا جائے مراد قینچی ہے۔

قولہ: بؤسا لعبد اللہ: بؤس بنس یبئس (سمع یسمع) بؤسا مصدر ہے اس کے معنی شدت اور فقر کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان کو کسی مصیبت میں گرفتار کرے حدیث شریف میں بد دعا کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تعجب کے لیے استعمال ہوا ہے، مقصود دعا ہے،

چونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ چار انگل کے بقدر ریشم استعمال کرنا جائز ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی رخصت دی ہے اس لیے انہوں نے عمامہ کے اس حصہ کو کاٹ ڈالا جس میں گوٹ لگی ہوئی تھی، حضرت اسماءؓ کو ان کے غلام ابو عمرؓ نے جا کر بتایا کہ ابن عمرؓ نے ایسا کیا تو انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کا اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا افسوس ہے عبداللہ پر خواہ مخواہ بلا وجہ عمامہ کے حاشیہ کو کاٹ ڈالا۔ اتنی مقدار تو ریشم کی اجازت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے جبہ میں بھی اتنی مقدار ریشم تھا پھر انہوں نے یقین دلانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کا جبہ مبارک منگا کر دکھایا تو آپ کے مبارک جبہ میں آستین، گریبان، اور کلیوں میں ریشم کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔

## (۱۳۲۱) بَابُ الْبَيْتِ الْخَرِيرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حریر اور سونے کی حرمت کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں استعمال کرنا جائز اور حلال ہے،

(۳۷۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سَلِيمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي الصَّغْبَةِ عَنْ أَبِي الْأَقْلَحِ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُرَيْرٍ الْغَفَقِيِّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ

سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِيرًا بِشِمَالِهِ وَذَهَبًا

بِيَمِينِهِ ثُمَّ رَفَعَ بِهِمَا يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي حَلٌّ لَنَا فِيهِمْ

ترجمہ حدیث: مردوں کے لیے ریشم اور سونے کی ممانعت:

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم لیا اور دائیں ہاتھ میں سونا پھر آپ نے ان دونوں کو لیکر اپنے ہاتھ کو اوپر کی جانب اٹھایا اور فرمایا (سنو!) بے شک یہ دونوں چیزیں میری امت

کے مردوں کے لیے حرام اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔  
تشریح حدیث:

آپ نے ریشم کو دونوں ہاتھ میں لے کر اوپر کی جانب اٹھا کر لوگوں کے سامنے ان کی حرمت کا اعلان اس لیے فرمایا تاکہ لوگوں کو خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے اور لوگ ان دونوں چیزوں کو پہچان لیں اور ان کی حرمت ان کے دلوں میں راسخ اور پیوست ہو جائے، چنانچہ جمع امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق و اجتماع ہے کہ حریر و سونا کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں،

(۳۷۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ أَبِي فَاخِشَةَ حَدَّثَنِي هُبَيْرَةُ بْنُ يَرِيمَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلَّةً مَكْفُوفَةً بِحَرِيرٍ أَمَّا سَدَاهَا وَإِمَّا لِحْمَتُهَا فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْعَ بِهَا أَلْبَسَهَا قَالَ لَا وَلَكِنْ اجْعَلْهَا خُمْرًا بَيْنَ الْفَوَاطِمِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کپڑے کا ایک جوڑا ہدیہ میں آیا، جس میں ریشم شامل تھا، یا تانا ریشم تھا یا بانا، رسول پاک ﷺ نے وہ مجھے بھیج دیا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کا کیا کروں؟ کیا میں اس کو زیب تن کر لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس کو کاٹ کر اپنی بیوی فاطمہ کے لیے اوڑھنی بنا لو۔

تشریح حدیث:

قولہ: اجعلها خمرًا بین الفواطم سے مراد حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد، اور فاطمہ بنت حمزہ اور رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ ہے، اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے البتہ عورتوں کے لیے حلال ہے کیوں کہ آپ نے حضرت علیؓ کو استعمال کرنے سے منع فرمایا جو عدم جواز کا واضح ثبوت ہے اور اوڑھنی بنانے کی اجازت دی جو اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اس کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے،

(۳۷۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ الْإِفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِخْدَى يَدَيْهِ ثَوْبٌ مِنْ خَرِيرٍ وَفِي الْأُخْرَى ذَهَبٌ فَقَالَ إِنَّ هَذَيْنِ مُحَرَّمٌ عَلَيَّ ذُكُورًا أَمْتِي حَلَّ لِأَنَائِيهِمْ.

ترجمہ حدیث: عورتوں کے لیے ریشم اور سونے کی حلت:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ آپ کے ہاتھ

میں ریشم کا کپڑا تھا اور دوسرے ہاتھ میں سونا، آپ نے فرمایا (سنو) بے شک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام کر دئے گئے ہیں البتہ ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم قبل ذالک۔

(۳۷۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيَّ زَيْنَبَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصٌ حَرِيرٌ مَبْتَزًا.

ترجمہ حدیث: حضرت زینب بنت رسول کا حریر استعمال کرنا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرمؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو دھاری دار ریشمی قمیص پہنتے دیکھا۔  
تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی اس بات پر دال ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ حضرت زینب بنت رسولؓ کے عمل سے ثابت ہو رہا ہے۔

قولہ: رَأَيْتُ عَلِيَّ زَيْنَبَ: یہ روایت شاذ ہے اصل روایت جو محفوظ ہے اس میں زینب کی جگہ ام کلثومؓ ہے۔

مبْتَزًا: مخططة بالحریریں وہ چادر یا لباس جس میں ریشم کی دھاری اس حدیث شریف کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد عورتوں کے لیے ریشم کی حلت اور جواز کو ثابت کرنا ہے جو بدرجہ اتم ثابت ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۳۲۲) بَابُ لُبْسِ الْأَقْمَاعِ لِلرِّجَالِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت براءؓ اور حضرت بریدہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے سرخ دھاری والا جوڑا استعمال کرنا جائز ہے خالص بھڑکدار سرخ کپڑا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے شرح حدیث کے تحت انشاء اللہ تفصیل آرہی ہے۔

(۳۷۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْقَاضِي عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَزَّجًا فِي خَلْعٍ حُمْرًا.

ترجمہ حدیث: سرخ جوڑے کا استعمال:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ خوبصورت و جمیل کسی کو نہیں دیکھا کہ آپ بالوں میں گنگھائے ہوئے سرخ جوڑے میں ملبوس ہیں۔ (یہ سرخ دھاری دار یعنی حلہ تھا)

تشریح حدیث: خالص سرخ حلہ استعمال کرنے کا شرعی حکم:

قولہ: فِي خَلْعٍ حُمْرًا: اس حدیث شریف سے سرخ رنگ کے لباس کا جواز معلوم ہوتا ہے، حضرات فقہاء کرام کے

یہاں بھی مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس سلسلے میں سات اقوال نقل کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔  
(۱) مطلقاً جائز ہے، یہ قول علیؑ، طلحہؑ، عبد اللہ بن جعفرؑ، براءؑ، تابعین میں سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، ابو قتاہبہ اور تابعین کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

(۲) مطلقاً ناجائز ہے، کما یدل علیہ حدیث ابن عمر الذی سیاتی فی الباب القادم۔

(۳) مکروہ ہے۔ بشرطیکہ گہرا سرخ ہو، اگر ہلکا سرخ ہو اور سیاہی مائل سرخی ہو یعنی براؤن رنگ تو یہ بلا کراہت جائز ہے، حضرت عطاء طاؤس اور مجاہد سے یہی قول منقول ہے۔

(۴) تزین اور شہرت کی نیت سے سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا مطلقاً مکروہ ہے البتہ گھروں میں کام و کاج کے لیے استعمال کرنا جائز ہے، ابن عباسؓ سے یہی مروی ہے۔

(۵) اگر سوت پہلے رنگا گیا پھر بنا گیا تو اس کا پہننا جائز ہے اور بننے کے بعد رنگا گیا ہو تو اس کا پہننا ممنوع ہے علامہ خطابی کا رجحان اسی طرف ہے۔

(۶) جن احادیث میں سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد گیر دار رنگ ہے لہذا گیر دار رنگ کے علاوہ دوسرے کوئی رنگ بھی ممنوع نہ ہوگا۔

(۷) ممانعت کا تعلق اس کپڑے سے ہے جس کو مکمل سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو، چنانچہ اگر سرخ رنگ کے علاوہ سفید یا سیاہ یا ان کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی ہو تو وہ بلا کراہت جائز ہے۔ احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سرخ رنگ کا جوڑا استعمال فرمایا ہے اس سے مراد خالص سرخ نہیں ہے بلکہ ایسا سرخ مراد ہے جو مخطط دھاری دار تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں جتنے بھی حلے تیار کئے جاتے تھے، وہ یمن میں تیار کئے جاتے تھے اور یمن میں اکثر و بیشتر حلے مخطط یعنی دھاری دار تیار کئے جاتے تھے اس لیے لا محالہ رسول اکرم ﷺ نے جو سرخ رنگ کا حلہ زیب تن کر رکھا تھا وہ دھاری دار تھا، ابن القیم نے بھی زاد المعاد میں یہی تحقیق پیش کی ہے (۱)

(۸) علامہ محمد بن جریر طبریؒ نے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک ہر قسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے لیکن میں اس کپڑے کا پہننا پسند نہیں کرتا جو گہرا سرخ ہو، اس لیے کہ یہ ہمارے زمانے میں صاحب مروت کا لباس نہیں، اور حدود شریعت میں رہ کر زمانے کے فیشن کی رعایت بھی مروت میں داخل ہے زمانے کے روپ اور فیشن کے خلاف نیا طرز اپنانا ایک قسم کی شہرت ہے جو شرع میں مذموم ہے (۲)

## خلاصہ بحث:

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ تیز سرخ رنگ مردوں کے لیے ناپسندیدہ ہے، یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور ہلکا سرخ رنگ اور سیاہی مائل سرخی یعنی براؤن رنگ بلا کراہت جائز ہے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے درس ترمذی میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سرخ جوڑا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ وہ گہرا سرخ ہو، لیکن اگر سرخ رنگ ہلکا ہو یا اس پر سرخ دھاریاں ہوں تو اس کا پہننا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بظاہر آپ نے جو لباس استعمال کیا تھا وہ سرخ دھاری کا تھا، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی نے گہرے رنگ کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ نے جو سرخ حلو استعمال کیا تھا اس کا مطلب حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یمن کا بنا ہوا جبرہ کپڑا تھا، جس کی زمین سفید تھی اور اس میں سرخ دھاریاں تھیں،۔ سرخ رنگ کی ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یہ رنگ نہایت مست کن ہے جو مردوں کے شایان شان نہیں، البتہ عورتوں کے لیے زیبا ہے اس لیے ان کے لیے خالص سرخ رنگ کا لباس بھی جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۷۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ بَرَّادٍ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي نُزْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْخُبَابِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَاضِي مَرْوَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُرَيْدَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَأَقْبَلَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَغْتَرَانِ وَيَقُومَانِ فَتَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا فِي حِجْرِهِ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ رَأَيْتُ هَذَيْنِ فَلَمْ أَضِرَّ لَكُمْ أَنْ أَخَذَنِي خُطْبَتُهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے دیکھا کہ اتنے میں حضرت حسن اور حسینؓ تشریف لائے ان پر سرخ رنگ کی قمیص تھی، (یعنی سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے) کبھی وہ گرتے کبھی اٹھتے، (کم سنی کی وجہ سے) نبی کریم ﷺ (ان دونوں کو دیکھ کر) منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو اپنی گود میں اٹھایا اور فرمایا سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے کہ بلاشبہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں میں نے ان دونوں کو دیکھا تو مجھ سے رہانہ گیا، پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرخ رنگ کے پکڑے استعمال کرنا جائز ہے تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے، قولہ: يعثران ويقومان: حضرت حسنؓ حسینؓ چوں کہ چھوٹے اور بچے تھے اس لیے ڈمگاتے ڈمگاتے کبھی گرتے

اور کبھی اٹھتے ہوئے آئے رسول اکرم ﷺ کو یہ دیکھ کر رہانہ گیا، خطبہ چھوڑ کر آگے بڑھ کر ان کو فرط محبت میں اٹھالیا اور ان کو پیار کیا پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کیا۔

### (۱۳۲۳) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُعْصَرِ لِلرِّجَالِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ گیر وارنگ کا لباس مردوں کے لیے استعمال کرنا جائز ہے البتہ عورتیں استعمال کر سکتی ہیں۔ ان کے لیے جائز ہے۔

(۳۴۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ سَهْلٍ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُقَدَّمِ قَالَ يَزِيدُ قُلْتُ لِلْحَسَنِ مَا

الْمُقَدَّمُ قَالَ الْمَشْبَعُ بِالْمُعْصَرِ. (فی الزوائد: اسنادہ صحیح، رجالہ ثقات)

ترجمہ حدیث: گہرے سرخ رنگ کا استعمال کرنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مقدم سے منع فرمایا ہے راوی حدیث یزید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حسن سے دریافت کیا کہ مقدم کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا خوب سرخ رنگا ہوا۔

تشریح حدیث:

عصفر ایک پیلے رنگ کی گھاس ہوتی ہے، زرد رنگ کی بوٹی جس سے رنگائی کی جاتی ہے۔ المعصفر: عصفر سے رنگا ہوا کپڑا، اردو میں اس کو گیر دال یعنی گہرے گلابی رنگ میں رنگا ہوا کپڑا کہتے ہیں اس قسم کے کپڑے عام طور پر سادہ و صفت، پادری، اور عورتیں استعمال کرتی ہیں اس لیے ان کی مشابہت کی وجہ سے شریعت نے اس کو ناپسند کیا ہے۔

قوله: المقدم: المشبع حمرة: تیز گہرا سرخ، العصفر، صبغ، اصفر اللون.

(۳۴۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَسَمَةَ بِنْتِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ

عَلِيًّا يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ عَنْ لُبْسِ الْمُعْصَرِ

ترجمہ حدیث: کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے سے ممانعت:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا عصفر میں رنگے ہوئے کپڑے کے استعمال کرنے سے، اور میں یہ نہیں کہتا تم لوگوں کو منع فرمایا:

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۷۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
جَدِّهِ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ ثَنِيَّةٍ إِذَا خِرَ فَأَلْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَى رِيطَةٍ مَصْرَجَةٍ بِالْعَصْفَرِ فَقَالَ مَا  
هَذِهِ فَقَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُونَ وَتَنُورُ هُمْ فَقَدْ فَتَّهَا فِيهِ لَمْ أَتَيْشْهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ  
اللَّهِ مَا فَعَلْتَ الرِّيطَةُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا تَبَاسَ بِذَلِكَ لِلنِّسَاءِ  
ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ہم اذاخر کی گھاٹی سے رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ آئے، چناں چہ  
آپ نے میری طرف التفات فرمایا جبکہ میں ایک ایسی باریک چادر باندھے تھا جو کسم میں رنگی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیا  
چیز ہے؟ میں (آپ کے انداز سوال سے) سمجھ گیا کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا، خیر میں اپنے گھردالوں میں آیا جبکہ وہ لوگ  
چولہا جلا رہے تھے، میں نے اس چادر کو اس میں ڈال دیا (اور جلا ڈالا) پھر میں کل ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو  
آپ نے پوچھا؟ اے عبداللہ تیری وہ چادر کہاں گئی؟ میں نے آپ کو سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا ارے تم نے اپنے گھر  
والوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، اس لیے کہ یہ عورتوں کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، (عورتیں اس کو استعمال کر سکتی ہیں)  
تشریح حدیث:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کسم میں رنگے کپڑے کو ناپسند فرمایا تو صحابی رسول ﷺ نے  
دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اس کو دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا بلکہ اس کو جلا ڈالو۔ اس سے درحقیقت آپ ﷺ کا  
مبالغہ کے ساتھ اس بات کو بیان کرنا تھا کہ اس کپڑے کو کسی بھی صورت میں اپنی ملکیت اور قبضہ سے نکال دو، خواہ اس کو کسی  
دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دو، یا کسی کو ہبہ کر دو، الغرض جس طرح بھی ہو اس کو جلد سے جلد اپنے پاس سے جدا کر دو،

رہا یہ سوال کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دھونے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا اگرچہ  
مردوں کے لیے مکروہ اور حرام ہے لیکن عورتوں کے لیے حلال ہے لہذا دھونے کی صورت میں اس کو ناقص کر دینا یا ضائع  
کر دینا تھا اس لیے آپ نے دھونے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ عورتوں کو دیدینے کا اشارہ دیا تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں،

قولہ: ثنیۃ اذا خیر: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے

قولہ: ریطۃ ہر باریک نرم کپڑا،

قولہ: مضجرة: ای مصبوغة بالحمرة سرخ رنگ میں رنگین کیا ہوا کپڑا۔

قولہ: یسجرون، سجر التنور، تنور گرم کرنا، تنود جس میں روٹی پکائی جائے،



### (۱۳۲۴) باب الصفرة للرجال

اس میں صرف ایک حدیث حضرت قیس بن سعدؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ زرد رنگ کا لباس مردوں کے لیے جائز ہے۔

(۳۷۲۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُرَيْبٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْنَا لَهُ مَاءً يَتَبَرَّذُ بِهِ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْوَرَسِ عَلَى عُنُقِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، ہم نے آپ کے واسطے پانی رکھا تاکہ آپ اس سے ٹھنڈک حاصل کر لیں، چنانچہ آپ نے غسل فرمایا، پھر میں آپ کے پاس ایک زرد رنگ کی چادر لے کر آیا تو میں نے اس کا اثر آپ کے پیٹ کے سلوٹ میں دیکھا،

تشریح حدیث:

قوله: الورس: نوع من حشيش يصبغ به الثوب: ایک قسم کی گھاس ہے جس سے کپڑا رنگا جاتا ہے

قوله: عكنة: جمع عكن وأعكان: پیٹ کا سلوٹ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف کا جملہ روایت اثر الورس علی عکنہ اس پر دال ہے واللہ اعلم:

### (۱۳۲۵) باب البس ما شئت، ما أخطأك سرف أو مخيلة

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اصراف اور تکبر سے بچتے ہوئے اشیاء مباح میں سے جس چیز کا بھی دل چاہے شریعت نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۳۷۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَانَا هَمَّامَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَكُمْ يَخَالِطُ إِسْرَافًا أَوْ مَخِيلَةً.

ترجمہ حدیث: حدود شریعت میں رہ کر ہر مباح چیز کے استعمال کا جواز:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا (اپنی حاجت

اور ضرورت کے بقدر کھاؤ اور پیو، اور جو چیز تمہاری حاجت و ضرورت سے زیادہ ہو اس کو راہِ خدا میں صدقہ کر دو، (نیز پہننے کی مباح چیزوں میں سے جو چاہو) پہنو، جب تک کہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کی ہر مباح چیز کو کھانا اور پہننے کی ہر مباح چیز کو پہننا جائز اور درست ہے لیکن کھانے اور پہننے میں وہ توسع مکروہ ہے جو اسراف اور ازراہ تکبر ہو، جس توسع میں اسراف اور تکبر نہ ہو بلکہ اشیاءِ مباحہ کا استعمال پیش نظر ہو جائز ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ هَذَا الْحَدِيثُ قَاعِدَةٌ عَظِيمَةٌ مِنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ الْعَامَةِ فِي الْأَخْلَاقِ وَالسُّلُوكِ، فَلَا كَلَّ وَالشَّرْبِ مِمَّا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ عِبَادِهِ مَبَاحٌ مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَكَذَا اللَّبَاسُ مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا خِيَلَاءٍ وَهَذَا عَامٌ يَخْصُصُهُ مَا وَرَدَ النَّهْيُ عَنْ بَعْضِ الْأَطْعَمَةِ وَالْأَشْرَبَةِ وَاللَّبَاسِ، أَيْ أَنَّ مُحَاضِرَ الْأَكْلِ وَالشَّرْبِ وَاللَّبَاسِ لَيْسَتْ مَنَحْصَرَةً فِي السَّرْفِ وَالْمُخِيلَةِ (۱)

### (۱۳۲۶) بَابُ مَنْ لَبَسَ شَهْرَةً مِنَ الثِّيَابِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شہرت اور اپنے آپ کو بڑا ماننے کی نیت سے کوئی لباس استعمال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت و خواری کا لباس پہنائے گا اور لوگوں کی نظروں میں اسے حقیر و ذلیل کر دے گا۔  
(۳۷۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَنُوحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّهُ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ مَهَاجِرٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبَسَ شَهْرَةً أَلْبَسَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ.

ترجمہ حدیث: لباسِ شہرت کا آخرت میں وبال:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ سرورِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (دنیا میں) شہرت کی خاطر (اعلیٰ دہشتی) لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا  
تشریح حدیث: اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے اعلیٰ لباس پہننا جائز نہیں

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی عزت اور اپنی بڑائی کے اظہار کی غرض سے اعلیٰ نفیس لباس استعمال کرے، مقصد یہ ہو کہ لوگ میرے بدن پر اعلیٰ دہشتی کپڑا دیکھ کر میری عزت اور احترام کرے مجھے جھک کر سلام کریں، میری خوب شہرت اور بڑائی ہو لوگوں میں خوب جہ چاہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت و حقارت کا کپڑا پہنائے گا یعنی

وہ اس کپڑے کے باعث قیامت کے دن ذلیل و بے عزت ہوگا، اس سے بظاہر یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا مندی کے لیے ایسا لباس پہنے جس سے تواضع و عاجزی و انکساری، اور بے نفسی و کسر مزاجی ظاہر ہوتی ہو دنیا دار لوگ اسے ذلیل و حقیر سمجھتے ہوں اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں عزت و عظمت کا لباس پہنائے گا۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ لباس شہرت سے مراد حرام کپڑے ہیں جن کا پہننا مباح نہیں، بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ اس سے وہ کپڑا مراد ہے جو فقراء و مساکین کو ذلیل و خوار کرنے کی غرض سے ازراہ تکبر و غرور استعمال کئے جائیں، بعض کا قول یہ ہے کہ اس سے وہ لباس مراد ہے جو ازراہ تمسخر اور مزاق یعنی لوگوں کو ہنسانے کے لیے یوز کئے جائیں یا وہ لباس مراد ہے جو اپنے زہد و پارسائی کے اظہار کے لیے پہنے جائیں، شراح کرام کی ایک جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ حدیث شریف میں درحقیقت اعمال کو لباس اور ثوب سے تعبیر کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص ازراہ ریاء و نمود اچھے اعمال کرے تاکہ دنیا والوں کی نظر میں خوب زیادہ شہرت ہو تو قیامت کے دن اس کا حشر وہ ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے۔

الغرض حدیث شریف اس بات پر دلالت ہے کہ لباس شہرت استعمال کرنا حرام ہے، اور لباس شہرت عمدہ لباس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص عام رواج و چلن کے خلاف دوسرے ڈیزائن کا لباس استعمال کرے تاکہ لوگ دیکھیں اور متعجب ہوں تو بقول ابن سعدان کا یہ لباس شہرت میں داخل ہے۔

(۳۷۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ

الْمُهَاجِرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ لَبَسَ ثُوبَ شَهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثُوبَ

مَذَلٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا

ترجمہ حدیث: ذلت کا لباس:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ ذلت و خواری کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ دہکادی جائے گی۔

تشریح حدیث:

قال ملا علی قاری فی مرقاة: ای ثوب تکبر و تفاخر و تعجب او ماتیخذه اعتزها لیشهر نفسه بالزهد، او ما یسعر به المستید من علامة السیادة کالثوب الاخضر، او ما یلبسه المتفیضه من لبس الفقهاء، والحال انهم منجملة السفهاء قال: و فی الجامع الصغیر لبس البر فی حسن اللباس والذی ولكن البر السکینه والوقار (۱)

قال صاحب عون المعبود: قال ابن الاثیر: الشهرة ظهور الشئ والمراد ان ثوبه یشهر بین الناس

لمخفاله لونه لالوانهم ثيابهم فیرفع الناس الیه ابصارهم ویختال علیهم بالعجب والتکبر (۲)

(۳۷۲۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ الْبُحَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بْنُ مُخْرِبٍ النَّاجِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَهْمٍ عَنْ زُرِّ بْنِ حَبِيشٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبَسَ ثَوْبَ شَهْرَةٍ أَغْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى يَضَعَهُ مَتًى وَضَعَهُ.

ترجمہ حدیث: لباس شہرت زیب تن کرنے والوں سے اللہ کی ناراضگی:

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شہرت پسندی کی خاطر لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرماتے ہیں، یہاں تک کہ جب چاہیں اسے رسوا کرتے ہیں (اس کے مقام سے گراتے ہیں) تشریح حدیث:

قدم شرح الحديث قبل ذلك

### (۱۳۲۷) بَابُ لَبَسِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ام المومنین حضرت میمونہؓ حضرت سلمان فارسیؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ماکول اللحم مردہ جانوروں کا چمڑا باغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اس کا استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔ (۳۷۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا مُنْفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَغْلَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيَّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهَّرَ.

ترجمہ حدیث: دباغت کے بعد چمڑے کی طہارت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا جو بھی چمڑا دباغت دیدی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے

تشریح حدیث: مردار جانور کے چمڑے کی طہارت اور عدم طہارت میں اختلاف:

بعد دباغت مردار جانور کا چمڑا پاک ہوتا ہے یا نہیں اس بارے میں حضرات فقہاء امت کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں ان حضرات سے دو قول منقول ہیں۔

قول نمبر (۱):

جمہور اہل علم فقہاء و محدثین کے نزدیک مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے انتفاع درست ہو جاتا ہے، ابن مسعودؓ سعید بن مسیبؓ عطاء بن ابی رباح، حسن بن ابی الحسن، شعبیؓ، سالم بن عبداللہ ابراہیم نخعی،

قنادہ، ضحاک، سعید بن جبیر، یحییٰ بن سعید انصاری، مالک بن انصاری، مالک بن انس، لیث، اوزاعی، ثوری، عبدالمبارک، امام ابوحنیفہ امام شافعی اور جملہ احناف و شوافع کا یہی قول ہے کہ مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے انتفاع جائز ہے، اور دلیل یہی حدیث باب ہے۔

### قول نمبر (۲):

حضرت امام احمد ابن حنبل کا مشہور مذہب، اور بعض اہل حدیث کا قول یہ ہے کہ مردار کا چمڑا نہ دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے نہ دباغت سے پہلے پاک رہتا ہے، لہذا اس سے انتفاع کسی بھی حال میں جائز نہیں۔ مردار کا چمڑا نجس اور نا پاک ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عکیم کی روایت ہے۔

### انسان اور خنزیر کے چمڑے کا حکم:

انسان اور سور کے چمڑے کے علاوہ تمام جانوروں کا چمڑا دباغت کے بعد عند الاحناف پاک اور قابل انتفاع ہو جاتا ہے۔ خنزیر کا چمڑا تو نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا لہذا سور اور انسان کے چمڑے سے کسی بھی حال میں انتفاع کی گنجائش نہیں، فقہاء احناف میں سے حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ہاتھی کا چمڑا خنزیر کی طرح باوجود دباغت کے پاک نہ ہوگا۔۔۔ حضرت امام شافعی اس میں کتا کو بھی شامل کرتے ہیں ان کے نزدیک کتا بھی خنزیر کی طرح نجس العین ہے لہذا کتے کا چمڑا بھی باوجود دباغت کے پاک نہ ہوگا۔<sup>(۱)</sup>

(۳۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ شَاةَ لِمَوْلَاةٍ مَيْمُونَةَ مَرَّ بِهَا يَغْنَى النَّبِيُّ ﷺ فَقَدْ أُغْطِيَتْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ مَيْتَةً فَقَالَ هَلَّا أَخَذُوا إِيَّاهَا قَدْ بَغَوْهَا فَانْتَفَعُوا بِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلَهَا.

### ترجمہ حدیث: دباغت کے بعد مردار جانور کے چمڑے کی طہارت:

حضرت ام المومنین میمونہؓ کی باندی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی جو مر گئی، (تو اسے پھیک دی گئی) رسول اکرم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا، کیوں نہیں اس کے چمڑے کو دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھایا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا اس کا کھانا ہی تو حرام ہے (اس کے چمڑے کو دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھانا تو حرام نہیں)

### تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اس پر نماز پڑھنا

(۱) تفصیل دیکھئے اہماء الدیاج: ۵/۳۶-۳۸ ج۲ الامی: ۵/۶۰-۶۱ موس الفقه: ۳/۳۰۵-۳۰۷، درر ترمذی: ۵/۲۳۶-۲۳۸

درست ہے، دباغت سے کھانے کے علاوہ تمام خارجی کام میں استعمال کر سکتے ہیں، البتہ درندوں کی کھالوں کا استعمال پہننے اور اوڑھنے میں مکروہ ہے کیوں کہ اس سے مزاج میں درندگی پیدا ہوتی ہے ہاں خارجی استعمال کر سکتے ہیں جیسے دیوار پر زینت کے لیے یا بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے لٹکانا جائز ہے۔

یہ حدیث جمہور علماء امت کی دلیل ہے مردار کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے انتفاع درست ہے اور امام احمد نے جو عبد اللہ بن عکیمؒ کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مطلقاً مردار کے چمڑے سے انتفاع کو منع فرمایا ہے خواہ دباغت سے پہلے ہو یا دباغت کے بعد یہ روایت مضطرب ہے عبد اللہ نے حضور ﷺ کی تحریر خود نہ دیکھی، بلکہ قبیلہ جہینہ کے کچھ لوگوں سے نقل کرتے ہیں اور وہ لوگ کون ہیں اللہ ہی جانے اس لیے حضرت امام احمد نے آخر میں اپنی رائے بدل لی اور جمہور ائمہ کرام کی طرف رجوع کر لیا چنانچہ اب ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ ہے کہ مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا شرعاً درست ہے۔

(۳۷۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ كَانَ لِيغْضِي أَقْهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ شَاةٌ فَمَاتَتْ فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَ مَا ضَرَّ أَهْلَ هَذِهِ لَوْ انْتَفَعُوا بِهَا بَهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت سلمان فارسیؒ سے روایت ہے کہ اہمات المؤمنین میں سے کسی ایک کی ایک بکری تھی جو مر گئی، (تو اسے پھینک دی) رسول اقدس ﷺ اس کے پاس سے گزرے، اور فرمایا اگر اس کی کھال سے (دباغت دینے کے بعد نفع اٹھالیتے تو اس کے مالک کو کوئی نقصان نہ ہوتا) (یعنی کوئی گناہ نہ ہوتا)

تشریح حدیث:

قولہ: لَوْ انْتَفَعُوا بِهَا بَهَا: اہاب کسے کہتے ہیں؟ جس چمڑے کو دباغت نہ دی گئی ہو اسکو اہاب کہتے ہیں الموسوعة الفقهية میں ہے: الہاب: الجلد من البقر والغنم والوحش او هو ما لم يدبغ (۱) گائے، بکری، اور وحشی جانور کے چمڑے یا جس کی دباغت نہ دی گئی ہو اس کو اہاب کہتے ہیں، قال اهل اللغة: الہاب هو الجلد مطلقاً۔ وقيل هو الجلد قبل الدباغ، واما بعد فلا يسمى اہاباً (۲) اہل لغت کے نزدیک مطلقاً چمڑے کو اہاب کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ دباغت سے پہلے اہاب ہے اور دباغت کے بعد اس کا نام اہاب نہیں، بلکہ مدبوغ ہے۔ یہ حدیث بھی جمہور اہل علم کی دلیل ہے کہ تمام مردار جو نور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر اور انسان کے اور عند الشافعی کتے کا چمڑا بھی

دباغت سے پاک نہ ہوگا کیوں کہ امام شافعی کے نزدیک کتا خنزیر کی طرح نجس العین ہے تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔  
(۳۷۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَمْعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ.

ترجمہ حدیث: بعد دباغت کے جلود میتہ سے استفادہ کا حکم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مردار کے چمڑوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے  
تشریح حدیث:

حدیث شریف میں یہاں امر سے مراد وجوب نہیں ہے یعنی آپ کا امر علی سبیل الایجاب نہ تھا بلکہ علی سبیل الجواز والاباحہ تھا۔ یعنی جائز اور مباح ہے کہ جلود میتہ سے دباغت کے بعد استماع کیا جائے۔

(۱۳۲۸) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ بِأَهَابٍ وَلَا عَصَبٍ

اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عکیمؒ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردار جانور کی کھال اور اس کے پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ لیکن اس باب کی حدیث دباغت سے پہلے پر محمول ہے۔  
(۳۷۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِأَهَابٍ وَلَا عَصَبٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عکیمؒ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ موصول ہوا (جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ) مردار کی کھال اور پٹھے سے نفع مت اٹھاؤ۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کی دلیل ہے کہ کوئی بھی چمڑا دباغت دینے سے پاک نہیں ہوگا مگر ماقبل میں بتایا جا چکا ہے کہ اس روایت میں اضطراب ہے عبداللہ نے رسول اکرم ﷺ کی یہ تحریر خود نہیں دیکھی، بلکہ قبیلہ جہینہ کے کچھ

لوگوں سے نقل کرتے ہیں اور وہ کچھ لوگ کون ہیں اللہ ہی جانے بایں وجہ امام احمد ابن حنبل نے اپنے قول سے رجوع کر لیا، اب امام احمد کی وہی رائے ہے جو جمہور کی ہے، واللہ اعلم۔

### (۱۳۲۹) بَابُ صِفَةِ النَّعَالِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کے نعلین مبارک کی کیفیت کا بیان ہے۔

(۳۷۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثْنِيَّ شَرَاكُهُمَا. (فی الزوائد:

اسنادہ صحیح رجالہ ثقات)

ترجمہ حدیث: نعلین مبارک کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے جوتے مبارک میں دو تسمے تھے، اور دونوں دوہرے تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: قِبَالَانِ: ہکسر الکاف، زمان النعل جوتے کا فیتہ، تسمہ جو انگوٹھے میں لگا ہو، اور جو پیروں کے اوپر ہو، اس کو شراک النعل کہتے ہیں قبالان کا مطلب یہ ہے کہ لکل واحد منهما قبالان۔

قوله: مَثْنِيَّ: بضم الميم وفتح الشاء، وتشديد النون، یہ تثنیہ کا اسم مفعول کا صیغہ ہے کسی چیز کا دوبار یعنی دوہرا ہونا، ایک ہی چیز کا دوبار ہونا البتہ اگر اسکو مثنیٰ سے مشتق مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایک چیز پر دوسری چیز لگا دینا اس صورت میں دونوں کا ایک جنس سے ہونا ضروری نہیں علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مثنیٰ سے ماخوذ ماننے کا محل ہی نہیں ہے۔

قوله: شَرَاكُهُمَا: شراک: ہکسر الشین جوتے کا وہ فیتہ جو پیروں کے اوپر ہو، انگلیوں میں۔

(۳۷۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے دونوں جوتوں میں دو تسمے تھے۔

تشریح حدیث:

حضور اقدس ﷺ کے نعل مبارک کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے اپنی



کتاب زاد السعید میں تفصیلات سے ذکر کی ہیں، اور اس کا نقشہ مبارک بھی دیا ہے، علامہ جریر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے جوتے مبارک میں دو تسمے انگلیوں میں تھے، ایک انگوٹھا میں اور دوسرا اس سے ملا ہوا درمیان کی انگلی میں اور ان تسموں کا رابطہ پاؤں کے اوپر واقع جوتے کے ایک نیتے سے تھا۔

### (۱۳۳۰) بَابُ ثَبْسِ النِّعَالِ وَخَلْعِهَا

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث، حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب جوتا یا چپل پہنا جائے تو دائیں پاؤں میں پہنا جائے پھر بائیں پاؤں میں، اور اتارتے وقت پہلے بائیں کا جوتا یا چپل اتارا جائے پھر دائیں پاؤں کا۔

(۳۷۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّعَلَّ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمْنَى وَإِذَا اخْلَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَسْرَى.

ترجمہ حدیث: سب سے پہلے دائیں پاؤں میں جوتے پہنیں جائیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چپل (یا جوتا) پہنے تو دایا پاؤں سے پہننا شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں پاؤں سے اتارنا شروع کرے۔  
تشریح حدیث:

جوتا چپل پاؤں کے لیے زینت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ تمام اچھے کام دائیں طرف سے شروع کرنے چاہئے، پس جوتے چپل بھی پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیں جائے اس کا فائدہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں میں جوتا دیر تک رہے گا، نبی کریم ﷺ تمام اچھے کام میں تیامن یعنی دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے جیسا کہ اس کی صراحت احادیث شریفہ میں موجود ہے،

### (۱۳۳۱) بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مروجہ طریقہ کے خلاف خواہ مخواہ ایک جوتا یا چپل یا ایک موزہ پہن کر چلنا مناسب نہیں کیوں کہ ایک جوتا یا موزہ پہننے کی صورت میں برا لگتا ہے اور لوگ استہزاء اور تمسخر کی نظر سے دیکھتے ہیں تاہم عند الضرورت ایک جوتا پہن کر چلنا بھی جائز ہے۔

(۳۷۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدٍ وَلَا خُفٍّ وَاحِدٍ

لِيَخْلِفَهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَمُشَّ فِيهِمَا جَمِيعًا.

ترجمہ حدیث: ایک جوتا یا چپل پہن کر چلنے کی ممانعت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ایک جوتا (یا چپل) پہن کر نہ چلے، اور نہ صرف ایک موزہ پہن کر چلے، یا دونوں اتار کر چلے یا پھر دونوں پہن کر چلے۔

تشریح حدیث: ایک سوال اور اس کا جواب:

اس حدیث پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنا ممنوع ہے جبکہ ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے رُبَمَا مَشَى النَّبِيُّ ﷺ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ۔ کہ آپ ﷺ کبھی کبھی ایک چپل پہن کر چلتے تھے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، کیوں کہ جن روایتوں سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ عمومی احوال پر محمول ہے اور جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نعل واحد میں چلنا درست ہے وہ خصوصی احوال پر محمول ہے جیسے چلتے ہوئے چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو ہاتھ میں لے لیں اور دوسرا پہنے چلے تو اس کی گنجائش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے البتہ خود حضرت عائشہ کا یہ عمل تھا کبھی کبھی ایک چپل میں چلتی تھیں یعنی یہ ام المومنین کا فعل ہے حضور ﷺ کا نہیں چنانچہ سفیان ثوریؒ وغیرہ اس کو موقوف بیان کرتے ہیں۔

### (۱۳۳۲) بَابُ الْإِسْتِعَالِ قَائِمًا

اس باب میں صرف دو حدیثیں، حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جوتا یا چپل کھڑے ہو کر پہننے میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر پہننا اولیٰ ہے، کھڑے ہو کر پہننا مناسب نہیں۔

(۳۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا.

ترجمہ حدیث: جوتا چپل کھڑے ہو کر پہننے کی ممانعت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح حدیث:

حضرات محدثین کرام کے نزدیک باب کی دو حدیثیں صحیح نہیں ہیں پس کھڑے ہو کر جوتا چپل پہننے میں کوئی کراہت

نہیں، البتہ اگر کسی صحیح سے یہ حدیث ثابت ہو جائے تو اس میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نہی تشریحی نہیں بلکہ نہی ارشادی ہے اور یہ نہی ان جوتوں کے بارے میں ہے جن کو کھڑے ہو کر پہننے سے گر جانے کا اندیشہ ہو، یا پاؤں میں صحیح طریقہ سے نہ آنے کا اندیشہ ہو لیکن جو جوتے یا چپل کھڑے ہو کر آرام سے پہنے جاسکتے ہوں ان کو کھڑے ہو کر پہننے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ حدیث اس سے متعلق نہیں۔

(۳۷۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَهِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك

### (۱۳۳۳) بَابُ الْخِفَافِ الشُّوْبِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت بریدہؓ کی سند سے ہے، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ سیاہ موزے استعمال کرنا جائز ہے۔

(۳۷۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْكِنْدِيِّ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَيْنِ سَاذَجَيْنِ أَسْوَدَيْنِ فَلَبَسَهُمَا۔

ترجمہ حدیث: سیاہ موزے استعمال کرنا:

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نجاشی نے رسول اکرم ﷺ کو دو سیاہ سادے موزے ہدیہ میں دئے آپ ﷺ نے ان دونوں کو پہنا۔

تشریح حدیث:

قوله: ساذجين: تشية ساذج بالذال المعجمة، وهو معرب ساذه اى ليس عليهما اعلام من الخيوط وغيرها للزينة۔

### (۱۳۳۴) بَابُ الْخِضَابِ بِالْحِنَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو زریرہؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عثمان بن موہبؓ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ہندی کا خضاب

لگانا مردوں کے لیے سر کے بالوں اور ڈاڑھی میں سنت ہے اور بلا ضرورت ہاتھوں اور پیروں میں لگانا حرام ہے، تفصیل حدیث شرح حدیث کے تحت آئے گی۔

(۳۷۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ وَسَلِيمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُخْبِرَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبِغُونَ فَخَالِفُوهُمْ.

ترجمہ حدیث: مہندی کا خضاب لگانے کا حکم:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، لہذا ان کی مخالفت کرو۔

تشریح حدیث:

سریا ڈاڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو خضاب لگانا چاہئے، متفق علیہ روایت ہے، مدینہ منورہ میں یہود و نصاریٰ ڈاڑھی سفید رکھتے تھے اور خضاب کا استعمال نہیں کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ مسلمان خالص دینی اعمال کے ساتھ ساتھ اپنی ظاہر وضع قطع میں بھی غیر مسلم اقوام سے ممتاز رہیں اس لیے آپ نے حضرات صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم ان کی وضع قطع کے خلاف طریقہ اختیار کرو، اور خضاب لگایا کرو۔

عورتوں کے لیے مہندی کا خضاب

عورتوں کے لیے ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے مردوں کے لیے صرف سر کے بال اور ڈاڑھی میں مہندی لگانا جائز ہے ہاتھ پاؤں میں لگانا جائز نہیں، حتیٰ کہ نابالغ بچوں کے ہاتھ یا انگلیوں میں بھی مہندی لگانا جائز نہیں، خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے، ولا ينبغي للصغير ان يخطب يده بالحناء لانه تفریق وانہ یباح للنساء دون الرجال، (۱)

خضاب کا رنگ:

سیاہ خضاب کے علاوہ ہر قسم کا خضاب اور ہر رنگ لگانا جائز ہے، تاہم روایات میں تین رنگوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے، ایک مہندی کا خضاب دوسرے کشم کا خضاب، حدیث میں ان دونوں کو بہترین خضاب قرار دیا، تیسرے زرد رنگ، حضرت عبداللہ بن عمر کا معمول زرد رنگ کا خضاب لگانے کا تھا، اور وہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ آپ کو بھی یہی رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا ان تین رنگوں کے علاوہ بعض صحابہ کرام سے زعفرانی رنگ کا خضاب لگانا بھی مروی ہے۔ خضاب

کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں جو حکم مردوں کا ہے وہی حکم عورتوں کا بھی ہے۔

**آپ ﷺ کے خضاب لگانے کے بارے میں روایات کا اختلاف:**

رسول اکرم ﷺ نے اپنے بالوں میں خضاب استعمال فرمایا، یا نہیں؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ کے بال سفید ہی نہ تھے کہ انہیں رنگنے اور خضاب لگانے کی ضرورت پیش آتی، بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نے خضاب کیا ہے یا آپ کے بال خضاب آلود اور رنگین تھے، اس طرح روایتیں صحاح کی کتابوں میں موجود ہیں۔  
**خضاب لگانا اولیٰ ہے یا ترک خضاب:**

روایات احادیث کے اختلاف کی بنیاد پر حضرات علماء کرام اور ائمہ عظام میں اختلاف ہے کہ خضاب کرنا اولیٰ ہے یا ترک خضاب؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی دو جماعتیں ہیں۔  
**پہلی جماعت:**

ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ خضاب کرنا افضل اور اولیٰ ہے ان حضرات کی دلیل حدیث باب کے علاوہ یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے فرمایا،، غیروا الشیب ولا تشبهوا بالیہود (۱) یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ خضاب کرنا اولیٰ اور افضل ہے اسی حدیث کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے خضاب کیا ہے جو اس کے افضل اور اولیٰ ہونے کی دلیل ہے۔  
**دوسری جماعت:**

حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ترک خضاب اولیٰ ہے ان حضرات کی دلیل عمرو بن شعیب کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس کے بال سفید ہو جائیں وہ اس کے لیے نور ہیں الا یہ کہ وہ انھیں اکھاڑ دے یا خضاب کرے، نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ بحالت اسلام جس کے بالوں میں سفیدی آئی وہ قیامت کے دن نور ہوگی۔

طبری نے ان دونوں طرح کی روایتوں میں اس طرح تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اگر کسی کے سفید بال خراب لگتے ہوں تو ان کے لیے خضاب کرنا اولیٰ ہے ورنہ ترک اولیٰ ہے لیکن عندا لجمہور راجح قول یہ ہے کہ خضاب کرنا افضل اور اولیٰ ہے کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور اہل کتاب کی مخالفت، نیز بالوں کو غبار آلود ہونے سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے۔

(۳۷۱/۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ الْأَجْلَحِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنْ أَحْسَنْ مَا غَيْرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْجَنَاءُ وَالْكُتْمُ.

**ترجمہ حدیث: مہندی اور کتم کا خضاب افضل ہے:**

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین چیز جس کے ذریعہ تم

بوڑھا پے کو بدلو، مہندی اور کتم (وسمہ) ہے

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کی بناء پر حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ بالوں اور ڈاڑھیوں میں خضاب کرنے کے لیے سب سے بہترین رنگ مہندی اور کتم ہے مہندی کو تو ہر شخص جانتا ہے البتہ کتم کیا چیز ہے اس سے بہت سے لوگ ناواقف ہیں، کتم ایک پودہ ہے جس کے بیج سے زمانہ قدیم میں روشنائی بنائی جاتی تھی، اور بالوں میں خضاب کیا جاتا تھا دونوں درختوں کے پتے ملا کر پیسے جائیں تو اس سے سرخی مائل خضاب نکلتا ہے جو بہترین معلوم ہوتا ہے اسی طرح وسمہ یعنی نیل کے پودے کے پتوں سے بھی خضاب کیا جاتا ہے ان کو بھی اگر مہندی کے پتوں کے ساتھ ملا کر پیسا جائے تو براؤن رنگ پیدا ہوتا ہے۔

(۳۷۴۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ شَعْرًا مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا بِالْجَنَاءِ وَالْكَتَمِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عثمان بن موهب فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے رسول اکرم ﷺ کا موئے مبارک نکال کر دکھایا جو مہندی اور کتم میں رنگا ہوا تھا۔

تشریح حدیث: آپ ﷺ کا خضاب لگانا

رسول اقدس ﷺ نے خضاب کیا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اکثر حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا کیوں کہ آپ کی ڈاڑھی اور سر مبارک میں کل سترہ بال سفید ہوئے تھے اس لیے آپ کو خضاب کرنے کی ضرورت نہ تھی، البتہ حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے خضاب کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے، اس لیے خضاب کرنا بہر حال افضل اور اولیٰ ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے۔

### (۱۳۳۴) بَابُ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ

اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت صہیبؓ سے منقول ہیں، اس باب میں سیاہ خضاب لگانے کے سلسلہ میں مسئلہ بیان کیا جائے گا سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن لوگوں کے لیے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کن کے لیے؟ اس میں قدرے تفصیل ہے جو انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آنے والی ہے انشاء اللہ!

(۳۷۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

جاء بابي لحافة يوم الفتح إلى النبي صلى الله عليه وسلم وكان رأسه ثغامة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذهبوا به إلى بغض نسائه فلتغيزه وجنبوا السواد.

ترجمہ حدیث: سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن (حضرت ابو بکر صدیقؓ کے والد) ابو قحافہ کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا، جبکہ اس کا ثغامہ پودے کی طرح بالکل سفید لگ رہا تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ان کی کسی اہلیہ کے پاس لے دو، تاکہ وہ ان کے بالوں کا رنگ بدل دے اور انہیں سیاہ خضاب سے بچانا۔

زیچ حدیث: سیاہ خضاب شریعت کی نظر میں:

سیاہ خضاب لگانا جس سے بال بالکل کالے ہو جائیں جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات فقہاء کے درمیان بڑے تفصیل ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگائے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے تو یہ بالاجماع حرام ہے۔

(۲) اور اگر سیاہ خضاب دشمنوں پر رعب ڈالنے اور اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لیے لگاتا ہے تاکہ دشمن اسلام کو عیب ہوں تو مجاہدین اسلام کے لیے لگانا بالاتفاق جائز ہے، بلکہ اس صورت میں لگانا مطلوب ہے اختلاف الفقہاء فی حکم الخضاب بالسواد: فالحنابلة والمالكية والحنفية ماعدى بابي يوسف، يقولون بکراهة الاختضاب فی غیر الحرب اما فی الحرب فهو جائز اجماعاً بل هو مرغّب فیہ (۱)

حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال:

(۳) سیاہ خضاب حصول زینت اور زیبائش اور آرائش کے لیے کوئی شخص استعمال کرے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے،

(۱) بعض فقہاء حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے کو علی الاطلاق جائز کہتے ہیں انکی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ان احسن ما اختضبتن به لهذا السواد ارغب لئسالك فيكم واهيب لكم في صدور اعدائکم (۲)

(۲) بعض فقہاء حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے کو ناجائز کہتے ہیں ان حضرات کی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے خضاب لگانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ ارشاد فرمایا کہ واجتنبوا السواد سیاہ خضاب

لگانے سے اجتناب کرو، یہ حضرات اسی ممانعت کی روایت کو ترین پر محمول کرتے ہیں کہ حصول زینت اور خوبصورت بننے کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال درست نہیں، اور سیاہ خضاب کے استعمال پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ اسی پر محمول ہے۔  
(۳) حضرت امام ابو یوسف اور بعض دیگر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حصول زینت کے لیے بھی سیاہ خضاب لگانا جائز ہے۔ پھر زینت کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب کی زینت کرے۔

(۲) شوہر اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال کرے۔ بعض فقہاء کرام دونوں صورتوں کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عند البعض تفریق ہے عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگا سکتی ہے لیکن مرد اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے نہیں لگا سکتا ہے۔

### قول فیصل:

اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر زینت کا مقصد زوجین میں سے ہر ایک کو خوش کرنا ہے تو یہ حرام نہیں ہے البتہ کراہت تنزیہی سے خالی بھی نہیں، اجتناب اولیٰ ہے جہاں تک واجتنبوا السواد کے حکم کا تعلق ہے اس میں تفصیل ہے آرائش اور خداع کی غرض سے ہو تو یہ حکم وجوبی ہے اور سیاہ خضاب لگانا حرام ہے اور اگر زینۃ الرجل للمرأة یا زینۃ المرأة للرجل کی غرض سے ہو تو یہ حکم استحبابی ہے تو اس صورت میں اجتناب کرنا اولیٰ ہے تاہم اگر کوئی شخص بغرض زینت استعمال کرے تو اس کو حرام بھی نہیں کہیں گے۔

(۳۷۳۳) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الصَّنِيعِيُّ مَحْمَدُ بْنُ فَرَّاسٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ بْنِ زَكْرِيَّا التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا دَقَّاقُ بْنُ دَعْفَلٍ السَّدُوسِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ صُهَيْبِ الْخَنَزِرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ لِهَذَا السَّوَادُ أَزْعَبُ لِنِسَائِكُمْ فَيَكُنَّ وَأَهْنَبُ لَكُمْ فِي ضُجُورٍ وَعَدْوٍ كُمْ.

ترجمہ حدیث: مجاہدین اسلام کے لیے سیاہ خضاب لگانے کی اجازت:

حضرت صہیبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کے ذریعہ تم خضاب کرتے ہو ان میں سب سے بہترین خضاب سیاہ ہے تمہاری عورتوں کے لیے تم میں زیادہ رغبت کا باعث اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارے زیادہ رعب و دبدبہ کا باعث ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگانے کی اجازت بطور زینت صرف مردوں کے لیے ہے کہ وہ اپنی



بیوی کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگائے نیز ان مجاہدین اسلام کے لیے بھی سیاہ خضاب لگانے کی اجازت ہے جن کا مقصد دشمنوں کے دلوں میں اپنی طاقت اور شوکت و شان کا رعب ڈالنا مقصود ہو، سیاہ خضاب لگانے سے دشمنان اسلام، لشکر اسلام اور مجاہدین کرام کو جوان اور طاقتور سمجھیں گے اور ان کے دلوں میں رعب و دبدبہ بیٹھ جائے گا، جس کی وجہ سے وہ میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کریں گے اور مسلمانوں کا لشکر اس طرح سے فتح یاب ہوگا۔

### (۱۳۳۶) بَابُ الْخِضَابِ بِالصُّفْرِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں، جو عبید بن جریجؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ زرد رنگ کا خضاب لگانا بھی جائز ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً ابن عمر وغیرہ سے زرد رنگ کا خضاب لگانا ثابت ہے (۳۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ جُرَيْجٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُكَ تُصْفِرُ لِحْيَتَكَ بِالْوَرْدِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَّا تُصْفِرُ لِحْيَتِي فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْفِرُ لِحْيَتَهُ.

### ترجمہ حدیث: زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے کا ثبوت:

حضرت عبید بن جریجؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ورس کے ذریعہ اپنی داڑھی کو زرد کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں اپنی داڑھی اس لیے زرد کرتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زرد کیا کرتے تھے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زرد رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے سیاہ رنگ کے علاوہ تمام رنگوں کا خضاب درست ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

### ایک اعتراض اور اس کا جواب:

یہاں اس حدیث شریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ ورس اور زعفران کے ذریعہ اپنی داڑھی خضاب کرتے تھے اور دوسری روایت میں کان یصبغ بہما ثیابہ حتی عما عندہ۔ آپ ورس اور زعفران سے اپنے کپڑے کو رنگتے تھے یہاں تک کہ عمامہ مبارک کو بھی رنگ لیا کرتے تھے یہاں پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا بالوں کا خضاب کرنا بقول صاحب سفر السعاده کے ثابت نہیں، اور یہ روایت اس بات

پردال ہے کہ آپ نے خضاب کیا ہے؟ دونوں میں بظاہر تعارض ہے؟ فکیف التوفیق؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے زعفران سے اپنے کپڑے کو رنگا کرتے تھے حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں کے لیے زعفرانی رنگ رنگنے سے منع فرمایا ہے؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر محققین کا خیال یہی ہے کہ آپ ﷺ نے بقاعدہ طور پر استعمال نہیں فرمایا، ہاں آپ کبھی رنگین عطر استعمال کرتے تھے جس سے بعض دفعہ لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی، نسائی شریف کی ایک روایت میں قریب قریب اس کی صراحت موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زرد خوشبودار مٹی میں استعمال کرتے تھے اس پر حیرت کا اظہار کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے خود رسول اکرم ﷺ کو ریش مبارک میں یہ رنگ استعمال کرتے دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں بطور خوشبو اس رنگ کا عطر استعمال فرماتے تھے جس سے سفید بالوں پر زردی آ جاتی تھی اور بعض لوگ اس کو خضاب سمجھنے لگتے تھے بخاری شریف کی وہ روایتیں جن میں وفات کے بعد بعض ازواج مطہرات کے پاس موجود موعے مبارک سرخ یا خضاب میں رنگے ہوئے ہونے کا ذکر ہے اس کا منشاء بھی یہی ہے ورنہ غالباً آپ نے باضابطہ خضاب کا استعمال نہیں فرمایا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جن روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ زعفرانی کلمر میں اپنے کپڑے کو رنگتے تھے وہ نہی سے پہلے پر محمول ہے جب آپ کو منع کر دیا گیا تو پھر کبھی بھی زعفرانی رنگ میں کپڑے کو نہیں رنگا لیکن چوں کہ نہی کی روایت حضرت ابن عمرؓ تک نہیں پہنچ سکی اس لیے وہ فعل اول ہی پر مداومت کرتے رہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہے لیکن ابن عمرؓ نے تعمیم سمجھا اور عموم کے ساتھ روایت کر دی، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(۳۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حَمِيدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ ابْنِ

طَاوُسٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَاءِ

فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هَذَا أَثَمَ مَرَّ بِآخَرَ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَاءِ وَالْكُثْمِ فَقَالَ هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا أَثَمَ مَرَّ بِآخَرَ قَدْ

خَضَبَ بِالصُّفْرِ فَقَالَ هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا كَلِمَةً قَالَ وَكَانَ طَاوُسٌ يَصْفِرُ .

ترجمہ حدیث:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جس نے مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہی اچھا ہے یہ، پھر آپ ایک دوسرے شخص کے پاس سے گزرے جو مہندی اور کتم کا خضاب کئے ہوئے تھا آپ نے فرمایا یہ تو پہلے سے بھی اچھا ہے پھر آپ ایک تیسرے شخص کے پاس سے گزرے جس نے زرد رنگ کا خضاب لگا رکھا تھا آپ نے فرمایا یہ تو ان سب سے اچھا ہے، راوی حدیث حمید بن وہب کہتے ہیں کہ میرے استاد طاؤس زرد خضاب استعمال کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے آپ کو زرد رنگ کا خضاب بہت زیادہ پسند تھا۔ واللہ اعلم

### (۱۳۳۷) بَابُ مَنْ تَرَكَ الْخِضَابَ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو جحیفہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اتنے بال سفید ہی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کو خضاب لگانے کی ضرورت پیش آتی اس لیے آپ نے خضاب کا استعمال تو نہیں فرمایا لیکن استعمال کرنے کی تاکید مت کو ضرور فرمائی، اس لیے بہر حال خضاب لگانا سنت تو ضرور ہے۔

(۳۷۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ مِنْهُ بَيْضَاءُ يَغْنِي عَنْفَقَتَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سرور دو عالم ﷺ کا ریش بچہ سفید دیکھا۔

تشریح حدیث:

قوله: عَنْفَقَتَهُ: بعثرة کے وزن پر ہے شعرات بین الشقة السفلى والذقن اس کو فارسی میں ریش بچہ کہتے ہیں، حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

(۳۷۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَمِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَخَصَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ مِنَ الشَّيْبِ إِلَّا نَحْوَ سَبْعَةِ عَشَرَ أَوْ عَشْرِينَ شَعْرَةً فِي مَقْدَمِ لَحْيَتِهِ.

ترجمہ حدیث: آپ کے کل سترہ یا بیس بال سفید تھے

حضرت انس بن مالکؓ سے یہ معلوم کیا گیا کہ رسول اکرم ﷺ نے خضاب لگایا ہے؟ فرمایا آپ ﷺ نے بوڑھا ہی دیکھا ہی نہیں البتہ داڑھی کے سامنے کے حصہ میں سترہ یا بیس بال سفید تھے۔

تشریح حدیث:

اس روایت میں سترہ یا بیس بال سفید ہونے کا ذکر ہے جبکہ حضرت انسؓ ہی کی ایک روایت شامل ترمذی میں آئی ہے کہ ما عددت رأس رسول الله ﷺ ولحيته الا اربع عشرة شعرة بيضاء، یعنی سر اور داڑھی دونوں ملا کر کل چودہ بال

سفید تھے۔ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اگر حضرت انسؓ نے شار بھی کئے ہوں تو یہ ایک وقت کی بات تھی دوسرے سترہ یا اٹھارہ یا بیس بھی ہو سکتے ہیں یا صرف اندازہ کر کے آپؐ نے فرمایا کہ صرف بیس بال سفید تھے اس سے زیادہ کی کوئی روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

(۳۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ شَيْبٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ عَشْرِينَ شَعْرَةً.

ترجمہ حدیث: موئے مبارک کی سفیدی کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تقریباً بیس بال سفید تھے۔  
تشریح حدیث: معناه واضح جدا

### (۱۳۳۸) بَابُ اتِّخَاذِ الْجُمَّةِ وَالذَّوَانِبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام ہانیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ بالوں کو کئی حصوں میں چوٹیوں کی طرح باندھنا جائز ہے۔

(۳۷۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِيٍّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غُذَائِرٍ تَغْنِي صَفَائِرَ

ترجمہ حدیث:

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک دفعہ ہجرت کے بعد) رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک کے بال چار حصوں میں (چوٹیوں کی طرح) تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پورے سر کے بالوں کو چار حصوں میں بٹ لیا تھا یہاں حدیث شریف میں گیسوئے مبارک کے بٹ لینے سے وہ مخصوص وضع اور ہیئت مراد نہیں ہے جس کو ہماری زبان میں زلف کہتے ہیں۔

(۳۷۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَسَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَّقَ بَعْدَ.

ترجمہ حدیث: مشرکین کے مقابلہ میں اہل کتاب کی موافقت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے بالوں کا سدل کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے رسول اکرم ﷺ کو (اختیاری امور میں مشرکین کی بنسبت) اہل کتاب کی موافقت پسند تھی (کیونکہ وہ بہر حال مشرکین سے بہتر ہیں) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ نے بھی بالوں کو سدل کر دیا پھر بعد میں مانگ بھی نکالنے لگے۔

تشریح حدیث: سدل اور فرق کی تعریف

**سدل:** اس کے اصل معنی ہیں ارغاء الثوب کے، یعنی کپڑا لٹکانا، لیکن یہاں حدیث شریف میں سدل کے معنی ہیں سر کے بالوں کو چاروں طرف یوں ہی چھوڑے اور لٹکائے رکھنا، اور مانگ نکالنے کے لیے دونوں طرف کے بالوں کو اکٹھا نہ کرنا۔  
**فوق:** اس کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا، سر کے آدھے بالوں کو ایک طرف، اور آدھے بالوں کو دوسری طرف اکٹھا کرنا، نیز قاموس میں ہے کہ فرق بالوں کے درمیان پیدا کی جانے والی راہ کو کہتے ہیں یعنی مانگ۔  
حدیث شریف کا مطلب:

رسول اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابتداء میں اہل کتاب کی موافقت میں پیشانی کے بالوں کا سدل کرتے تھے یعنی یوں ہی بے ترتیب چھوڑے رکھتے تھے، کیوں کہ اہل کتاب کا طریقہ سدل ہی کا تھا اور آپ مشرکین کے مقابلے میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے کیوں کہ اہل کتاب بہر حال مشرکین کے مقابلے میں اچھے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا آخری عمل فرق یعنی بالوں میں مانگ نکالنے کا ہو گیا، اسی لیے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سدل یعنی بالوں کے چھوڑنے کا طریقہ اب منسوخ ہو چکا ہے اور فرق یعنی مانگ نکالنا آپ کا آخری عمل ہے اب یہی سنت ہے و فیہ ایضاً من الفقہ ان الفرق فی الشعر سنۃ، و اندہ اولی من السدل لانہ آخر ما کان علیہ رسول اللہ ﷺ<sup>(۱)</sup>

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ مانگ نکالنا صرف مستحب ہے واجب نہیں حضرت امام مالک اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے، اور سدل منسوخ ہو چکا ہے امام نوویؒ کی رائے گرامی یہ ہے کہ سدل اور فرق دونوں ہی جائز ہیں، قال: فالصحيح ان الفرق مستحب لا واجب، وهو قول مالك والجمهور، قلت ونجزم الحازم بان السدل نسخ بالفرق۔ وقال النووي: الصحيح جواز السدل والفرق<sup>(۲)</sup>

قوله: **يحب موافقة اهل الكتاب**: مشرکین کی بہ نسبت اہل کتاب کی موافقت کو آپ پسند کرتے تھے اور اس کی دوجہ تھی۔ ایک تو یہ کہ اہل اوثان اہل کتاب کے مقابلہ میں ابعداً عن الایمان تھے، کیوں کہ اہل کتاب فی الجملہ دینِ سماوی کے قائل تھے اور توحید پر ایمان رکھتے تھے، اس کے برخلاف مشرکین کسی سماوی دین کے قائل ہی نہ تھے بلکہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے والے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب کی موافقت سے ممکن ہے ان کے قلوب اسلام اور ایمان کی طرف مائل ہوں اور اسلام قبول کر لیں، لیکن جب اہل کتاب نے ایمان قبول نہیں کیا بلکہ اپنے کفر پر جمے رہے اور مشرکین اور ان کے ارد گرد کے لوگ ایمان سے وابستہ ہوئے اور ایمان کے شیریں جام سے قلب و روح کو تازگی بخشا تو آپ نے ان کی موافقت بھی چھوڑ دی اور آپ کو اہل کتاب کی موافقت سے روک بھی دیا گیا۔ واللہ اعلم

(۳۷۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرِقُ خَلْفَ يَافُوخَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَسْدِلُ نَاصِيَتَهُ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی چند یا کے پیچھے مانگ نکالتی تھی، اور سامنے کے بال (بغیر مانگ نکالے) چھوڑ دیتی۔

تشریح حدیث:

قوله: **یافوخ**: سر کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں، جہاں تالو ہوتا ہے یہ دماغ کے عین اوپر کی سطح پر ہوتی ہے اور بچپن میں اس جگہ پھڑکن رہتی ہے اس حدیث میں حضرت ام المومنین نے گویا رسول ﷺ کی مانگ کی صورت بیان کی ہے کہ اس کا ایک سر اتو تالو کے نزدیک ہوتا ہے اور دوسرا دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ بالکل بمقابلہ پیشانی کے نزدیک ہوتا ہے، روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مانگ کا رخ پیشانی کے اس کنارے پر رکھتی جو دونوں آنکھوں کے عین درمیان سمت میں ہے اس طرح کے پیشانی کے آدھے بال مانگ کی دائیں طرف ہوتے اور آدھے بال مانگ کی بائیں طرف، علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے حدیث شریف کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب:

(۳۷۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أَنَسَ بْنِ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ شُعَرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرَ أَرْجَلَيْنِ أَذْنِيهِ وَمَنْكِبَيْهِ

ترجمہ حدیث: آپ کے موئے مبارک کا ذکر

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سیدھے تھے (بہت گھٹنر یا لے نہ تھے) کانوں اور

دونوں مونڈھوں کے درمیان تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ شعرار جلا: ای بین الجمع ودو السبوط، یعنی آپ کے بال نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ معمولی خمدار تھے جو کبھی کاندھوں تک اور کبھی مونڈھوں تک آتے تھے۔

(۳۷۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرٌ ذُونَ الْجُمَةِ وَفَوْقَ الْوُفْرَةِ.

ترجمہ حدیث: آپ کے موئے مبارک کی نوعیت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک کانوں کے نیچے اور مونڈھوں کے اوپر تھے۔

تشریح حدیث: بالوں کی قسمیں:

سر کے بالوں کو عربی میں تین ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے (۱) جمرہ (۲) وفرہ (۳) لمہ: چنانچہ اگر کسی شخص کے سر پر اتنے بال ہوں جو کانوں تک پہنچ جائیں تو ان بالوں کو جمرہ کہتے ہیں اور اگر کان کی لوت تک ہوں تو ان کو وفرہ کہتے ہیں اور جو بال کان کی لو اور کاندھے کے بین بین ہوتے ہیں یعنی کان کی لو سے تو نیچے ہوں لیکن کاندھوں سے اوپر ہوں تو عربی میں ان کو لمہ کہتے ہیں، چنانچہ اس روایت میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے بال کانوں کے نیچے اور مونڈھوں کے اوپر تھے۔ ترمذی شریف میں بھی یہ روایت آئی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق احادیث مبارکہ میں مختلف روایات آئی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے بال کاندھوں تک تھے، دوسری روایت میں آیا ہے کہ کانوں تک تھے اور بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ آپ کے بال مبارک کان کے نصف حصہ تک تھے، بظاہر ان روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟

قاضی عیاض المالکیؒ ان روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بالوں کے متعلق جو مختلف روایات آئی ہیں وہ درحقیقت مختلف اوقات و زمان پر محمول ہیں، مختلف اوقات میں بالوں میں کمی و بیشی کی وجہ سے روایت کرنے والوں نے اپنے دیکھنے کے مطابق بیان کیا ہے جب بال چھوٹے ہوتے تو کانوں تک، اور جب بڑے ہوتے تھے تو مونڈھوں تک بھی پہنچ جاتے تھے، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

### (۱۳۳۹) بَابُ كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الشَّعْرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف ایک روایت حضرت وائل بن حجر کی سند سے روایت کی ہے، اس باب کا حاصل یہ کہ فیٹشن کے طور پر زیارہ لمبے بال رکھنا مکروہ ہے۔

(۳۷۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّ شَعْرٍ طَوِيلٍ فَقَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ فَأَخَذَتْهُ فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَغِيكَ وَهَذَا أَحْسَنُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے بال لمبے ہیں تو فرمایا برا ہے برا ہے، میں چلا گیا اور اپنے بال کاٹے، پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمایا میری مراد تم نہیں تھے، اور یہ اچھا ہے (کہ تم نے بال چھوٹے کر لیے)

تشریح حدیث:

قولہ: ذباب، ذباب: بالذال المعجمة، هو الشعر الدائم۔ ہو کناۃ عن الشؤم والقبح بمعنی قبیح، اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے چھوٹے بال کو پسند فرمایا ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خرم اسدی اچھا آدی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور اس کی لنگی سٹخوں کے نیچے لگی ہوئی نہ ہو، جب حضرت خرمؒ کو رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بالوں کو ایک استرا لیکر کانوں کی لو تک کاٹ ڈالا، اور اپنے تہبند کو نصف ساق تک کر دیا اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ لمبے بال پسند نہ تھے۔

### (۱۳۴۰) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ

اس باب کے تحت دو حدیثیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں جن کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ سر کے بالوں کو ادھر ادھر سے کچھ حصہ کاٹنا اور کچھ حصہ کو چھوڑ دینا۔ ممنوع ہے آج کل نوجوانوں کے سروں پر جو انواع و اقسام اور ڈیزائن کے بال نظر آتے ہیں کوئی پیپی کٹ تو کوئی سیرھی کٹ تو کوئی اڈٹوں کے کوہان کے مانند لمبے بال رکھے جاتے ہیں یہ سب ممنوع اور ناجائز ہیں۔

(۳۷۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالََا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ قَالَ وَمَا



الْقَرْعُ قَالَ أَنْ يَخْلُقَ مِنْ رَأْسِ الصَّبِيِّ مَكَانَ وَيَنْزِرَ مَكَانَ.

ترجمہ حدیث: فیشن نما بالوں کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا، راوی حدیث نافع نے پوچھا کہ قزع کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچہ کے سر کا بال ایک جگہ سے مونڈ دیا جائے اور دوسری جگہ سے چھوڑ دیا جائے۔

تشریح حدیث:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قضاء کے معنی مطلق کسی کے بھی سر کے بالوں کے کچھ حصہ کو مونڈنا اور کچھ حصہ کو چھوڑ دینا ہے۔ خواہ بڑوں کے سر کے بالوں کو اس طرح مونڈا جائے یا چھوٹوں کے بالوں کو، ہر ایک کے لیے کراہت ہے حدیث شریف میں لڑکے کی تخصیص محض عام عادت و رواج کی بناء پر ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح سے بال مونڈنے کی ممانعت کی وجہ اور علت کیا ہے؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام سے تین اقوال منقول ہیں۔ (۱) اس طرح بال مونڈنے سے بد شکل اور قبیح المنظر اور بہت برا معلوم ہوتا ہے (۲) اس طرح سے بال مونڈنا شیطان کا فیشن ہے اس لیے منع کیا گیا ہے، (۳) یہود کا طریقہ ہے اس لیے تشبہ بالیہود کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہے، واختلف فی علة النهی وقيل لكونه يشوه الخلقة، وقيل لانه زي الشيطان وقيل لانه زي اليهود (۱)

(۳۷۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَرْعِ.

ترجمہ حدیث: قزع کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

قزع کی تشریح اور اس کے معنی ابھی ابھی گزر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۴۱) بَابُ نَقِشِ الْخَاتَمِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو عبداللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب میں انگشت مبارک کے نقش کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی انگشت میں کیا کندہ تھا اور کس کیفیت کے ساتھ تھا اس کا اس باب میں بیان ہے۔

(۳۷۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ غُبَيْرٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مَوْسَى عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ ثُمَّ نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَنْقُشُ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هَذَا.

ترجمہ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی انگشتری کا ذکر:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کروائی پھر اس میں محمد رسول اللہؐ کرا یا۔ پھر فرمایا کوئی بھی شخص میری اس انگوٹھی کا نقش کندہ نہ کروائے۔  
تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے فتح یاب ہو کر لوٹ آئے تو اس وقت تک مدینہ منورہ کے اطراف و اکناف کے تمام ممالک اور جملہ علاقے مسلمانوں کے زیر سلطنت ہو چکے تھے، اور اہل کتاب اور مشرکین و کفار نے یا تو اسلام قبول کر لیا تھا یا پھر جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح منظور کر لی تھی، چنانچہ رسول اکرم ﷺ اب دور دراز ممالک میں دعوت الی اللہ کے لیے ان امراء اور سلاطین کے نام دعوت اسلام پر مشتمل مکاتبت لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو جو عرب و جو ان غیر ممالک کے امراء و سلاطین کے اطوار و عادات سے واقف تھے انہوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل عجم ان خطوط کو قابل اعتناء اور لائق توجہ نہیں سمجھتے ہیں جن پر بھیجنے والے کی مہر نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے ایک مہر بنوالیس، تاکہ بادشاہوں کے نام جو خطوط لکھے جائیں ان پر مہر لگایا جائے تاکہ وہ خوب اہمیت کے ساتھ پڑھیں، چنانچہ آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہؐ کرا یا، جس کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلی سطر میں محمد اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ تھا، مجموعی بعض مشائخ امت فرماتے ہیں کہ یہ صورت مقلوب تھی اللہ تعالیٰ کا نام سب سے اوپر تھا اور نیچے کی جانب سے اس کو پڑھا جاتا تھا جس کی صورت یہ تھی۔ ﷺ

جب یہ انگوٹھی تیار ہو گئی تو رسول اکرم ﷺ جب بھی کسی بادشاہ اور سلاطین کے نام کوئی خطوط لکھتے تھے تو اس پر انگوٹھی سے مہر لگا کر روانہ کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جتنے مکتوبات جاری فرمائے تو جن سلاطین کے نام بھیجے ان سب کے اسماء اور ان کے خطوط کی عبارتیں اور اس کی تمام جزئیات پر مشتمل مختلف کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں اور ان میں ایک نہایت جامع اور نافع کتاب ”مکتوبات نبوی“ کے نام سے مطبوع ہے جو معروف و مشہور مورخ سید محبوب رضویؒ کی تالیف ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

آپ کی انگوٹھی کی حفاظت پھر بیراریس میں گرنا:

رسول اکرم ﷺ نے جو انگوٹھی مہر کے طور پر بنوائی تھی اور جس میں آپ کا نام کندہ تھا اس کی حفاظت صحابی رسول ﷺ

حضرت معقیبؒ کرتے تھے، جب کبھی مہر لگانی ہوتی تو اسے پہن لیتے تھے اور مہر لگا دیتے تھے پھر حفاظت کے لیے حضرت معقیبؒ کے حوالہ کر دیتے تھے، آپ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی انہیں کے پاس رہی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے آخری دور میں بھی ان کے پاس بحفاظت رہی، حسب ضرورت خلفاء اس کو لیتے رہے لیکن حفاظت کی ذمہ داری معقیبؒ ہی نبھاتے رہے لیکن حضرت عثمان کی خلافت کے آخری دور میں ایک دن یہ انگوٹھی معقیبؒ یا حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیراریس میں گر گئی۔ تین دن تک مسلسل تلاش کی گئی کواں کا سارا پانی نکالا گیا لیکن انگوٹھی نہیں ملی۔

علماء کرام لکھتے ہیں کہ انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ حضرت عثمان غنیؒ کے آخری دور اور اسلامی مملکت میں فتنہ و فساد کا دور شروع ہو گیا، حق تعالیٰ نے اس انگوٹھی میں ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ حکومت و مملکت کے انتظام و انصرام کا موثر ذریعہ تھی، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی مہر والی انگوٹھی کی خاصیت تھی۔

(۳۷۵۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ ضَهْبِيبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اضْطَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ إِنَّا قَدْ اضْطَمَعْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشُ عَلَيْهِ أَحَدٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی، پھر فرمایا ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں ایک نقش کروایا لہذا کوئی بھی شخص اس طرح نقش نہ کر دے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذلك

(۳۷۶۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَرَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِصَّةٍ لَهُ فَضَحَبَشِيٍّ وَنَقَشَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، اس کا گنبد حبشی تھا اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا۔

تشریح حدیث:

شرح الحديث قدمر قبل ذلك۔

## (۱۳۲۲) بَابُ النِّهْيِ عَنِ خَاتَمِ الذَّهَبِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن

عمرؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی یا سونے کی کوئی بھی چیز استعمال کرنا حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔

(۳۷۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُمَيْزٍ عَنْ عُثَيْبِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ جُبَيْنَرٍ مَوْلَى عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخْتُمِ بِالذَّهَبِ.

ترجمہ حدیث: سونے کی انگوٹھی کی ممانعت:

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

ما قبل میں یہ حدیث آچکی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کے مردوں کے بارے میں فرمایا کہ سونے کا استعمال کرنا ان کے لیے حرام ہے، البتہ عورتوں کے لیے اس کی اجازت ہے لہذا خالص سونے کا استعمال کرنا ان کے لیے حرام ہے حضرت امام محمد نے موطا میں لکھا ہے کہ مردوں کے لیے جس طرح سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا حرام ہے اسی طرح لوہے اور کانسی کی انگوٹھی پہننی بھی جائز نہیں ہے، مرد کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اس کے علاوہ کوئی انگوٹھی جائز نہیں، اور عورتوں کے لیے سونے کی انگوٹھی اور دوسرے زیورات استعمال کرنا جائز ہے بلکہ حضرات علماء کرام نے اس کی صراحت کی ہے کہ عورتوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، کیوں کہ چاندی کی انگوٹھی مرد استعمال کرتے ہیں اور عورتوں کے لیے مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہے، لہذا اگر کوئی عورت چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنا چاہے تو اس کے رنگ کو کسی طمع وغیرہ سے تبدیل کر دے، اور اس بارے میں انگوٹھی کے حلقہ کا اعتبار ہے اس نگینے کا نہیں، جیسا کہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینائی نے اس کی صراحت کی ہے،

ایک سوال اور اس کا جواب:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ باب کی تمام احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا مردوں کے لیے جائز نہیں بلکہ حرام ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، جو اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے لہذا دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اس وقت بنوائی تھی جب مردوں کے لیے سونا استعمال کرنا حرام نہیں ہوا تھا چنانچہ جب اللہ رب العزت نے مردوں کے لیے سونے کے استعمال کو حرام کر دیا اور اس سلسلہ میں آپ پر وحی نازل کر دی تو پھر آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی، گویا ابن عمرؓ کی روایت تحریم ذہب سے پہلے کی ہے لہذا

دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

(۳۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الدَّهَبِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قدم قبل ذلك۔

(۳۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أَهْدَى النَّجَاشِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَلْقَةً فِيهَا خَاتَمٌ ذَهَبٌ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرْدٍ وَإِنَّهُ لَمُعْرِضٌ عَنْهُ أَوْ بَعْضُ أَصَابِعِهِ ثُمَّ دَعَا بِابْنَةِ ابْنَتِهِ أَمَامَةَ بِنْتِ أَبِي الْعَاصِ فَقَالَ تَحْلِي بِهَذَا يَا بِنْتِي.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ نجاشی نے رسول اکرم ﷺ کو ایک چھلہ ہدیہ میں دیا جس میں سونے کی انگوٹھی تھی، اور اس میں حبشی نگینہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو ایک لکڑی سے پکڑا اور آپ اس سے اعراض اور (نفرت) کر رہے تھے یا آپ نے اس کو کسی انگلی سے پکڑی پھر آپ اپنی نواسی امامہ بنت ابی العاصؓ کو بلایا، اور فرمایا اے میری بیٹی! اس کو پہن لو!

تشریح حدیث:

قولہ: فیہ فص حبشی: اس روایت میں ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ خاتم رسول اللہ ﷺ من فضة فصه منه یعنی آپ کی انگوٹھی اور اس کا نگینہ دونوں ہی چاندی کے تھے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض وتضاد معلوم ہو رہا ہے؟

حضرات شراح کرام نے اس تعارض کو متعدد طرح سے دفع کرنے کی سعی مشکور کی ہیں: (۱) ممکن ہے کہ آپ کے پاس دو انگوٹھی ہو، ایک کا نگینہ چاندی کا اور دوسری کا نگینہ حبشی ہو، لہذا کوئی اشکال ہی نہیں۔

(۲) آپ کے پاس تو ایک ہی انگوٹھی ہو لیکن نگینہ کے حبشی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل حبشہ کے طریقہ پر بنایا گیا ہو یا حبشی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا بنانے والا حبشی ہو، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حبشہ سے آیا ہو، لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، بعض شراح کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ فصه منه کا مطلب یہ ہے کہ موضع فصه منه لہذا اس کے

حجر ہونے کے منافی نہیں (۱)

### (۱۳۴۳) بَابُ مَنْ جَعَلَ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ انگوٹھی پہننے میں نگینہ باطن کف ہتھیلی کی طرف رکھنی چاہئے۔

(۳۷۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگوٹھی کے نگینے کو ہتھیلی کے نگینہ کی جانب رکھتے تھے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: كَانَ يَجْعَلُ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ: انگوٹھی کے نگینہ کو باطنی کف یعنی ہتھیلی کی جانب اور اوپر کی جانب دونوں طرح رکھنا چاہئے اس لیے کہ اس بارے میں آپ کو حکم مروی نہیں ہے البتہ اقتداء بالمعنی کے پیش نظر ہتھیلی کی جانب رکھنا افضل ہے، اور سلف سے دونوں طرح کا عمل ثابت ہے قال العلماء لم يأمر النبي ﷺ في ذالك بشئ، فيجوز جعل فصه في باطن كفه، وفي ظاهرها وقد عمل السلف بالوجهين، ومن اتخذه في ظاهرها ابن عباس رضی اللہ عنہما قالو: ولكن الباطل افضل اقتداء به ﷺ. ولانه اصول الفقه واسلمه له، وابعده من الزهو والاعجاب (۲)

(۳۷۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ الْأَيْلِيِّ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَسَ خَاتَمَ فَصَّةٍ لِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی ہے اس میں حبشی نگینہ تھا اور آپ اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

### (۱۳۴۴) بَابُ التَّخْتُمِ بِالْيَمِينِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ انگوٹھی

دائیں ہاتھ میں پہننی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننی ہے۔

(۳۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخْتُمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ حدیث: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

تشریح حدیث: انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہئے؟

حضرات فقہاء کرام اور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی چاہئے، ان میں سے کسی کے اندر بھی کوئی کراہت نہیں ہے البتہ حضرات علماء کرام کے درمیان اختلاف اس بارے میں ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی افضل ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سارے سلف صالحین سے دائیں ہاتھ میں اور بہت سارے حضرات علماء کرام سے بائیں ہاتھ میں پہننی ثابت ہے البتہ حضرت امام مالک نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو مستحب اور دائیں ہاتھ میں پہننے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ انگوٹھی پہننی ایک زینت ہے اور ہر زینت اور عمدہ کام کو دائیں طرف سے کرنا افضل ہے اس لیے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی افضل ہے وام الحکم فی المسئلة عند الفقهاء فاجمعوا علی جواز التختم فی الیمین، وعلی جوازه فی الیسار ولا کراہۃ فی واحد منهما، واختلفوا یتھما افضل؟ فتختم کثیرون من السلف فی الیمین، وکثیرون فی الیسار، واستحب مالک الیسار وکره الیمین، الصحیح ان الیمین افضل لانه زینۃ والیمین اشرف واحقه بالنزینۃ والا کرام (۱) بعض حضرات فقہاء محدثین فرماتے ہیں کہ دائیں کی فضیلت مسلم ہے مگر دائیں ہاتھ سے کام چوں کہ زیادہ کرنے پڑتے ہیں اس لیے دائیں ہاتھ میں گھڑی باندھنے اور انگوٹھی پہننے میں دشواری ہے چنانچہ عام طور پر لوگ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اور بائیں ہاتھ میں گھڑی باندھتے ہیں، اور یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیوں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرات حسنینؓ قاسم، سالم، ابراہیم اور عمرو بن حریثؓ سے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے۔

(۱۳۵) بَابُ التَّخْتُمِ فِي الْإِبْهَامِ

اس باب میں صرف ایک حدیث امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننی مستحب ہے اور ابهام اور دوسری انگلیوں میں انگوٹھی پہننا ثابت نہیں۔

(۳۷۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَخْتُمَ فِي هَذِهِ وَفِي هَذِهِ يَغْنَى الْخَنْصَرُ وَالْإِبْهَامُ.

ترجمہ حدیث: انگوٹھی کس انگلی میں پھننی چاہئے؟

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے خنصر میں اور انگوٹھے میں انگشتری پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

یہ روایت مسلم شریف کی اس روایت کے مخالف ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول پاک ﷺ نے درمیانی انگلی اور اس سے متصل شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے، درمیانی اور شہادت کی انگلی کے بارے میں مسلم کی حدیث شریف سے اور چھوٹی کے قریب والی انگلی میں انگوٹھی پہننا نہ تو آں حضرت ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین کرام سے منقول ہے اسی لیے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننا سنت ہے یا مستحب، شوافع اور احناف کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور عورتوں کے لیے تمام انگلیوں میں پہننا جائز ہے حضرت امام نووی شارح مسلم نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مردوں کے لیے درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال الشيخ عبد الغنى المجددى: هذا مخالف لما فى رواية مسلم عن انس قال كان خاتم النبى ﷺ فى هذه و اشار الى الخنصر، من يده اليسرى، ويحتمل انه نهى عن الجمع بين الخاتمين او كان لعلى علة فيها لبسها: حضرت علیؑ کی خنصر انگشت میں شاید کوئی بیماری تھی اس لیے آپ نے ان کو خنصر میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، ورنہ مسئلہ کے اعتبار سے خنصر ہی میں پہننا افضل اور سنت ہے۔

### (۱۳۴۶) بَابُ الصُّورِ فِي الْبَيْتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو طلحہؓ، امیر المومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں کوئی کتا ہو یعنی شوقیہ کتا یا کوئی تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(۳۷۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

ترجمہ حدیث: شوقیہ کتا اور تصویر والے گھر میں ملائکہ رحمت کا عدم دخول:

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس گھر میں (شوقیہ) کتا ہو یا کوئی فوٹو ہو (بلا



ضرورت) تو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں ایک گھر میں شوقیہ کتے پالنا، دوسرے گھر میں تصویر رکھنا، شوقیہ کتے پالنے کے سلسلہ میں روایت ماقبل میں آچکی ہے اور وہاں اس پر کلام بھی آچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ذی روح کی تصویر سازی کا حکم:

اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر سازی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، نیز اس پر بھی حضرات فقہاء کرام اور علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ذی روح کی وہ تصویر جو ہاتھ سے بنائی جائے اور مجسمے کی شکل میں ہو حرام ہے، البتہ اس بارے میں علماء عرب اور علماء ہندوپاک کے درمیان اس تصویر میں اختلاف ہے جو ہاتھ سے نہیں بلکہ آلہ یعنی کیمرے سے اور مجسمہ کی شکل میں نہیں بلکہ صرف کاغذ پر اس کا عکس لیا جائے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

کیمرے کی تصویر کے بارے میں علماء مصر و عرب کا نظریہ:

کیمرہ اور آلہ فوٹو گرافی سے کھینچی جانے والی تصویر کے بارے میں ایک مصری عالم اور مفتی علامہ شیخ محمد نجیب نے کیمرے سے لی جانے والی تصویر کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے، الجواب الشافی فی اباحۃ صوره فوتو غرافی اس رسالے میں انہوں نے اس کی صراحت کی ہے کہ کیمرے سے لی جانے والی تصویر جائز ہے اور اس کے جواز کی دلیل یہ پیش فرمائی کہ حدیث پاک میں تصویر سازی کی حرمت کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ ہے مشابہت بخلق اللہ، اور مشابہت بخلق اللہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب کوئی شخص اپنے تصور و تخیل سے اور اپنے ذہن و دماغ سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ کوئی صورت بنائے، کیمرے کی تصویر میں اپنے تصور و تخیل کا کوئی دخل نہیں ہوگا بلکہ اس میں صرف اتنا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جو پہلے سے موجود ہے اس کا عکس لے کر محفوظ کر لیا جاتا ہے لہذا یہ صرف جس النظم ہے مشابہت بخلق اللہ نہیں، اس لیے کیمرہ سے لی جانے والی تصویر جائز اور درست ہے، یہ ان کا موقف تھا ان کے اس موقف اور نظریہ کی تائید مصر اور بلاد عرب کے بہت سے علماء کرام نے کی، اور جواز کا فتویٰ دیا۔

کیمرے سے لی جانے والی تصویر کے بارے میں علماء ہندوپاک کا نظریہ:

لیکن حضرات علماء کرام کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی بالخصوص ہندوپاک کے علماء کرام نے ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا، اور یہ فرمایا کہ مشابہت بخلق اللہ ہر صورت میں ہوتی ہے چاہے آدمی ایسی صورت کی تصویر

سازی کرے جو پہلے سے موجود ہے یا ایسی چیز کی تصویر سازی کرے جو پہلے سے موجود نہ ہو، اور وہ اپنے تصور و تخیل سے بنا رہا ہو، علامہ شیخ موصوف نے جو یہ فرمایا کہ جو چیز پہلے سے موجود ہو اس کی تصویر سازی جائز ہے تو پھر ہر تصویر جائز ہونی چاہئے چاہے وہ ہاتھ سے تیار کی جائے یا کیمرے کی مدد سے، حالاں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ جس پردے پر نکیر فرمائی تھی اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا لہذا اس کی تصویر پر کوئی تخیل و تصور کی تصویر نہیں تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے نکیر فرمائی، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ تفریق کرنا کہ جو چیز پہلے سے موجود ہو اس کی تصویر سازی جائز ہے اور جو پہلے سے موجود نہیں ہے اس کی تصویر ناجائز ہے قرآن و سنت میں اس تفریق کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

ہندو پاک کے علماء کرام نے تصویر سازی کی حرمت کا جو قول اختیار کیا ان کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ آلے کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا ہے ایک چیز پہلے ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب وہ مشین سے بننے لگی ہے لہذا محض آلہ کی تبدیلی سے حلت و حرمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اگر تصویر سازی حرام ہے تو بہر حال حرام ہی ہے خواہ ہاتھ سے تیار کی جائے یا کیمرہ کی مدد سے، اس لیے جمہور علماء کرام کے نزدیک رائج یہی ہے کہ کیمرے سے لی جانے والی تصویر کا بھی وہی حکم ہے جو ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر کا ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

### تصویر سازی کی حرمت کی وجوہات:

زمانہ قدیم سے حضرات علماء کرام نے تصویر سازی کی حرمت کی یہ وجہ بیان کرتے آئے ہیں کہ تصویر سازی بت پرستی کا ذریعہ ہے اور اسلام میں شرک کسی بھی طرح روا نہیں، اسلام نے توحید باری تعالیٰ کی حفاظت و صیانت ہر چہار طرف سے کی ہے اس لیے تصویر سازی کو مطلقاً حرام کر دیا تاکہ خالص توحید باقی رہے۔ تصویر سازی کی حرمت کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے تصویر سازی کو اس لیے بھی حرام قرار دیا کہ آج تجربہ سے یہ بات سامنے آئی کہ اس وقت ساری دنیا فحاشی اور عریانیت کے بحر لاساعل میں جو غرق ہے جہاں سے نکلتا بظاہر جوئے شیر لانے کے مترادف ہے یہ سب اسی کیمرے کی کارستانی اور نحوست ہے آج پوری دنیا میں ظہور الفساد فی البر والبحر کا دلخراش منظر عیاں ہے بلکہ آج دنیا کی سب سے مقدس ترین جگہ مکہ اور مدینہ بھی اس طوفان بدتمیزی سے نہ بچ سکے، وہاں بھی حجاج کرام کا استقبال کیمروں اور ٹیوی کے ذریعہ کیا جاتا ہے حجاج کرام کے ہر روم میں حکومت سعودیہ نے ٹی وی فراہم کر دیا ہے حجاج و محترمین طواف کعبہ کر کے اور بیت اللہ میں نماز ادا کر کے جب روم آتے ہیں تو سب سے پہلے ٹی وی آن کرتے ہیں، پھر اس میں اچھی بری ہر چیز دیکھتے ہیں اور آجکل تو ڈیجیٹل کیمرہ موبائلوں میں آچکا ہے اور ہر ایک کے جیب میں ہر وقت موجود ہے جس میں گندی

گندی فحش تصویریں اور حیا سوز فلمیں بھری ہوئیں ہیں کوئی مسجد اس سے محفوظ نہیں فالی اللہ المشتکی۔

## بوقت حاجت تصویر کا حکم:

چوں کہ تصویر سازی کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ مجتہد فی مسئلہ ہو گیا ہے کیوں کہ اس میں حضرت امام مالک کا بھی اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ تصویر رکھنا ناجائز ہے جو سایہ دار ہو یعنی مجید اور مجسم ہو جیسے بت وغیرہ اس لیے کہ اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے لہذا ایسی تصویر امام مالک کے نزدیک حرام ہے البتہ جو تصویر مجسم نہ ہو اور اس کا سایہ زمین پر نہ پڑتا ہو وہ جائز ہے جیسے کاغذ یا کسی کپڑے پر کوئی تصویر بنادی گئی ہو نیز اس میں ایک متورع عالم کا اختلاف بھی ہے اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہو گیا ہے اور مجتہد فی مسائل میں ضرورت عامہ اور حاجت شدیدہ کے وقت گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اس میں بھی عند الحاجة الشدیدیہ حاجت نکل آئے گی لہذا پاسپورٹ یا شناختی کارڈ یا کسی ایسی جگہ جہاں فوٹو کے بغیر کام نہ چلتا ہو، کیمرے کے فوٹو کی گنجائش ہے اور بوقت، ضرورت حضرات مفتیان کرام نے اس کو اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لہذا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں تاہم جہاں تصویر کے بغیر کام چل جاتا ہو تو وہاں تصویر سازی سے اجتناب ضروری ہے، صرف شہرت، شوق، اور بے ضرورت فوٹو کھنچنا حرام ہے۔

(۳۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُذَرِّجٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُجَيْيٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت علی بن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں (شوقیہ) کتاب یا (بلا ضرورت) فوٹو ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث:

ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه كلب ولا صورة: جس گھر میں کتاب یا تصویر ہو اس میں فرشتے کیوں داخل نہیں ہوتے ہیں، حضرات علماء کرام نے اس کی مختلف وجوہات لکھی ہیں۔

(۱) اس میں تشبہ بالکفار ہے، کفار و مشرکین اپنے گھروں میں فوٹو کو رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں فرشتوں کو یہ بات ناپسند ہے اس لیے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔

(۲) امام نووی فرماتے ہیں کہ تصویر سازی گناہ کبیرہ اور معصیت فاحشہ ہے بایں سبب رحمت کے فرشتے داخل

ہونے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

(۳) تصویر میں مشابہت بخلق اللہ ہے۔

(۴) یہ تصویروں کو گھروں میں رکھنا کفر و شرک کا سبب ہے بعض تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے اس لیے ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے ہیں۔

(۵) اور کتابوں کے زیادہ تر نجاست اور گندگی کھاتا ہے۔

(۶) بعض کتے شیطان ہیں اور ملائکہ شیطان کی ضد ہیں لہذا دونوں ایک جگہ جمع نہ ہوں گے۔

(۷) کتے کے اندر ایک طرح کی بدبو ہوتی ہے جو فرشتوں کو ناپسند ہے۔

(۸) چوں کہ شوقیہ کتاب شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کے باوجود اگر کوئی خلاف ورزی کر کے شوقیہ کتاب پالے تو انہیں بطور سزا کے فرشتوں کی دعا اور استغفار سے محروم رکھا گیا اور اس کے گھر کو خیر و برکت سے محروم کر دیا گیا، تاکہ وہ اس سے باز آجائیں۔

### کون سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے:

کتاب یا تصویر والے گھر میں جو فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں ان سے کونسا فرشتہ مراد ہے؟ علماء کرام فرماتے ہیں کہ فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت، مغفرت، استغفار، اور تبرک کے ساتھ زمین پر گشت کرتے رہتے ہیں یعنی ملائکہ رحمت، جہاں تک نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کی بات ہے اور حفاظت پر مامور فرشتوں کا تعلق ہے تو وہ کسی بھی حال میں انسان سے جدا نہیں ہوتے ہیں۔ واما هؤلاء الملائكة الذين لا يدخلون بيتاً فيه كلب او صورة فهم ملائكة يطوفون بالرحمة والتبرك والاستغفار واما الحفظة فيدخلون في كل بيت، ولا يفارقون بني آدم كل حال لانهم مامورون باحصاء اعداء الله وكتابتها<sup>(۱)</sup>

جو کتاب شکار کرنے یا کھلیان وغیرہ کی حفاظت کرنے اسی طرح جو فوٹو بغرض ضرورت گھر میں رکھا ہو یا تصویر بچھونوں اور بستر میں ہوں اور لوگ ان پر بیٹھتے ہوں ان کی تحقیر و تذلیل اور پامالی کی جاتی ہو اس کا ادب و احترام نہ کیا جاتا ہو ایسے فوٹو کا گھر میں ہونا ملائکہ کے دخول کے لیے مانع نہیں ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ حکم عمومی نوعیت کا ہے یعنی مطلق تصویر اور مطلق کتے کا گھر میں موجود ہونا ہی فرشتوں کے عدم دخول کا سبب ہے خواہ کسی بھی مقصد سے کتاب یا تصویر کو گھر میں رکھا گیا ہو۔

اگر تصویر کے سر کو کاٹ دیا جائے تو پھر کراہت ختم ہو جاتی ہے ابن عباس کا قول ہے الصورة الرأس فاذا قطع الرأس فليس بصورة سرہی کا نام تصویر ہے لہذا اگر سر کاٹ دیا جائے تو وہ تصویر ہی نہیں رہتی ہے۔

(۳۷۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَالِشَةَ قَالَتْ وَاعْدَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَسَاعٍ يَأْتِيهِ فِيهَا فَوَارَتْ عَلَيْهِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ بِجَبْرِيلَ قَالِمٍ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ قَالَ إِنَّ فِي الْبَيْتِ كَلْبًا وَإِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا ضُورَةٌ.

ترجمہ حدیث: کتے کے سبب سے حضرت جبریل کا گھر میں داخل نہ ہونا:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے ایک وقت متعین میں آنے کا وعدہ کیا۔ پھر مقررہ وقت پر نہیں آئے، تو رسول اکرم ﷺ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت جبریل دروازے پر کھڑے ہیں آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ اندر کیوں نہیں آئے؟ جواب دیا کہ گھر میں کتا ہے اور ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں کتا یا تصویر ہوتی ہے (مراد ذی روح کی تصویر ہے) شرح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے عیاں ہے۔

(۳۷۷۱) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عُقَيْزُ بْنُ مَعْدَانَ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ زَوْجَهَا فِي بَعْضِ الْمَغَارِي فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَصَوِّرَ فِي بَيْتِهَا نَحْلَةً فَمَنَعَهَا أَوْ نَهَاَهَا.

ترجمہ حدیث: لایعنی کام کرنے کی ممانعت:

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) میرا شوہر کسی غزوہ میں شریک ہے پھر انہوں نے اپنے گھر میں کھجور کے درخت کی تصویر کی اجازت چاہی، تو آپ نے منع کر دیا۔ شرح حدیث:

غیر ذی روح کی تصویر سازی اگرچہ جائز ہے لیکن چون کہ یہ ایک بے فائدہ کام تھا اس لیے آپ ﷺ نے کھجور کے درخت کی تصویر سازی سے منع فرمادیا، تاکہ یہ قیمتی وقت اور صلاحیت ایسی چیز میں صرف نہ ہو جس میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے دنیاوی یا اخروی کوئی فائدہ نہ ہو۔

### (۱۳۴۷) باب الصّور فیما یوطأ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تصویر گھر کے اندر موضع اہانت و ذلت میں ہو جہاں اس کی تعظیم نہ کی جاتی ہو جائز ہے اور دخول ملائکہ کے لیے مانع نہیں ہے۔  
(۳۷۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَسَمَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَنَرْتُ سَهْوَةً لِي تَغْنِي الدَّاحِلَ بِسِتْرٍ فِيهِ تَصَاوِيرٌ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ فَجَعَلَتْ مِنْهُ مَنِيْبُودَتَيْنِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثْكِنًا عَلَيَّ إِحْدَاهُمَا.

ترجمہ حدیث: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے روشندان پر اندر کی جانب ایسا پردہ لٹکا یا جس میں (جاندار کی) تصویریں تھیں، جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو اس کو پھاڑ دیا، میں نے اس کے دو تکیے (کے غلاف) بنا لیے پھر میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ دونوں میں سے کسی ایک پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

تشریح حدیث: اس سے معلوم ہوا کہ تصاویر بستر یا تکیہ یا اسی طرح موضع اہانت میں ہو تو یہ دخول ملائکہ رحمت کے لیے مانع نہیں ہے جیسا کہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں اس کی صراحت کی ہے اور قاضی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے والصورۃ التي تمتھن فی البساط والوسادة وغيرهما فلا یمنع دخول الملائكة بسببه و اشار القاضی الی نحو ما قاله الخطابی، (۱)

### (۱۳۴۸) باب المیثاق الخمر

اس باب میں صرف ایک حدیث امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سرخ زین پوش استعمال کرنا ممنوع ہے۔

(۳۷۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هُبَيْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ الْمِشْرَةِ يَعْنِي الْخَمْرَاءَ.

ترجمہ حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اور سرخ زین پوش کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: قولہ: وعن المِشْرَةِ: میشرۃ اس کی جمع میاثر آتی ہے اس کا مادہ وثر ہے، وثر وثر وثر الشنی، ہموار کرنا، پیروں وغیرہ سے دبا کر نرم کرنا، وثر وثر (ك) وثارۃ بمعنی نرم ہونا، ملائم اور ہموار ہونا میشرۃ کے معنی عجیبوں کی ریٹم اور دیباچ سے سنواری ہوئی سواری، وہی من مراكب العجم، تعمل من حویر او دیباچ (۲)

جس طرح ہمارے یہاں تکیہ کو سر کے نیچے لیکر سونے کا عام رواج ہے اسی طرح عربوں میں تکیہ پر بیٹھنے کا عام رواج تھا، یعنی ایک تکیہ سر کے نیچے رکھنے کے لیے ہوتا تھا اور دوسرا تکیہ بیٹھنے کے لیے ہوتا تھا بلکہ ٹیک لگانے کے لیے گاؤ تکیہ بھی ہوتا تھا، اور بعض لوگ گھوڑوں کی زین پر بھی تکیہ رکھ کر سواری کرتے تھے جس کو میشرہ کہا جاتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے اس

کے استعمال سے منع فرمایا: اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اس کے استعمال سے کیوں منع فرمایا اس کی علت کیا ہے؟ اس بارے میں تین قول ہیں، (۱) بعض نے کہا یہ ریشم کا ہوتا تھا جو مردوں کے لیے حرام ہے اس لیے آپ نے اس کے استعمال سے ممانعت فرمائی۔ (۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ سرخ ہوتا تھا اس لیے منع فرمایا (۳) تیسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ اسراف و فضول خواہ مخواہ کا ٹھاٹھ تھا اس لیے منع فرمایا، واللہ اعلم

### (۱۳۴۹) بَابُ رُكُوبِ التَّمُورِ

حضرت امام ابن ماجہ اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو یحیٰیؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ چیتوں کی کھال پر سوار ہونا ممنوع ہے کیوں کہ اس سے تکبر اور درندگی آتی ہے۔

(۳۷۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْخُبَابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ

عَبَّاسٍ الْجَمْعِيُّ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ الْحَجَرِيُّ الْهَيْثَمِيُّ عَنْ غَابِرِ الْحَجَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زَيْدَةَ

صَاحِبَ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ رُكُوبِ التَّمُورِ.

ترجمہ حدیث: چیتوں کی کھال پر سواری کرنے کی ممانعت:

صحابی رسول حضرت ابو یحیٰیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چیتوں کی کھال (کو دباغت دینے کے بعد اس کی زین بنا کر اس پر سواری سے منع کرتے تھے۔

تشریح حدیث: قولہ: ینہی عن ر کوب التمر: یہ بات ماقبل میں آچکی ہے کہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم تمام مردار جانوروں کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے البتہ انسان اور خنزیر کا چمڑا بعد دباغت کے بھی قابل انتفاع نہیں بنتا، خنزیر تو نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا اور انسان کا چمڑا شرافت و کرامت کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا، جہاں تک درندوں اور چیتوں کے چمڑے کی بات ہے تو وہ بھی دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے لیکن جس طرح کھانے پینے کی چیزوں کا اثر مزاج پر پڑتا ہے اسی طرح اوڑھنے اور بچھانے کی چیزوں کا اثر بھی مزاج پر پڑتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے درندوں کی کھالوں کو بچھا کر اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح ان کی ٹوپی صدری وغیرہ پہننا بھی منع ہے البتہ زینت کے واسطے دیوار پر لگانا جائز ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چیتوں کے چمڑے کو بچھا کر بیٹھنے یا اس کی زین بنا کر اس پر سوار ہونے کی ممانعت اس لیے ہے کہ یہ متکبرین اور مسرفین اور اہل عجم کا شیوہ ہے، لہذا ایمان والوں کے لیے ان کا طریقہ اپنانا شرعاً جائز نہیں، واللہ اعلم

(۳۷۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي الْمُغْتَمِرِ عَنْ ابْنِ مَسْرِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ رُكُوبِ التَّمُورِ.

ترجمہ حدیث: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چیتوں کی کھال پر (دباغت کے بعد بھی) سواری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح حدیث: فقد مر شرح الحديث قبل ذلك، واللہ اعلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب الأدب

ادب: لفظ ادب واحد ہے اس کی جمع آداب ہے حضرات علماء کرام نے اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

(۱) وضع الشئ موضعها، کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنا، ادب کہلاتا ہے۔ ✓

(۲) الخصلة الحميدة، قابل تعریف عادت۔۔۔ ✓

(۳) ادب کے معنی ورع کے بھی ہیں یعنی زہد و احتیاط۔

(۴) ما فعله خیر من ترکہ جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو۔

(۵) ما یمدح به المكلف ولا یذم علی ترکہ، جس کے کرنے پر مکلف کی تعریف کی جاتی ہو لیکن نہ کرنے پر

ذمت نہ کی جاتی ہو۔

(۶) المطلوب فعله شرعاً من غیر ذنب علی ترکہ (جس کا انجام دینا شرعاً مطلوب ہو لیکن اس کا تارک مستحق

ذمت نہ ہو) (۱)

یہ تو ادب کی مختلف تعریفات ہوئیں لیکن حضرات فقہاء کرام کی اصطلاحات میں اسے نفل، مستحب اور مندوب اور

تطوع کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲)

## ادب کا دوسرا وسیع مفہوم:

بسا اوقات ادب کا اطلاق واجبات و فرائض اور ہر قسم کی غلطیوں سے بچنے پر بھی کیا جاتا ہے چنانچہ حضرات فقہاء

کرام کتاب ادب القاضی میں ان احکام کا بھی ذکر کرتے ہیں جو واجب ہیں یا جن سے بچنا واجب اور ان کا ارتکاب ناجائز

ہے، اس لیے بعض فقہاء کرام نے اس کی تشریح میں عموم رکھا ہے، چنانچہ سید شریف جرجانی نے ان تمام چیزوں کی معرفت

اور علم کو ادب قرار دیا ہے جس کے ذریعہ ہر طرح کی خطا سے احتراز کیا جائے اور قاضی ابو زید دہلوی اس ملکہ اور صلاحیت کو

ادب قرار دیتے ہیں جو اس کے حامل کو ہر قسم کی بری عادت سے روک دے (۳)

یہاں ادب سے مراد وہ تمام اخلاق و کردار اور خصائل و صفات نیز عادات و اطوار مراد ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ

(۲) فتاویٰ ہزازیہ علی هامش الہندیہ: ۳/۳۵

(۱) مرآۃ الفلاح: ۳۱، بحثاوی: ۳۱-۳۲

(۳) کتاب التعریفات ۵/ القاموس الفقہی ۷/۱



سے مروی ہیں چنانچہ اس کتاب میں حضرت امام ابن ماجہؒ کی قسم کی احادیث کو ذکر کریں گے۔

### (۱۳۵۰) بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابن سلامؒ سلمیٰ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ حضرت مقدم بن معدیکربؓ حضرت ابوامامہؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہیں اس باب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے ان کی اطاعت و فرماں برداری کرنے ان کے حکم بجالانے، ان کو خوش کرنے اور ان کو کلمہ تکلف تک نہ بولنے وغیرہ وغیرہ سے متعلق احادیث ذکر کریں گے اللہ تعالیٰ کے بعد دنیا میں آنے کا ظاہری سبب والدین ہی ہیں اس قرآن کریم کی متعدد آیات میں والدین کے حقوق کو اللہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے اور احادیث شریفہ میں بھی بہت اہمیت کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور بدسلوکی سے بچنے کا ذکر آیا ہے، احادیث درج ذیل ہیں۔

(۳۷۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ ابْنِ سَلَامَةَ السَّلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِي أَمْرًا بِأَقَمِهِ أَوْصِي أَمْرًا بِأَقَمِهِ أَوْصِي أَمْرًا بِأَقَمِهِ ثَلَاثًا أَوْصِي أَمْرًا بِأَقَمِهِ أَوْصِي أَمْرًا بِأَقَمِهِ لَاحِظٌ لَذِي يَلِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ أَذَى يُؤْذِيهِ.

ترجمہ حدیث: ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی امر

حضرت ابن سلامؒ سلمیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، نیز میں آدمی کو والد کے ساتھ حسن سلوک کرنے نیز غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ ان کی طرف سے ایذا ہی کیوں نہ پہنچے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے نہایت تاکید کے ساتھ ماں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور آپ نے تین مرتبہ تاکید کے لیے فرمایا میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ابن بطلؒ فرماتے ہیں حسن سلوک اور احسان و اطاعت کا درجہ تین گنا زیادہ بڑا اس لیے ہے کہ ماں نے تین ایسی مصیبتیں جھیلیں ہیں جن میں باپ بالکل شریک و سہم نہیں، (۱) حمل کی صعوبت، نو ماہ تک ماں بچہ کو اپنے شکم میں رکھتی ہے اس دوران اسے کن کن مصائب و آلام اور تکالیف و شدائد سے دوچار ہونا پڑتا ہے باپ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، (۲) وضع حمل کی صعوبت، ولادت کے وقت عورت کے لیے جان کنی کا عالم ہوتا ہے اور وہ اس وقت ایسی تکلیف و درد سے دوچار ہوتی ہے کہ

اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے (۳) رضاعت کی مشقت، مدت رضاعت میں عورتوں کو اپنے لخت جگر کے خاطر بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے دل چاہنے کے باوجود بھی زبان سے نہیں چکھ سکتی، کہیں اس کا اثر بچہ پر نہ پڑ جائے۔  
 یہ تین تکالیف ایسی ہیں جنہیں ماں تنہا برداشت کرتی ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے والدہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا کہ حسن سلوک کرو، اس کے ساتھ احسان اور اتمان کا برتاؤ کرو، اور جائز امور میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، ماں حسن سلوک اور خدمت کی باپ سے زیادہ حقدار ہے باپ میں اطاعت کا زیادہ حقدار ہے فتادی ہندیہ میں یہ اصول بیان کیا گیا کہ اکرام و احترام اور تعظیم و توقیر میں باپ کا حق زیادہ ہے اور خدمت و انعام میں ماں کا حق زیادہ ہے، اصل تو یہ ہے کہ دونوں ہی کے ساتھ احسان و سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے لیکن عند التعارض اصول یہ ہے کہ، مثلاً والدین نے ایک ساتھ پانی مانگا دونوں کو ایک ساتھ دینا ممکن نہیں ہے تو یہاں ماں کو مقدم رکھا جائے اور باپ کا احترام کیا جائے اور اگر دونوں کوئی حکم دیں تو باپ کی اطاعت کو مقدم رکھا جائے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ ماں عورت ذات کمزور ہوتی ہے اولاد زیادہ تر ماں ہی کو ستاتی ہے اور اسی کا کہنا نہیں مانتی ہے ماں کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی اس لیے رسول اکرم ﷺ نے تاکید کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا کہ میں تمہیں والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں میں اس کی وصیت کرتا ہوں تاکہ لوگ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر خوب زیادہ توجہ دیں۔

اس کے برخلاف باپ ہے اس کے دل میں قدرے سختی ہوتی ہے ضرورت کے وقت اولاد کی پٹائی کر دیتا ہے تنبیہ بھی کرتا ہے اور اولاد باپ سے ڈرتی بھی زیادہ ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے صرف ایک بار فرمایا کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اس کی خدمت کرو اس کے حکم کو بجالاؤ بشرطیکہ امثال امر میں اللہ رب العالمین کی معصیت لازم نہ آئے، اگر والدین شریعت کے خلاف کوئی امر کرے تو اس کا امثال ضروری نہیں لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق بلکہ ایسی صورت میں عدم امثال امر واجب ہے لیکن ادب و احترام کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

(۳۷۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي رُزَعَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَبْرُ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ

قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ الْأُذْنَى فَلَا أُذْنَى. (فی الزوالد: إسناده صحيح، رجاله ثقات. والحديث في الصحيحين بلفظ: من

أحق الناس بحسن صحابتي الحديث. وقال: ثم أدناك. والباقي نحوه)

ترجمہ حدیث: اولاد پر ماں کے حقوق:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس کے ساتھ حسن سلوک

کریں؟ آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ، پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پھر اس کے بعد کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو فرمایا کس کے ساتھ پھر آپ نے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو فرمایا پھر کس کے ساتھ حسن سلوک کروں آپ نے فرمایا الاقرب فالاقرب اعتبار سے جو زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ احسان و سلوک کرو۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف میں والدہ کے ساتھ نہایت تاکید انداز میں حسن سلوک کرنے کا ذکر آیا ہے جس کے متعلق گفتگو اس سے پہلے والی حدیث کے تحت ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں، ابن حزم ظاہری نے الاجماع میں لکھا ہے کہ اس بات پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض ہے نیز واداکے ساتھ بھی حسن سلوک فرض ہے، اگر جہاد فرض عین نہ ہو اور امیر کی طرف سے نفیر عام کا اعلان نہ آیا ہو تو اولاد کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں، لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور امیر کی طرف سے اعلان نفیر عام کے لیے آچکا ہو تو والدین کی اجازت ضروری نہیں، بلا اجازت والدین خروج الی الجہاد جائز ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شکلیں:

(۱) ان کی زندگی میں جان و مال سے ان کی خدمت کرنا اور ہمیشہ ان کو خوش رکھنا

(۲) دل سے والدین کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان سے قلبی محبت رکھنا

(۳) والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے دعاء مغفرت مسلسل کرتے رہنا

(۴) والدین کے کئے ہوئے عہد دیہان کو جہاں تک ہو سکے پورا کرنا

(۵) والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

(۳۷۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْرِيَهُ فَيَغْتِقَهُ.

ترجمہ حدیث: والدین کو خرید کر آزاد کرنے کی فضیلت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی اولاد والد کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے الا یہ کہ والد کو (کسی کا) مملوک (غلام) پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ خریدنے کے بعد بقاعدہ دوبارہ آزاد کرنا ہوگا تب جا کر آزاد ہوگا بلکہ والد تو در

حقیقت خریدتے ہی آزاد ہو جائے گا خواہ اس کا ارادہ آزاد کرنے کا ہو یا نہ ہو کیوں کہ حدیث شریف میں ہے من ملک ذا رحم محرم عتق علیہ، جو شخص کسی قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے وہ اس پر آزاد ہو جائے گا، خواہ وہ آزاد کرے یا نہ کرے، لیکن چوں کہ اس کا خریدنا آزادی کا سبب ہوا اس لیے اعتاق کی نسبت اس کی طرف کر دیا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ والدین جو کسی کے مملوک ہوں ان کو آزاد کرنے کی نیت سے خریدنا ایک مطیع اور فرمانبردار اولاد کی جانب سے شاعر بدلہ اور جزاء ہے جو ایک اولاد اپنے والدین کو دے سکتی ہے اس سے بہتر بدلہ کچھ بھی نہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ خرید کر آزاد کرنے کے بعد والدین کا حق پورا کرو یا اب ان کے ساتھ احسان و سلوک کی ضرورت نہیں۔

(۳۷۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقِنْطَارُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ أُوقِيَةٍ كُلُّ أُوقِيَةٍ تَحِيْزُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الرَّجُلَ لَتَرْفَعَ دَرَجَتَهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنِّي هَذَا فَيَقَالُ بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدِكَ لَكَ. (لمی الزوائد: اسنادہ صحیح، رجال لغات)

ترجمہ حدیث: اولاد کا اپنے والدین کے لیے استغفار اور رفع درجات کا ذریعہ:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قنطار بارہ ہزار اوقیے کا ہوتا ہے اور ہر اوقیہ آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب سے بہتر ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک شخص کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ (میرے عمل تو ایسے نہ تھے) جواب دیا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد کے تمہارے حق میں استغفار کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے گویا اس حدیث کے ذریعہ قنطار کی تفسیر فرمائی ہے ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کثرت کو قنطار کے ساتھ تشبیہ دی ہے ابو داؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ دس آیات کی تلاوت کر لے اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جو روزانہ ایک ہزار آیت کی تلاوت کرے گا اس کا نام مقنطریں میں لکھا جائے گا اس میں غیر محسوس شئی کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دعاء مغفرت کا اجر و ثواب والدین کو پہنچتا ہے اور اس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے یہ حدیث شریف منکرین ایصال ثواب کے خلاف حجت ہے، کیوں کہ حدیث شریف ایصال ثواب کے جواز پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے واللہ اعلم

(۳۷۸۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ  
الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُوَسِّعُ لَكُمْ بِأَمْرَاتِكُمْ ثَلَاثًا إِنْ  
اللَّهُ يُوَسِّعُ لَكُمْ بِأَمْرَاتِكُمْ إِنَّ اللَّهَ يُوَسِّعُ لَكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَأَلْقُرَبِ. (فی الزوائد فی إسناده إسماعیل وروایتہ عن

الحجازین ضعيفة كما هنا)

ترجمہ حدیث: ماں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی امر:

حضرت مقدام بن معدیکربؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم کو اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے پھر اقرب فالاقرب کے اعتبار سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا (پھر فرمایا کہ) بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے پھر اقرب فالاقرب کے اعتبار سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی حاجت بالکل نہیں۔

(۳۷۸۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ  
عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَيَّ وَلَدَهُمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ  
وَنَارُكَ. (فی الزوائد قال ابن معین علی یزید عن القاسم عن ابی امامة ہی ضعيفة کلها. وقال الساجی اتفق اهل النقل

علی ضعف علی بن یزید)

ترجمہ حدیث: خدمت والدین دخول جنت کا سبب:

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! والدین کا حق ان کی اولاد پر کیا ہے آپ نے فرمایا وہ دونوں تمہاری جنت یا دوزخ ہیں۔

تشریح حدیث:

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ نہایت بلیغ انداز میں باپ کی اہمیت اور ان کی عظمت شان کو ظاہر فرمایا گیا ہے وہ تمہارے لیے جنت کی راہ بھی آسان کر سکتے ہیں اور دوزخ کا مستوجب بھی بنا سکتے ہیں، چنانچہ ماں باپ کی خوشنودی اور ان کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضگی ہے اور اللہ پاک کی خوشنودی دخول جنت کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دخول جہنم کا ذریعہ ہے اگر اطاعت و فرامرداری کے ذریعہ ماں باپ کو خوش رکھا ان کی ہر جائز خواہش کو پورا کیا تو دخول جنت کا

ذریعہ ہے اور اگر ماں کی اطاعت نہ کی بلکہ نافرمانی کی، ماں باپ کو تکلیف پہنچائی انہیں ستایا انہیں پریشان کیا تو جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے حاصل یہ ہے کہ اگر ماں باپ کی اطاعت و خدمت کر دے تو جنت میں جاؤ گے اور لا پرواہی اور نافرمانی کے ذریعہ ان کو ناراض کر دے تو جہنم میں جاؤ گے یہی ماں باپ تیری جنت یا تیری جہنم ہے۔

(۳۷۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مُنْفِيَانُ بْنُ غُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ اخْطِطْهُ.

ترجمہ حدیث: والد کا مقام و مرتبہ

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ والد (والدین) جنت کا درمیانی دروازہ ہیں اب (تم کو اختیار ہے کہ) تم اس دروازے کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرو۔  
تشریح حدیث:

قولہ: الوالد اوسط ابواب الجنة: حدیث شریف میں الوالد کا لفظ جنس کے درجہ میں ہے اور اس میں والدہ بھی شامل ہے یا پھر یہ مطلب ہے کہ جب والد کا یہ حکم ہے تو والدہ کا حکم تو بدرجہ اولیٰ یہ ہوگا اور اس کی اطاعت بدرجہ اولیٰ اوسط دروازے سے جنت میں داخلے کا سبب ہوگا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے انسان جنت کے درمیانی دروازے سے داخل ہوگا جو جنت کے دروازوں میں سب سے عمدہ اور سب سے اہم دروازہ ہے (تفسیری کا قول ہے کہ اوسط ابواب الجنة سے مراد خیر ابواب الجنة مراد ہے کہا جاتا ہے، فلان من اوسط قوم ای من خیارہم فلاں اپنی قوم میں سب سے اچھا ہے، علامہ عراقی فرماتے ہیں ای طاعة وعدم عقوقہ یہدی الی دخول الجنة من اوسط ابوابہا<sup>(۱)</sup> قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ اوسط ابواب الجنة سے مراد خیر الابواب و اعلاہا ہے اور مطلب یہ ہے کہ سب سے عمدہ ترین چیز جس کو دخول جنت کے لیے وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور جس سے جنت میں داخل ہو سکتا ہے والدین کی اطاعت شعاری ان کی خدمت گزاری یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیکی کرنا ایسے اوسط اعمال ہیں جو آدمی کو جنت میں لے جائیں گے کیوں کہ بعض اعمال بعض سے افضل ہوتے ہیں اور بعض سے کم تر، یہ ان اعمال میں متوسط ہے۔

مسئلہ: والدین کی اطاعت و فرمانبرداری بعض صورتوں میں واجب ہے اور بعض صورتوں میں مستحب، اور بعض صورتوں میں ناجائز اور محصیت میں والدین ہی کی نہیں بلکہ کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، صرف جائز کاموں میں ہی

والدین کی اطاعت واجب یا مستحب ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ اگر کسی کو بیوی سے محبت ہو اور والدین اس کو طلاق دینے کا حکم دیں اگرچہ وہ حکم عورت کی بدچلتی کی وجہ سے ہو اور لڑکا حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں البتہ افضل ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اس عورت کو طلاق دیدے۔

### (۱۳۵۱) بَابُ صِلْ مَنْ كَانَ أَبُوكَ يَصِلُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابواسید مالک بن ربیعہؓ کی نقل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کے دوست و احباب اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کیا جائے جس طرح والدین اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کرتے تھے یہ درحقیقت والدین ہی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے کیوں کہ اس سے وہ خوش ہوں گے۔

(۳۷۸۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ غُبَيْدٍ مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْقِي مِنْ بَرِّ أَبَوَيَّ شَيْئًا أَبْرَهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِيفَاءُ بَعْضِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّجِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا.

### ترجمہ حدیث: والدین کی موت کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی کے راستے

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک قبیلہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور نیکی کرنے کی کوئی صورت میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جی ہاں، بالکل ہے تم ان کے لیے دعاء و استغفار کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے عہد و پیمان کو نبھانا، اور ان کے دوست و احباب کا اکرام کرو، اور ان کے خاص رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

تشریح حدیث:

جب والدین بقید حیات ہوں نعمت کبریٰ سمجھ کر ان کی خدمت اور فرما برداری کرنا چاہئے اور جب وہ اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر جائیں تو ان کے لیے درج ذیل شکلوں سے خدمت کرنی چاہئے۔

(۱) ان کے لیے برابر دعاء مغفرت اور استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

(۲) والدین نے اپنی زندگی میں جو عہد و پیمان کئے ہیں، جہاں تک ہو سکے حتی الامکان پورا کرنا چاہئے۔

(۳) ان کے دوستوں کا ادب و احترام کرنا چاہئے، اور ان کے ساتھ مودب انداز میں پیش آنا چاہئے جس طرح ان کے والدین پیش آتے تھے۔

(۴) والدین کے جو خصوصی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ اسی طرح کرنا چاہئے جس طرح والدین اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے، واللہ اعلم

### (۱۳۵۲) بَابُ بِرِّ الْوَالِدِ، وَالْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت یعلیٰ بن عامرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر ہیں اور اولاد ان کی خدمت کرے اور ان کو راضی رکھے اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق والدین کے ذمہ ہے والدین پر ضروری ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ تمام اولاد کے حقوق ادا کریں اور ہر اولاد سے یکساں برتاؤ کرے سب سے برابری کے ساتھ محبت و پیار کریں۔

(۳۷۸۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَتَقْبِلُونَ صَبِيَّاتِكُمْ قَالُوا نَعَمْ فَقَالُوا لَكِنَّا وَاللَّهِ مَا نَقْبِلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْلِكُ أَنْ كَانَ اللَّهُ قَدَنَزَعَ مِنْكُمْ الرِّحْمَةَ.

ترجمہ حدیث: اولاد کا بوسہ دینا محبت کی علامت ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ دیہات کے رہنے والے لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (یا رسول اللہ!) کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے بھی ہیں لوگوں نے کہا ہاں، تو ان لوگوں نے کہا، لیکن ہم لوگ خدا کی قسم نہیں چومتے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے رحمت و شفقت اور پیار و محبت نکال دی ہو تو مجھے کیا اختیار ہے (کہ میں تمہارے دلوں میں شفقت بھر دوں)

تشریح حدیث:

ماں باپ کی اپنی اولاد سے محبت و مودت اور رحمت و شفقت ایک جھلک اور فطری امر ہے ہر ماں اور باپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کی محبت پیدا کی ہے اور یہ صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جانوروں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت محبت و دیانت فرمائی ہے ہر جاندار اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اولاد کو آرام و راحت پہنچانے کے لیے مضطرب اور بے چین رہتا ہے اس محبت و مودت اور غایت درجہ کی رحمت و شفقت کا نتیجہ اولاد کو بوسہ دینا ہے، جب آپ کی مجلس میں ایک بچہ لایا گیا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا تو دیہات سے آنے والے لوگوں نے نہایت حیرت و استعجاب اور



سراپا متعجب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ صحابہ کرام جو وہاں موجود تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ہم لوگ اپنے بچوں کا بوسہ دیتے ہیں انہیں محبت میں چومتے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا لیکن ہم خدا کی قسم اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے ہیں اور نہ انہیں سینہ سے لگاتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے اولاد کی تئیں محبت والفت اور پیار و شفقت کو چھین لیا تو میں کیا کر سکتا ہوں مجھے کیا اختیار کہ میں تمہارے دلوں میں محبت کی آگ لگا دوں یہ تو اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔

(۳۷۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ مُعَيْدِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ يَحْيَى الْغَامِرِيِّ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَسْعِيَانِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَمَّهُمَا إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبُونَةٌ. (فی الزوائد إسناده صحيح. رجاله ثقات)

ترجمہ حدیث: محبت میں بچوں کو سینے سے لگانا:

حضرت یحییٰ بن عامریؒ سے روایت ہے کہ حضرت حسن و حسینؑ دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ (سینے سے) چمٹا لیا اور فرمایا اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہے۔

تشریح حدیث:

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ بلاشبہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش اور فتنہ کی چیز ہے۔ باپ اولاد کی طرح بخیلی بھی کرتا ہے اور اولاد کے لیے روپیہ روپیہ جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے اپنے نفس پر بھی کما حقہ خرچ نہیں کرتا، اور جب کہیں سے کوئی چیز ملتی ہے تو بچوں کے لیے رکھ لیتا ہے، خود نہیں کھاتا، بعض مرتبہ بخل کی انتہا کرتے ہوئے جو حقوق واجبہ ہیں وہ بھی نہیں خرچ کرتا بلکہ صرف جمع مالا و عدد میں ہی لگا رہتا ہے۔

اسی طرح اولاد کی خاطر انسان بزدلی بھی اختیار کرتا ہے راہ خدا میں جہاد اور قتال کرنے سے گریز کرتا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں جہاد میں مارا گیا تو اولاد کا کیا ہوگا اور اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال کون کرے گا اس کی مالی کفالت کون کرے گا، اس طرح سوچ سوچ کر بزدلی کی چادر اوڈھ لیتا ہے اور اپنی جان بچاتا پھرتا ہے بخل اور جبن دونوں مذموم اور قابل نفرت صفت ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی پناہ مانگی ہے اللھم انی اعوذ بک من الجبن و البخل، بزدلی سے آدمی خود بھی مرتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی بزدلی کی وجہ سے مرادیتا ہے اور بخیلی آدمی خود بھی بھوکا رہتا ہے اور دوسروں کو بھی بھوکا رکھتا ہے۔

تو اولاد انسان کو بزدل اور کنجوس بنادیتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی اولاد پیاری ہوتی ہے ماں باپ ان کو نہ صرف چومتے ہیں بلکہ سونگھتے بھی ہیں کیوں کہ وہ اللہ کے پھول ہیں۔

(۳۷۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ فُرْسِيِّ بْنِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ عَنْ سَرَّاقَةَ بِنِ مَالِكِ بْنِ النَّبِيِّ ؓ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْتِشَاقُ مَرْذُودَةِ إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ. (فی الزوائد رجال إسناده ثقات. إلا أن علي بن رباح لم يسمع من سراقَةَ)

ترجمہ حدیث: مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا بیٹی پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے:

حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو افضل ترین صدقہ نہ بتا دوں؟ تمہاری بیٹی جو (طلاق یا خاوند کی وفات کی وجہ سے) لوٹ کر تمہارے پاس آگئی، تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہیں۔  
تشریح حدیث:

اولاد پر خرچ کرنا تو صدقہ ہے ہی، لیکن وہ بیٹی جو شادی شدہ تھی پھر کسی وجہ سے شوہر کا انتقال ہو گیا یا شوہر نے اسے طلاق دیدی اور وہ میکے لوٹ آئی اور یہیں رہنے لگی، یہاں اس کے باپ کے سوا کوئی کمانے والا نہیں، صحیح کوئی دیکھنے والا نہیں، اب ایسی مفلوک الحال بیٹی پر کوئی خرچ کرتا ہے اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے تو یہ سب سے افضل ترین صدقہ ہے عام صدقوں سے زیادہ اس میں ثواب ہے۔

(۳۷۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُسْعَرٍ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ صُغْصَعَةَ عَمِّ الْأَخْنَفِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ امْرَأَةٍ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَأَعْطَتْهُمَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً ثُمَّ صَدَعَتْ الْبَاقِيَةَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ فَقَالَ مَا عَجَبُكَ لَقَدْ دَخَلْتُ بِهِ الْجَنَّةَ. (فی الزوائد رجال إسناده ثقات. إلا أن علي بن رباح لم يسمع من سراقَةَ)

رباح لم يسمع من سراقَةَ

ترجمہ حدیث: بیٹی کی پرورش پر جنت کی بشارت:

اخنف کے چچا صغصعہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک عورت آئی جب کہ اس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں ام المومنین نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں کو ایک ایک کھجور دیدی پھر ایک کھجور جو باقی رہ گئی اس کو آدھی آدھی ان میں تقسیم کر دی، حضرت امی جان! فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے تو میں نے سارا واقعہ آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ عجب ہے کہ وہ عورت اسی (ایک) عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئی۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی تربیت اور اس کے حقوق کی رعایت اور اس کی پرورش کرنا دخول جنت

کا باعث ہے اس حدیث میں حق البنا تکوین العین کے مقابلے میں زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیوں کہ وہ کمزور ہوتی ہیں خود مارکیٹ یا دوکانوں میں جا کر کما نہیں سکتی ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور اس کی شادی کر دینے میں جنت کی بشارت سنائی ہے، واللہ اعلم

(۳۷۸۸) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ خَزْمَةَ بِنِ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَشَانَةَ الْمُعَاوِرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَّرَ عَلَيْهِنَّ وَأَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جَدَّتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: بیٹی کی اسلامی تعلیم و تربیت دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ:

حضرت عبد اللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں اور ان پر صبر کرے (گھبرائے نہ اور نہ جزع کرے کہ تین بیٹیاں ہیں کیا ہوگا)، انہیں کھلائے پلائے اور اپنی طاقت و کمال کے مطابق پہنائے تو قیامت کے دن یہ تینوں بیٹیاں دوزخ سے آڑ اور رکاوٹ کا سبب بن جائیں گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں بیٹیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے بعض روایت کے مطابق بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بہنوں پر بھی خرچ کرنے کا یہی اجر و ثواب ہے لوگ لڑکوں پر تو خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر کام آتے ہیں لیکن لڑکیوں اور بہنوں پر خرچ کرنے سے دل چراتے ہیں کیوں کہ وہ بڑی ہو کر دوسرے کے گھر چلی جائیں گی اس لیے احادیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ بہنوں اور لڑکیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے۔

قولہ: مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ: تین لڑکیوں کا ذکر محض اتفاقی ہے اگر کسی کے پاس صرف لڑکی ہو یا ایک بہن ہو اس نے اس پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی، اور یہی اجر و ثواب ایک لڑکی والوں کو بھی حاصل ہے چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں مَنْ ابْتَلَى بَشْنَى مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ اس ایک بیٹی والے کے لیے بھی یہی فضیلت ہے۔

(۳۷۸۹) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ فَطْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَذَرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتْهُمَا أَوْ صَحِبَتْهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتْهُمَا الْجَنَّةَ.

## ترجمہ حدیث: بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا سبب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی دو بیٹیاں بالغ ہو جائیں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے (یعنی کھلائے پلائے اور دینی آداب سکھائے) جب تک کہ وہ بیٹیاں اس کے ساتھ رہیں گی یا وہ ان بیٹیوں کے ساتھ رہے (حسن سلوک میں کمی کو تا ہی نہ آنے دے) تو وہ بیٹیاں اسے جنت میں داخل کرا دیں گی۔

### تشریح حدیث:

اس حدیث میں بھی اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور حسن سلوک کرنے پر جنت کی بشارت دی ہے آپ بار بار مختلف پیرایہ بیان میں لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، انہیں تعلیم و تربیت دینے پر زور اور اس پر اجر و ثواب اور جنت میں داخلے کا سبب اسے قرار دے رہے ہیں تاکہ لوگ اس پر خصوصی توجہ مرکوز کریں جس ماحول اور معاشرے کے اندر رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تھے وہ عرب کا سب سے گندہ معاشرہ تھا جہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور لڑکیوں کی پیدائش پر صف ماتم بچھائی جاتی تھی اس لیے آپ بار بار زور دے رہے ہیں اور اس طرح سے دور جاہلیت کا خمار دل و دماغ پر جو سوار ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ واللہ اعلم

(۳۷۹۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ غَمَارَةَ أَخْبَرَنِي

الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَحَدِّثُ عَنْ زَمْنُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

أَكْرَمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَخْسِنُوا أَذْهَبَهُمْ. (فی الزوائد فی إسناده الحارث بن النعمان. وإن ذكره ابن حبان في الثقات

فقد لينه أبو حاتم)

## ترجمہ حدیث: اولاد کی تعلیم و تربیت:

حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کا خیال رکھو، اور ان کو اچھے (اسلامی) آداب سکھاؤ۔

### تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

## (۱۲۵۳) بَابُ حَقِّ الْجَوَارِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں حضرت ابو شریح خزاعیؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں ہمایوں اور پڑوسیوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں ایک حدیث میں جو آ رہی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں حضرت جبریلؑ

اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے خطرہ ہونے لگا کہ کہیں ان کو دراشت میں شریک نہ کر دیا جائے۔

(۳۷۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْخَزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلْيُخْبِرْ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَيْسَ شَيْئًا.

ترجمہ حدیث: اہل ایمان کی تین صفات حمیدہ:

حضرت ابو شریح خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں تین باتوں کا حکم ہے:

(۱) پڑوسیوں کے ساتھ احسان:

رسول اکرم ﷺ نے بہت زیادہ تاکید کے ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے ایک حدیث میں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہے یعنی اس کے اندر کمال ایمان نہیں ہے حضرات صحابہ کرام نے پوچھا کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کے شر اور تکلیف اور ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہو، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل ہی نہ ہوگا جس کے پڑوسی اس کی برائیوں اور شر سے محفوظ اور مامون نہ ہوں، الغرض پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ احسان و سلوک اور ان کا اکرام و احترام اعلیٰ درجہ کی ایمانیات اور اخلاقیات میں سے ہے جس سے متصف ہونے پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔

(۲) مہمانوں کا اکرام:

اکرام ضیف اور مہمانوں کا احترام، اس کی تعظیم و توقیر حسب استطاعت اس کی ضیافت اعلیٰ درجہ کے مومن کی شان اور پہچان ہے اکرام ضیوف سے متعلق گفتگو ما قبل تکمیل الحاجہ جلد نمبر: ۷، میں ابواب الاطعمہ میں باب الضیافة کے تحت گزر چکی ہے وہاں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کر لیں۔

## (۳) لایعنی امور سے اجتناب:

تیسری بات جو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی زبان سے کوئی بات نکالے تو اچھی بات خیر کی بات نکالے یا پھر خاموش رہے لایعنی بات جس سے دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ متعلق نہ ہو زبان سے نہ نکالے اس لیے کہ ہر بات کو رکاوٹ کرنے والے فرشتے ہمہ وقت کندھوں پر سوار ہیں، مایل لفظ من قول الالدیہ رقیب عتید لہذا خوب سوچ کر اور غور و فکر کرنے کے بعد اچھی بات کام کی بات اور دینی بات بولے، خواہ مخواہ کی بات نہ کرے، اس میں نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں، کما لایخفی علی ذوی البصائر۔

(۳۷۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَعَبْدَةُ بْنُ سَلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

رُفِيعٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَرِثُنِي.

ترجمہ حدیث: پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اہمیت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا یہ خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث نہ قرار دیا جائے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے پڑوسیوں کے ساتھ احسان و نیک سلوک کرنے اس کے دکھ درد کو بانٹنے اور اس کو کسی قسم کی پریشانی و تکلیف میں مبتلا نہ کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس تو اتر اور تسلسل اور پابندی کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو حکم دیتے تھے کہ آپ نے یہ خیال کر لیا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام شاید کسی قریبی وقت میں یہ وحی لے کر نازل ہوں کہ پڑوسی آپس میں ایک دوسرے کے وارث قرار دئے جاتے ہیں۔

(۳۷۹۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا زَالَ جِبْرِائِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَرِثُنِي.

(فی الزوائد الحديث إسناده صحيح رجاله ثقات)

ترجمہ حدیث: پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبریل کی وصیت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسیوں کے (حقوق کی

ادائیگی کے) بارے میں برابر مجھے وصیت کرتے تھے، یہاں تک میرا خیال ہوا کہ کہیں پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث نہ بنادئے جائیں۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك۔

### (۱۳۵۴) باب حق الضیف

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو شریح خزاعیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت مقدم ابو کریمؓ سے منقول ہیں اس باب میں اکرام ضیف سے متعلق احادیث مذکور ہیں شریعت نے اپنے چاہنے والوں کو اکرام ضیف پر ابھارا ہے اور اکرام ضیف کی تاکید حکم فرمایا اور یوں فرمایا کہ حق ضیف تین دن ہیں، لیکن دن تک خوب خاطر تواضع کیا جائے گا اس باب سے متعلق بحث تکمیل الحاجہ، جلد: ۷، ابواب الاطعمہ، باب الضیافۃ کے تحت آچکی ہے اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے لہذا اس باب میں صرف ترجمہ حدیث اور مطلب پر اکتفاء کیا جاتا ہے تفصیل کے لیے تکمیل الحاجہ جلد: ۷، کا مطالعہ کریں۔

(۴۷۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ

عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْخَزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلَا يَجُلْ لَهُ أَنْ يَغْوِيَ عِنْدَ صَاحِبِهِ حَتَّى يُخْرِجَهُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَمَا أَنْفَقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ حدیث: اکرام ضیف اور حق ضیافت:

حضرت ابو شریح خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص روز قیامت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے مہمان داری کا اصول صرف ایک دن اور ایک رات ہے، اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے پاس اتنے دن قیام کرے اس کو تنگی اور حرج میں ڈال دے، مہمانی صرف تین دن ہیں تین دن کے بعد مہمان پر جو کچھ بھی خرچ کرے وہ صدقہ ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: جائزۃ یوم ولیلۃ۔ نہایہ میں ہے کہ مہمان کی تین دن تک کی ضیافت کی جائے گی اول دن تو حسب استطاعت پر تکلف اور عام کھانوں کے علاوہ تیار کر کے پیش کیا جائے گا پھر باقی دو دن ماحضر جو بھی ہو پیش کر دیا جائے تکلف کی ضرورت نہیں، پھر رخصت کے وقت زاور راہ اتنا دیدیں گے کہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت طے کرے، اس کو وجیزہ کہتے ہیں بعض نے کہا زاور راہ اتنا دیدیں گے کہ بس ایک چشم سے دوسرے چشم تک چلا جائے، اس کے علاوہ میزبان

خود مختار ہے چاہے اس پر خرچ کرے یا خرچ نہ کرے اگر خرچ کرے گا تو صدقہ ہوگا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے پاس اتنا زیادہ قیام نہ کرے کہ میزبان دل برداشتہ اور کبیدہ خاطر ہو جائے اور مہمان کے خلاف بدگمانی اپنے دل میں پیدا کر کے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تکمیل الحاجہ جلد ۷ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ۔

(۳۷۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَانَ اللَّيْثِ بْنَ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَا فَمَا تَرَى فِي ذَلِكَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَرَلُّنَا بِقَوْمٍ فَأَمْرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا وَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَاحْذَرُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ۔

ترجمہ حدیث: مہمان حق ضیافت وصول بھی کر سکتا ہے:

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا (یا رسول اللہ!) آپ ہم لوگوں کو سفر میں بھیجتے ہیں اور بعض مرتبہ ہم لوگ ایسی قوم کے پاس قیام کرتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتی ہیں (حالاں کہ ہم محتاج ہوتے ہیں) تو آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اگر کسی قوم کے پاس پڑاؤ ڈالو پھر وہ تمہارے لیے ان چیزوں کا حکم کریں جو مہمان کے لیے مناسب ہیں تو اسے قبول کرلو، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کرو جو ان کو کرنا چاہئے تھا۔

تشریح حدیث:

قال الشيخ عبد الغنى المجددى رحمہ اللہ هذا منسوخ عند الجمهور او مشروط على قوم اخذ الامام العهد عليهم بضيافة السرايا والجيش اذا مروا بهم فعلى هذا محمله اهل الذمة (۱)

(۳۷۹۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ الْمُقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةُ الضَّيْفِ وَاجِبَةٌ فَإِنْ أَصْبَحَ بِفَنَائِهِ فَهُوَ ذَنْبٌ عَلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ۔

ترجمہ حدیث: رات کے وقت مہمان نوازی کا وجوب:

حضرت مقدم ابو کریمؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مہمان کی رات کی ضیافت واجب ہے، پس اگر



مہمان اس کے پاس ہی صبح تک رہے اس کی مہمانی میزبان کے ذمہ فرض ہے اگر چاہے تو وصول کر لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔  
تشریح حدیث:

قوله: ليلة الضيف واجبة۔ حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس رات میں مہمان آئے، یعنی مہمان رات کے وقت آیا کھانے کا کوئی انتظام نہیں، ہوٹل وغیرہ بھی نہیں کہ وہاں جا کر کھالے تو اس صورت میں میزبان کے ذمہ واجب ہے کہ کھانا کھلائے پھر اگر مہمان رات میں اسی کے پاس قیام کرے تو صبح کے بعد بھی اپنا حق طلب کر سکتا ہے اہل خانہ کے ذمہ مہمان نوازی سا قطنہ ہوگی ہاں مہمان کو اختیار ہے چاہے تو اپنا حق طلب کرے اور چاہے تو یوں چھوڑ دے۔ واللہ اعلم

### (۱۳۵۵) باب حق الیتیم

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اس باب میں یتیموں کے ساتھ شفقت و محبت اور ان کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق احادیث مذکور ہیں۔ (رسول اکرم ﷺ نے یتیموں کی کفالت کرنے والے کے لیے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی بشارت دی ہے کہ اللہم اجعلنا منہم)

(۳۷۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَخْرِجْ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمَ وَالْمَرْأَةَ۔

ترجمہ حدیث: یتیموں کی حق تلفی سے آپ کا خوف کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ! میں دو کمزوروں کے حق (مال) کو حرام کرتا ہوں ایک یتیم اور دوسرے عورت۔  
تشریح حدیث:

قوله: اخرج حق الضعيفين: اخرج کے معنی اذیقہ و احرمہ کے ہیں یعنی میں دو کمزوروں کے حق کو حرام کرتا ہوں یعنی ان دونوں کے حقوق کو ضائع کرنا یا ان کے حقوق کو سلب کرنا جائز نہیں ہے، ایک یتیم اور دوسرے عورت ہے۔

یتیم کس کو کہتے ہیں:

جس بچہ کا باپ اس کے بلوغ سے قبل مر جائے وہ یتیم ہے کیوں کہ یتیم بچہ یا بچی اپنے انجام سے ناواقف ہوتی ہے عقل و فہم بھی نا آشنا ہوتی ہے اور کسب معاش سے بھی عاجز ہوتی ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ یتیم

کے حقوق کی حفاظت وصیانت کے متعلق تاکید فرمایا اور یتیم کے حق کے بارے میں شدید وعید بیان فرمائی ہے۔  
 اسی طرح عورت بھی کسب معاش سے عاجز اور عقل و دانش سے ناقص ہوتی ہے اور ہر اعتبار سے کمزور ہوتی ہے جو چاہتا ہے اس کے حق کو ضائع کر دیتا ہے اس کے مال کو ہڑپ کر لیتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے عورت کو بھی یتیم کے ساتھ شامل فرمایا اور حرج و اثم میں اس کو بھی داخل دلائل کیا ہے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے جو یتیموں کے مال اور اس کے حق کو ضائع کرتے ہیں ان پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں ان کو دھکا دے کر بھگادیتے ہیں قرآن کریم ایسے لوگوں کے فعل بد کو تکذیب دین اسلام سے تعبیر کیا ہے اور مکذبین کی فہرست میں ان کو شمار کیا ہے ارشاد ربانی ہے، اَرَأَيْتَ الَّذِي يَكْذِبُ بِالْذِّينِ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ۔ کیا آپ ان کو جانتے ہیں جو دین کی تکذیب کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو یتیموں کو دھکا دے کر بھگادیتے ہیں۔

(۳۷۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلِيمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَثَابٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُخِيزُ بَيْتَ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتَ فِيهِ يَتِيمٌ يَحْسُنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتَ فِيهِ يَتِيمٌ يَسَاءُ إِلَيْهِ۔

### ترجمہ حدیث: مسلمانوں کا افضل ترین اور بدترین گھر:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے افضل ترین وہ گھر ہے جس میں ایک یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔  
 تشریح حدیث:

قولہ: یساء الیہ: بدسلوکی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گھر کے افراد اس کی ضروریات زندگی کی کفالت میں غفلت کو تاحی برتیں، اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ جس سے اس کو بے چارگی اور احساس کمتری کا شعور پیدا ہو، اس کو خواہ مخواہ زد و کوب کیا جائے، مارا پیٹا جائے، یہ سب چیزیں بدسلوکی کے اندر داخل ہیں، ہاں اگر تعلیم و تربیت کی غرض سے اس کی پٹائی کی جائے اس کو کچھ سزا دی جائے تو یہ بدسلوکی میں داخل نہیں، بلکہ یہ تو حسن سلوک اور احسان میں شمار ہوگا کیوں کہ یہ تو اس کے مستقبل کی زندگی کو سنوارنے کے لیے پٹائی کی جارہی ہے: واللہ اعلم

(۳۷۹۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَطَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَةَ مِنْ الْأَيَتَامِ كَانَ كَمَنْ قَامَ لَيْلَهُ وَصَامَ نَهَارَهُ وَغَدَا وَرَاحَ شَاهِرًا سَيْفَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

وَكُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ أَخَوَيْنِ كَهَاتَيْنِ أُخْتَانِ وَالصَّقِ إِضْبَعِيهِ السَّبَابَةُ وَالْوَسْطَى. (فی الزوائد فی

إِسْنَادِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ مَجْهُولٌ، وَالرَّوَايَةُ عَنْهُ ضَعِيفٌ)

ترجمہ حدیث: تین یتیموں کی کفالت کا اجر و ثواب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تین یتیموں کی کفالت اور پرورش کرے (اس کا اجر و ثواب) اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر قیام کرے بھر روزہ رکھے اور صبح شام تلواریں سونت کر اللہ کے راستے میں جہاد یعنی قتال کرنے کے لیے جائے اور میں اور وہ جنت میں دو بھائی ہوں گے ان دو بہنوں کی طرح، پھر آپ نے اپنی دو انگلی یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملائی۔

تشریح حدیث:

قولہ: شاہراً: ای سالاً و منخرجاً سیفہ لقتل الکفار و اعداء الاسلام من الیہود و النصرانی۔ اس حدیث شریف میں بھی رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے لیے عظیم بشارت دی جو یتیموں کی کفالت امداد دیکھ بھال کرتے ہیں، فرمایا ایسا جنت میں میرے ساتھ، غایت درجہ کی قربت کو بیان کرنے کے لیے آپ نے شہادت اور وسطی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

### (۱۳۵۶) بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سلمیٰ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بہت بڑا باعث اجر و ثواب کا کام ہے۔  
(۳۸۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ عَنْ أَبِي الْوَاظِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَنْتَفِعَ بِهِ قَالَ اغْزِلِ الْأَذَى عَنِ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ حدیث: راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا:

حضرت ابو ہریرہؓ سلمیٰ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا کرو (اور اس پر عمل کر کے خوب فائدہ اٹھاؤ لوگوں کی دعائیں لو)

تشریح حدیث:

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کانٹے یا پتھر یا کیلے وغیرہ کے چھلکے پڑے

ہوں جن سے لوگوں کے پھسلنے کا اندیشہ ہو اور راہ گیر مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہو، کوئی غلاظت و نجاست راستہ میں پڑی ہو جس سے راستہ چلنے والوں کے لیے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو مومن پر اخلاقی اور ایمانی فرض یہ ہے کہ اس کو ہٹا دے، اور راستہ کو صاف کر دے، اسی طرح خود بھی راستہ میں کوئی ایسی چیز نہ ڈالے جو راستے پر چلنے والوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو، حضرات صوفیا کرام اور عارفین کی رمز سناس نگاہوں نے تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ انسان ایسی تمام چیزوں سے اپنے نفس کو صاف و شفاف کرے جو توجہ الی اللہ اور معرفت کے راستہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہوں اور اپنے قلب و دماغ سے برائی کے خیال تک کو بھی کھرچ کر پھینک دے (۱)

راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ایمان کے ستر شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں ازالة الاذی عن الطريق میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو گزرنے والوں کے لیے تکلیف و نقصان کا باعث ہو، خواہ وہ کوئی موذی درخت ہو یا کانٹا ہو یا کوئی پتھریا کوئی گندگی اور غلاظت، سب کے سب اس میں داخل ہیں اور یہ ایمان کے حسین و جمیل شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے ہذاہ الاحادیث المذکورۃ فی الباب ظاہرۃ فی فضل ازالة الاذی عن الطريق، سواء کان الاذی شجرة تؤذی او غصن شول، او حجر ايعثر به او قدراً او جيفة و غیر ذالک، و اماطة الاذی عن الطريق من شعب الایمان کما سبق فی الحديث الصحيح (۲) صاحب ابدالد بیاجہ شیخ صفار القسوی احمد العدوی نے اس موقع پر اس حدیث کے ذیل میں بہت نفیس اور مفید کلام کیا ہے، شوقین اور علم دوست حضرات اس کا مطالعہ کریں (۳)

(۳۸۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثَمِيرٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ عَلَى الطَّرِيقِ غُصْنُ شَجَرَةٍ يُؤْذِي النَّاسَ فَأَمَّا طَهَا رَجُلٌ فَأَدْخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ حدیث: رحمت حق بہانہ می جوید:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستہ میں ایک درخت کی شاخ تھی جس سے لوگوں کو ایذا پہنچتی تھی تو ایک شخص نے اسے راستہ سے ہٹا دیا (اسی عمل پر) اسے جنت میں داخل کر دیا۔  
تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور فعال لما یرید ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں وہ بڑا غفار اور رحمان ہے مغفرت و بخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے وہ جب چاہتا ہے تو ایک زانیہ عورت کو محض کتے کو پانی پلانے کے بدلے معاف

(۲) شرح مسلم: ۸/۳۱۹ بحوالہ اهداء الدیبا جہ: ۵/۸۷

(۱) استفاد مظاہر حق جدید: ۱/۷۱

(۳) اهداء الدیبا جہ: ۵/۷۶ تا ۷۷

کر دیتا ہے اور جنت کے اعلیٰ محل میں جگہ دیدیتا ہے اور جب چاہتا ہے تو ایک عابدہ زاہدہ پار سے عورت کو بلی کو باندھ کر بھوکا مارنے کے بدلہ میں جہنم کی آگ میں ڈال دیتا ہے کوئی اس سے سوال کرنے والا نہیں، جب اس کا دریا رحمت و مغفرت جوش میں آتا ہے تو ایک معمولی نیکی کے بدلے میں جنت کر دیتا ہے اور فاسق کے تمام سینات مجہود معاف کر دیتا ہے یہ حدیث باب بھی اسی قبیل سے ہے کہ اللہ کے دریائے رحمت و مغفرت میں ایسا اچھال آیا ہے کہ محض راستہ میں پڑی ہوئی تکلیف وہ چیز کے ہٹا دیں پر جنت میں داخل کر دیا، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(۳۸۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ وَاصِلِ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَقِيلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُرِصَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي بِأَعْمَالِهَا حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَرَأَيْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يَنْحَى عَنِ الطَّرِيقِ وَرَأَيْتُ فِي سَيِّئِ أَعْمَالِهَا النَّخَاعَةَ فِي الْمَسْجِدِ لَا تَدْفَنُ.

ترجمہ حدیث: آپ کے سامنے امت کے اعمال کی پیشگی:

حضرت ابو ذر (غفاری)ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے اچھے اور برے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے امت کے اعمال حسنہ میں سے ایک عمل حسن یہ دیکھا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیتا ہے اور امت کے اعمال سیئہ میں سے ایک عمل یہ دیکھا کہ مسجد میں بلغم (نکال کر) دبایا نہیں جاتا۔

تشریح حدیث:

قولہ: النخاعة لا تدفن فی المسجد: حدیث شریف کا یہ جملہ اس بات پر دال ہے کہ یہ قباحت و شاعت اور ملامت و مذمت صاحب نخاعہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اس کے اندر وہ شخص داخل ہے جو مسجد میں گندگی دیکھے اور اسے دفن وغیرہ کے ذریعہ زائل نہ کرے اس سے معلوم ہوا اگر مسجد میں کوئی گندگی یا بلغم وغیرہ کوئی آدمی دیکھے تو اس کو صاف کر دینا چاہئے ورنہ جس طرح گندگی ڈالنے والا معصیت کا مرتکب ہوا اسی طرح یہ شخص بھی عدم ازالہ اذی اور عدم اہتمام تطہیر کا گنہ گار ہوگا، ہذا ظاہر ان هذا القبح والذم لا يختص بصاحب النخاعة بل يدخل فيه هو وکل من راها ولا یزیلها بدفعه او حک ونحوہ۔ (۱)

### (۱۳۵۷) بَابُ فَضْلِ صَدَقَةِ الْمَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت سعد بن عبادہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سراقہ بن جعتمؓ سے منقول ہیں اس باب میں پانی صدقہ کرنے یعنی پیاسوں کو

پانی پلانے کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔ پیاسوں کو پانی پلانا بہت بڑا اجر و ثواب کا کام ہے۔

(۸۳۰۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ صَاحِبٍ الدَّسْتَوَالِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ سَقَى الْمَاءَ.

ترجمہ حدیث: افضل ترین صدقہ:

حضرت سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا (پیاسوں کو) پانی پلانا (افضل ترین صدقہ ہے)  
تشریح حدیث:

علامہ مناویؒ فیض القدر میں لکھتے ہیں کہ ہر ذی روح حیوان محترم کو پانی پلانے میں اجر و ثواب ہے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص راستہ چل رہا تھا کہ دوران سفر اس کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک کنواں ہے چناں چہ اس میں کسی طرح اتر اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین کی تری چاٹ رہا ہے اس نے دل میں سوچا کہ جس طرح میں شدت پیاس کی وجہ سے مضطرب اور بے چین تھا اور جیسی مجھے تکلیف ہو رہی تھی اسی طرح یہ کتا بھی شدت پیاس کی تکلیف کی وجہ سے بے چین ہے کیوں نہ اس کو پانی پلایا جائے چناں چہ وہ شخص کنواں میں اتر اور اپنے موزے میں پانی بھرا اور اپنے منہ سے اس کو پکڑ کر باہر آ گیا اور کتے کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ کو اس شخص کا یہ عمل بہت زیادہ پسند آیا چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے اور اس کے عمل کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرمادی جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چوپایوں کو پانی پلانے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے آپ نے فرمایا فی کل تہجد و طہارۃ اجر ہر جگر والے کو تر کرنے میں اجر و ثواب ہے، ہر جاندار اور حیوان کے ساتھ احسان و حسن برتاؤ میں اجر ہے سبحان اللہ! اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے اجر و ثواب کمانے کے لیے کس قدر سنہرے سے سنہرے مواقع فراہم کئے ہیں اور معمولی کام پر کس قدر عظیم الشان وعدہ فرمایا ہے۔

(۳۸۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُورًا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُرُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا فَلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتَكَ شَرْبَةً قَالَ فَيَشْفَعُ لَهُ وَيَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُورًا فَيَشْفَعُ لَهُ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَيَقُولُ يَا فَلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِي فِي حَاجَةٍ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ يَهَبْتُ

لَكَ فَيُشْفَعُ لَكَ. (فی الزوال فی اسنادہ یزید بن ابان الرقاشی وهو ضعیف)

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ مختلف صف باندھے کھڑے ہوں گے (ابن نمیر نے کہا اہل جنت) کہ ایک جہنمی شخص کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا، اے فلاں! کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں ہے کہ آپ نے پانی مانگا تھا تو میں نے آپ کو ایک گھونٹ پانی پلا دیا تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی اس شخص کے لیے سفارش کرے گا اور ایک (دوسرا) شخص گزرے گا تو کہے گا کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں کہ جب میں نے طہارت کے لیے آپ کو پانی دیا تھا چنانچہ یہ شخص بھی اس کی سفارش کرے گا۔ ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ شخص کہے گا کہ اے فلاں! کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں کہ جب آپ نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا اور میں آپ کے حکم کے مطابق چلا گیا تھا چنانچہ یہ بھی اس کی سفارش کرے گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ پانی پلانا بہترین اور افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے اگر کسی نے کسی کو دنیا میں پانی پلا دیا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے سفارش کرے گا، حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ نے جواب دیا پانی پلانا، حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ صدقہ کو بہت زیادہ پسند کرتی تھی تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو نفع ہوگا، آپ نے فرمایا بالکل ہوگا، اور تم اپنے اوپر پانی پلانے کو لازم کرلو۔ یعنی تم اپنی والدہ کی طرف سے لوگوں کو پانی پلایا کرو کیوں کہ یہ عند اللہ اعظم القربات ہے، چنانچہ حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور اپنی والدہ کی طرف سے وقف کر دیا اور فرمایا ہذہ الام سعیدیہ کنواں سعد کی والدہ کی جانب سے ہے ان احادیث اور روایات کی وجہ سے بعض تابعین کرام فرمایا کرتے تھے کہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہوں وہ اپنے اوپر لوگوں کو پانی پلانا لازم کر لے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گناہ کو معاف فرما دیا جس نے ایک کتے کو پانی بلایا، پس جو کسی مومن موحّد کو پلائے گا اس کو اللہ کیوں معاف نہیں کرے گا یہ اس کی شان کریمہ و غفاری کے خلاف ہے۔

(۳۸۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ جُعْشَمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمِّهِ سَرَّاقَةَ بْنِ جُعْشَمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَالَّةٍ لَا يَلِ تَغْشَى حَيَاضِي قَدْ لَطَطَّهَا لِابِلِي فَقَالَ لِي مِنْ أَجْرِ إِنْ سَقَيْتَهَا قَالَ نَعَمْ

فِي كُلِّ ذَاتٍ كَبِدٍ حَزْنٍ أَجْزَى. (فی الزوال فی اسنادہ محمد بن اسحاق وهو مدلس)

ترجمہ حدیث:

حضرت سراقہ بن جعشمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ (یا رسول اللہ!) گم شدہ اونٹ میرے اس

تَمْكِيْلُ الْحَاجَةِ

جلد ہفتم

حوض پر آجاتے ہیں جس کو میں نے اپنے اونٹ کے لیے تیار کیا تو اگر میں ان گم شدہ اونٹ کو پانی پلا دوں تو کیا مجھے اس میں ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا جی ہاں بالکل ثواب ملے گا ہر جگر والی چیز جس کو پیاس لگتی ہو (کو پانی پلانے میں) اجر و ثواب ہے۔  
تشریح حدیث:

قد لطمها۔ لا ط یلو ط (ن) لو طاً، چپکنا، لگنا نیز باب ضرب لا ط یلیط لیطاً و لیاطہ بھی آتا ہے چپکنا، لا ط الحوض طینہ و اصلحہ، مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے حوض کو اپنے اونٹ کو پلانے کے لیے تیار کیا ہے لیکن گم شدہ اونٹ بھی آکر اس سے پانی پی لیتا ہے، تو کیا مجھے اس کے عوض میں اجر و ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں بالکل ثواب ملے گا ہر جگر والی چیز جس کو پیاس لگتی ہو اور وہ پانی پئے تو اس کا اجر تمہیں ضرور بالضرور ملے گا، معلوم ہوا کہ اگر کسی کنواں یا حوض پر باہر کے جانور پانی پی لے یا کسی کا کھیت جانور چر جائے تو مالک حوض اور صاحب زرع کو ضرور بالضرور ثواب ملے گا گویا یہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا۔

### (۱۳۵۸) باب الرِّفْقِ

اس باب کے تحت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جریر بن عبد اللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی، فروتنی، ملائمت اور مسابقت کا رویہ اختیار کرنا اپنے ساتھیوں کے حق میں مہربان و نرم ہونا ہر کام خوش اخلاق کے ساتھ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ اور شریعت میں مطلوب و محمود ہے۔

(۳۸۰۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هَلَالٍ الْقَنْبِسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُخْرَمِ الرِّفْقُ يُخْرَمِ الْخَيْرُ.

ترجمہ حدیث: جو شخص نرمی اور مہربانی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم:

حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو نرمی اور مہربانی سے محروم کیا جاتا ہے وہ گویا (بہت ساری) خیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

جامع الصغیر کی روایت میں لفظ خیر کے ساتھ کلمہ کا لفظ بھی موجود ہے جس کی طرف بین القوسین میں اشارہ کیا گیا ہے، لہذا جس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا جو شخص صفت رفق و مہربانی اور ملائمت و مسابقت کی عادت سے عاری ہوتا ہے جس کا دامن تواضع و انکساری عاجزی و فروتنی مسابقت کی دولت سے خالی ہوتا ہے وہ تمام بھلائیوں اور نیکیوں سے



محروم قرار پاتا ہے گویا اس ارشاد گرامی کا مقصد رفیق وزنی کے وصف کی فضیلت کو بیان کرنا اور اس عظیم وصف کو حاصل کرنے کی جانب ترغیب دلانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ، سختی، درشتی، کی مذمت کرنا بھی ہے نیز اس بات کو بھی واضح کرنا ہے کہ نرمی و مہربانی کے زیور سے آراستہ ہونا تمام خیر و بھلائیوں کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

## نرمی اور سختی کا دائرہ وسعت:

یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نرمی و سختی کا میدان بہت وسیع و عریض ہے اس کا تعلق اپنے اہل خانہ، بیوی، بچوں، اعزاء و اقرباء، احباب و اصدقاء، زلماء، و رفقاء، غریب و قریب، امیر و بعید، پڑوسیوں، تلامذہ، حاکموں، افسروں، بوڑھوں، جوانوں، بچوں، اور عورتوں اور مردوں سب کے ساتھ ہوتا ہے، آدمی کو زندگی میں جن جن سے واسطہ پڑتا ہے ان سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے، یہ بات اس کے لیے بھی باعث رحمت ہے اور دوسروں کے لیے بھی راحت و سکون کا سبب ہے اس سے باہم مودت و محبت، اور عقیدت و الفت پیدا ہوتی ہے اکرام و احترام اور خیر خواہی کے عالی جزبات ابھر کر سامنے آتے ہیں، اور اس کے برخلاف سخت رویہ اختیار کرنے میں آپس میں بغض و عداوت، نفرت و حسد و کینہ اور آپس میں جنگ و جدال کے جزبات ابھرتے ہیں جن کے دل میں نرمی اور لطافت ہوتی ہے وہ بہت سی مسفتوں اور برکتوں کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان سے لوگوں کا عظیم فائدہ ہوتا ہے اور جو اس حسین و جمیل اور زیور سے معری ہوتا ہے بہت سارے نقصانات و زحماتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(۳۸۰۷) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعَنْفِ.

ترجمہ حدیث: رفیق وزنی اللہ کو محبوب ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نرم و مہربان ہے اور نرمی کو پسند بھی کرتا ہے اور وہ نرمی و مہربانی پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی و درشتی پر عطا نہیں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

قبولہ: ان اللہ رفیق: لفظ ”رفیق“ اللہ تعالیٰ کا نام ہے یا نام نہیں ہے اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے بعض نے اس کو اللہ تعالیٰ کا نام قرار دیا ہے اور بعض نے صفات باری تعالیٰ میں سے ایک صفت قرار دیا ہے، لیکن اس بارے میں راجح قول یہ ہے کہ اس سلسلہ میں توقف اختیار کیا جائے، ابن القیمؒ نے بدائع الصنائع القوائد میں صراحت کی ہے کہ رفیق اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی صفت ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے اور رفیق کے پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خود بھی مہربان اور نرم ہے ان کو ایسے امور و اعمال کا مکلف قرار نہیں دیتا جو ان کی قوت و طاقت کے تحمل سے خارج ہو اور جن کی وجہ سے وہ دشوار یوں اور سختیوں میں مبتلا ہوں لا یكلف الله نفساً الا وسعها کسی بندے پر اللہ تعالیٰ تکلیف مالا یطاق نہیں کرتا ہے بلکہ انہی اعمال و افعال اور عبادات و ریاضت کا حکم دیتا ہے جو دائرہ وسعت و قوت کے اندر ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تئیں یہ پسند کرتا ہے اور اس سے خوش و راضی ہوتا ہے کہ وہ آپس میں نرمی و مہربانی، پیار و محبت، اخوت و بھائی چارگی اور رحمت و شفقت سے رہیں، اور ارشاد خداوندی رحماء بینہم کا عملی تفسیر بنے، ایک دوسرے کو پریشانیوں، سختیوں، اور مصیبتوں میں مبتلا نہ کریں، بلکہ نرمی اور رفیق اور ملائمت و ملاطفت کی صفت حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ و مزین کریں۔

## نرمی کرنے پر جو اجر ملتا ہے سختی میں نہیں:

قوله: و يعطى عليه مالا يعطى على العنف: کیوں کہ اللہ تعالیٰ صفت نرمی و مہربانی کے اختیار کرنے پر وہ انعامات و نوازشات کی بارش برساتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب اور حصول مقاصد کی جو عظیم الشان نعمت نرمی و مہربانی کرنے پر ہوتی ہے وہ سختی کرنے پر نہیں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی نرمی کے ساتھ دعوت دینے کا حکم دیا اور ترش روئی اور سختی کے ساتھ پیش آنے سے منع فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون کے دربار میں توحید و ایمان کا پیغام لیکر فرعون کو دعوت اسلام دینے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ﴿١﴾ اے موسیٰ آپ فرعون سے نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ بات کیجئے اور ایمان و یقین کی دعوت دیجئے شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے، اور نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا عَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نَقُضُوا مِنْ جَوْلِكَ ﴿٢﴾ اے نبی اگر آپ سخت دل ہوتے تو آپ کے ارد گرد سارے لوگ منتشر ہو جاتے، پھر آپ ایمان کی دعوت کا کام کس طرح کر سکتے ہیں، ان دونوں آیتوں سے اس بات کی طرف نہایت بلیغ اور لطیف اشارہ ہے کہ علماء اسلام، دعاۃ اور مبلغین حضرات کو اپنے اندر نرمی اور مہربانی اور لطافت و مسابھت کی صفت پیدا کرنی چاہئے، اور رافت و رحمت کے زیور سے محلی و مرصع ہونا چاہئے۔ کیونکہ دعوت کی راہ میں یہ چیز اکیسر کی اہمیت رکھتی ہے۔ قال المناوي: قوله: ان الله

رفیق: ای لطیف بعبادہ یرید بہم البسر ولا یرید بہم العسر، فیکلفہم فوق طاقتہم بل یسامہم، ویلطف بہم ﴿٣﴾

(۳۸۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُضْعَبٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ

(۱) سورہ طہ رقم الآية: ۳۴۔ (۲) سورہ آل عمران رقم الآية: ۱۵۹۔ (۳) فیض القدیر: ۲/۳۰۰ بحوالہ اہدء الدیاجہ: ۵/۸۳

عَمَّارٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرُورَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نرمی و مہربانی کرنے والا ہے اور ہر چیز میں نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

قال النووي: في هذه الأحاديث فضل الرفق والحث على التخلق، ودم العنف، والرفق مسبب كل خير، ومعنى يعطى على الرفق أى يثيب عليه ما لا يثيب على غيره، وقال القاضى معناه يتأتى به من الأغراض، ويسهل من المطالب ما لا يتأتى بغيره (۱)

### (۱۳۵۹) بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْمَمَالِكِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ اور سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آقا اور مولیٰ کو چاہئے کہ اپنے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، نیک برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے طاقت و قوت سے زیادہ کام نہ بتائے اور اگر کبھی زیادہ کام بتائے خود بھی اس میں تعاون کرے۔

(۳۸۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْمَغْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطِعْمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَالْبَسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَلَا تَكْلِفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ.

ترجمہ حدیث: غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ غلام اور باندیاں) تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضہ میں دیدیا ہے لہذا جو تم کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ جو تم پہنتے ہو وہی ان کو بھی پہناؤ، اور انہیں مشکل اور ایسے کام کا حکم مت دو جو وہ انجام نہ دے سکیں، پس اگر تم انہیں مشکل کام کا حکم دو (تو پھر ان کی مدد بھی کرو، یعنی اس کام کی انجام دہی میں خود بھی شریک ہو جاؤ)

تشریح حدیث:

آج پوری دنیا سے تقریباً غلاموں اور باندیوں کا دور ختم ہو چکا ہے پوری دنیا میں کہیں بھی اس کا وجود نہیں ہے لیکن فی

زمانا صاحب ثروت اغنیاء اور مالداروں کے گھروں میں نوکر خدمت گزار خدام اور خادمائیں ہوتی ہیں جو تنہا ہوں پر کام کرتی ہیں اس زمانے میں نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مستحق یہ خدام ہوں گے مالکوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کریں، اور نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کریں۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ آج عرب اور خلیج کے ممالک میں لوگوں کے گھروں میں جو خدام اور خادمائیں ہوتی ہیں ان کے ساتھ ان کا رویہ نہایت ظالمانہ بلکہ بہیمانہ ہوتا ہے اٹھارہ گھنٹے ان سے مشکل سے مشکل کام لیا جاتا ہے اور بقدر کفاف ہی کھانا دیا جاتا ہے اور تنخواہ بھی برائے نام بلکہ بعض عرب کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے کہ وہ ظالم تنخواہ، بھی نہیں دیتا، الثا عمل ہی سے غرامہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کے حالت زار پر رحم و کرم فرمائے آمین اور رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳۸۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغُلَيْبُ بْنُ مَحْمَدٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَلَيْمَانَ عَنْ مَعْبُودِ بْنِ

مُسْلِمٍ عَنْ فَرْقِدِ السَّبْخِيِّ عَنْ مَرْثَةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلِكَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ أَكْثَرُ الْأُمَمِ مَمْلُوكِينَ وَيَتَامَى

قَالَ نَعَمْ فَأَكْرَمُوهُمْ كَكَرَامَةِ أَوْلَادِكُمْ وَأَطْعَمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ قَالُوا فَمَا يَنْفَعُنَا فِي الدُّنْيَا قَالَ

فَرَسٌ تَرْبِطُهُ ثَقَاتِلٌ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَمْلُوكٌ كَيْفِيكَ فَإِذَا صَلَّى فَهُوَ أَخْوَكُ. (فی الزوائد فی

إسناده فرقد السبخي، وهو وإن وثقه ابن معين في رواية فقد ضعفه في أخرى. وضعفه البخاري وغيره)

ترجمہ حدیث: غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں حکم نبوی:

امیر المومنین خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نوکروں کے ساتھ بد اخلاقی و بد سلوکی کرنے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا: (یہ سن کر) حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس امت میں پہلی امتوں سے زیادہ غلام اور یتیم ہوں گے (تو ممکن ہے کہ بعض لوگ ان کے ساتھ بد اخلاقی کریں) آپ نے فرمایا جی ہاں، لیکن ان کا اسی طرح خیال رکھے جس طرح تم اپنی اولاد کا خیال رکھتے ہو ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں دنیا میں کون سی چیز فائدہ پہنچانے والی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ گھوڑا جس کو تم باندھ کر رکھو اور اس پر بیٹھ کر اللہ کے راستے میں جہاد و قتال کرو، تمہارے غلام تمہارے لیے کافی ہیں جب وہ نماز پڑھے (یعنی مسلمان ہو جائے) تو وہ تیرا بھائی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلِكَةِ۔ مملوک کے ساتھ بد سلوکی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا المملکۃ بمعنی المملکیۃ ہے یعنی نوکر چاکر، رعایا اور خادموں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا دخول اول کی نفی ہے

مطلق دخول کی نہیں یہ حدیث زجر و توبخ اور وعید شدید پر محمول ہے اور اس حدیث کے ذریعہ مالکوں اور آقاؤں کو اپنے رعایا اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ابھارنا مقصود ہے اور غلاموں کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر آمادہ کرنا مقصد ہے۔

### (۱۳۵۹) باب إفساء السلام

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو امامہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی سلام کو خوب زیادہ فروغ اور عام کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ سلام کرنے کا رواج دیا جائے۔

(۳۸۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا

وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوْ لَا أَذْلكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

ترجمہ حدیث: آپس میں سلام کو رواج دو:

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم لوگ مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو بجالاؤ گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو عام کرو۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف بلفظ باب الایمان میں مقدمہ کے تحت گزر چکی ہے اور احقر نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں تفصیل کے ساتھ اس کی تشریح و توضیح کر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں تفصیل کے لیے حدیث نمبر ۷۵ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۸۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ

أَمَرَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَفْشِيَ السَّلَامَ. (فِي الزَّوَادِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ رَجَالُهُ ثِقَاتٌ)

ترجمہ حدیث: سلام کو عام کرنے کا حکم:

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں سلام کو پھیلانے کا حکم دیا۔

تشریح حدیث:

بخاری شریف میں حضرت عمارؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ثلاث من جمعهن فقد جمع

تكميل الحاجة

جلد ہفتم

الایمان تین خصلتیں جس نے اپنے اندر پیدا کر لی ہیں گو اس نے اپنے اندر ایمان کامل کو پیدا کر لیا ہے۔

(۱) الانصاف من نفسه۔ اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔

(۲) وبذل السلام للعالم۔ دنیا میں سلام کو فروغ دینا۔

(۳) والانفاق من الافتار۔ تنگ دستی میں راہ خدا میں خرچ کرنا۔

صاحب زاد المعاد علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں سلام کو فروغ اور رواج دینا تو وضع و انکساری اور فروتنی کو متضمن ہے سلام میں ابتداء کرنے والا غرور و تکبر عجب اور گھمنڈ سے محفوظ ہوتا ہے متکبر آدمی تو کسی کے سلام کا جواب نہیں دیتا چہ جائے کہ وہ کسی کو سلام کرے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنا چاہئے یہ انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ چھوٹا ہی ہم کو سلام کرے گا بلکہ بڑا آدمی چھوٹے کو سلام کر سکتا ہے اس میں تو وضع ہے رسول اکرم ﷺ چھوٹوں کو بھی سلام کرتے تھے، ہاں اگر چھوٹوں کی تعلیم و تربیت مقصود ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ اصول یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے سے بڑے کو راکب ماشی کو، اور ماشی قاعد کو سلام کرے، اس کی صراحت تو احادیث میں خود رسول کریم ﷺ نے کر دی ہے جیسا کہ حدیث آرہی ہے۔

(۳۸۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْبِذُوا الرَّحْمَنَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رحمن کی عبادت کرو، اور سلام کو عام کرو۔

تشریح حدیث:

قوله: اعبدوا الرحمن، رحمان کی عبادت کرو۔

عبادت رحمن کا مطلب:

رحمان کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود و معبود بناؤ اسی کو اپنا خالق و مالک سمجھو، اسی کو رزاق و غفار ہونے کا عقیدہ رکھو، اس کے ساتھ کسی کو بھی عبادت و صفات میں شریک مت کرو، شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات سے پرہیز کرو۔ صرف اور صرف اس ذات واحد و وحدہ لا شریک کی عبادت کو بجا لاؤ غیر اللہ کی عبادت سے بچو کیوں کہ ایمان و یقین کے لیے سیم قاتل ہے۔

افشاء سلام کا مطلب:

افشوا السلام، سلام کو عام کرو۔ افشاء سلام کا مطلب اس کو خوب رواج دینا اور عام کرنا ہے یعنی ہر کس و نا کس کو سلام کرنا ہے خواہ اس کو پہچانے یا نہ پہچانے، دوست ہو یا دشمن سبھی کو سلام کرنا، بعض حضرات شراح افشاء سلام کا مطلب

رفع صوت لیا ہے یعنی بلند آواز سے سلام کرنا۔ لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے صحیح مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے، بخاری شریف میں ہے قَرَأَ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عُرِفَتْ مِنْ لَمْ تَعْرِفْ۔ جانے ان جانے سب کو سلام کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے افشاء سلام سے مراد سلام کو خوب رواج دینا ہے۔

### (۱۳۶۱) بَابُ رَدِّ السَّلَامِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینی نے دو حدیثیں، حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب میں سلام کے جواب دینے کا حکم اس طریقہ کا بیان کیا گیا ہے کہ سلام کے جواب دینے کا حکم شریعت میں کیا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب کس انداز اور کن الفاظ کے ساتھ دینا چاہئے انہیں باتوں کو اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳۸۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ غَمَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ.

ترجمہ حدیث: سلام کا جواب:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص (مسجد نبوی) میں داخل ہوا اور (اس وقت) رسول اکرم ﷺ مسجد کے کسی ایک کونے میں تشریف فرما تھے اس نے نماز ادا کی (پھر آپ کے پاس آیا) اور سلام کیا، پس آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، وعلیک السلام:

تشریح حدیث: سلام کرنے کا شرعی حکم:

اسلام نے سلام کو سنت قرار دیا ہے لیکن اس کے جواب کو واجب بتایا ہے اور عندا لبعض جواب دینا فرض ہے کما نقلہ النووی عن ابن ابی الدرداء (۱)

علامہ ماوردی الحاویری الکبیر میں اور شارح مسلم امام نوویؒ نے المنہاج شرح مسلم میں صراحت کی ہے کہ سلام کے جواب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اگر کسی نے فرد معین اور شخص واحد کو سلام کیا تو اس شخص پر علی التعمین جواب دینا فرض ہوگا۔ احدہما ان یکون السلام علی واحد، ویکون ردہ فرضاً متعیناً علی ذالک الواحد.

(۲) اگر کوئی شخص کسی جماعت کو سلام کرے تو جماعت میں سے کسی شخص کا جواب دیدینا بقیہ تمام لوگوں کی طرف سے

کافی ہوگا۔ ہر ایک کے لیے الگ الگ جواب دینا ضروری نہیں، لیکن اگر کسی نے بھی جواب نہ دیا تو سارے لوگ ترک فرض یا ترک واجب سے گنہگار ہوں گے۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجلس میں موجود تمام لوگوں کا جواب دینا ضروری ہے۔ والثانی ان يكون السلام على جماعة، فرد من فرض الكفايات على تلك الجماعة، فايهما تفرد بالفرد سقط فوضعه عن الباقيين، وان امسكوا عنه حوجوا جميعاً، ولا يسقط الفرض عنهم برد غيرهم<sup>(۱)</sup> وعن ابي يوسف انه لا بد انه يرد الجميع<sup>(۲)</sup>

اگر جماعت کے کسی ایک آدمی نے کسی کو سلام کیا تو یہ سلام جماعت کے باقی لوگوں کی طرف سے ہو جائے گا جماعت میں موجود تمام لوگوں کے لیے فرداً فرداً سلام کرنا ضروری نہیں۔

### سلام کا جواب:

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ سلام کے جواب دینے کا احسن اور افضل طریقہ یہ ہے کہ وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته کہے چاہے تو واؤ کے ساتھ کہے چاہے بخذف الواؤ کہے دونوں ہی جائز ہیں تاہم بخذف الواؤ کہنا خلاف افضل ہے اور اگر کسی نے صرف وعلیکم السلام یا صرف علیکم السلام پر اکتفاء کیا تو یہ بھی کافی ہے البتہ صرف علیکم کے ذریعہ جواب دینا کافی نہ ہوگا اور اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اگر واؤ کے ساتھ وعلیکم کہا تو یہ سلام کا جواب سمجھا جائے گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

(۱) اگر سلام کرنے والے نے سلام علیکم یا السلام علیکم کہا اور مجیب نے اس کے جواب میں اس کے مثل سلام علیکم یا السلام علیکم کہا تو یہ جواب سمجھا جائے گا اور اس کی جانب سے کافی ہوگا اور اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے ارشاد ربانی ہے قَالُوا سَلَامًا قَال سَلَامٌ<sup>(۳)</sup> لیکن الف لام کے ساتھ جواب دینا افضل ہے سلام کا جواب بلند آواز سے دینا کہ سلام کرنے والا جواب کے کلمات سن سکے واجب ہے اگر سلام کرنے والوں نے سلام کیا اور جواب دینے والوں نے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیا یا بالکل آہستہ دل ہی دل میں جواب دیدیا۔ جواب کو سلام کرنے والے نے نہیں سنا تو اس طرح کے جواب کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جواب کا عدم ہے۔ ورد ان یسمع صاحبه ولا یجزئه دون ذالک<sup>(۴)</sup>

اگر کوئی شخص لفظ علیکم السلام کے ذریعہ کسی کو سلام کرے تو یہ مکروہ ہے لیکن قول مشہور کے مطابق جواب کا مستحق ہوگا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ سے سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہ ہوگا کیوں کہ سول اکرم ﷺ سے سند صحیح مروی ہے۔ لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحية الموتی، علیک السلام مت کہو اس لیے کہ یہ مردوں کا تحیہ ہے، واللہ اعلم۔<sup>(۵)</sup>

(۳) سورہ ہود: ۶۹

(۲) شرح النووی: ۲/۲۱۲

(۱) الحاوی الکبیر: ۱۸/۱۶۳

(۵) شرح النووی: ۲/۲۱۲

(۴) شرح النووی: ۲/۲۱۳



(۳۸۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكْرِيَّا عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرَائِيلَ يَفْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

ترجمہ حدیث: غائبانہ سلام بھجوانے والوں کا جواب:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (اے عائشہ!) حضرت جبرائیل علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمة۔  
تشریح حدیث:

سلام کا جواب علی الفور دینا واجب ہے چنانچہ اگر کوئی غائب دوست یا کوئی اور ساتھی وغیرہ سلام بھجوائے یا کسی کا خط آئے جس میں سلام لکھا ہے تو اس کا جواب فوراً دینا واجب ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچا رہا رہا ہے تو اس کے جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ علیہ وعلیکم السلام کہے۔ لیکن اگر صرف علیہ السلام کہے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث ہذا اس پر واضح طور پر دال ہے، واللہ اعلم۔

### (۱۳۶۲) بَابُ رَدِّ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابو عبد الرحمن جہنیؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کافر کو ابتداءً بالسلام جائز نہیں ہے البتہ اگر کوئی کافر ابتداءً بالسلام کرے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہا جائے گا السلام ملانا درست نہیں ہے۔

(۳۸۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكْرِيَّا عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرَائِيلَ يَفْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب تم کو سلام کرے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہو۔

تشریح حدیث: اہل ذمہ اور کافر کو ابتداءً بالسلام کے بارے میں اقوال فقہاء:

اہل ذمہ اور کافر کو ابتداءً بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی آراء مختلف ہیں چنانچہ شروحات احادیث میں اس سلسلہ میں اقوال لکھے ہوئے ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

## قول اول:

اہل ذمہ اور کافر کے سلام کا جواب دینا جس طرح جائز ہے اسی طرح ابتداء بالسلام بھی جائز ہے چنانچہ ابن عباسؓ، ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن محیریزؒ ابوالدرداءؒ فضالہ بنت عبیدؒ اور ابن مسعودؒ وغیرہ اسی کے قائل ہیں ابوامامہ باہلیؒ کے بارے میں آتا ہے، انہ کان لا یمر مسلم ولا یهودی ولا نصرانی الا بدأ بالسلام، ابن مسعودؒ کے بارے میں ہے کہ انہ کتب الی رجل من اهل الكتاب، السلام علیکم، وعنه ایضاً انہ قال: لو قال فی فرعون خیر الرددت علیہ مثله: (۱)

## قول دوم:

جمہور فقہاء کرام اور محدثین عظام کی رائے یہ ہے کہ اہل ذمہ اور کافر کو ابتداء بالسلام کہنا جائز نہیں، کیوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لا تبدأہم بالسلام، واذا لقیتموہم فی طریق فاضطروہم الی اضیقہ: کافروں کو سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم ان سے کسی راستہ میں ملو تو انہیں تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے ابتداء بالسلام کہنا جائز نہیں، حضرت امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ المصیر الی هذا الحدیث اولیٰ مما خالفہ (۲)

## قول سوم:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ اگر کافر سے ایذا رسانی کا خطرہ ہو یا ان کے درمیان کوئی قرابت کا تعلق ہو یا ان سے کوئی حاجت ہو تو مصلحت و حکمت کے پیش نظر سلام میں پہل کرنا جائز ہے ابراہیم نخعیؒ، اور علقمہ سے یہی منقول ہے امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں ان سلمت فقد سلم الصالحون وان ترکت فقد ترک الصالحون، گویا امام اوزاعیؒ کے نزدیک کافر کو سلام میں پہل کرنا جائز ہے اور پہل نہ کرنا بھی جائز ہے۔

## کافر کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ اسلامی:

اگر کافر کسی مسلمان کو سلام کر دے تو اس کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ کیا ہے، نیز کافر کے سلام کا جواب دینا مسلمان پر واجب ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کافر یا اہل ذمہ کسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کا جواب شرعی اعتبار سے واجب نہیں لیکن اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب یا کوئی کافر اور مشرک کسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کا جواب دینا جائز ہے تاہم جواب میں صرف علیکم یا علیکم واؤ کے ساتھ یا بحذف الواؤ کہیں گے وعلیکم السلام کے ذریعہ جواب نہیں دیں گے اتفاق العلماء

علی الرد علی اهل الكتاب اذا سلموا الکن لا یقال لهم وعلیکم السلام بل یقال علیکم فقط او وعلیکم (۱)  
 علامہ ابن القیم کی رائے گرامی:

اس مسئلہ میں علامہ ابن القیم بڑی مضبوط اور قوی ترین رائے رکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب، احکام اہل الذمہ میں لکھا ہے کہ اگر بالیقین یہ معلوم ہے کہ کافر نے السلام علیکم کہا ہے اور جملہ اپنے کانوں سے سنا ہے تو ایسی صورت میں اولہ شرعیہ اور قواعد شرع اس بات کا متقاضی ہے اس کا جواب وعلیکم السلام کے ذریعہ دیا جائے صرف وعلیکم یا علیکم سے نہ دیا جائے نیز باب عدل و انصاف بھی اسی کا داعی ہے اور قرآن مجید کی آیت کریمہ و اذا حییتہم بتحیة فحیوا باحسن منها اور دوہا، کا تقاضا بھی یہی ہے کہ احسن طریقہ سے اس کے سلام کا جواب دیا جائے اور یہ احادیث باب کا بالکل منافی نہیں کیوں کہ آپ نے صرف علیکم پر اکتفاء کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ یہودی السلام علیکم کی جگہ السلام علیکم کہا تھا اور اس کو حضرت عائشہ اور حضور ﷺ نے خود سن لیا تھا اس لیے آپ نے صرف وعلیکم فرمایا لیکن جہاں یہ صورت حال نہ ہو تو کافر کے سلام کے جواب میں وعلیک السلام کہنا جائز ہے فاذا زال السبب وقال الکتابي: سلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ فالعدل فی التحیة یقتضی ان یرد علیہ نظیر سلامہ (۲) صاحب ابداء الدیاجہ لکھتے ہیں و مراد ابن القیم رحمة اللہ ہنا ان نقول له وعلیکم السلام (۳)

(۳۸۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهُ

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ نَاسٌ مِنَ الْيَهُودِ. فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا أَبَا الْقَاسِمِ. فَقَالَ "وَعَلَيْكُمْ"

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) یہودی کے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور کہا السلام علیکم یا ابا القاسم: آپ نے (جواباً) فرمایا وعلیکم:

تشریح حدیث: شرح الحدیث قدمر قبل ذالک

(۳۸۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ

عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ

عَذَا إِلَى الْيَهُودِ فَلَا تَبْدُئُوهُمْ بِالسَّلَامِ فَإِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ.

ترجمہ حدیث: کافروں کو ابتداءً بالسلام کی ممانعت:

حضرت ابو عبد الرحمن جنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کل آئندہ میں سوار ہو کر یہود کے پاس

جاؤں گا تو تم انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرنا، لیکن اگر وہ تمہیں سلام کریں تو تم صرف وہیں کہنا۔  
تشریح حدیث: قد سبق شرح الحديث قبل ذلك مفصلاً

### (۱۳۶۲) بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصَّبِيَّانِ وَالنِّسَاءِ

اس باب کے تحت امام موصوف نے صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے تاہم اجنبیہ عورتوں کو سلام کرنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اسی طرح اگر کوئی اجنبیہ عورت سلام کرے تو سلام کا جواب بھی بلند آواز سے نہ دے بلکہ دل ہی دل میں جواب دے یا بالکل جواب ہی نہ دے کیوں کہ اجنبیہ عورتوں کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔  
(۳۸۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخْنُ صَبِيَّانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ حدیث: بچوں کو سلام کرنا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تو بچے تھے آپ نے ہمیں سلام کیا۔  
تشریح حدیث:

امام نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے نیز یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع و انکساری اور غایت درجہ کی شفقت و محبت پر دلالت کر رہی ہے اور آپ کس درجہ شفیق و مہربان تھے اور کس قدر متواضع المزاج تھے کہ چھوٹے بچوں کو بھی سلام کرتے تھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے (ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بچوں کو سلام کرنا درحقیقت ان کو آداب شریعت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے لیے تھا تا کہ بچوں میں سلام کرنے کی عادت پڑ جائے، نیز اس میں کبری چادر کو اتار پھینکنا بھی ہے اور اس میں تواضع، انکساری، عاجزی، فروتنی، اور لطف الجانب کی منزل کا سلوک بھی ہے۔ واللہ اعلم

(۳۸۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي حَسِينٍ قَالَ سَمِعَهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُولُ أَخْبَرْتُهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ حدیث: عورت کو سلام کرنا:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم عورتوں کے پاس سے رسول ﷺ کا گزر ہوا۔ تو آپ نے ہمیں سلام کیا۔

## تشریح حدیث: عورت کو سلام کرنے کا شرعی حکم:

حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کی جماعت ہوں تو چوں کہ وہاں خوف و فتنہ نہیں ہے اس لیے ان عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے البتہ اگر عورت اکیلی ہو تو اس صورت میں صرف شوہر یا آقا یا محرم ہی سلام کر سکتا ہے خواہ عورت حسین و جمیل ہو یا بد صورت جہاں اجنبیہ عورت کو سلام کرنے کا تعلق ہے اگر عورت بالکل بوڑھی ہو چکی ہے اور قابل مشہداتہ نہیں رہی اور فتنہ کا اندیشہ بالکل نہیں رہا تو ایسی عورت کو سلام کرنا مردوں کے لیے جائز ہے اسی طرح ایسی بوڑھی عورت کے لیے جائز ہے کہ مردوں کو سلام کرے، اور ان میں جو بھی دوسرے سلام کریں جواب دینا واجب ہے اور اگر عورت بالکل ابھی جوانی اور شباب کی دہلیز پر قدم ہی رکھا ہے ابھی اس کی نازک نازک کلیاں کھل رہی ہیں یا ایسی بوڑھی جو قابل مشہداتہ ہے تو نہ عورت مرد کو سلام کرے اور نہ مرد عورت کو سلام کرے اس کا جواب دینا بھی واجب نہیں بلکہ عندا الجمہور جواب دینا مکروہ ہے حضرات شوافع کا بھی یہی مذہب ہے ربیعہ کی رائے یہ ہے کہ علی الاطلاق نہ مرد عورت کو سلام کرے اور نہ عورت مرد کو، ربیعہ کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور علماء کوئی فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو تو مرد حضرات عورتوں کو سلام نہ کرے کیوں کہ اس میں فتنہ کا خطرہ ہے واللہ اعلم<sup>(۱)</sup>

علامہ عبدالبر مالکی اپنی کتاب الاستدکار میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام مالک سے عورت کو سلام کرنے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا کہ عورت کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت الامام نے فرمایا: اما المتجالة فلا اکره ذالك، واما الشابة فلا احب ذالك<sup>(۲)</sup> مجوزہ کو سلام کرنے کو میں مکروہ بھی نہیں کہتا اور شاپہ کو سلام کرنا میں پسند بھی نہیں کرتا۔ مسئلہ: اگر عورت سلام کرے تو باواز بلند جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جواب ہی نہ دے اور خوف و فتنہ کے وقت عورت مرد کو اور مرد عورت کو سلام ہی نہ کرے۔

## (۱۳۶۳) بَابُ الْمُصَافِحَةِ

اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو خادم رسول سیدنا حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کرنا بالاتفاق سنت ہے اور بقول بخاری کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے جمہور اہل سنت کا یہی قول ہے، البتہ غیر مقلدین جو شرمہ قلیلہ اور ضفدع الخوض کے مانند ہیں دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو بدعت سمجھتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کو سنت قرار دیتے ہیں جو خلاف تحقیق ہے۔

(۳۸۲۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

السَّدُوسِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْتَحَبُّ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ أَنْ يَبْغِضَ بَعْضُنَا

(۲) الاستدکار: ۲/۱۳۹۔

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/۲۱۵۔

بعضاً قال لا ولكن تصافحوا.

ترجمہ حدیث: عند اللقاء مصافحہ کا حکم:

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم (سلام کے وقت) ایک دوسرے کے لیے جھکا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں، ہم نے عرض کیا، پھر ایک دوسرے سے معافہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، البتہ آپس میں مصافحہ کر لیا کرو۔

تشریح حدیث: جھک کے سلام کرنا:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جھک کر سلام کرنا جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض علاقوں میں اس کا رواج ہے خلاف سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے سلام کے وقت جھکنے یا جھک کر سلام کرنے کو پسند نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور رکوع صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو ایک عبادت ہے لہذا غیر اللہ کے لیے جھکنا جائز نہیں ہے۔ اور جہاں اس کا رواج ہے وہ بدعت اور سنت رسول کے خلاف ہے اس لیے احتراز لازم ہے رسول اللہ ﷺ نے صاف طور پر اس سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یہ توحید باری تعالیٰ کے لیے بھی سم قاتل ہے اور زہر ہلاک ہے لہذا حد و توحید کی حفاظت و صیانت کے لیے اس بدعت کا قلع قمع کرنا از حد ضروری ہے۔

معافہ کا حکم شرعی:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں معافہ کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں، اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام مالک، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ معافہ بدعت ہے اور مکروہ ہے صاحب مظاہر حق جدید نے امام محمد کو بھی امام ابو حنیفہ کے ساتھ شامل کیا ہے اور معافہ کی کراہت کا قول نقل کیا ہے۔

امام مالک اور سفیان بن عیینہ کے درمیان گفتگو:

حضرت امام شافعیؒ کے شیخ و اساتذ حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام مالک نے ان کا پر جوش اور پرتپک خیر مقدم کیا اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ اگر معافہ بدعت نہ ہوتا تو میں آپ سے معافہ بھی کرتا، حضرت سفیان نے کہا کہ حضرت معافہ تو ان لوگوں نے کیا جو مجھ سے اور آپ

سے بہتر تھے، جب حضرت جعفرؓ حبشہ سے واپس آئے تو رسول اکرم ﷺ ان سے گلے ملے معانقہ کئے اور ان کو بوسہ دیا۔ حضرت امام مالک نے فرمایا، تو صحیح ہے لیکن وہ حضرت جعفر کے ساتھ مخصوص تھا حضرت سفیان نے فرمایا نہیں، وہ معانقہ حضرت جعفر کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ عام مسئلہ کے طور پر تھا اور اگر ہمارا تعلق صلحاء کے زمرے سے ہو تو ہم اور جعفر اس مسئلہ میں ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں، نیز اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو میں آپ کی مجلس میں یہ حدیث بیان کروں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا اجازت ہے چنانچہ سفیان بن عیینہ نے حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا اور حضرت امام مالک خاموش رہے (۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ معانقہ بدعت نہیں ہے بلکہ ثابت بالسنہ ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب زید بنی حارثہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو رسول اکرم ﷺ بہت پر تپاک انداز میں کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ فرمایا، اور ان کو بوسہ دیا (۲) یہ فتح خیبر کا موقع تھا۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضرت جعفر کی آمد سے زیادہ مسرت ہے یا خیبر کی فتح سے (۳) حضرت جعفر کے علاوہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھی آپ کا معانقہ کرنا منقول ہے نیز خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب آپؐ میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو مصافحہ کرتے اور سفر سے آتے تو باہم معانقہ کرتے، علامہ پیشیؒ نے مجمع الزوائد میں رقم کرتے ہیں کہ اس کے روایت بخاری کے درجہ کے روایت ہیں، ان روایات سے بات منقح ہو کر سامنے آتی ہے کہ طویل فصل کے بعد معانقہ مسنون ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے عام طور پر فقہاء کرام اور محدثین کا نقطہ نظر بھی یہی ہے (۴)

حضرت امام مالکؒ معانقہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں وہ حضرت جعفرؓ سے آپ کے معانقہ کو ایک خصوصی واقعہ پر محمول کرتے ہیں نہ کہ عمومی حکم پر، علامہ علاء الدین حصکفی صاحب الدر المختار لکھتے ہیں کہ اگر صرف تہبند پر معانقہ کیا جائے تب بھی امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے، حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے لیکن اگر تہبند کے علاوہ جسم کے اوپری حصہ پر کرتا یا جبہ ہو یا کوئی لباس ہو تو بالاتفاق بلا کراہت معانقہ درست ہے (۵)

البتہ یہ ظاہر ہے کہ غیر محرم سے معانقہ با نفسانی جزبہ کے تحت زوجین کے علاوہ کسی اور سے معانقہ قطعاً حرام ہے حدیث شریف میں اس کو مکامعہ سے تعبیر کیا گیا ہے صحابی رسول حضرت ابو ریحانہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس بات سے منع کرتے تھے کہ مرد مرد سے یا عورت عورت سے اس طرح گلے ملے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو۔

(۲) ترمذی باب ما جاء في المناقحة والقبلة رقم ۲۷۳۲

(۱) مظاهر حق جدید: ۳۷۵/۵

(۳) الدر المختار: ۵۳۶/۹، بحوالہ قاموس الفقہ: ۵/۱۲

(۴) نصب الراية: ۲۵۳/۲

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معافہ کرنا جائز ہے اور احادیث رسول سے ثابت ہے جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے کہ آپ نے معافہ سے منع فرمایا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ معافہ علی وجہ الشہوہ ہو ورنہ فی نفسہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔  
سلام کے بعد مصافحہ کا شرعی حکم:

قولہ: ولكن تصافحوا، کہ تم لوگ آپس میں مصافحہ کیا کرو۔

لفظ ”مصافحہ“ صلح سے ماخوذ ہے اس کے اصل معنی ہتھیلی کے ہیں اور مصافحہ باب مفاعلت کا مصدر ہے اس کے معنی جانہیں سے ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملانا، احادیث مبارکہ میں مصافحہ کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ تمام تحیاتکم بینکم المصافحة، تمہارے سلام کی تکمیل آپس میں مصافحہ کرنا ہے اور ایک حدیث جو اس کے بعد آرہی ہے اس میں صراحت ہے کہ جب بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

مصافحہ کا شرف سب سے پہلے کس نے حاصل کیا؟

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے مصافحہ کا شرف سب سے پہلے اہل یمن نے حاصل کیا، خود ارشاد نبوی ہے حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ لما جاء اهل اليمن، قال لهم رسول الله ﷺ قد جاءكم اهل اليمن وهم اول من جاء بالمصافحة (۱) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ سے سب سے پہلے مصافحہ کا شرف عظیم یمن والوں نے حاصل کیا۔

مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر اتفاق:

امام نووی شارح مسلمؒ لکھتے ہیں کہ عند التلاقی مصافحہ کے مسنون ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے اعلم ان المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقی (۲) یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ عند التلاقی مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں اسی طرح محرم سے مصافحہ کرنے سے شہوت کا اندیشہ اور فتنہ کا خوف ہو تو محرم سے بھی مصافحہ کرنا درست نہیں۔

عمیدین اور نماز کے بعد مصافحہ کا حکم شرعی:

سلام و مصافحہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو موقع اور محل متعین فرمایا ہے اس سے تجاوز کرنا غضب الہی اور رحمت خداوندی سے دوری کا باعث ہے، سلام و مصافحہ لازماً عبادت ہے اور رسول اکرم ﷺ کی مبارک سنت ہے لیکن شریعت

(۲) الاذکار: ۲۲۳۔

(۱) ابو داؤد باب فی المعافاة: ۲



مطہرہ نے اس کا محل اول ملاقات متعین فرمایا ہے اول ملاقات میں سلام و مصافحہ نہ کر کے باتیں کرتے رہنا اور نماز سے فراغت کے بعد سلام و مصافحہ کرنا شرعاً مذموم اور بدعت ہے اگرچہ بعض فقہاء کا رجحان اس کے مباح ہونے کی طرف ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ بدعت سیئہ ضلالہ ہے، چنانچہ شارح مشکوٰۃ علامہ طیبیؒ علامہ ابن عابدین شامیؒ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری الحنفیؒ، علامہ شاطبی وغیرہ حضرات لکھتے ہیں کہ نمازوں کے بعد سلام و مصافحہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ روافض کا طریقہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اس لیے اس کے مرتکب کو روکا جائے گا اور نہ ماننے کی صورت میں تعزیری کاروائی بھی کی جائے گی۔ (علامہ ابن عابدین نمازوں کے بعد کے سلام و مصافحہ کو بدعت اور سنن روافض قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں) وتكره المصافحة بعد اداء الصلاة لكل حال، لان الصحابة رضى الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع، وانه ينبه فاعلها اولاً، ويعزّر ثانياً، ثم قال ابن الحاج من المالكية، في المدخل "انها من البدع ووضع المصافحة في الشرع انما هو عند لقاء المسلم لآخره، لا في ادبار الصلاة فحيث وضعها الشرع، فينبى عن ذلك يزجر فاعلها لما اتى به من خلاف السنة (۱)

نمازوں سے فراغت کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام سے نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ یہ روافض کا شیوہ ہے پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ (یعنی نمازوں کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا) بدعت مکروہہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے ابن حجر نے یہ بھی فرمایا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والوں کو اولاً تنبیہ کی جائے اور ثانیاً تعزیر کی جائے مالکیہ میں ابن الحاج نے مدخل میں لکھا ہے کہ نمازوں کے بعد سلام و مصافحہ بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا محل صرف مسلمان بھائی کا مسلمان بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد نہیں پس جہاں شریعت نے مصافحہ کا محل متعین کیا ہے وہیں مصافحہ جائز ہوگا پس نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے سے روکا جائے گا اور اگر نہ مانیں تو اس کی زجر و تنبیہ بھی کی جائے گی۔ کیونکہ وہ خلاف سنت کام کر رہا ہے علامہ شاطبیؒ الاعتصام میں لکھتے ہیں۔

لادليل في الشرع يدل على تخصيص تلك الاوقات بهابل هي مكروهة (۲)

شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جس سے ان اوقات میں مصافحہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہو بلکہ یہ مصافحہ مکروہہ ہے۔

علامہ طیبیؒ شارح مشکوٰۃ نمازوں کے بعد سلام و مصافحہ اور معانقہ کو بدعت سیئہ اور سنن روافض قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

تکرہ المصافحة بعد اداء الصلاة على كل حال لانها من سنن الروافض وهكذا الحكم في المعانقة<sup>(۱)</sup>  
**ترجمہ:** نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے اس لیے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور یہی حکم معانقہ کا بھی ہے۔

ان فقہاء کرام کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی اس کی بھرپور تردید کی ہے اور متعدد کتب میں مصافحہ بعد الصلاة کی تردید کی گئی ہے چنانچہ الشیخ للعلامہ الشاطبی، ملقط ایضاح المطالع خلاصة الفقه، فتاویٰ ابراہیم شاہی، مجالس الابرار مدخل اور فتاویٰ ابن حجر میں اس کی تردید موجود ہے<sup>(۲)</sup>

### مصافحہ کا مسنون طریقہ:

مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو، براہ راست ہاتھ سے ہاتھ ملایا جائے، کبڑا حائل نہ ہو مصافحہ ملاقات کے وقت کیا جائے اور پہلے سلام کیا جائے پھر مصافحہ، مسنون یہ ہے کہ مصافحہ کے وقت دونوں کا رخ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو، اور مستحب یہ ہے کہ مصافحہ کرتے وقت یغفر اللہ لنا ولکم کہا جائے رسول اکرم ﷺ سے عند المصافحہ ربنا اتقنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة پڑھنا بھی ثابت ہے، اگر والدین یا استاذ شیخ سے مصافحہ کیا جائے اور بعد المصافحہ ازراہ عقیدت و محبت ان کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

### مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں سے؟

مسنون یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے اس سلسلہ میں متعدد احادیث و آثار موجود ہیں اور سلف صالحین کا معمول بھی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا تھا، حضرت امام بخاری نے مصافحہ کے لیے باب الاخذ بالیدین کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے تشہد اس طرح اہتمام بالغ کے ساتھ سکھایا کرتے تھے جیسے گویا قرآن کی صورت ہو، اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دو ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا اور جب آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا تو ظاہر ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی دونوں ہاتھ رہے ہوں گے ورنہ یہ بات سوء ادب ہوگی کہ حضور ﷺ تو اپنے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود ایک ہاتھ صحابی نے حضور کے دونوں ہاتھ کا تذکرہ کیا اس لیے فرمایا کہ حضرت عبداللہ کا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا اور مزے لے رہا تھا اس لیے خصوصیت کے ساتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کا تذکرہ فرمایا اور اپنے صرف ایک ہاتھ کا۔

(۲) برقی اسماعیلی بر فرقہ رضاعی،

(۱) طبعی مرقاة: ۷/۴۳

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ حماد بن زید نے عبد اللہ بن المبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، حضرت امام بخاری اس طرح کی بات نقل کر کے دراصل تعامل ناس کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس امام بخاری کے نزدیک سلف صالحین کا تعامل دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت امام بخاری بالضرور ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی روایت کو بھی نقل کرتے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی روایت نقل نہ کرنا اس بات کی دلیل واضح ہے کہ امام بخاری کے زمانے میں دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا رواج تھا اور سلف صالحین میں یہی معمول تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے اوجز المسالک میں رقم فرماتے ہیں۔

ولا يذهب عليك ان السنة في المصافحة ان تكون باليدين كما هو المعروف عن الصحابة والتابعين والمتواترات عن المشايخ (۱)

## قول فیصل:

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہی سنت اور متواتر عن المشايخ ہے اور سلف صالحین کا یہی معمول ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے۔ لیکن چوں کہ آج کل ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسلم اور انگریزوں کا طریقہ بن چکا ہے غیر مسلم اقوام کا طریقہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ہے نیز ایک ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مبہم ہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مصافحہ کی کیفیت بیان کرنے کے لیے آئی ہیں اور زیادہ واضح ہیں اس لیے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا افضل ہے اور ایک ہاتھ سے بھی جائز ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

والحق فيه ان مصافحته بِأَمْرٍ ثابتة باليد واليدين الا ان المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار اهل الافرنج وحب تركه لذلك (۲)

اس بارے میں حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی، لیکن چوں کہ یہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کا شعار ہے اس لیے اس سے اجتناب واجب ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ العرف الشذی علی الترمذی میں لکھتے ہیں کہ:

فبيد واحدة تجزي، وباليدين اكمل ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا کافی ہے اور دونوں سے کرنا اکمل طریقہ ہے، لہذا اس مسئلہ میں زیادہ شدت اور سختی نہیں برتنی چاہئے، اور اس کو حق و باطل کا معیار قرار نہیں دینا چاہئے اور نہ اس کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں اور سر پھٹول ہونا چاہئے وباللہ التوفیق۔

(۳۸۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُمَيْزٍ عَنْ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي

(۱) اوجز المسالک: ۱۹۲/۶۔ بحوالہ قاموس الفقہ: ۱۰۵/۵۔

(۲) اوجز المسالک: ۱۹۲/۶۔

إِسْحَاقُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا.

### ترجمہ حدیث: مصافحہ کی فضیلت:

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی دو مسلمان آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث میں مصافحہ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جب دو مسلمان بھائی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں پھر سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کی سنت پر عمل کرتے ہیں تو ان دونوں کے آپس میں الگ ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور ان کے تمام صغائر معاف کر دئے جاتے ہیں ایک روایت جو حضرت عمرؓ سے بطریق مرفوع منقول ہے اس میں صراحت ہے کہ جب مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سورتحتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتوں کو اس پر جس نے پہل کیا اور دس رحمتیں اس پر جس نے مصافحہ کیا۔

### (۱۳۶۵) بَابُ الرَّجُلِ يُقْبَلُ يَدَ الرَّجُلِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت صفوان بن عسالؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کے زہد و قناعت تقویٰ و طہارت درع و پرہیزگار اور علم و فضل اور شرف کی وجہ سے دست بوسی کرے تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے البتہ کسی ایسے آدمی کے دست بوسی کرنا جو دنیاوی اعتبار سے شان و شوکت، عظمت و رفعت اور غنی و صاحب ثروت ہو مکروہ ہے اور اشد ترین مکروہ ہے بلکہ ابوسعید متولی کا قول یہ ہے کہ دنیا دار آدمی کے ہاتھ کا بوسہ دینا جائز نہیں۔

(۳۸۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَبَلْنَا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

### ترجمہ حدیث: ہاتھ چومنے کا ثبوت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کا بوسہ دیا۔

### تشریح حدیث:

قبیل یعنی ہاتھ پیشانی وغیرہ چومنا، بھی جائز ہے بلکہ بزرگان دین اور اولیاء کرام اور متبعین سنت علماء کرام کے ہاتھ پر بوسہ دینا جائز ہے، بلکہ لوگوں نے اس کو مستحب کہا ہے، لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا اس کی کوئی اصل نہیں ہے،

بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے امام نووی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی عالم یا حاکم و سلطان کے ہاتھ کو چومنا ان کے علم و فضل اور شرافت و نجابت اور عدل و انصاف کی بناء پر اور دین کے اعزاز و اکرام کے جزبات کی بنیاد پر تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ان کے ہاتھ چومنے کا تعلق دنیاوی غرض و منفعت سے ہو تو سخت مکروہ ہوگا؛ بلکہ بعض علماء سے تو عدم جواز کا قول منقول ہے قال الحافظ: قال النووی تقبیل ید الرجل لزہدہ و صلاحہ و علمہ و شرفہ او صیانتہ او نحو ذالک من الامور الدینیة لا یکرہ بل یستحب، فان کان لغناہ او شوکتہ او جاہہ عند اہل الدنیا فمکروہ شدید الکراہة وقال ابو سعید المتولی لا یجوز<sup>(۱)</sup>

علماء کرام و شراح حضرات نے لکھا ہے کہ جو بوسہ شرعی طور پر جائز ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱) محبت و مودت کا بوسہ، جیسے والدین کا اپنی اولاد کے رخسار کا بوسہ۔

(۲) احترام و اکرام اور رحمت و شفقت کا بوسہ، جیسے والدین کا اپنی اولاد کے سر پر بوسہ دینا (۳) جنسی جزبات کے

تحت بوسہ دینا، جیسے شوہر کا بیوی کے رخسار اور چہرے کا بوسہ لینا۔

(۴) تحیہ کا بوسہ، جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ کو چومنا۔

(۵) وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا لیتی ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ

اور چہرے کو بوسہ دینا مکروہ ہے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کا بوسہ دینا واجب ہے حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ زوجین کے علاوہ کسی اور کا جنسی جزبات کے تحت بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے، خواہ وہ باپ ہو یا کوئی اور دوسرا۔

(۳۸۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَ غُنْدَرُ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَالٍ أَنَّ قَوْمًا مِنَ الْيَهُودِ قَبَلُوا يَدَ النَّبِيِّ ﷺ وَ رَجُلٌ مِنْهُمْ

ترجمہ حدیث: ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا:

حضرت صفوان بن عسالؒ سے مروی ہے کہ یہودیوں کی جماعت نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تقبیل ید جائز ہے اسی طرح پاؤں چومنا بھی جائز ہے لیکن حضرات فقہاء کرام قدم بوسی کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور فقہاء اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ یا تو یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے تھا، صرف آپ کے قدم بوسی جائز تھا، عام لوگوں کا نہیں، یا پھر یہ حدیث ابتداء اسلام پر محمول

ہے بعد میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، یا وہ لوگ جو اس مسئلہ سے ناواقف تھے اپنی ناواقفیت اور لاعلمی کی بناء پر آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا، ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ شوق ملاقات میں اضطراری طور پر ان سے یہ فعل صادر ہو گیا تھا بالقصد و ارادہ انہوں نے قدم نبوی کو بوسہ نہیں دیا۔

### (۱۳۶۶) باب الاستئذان

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابویوبؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت جابرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ تہذیب و ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اس سے اجازت لے کر، چنانچہ شریعت اسلامیہ اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر جائے تو پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر گھر میں آنے کی اجازت طلب کرے، اگر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت ملے تو اندر جائے ورنہ وہیں سے واپس آ جائے اور اس حکم کی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا  
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱﴾

**ترجمہ:** اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ گھر والوں سے اجازت حاصل نہ کر لو، اور ان کو سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم اس سے نصیحت حاصل کرو۔  
اس بارے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر اہل خانہ کو مخاطب کر کے یوں کہا جائے کہ السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں، اندر آنے کی اجازت ہے۔

(۳۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنبَأَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَبَا مُوسَى اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ فَانْصَرَفَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُمَرُ مَا رَدَّكَ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ الْإِسْتِئْذَانَ الَّذِي أَمَرْنَا بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَإِنْ أُذِنَ لَنَا دَخَلْنَا وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنَ لَنَا رَجَعْنَا قَالَ فَقَالَ لَتَأْتِيَنِي عَلَى هَذَا بَيِّنَةٌ أَوْ لَا فَعَلَنْ فَأَتَى مَجْلِسَ قَوْمِهِ فَنَاشَدَهُمْ فَشَهِدُوا لَهُ فَخَلَّى سَبِيلَهُ.

**ترجمہ حدیث:** طلب اجازت کے بعد اجازت نہ ملنے پر واپسی:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے تین مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ سے (اندر آنے کی) اجازت چاہی، لیکن انہوں نے ان کو اجازت نہیں دی، چنانچہ وہ واپس ہو گئے، حضرت عمرؓ (کو جب معلوم ہوا)

ان کے پاس کسی کو بلانے کے لیے بھیجا (چنانچہ وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کیوں واپس ہو گئے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق تین مرتبہ اجازت لی لیکن آپ نے اجازت نہیں دی تو میں واپس ہو گیا (یعنی نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ کسی کے یہاں جائیں تو تین مرتبہ اجازت لیں اگر ہمیں اجازت مل جائے تو داخل ہوں ورنہ نہیں) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا (اے ابوموسیٰ!) آپ اس کے متعلق میرے سامنے شہادت پیش کرو ورنہ میں سخت سزا دوں گا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اپنی قوم کے لوگوں کی مجلس میں آئے اور انہیں قسم دی (کہ جس نے بھی یہ حدیث سنی ہو وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جا کر گواہی دے) چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حق میں گواہی دی، تو حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں چھوڑ دیا۔

تشریح حدیث:

صحابی رسول ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ میرے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے میرے پاس کسی آدمی کو بلانے کے لیے بھیجا چنانچہ ان کے حکم کے مطابق میں ان کے دروازے پر پہنچا، اور ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کہ جب تم کسی کے دروازے پر پہنچو تو تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جاتی ہے تو بہت اچھی بات اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس آ جاؤ، میں نے تین دفعہ اجازت طلب کی لیکن امیر المومنین کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں واپس آ گیا جب پھر کسی وقت حضرت سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم میرے پاس نہیں آئے جبکہ میں نے تمہیں مدعو کیا تھا، انہوں نے کہا حضرت! میں تو آیا تھا اور فرمان نبوی کے مطابق تین مرتبہ اجازت طلب کی آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو میں واپس آ گیا کیوں کہ فرمان نبوی یہی ہے کہ جب تم کسی کے دروازے کے پاس جاؤ تو صاحب خانہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کرو، اگر اجازت مل جاتی ہے تو اچھی بات ہے ورنہ واپس آ جاؤ۔

یہ حدیث سن کر حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا اے ابوموسیٰ تم اس پر میرے سامنے گواہ پیش کرو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے ورنہ تمہاری خیریت نہیں میں تمہیں ایسا دیکھوں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اگھبراتے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور پھر قسم دے کر کہا کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی زبان سے سنی ہے تو میرے ساتھ چل کر حضرت عمرؓ کے سامنے اس کی شہادت دیدے چنانچہ ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف سے اور حضرت عمرؓ کے دربار میں یہ شہادت دی کہ امیر المومنین ابوموسیٰ اشعریؓ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل صحیح ہے میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے پھر امیر المومنین نے ان کو چھوڑ دیا۔

**سوال:** جب یہ معلوم تھا کہ حضرات صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں تو پھر حضرت عمرؓ نے گواہ طلب کیوں کئے؟ کیا حضرت عمرؓ کو صحابہ کرام کی ذات پر اعتماد نہیں تھا؟

**جواب:** حدیث بیانی کا مسئلہ بہت زیادہ احتیاط طلب ہے اس میں حزم و احتیاط اور حقیقت و بیدار مغزی کی شدید ضرورت ہے حدیث بیان کرنا اور رسول اکرم ﷺ کی جانب منسوب کر کے کوئی بات بیان کرنا کوئی کھیل نہیں بلکہ یہ نہایت مشکل ترین اور سنگین پرخطر وادی ہے جہاں سے نہایت احتیاط کے ساتھ گزرنا ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ارشاد نبوی من کذب علی متعمداً فلیتبرأ مقعده من النار کا مصداق بن جائیں اسی احتیاط و حقیقت کے پیش نظر حضرت امیر المومنین ابو موسیٰ اشعریؓ نے گواہ طلب کئے تاکہ دوسرے لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور کذابین و واضعین جو من گھڑت حدیثیں نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کرنا چاہیں ان کو اس بات کی جرأت نہ ہو سکے اور صرف وہی بیان کریں جو حقیقت میں حدیث رسول ہو، ورنہ متفقہ طور پر یہ بات ہے کہ خبر واحد مقبول ہے بالخصوص اس صورت میں جب کہ راوی صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جیسے عظیم المرتبت اور رفیع الشان جیسے کبار صحابہ میں سے ہوں۔

دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کرنا:

دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام اس لیے کرنا چاہئے کہ ایک سلام تو تعریف کے لیے ہوگا کہ اہل خانہ آواز سن کر پہچان لے کہ کون صاحب کی آواز ہے، دوسرا سلام تامل ہے یعنی آواز سننے کے بعد غور و فکر کرے گا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دیں یا نہیں اور تیسرا سلام اجازت کے لیے ہوگا یعنی تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے، واللہ اعلم۔

(۳۸۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَاصِلِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي سُرُورَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا السَّلَامُ فَمَا الإِسْتِئْذَانُ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ تَسْبِيحَةً وَتَكْبِيرَةً وَتَحْمِيدَةً وَيَتَخَنَّنُ وَيُؤْذِنُ أَهْلَ الْبَيْتِ. (فی الزوائد فی إسناده أبو سورة. قال

فیہ البخاری منکر الحدیث وروی عن ابی ایوب مناکیر لا یتابع علیہا)

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے لیکن استیذان اجازت طلب کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مرد (کسی کے گھر جائے تو اندر داخل ہونے سے پہلے بلند آواز سے) سبحان اللہ اکبر اور الحمد للہ کہے، اور کھٹکھارے، اور اہل خانہ کو اپنے آنے کی اطلاع اور خبر دے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اطلاع کے اندر داخل نہ ہو بلکہ جب اس کے دروازے پر پہنچے تو



اہل خانہ کو اپنی آمد کی اطلاع کرے پھر اجازت لے کر اندر جائے اور اطلاع کرنے کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً دروازے پر جا کر زور سے باواز بلند کہے سبحان اللہ! یا کہے اللہ اکبر یا کہے الحمد للہ، یا دروازے پر پہنچ کر کھٹکھارے تاکہ اہل خانہ کو آمد کی اطلاع ہو جائے پھر وہ اگر مناسب سمجھے تو اندر آنے کی اجازت دے اور مناسب نہ سمجھیں تو منع کر دے۔ یہ صاحب خانہ کی صواب دید اور رائے پر موقوف ہے۔

(۳۸۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَجِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ لِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُذْخَلَانِ مُذْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمُذْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ إِذَا أَتَيْتُهُ وَهُوَ يَصْلِي يَتَخَنَّنُ لِي.

ترجمہ حدیث: آمد کی اطلاع کرنے کا ایک طریقہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے میرے لیے دو وقت متعین تھے ایک رات کا وقت دوسرا دن میں، چنانچہ جب میں آپ کی خدمت میں آتا اور آپ نماز میں مشغول ہوتے (تو میری اجازت طلبی پر) آپ کھٹکھار دیتے (جس سے مجھے معلوم ہو جاتا کہ فی الحال آپ نماز میں مشغول ہیں)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۸۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنَا

ترجمہ حدیث: آمد کی اطلاع نام بتا کر دینے کا حکم:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے رسول اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے معلوم کیا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں کیا چیز ہے نام بتاؤ

تشریح حدیث:

قولہ: فقلت انا: میں نے کہا میں ہوں۔ اس جملے کو رسول اقدس ﷺ نے اس لیے برا سمجھا کہ اس سے ابہام کا ازالہ نہیں ہوتا اور صاحب خانہ پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ آنے والا شخص کون ہے یا لفظ ”میں“ کے ذریعہ جواب دینے سے اہل خانہ کا سوال بدستور باقی رہتا ہے اس لیے آپ نے اس جملے کو ناپسند فرمایا لہذا حضرت جابر کو چاہئے تھا کہ اپنا نام یا کنیت یا لقب بتاتے تاکہ معلوم ہو جاتا کہ باہر دروازے پر کون کھڑا ہے، اگرچہ بعض دفعہ محض آواز ہی کی شناخت سے شخصیت کی

شناخت ہو جاتی ہے بالخصوص اس صورت میں جب کہ اس لفظ کا کہنے والا جلیس اور صدیق ہو ہر وقت ساتھ میں اٹھنے بیٹھنے والا ہو، چناں چہ ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس لفظ ”میں“ کے ذریعہ جابر کو پہچان لیے ہوں مگر اس کے باوجود آپ نے ناگواری کا اظہار ادب سکھلانے کے لیے کیا کہ آئندہ جب کسی کے دروازے پر پہنچ کر اجازت لو تو اپنا نام صاف صاف بتادو۔ محض یہ کہنے پر اکتفاء مت کرو کہ میں ہوں، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اس طرح کو برا اس لیے سمجھا کہ حضرت جابرؓ نے اجازت حاصل کرنے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کو چھوڑ کر غیر مسنون طریقہ اپنایا۔

قولہ انا انا: دو بار انا (میں ہوں میں ہوں) کہنا حضرت جابرؓ کے اس جواب کے قبول کرنے سے انکار ہے اور اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ میں ہوں میں ہوں کیا کہتے ہو اپنا نام کیوں نہیں بتاتے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔

### (۱۳۶۷) بَابُ الرَّجُلِ يُقَالُ لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحَتْ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو حضرت جابرؓ اور حضرت ابواسید ساعدیؓ سے منقول ہیں اس باب میں یہ مسئلہ بیان کیا جائے گا کہ صبح اٹھ کر کسی مسلمان بھائی کو یہ کہنا کہ کیف اصبحت؟ آپ نے صبح کیسی کی؟ خیریت تو ہے؟

(۳۸۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ

جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِخَيْرٍ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يُصْبِحْ صَائِمًا وَلَمْ يَغْذِ سَقِيمًا.

(فی الزوائد فی اسنادہ عبد اللہ بن مسلم ہو ابن مؤمل المکی ضعفہ احمد و ابن معین وغیرہما)

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیف اصبحت؟ آپ نے صبح کیسے کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس مرد سے بہتر جس نے روزے کی حالت میں صبح نہیں کی اور نہ کسی بیمار کی عیادت کی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کے لیے مناسب ہے کہ اس کی کمی اور کوتاہی کو بھی اجاگر کیا جائے تاکہ وہ اس کو دور کر سکے، جس طرح مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کر کے شکر بجالائے، جو آدمی بحالت صوم صبح کیا یا صبح اٹھ کر کسی مریض کی عیادت کی اور ثواب حاصل کیا اس شخص سے افضل اور بہتر صبح کیا، جو ان دونوں سے عاری و خالی ہو کر صبح کیا، واللہ اعلم۔

(۳۸۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ

بْنِ سَعْدٍ بَنِ أَبِي وَقَّاصٍ حَدَّثَنِي جَدِّي أَبُو أُمَيٍّ مَالِكُ بْنُ حَفْصَةَ بَنِ أَبِي أَسِيدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ جَدِّهِ أَبِي أَسِيدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَدَخَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ قَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتُمْ قَالُوا بِخَيْرٍ نَحْمَدُ اللَّهَ فَكَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا بَيْنَا وَأَمِنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَصْبَحْتُ بِخَيْرٍ أَحْمَدُ اللَّهَ.

(فی الزوائد قال البخاری مالک بن حمزة عن ابیہ عن حذہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا العاص ... الحدیث لا یتابع علیہ. وقال أبو حاتم عبد اللہ بن عثمان شیخ یروی أحادیث مشتبہة)

ترجمہ حدیث:

حضرت ابواسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا السلام علیکم! انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے دریافت کیا تم لوگوں نے کس حال میں صبح کی، لوگوں نے کہا خیریت و عافیت سے، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! آپ نے کس حال میں صبح کی؟ آپ نے فرمایا: الحمد للہ میں نے بھی خیر و عافیت کے ساتھ صبح کی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب صبح سویرے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو ان سے خیریت و عافیت معلوم کرنا کہ رات کیسے گزری آپ نے صبح کس طرح سے کی، مسنون ہے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپس میں دریافت کیا کرتے تھے، اور رسول اکرمؐ بھی حضرات صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ مسنون ہے۔

(۱۳۶۸) بَابُ إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمٌ قَوْمٌ فَأَكْرَمُوهُ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی قوم کا رئیس اور سردار آئے تو اس کا ادب و احترام کیا جائے اور اس کی حتی الامکان بہترین میزبانی کی جائے، کبار القوم کا اکرام و احترام اسلامی اخلاق کی ایک جھلک ہے۔

(۳۸۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَتَانَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمٌ قَوْمٌ فَأَكْرَمُوهُ. (فی الزوائد فی إسنادہ سعید بن

مسلمہ و هو ضعیف)

ترجمہ حدیث: معزز آدمی کے اکرام و احترام کا حکم:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بھی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام و احترام کرو۔

تشریح حدیث:

فی هذا الحث والتحريض على اکرام کبار القوم: اذا حلوا ضیوفاً، والامر بالا کرام الضیوف عامة

وردت به نصوص عديدة قد سبق الكلام فيها قريباً وفي هذا الحديث زيادة تأكيد في حق الكرام والوجهاء وانزلهم منازلهم والله اعلم

### (۱۳۶۹) باب تسمیت العاطس

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان چھینکے اور وہ الحمد للہ کہے تو سننے والے کو چاہئے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے، عند بعض چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب ہے، وعند الجمهور فرض کفایہ ہے مجلس میں سے کسی ایک نے بھی یرحمک اللہ کہہ دیا سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا، ہر ایک کے لیے الگ الگ یرحمک اللہ کہنا فرض نہیں۔

(۳۸۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سَلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتْ أَحَدَهُمَا أَوْ شَمَّتْ وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَطَسَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ فَشَمَّتْ أَحَدَهُمَا وَلَمْ تُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا أَحْمَدُ اللَّهُ وَإِنَّ هَذَا لَمْ يَحْمَدِ اللَّهَ.

ترجمہ حدیث: چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ نے ان میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا (اور یرحمک اللہ کہا) اور دوسرے کا جواب نہ دیا یہ مسئلہ معلوم کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے سامنے دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا جواب نہیں دیا (آخر ایسا کیوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا۔

تشریح حدیث:

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے بہت سارے طبی فوائد ہیں اس لیے اگر کسی کو چھینک آئے تو اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر کرتے ہوئے زبان سے الحمد للہ کہے اور یہ الحمد للہ کہنا مستحب ہے البتہ چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا بعض اہل علم کے یہاں واجب ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے فحق علی کل من سمعه ان یشمتہ۔ یعنی ہر سننے والے پر واجب ہے کہ الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

لیکن جمهور علماء کے نزدیک چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا فرض کفایہ ہے چنانچہ حاضرین مجلس میں سے کسی ایک نے بھی جواب دیا اور الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو بس یہی کافی ہے فرداً فرداً ہر ایک کو یرحمک اللہ کہنا

ضروری نہیں، اگر کسی آدمی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو تشمیت یعنی جواب میں یرحمک اللہ کہنا ضروری نہیں۔  
تین بار سے زیادہ چھینک آئے تو تشمیت ضروری نہیں:

اگر کسی کو بار بار چھینک آئے اور وہ بار بار الحمد للہ کہے تو صرف تین مرتبہ تشمیت واجب ہے یعنی تین مرتبہ تک یرحمک اللہ کہیں گے اگر تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے تو پھر تشمیت یعنی یرحمک اللہ کہنا لازم نہیں۔ اس لیے کہ یہ چھینک نہیں بلکہ زکام ہے اور جب سامع نے یرحمک اللہ کہا تو سنت ہے کہ چھینکنے والا اس کے جواب میں یرحمکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔  
یا یرحمکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔

### کلمات الحمد للعاطس:

احادیث مبارکہ میں کلمات حمد جس کے ذریعہ چھینکے والا حمد کرے گا تین بیان کئے گئے ہیں (۱) الحمد للہ (۲) الحمد للہ علی کل حال (۳) الحمد رب العالمین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ الاذکار میں لکھتے ہیں کہ چھینکنے والے کے لیے مستحب ہے کہ چھینکے کے بعد الحمد للہ کہے، اگر اس نے الحمد للہ کی جگہ الحمد للہ رب العالمین کہہ دیا تو یہ احسن ہے اور اگر الحمد للہ علی کل حال کہا تو یہ افضل ہے ابن بطال امام طبرانی نقل کرتے ہیں کہ عاطس یعنی چھینکنے والے کو اختیار ہے چاہے وہ الحمد للہ کہے چاہے اس میں رب العالمین کا اضافہ کر دے یا الحمد للہ علی کل حال کہے سب جائز ہے (۱)  
آداب العاطس:

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کے لیے ادب یہ ہے کہ چھینکتے وقت اپنی آواز پست کرے۔ اور الحمد للہ کہتے وقت اپنی آواز کو بلند کر لے، اپنے چہرہ کو ڈھانک لے تاکہ منہ اور ناک میں وہ ظاہر نہ ہو جو لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بنے، اور چھینکتے وقت دائیں بائیں گردن نہ موڑے اس سے حاضرین مجلس کو تکلیف ہوگی۔ ومن آداب العاطس ان ینخفض بالعطس صورته ويرفعه بالحمد وان یغطي وجهه لئلا یبدو من فیہ وانفه ما یؤذی جلیسہ ولا یلوی عنقه بمیناء ولا شمالاً لئلا یتضرر بذلك (۲)

چھینکنے والے کے جواب دینے کے فوائد:

علامہ ابن وقیف العبد نے چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب پر یرحمک اللہ کہنے میں تین فوائد بیان کئے ہیں:

(۱) اس سے مسلمانوں کے درمیان باہم الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) چھینکنے والے کو ادب کی تعلیم دینا مقصود ہو کہ وہ غرور کو ترک کر کے کسر نفسی اختیار کر دے۔

(۳) تواضع و عاجزی اور فروتنی پر آمادہ کرنا ہے۔

(۴) چھینکنے کی وجہ سے دماغ کی رگوں کے پھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے تو اس نے چھینکا اور اس پر الحمد للہ کہا تو سامع یرحمک اللہ کے ذریعہ اس کو دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم فرمائے آئندہ بھی آسانی سے چھینک آئے۔

چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہنا بھول جائے تو اسے یاد دلانے کا حکم؟

اگر چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا بلکہ بھول گیا تو کیا سامع اس کو الحمد للہ کہنے کے لیے یاد دلانے کا؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو قول ہیں۔

(۱) ابن العربی عارضۃ الاحوذی میں منع کرتے ہیں اور یاد دلانے والے کی جانب جہل کو منسوب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سامع یاد دلاتے ہوئے الحمد للہ نہ کہے۔

(۲) امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ سامع کے لیے یاد دلانا مستحب ہے اور یہ نصیحت امر بالمعروف کے باب سے ہے حضرت ابراہیم نخعی سے یہ ثابت بھی ہے علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ ظاہر سنت ابن العربی کے قول کی تقویت و تائید کرتی ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی چھینک کا جواب نہیں دیا جس نے الحمد للہ نہیں کہا تھا الحمد للہ کہنے کے لیے آپ نے یاد بھی نہیں دلا یا یاد دلانا سنت ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضرور بالضرور یاد دلاتے اور تعلیم دیتے آپ کا یاد نہ دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ یاد دلانا سنت نہیں ہے۔ وینص ابن القیم فی الزاد قول ابن العربی فیقول: وظاهر السنة يقوى قول ابن العربی لان النبی ﷺ لم يشمت الذی عطس ولم يحمد ولم يذكروا اليه ولو كان تذكيره سنة لكان النبی ﷺ اولی بفعلها اول تعلیمها والا عانة علیها۔ (۱)

(۳۸۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِبْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ

أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْمَتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ مُرْكُومٌ

ترجمہ حدیث: چھینکنے والے کے الحمد للہ کا جواب تین بار تک دینا:

حضرت سلمہ بن اکوع اپنے والد (اکوع) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھینکنے والے کو تین مرتبہ تک جواب دیا جائے یعنی یرحمک اللہ کہا جائے پس اگر کوئی تین بار سے زیادہ چھینکے تو زکام زدہ ہے۔

تشریح حدیث:

اگر کسی کو بار بار چھینک آرہی ہو تو صرف تین بار تک یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دیا جائے اس کے بعد بھی چھینکے تو وہ

چھینک نہیں بلکہ زکام ہے لہذا جواب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

(۳۸۳۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيُزِدْ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَهُ يَزِدْكُمْ اللَّهُ وَلْيُزِدْ عَلَيْهِمْ اللَّهُ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ. (فی الزوائد فی إسناده ابن ابی لیلی واسمہ محمد بن عبد الرحمن وهو ضعیف اہ.)

ترجمہ حدیث:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے، اور جو لوگ اس کے ارد گرد ہیں وہ یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دیں پھر چھینکنے والا ان لوگوں کو یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کے ذریعہ جواب دے۔

تشریح حدیث:

شرح الحدیث واضح کو ضوح الشمس فی نصف النهار لا حاجة الى ای تشریح و توضیح۔

### (۱۳۷۰) بَابُ إِكْرَامِ الرَّجُلِ جَلِیْسَهُ

اس باب میں صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اسلامی اخلاق و کردار کو اپناتے ہوئے اپنے ساتھی، رفیق اور ہم سفر کے ساتھ اکرام و احترام کا معاملہ کرے گویا اس میں اسلامی اخلاق اور نبوی کردار و صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی دعوت ہے۔

(۳۸۳۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي يَحْيَى الطَّوِيلِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ زَيْدِ الْعَمِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ فَكَلَّمَهُ لَمْ يَصْرِفْ وَجْهَهُ عَنْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْصَرِفُ وَإِذَا صَافَحَهُ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْزِعُ عَنْهَا وَلَمْ يَزِمْ مَقْعَدًا بِزُكْبَتَيْهِ جَلِیْسًا لَهُ قَطُّ. (فی الزوائد مدار الحدیث علی زید العمی وهو ضعیف)

ترجمہ حدیث: نبوی خلق عظیم کی ایک جھلک:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی سے ملاقات کرتے اور گفتگو فرماتے تو آپ اپنا چہرہ اس کی طرف اس وقت تک متوجہ رکھتے تھے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ پھیرتا، اور جب آپ اس سے مصافحہ کرتے تو آپ اپنے دست مبارک کو تانہوز نہیں کھینچتے تھے جب تک وہ خود نہ کھینچ لیتا، اور آپ کو اپنے کسی ہم نشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھا کبھی بھی نہیں دیکھا گیا۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے تین عادت شریفہ اور اخلاق عظیمہ کا ذکر ہے اول یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے ملتے اور ان سے بات کرتے تو پوری توجہ کے ساتھ بات کرتے اور ان کی بات کو سنتے، اور اپنے چہرہ انور کو اس کی طرف متوجہ رکھتے، جب تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ نہ پھیرتا آپ برابر اسی کی طرف متوجہ رہتے اور ان کی باتوں کو غور سے سنتے رہتے، اور ان کی بات کو اہمیت دیتے تھے، دوم یہ کہ جب آپ ﷺ کسی سے مصافحہ کرتے اور اپنے دست مبارک کو اس کے دست میں اس وقت تک ڈالے رکھتے جب تک کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ کو نہ کھینچ لیتا جب وہ اپنے ہاتھ کھینچ لیتا تھا تو آپ بھی اپنے دست مبارک کو کھینچ لیتے تھے سوم یہ کہ باوجود اللہ کے رسول اور اس کے نبی و پیغمبر تھے آپ کا مقام و مرتبہ عند اللہ بہت بلند اور اونچا تھا باوجود آپ بہت زیادہ عظمت و رفعت کے مالک تھے، کبھی بھی آپ نے اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کے سامنے اپنے پاؤں مبارک کو پھیلا کر نہیں بیٹھا دیکھا گیا بلکہ آپ نہایت متواضع بیٹھتے تھے اور مجلس میں پروقار بیٹھتے تھے، اس حدیث میں اخلاق عظیمہ، خصائل جمیلہ، اور اوصاف حمیدہ اور رسول اکرم ﷺ کی عادت شریفہ کو اپنانے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی دعوت ہے، ہر مسلمان کو ان عادات حمیدہ سے متصف ہونا چاہئے۔

## (۱۳۷۱) بَابُ مَنْ قَامَ عَنْ مَجْلِسٍ فَرَجَعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ مجلس میں بیٹھا تھا پھر وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھ کر چلا گیا پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر آیا تو اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار وہی شخص ہے، مگر کوئی دوسرا آدمی اس کے جانے کے بعد اس جگہ بیٹھ جائے تو اس کے آنے کے بعد اٹھ جانا چاہئے۔

(۸۳۳۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

ترجمہ حدیث: مجلس سے اٹھ کر جانے والا شخص لوٹنے کے بعد زیادہ حق دار ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں آداب مجلس میں سے ایک ادب کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے مجلس سے اٹھ کر تھوڑی دیر کے لیے چلا جائے، مثلاً پیشاب کرنے کے لیے، یا تھوکنے کے لیے یا وضو کرنے کے لیے یا اس کے علاوہ کسی



اور ضرورت کی وجہ سے باہر گیا پھر وہ واپس آ گیا تو اس جگہ میں بیٹھنے کا زیادہ حقدار یہی شخص ہوگا اگر کوئی دوسرا آدمی اس جگہ بیٹھ گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کو وہاں سے اٹھا دے اور خود بیٹھنے والے کو چاہئے کہ اس کی آمد کے بعد خود بخود اٹھ جائے اور پہلے شخص کے آجانے کے بعد اس کا اٹھ جانا عند البعض واجب ہے اور عند البعض مستحب ہے حضرت امام مالک کا یہی قول ہے امام نوویؒ نے وجوب کے قول کو رائج قرار دیا ہے یعنی شخص اول کی آمد کے بعد اس کا اٹھ جانا بہر حال واجب ہے خواہ وہ کوئی چیز وہاں رکھ کر گیا ہو خواہ نہ رکھا ہو ہر دونوں صورت اس جگہ کا زیادہ حقدار وہی ہے بعد میں بیٹھنے والا نہیں، واللہ اعلم۔

### (۱۳۷۲) بَابُ الْمَعَاذِيرِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جوذانؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عذر خواہی کرے تو اگر اس کا عذر معقول ہے تو اس کو قبول کرنا چاہئے العذر عند کرام الناس مقبول شریف لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔

(۳۸۳۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ مَيْنَاءَ عَنْ جُوْذَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اعْتَذَرَ إِلَيَّ أَخِيهِ بِمَعْذِرَةٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ.

ترجمہ حدیث: عذر قبول نہ کرنے کا گناہ:

حضرت جوذانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے معذرت کرے اور اس کی معذرت قبول نہ کرے تو اس کو ٹیکس وصول کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کا معنی اور مطلب شریعت اسلامیہ اور دین محمد ﷺ کی روح کے عین مطابق ہے اس حدیث میں درحقیقت ان لوگوں پر رد ہے جو لوگوں کے ساتھ معاملوں میں سختی کرتے ہیں اور خطاؤں پر سخت گرفت کرتے ہیں اور صاحب عذر لوگوں کے عذر کو قبول نہیں کرتے ہیں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جو لوگ صاحب عذر کے معقول عذر کو قبول نہیں کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اغماض بصر اور چشم پوشی سے کام نہیں لیتے ہیں تو ان کو اسی طرح گناہ ہوگا جس طرح ٹیکس وصول کرنے والے کو گناہ ہوتا ہے جس طرح ٹیکس وصول کرنے والا گناہ سے محفوظ نہیں رہتا ہے اور ظلم و زیادتی کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا ہی جاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرے اور اس کے ساتھ عفو و صلح اور درگزر کی کامیابی نہ کرے وہ بھی گناہوں کے بارے میں محفوظ نہ رہ پائے گا۔

معذرت تین حال سے خالی نہیں:

امام راغب فرماتے ہیں کہ تمام معاذیر تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو وہ یوں کہے گا میں نے یہ کام نہیں کیا،

(۲) یا پھر یوں کہے گا کہ اس وجہ سے میں نے یہ کام کیا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں ذنب ہونے سے خارج ہیں  
(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ آدمی کوئی غلطی کرے اور اقرار کرے ہاں میں نے یہ غلطی کی ہے لیکن آئندہ نہیں کروں گا،  
پس جس نے انکار کیا اور جو چیز اس کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کے بارے میں بتایا کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ اس کے گناہ  
سے بری ہے اور جس نے گناہ کا کام کر کے انکار کیا تو اس سے تغابی کرم ہوگا اور جس نے اپنے جرم اور گناہ کا اقرار کر لیا اور  
اپنی غلطی کا اظہار کر لیا تو وہ عفو و درگزر کے لائق ہے۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب تو کسی انسان کو دیکھے کہ وہ لوگوں کے بارے میں بدظن ہے اور عیوب کے  
طالب ہے تو یقیناً رلو کہ وہ خبیث الباطن ہے اور وہی خبیث اس سے مترشح ہو رہا ہے اور اپنی طرح جو دوسرے کے بارے  
میں خیال کر رہا ہے پس مومن تو عذر کا طالب ہوتا ہے اور منافق عیب کو ڈھونڈتا ہے مومن کا قلب تمام لوگوں کے لیے کشادہ  
اور حسد و بغض سے محفوظ ہوتا ہے۔ وقال الراغب جميع المعاذير لا تنفق عن اوجه: اما ان يقول لم افعل او فعلت  
لاجل كذا فيتبين ما يخرجه عن كونه ذنباً، او يقول فعلت ولا اعود، فمن انكروا نبا عن كذب ما نسب اليه  
فقد برئت منه ساحتہ، فان فعل وجحد فقد يعد التغابی عنه كراما من اخر فتبدأ استوجب العفو بحسن ظنه  
بل قال الغزالي: مهما رأيت الانسان ليستي الظن بالناس طالبا للعيوب، فاعلم انه خبيث الباطن، وان ذلك  
يترشح منه، انما يرى غيره من حيث هو، فان المومن من يطلب المعاذير، والمنافق يطلب العيب والمومن  
سليم الصدر في حق الكافة، (اهداء الديباجة: ۵/۱۰۴)

(۳۸۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جُوْذَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جوذانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گزشتہ حدیث کے مثل مضمون بیان فرمایا۔

### (۱۳۷۳) بَابُ الْمَزَاحِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے ذیل میں دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ، اور خادم  
رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مزاح جائز ہے، یعنی خوش طبعی، ہنسی کی بات جائز  
ہے البتہ استہزاء اور سخریہ جائز نہیں ہے، تفصیل انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آرہی ہے۔

(۳۸۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَمْعَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ وَهَبِ بْنِ عَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّ

سَلَمَةُ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْفَ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فِي تِجَارَةٍ إِلَى بَصْرَى قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَامٍ وَمَعَهُ نَعِيمَانُ وَسُوَيْطُ بْنُ حَزْمَلَةَ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا وَكَانَ نَعِيمَانُ عَلَى الرَّادِ وَكَانَ سُوَيْطُ رَجُلًا مَزَاحًا فَقَالَ لِلنَّعِيمَانِ أَطْعِمْنِي قَالَ حَتَّى يَجِيءَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ فَلَا غِيظَ لَكَ قَالَ فَمَزُوا بِقَوْمٍ فَقَالَ لَهُمْ سُوَيْطُ تَشْتَرُونَ مِنِّي عَبْدًا إِلَى قَالُوا نَعَمْ قَالَ إِنَّهُ عَبْدٌ لَهُ كَلَامٌ وَهُوَ قَائِلٌ لَكُمْ إِنِّي حُرٌّ فَإِنْ كُنْتُمْ إِذَا قَالَ لَكُمْ هَذِهِ الْمَقَالَةُ تَرَكْتُمُوهُ فَلَا تُفْسِدُوا عَلَيَّ عَبْدِي قَالُوا لَا بَلْ نَشْتَرِيهِ مِنْكَ فَاشْتَرَوْهُ مِنْهُ بِعَشْرِ قَلَابِصٍ ثُمَّ أَتَوْهُ فَوَضَعُوا فِي غُنْفِهِ عِمَامَةً أَوْ حَبْلًا فَقَالَ نَعِيمَانُ إِنَّ هَذَا يَسْتَهْزِءُ بِكُمْ وَإِنِّي حُرٌّ لَسْتُ بِعَبْدٍ فَقَالُوا قَدْ أَخْبَرْنَا خَبَرَكَ فَأَنْطَلِقُوا بِهِ فَبَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخْبَرُوهُ بِذَلِكَ قَالَ فَاتَّبَعَ الْقَوْمَ وَرَدَّ عَلَيْهِمُ الْقَلَابِصَ وَأَخَذَ نَعِيمَانُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرُوهُ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مِنْهُ حَوْلًا.

ترجمہ حدیث: آپ کا خوش طبعی کرنا:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اکرم ﷺ کی سانحہ وفات سے ایک سال قبل بغرض تجارت بصری تشریف لے گئے، آپ کے اس سفر میں نعیمان اور سویط بن حزمہ بھی تھے اور یہ دونوں بدر کی لڑائی میں شریک بھی ہوئے تھے، نعیمان تو توشہ پر نگراں تھے اور سویط بہت زیادہ مزاحیہ آدمی تھے، انہوں نے نعیمان سے کہا مجھے کھانا کھلا دو، انہوں نے کہا ابو بکر صدیقؓ کو آنے دو، سویط نے کہا اچھا (تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا) میں تجھے ضرور پریشان کروں گا، وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا تو ان سے سویط نے کہا آپ حضرات مجھ سے میرا غلام خریدیں گے؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں، خریدوں گا، سویط نے کہا لیکن وہ تھوڑا بتنگڑ ہے وہ آپ حضرات سے کبے گا میں آزاد ہوں اگر تم لوگ اس کی باتوں میں آکر اسے چھوڑ دو گے تو میرے غلام کو خراب بتانا، ان لوگوں نے کہا نہیں بلکہ ہم اس کو آپ سے خریدیں گے، چناں چہ ان لوگوں نے دس اونٹوں کے عوض غلام سویط سے خرید لیا، اور نعیمان کے پاس آئے اور ان کی گردن میں عمامہ یا رسی باندھنے لگے تو نعیمان نے کہا یہ تمہارے ساتھ مزاق کر رہے ہیں میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں ان لوگوں نے کہا تیری بات ہمیں پہلے بتادی گئی، وہ لوگ ان کو لے کر چلے گئے پھر جب حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے تو لوگوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا آپ اس جماعت کے پیچھے گئے اور اونٹ واپس کر کے نعیمان کو لے کر آئے جب واپس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ اور آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہنس پڑے اور یہ واقعہ یاد کر کے سال بھر تک ہنستے رہے۔

## تشریح حدیث:

قولہ: مزاح، لفظ مزاح بکسر المیم وفتح الزاء ہے اس کے معنی ہے خوش طبعی کرنا، ہنسی مزاق کرنا، اور میم کے ذمہ کے ساتھ مزاح اسم مصدر ہے جس کے معنی خوش طبعی اور ظرافت کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جہاں تمنّات و سنجیدگی کا عنصر رکھا ہے وہیں گاہے گاہے ہنسی مزاق اور خوش طبعی کرنے کا مادہ بھی ودیعت فرمائی ہے اس سے دل و دماغ کو نشاط و بہم پہنچتا ہے اور باہمی بے تکلفی اور محبت و مودت میں بھی اضافہ ہوتا ہے نیز ایک دوسرے سے دشت دور ہوتی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ بھی بعض اوقات اپنے رفقاء و صحابہ کرام اور ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرماتے تھے آپ کے مزاح فرمانے کے متعدد واقعات کتب احادیث میں ملتے ہیں ایک صاحب خدمت اقدس میں آئے اور درخواست کی کہ مجھے سواری دی جائے، کیوں کہ میری سواری کا اونٹ مر گیا ہے آپ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا، وہ صاحب پریشان ہو گئے اور کہنے لگے میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا، آپ نے فرمایا اہل قلد الاہل الا النوق: کو ئی اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ خاص طور پر ازواج مطہرات سے زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مزاح کرنے والے تھے۔

## مزاح مسنون ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ دل لگی، خوش طبعی کرنا مسنون ہے مگر اس میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ایک یہ کہ کوئی خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے، دوسرے یہ کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے ان باتوں کا خیال کر کے خوش طبعی کرنا سنت ہے اسی طرح بہت زیادہ ہنسی مزاق کرنا بھی وقار و متانت کے خلاف ہے جو لوگوں کو ہنساتا ہے وہ مسخرہ کہلاتا ہے، اور یہ کوئی اچھا لقب نہیں ہے بلکہ برا لقب ہے اس لیے اس درجہ مزاق سے بھی احتراز کرنا چاہئے۔

(۳۸۳۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ التَّغْيِيزُ قَالَ وَكِيعٌ يَغْنِي طَبِيرًا كَانَ يَلْعَبُ بِهِ.

## ترجمہ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی خوش طبعی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ہمارے گھر والوں کے ساتھ اس قدر میل جول تھا کہ گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ دل لگی فرماتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جو ہمیشہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا ایک دن آپ نے اس کو مغموں دیکھا تو آپ نے پوچھا یہ بچہ آج مغموں کیوں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ اس کی لال چڑیا آج مر گئی ہے آپ

نے فرمایا اے ابوعمیر کیا ہونا غیر؟ وکیع حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ لغیر ایک پرندہ تھا جس سے ابوعمیر کھیلا کرتے تھے۔  
تشریح حدیث:

لغیر لغیر کی تصغیر ہے ایک چھوٹے پرندے کا نام ہے جو چھوٹی چڑیا کی طرح ہوتا ہے اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اہل مدینہ اس پرندے کو بلبل کہتے ہیں واللہ اعلم۔

بہر حال اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بچوں کا چڑیا وغیرہ سے دل بہلانا اور ان کے ساتھ کھیل کود کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچائیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کنیت رکھنا جائز ہے یہ جھوٹ میں داخل نہیں ہے اور بچوں کے ساتھ دل لگی اور خوش طبعی کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس کے بھائی کے ساتھ خوش طبعی کی۔

### (۱۳۷۴) بَابُ نَتْفِ الشَّيْبِ

اس باب میں صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ داڑھی اور سر کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ نور المؤمن اور نور المسلم ہے اپنے ہاتھوں سے اس نور کو ختم کرنا کوئی عقلمندی اور دانشمندی نہیں۔

(۳۸۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ هُوَ نَوْرُ الْمُؤْمِنِ.

ترجمہ حدیث: سفید بال اکھیڑنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سفید بال اکھیڑنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا یہ مومن کا نور ہے۔

تشریح حدیث: داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو اکھاڑنے کا حکم شرعی:

داڑھی اور سر کے سفید بالوں کا اکھیڑنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام سے دو اقوال منقول ہیں۔  
قول اول:

جمہور اہل علم شوافع، مالکیہ، حنابلہ اور احناف کے نزدیک داڑھی اور سر کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا من شاب شببة في الاسلام كانت له نور يوم القيامة، نیز حدیث باب بھی اس کی کراہت پر دال ہے آپ نے فرمایا سفید بال مومن کا نور ہے اس جملہ میں درحقیقت اس کے باقی رکھنے کی تبلیغ ترغیب اور اس کے ساتھ عدم تعرض کی جانب لطیف اشارہ ہے کہ مومن و مسلم کے لیے نور ہے تو اس کے ساتھ تعرض نہ کیا جائے اس کو نہ اکھیڑا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن جزری سے بھی کراہت ہی کا قول منقول ہے۔  
**قول دوم:**

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ دائرہ یا سر کے سفید بال اکھیرنا حرام ہے علامہ شوکانی کا بھی یہی قول ہے ان حضرات نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سفید بال اکھیرنا حرام ہے لیکن ان حضرات کا قول جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل التفات اور لائق اعتناء نہیں ہے اس باب میں جمہور علماء کا قول دلائل کی روشنی میں رائج ہے واللہ اعلم

### (۱۳۷۵) بَابُ الْجُلُوسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

اس باب کے تحت ایک حدیث بریدہؓ سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی جگہ بیٹھنا کہ کچھ حصہ سایہ میں ہو اور بدن کا کچھ حصہ سورج کی روشنی اور دھوپ میں ہو جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور ایسی جگہ بیٹھنے سے مزاج فاسد ہو جاتے ہیں۔

(۳۸۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ أَبِي الْمُنِيبِ عَنْ ابْنِ بَرِزْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَقْعَدَ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ.

ترجمہ حدیث: دھوپ اور سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت:

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا ہے یعنی اس طرح بیٹھنا کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سائے میں ہو ممنوع ہے کیوں کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا طریقہ ہے یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے صاحب عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان ایسی جگہ میں بیٹھے گا تو اس کے مزاج میں فساد آجائے گا دھوپ اور سائے کی تاثیر الگ ہے، جب دو متضاد چیز ایک ساتھ موثر کریں گے تو لا محالہ مزاج میں فساد اور طبیعت میں بگاڑ آئے گا اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

### (۱۳۷۶) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِضْطِجَاعِ عَلَى الْوَجْهِ

حضرت امام ابن ماجہ صاحب کتاب نے اس باب کے ذیل میں تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں حضرت طحفہ غفاریؒ، حضرت ابوذر غفاریؒ اور حضرت ابو امامہؒ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ چہرے کے بل اوندھے منہ لیٹنا جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے اور ان لوگوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے جو عند اللہ مبغوض ہیں۔

(۳۸۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ قَنَسِ بْنِ طَلْحَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَصَابَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ مَا لَكَ وَلِهَذَا النَّوْمُ هَذِهِ نَوْمَةٌ يَكْرَهُهَا اللَّهُ أَوْ يَنْغَضُّهَا اللَّهُ.

ترجمہ حدیث: اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت:

حضرت طحفة غفاریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے مسجد میں (ایک دن) پیٹ کے بل سوتا ہوا پایا، تو آپ نے اپنے قدم مبارک سے مجھے ٹھوکر مارا، اور فرمایا کہ تم اس طرح کیوں سوتے ہو، یہ ایسا سونے کا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یا فرمایا وہ طریقہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ کے بل اوندھے منہ لیٹنا ممنوع ہے رسول کریم ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس طرح سے لیٹنا درحقیقت اہل دوزخ کا لیٹنا ہے اور ان لوگوں کے لیٹنے کا انداز ہے جو عند اللہ مغضوب اور مستحب ہیں لہذا عام حالات میں اس طرح لیٹنا جائز نہیں ہاں اگر کوئی مجبوری ہے تو پھر اس طرح لیٹنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔  
لیٹنے کی صورتیں:

حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ لیٹنے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) استلقاء:

یعنی چت لیٹنا، لیٹنے کا یہ طریقہ اہل عبرت کا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی اور عجائبات قدرت کو دیکھ کر ایمان باللہ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں وہ چت لیٹتے ہیں تاکہ وہ آسمان اور کوکب و نجوم کی طرف بنظر استشہاد دیکھتے رہیں اور خدا کی قدرت و حکمت کی دلیل حاصل کریں۔

(۲) النوم على شق اليمين:

دوسری صورت دائیں کروٹ پر لیٹنا ہے یہ اولیاء اللہ اور صالحین کے لیٹنے کا طریقہ ہے، جو عبادت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں اور شب بیداری کرنا چاہتے ہیں، وہ دائیں کروٹ پر سوتے ہیں تاکہ غفلت کی نیند طاری نہ ہو، اور ہر وقت اٹھ کر اپنے رب کے سامنے راز و نیاز کی باتیں کر سکیں۔

(۳) النوم على شق اليسار:

تیسری صورت بائیں کروٹ پر سونا ہے یہ آرام اور راحت کے طلبگار لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے جو لوگ چاہتے

ہیں کہ آرام سے نیند آئے، کھانا جلد ہضم ہو جائے اور چین و سکون کی نیند آئے وہ بائیں کروٹ پر سوتے ہیں۔

## (۲) الاضطجاع علی الوجه:

چہرے کے بل اوندھے منہ لیٹنا یہ اہل غفلت اور نادان لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے بلکہ درحقیقت ان لوگوں کے سونے کا انداز ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور عتاب نازل ہوتے ہیں اور جہنمیوں کے سونے کا انداز بھی یہی ہے، اور بد فعلی و اغلام بازی کرانے والوں کے سونے کی عادت ہے اس لیے اس انداز سے سونا ممنوع ہے البتہ حدیث شریف اختیاری حالت پر محمول ہے اگر ضرورت کی حالت ہو تو اس طرح سونا بھی جائز ہے۔

(۳۸۳۴) حَدَّثَنَا يَغْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَعِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَمِّرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ طَخْفَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ مَرْبِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلَى بَطْنِي فَرَكَّضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ يَا جُنَيْدُ إِنَّمَا هَذِهِ ضِجَّةُ أَهْلِ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: اوندھے منہ لیٹنا اہل نار کے لیٹنے کا طریقہ:

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس رسول اکرم ﷺ کا گزر ہوا، آپ نے مجھے اپنے قدم مبارک سے مارا اور فرمایا اے جنید! اس طرح سونے کا انداز جہنم والوں کا ہے (لہذا اس طرح سے مت سویا کرو)

تشریح حدیث:

جنید: یہ جناب کی تصغیر ہے جناب حضرت ابو ذر غفاریؓ کا نام نامی اسم گرامی ہے آپ نے شفقت پیار سے تصغیر کا صیغہ استعمال فرمایا، تحقیر و تذلیل کے طور پر نہیں، یہ تو آپ کی مبارک ذات سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۳۸۳۵) حَدَّثَنَا يَغْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ زَجَاءٍ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيلٍ الدِّمَشْقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ مَرْبِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ نَائِمٍ فِي الْمَسْجِدِ مُنْبَطِحٌ عَلَى وَجْهِهِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ قُمْ وَأَقْعُدْ فَإِنَّهَا نَوْمَةٌ جَهَنَّمِيَّةٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں اوندھے منہ سو رہا تھا کہ آپ کا گزر ہوا (آپ نے دیکھا کہ کوئی مسجد میں اوندھے منہ سو رہا ہے جا کر) آپ نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اٹھ جا، اور بیٹھ، (سنو! میاں) یہ ال جہنم کے سونے کا انداز ہے (آئندہ اس طرح سے مت سونا)

تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم قبل ذالک



## (۱۳۷۷) بَابُ تَعْلَمِ النُّجُومِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ علم نجوم کا سیکھنا جائز نہیں ہے جس طرح علم سحر حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳۸۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ إِذَا مَا زَادَ.

ترجمہ حدیث: علم نجوم سیکھنا جائز نہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علم نجوم میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے درحقیقت شعر و جادو کا شعبہ حاصل کیا، اب جتنا زیادہ علم نجوم حاصل کرے گا گویا اتنا ہی زیادہ علم حاصل کیا، (جو حرام ہے) تشریح حدیث: علم نجوم کی تعریف:

علماء کرام لکھتے ہیں کہ والمراد بعلم النجوم فی الحدیث ما ینخبرون به احداث وقائع لم تقع بعد، یزعمون انهم عرفوها عن طریق علم النجوم۔ حدیث شریف میں علم نجوم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعہ مستقبل میں پیش آنے والے حوادث و وقائع کے بارے میں خبر دی جاتی ہے اور ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کو علم نجوم کے راستہ سے حاصل کیا۔

کہانت، عرافت رمل اور نجوم کا علم حاصل کرنا حرام ہے اور شریعت کی نظر میں ان پر عمل کرنا قطعاً بالکل جائز نہیں ہے اس لیے ان علوم کے ذریعہ کسب شدہ مال بھی حرام ہے لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں، حدیث ہذا میں علم نجوم کو علم سحر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے علم نجوم کا سیکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے جادو ٹوٹنے کا علم سیکھا ہے اور اس مشابہت سے علم نجوم کی قباحیت و شاعت کو اجاگر کرنا ہے اس اعتبار سے علم نجوم پر عمل کرنے والا جادو گروں اور کاهنوں کا ایک فرد ہے جو خلاف شریعت امور کو اختیار کرتے ہیں اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ علم نجوم اور سحر دونوں ایک ہی چیز ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور یہ سب کافروں اور بددینوں کے لیے کام کرتے ہیں۔

قولہ: زاد ما زاد: مطلب یہ ہے کہ جس قدر زیادہ وہ علم نجوم حاصل کرتا ہے اسی قدر زیادہ سحر کا علم سیکھتا ہے اور سحر باطل ہے اس کا تعلم حرام ہے، جہاں تک بات ہے علم نجوم کے ذریعہ جہت قبلہ کی تعیین یا اوقات کی معرفت تو یہ جائز ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کو اکب نجوم کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے تاکہ لوگ اس سے ہدایت یاب ہوں اور وہ معلوم کریں ارشاد ربانی

ہے وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا بها فی ظلمات البر والبحر نیز دوسری جگہ ارشاد ہے وعلامات بالنجم ہم یتہتدون۔

معلوم ہوا کہ علم نجوم سے جہت قبلہ کا تعین اور اوقات نماز کی معرفت تو یہ شرعاً جائز ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

### (۱۳۷۸) بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس باب میں مذکور احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ تو اللہ رب العزت کے حکم پر مامور ہے اور حکم خداوندی کے مطابق خیر و شر اور رحمت و عذاب کو لارہی ہے پس اللہ سے اس کے خیر و رحمت کا سوال کیا جائے اور اس کے شر اور عذاب سے پناہ چاہا جائے ہواؤں کو گالی گلوچ نہ کی جائے۔

(۳۸۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الزَّرْقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَبُّوا الرِّيحَ فَإِنَّهَا مِنْ رُوحِ اللَّهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ وَلَكِنْ سَلُوا اللَّهَ مِنْ خَيْرِهَا وَتَعَوُّذُوا بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا.

ترجمہ حدیث: ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو برا بھلا مت کہو اس لیے کہ وہ اللہ کی رحمت ہے اور (وہ حکم خداوندی کے مطابق) رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی، البتہ اللہ رب العزت سے اس کی خیر کا سوال کرو، اور اس کی برائی سے پناہ مانگو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہوا اللہ رب العزت کی مخلوق ہے اور خدا تعالیٰ کی حکم کی پابند ہے وہ حکم الہی سے سرمو و انحراف نہیں کر سکتی ہے وہ حکم ربانی کے مطابق کبھی رحمت یعنی بارش، راحت اور نسیم کو لاتی ہے تو کبھی حکم الہی سے عذاب یعنی نبات و شجر کا اطلاق اور حیوان و بہائم کی ہلاکت اور عمارتوں کے انہدام کو لاتی ہے بڑی بڑی بلڈنگ اور فلک بوس عمارتیں چشم زدن میں زمین بوس ہو جاتی ہے اور تاش کے پتوں کی طرح زمین میں بکھر جاتی ہے یہ سب حکم خداوندی سے ہے ہوا کا کوئی جرم و گناہ نہیں، لہذا اسے برا مت کہو اسے گالی مت دو۔ ہاں جب آسمان سے ہواؤں کا اثر نمایاں ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

آندھی و طوفان میں پڑھنے کی دعا:

صحیح مسلم میں ہے کہ جب تیز آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللہم انی اسألك خیرها وخیر مافیہا، وخیر ما ارسلت به واعر ذلک من شرها وشر ما ارسلت به۔  
اے اللہ میں اس کے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس چیز کے خیر کا جو اس کے اندر موجود ہے اور جس خیر کے ساتھ یہ بھی  
گئی ہے اور اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی برائی سے اور اس برائی سے جو اس کے اندر ہے اور اس سے کہ جس  
کے ساتھ وہ بھیجی گئی ہے۔

### (۱۳۷۹) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ

اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث صاحب ابن ماجہ نے نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عند اللہ  
سب سے محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے اور اپنے بچوں کا نام اچھے سے اچھا رکھنا چاہئے۔ اسلامی نام منتخب کرنا چاہئے۔  
(۳۸۳۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا الْعَمْرِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ.

### ترجمہ حدیث: محبوب ترین نام:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین  
نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔

### تشریح حدیث:

تمام ناموں میں سب سے افضل ترین اور پسندیدہ نام عند اللہ عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ  
ان دونوں کا احب الی اللہ ہونا حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے بعد ہے اس اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ یہ نام ام  
محمد سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ بلکہ پسندیدگی میں ان دونوں کا درجہ یا تو اسم محمد کے برابر ہے یا اس سے کم ہے۔

### وجہ فضیلت:

ان دونوں ناموں کے افضل اور احب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نام قرآن کریم میں بقاعدہ اضافت کے ساتھ  
آئے ہیں ان دونوں کے علاوہ کوئی نام نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ **وَ أَنَّهُ لَتَأْتَا مَرَّ عَبْدُ اللَّهِ يَدُ عَوْهٖ** (۱) اور ارشاد ربانی  
ہے **وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا** (۲) پہلی آیت میں لفظ عبد اللہ کی جانب اضافت کے ساتھ  
موجود ہے اور دوسری آیت میں لفظ عباد الرحمن کی جانب مضاف ہے اور صرف یہی دو نام ایسے ہیں جو اضافت کے ساتھ  
آئے ہیں اس لیے یہ عند اللہ محبوب ترین ہیں، واللہ اعلم

## (۱۳۸۰) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل فرمائی ہیں جو حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت سمرہؓ اور حضرت سروقؓ سے منقول ہے اس باب میں چند برے ناموں کا بیان ہے اور شرعاً یہ مطلوب ہے کہ برے ناموں کے رکھنے سے اجتناب کئے جائیں۔ اور اچھے اسلامی نام منتخب کئے جائیں جن کے معنی اور مطلب درست ہو۔

(۳۸۳۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنْ عَشِثَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا تُهَيِّنَنَّ أَنْ يُسَمَّى رِبَاخَ وَنَجِيخَ وَأَفْلَحَ وَيَسَارَ.

ترجمہ حدیث: چند ممنوع نام:

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں بقید حیات رہا تو آئندہ انشاء اللہ درج ذیل ناموں کے رکھنے سے ضرور منع کروں گا۔ رباح۔ نجیح۔ افلح۔ اور یسار۔

تشریح حدیث:

مسلم شریف میں نجیح کی جگہ نافع کا لفظ آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق محض انہیں ناموں سے نہیں ہے بلکہ دوسرے اسماء جو اس کے ہم معنی ہوں اس ممانعت میں داخل ہیں۔ امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب کے نزدیک اس طرح کے نام رکھنا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہ تحریمی اور ممانعت کی علت یہ ہے کہ اگر آپؐ نے کسی کا نام مثلاً یسار رکھا اور کسی وقت آپؐ نے گھر والوں سے پوچھا یہاں یسار ہے، گھر والوں نے جواب دیا نہیں یہاں یسار نہیں ہے تو اگرچہ اس صورت میں متعین ذات مراد ہوگی لیکن لفظ یسار کے معنی حقیقی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ گھر میں کوئی فراخی اور تواضع نہیں ہے اس طرح کہنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے آپؐ نے منع کرنے کا ارادہ فرمایا پر آپؐ نے بقاعدہ ممانعت کا حکم نافذ نہیں فرمایا بلکہ اس سے سکوت فرمایا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں اس کی صراحت ہے قال اصحابنا يكره التسمية بهذه الاسماء المذكورة في الحديث، وما في معناها، ولا تختص الكراهة بها وحدها، وهي كراهة تنزيه، لا تحريم۔ والعلة في الكراهة ما بينه ﷺ في قوله فانك تقول اثم هو فيقول لا فكره لبشاعة الجواب، وربما وقع بعض الناس في مثنى من الطيرة (۱)

(۳۸۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْمُغْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ الزُّكَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمَّى رَقِيقًا أَوْ بَعَّةً أَوْ أَسْمَاءَ أَفْلَحَ وَنَافِعَ وَرِبَاخَ وَيَسَارَ

(۱) شرح التورى على صحيح مسلم: ۲/۲۰۷

## ترجمہ حدیث:

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم اپنے غلاموں کا نام، نفع، نافع، رباح اور یساران چاروں میں سے کوئی رکھیں۔

## تشریح حدیث:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بقاعدہ ان چاروں ناموں کے رکھنے سے منع فرمادیا ہے جب کہ حضرت جابر کی روایت جو مسلم میں ہے اس میں صراحت ہے کہ آپ نے ان ناموں کے رکھنے سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن پھر آپ خاموش رہے اور منع نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے بظاہر دونوں میں تضاد اور تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس تعارض و تضاد کو دور کرتے ہوئے صاحب مرقات ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ دراصل آپ ﷺ کے ارادہ کا تعلق ممانعت تحریمی سے تھا یعنی آپ نہی تحریمی کے طور پر منع کرنا چاہ رہے تھے لیکن اس کے بعد آپ نے امت کے حق میں نرمی اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سکوت فرمایا، کیوں کہ آپ کو معلوم تھا کہ ناموں کا مسئلہ ایسا ہے جس کی طرف لوگ توجہ نہیں دیں گے، اور اچھے اور برے ناموں میں زیادہ فرق و امتیاز نہیں کریں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امت کے لوگ دینی نقصان میں مبتلا ہوں گے لہذا یوں کہا جائے گا کہ جس روایت سے ممانعت کا عدم نفاذ ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نہی تحریمی سے ہے اور حقیقت میں مسئلہ بھی یہی ہے کہ مذکورہ نام رکھنا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر اپنے علم کے مطابق بیان فرما رہے ہیں ورنہ حقیقت میں آپ نے منع فرمایا تھا، لیکن جابر کو معلوم نہ ہو سکا صرف ارادہ کا علم ہوا تھا اور انہوں نے اسی کو بیان کر دیا۔

(۳۸۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ فَقُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْأَجْدَعُ غَشِيَطَانٌ.

## ترجمہ حدیث: اجدع شیطانی رسم ہے:

مسروق تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملا، تو انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع، حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اجدع ایک شیطان کا نام ہے۔

## تشریح حدیث:

اجدع دراصل اس کو کہتے ہیں جس کے کان، ناک، اور ہونٹ اور ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بطور کنایہ اس نام کا اطلاق اس شخص پر بھی کیا جاتا ہے جس کی کسی بات میں بھی کوئی وزن اور دلیل نہ ہو اسی مناسبت سے ایک شیطان کو اجدع کہا جاتا ہے حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا مسروق کے بارے میں پوچھنا پھر آں حضرت رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد نقل کرنا گویا تفسیر طبع کے طور پر تھا اور اس کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اگر تمہارے والد بقید حیات ہیں تو ان کا یہ نام بدل ڈالو۔

## (۱۳۸۱) بَابُ تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی نام ایسا ہو جو معنی کے اعتبار سے غلط ہو تو اس کو بدل ڈالنا چاہئے جیسا کہ احادیث باب اس پر دال ہے۔

(۳۸۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَافِعٍ يَخْدُثُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَتْ اسْمَهَا بَرَّةَ فَقِيلَ لَهَا تَزَيَّنِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ زَيْنَبَ.

ترجمہ حدیث: ایسے نام رکھنے کی ممانعت جس سے نفس کی تعریف ظاہر ہوتی ہے:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت زینبؓ کا نام برہ تھا، (اس کے معنی نیک اور صالح کے ہیں) تو ان سے کہا گیا اپنے نفس کی خود تعریف کرتی ہو، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسا کوئی بھی نام نہیں رکھنا چاہئے جس کے لفظی مفہوم سے نفس کی تعریف ظاہر ہو، کیوں کہ اس کی وجہ سے نفس میں کبر اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ برہ کے معنی نیک اور صالحہ کے ہیں لہذا آپ نے اس لفظ کے اصل معنی کے اعتبار سے پسند نہیں کیا، کیوں کہ آپ برہ کے گھر سے نکلے اور آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے نکلے ہو تو جواب دیا برہ کے پاس سے تو چوں کہ نیکو کار کے پاس سے نکلنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے اللہ کے رسول نے اس نام کو بدل کر زینب رکھ دیا کہ دل میں کبر و عجب پسندی پیدا نہ ہو۔

(۳۸۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ

عُمَرَ أَنَّ ابْنَةَ لُغَمَرَ كَانَتْ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيلَةَ.

ترجمہ حدیث: عاصیہ اچھا نام نہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کا نام، عاصیہ (نافرمان) تھا، رسول اللہ

ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس نام کے معنی اچھے نہ ہوں تو اس کو بدل ڈالنا چاہئے کیوں کہ ناموں کے معنی کا اثر مسمیٰ پر پڑتا ہے اس لیے اچھا سے اچھا اسلامی نام رکھنا چاہئے، اور برے نام رکھنے سے کلیۃً احتراز کرنا چاہئے۔  
(۳۸۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى أَبُو الْمُحَيَّاتِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ اسْمِي عَبْدَ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ فَسَمَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میرا نام عبداللہ بن سلام نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

تشریح حدیث: معنہ واضح جدا

(۱۳۸۲) **بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهِ**

اس باب کے تحت صرف تین حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہیں تھا اب آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد متفقہ طور پر یہ حکم ختم ہو چکا ہے یہ ممانعت کا تعلق صرف آپ کی زندگی کے ساتھ تھا، جیسا کہ حضرات شراح کرام نے اس کی وضاحت کی ہے۔

(۳۸۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا

هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوا بِكُنْيَتِي.

ترجمہ حدیث: آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو القاسمؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ نام رکھو، لیکن میری کنیت پر کنیت اختیار مت کرو۔

تشریح حدیث:

کنیت اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی ذات کی نسبت باپ یا بیٹے کی طرف منسوب کر کے متعارف و مشہور کرادے، جیسے ابو حماد، ابو عباد، ابو حمودہ یا ابن منظور وغیرہ، جس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کنیت اس نام کو کہتے ہیں کہ جو باپ بیٹا یا بیٹی یا

ماں کے تعلق سے بولا جائے۔

## آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے نام محمد کے ساتھ اپنا نام محمد رکھنا تو جائز ہے لیکن آپ کی کنیت ابوالقاسم کو اپنے لیے کنیت مقرر کرنا اور اپنے آپ کو ابوالقاسم کہلانا جائز نہیں ہے خواہ یہ صورت ہو کہ جس شخص کا نام محمد ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے یا یہ صورت ہو کہ نام تو کچھ اور ہو لیکن کنیت ابوالقاسم متعین کرے، حضرت شیخ نے یہاں چار اقوال نقل کئے ہیں ہم بغرض افادہ ان چاروں اقوال کو یہاں قلم بند کر رہے ہیں۔

### قول اول:

مطلقاً کسی بھی شخص کے لیے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھنا جائز نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور ہو حضرت امام شافعی اور اصحاب الظواہر کا یہی قول ہے۔

### قول دوم:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ نام اور کنیت دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے جس کا نام محمد ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم نہ رکھے۔ البتہ جس کا نام محمد نہ ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے۔

### قول سوم:

علی الاطلاق نام اور کنیت دونوں کو جمع کرنا جائز ہے یہ قول حضرت امام مالک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ممانعت والی حدیث منسوخ ہے۔ اور حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ ممانعت کا تعلق شخص تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کی کنیت کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے درنہوت میں اشتباہ کے پیش نظر ممنوع تھا اب عام اجازت ہے یہی قول رائج ہے اور عند الجمہور یہی صحیح ہے۔ والراجع ان النہی مختص بحیاتہ ﷺ لاجل السبب الموضح فی حدیث انس فی الباب وهو قول الجمہور (۱)

(۳۸۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْمَوُا بِأَسْمِي وَلَا تَكُنُوا بِكُنْيَتِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے نام کے ساتھ نام رکھو البتہ کنیت پر اپنی کنیت مت رکھو، (کیونکہ اس میں اشتباہ ہوتا ہے)

(۱) اہداء الدیبا جہ: ۵/۱۸ مظاهر حق جدید: ۵/۲۰۹



تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك

(۳۸۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ الثَّقَفِيُّ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُقْعِ فَنَادَى رَجُلٌ رَجُلًا يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَغْنِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوا بِكُنْيَتِي.

ترجمہ حدیث: نبی کریم ﷺ کی کنیت کے مطابق اپنی کنیت متعین مت کرو:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ (جنت) البقیع میں تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ایک آدمی کو اے ابوالقاسم کہہ کر پکارا چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو اس نے کہا میری مراد آپ نہیں ہیں (تو اس وقت) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے نام کے ساتھ نام رکھو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت مقرر نہ کرو۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے اعادہ کی قطعاً حاجت نہیں ہے۔

(۱۳۸۳) بَابُ الرَّجُلِ يُكْنَى قَبْلَ أَنْ يُولَدَ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ لاولد شخص بھی اپنی کنیت مقرر کر سکتا ہے یہ جائز ہے۔

(۳۸۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ ضَهَبٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ لِضَهَبٍ مَا لَكَ تَكْنِي بِأَبِي يَحْيَى زَيْتَسَ لَكَ وَلَدٌ قَالَ كَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي يَحْيَى.

ترجمہ حدیث: لاولد بھی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ آپ نے اپنی کنیت ابو یحییٰ کیوں رکھی، جبکہ آپ کی کوئی اولاد ہی نہیں ہے، انہوں نے جواب دیا کہ میری کنیت ابو یحییٰ آپ ﷺ نے رکھی ہے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کنیت کے لیے صاحب اولاد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ لاولد شخص کی بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی بھی کنیت رکھی حالانکہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی چناں چہ

آپ حضرت عائشہؓ کی دلجوئی اور تطیب قلب کے واسطے ام عبد اللہ کنیت رکھی، یعنی عبد اللہ بن زبیر کو جو حضرت عائشہ کی بہن اسماء بنت ابی بکر کا بیٹا تھا اور عائشہ رشتہ میں ان کی خالہ تھیں اور خالہ بمنزلہ ماں ہوتی ہے نیز آپ نے حدیث باب حضرت صہیبؓ کی کنیت ابو یحییٰ رکھی بلکہ آپ ﷺ نے تو حضرت انس کے چھوٹے بھائی کی کنیت ابو عمیر رکھی پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لا ولد شخص کی کنیت بھی جائز ہے۔

البتہ کسی کا لقب یا اس کی کنیت ایسے ناموں کے ساتھ رکھنا جو اس کے لیے باعث تکلیف و رنج ہو یا اس سے اس کو غصہ آئے یا لوگ اس کی وجہ سے اس کا مزاق اڑائے استہزاء کرے حرام ہے ارشاد باری ہے (وَلَا تَنْابَزُوا بِالْألقابِ) (۳۸۵۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ مَوْلَى لِلزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أَرْوَاحِكُمْ كَنِيَّةٌ غَيْرِي قَالَ فَأَنْتِ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ.

### ترجمہ حدیث: حضرت عائشہ کی کنیت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں سے نبی کریم ﷺ سے فرمایا (یا رسول اللہ) آپ نے تمام ازواج مطہرات کی کنیت رکھی ہے لیکن میری کنیت نہیں رکھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو ام عبد اللہ ہے۔  
تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی آفتاب نیم روز کی طرح واضح و آشکار انداز میں اس بات پر دلالت ہے کہ لا ولد کے لیے کنیت رکھنی جائز ہے۔ (۳۸۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينَا فَيَقُولُ لِأَخِي وَكَانَ صَغِيرًا يَا أَبَا عَمِيرٍ!

### ترجمہ حدیث: چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس (گھر) آیا کرتے تھے اور میرے بھائی جو ابھی چھوٹے تھے اس سے فرماتے تھے اے ابو عمیر!  
تشریح حدیث:

معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے اور لا ولد یا صغیر کی کنیت رکھنے میں ابو کے معنی باپ کے نہیں ہوں گے بلکہ اس وصف کے مالک کے ہوں گے جیسا کہ کسی شخص کو ابو الفضل کہا جائے۔ تو اس کے معنی فضل والا، جبکہ اس کے بچے نہ ہوں اور اگر صاحب کنیت کی اولاد ہو تو اس صورت میں ابو کے معنی باپ ہی کے ہوں گے جیسا کہ معروف ہے۔

## (۱۳۸۴) بَابُ الْأَلْقَابِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو جبرہ بن ضحاکؓ سے منقول ہے۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ برے القاب جن سے صاحب لقب کو ایذا پہنچتی ہو پکارنا حرام ہے۔

(۳۸۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جَبْرِ عَنْ الصَّحَّاحِ قَالَ فِينَا نَزَلَتْ مَعْشَرُ الْأَنْصَارِ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجُلُ مِنَّا لَهُ الْإِسْمَانِ وَالْقَلْبَانِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَبْمًا دَعَاهُمْ بِتَغْضِ بِلْكَ الْأَسْمَاءِ فَيَقَالُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يُغَضِّبُ مِنْ هَذَا فَنَزَلَتْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ.

ترجمہ حدیث: تکلیف دہ القاب سے پکارنے کی حرمت:

حضرت ابو جبرہ بن ضحاکؓ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد) وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ: (مت پکارو برے لقبوں سے) ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم میں سے ایک شخص کے دو نام تھے اور تین نام، تو نبی کریم ﷺ نے ان کو کبھی کسی ایک نام سے پکارتے ہوئے دیکھا تو آپ سے عرض کیا جاتا کہ اسے اس نام سے غصہ آتا ہے تو اس پر یہ آیت وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ نازل ہوئی، تم کسی کو بھی برے القاب سے مت پکارو!

تشریح حدیث: نام بگاڑ کر پکارنے کی ممانعت:

کسی آدمی کے نام کو بگاڑ کر پکارنا یا ایسے القاب سے پکارنا جو تکلیف کا موجب ہو یا غصہ کا سبب ہو حرام ہے، قرآن کریم میں اس کی صراحۃً ممانعت آئی ہے اس ممانعت والی آیت کی تفسیر میں حضرات علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں (۱) علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ لَا يَدْعِي الرَّجُلُ بِالْكَفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ: اسلام لانے کے بعد کسی کو کفر کے ساتھ مت پکارو، وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ کا یہی مطلب ہے۔

(۲) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی اسلام قبول کرتے تھے اس کے باوجود بھی انہیں بعض لوگ یا یہودی یا نصرانی کہہ کر پکارتے جس سے انہیں تکلیف ہوتی تھی تو اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پکارنے سے منع فرمادیا۔

(۳) قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کو بھی ایسے القاب سے نہ پکارے جو باعث تکلیف ہو اور لوگ اس سے مزاق و استہزاء کرتے ہوں مروی ہے کہ یہ آیت حضرت صفیہ بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی وہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عورتیں مجھے یہودیہ بنت یہودین

کہہ کر پکارتی ہیں آپ نے فرمایا تو کیوں نہیں کہتی میرا باپ ہارون ہے میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد بن عبد اللہ ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان عورتوں کی بات کی وجہ سے غم اور تکلیف محسوس مت کرو بلکہ تم فخر سے کہو ہارون علیہ السلام میرا باپ ہے موسیٰ علیہ السلام میرا چچا ہے اور محمد رسول اللہ میرے شوہر ہیں وہ عورتیں یہ سن کر خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔

### (۱۳۸۵) باب المدح

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہؒ علامہ ترمذیؒ نے تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت مقداد بن عمروؓ حضرت معاویہؓ اور امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کے روبرو حد سے زیادہ تعریف کرنا جس سے ممدوح کے دل میں عجب اور کبر پیدا ہو جائے جائز نہیں ہے، بالخصوص ممدوح میں وہ شئی نہ ہو جس کی تعریف کی جا رہی ہو تو یہ اشد ترین گناہ ہے بلکہ ایک طرح سے نفاق ہے اور اس کا مقصد طلب دنیا اور لوگوں کو خوش کرنا ہوتا ہے رضاء خداوندی مقصود نہیں ہوتا، جیسا کہ آج بہت سارے شعراء کرام بادشاہوں کی تعریف کرتے ہیں اور مدارس کے بعض ذمہ دار حضرات جن کی نظر میں صرف فلوں ہے، خلوص سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے خواہ مخواہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے کبھی حکومت سعودیہ تو کبھی کسی کی بے جا تعریف کرتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے البتہ غائبانہ تعریف جو حقیقت میں وہ اوصاف ممدوح کے اندر موجود ہے جائز ہے۔

(۳۸۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ الْمُقَدَّادِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَمَرَ نَارِسُ بْنُ سُلَيْمٍ النَّبَطِيَّ أَنْ يَخْتَرِفَ فِي وَجْهِهِ

الْمَدْحَ حِينَ التَّرَاتُبِ.

ترجمہ حدیث: منہ پر تعریف کرنے والا دوست نہیں دشمن:

حضرت مقداد بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈال دیں۔

تشریح حدیث: بے جا مدح و تعریف کی مذمت:

کسی آدمی کی بجا تعریف کرنا اور مدح و تعریف میں غلو کرنا اور ان کی حمد و ثناء اور خوبیوں کے بیان میں آسمان زمین کے قلابین ملانا جن کا حقیقت اور نفس الامر سے کوئی تعلق نہ ہو جائز نہیں ہے بالخصوص منہ کے سامنے روبرو کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لینا اور ایسے ایسے اوصاف و خصائل کو ان کے لیے ثابت کرنا جن کا ان سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے بالکل جائز نہیں ہے اس سے ممدوح کے دل میں عجب و تکبر پیدا ہوگا اور طاعت و عبادت کی بجا آوری میں مزید مست ہو جائے گا اور عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لے گا اس لیے مادح اس قابل ہے کہ اس کے منہ میں خاک ڈال دے وہ محسن نہیں

بلکہ ذہر قاتل ہے، اس لیے فرمایا گیا کسی ظالم و فاسق کی تعریف کرنا درحقیقت اس کے فسق و ظلم پر اعانت کرنا ہے لہذا یہ ممدوح بھی ان کے گناہ اور معصیت میں برابر کا شریک ہوگا۔

**نیک نیت سے مبنی برحقیقت تعریف کرنا:**

اگر ممدوح جس کی تعریف و توصیف کی جا رہی ہے واقعہً اس کے اندر بہت ساری خوبیاں اور قابل بیان صفات اور لائق تقلید اوصاف و خصائل ہیں اور لوگوں کے سامنے ان اوصاف محمودہ کے بیان کرنے کا مقصد ممدوح کا حوصلہ افزائی اور اس کی تشجیع ہے اور مزید کار خیر اور اعمال صالحہ و اعمال حسنہ کے بجالانے پر ابھارتا ہے اور لوگوں کو اپنانے کی دعوت دیتا ہے تو تعریف کرنا جائز ہے بشرطیکہ ممدوح معتدل المزاج ہو، تعریف کی وجہ سے خود پسندی اور عجب میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ممدوح نیک طینت اور نیک سیرت ہو تو جائز ہے۔

**تعریف کرنے کا مسنون طریقہ:**

اور تعریف کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ وہ کہے میں فلاں کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے اند اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں صفات حسنہ و دیعت کی ہیں اور میرے علم کے مطابق یہ فلاں فلاں خصائل و شمائل کی دولت سے متصف ہے ان کے ظاہر حال نہایت قابل اطمینان ہے، جہاں تک اندر اور قلب کے احوال کی بات ہے تو اس کو سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے میں ان کے اندرونی حالات کو اللہ کے حوالہ کرتا ہوں جو ظاہر و باطن کو جاننے والا اور حال و حال سے مکمل باخبر ہے۔ و علی المادح المہتدی بالسنة ان يقول عند مدحه احتسب فلانا۔ ان کان یری انه کذا لک۔ ولا ازکی علی اللہ احداً و قوفانه عند حدود الانسان الذی من شانہ ان یعلم الظاہر فحسب اما الباطن، و المال فهو غیب لا یعلمہ الا علام الغیوب سبحانہ و تعالیٰ۔ ولذا حسن ان یفوض الامر الی من یعلم الظاہر و الباطن و الحال و المال، تبارک اسمہ (۱)

**ایک اعتراض اور اس کا جواب:**

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس باب کی احادیث اس بات پر دال ہیں کہ کسی کی تعریف و توصیف ممنوع ہے جبکہ بخاری و مسلم میں بہت ساری ایسی روایات آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الوجہ تعریف کرنے کی اجازت و رخصت ہے ظاہر ہے کہ ان دو روایات میں تعارض ہے پس تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

حضرات علماء کرام نے ان دونوں قسم کی روایتوں میں اس طرح تطبیق دینے کی سعی جمیل کی ہے کہ جن روایتوں میں

تعریف و توصیف کی ممانعت آئی ہے اور مدح و سراہی پر نہی وارد ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ تعریف و مدح میں غلو کیا جائے اور جن صفات سے متصف نہ بھی ہوں ان کو بیان کیا جائے یا ممانعت کی روایات ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کی مدح و تعریف اور توصیف و ثناء سے ان کے اندر کبر پیدا ہو یا وہ فتنہ میں مبتلا ہو۔ اور جو لوگ ایسے نہیں ہیں اور ان میں فتنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے کمال تقویٰ، رسوخ فی العقل اور معرفت و طریقت کے اعلیٰ معیار بلند مقام پر متمکن ہونے کی وجہ سے مدح کی مدح اثر نہیں کرتی ہے اور نہ ذم سے کوئی فرق پڑتا ہے تو ایسے حضرات کی تعریف کرنے میں بشرطیکہ مبنی بر حقیقت ہو کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ایسے حضرات کی تعریف میں رطب اللسان رہنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ اِهِيَمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ مَعْبِدِ الْجَهَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّا كُفُّوا النَّمَاحَ فَإِنَّهُ الذَّبْحُ.

ترجمہ حدیث: تعریف میں غلو ذبح کے مترادف:

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم ایک دوسرے کی تعریف سے بچو، کیوں کہ یہ تو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں تعریف میں غلو کو ذبح کے مترادف اس لیے قرار دیا کہ جس ذبح سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے اور روح جسم سے نکل جاتی ہے اور بے جان کسی بھی کام کا نہیں ہوتا ہے اسی طرح جب انسان کی تعریف اس کے منہ کے سامنے کی جائے اور تعریف میں غلو کیا جائے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے اور جو باتیں ان میں نہ ہوں ان کو بھی بیان کیا جائے یہ مدوح کے روح ایمان و اسلام کے لیے ہلاکت و تباہی ہے، وہ عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان و اسلام کی روح کو کھودے گا پھر وہ اسلام کی نظر میں بے جان جسم کی طرح ہو جائے گا اس لیے بے جا تعریف سے منع فرمایا ہے اور اس کو ذبح سے تعبیر کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَدَحٌ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَحْكُ قَطَعَتْ عَنْقُ صَاحِبِكِمْ مِزَاثُكُمْ قَالَ إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ فَلْيَقُلْ أَخِي سَبِيهُ وَلَا أَرْكَبِي عَلَى اللَّهِ أَخَذًا.

ترجمہ حدیث: تعریف کرنے والا گردن کاٹنے والے کے مانند ہے:

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی ایک شخص کی تعریف رسول اکرم ﷺ کے سامنے کی، اس پر آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر تو نے اپنے بھائی کی گردن ہی کاٹ ڈالی، آپ نے کئی بار اس کو فرمایا پھر آپ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی تعریف کرے تو یوں کہے میرا اس کے متعلق یہ خیال ہے اور میں اللہ کے سامنے کسی کو پاک نہیں کہتا۔  
تشریح حدیث:

قوله: ولا ازکی علی اللہ احدا: ای لا اقطع علی عاقبہ احد ولا غیرہ، لانہ ذالک مغیب عنا و لکن احسب واطن لوجود الظاهر المقتضی لذلك۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے دل اور قلبی حالت کو میں نہیں بتا سکتا ہوں اور دلی احوال کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ اور مخفی ہے اس کا حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے البتہ اس کے ظاہری دکوائف میں ان کے بارے میں اس طرح خیال کرتا ہوں اس طرح سے احتیاطی پہلو کو اپناتے ہوئے تعریف کرے، غلو اور حد سے زیادہ تجاوز نہ کرے، کسی بھی چیز میں غلو محمود اور مطلوب نہیں ہے بلکہ مذموم اور مردود ہے۔

منہ کے سامنے تعریف کے وقت پڑھنے کی دعا:

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ من عرف نفسه، لم یضرب المدح جس نے اپنی اصلیت و حقیقت کو پہچان لیا اس کو مدح کی مدح سے کوئی نقصان نہ ہوگا اور اس پر اثر نہیں پڑے گا۔

حضرت الاستاد محدث جلیل حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ترمذی کے درس میں فرمایا: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ جب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے بیعت ہو گئے تو کچھ دن کے بعد حضرت حاجی صاحب نے احوال معلوم کئے کہ بیعت کے بعد احوال میں کچھ تغیر آیا یا نہیں۔ تو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے جواب دیا کہ بیعت کے بعد میں اپنے اندر تین باتیں پاتا ہوں۔

(۱) نصوص شرعیہ میں کوئی تعارض نظر نہیں آتا ہے۔

(۲) مادح کا مدح اور ذام کی ذم سے قلب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(۳) عبادت شرعیہ طبعیت ثانیہ بن گئی ہے۔

ان تین باتوں پر اگر آپ غور کریں تو حضرت گنگوہی کا علمی مقام اور راہ سلوک و طریقت کے کس مقام پر فائز تھے اس کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے جب کوئی آدمی منہ پر تعریف کرے تو ممدوح کو یہ دعا پڑھنی چاہئے

اللهم اغفر لي ما لا يعلمون۔ ولا تؤاخذني بما يقولون واجعلني خيرا مما يظنون۔

اے اللہ! جن چیزوں کے بارے میں انہیں علم نہیں ہے آپ مجھے معاف فرما دیجئے اور میرے بارے میں جو یہ کہہ رہے ہیں گرفت نہ فرمائیے، اور اے اللہ! میرے بارے میں جو یہ گمان کر رہے ہیں اس سے بہتر بنا دیجئے۔

### (۱۳۸۶) بَابُ الْمُسْتَشَارِ مُؤْتَمَنٌ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید انصاریؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے مشورہ طلب کرے خواہ مشورے کا طالب مسلمان ہو یا کافر، فاسق ہو، یا فاجر، اپنے ہو یا پرانے رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ تو اس کو چاہئے مشورہ لینے والے کو اپنا سمجھتے ہوئے ایسا مشورہ دے جو اس کے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں مفید ہو اور یہ سوچے کہ اگر اس جگہ میں ہوتا تو کیا کرتا یا اگر طالب مشورہ میرا تخت جگر یا بھائی ہوتا تو اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتا۔ بس یہ تصور کر کے نہایت اخلاص و للہیت کے ساتھ بھلائی کا مشورہ دے ایسا مشورہ نہ دے جو اس کے لیے نقصان کا باعث ہو جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ بمنزلہ امانت دار کے ہوتا ہے۔

(۳۸۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

ترجمہ حدیث: مستشار بمنزلہ امانت دار ہوتا ہے:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس کو امانت داری اور دیانت داری سے مشورہ دینا چاہئے کیوں کہ وہ امین کے درجہ میں ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے کسی معاملہ میں مشورہ لینے کے لیے آئے اور یہ سمجھ کر آیا کہ آپ انہیں اچھا اور خیر کا مشورہ دیں گے اور آپ کے پاس یہ سوچ کر آیا کہ آپ اسے وہی مشورہ دیں گے جو اچھا اور بھلا ہوگا وہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس محض آپ کو امین سمجھ کر آیا۔ لہذا آپ کو چاہئے کہ جس معاملہ میں وہ مشورہ طلب کر رہا ہے اس کے بارے میں خوب غور و فکر کر لیں اس کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال لیں، مالہ و ماعلیہ کے بارے میں بھی سوچ لیں پھر یہ بھی خیال کریں کہ اگر مشورہ لینے والا میرا بیٹا ہو یا کوئی قریبی ہوتا تو میں کیا مشورہ دیتا پھر متوکلا الی اللہ اس کو خلوص کے ساتھ اس معاملہ میں مشورہ دے کیوں کہ وہ اس معاملے میں امین ہے اگر اس نے اپنی جانتی سے غلط مشورہ دیدیا تا کہ وہ پھنس جائے تو اس نے امانت میں خیانت کیا، اور عند اللہ ماجور کے بجائے ماخوذ ہوگا۔



## مشیر کن اوصاف کے حامل ہوں:

مشیر کے اندر کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے بعض کاتبین و عارفین نے لکھا ہے کہ درج ذیل صفات سے مشیر کا متصف ہونا ضروری ہے

(۱) علم کبیر جن سے مشورہ لیا جا رہا ہے اور مشورہ دینے والا ہے ان کو سب سے پہلے ایسے علم شریعت کی ضرورت ہے جو لوگوں کے احوال کے علم پر بھی متضمن ہو۔

(۲) عقل کثیر: مشورہ دینے والے میں عقل کامل ضروری ہے تبھی صحیح مشورہ دے گا ورنہ عقل ناقص والا شخص بھی صحیح مشورہ نہ دے سکے گا۔

(۳) فکر صحیح: اس کی فکر اور سوچنے کی صلاحیت اور مثبت اور منفی دونوں پہلو پر مضار اور نافع کے بارے میں کامل معلومات ہو۔

(۴) علم ترجیح: یعنی جب دو باتیں سامنے آئیں اور بظاہر دونوں صحیح ہوں تو ان میں کون صحیح ہے اور کون اصح ہے یہ فرق و امتیاز کرنے کی بھی صلاحیت ہو۔

(۵) اعتدال مزاج: مزاج و طبیعت میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ معتدل المزاج ہو۔

(۶) متانت و سنجیدگی: جس شخص کے اندر مذکورہ بالا صفات ہوں گے وہی صحیح اور درست مشورہ دے سکتا ہے اور جو ان صفات مذکورہ سے معری ہوں گے ان کی رائے اکثر غلط ہوگی لہذا طالب مشورہ کے لیے ضروری ہے کہ جن سے مشورہ لینے جا رہا ہے ان کے بارے میں غور کر لے کہ ان کے اندر مذکورہ صفات ہیں یا نہیں پھر جائے۔

(۳۸۶۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شَرِيكَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس کو امانت داری سے مشورہ دینا کیوں کہ وہ امین ہے۔

تشریح حدیث:

علامہ بیہوتی کشف القناع میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مخطوبہ یا مخاطب کے بارے میں مشورہ طلب کرے کہ میں فلاں لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کیسی رہے گی یا فلاں لڑکے سے میں اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں کیسا رہے گا تو اگر لڑکا یا لڑکی کے اندر جو عیوب ہیں ان کو بیان کر دیا جائے تو یہ غیبت میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ مقصد خیر خواہی ہو (۱)

(۱) کشف القناع: ۵/۱۱ بحوالہ اهداء الדיبا ج ۵: ۱۲۸

(۳۸۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ وَعَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَشِرْ عَلَيْهِ  
ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے (کسی معاملہ میں) مشورہ طلب کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کو اچھا مشورہ دے۔  
تشریح حدیث: شرح الحديث قدم قبل ذلك۔

### (۱۳۸۶) بَابُ دُخُولِ الْحَمَّامِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کیں ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوالخیر ہذلیؓ سے منقول ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ حمامات میں مرد حضرات بغیر ازار اور لنگی کے داخل نہ ہوں اور یہ حکم ان حمامات اور غسل خانہ کے بارے میں ہے جہاں متعدد لوگ غسل کرتے ہوں اور ایسا حمام ہو جہاں کوئی نہ جاتا ہو پردوں کا معقول انتظام ہو، غیر کی نظر پڑنے کا امکان نہ ہو وہاں بغیر ازار کے بھی داخل ہونے کی اجازت ہے نیز جہاں متعدد لوگ غسل کرتے ہوں وہاں عورتیں بالکلیہ داخل نہ ہوں کیوں کہ ممکن ہے کہ ستر عورت پر نظر پڑ جائے اور پھر فتنہ پیدا ہو جائے، ہاں اگر مستقل حمام عورتوں ہی کے لیے مخصوص ہو اور اس میں اکیلی ہو اور وہاں کسی عورت کی بھی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسے غسل خانہ میں عورت کا داخل ہونا جائز ہے۔

(۳۸۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَغْلَى وَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنْعَمِ الْإِفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَفْتَحْ لَكُمْ أَرْضُ الْأَعَاجِمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بَيُوتًا لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلُهَا الرَّجَالُ إِلَّا بِأَزَارٍ وَافْتَنُوا النِّسَاءَ أَنْ يَدْخُلْنَهَا إِلَّا مَرِيضَةً أَوْ نَفْسَاءَ  
ترجمہ حدیث: مرد و عورت کا غسل خانے میں داخل ہونے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عجم کی سرزمین تمہارے لیے فتح ہو جائیگی اور تم لوگ وہاں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمامات کہے جاتے ہوں گے، تو اس میں مرد حضرات ازار کے بغیر داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ان میں داخل ہونے سے منع کرنا الایہ کہ وہ بیمار ہوں یا بحالت نفاس ہوں، (تو ستر چھپا کر داخل ہو سکتی ہیں)  
تشریح حدیث:

حدیث شریف میں حمامات سے وہ عام غسل خانے مراد ہیں جو لوگوں نہانے کے لیے عمومی طور پر تیار کئے جاتے ہیں

تاکہ لوگ گرم پانی سے کرایہ دے کر غسل کریں۔ اس زمانے میں گھروں میں عام طور پر غسل خانے بنے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی سارے لوگوں کے لیے گرم پانی میسر تھا عام غسل خانے ہوتے تھے جن میں ہر قسم کے لوگ داخل ہوتے تھے فاسق فاجر بھی اور نیک صالح بھی، تو نیک لوگ فاسق سے تکلیف محسوس کرتے تھے، اگر ستر پوشی کی رعایت ممکن ہو تو مردوں کے لیے اس عام حمام میں داخل ہو کر غسل کرنے کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ نگاہ نیچی رکھے تاکہ دوسرے کے ستر پر نظر نہ پڑے۔

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو آپ ﷺ نے مطلقاً عورتوں کو حمام میں داخل ہو کر غسل کرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ وہاں ستر کھل جانے کا غالب گمان ہے نیز یہ بھی امکان ہے کہ فاسقہ فاجرہ عورت کی نگاہ اس کے ستر پر پڑ جائے پھر وہ مردوں سے بیان کرتی پھرے جس سے وقوع فتنہ اور کثرت فساد کا خطرہ ہے نیز یہ امکان ہے کہ اصحاب الحمام میں سے کوئی خفیہ طور پر اس کو دیکھنے کی سعی کرے اور برہنہ حالت میں دیکھ لے بایں وجوہات نبی کریم ﷺ نے بہت سختی کے ساتھ عورتوں کو غسل خانہ میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے، البتہ اگر اپنے گھر کا غسل خانہ ہے یا قابل اطمینان دروازہ لگا ہوا ہے جس کو اندر سے اچھی طرح بند کیا جاسکتا ہے تو اس طرح غسل خانہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۸۶۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَلْبَانَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ أَبِي غَزْزَةَ قَالَ وَكَانَ قَدْ أَذْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِدِ وَلَمْ يَرْخُصْ لِلنِّسَاءِ.

ترجمہ حدیث: مردوں اور عورتوں کو غسل خانہ میں داخل ہونے کی ممانعت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا پھر بعد میں مردوں کو ازاریہن کر داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی، لیکن آپ ﷺ نے عورتوں کو اجازت نہ دی۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث کی شرح میں حضرات شراح کرام یہ مسئلہ بھی زیر بحث لاتے ہیں کہ عورت کا ستر دوسری عورت کے ساتھ کتنا ہے؟ یعنی ایک عورت دوسری عورت کے کن کن اعضاء کو دیکھ سکتی ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ نظرة المرأة الى المرأة كنظر الرجل الى الرجل اعتبار المجانسة۔

جس طرح ایک مرد دوسرے مرد کے جسم کو ستر کے علاوہ دیکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت دوسری عورت کے جسم کو دیکھ سکتی ہے مجانستہ کے اعتبار سے، مرنے کے بعد عورت عورت کو غسل دیتی ہے جس طرح مرد مرد کو غسل دیتے ہیں۔

(۲) نظر المرأة الى المرأة كنظر الرجل الى ذوات محارمه حتى لا يباح لها النظر الى ظهرها وبطنها

عورت کا دوسری عورت کی جانب دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے مرد کا اپنی محرم عورت کا دیکھنا ہے لہذا جس طرح اپنی محرم کی پیٹھ پیٹ، اور سینہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسری عورت کی پیٹھ اور پیٹ کو دیکھے، حضرت امام سرخسی نے مبسوط میں اسی طرح سہر قلم فرمایا ہے دیکھئے (۱)

(۳۸۷۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُنْفِيَّانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي الْفَلَّاحِ الْهَذَلِيِّ أَنَّ نِسْوَةً مِنْ أَهْلِ حِمَاضٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَعَلَّكُمْ مِنَ اللَّوَاتِي يَدْخُلْنَ الْخِمَامَاتِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ وَضَعَتْ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا فَقَدْ هَتَكَتْ سِتْرَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ.

ترجمہ حدیث: عورت کے لیے شوہر کے علاوہ ستر کھولنا جائز نہیں:

حضرت ابوالفتح الہذلی فرماتے ہیں کہ حمص کی کچھ عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی ام المومنین نے فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم لوگ ان عورتوں میں سے ہو جو حمام میں داخل ہوئی ہیں سنو! میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جو بھی عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ اپنا کپڑا اتارے تو اس نے (اس عفت و عصمت اور حیاء اور پاکدامنی کا) پردہ پھاڑ دیا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان تھا۔

تشریح حدیث:

قولہ: ایما امرأة وضعت ثيابها الخ جو عورت اپنے شوہر کے گھر یعنی اس کی رہائش کی جگہ کے علاوہ کپڑا اتارے گی گویا اس نے اپنی عزت و عصمت، اور حیاء اور پاکدامنی کی چادر کو تار تار کر دیا اور عفت و آبرو کے ہر آئینہ کو توڑ ڈالا، اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان جو حیاء اور پاک کی چادر تھی اس کو پھاڑ کر ڈال دیا شیخ مناویؒ صاحب فیض القدر لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ حدیث ہذا میں کپڑا اتارنے سے مراد اجنبی مردوں کے سامنے کپڑا کھولنا ہے تاہم اس سے جماع اور مقدمات جماع اور دوائی جماع سے لطف اندوز ہو یہ حرام ہے اس کے برخلاف اگر عورت عورتوں کے درمیان کپڑا اتارے ستر پوشی کا خیال کرتے ہوئے تو وہ اس وعید شدید میں داخل نہ ہوگی۔ والظاهر ان نزع الثياب عبارة عن تكشفها للاجنبي لينال منها الجماع او مقدماته بخلاف لو نزع ثيابها بين النساء مع المحافظة على ستر العورة اذ لا وجه لدخولها في هذا الوعيد (۲)

قولہ: فی غیر بیت زوجہا: ای محل سکونھا فقد هتکت ستر ما بینھا و بین اللہ لانھا لما لم تحافظ علی ما احوت بہ من الستر عن الاجانب جو زینت بذالك والجزاء بجنس العمل (۳)

(۳) فیض القدیر: ۱۸۹/۳ بحوالہ اهداء الדיبا جہ: ۱۳۰/۵

(۲) فیض القدیر: ۱۸۹/۳

(۱) المبسوط: ۱۰/۱۴۷

## (۱۳۸۸) بَابُ الْإِطْلَاءِ بِالنُّورَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ بال صفا کریم لگا کر زیر ناف کے بالوں اور مقام حساس کے بالوں کی صفائی کرنا درست ہے اور رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس باب کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔

(۳۸۷۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الزَّمَانِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَطْلَى بَدَأَ بِغُزْزَتِهِ فَطَلَاهَا بِالنُّورَةِ وَسَائِرِ جَسَدِهِ أَهْلَهُ.

ترجمہ حدیث: بال صفا پاؤ ڈر اور کریم لگانا:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بال صفا پاؤ ڈر لگاتے تو مقام ستر سے ابتداء کرتے، پھر باقی جگہوں پر ازواج مطہرات میں سے کوئی لگا دیتی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف ضعیف ہے، لیکن حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حساس مقامات کے بالوں کو استرا اور بلیڈ وغیرہ سے صاف کرنا جائز ہے اسی طرح ہر اس چیز سے زیر ناف اور حساس مقامات کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے جو مزیل شعر ہو، بالوں کو صاف کرنے والی ہو۔

(۳۸۷۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ كَامِلِ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْلَى وَوَلِيَ عَائَتَهُ بِيَدِهِ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بال صفا پاؤ ڈر لگایا اور زیر ناف آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لگایا۔

تشریح حدیث: حدیث شریف ضعیف ہے اور مطلب بالکل واضح اور عیاں ہے۔

## (۱۳۸۹) بَابُ الْقَصَصِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے صرف دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب میں وعظ اور قصہ گوئی سے متعلق احادیث ہیں۔

(۳۸۷۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْهَقْلُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ

تَحْمِيلُ الْحَاجَةِ جلد ہفتم

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْضُ عَلَى النَّاسِ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُرَاءٍ.

ترجمہ حدیث: وعظ کہنے کا حقدار امیر کو ہے یا نائب امیر کو:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے سامنے وعظ نہیں کہنا مگر امیر یا وہ جس کو امیر حکم دے (امیر کا نائب) یا پھر ریا کار۔

تشریح حدیث:

قولہ: لا يقض على الناس الا امير الخ: علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں لفظ ”لا يقض“ یہ صیغہ نہیں ہے بلکہ صیغہ نفی ہے اور اس بات کی خبر دینا ہے کہ تین قسم کے لوگ عوام الناس کے سامنے وعظ کرتے ہیں اور قصہ بیان کرتے ہیں۔ (۱) امیر المسلمین:

حدیث شریف میں امیر سے حاکم اور بادشاہ مراد ہے یعنی امام وقت، امیر المسلمین، حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں حکام اور سلطان و بادشاہ مفتی ہوتے تھے، وہ عالم باعمل اور شریعت کے مسائل سے واقف کار ہوتے تھے ان کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت کے دن یشگی کا ڈر ہوتا تھا اس لیے ان کو وعظ کہنے کا حق تھا۔ (۲) امیر کا نائب:

دوسرا وہ شخص وعظ کہہ سکتا ہے جس کو امیر اور امام وقت نے اجازت دی ہو اور انہیں بیان کرنے پر مامور کیا ہو اس لیے جب امام وقت اور حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کرے گا تو کوئی ایسے ویسے آدمی کو مقرر نہیں کرے گا بلکہ باکمال شخصیت کا انتخاب کرے گا باصلاحیت آدمی کو مقرر کرے گا اس لیے جس شخص کو متعین کر کے وعظ و نصیحت کے لیے بھیجے اس کے لیے قصہ گوئی اور وعظ کہنا درست ہے۔

(۳) مراد:

ایک روایت میں مزا کی جگہ مختال کا لفظ ہے، مختال وہ شخص ہے جو امام المسلمین کی اجازت کے بغیر طلب ریاست اور حب جاہ و مال کے لیے خود بخود لوگوں کے سامنے وعظ کرے، مقصود ریاکاری اور دکھلاؤ و شوہرت پسندی منتہائے نظر ہو، مال و دولت کو بٹورنا اس کا حاصل زندگی ہو۔ اس تیسرے آدمی کے لیے قصہ گوئی اور لوگوں سے وعظ کہنا جائز نہیں۔

تین طرح کے مقرر:

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ مقررین تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) مذکور: وہ شخص جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرے اور لوگوں کو اس کی نعمتوں کی شکر بجا آوری پر آمادہ کرے اس پر برا بیختہ کرے۔

(۲) واعظ: وہ خطیب جو لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا کرے آخرت کی پکڑ سے ڈرائے اور معصیت سے انہیں روکے۔

(۳) قاص: وہ خطیب جو لوگوں کے سامنے ام ماضیہ کے واقعات اور قصہ کو بیان کرے ظاہر ہے کہ یہ تیسری قسم کا خطیب حرف و اضافہ اور کمی زیادتی کرنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا لوگوں سے واہ و ابی حاصل کرنے کے لیے اس میں کچھ نمک مرچ لگا کر بیان کریں گے داد تحسین حاصل کرنے کے لیے کچھ نمک مسالہ ملا کر رطب و یابس کو بیان کریں گے تاکہ لوگ واہ واہ کریں اور ان کی تعریف کریں، ظاہر ہے کہ اس طرح اگلے سیدھے واقعات کو بیان کرنا جن کا نہ سر ہونہ پیر بالکل جائز نہیں، بس انہیں واقعات و قصص کو بیان کریں جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بسند صحیح منقول ہیں۔

وقد قيل ان المتكلمين على الناس ثلاثة اصناف، مذكرو واعظ وقاص: فالمدكر الذي يذكر الناس الا الله ونعماته يبعثهم به على الشكر له. الواعظ: يخوفهم بالله وينذرهم عقوبته فيرد عليهم به عن المعاصي: والقاص: هو الذي يروي لهم اخبار الماضين ويسرد لهم القصص، فلا يامن ان جزير فيها او ينقص (۱)

(۳۸۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنِ الْقَصَصُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ وَلَا زَمَنِ عُمَرَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرات شیخین ابوبکر و عمرؓ کے زمانے میں یہ قصہ کہنے والے لوگ نہیں تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت و نبوت اور زمانہ خلفاء راشدین میں اس طرح کے خطباء و مقررین نہیں ہوتے تھے کہ من گھڑت قصہ کہانی جھوٹے واقعات بیان کریں اس زمانے کے لوگوں میں دینداری بدرجہ اتم تھی، وہ خوف الہی کے جزبات سے سرشار تھے وہ صرف قال اور قال رسول ہی بیان کرتے تھے لیکن جب ان حضرات کا زمانہ گزر گیا تو پھر ایسے خطباء معرض وجود میں آ گئے جو لوگوں اور عوام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے غلط سلسلہ واقعات اور من گھڑت قصہ کہانیاں اور جھوٹی باتیں بیان کرنے لگے، تاکہ ان کو داد تحسین اور خوب واہ داعی ملے لوگ ان کی تقریریں کر جھوم اٹھیں، تو یاد رکھیں اس طرح کے پیشہ ور مقررین سے امت کو نہ کوئی فائدہ ماضی میں پہنچا ہے اور نہ آئندہ کبھی پہنچے گا، ایسے مقررین

سے نقصان کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں، اس لیے ان سے تو بچتے رہنا ہی دانش مندی اور عقل کی بات ہے۔

### (۱۳۹۰) بَابُ الشُّعْرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت شریک سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اشعار کلام کی مانند ہیں اگر اچھے ہیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں اور اگر برے اشعار ہیں تو ناجائز ہیں الغرض فی نفسہ اشعار ناجائز اور حرام نہیں ہے بلکہ حکم مضامین کے اعتبار سے ہوگا، اچھے اشعار جن میں ایمان و توحید کی دعوت، فضائل و مناقبت کا بیان اور مکارم و اخلاق اپنانے کی جانب دعوت ہو تو اس طرح کے اشعار محمود ہیں لیکن برے اشعار جن میں کفریہ باتیں ہوں ناجائز ہیں۔

(۳۸۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو

بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ

يُفُوثَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشُّعْرِ لِحِكْمَةً.

ترجمہ حدیث: بعض اشعار حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں:

حضرت ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض شعر حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں

تشریح حدیث: شعر کی تعریف:

شعر کے معنی دانائی اور زیرکی کے ہیں اور شاعر کے معنی، دانا اور زیرک کے ہیں لیکن عام اصطلاح میں شعراء ایسے مقفی، مسجع اور موزون کلام کو کہتے ہیں جن کو بالقصد والارادہ مقفی و مسجع بنایا گیا ہو، لہذا اس تعریف کے اعتبار سے قرآن و حدیث میں مقفی و مسجع عبارتیں آئی ہیں ان پر شعر کا اطلاق نہیں ہوگا اس لیے ان عبارتوں کا مقفی و مسجع ہونا بالقصد والارادہ نہیں ہے اور نہ مقصود بالذات ہے یہ کلام تصنع و تکلف سے پاک ہیں۔

شعر گوئی کا حکم شریعت کی نظر میں:

شعر میں جو اثر انگیزی ہے وہ محتاج بیان نہیں، شعر کے متعلق روایات دونوں طرح کی موجود ہیں وہ بھی جو مذمت پر مبنی ہیں اور مثلاً لان یمتلتی جوف جوف احد کم قیحا یرہ خیر من ان یمتلتی شعراً<sup>(۱)</sup> اور وہ بھی ہیں جن میں شعر گوئی کی تعریف کی گئی ہے ان من البیان لسحر او ان من الشعر لحکمة<sup>(۲)</sup> بعض بیان سحر انگیز ہوتا ہے اور بعض اشعار حکیمانہ، اس لیے حکم کی بنیاد اشعار کے مضامین پر ہوگا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے: الشعر بمنزلة الکلام حسنة کحسن الکلام وقبیحة کقبیح الکلام<sup>(۳)</sup> شعر بھی کلام ہی کی طرح ہے اچھا



شعر اچھے کلام کے مانند ہے اور خراب شعر خراب کلام کی طرح:  
پس جن اشعار میں کسی کی ہجو اور برائی نہ ہو، تعریف میں حد سے گزرا ہوا مبالغہ نہ ہو، کسی متعین عورت کے حسن و جمال کا ذکر نہ ہو، مسجد میں کثرت سے اشعار نہ پڑھے جائیں، تو حافظ ابن حجر نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے (۱)

### دور حاضر میں اشعار گوئی کا حکم:

اشعار گوئی تو زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر دور میں اس کا جواز ہے مگر افسوس کہ موجودہ زمانے کے شاعری جو کچھ بد قماشوں کی دکان لیے اور زمان بازار کی حیاء فروشی کے مراکز کے ترجمان نظر آتی ہیں بہت اس جواز کے دائرے میں آتی ہیں اباحت پسند شاعروں سے پیدا ہونے والے مفاسد کے سد باب کی تدبیر بھی کی جانی چاہیے تاکہ اس کے مفاسد اور جراثیم ایک بھینکر کینسر کی شکل اختیار نہ کر لیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے نعتیہ، حمدیہ اور جہاد کے مواقع پر مسلمانوں میں روح ایمانی پھونکنے کے لیے اشعار کہے ہیں لیکن شعر گوئی کو اپنا مشغلہ بنالینا کوئی محبوب طریقہ نہیں ہے علامہ ابن العربی فرماتے ہیں وبالجملة فلا ينبغي ان يكون الغالب على العبد الشعر حتى يستفوق قوله زمانه، فذلك مذموم شرعاً (۲) حاصل یہ ہے کہ آدمی پر شعر و سخن کا اتنا غلبہ نہ ہو جائے کہ اس کی بات اور اس کا وقت اس کی نظر ہو کر رہ جائے شرعاً مذموم ہے۔

### حدیث باب کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی اشعار برے نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض اچھے اور فائدہ مند ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ حکمت و دانائی کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۳۸۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ بِسْمَاكِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمًا.

ترجمہ حدیث: بعض اشعار مہنی بر حکمت ہوتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک بعض شعر حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث: قد سبق شر الحديث قبل ذلك

(۳۸۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ غَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: **أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ**

وَكَأَذْ أَمِيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسَلِّمَ

ترجمہ حدیث: مبنی بر حقیقت ایک شعر:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے لبید کا یہ کلام ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل سنو! اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا والی ہے اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کر لیتا۔

تشریح حدیث:

لبید شعراء عرب میں بہت معروف اور مشہور شاعر تھے عربی ادب میں ان کے کلام اور ان کے شاعری کو سند کا درجہ حاصل ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان و اسلام کی دولت عظمیٰ سے بھی نوازا اور انہیں شرف صحابیت کا مقام بھی حاصل ہوا جس طرح زمانہ جاہلیت میں اپنے فن کی وجہ سے قدر و منزلت اور عظمت و رفعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اسی طرح زمانہ اسلام میں بھی مکرم اور معزز رہے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت طویل زندگی پائی ایک سو ستاون سال کی عمر پا کر اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔

رسول اکرم ﷺ نے لبید کے جس کلام کی تعریف و توصیف فرمائی وہ مکمل شعر یہ ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل۔ وکل نعیم لامحالة زائل سنو! اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور دنیا کی ہر لذت و راحت کو آخر کار فنا ہونا ہے۔ اور یہ مشہور شعر بھی لبید ہی کا ہے۔

ولقد شامت من الحيوة و طولها ☆ وسوال هذا الناس كيف لبید

میں زندگی اور اس کی درازی سے بیزار ہو گیا ہوں اور لوگوں کے یہ بار بار پوچھنے سے کہ لبید کیسا ہے؟

(۳۸۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْلَى عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَنْشَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ شِعْرِ أَمِيَّةِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ يَقُولُ بَيْنَ كُلِّ قَافِيَةٍ هِيَ وَقَالَ كَأَذْ أَنْ يُسَلِّمَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت شریذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو امیہ بن ابی الصلتؓ کے اشعار میں سو قافیہ سنائے، آپ

ہر قافیہ کے بعد فرماتے اور سناؤ، اور آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ہیۃ: لفظ ہی بکسر الہاء و اسکان الیاء و کسر الہاء الثانیۃ علماء فرماتے ہیں کہ ہائے اولی ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اس کی اصل ایہ تھی ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا ہیہ ہو گیا یہ کلمہ استرا د ہے یعنی کسی چیز کو مزید طلب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف کا مقصود اور مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے جب امیہ ابن ابی الصلتؓ کے اشعار پڑھے گئے تو آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور کافی محفوظ ہوئے اور مزید طلب کرتے رہے یہاں تک سوا اشعار سنا دئے گئے اور آپ نے ہر ایک کو بغور سنا، اشعار کے مضامین چونکہ وحدانیت اور بعث بعد الموت اور حشر و نشر کے متعلق اسلامی تعلیمات پر مشتمل تھے اس لیے آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتا، پھر بعد میں وہ اسلام قبول بھی کر لیا جیسا کہ ما قبل میں بیان کیا گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

### (۱۳۹۱) بَابُ مَا كُرِهَ مِنَ الشَّعْرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن اشعار کے مضامین برے ہوں وہ شرعاً مذموم ہیں اور ناپسندیدہ ہیں اس باب کی احادیث میں برے اشعار کی مذمت اور قباحت بیان کی گئی ہے جس طرح اس سے قبل باب میں اچھے اشعار کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔

(۳۸۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِءَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَبِيحًا حَتَّى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا إِلَّا أَنْ حَفْصًا لَمْ يَقُلْ يَرِيَهُ.

ترجمہ حدیث: برے اشعار اور ہر وقت شعر و شاعری میں مشغول رہنے کی مذمت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے پیٹ کو پیپ سے بھرنا جو اس کے پیٹ کو خراب کر دے اس سے بہتر ہے کہ پیٹ کو مذموم اشعار سے بھرا جائے۔۔۔ راوی حدیث حفص نے لفظ یرہ کو نقل نہیں کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: یرہ: بفتح الیاء و کسر الراء من الوری یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو خراب کر دیتی ہے: ہو داء یفسد الجوف ومعناه باکل الجوف ویفسده، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یرہ سے مراد وہ اشعار ہیں جن سے نبی

کریم ﷺ کی شان عالی میں گستاخی کی گئی ہو لیکن ابو عبیدہ کا قول یہ ہے کہ یہ تفسیر قاسد ہے، کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوگا وہی گستاخی اور جو ممنوع اور مذموم ہے جو پیٹ کو بھر دے تھوڑی گستاخی چلے گی حالاں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں ادنیٰ درجہ کی گستاخی بھی موجب کفر ہے، اس لیے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ اشعار مذموم ہیں جو انسان کو ہر طرف سے غافل کر دے، اور ان پر ہر وقت شعر و شاعری کا غلبہ رہتا ہو اس کی وجہ سے نماز، روزہ اور تلاوت عبادت سے بھی غافل ہو جائے وہ مذموم ہیں ہر وقت شعر و شاعری کا دھن سوار رہتا ہے علوم شریعت اور ذکر الہی سے بھی پھیر دیتا ہے اس قسم کے اشعار کی مذمت بیان کی گئی ہے اور فرمایا گیا کہ اس طرح کے اشعار قابل نفرت اور برائی کے اعتبار سے اس پیپ سے بھی بدتر ہیں جو زخم میں پڑ جاتی ہیں اور جسم انسانی کو خراب کر دیتی ہے خواہ وہ اشعار کسی بھی طرح کے نال خواہ اچھے مضامین پر کیوں نہ مشتمل ہوں یا پھر اس ارشاد گرامی میں محض ان اشعار کی مذمت بیان کی گئی ہے جو کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی اور ناشائستہ اور غیر مہذب مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعْيَدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا

قَتَادَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِيَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا حَتَّى يَرِيهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِيَ شِعْرًا.

ترجمہ حدیث: برے اشعار کی مذمت:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں وہ اس کو خراب کر دے بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے۔

تشریح حدیث: قد سبق شر حد قبل ذلك۔

(۳۸۸۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَرَو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ

يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

أَعْظَمَ النَّاسِ فِرْيَةً لَرَجُلٍ هَاجَى رَجُلًا فَهَاجَا الْقَبِيلَةَ بِأَسْرِهِا وَرَجُلٍ انْتَفَى مِنْ أَبِيهِ وَزَنَى أُمَّهُ.

ترجمہ حدیث: سب سے بڑا جھوٹا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سب سے برا جھوٹا وہ شخص ہے جو کسی ایک شخص کی جھوٹ کرتے کرتے پورے قبیلہ کی جھوٹ کر دے، اور وہ شخص ہے جو اپنے والد سے نسب کی نفی کرے، اور اپنے والدہ کے حق میں زنا کا اعتراف کرے۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک آدمی کی ہجو کرتے کرتے اس کی برائی کرتے کرتے اس برائی اور ہجو میں پورے خاندان اور قبیلے کے تمام افراد کو لپیٹ لیا، اور اس برائی میں تمام لوگوں کو شامل کر دیا تو ایسا شخص سب سے بڑا جھوٹا ہے کیوں کہ خرابی اور برائی کسی ایک فرد کے اندر ہوتی ہے تو اس سے پورا قبیلہ خراب یا برا نہیں ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ شخص سب سے بڑا جھوٹا ہے جو اپنا نسب اپنے باپ سے انکار کر دے اور اپنے باپ کی طرف منسوب نہ ہو بلکہ غیر کی طرف نسبت کو پسند کرتا ہو اور اپنی ماں کے بارے میں زنا کا اعتراف کرتا ہو، سب سے بڑا جھوٹا ہے باپ سے اپنے نسب کی نفی ماں پر زنا کے اعتراف کو مستلزم ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا باپ فلاں نہیں ہے گویا وہ اپنی ماں کی عفت و عصمت اور پاکدامنی کو داغدار کر رہا ہے اور نعوذ باللہ اس کے بارے میں زنا کا اعتراف کر رہا ہے اس لیے وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے۔

## (۱۳۹۲) بَابُ اللَّعِبِ بِالْتَزْدِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت زبیرہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ چوسر کھیلنا ممنوع اور حرام ہے اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت وعید بیان فرمائی ہے۔  
(۳۸۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَنْدٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِبَ بِالْتَزْدِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ.

## ترجمہ حدیث: چوسر کھیلنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چوسر کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

## تشریح حدیث:

قولہ: من لعب بالنرد: نرد چوسر کی طرح کا کھیل جو دوہری بساط پر کھیلا جاتا ہے ایک ڈبیاں میں کنکریاں یا پلاسٹک کی گولٹیں ہوتی ہیں اور دو ٹنگ ہوتے ہیں جنکو ہلا کر جیسا ٹنگ نکل آتا ہے اس کے مطابق کنکریاں یا گولٹیں آگے بڑھائی جاتی ہیں، لعب بالنرد اس نے نرد کھیلا۔

## نرد کا کھیل کبار میں سے ہیں:

حافظ ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین میں رقم فرمایا ہے چوسر کا کھیل کبار میں سے ہے کیوں کہ اس کے کھیلنے والوں کو خنزیر

اور اس کے خون میں ہاتھ رنگنے سے تشبیہ دی گئی ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ اس کھیل سے مال حاصل کرے اور کھائے تو اس وقت تشبہ بالکل تام ہو جائے گی، کھیل تو غمس الید کے درجہ میں ہے اور اکل مال سور کے گوشت کھانے کے درجہ میں ہے واما اللعب بالنرد فهو من الكبائر تشبیہ لا عبہ بمن صبع یدہ فی لحم الخنزیر ودمہ، ولا سیما اذا اکل المال بہ، فحینذیعہ التشبیہ بہ، فان اللعب بمنزلة غمس الید واکل المال بمنزلة اکل لحم الخنزیر (۱)

علامہ ابن قدامہ المالکی المعنی لکھتے ہیں کل لعب فیہ قمار فهو محرم ای لعب کان، وهو من المیسر الذی امر الله تعالیٰ باجتنابہ، ومن فکری منه ذالک ردت شبہاتہ، وما خلا عن القمار وهو اللعب الذی لا عوض فیہ من الجانبین ولا من احدہما فمنہ ما هو محرم منه ما هو مباح، فاما المحرم فاللعب بالنرد وهذا قول ابی حنیفہ واكثر اصحاب الشافعی، وقال بعضهم مکروہ غیر محرم (۲)

ہر وہ کھیل جس میں قمار کا معنی موجود ہے وہ شریعت میں حرام ہے اور وہ اس میسر میں داخل ہے جس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے خواہ وہ کھیل کسی بھی نوعیت کا ہو چناں چہ جو شخص بار بار اس کا ارتکاب کرے تو وہ شریعت کی نظر میں مردود الشہادۃ ہوگا سوائے اس قمار اور کھیل کے جس میں جانین سے کوئی مال وغیرہ مشروط نہ ہو، اور نہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو، بعض کھیل وہ ہیں جو مباح ہیں اور بعض حرام، چناں چہ حضرت امام ابو حنیفہ اور اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک چوسر کھیلنا حرام ہے البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج (۳) چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی حکم شطرنج کھیلنے کا ہے۔۔۔ لیکن بہت سارے علماء نے شطرنج کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں قمار نہ ہو، اجازت دینے والوں میں، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، محمد بن المکندر، عروہ بن زبیر، ہشام، سلیمان بن یسار، ابو داؤد، امام شعبی، حسن بصری، علی بن الحسن بن علی، جعفر بن محمد، ابن شہاب ربیعۃ الراے اور عطاء رحمہم اللہ واسعہ شامل ہیں اس سب حضرات نے شطرنج کھیلنے کی اجازت دی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس میں قمار کا معنی نہ پایا جائے۔

(۳۸۸۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالزُّدِّ شِيرٍ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خَنزِيرٍ وَدَمِهِ.

ترجمہ حدیث: نزد کھیلنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چوسر کھیلے گا گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر

کے گوشت اور اس کے خون میں ڈبویا۔

تشریح حدیث:

نزد کھیلنے کو سور کے گوشت اور اس کے خون میں ہاتھ ڈبوانے سے تشبیہ دینا درحقیقت نزد کھیلنے کی حرمت کو پہنچاندا اور لطیف پیرائے میں بیان کرنا ہے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح خنزیر کا گوشت اور خون حرام ہے اسی طرح لعب بالنرد بھی حرام ہے کیوں کہ یہ بھی قمار اور پر میشر متل ہے جو قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق حرام ہے لہذا لعب بالنرد بھی حرام ہوگا، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

### (۱۳۹۳) بَابُ اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کبوتر بازی جائز نہیں ہے اور کبوتر بازی کرنے والے کی شہادت معتبر نہیں۔

(۳۸۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ غَامِرٍ بْنُ رَزَازَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَظَرَ إِلَى إِنْسَانٍ يَتَّبِعُ طَائِرًا فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانًا

ترجمہ حدیث: کبوتر بازی کرنے والے کے بارے میں وعید:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کبوتر کے پیچھے لگا ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں کہ کبوتر بازی کرنے والوں کی شہادت معتبر نہیں اصحاب الرائے کا یہی قول ہے اور حضرت قاضی شریح صاحب حمام اور کبوتر بازی کرنے والے شخص کی شہادت قبول نہیں کرتے تھے، کیوں کہ یہ فعل ثقاہت، نائت اور قلت مروت نیز پرندوں کو اڑا کر پڑوسیوں کے ایذا رسانی پر مشتمل ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کسی کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے آپ نے فرمایا ایک شیطان ہے جو دوسرے شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے البتہ اگر کوئی شخص کبوتر کو بچہ حاصل کرنے کے لیے پالتا ہے پیغام رسانی کی غرض سے پرورش کرتا ہے یا سیت کے لیے پالتا ہے تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی بشرطیکہ دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو (۱)

مرداوی کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد ابن حنبل کے نزدیک کبوتر باری اور کبوتر کے ذریعہ شکار بازی مکروہ ہے البتہ اس

کی آواز سے انسیت اور دل لگی پیدا کرنے کے لیے پالنا جائز ہے اسی طرح پیغام رسانی اور بچہ حاصل کرنے کے لیے پرورش کرنا درست ہے و کفرہ الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ اللعب بالحمام وبحرم لیصید بہ حمام غیرہ ویجوز للانس بصوتها واستراخها وكذا الحمل الكتب من غیر اذی يتعدی الی الناس (۱)

قولہ: شیطان یبغ شیطاناً۔ کبوتر بازی کرنے والے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان اس لیے کہا کہ وہ ایک لایعنی کام میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے یا اس لیے فرمایا کہ اس سے عبادت، ریاضت، اور تلاوت میں غفلت پیدا ہوتی ہے اور آدمی ذکر الہی سے غافل ہو جاتا ہے بایں وجہ آپ نے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۳۸۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى رَجُلًا يَتَّبِعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانَةً.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لگا ہوا ہے آپ نے فرمایا ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق کلام ابھی ماقبل میں گزر چکا ہے۔

(۳۸۸۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ عُفَّانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى رَجُلًا وَرَاءَ حَمَامَةٍ فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانَةً.

ترجمہ حدیث:

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح گزر چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۳۸۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا زَوَادُ بْنُ الْجَزَّاحِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا يَتَّبِعُ حَمَامًا فَقَالَ



شَيْطَانٌ يَتَّبِعُ شَيْطَانًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی تشریح و توضیح ماقبل میں گزر چکی۔

### (۱۳۹۴) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوَحْدَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رات کے وقت تنہا نہیں چلنا چاہئے، کیوں کہ اس میں بہت سارے خطرات اور مفاسد ہیں ممکن ہے کہ درندہ حملہ کر دے، یا ڈاکو وغیرہ ڈاکہ ڈال دے، یا اکیلا پا کر کوئی اس کو مار ڈالے یا شیطین الجن اس پر حملہ کر دے یا رات میں راستہ بھول جائے، پھر یہ کہ رات میں اکیلے چلنا وحشت کی بات بھی ہے۔

(۳۸۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا سَارَ أَحَدٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ

ترجمہ حدیث: رات میں اکیلے سفر کرنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو تنہائی کے نقصانات معلوم ہو جائیں تو پھر کوئی شخص رات میں تنہا نہ چلے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تنہا سفر نہیں کرنا چاہئے بالخصوص رات میں تو بالکل ہی نہیں کرنا چاہئے، تنہا سفر کرنے میں دینی و دنیوی دونوں قسم کے نقصانات ہیں۔ دینی نقصان تو یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے جماعت کی نماز میسر نہ ہوگی، اور دنیوی نقصان یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے کوئی غم گسار اور مددگار نہیں ہوگا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی مدد کر سکے رات کی قید اس لیے لگائی ہے کہ دن کی بنسبت رات میں زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور حادثات کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ دن میں خطرات کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے دن عتبہ خزاعی کو اکیلا روانہ فرمایا اسی طرح زہر

بن العوامؒ کو تنہا روانہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اکیلے سفر کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے جب کہ باب کی حدیث اس بات پر دلالت ہے کہ اکیلے سفر کرنا ممنوع ہے اور خطرات و نقصانات سے مملو ہے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم پڑتا ہے پس ان دونوں میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

علامہ ابن المنیرؒ نے دونوں روایتوں کے مابین تعارض کو اس طرح دور فرمایا ہے کہ جن روایتوں میں تنہا سفر کرنے کی ممانعت ہے وہ عام حالات پر محمول ہیں اور عام سفر کے بارے میں ہے البتہ اگر کسی مصلحت اور جنگی ضرورت کے پیش نظر تنہا سفر کرنا نہ گزیر ہو، تنہا سفر کے بغیر مصلحت حاصل نہ ہو سکتی ہو تو اس صورت میں اکیلے سفر کرنا جائز ہے اور جواز کی احادیث ضرورت و حاجت اور جنگی مصلحت پر محمول ہیں لہذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں قال ابن المنیر: السير لمصلحة الحرب اخص من السفر والخبر ورد في السفر، فيؤخذ من حديث جابر جواز السفر منفرداً للضرورة والمصلحة التي لا تنتظم الا بالانفراد، فارسل الجاموس والطبيعة، والكرامة لما عدا ذلك (۱)

### (۱۳۹۵) بَابُ اِطْفَاءِ النَّارِ عِنْدَ الْمَصِيبِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، اور حضرت جابرؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ اور لب و لہجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے اس حدیث میں اپنی امت کو امور خانہ داری سے متعلق ہدایت فرما رہے ہیں کہ جب تم سونے لگو تو آگ کو اچھی طرح بجھا دو چراغ بھی بجھا لو، تاکہ سونے کے بعد کسی حادثہ سے دوچار نہ ہوں اگر آگ کی چنگاری کو بجھایا نہ گیا تو ممکن ہے کہ سونے کی حالت میں وہ چنگاری آگ کا شعلہ جوالہ بن کر پورے گھر کو خاکستر کر دے، اس لیے احتیاط سے اچھی طرح بجھالینا چاہئے۔

(۳۸۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ.

ترجمہ حدیث: سوتے وقت آگ بجھا کر سو:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ کو مت چھوڑو۔  
تشریح حدیث:

قولہ: لا تترکوا النار: آگ کو مت چھوڑو۔ آگ سے مراد وہ آگ ہے جس سے کسی چیز کے جل جانے کا خوف ہو خواہ وہ چراغ ہو یا چولہے وغیرہ کی آگ، سونے سے پہلے خوب اہتمام کے ساتھ دیکھ کر بجھا دینا چاہئے تاکہ سونے کے بعد کوئی نقصان کا خطرہ باقی نہ رہے، البتہ جو چیزیں روشنی کے لیے قندیل وغیرہ کی شکل میں محفوظ لگی ہوں اور ان سے آگ لگنے کا کوئی

خطرہ نہ ہو تو ان کو چھوڑے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لہذا ایسی چیزیں اس ممانعت کے حکم میں داخل نہ ہوں گی، کیوں کہ ممانعت کی جو اصل علت ہے آگ لگنے کا خطرہ ہے اور یہاں وہ علت ہی نہیں پائی جا رہی ہے اس لیے حکم کا وجود بھی نہ ہوگا۔

بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر آگ کو بھی گھر میں اس طرح محفوظ جگہ میں رکھ کر چھوڑا جائے کہ اس سے کسی چیز کے جلنے کا خوف بالکل نہ رہے جیسے سردی کے موسم میں شب بیداری کی غرض سے جو سردی سے حفاظت کی غرض سے چولہے وغیرہ کی آگ کو کسی برتن میں لے کر چار پائی کے نیچے رکھتے ہیں مذکورہ بالا وضاحت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی ممانعت میں داخل نہ ہوگا، نیز دور حاضر میں بجلی بلب اور راڈ وغیرہ بھی اس ممانعت کے تحت نہ آئے گا۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بَرْزَنْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بَزْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ اخْتَرَقَ بَيْتَ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ فَخَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا هَذِهِ النَّارُ عَذْوٌ لَكُمْ فَإِذَا انْتَمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر والوں کا گھر جل گیا، چنانچہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے ان کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ آگ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے حق میں دشمن ہے (جو جان و مال کو جلا ڈالتی ہے) لہذا جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دو (اور اس کے ضرر و نقصان سے اپنے کو محفوظ رکھو)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳۸۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثَمِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَمَرَ نَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَانَا فَأَمَرَنَا أَنْ نَطْفِئَ سِرَاجَنَا.

ترجمہ حدیث: سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں بہت سے امور کا حکم دیا اور بہت سے امور سے منع فرمایا، چنانچہ آپ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ سوتے وقت چراغ گل کر دیا کریں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ماقبل میں آچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۹۶) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّزْوِلِ عَلَى الطَّرِيقِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی منقول ہے اس باب میں مذکور حدیث میں آداب سفر میں سے

دو آداب کی جانب اشارہ فرمایا ہے پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کرتے وقت اگر کہیں قیام کی ضرورت پیش آئے تو بیچ راستہ میں قیام نہ کیا جائے جہاں لوگوں کی آمد و رفت ہوتی ہے، دوسرا ادب یہ ہے کہ لوگوں کے راستہ پر قضاء حاجت نہ کی جائے اس سے مسافرین کو سخت ایذا پہنچیں گی۔

(۳۸۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَا هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْزِلُوا عَلَى جَوَادِ الطَّرِيقِ وَلَا تَقْضُوا عَلَيْهَا الْحَاجَاتِ  
ترجمہ حدیث: درمیان راہ قیام کرنے کی ممانعت:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ راستہ کے بیچ میں پڑاؤ مت ڈالا کرو، (بلکہ راستہ کے کنارے ہٹ کر پڑاؤ ڈالو) اور نہ ہی راستہ میں قضاء حاجت (یعنی بول و براز کیا کرو)۔  
تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے حدیث ہند میں سفر کے دو آداب بیان کئے ہیں پہلا ادب تو یہ ہے کہ دوران قیام کہیں خیمہ زن ہونے اور پڑاؤ ڈالنے کی ضرورت پڑے تو درمیان راہ پڑاؤ نہ ڈالا جائے بلکہ راستے سے ہٹ کر ڈالا جائے اس لیے کہ رات کے وقت حشرات الارض اور زہریلے جانور باہر نکلتے ہیں اور سہولت کے لیے راستوں پر چلتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نقصان پہنچادے اور کاٹ لے دوسری وجہ یہ ہے کہ راستہ میں پڑاؤ ڈالنے سے آنے جانے والوں کو دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا کیوں کہ پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو جائے گا گزرنے والوں کو تکلیف ہوگی، بایں وجوہات رسول اکرم ﷺ نے نزول علی جواد الطریق کی ممانعت فرمائی ہے۔

اس حدیث شریف میں دوسرا ادب یہ ہے کہ لوگوں کے راستہ میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت ہوتی ہو بول و براز نہ کرے کیوں کہ اس سے لوگوں کو شدید تکلیف ہوگی اور بہت زیادہ ایذا محسوس کریں گے بلکہ ایک حدیث میں راستہ میں بول و براز کرنے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کا یہ کام باعث لعنت ہے۔

### (۱۳۹۷) بَابُ رُكُوبِ ثَلَاثَةِ عَلَى دَابَّةٍ

اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر جانور اور سواری طاقت ور ہو تین آدمی کا بوجھ تحمل کر لیتا ہو تو اس پر تین سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جانور لاغر و نحیف ہو تین سواری برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کی طاقت و قوت سے زیادہ سوار نہیں ہونا چاہئے۔

(۳۸۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُوَزَّقُ الْعَجَلِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تَلَقَّيْنَا قَالَ

فَلَقِيَ بِي وَبِالْحَسَنِ أَوْ بِالْحُسَيْنِ قَالَ فَحَمَلْ أَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے، تو ہم استقبال کرتے، حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اور حضرت حسن و حسینؓ نے استقبال کیا تو آپ نے ہم سے ایک کو اپنے سامنے اور دوسرے کو اپنے پیچھے سوار کر لیا یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ پہنچے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے جہاں یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جانور پر بطور ردیف کسی کو بیٹھانا جائز ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سواری مضبوط ہو تو اس پر تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ سنت اور مستحب ہے کہ جب کوئی مسافر سفر سے لوٹ کر گھر آئے تو بچے ان کا استقبال کریں اور یہ مسافرین بچوں کے ساتھ پیار محبت کے ساتھ پیش آئے ان کے ساتھ اعلیٰ اخلاق اور ملاطفت کا معاملہ کرے اور یہ کہ انہیں اپنی سواری پر سوار کریں انہیں پیچھے بیٹھائے۔ قال: الامام النووي في شرح مسلم: قوله: كان رسول الله ﷺ اذا قدم من السفر تلقى بصبيان اهل بيته، هذه سنة مستحبة ان يتلقى الصبيان المسافرين وان يركبهم وان يردفهم ويلطفهم۔ واللہ اعلم۔<sup>(۱)</sup>

### (۱۳۹۸) بَابُ تَشْرِيبِ الْكِتَابِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی چیز لکھی جائے تو اس کو مٹی سے خشک کر لیا جائے یا حسن ہے، مگر اس باب کی روایت ضعیف ہے۔

(۳۸۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَانًا بَقِيَّةُ أَتْبَانًا أَبُو أَحْمَدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ

أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ تَرَبُّوا صُحُفَكُمْ أَنْ جَحَّ لَهَا إِنَّ التُّرَابَ مُبَارَكٌ.

ترجمہ حدیث: لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے خطوط کو مٹی سے خشک کر لیا کرو یہ ان خطوط کے لیے زیادہ بہتر ہے کیوں کہ مٹی بابرکت ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث ضعیف ہے ظاہر ہے کہ صحف وغیرہ کو مٹی سے خشک کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اور کتابوں کو گرد آلود بنانا ہے حالاں کہ طالب علم کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو صاف ستھری رکھے اگر ان پر گر غبار پڑے

تو جھاڑ دیں نہ یہ کہہ اور اوپر سے مٹی لگا دیں۔

### (۱۳۹۹) بَابُ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّلَاثِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب تین آدمی ایک ساتھ ہوں تو یہ جائز نہیں کہ دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں اور تیسرے کو شامل نہ کریں کیوں کہ تیسرا آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ میرے خلاف پلاننگ ہو رہی ہے یا میری کسی برائی اور عیب کو بیان کیا جا رہا ہے اس لیے تین آدمی کی موجودگی میں دو کا خفیہ بات کرنا بھائی چارگی اور اخوت اسلامی کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔

(۳۸۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَخْزَنُهُ.

ترجمہ حدیث: تیسرے شخص کی موجودگی میں دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی یکجا ہو تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، کیوں کہ اس سے تیسرے آدمی کو تکلیف پہنچے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تین آدمی کہیں ایک جگہ جمع ہو جائیں یا ساتھ میں کہیں جا رہے ہوں تو ان میں سے کسی بھی دو آدمیوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ آپس میں اس طرح سے سرگوشی کریں یا کانٹا پھوسی کرنے لگیں کہ ان میں کا تیسرا آدمی نہ سن سکے، ہاں اگر کسی جگہ چار آدمی بیٹھے ہوں اور ان میں سے دو آدمی آپس میں سرگوشی اور کانٹا پھوسی کرنے لگیں تو اس پر مذکورہ ممانعت کا اطلاق نہ ہوگا۔

علامہ نوویؒ کا قول:

شارح مسلم علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے آدمی کی موجودگی میں دو آدمی کے آپس میں سرگوشی کرنے اس چوتھے آدمی کی موجودگی میں تین آدمی کے سرگوشی کرنے کی مذکورہ بالا ممانعت نہیں تحریمی کے طور پر ہے، لہذا دو آدمی ہوں یا تین آدمی یا چار، یا پورا مجمع ہو ان کے لیے حرام ہے کہ ایک آدمی کو چھوڑ کر باقی سب آپس میں سرگوشی کریں اور کانٹا پھوسی کریں ہاں اگر اس ایک آدمی سے اجازت لے کر اور پوچھ کر سرگوشی کریں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ، امام مالک، شوافع اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور اس حکم کا تعلق ہر زمانہ سے ہے خواہ سفر ہو یا حضر، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دو آدمیوں کے سرگوشی کرنے کی ممانعت مذکورہ کا تعلق صرف سفر سے ہے حضر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جبکہ

بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا لیکن جب اسلام پھیلا اور لوگ مامون ہو گئے تو یہ نہیں ختم ہو گئی حضور کے زمانہ میں منافقین مسلمانوں کی موجودگی میں انہیں ایذا رسانی کی غرض سے اس طرح کرنے تھے، بہر حال اگر چار آدمی ہوں اور دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں تو یہ بالا جماع جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۹۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّلَاثِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی کو سرگوشی کرنے سے منع فرمایا۔  
تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

### (۱۴۰۰) بَابٌ مَنْ كَانَ مَعَهُ سِهَامٌ فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں درج کی ہیں جو جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہتھیار اٹھائے مثلاً چاقو، چھری یا تیر وغیرہ اور لوگوں کے مجمع کے سامنے یا بازار وغیرہ سے گزرے تو چاہئے کہ ہتھیار اس حصہ کی طرف سے پکڑے جس طرف دستہ لگا ہوا ہے یا ہتھیار کو احتیاط سے لے کر گزرے تاکہ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

(۳۸۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَجَعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ.

ترجمہ حدیث: ہتھیار لے کر مسجدوں اور بازاروں سے گزرنا ممنوع ہے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص تیر لے کر مسجد سے گزرا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی نوک تمام لے (تاکہ کسی کو لگ نہ جائے) اس نے عرض کیا جی حضور (اچھا ایسا ہی کرتا ہوں)  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہتھیار، تلوار، چاقو، چھری، تیر بھالا اور بلم وغیرہ کو لے کر کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں جیسے مساجد اور بازار وغیرہ ہیں تو چاہئے کہ اس ہتھیار کی نوک والے حصہ کو تھامے رہے یا اس کو کسی چیز سے ڈھانک دے پھر لے کر چلے کیوں کہ کھلے عام نوک کو سامنے سے لے جانے میں کسی کو اچانک غلطی سے بھی لگ جانے کا خطرہ ہے اس حدیث شریف سے یہ اصول نکلا ہر ایسی چیز سے بچا جائے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

(۳۸۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بَرْزِيذٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نَصَالِهَا بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِشَيْءٍ أَوْ فَلْيَقْبِضْ عَلَى نَصَالِهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار سے گزرے اور اس کے ساتھ کوئی تیر ہو تو چاہئے کہ اپنی پھٹی سے اس کے پیکان کو تھام لے مبادا کسی مسلمان کو اس سے لگ جائے، یا فرمایا کہ اس کی نوک پکڑ لے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہتھیار اس طرح سے لے کر نہ چلے کہ لوگ خوف زدہ ہوں اور اچانک بے خیالی میں کسی کو لگ جانے کا اندیشہ ہو، بلکہ اگر ہتھیار کو لے کر چپنے کی ضرورت ہی پیش آئے تو احتیاط سے لے کر چلے تاکہ کسی کو نقصان نہ پہنچے واللہ اعلم بالصواب

### (۱۴۰۱) باب ثواب القرآن

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوسعید بن معلیؓ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابوسعود انصاریؓ سے منقول ہیں اس باب کے تحت ذکر کردہ احادیث میں قرآن مجید کے فضائل و مناقب، عند اللہ اس کا مقام و مرتبہ، عظمت و رفعت اور اس کی تلاوت کا اجر و ثواب کیا ہے اس کا بیان ہے۔

(۳۸۹۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَزْرَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ الَّذِي يَقْرُؤُهُ يُتَنَعَّعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ

ترجمہ حدیث: اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کا ماہر معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کی اٹک اٹک کر تلاوت کرے اور اسے تلاوت میں دشواری ہو تو اس کو ڈبل اجر ملے گا۔

تشریح حدیث: ماہر قرآن کی فضیلت

قولہ: الماهر بالقرآن: اس حدیث شریف میں دو طرح کے لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے پہلا وہ شخص جو ماہر



بالقرآن ہو، ماہر بالقرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کا ماہر ہو، خوب زیادہ کثرت کے ساتھ تلاوت کرتا ہو یا وہ شخص مراد ہے جس کو قرآن کریم خوب از بر یاد ہوا نکلے بغیر پوری روانی کے ساتھ پڑھتا ہو اس کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کوئی مشکل اور دشوار نہ ہو تو ایسا شخص معزز و مکرم فرشتوں کے ساتھ قیامت کے دن ہوں گا فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب نقل کرتے ہیں پھر اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بندوں کے نامہ اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ماہر قیامت کے دن فرشتوں کے ساتھ ہوگا کیوں کہ وہ دنیا میں انہیں جیسا عمل کرتا تھا۔ آخرت میں انہیں جو درجات عالیہ اور مکانات رفیعہ اور مقامات شامخہ جو حاصل ہوں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق ہوگا۔

### قرآن مجید اٹک اٹک کر تلاوت کرنے والوں کی فضیلت و ثواب

اس حدیث میں دوسرے ان لوگوں کی فضیلت اور اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے جن کو قرآن مجید اچھی طرح یاد نہ ہو، اور وہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تلاوت کرنے میں انہیں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ایسے لوگوں کو دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے ایک ثواب تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت و پریشانی کا جو اسے تلاوت کرنے میں ہوئی ہے گویا اس طرح قرآن مجید پڑھنے کی ان کو ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور ماہر قرآن کو کم ایسا نہیں، کیوں کہ ماہر قرآن کو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ وہ ملائکہ کے ساتھ ہوتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ افضل تو ماہرین قرآن ہی ہیں تاہم اٹک اٹک کر پڑھنے والوں کا اجر و ثواب بھی کم نہیں ہے بلکہ وہ تو دوسرے اجر کا مستحق ہے۔

(۳۹۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا غَبِيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا مَسِيْنٌ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اقْرَأْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَأُ وَيَصْعَدُ بِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتَّى يَقْرَأَ آخِرَ شَيْءٍ مَعَهُ.

### ترجمہ حدیث: جنت میں حفاظ قرآن کے لیے بلند درجات:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا چٹاں چہ وہ تلاوت کرتا جائے گا اور ہر آیت کے بدلہ ایک درجہ بلند چڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ جو آخری آیت اس کو یاد ہے پڑھے گا۔ (اور جنت کے آخری درجہ میں چڑھ جائے گا) تشریح حدیث:

قولہ: یقال لصاحب القرآن: صاحب قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کریم کی دائماً تلاوت کرے اور اس پر عمل پیرا ہو اس سے وہ شخص مراد نہیں ہے جو پڑھتا تو ہے لیکن اس کے تقاضہ پر عمل نہیں کرتا، اس کی محرمات کو حرام نہیں کرتا

اس کے حلال کردہ اشیاء کو حلال نہیں کرتا اس کی حدود کی حفاظت نہیں کرتا، بلکہ قرآن کو ذریعہ معاش بنالیا ہے تو قرآن ایسے شخص پر لعنت بھیجتا ہے یا درکھنا چاہئے کہ عامل بالقرآن ہمیشہ تلاوت کرنے والے کے حکم میں ہے اگرچہ یہ حقیقت میں تلاوت نہ کرتا ہو اور غیر عامل بالقرآن ایسا ہے گو یادہ تلاوت کرتا ہی نہیں، اگرچہ حقیقت میں روزانہ تلاوت کرتا ہو، حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی صرف تلاوت ہی کافی نہیں بلکہ بنیادی چیز اس پر عمل کرنا ہے یہی نزول قرآن کا مقصود ہے۔

**پڑھتا جا! پڑھتا جا!**

جب صاحب قرآن جنت میں داخل ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ قرآن کریم کی آیت پڑھتا جا اور پڑھی ہوئی آیتوں کے بقدر جنت کے منازل و درجات پر چڑھتا جا، جتنی آیتیں تو پڑھے گا اتنے ہی درجات و مقامات جنت کے بالا خانوں میں حاصل ہوں گے ایک روایت میں ہے قرآن کریم میں جتنی آیات ہیں جنت میں اتنے ہی درجات ہیں لہذا اگر کوئی شخص پورا قرآن پڑھے گا تو وہ جنت کے درجات میں سے سب سے اونچے اور بلند درجات پر ہوگا جس کا وہ اہل اور لائق ہوگا۔

(۳۹۰۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ بَشِيرِ بْنِ مَهَاجِرٍ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْعَلُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَالزَّجَلِ الشَّاحِبِ فَيَقُولُ أَنَا الَّذِي أَسْهَزْتُ لَيْلَكَ وَأَظْمَأْتُ نَهَارَكَ.

**ترجمہ حدیث: قرآن قیامت کے دن مومن کا رفیق ہوگا:**

حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن مجید تمہارے ساتھ شخص کی حالت میں آئے گا اور کہے گا میں ہوں جس نے تجھے رات کو جگایا (یعنی تلاوت کرنے یا سننے میں مصروف رکھا) اور میں نے ہی تجھے دن بھر پیہ سار رکھا۔

**تشریح حدیث:**

قوله: كالزجل الشاحب: ای متغیر اللون والجسم نحو مر من اوسفر، شحب، يشحب (ض) کمزوری یا بھوک کی وجہ سے بدل جانا یا سفر کے آنے کی وجہ سے بدل جانا، جس کا ترجمہ تھا کا ماندہ ہے نحیف ولا غر شکل میں آئے گا اور بندے سے کہے گا اے بندے میں نے ہی تجھے راتوں کو تلاوت، ذکر واذکار اور وظائف و تہجد گزاری کے لیے جگایا، میری وجہ سے تو نے اپنی راتوں کی نیند خراب کیا، دن میں بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کیا۔ مئی جون کی سخت گرمی اور لو میں روزہ رکھ کر بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کر کے میرے احکام پر عمل کیا، لہذا آج اس کا بہترین اجر عظیم اور بہترین بدلہ اپنے رب سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے پائے گا پھر اس بندے کو انعامات سے سرفراز کیا جائے گا۔

(۳۹۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَحْتُ أَخَذْتُكُمْ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثُ خُلَفَاءَ عِظَامِ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ ثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ هُنَّ أَخَذْتُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرَ لَدُنَّ ثَلَاثَ خُلَفَاءَ سِمَانٍ عِظَامٍ.

### ترجمہ حدیث: تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو اسے گھر میں تین گاہیں موٹی عمدہ اونٹنیاں ملیں؟ ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ) جی ہاں بالکل پسند ہے آپ نے فرمایا تین آیات جو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں پڑھے اس کے لیے تین گاہیں، موٹی عمدہ اونٹیوں سے بہتر ہیں۔  
تشریح حدیث:

قولہ: ثلاث خلفات: خاء کے فتح کے ساتھ اور لام کے کسرے کے ساتھ ہے واحد خلفۃ ہے حاملہ اونٹی، یہ عربوں میں سب سے زیادہ قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

قولہ: سمان: جمع سمينۃ، كثيرة الشحم والدم، بہت زیادہ چربی اور چکنائی والا۔ فریبہ جانور۔

قولہ: قلنا نعم: یعنی جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جس کو یہ پسند ہو کہ جب وہ گھر لوٹ کر جائے تو اس کو تین گاہیں موٹی عمدہ اونٹی ملے تو حضرات صحابہ کرام نے بتقاضائے بشریت اور بتقاضائے طبیعت فرمایا یا شریعت کے مطابق فرمایا ہم اس کو ضرور پسند کرتے ہیں تاکہ یہ آخرت میں حصول ثواب اور نجات کا ذریعہ اور سبب بنے۔

قال: ثلاث آيات: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم یہ چیزیں پسند کرتے ہو پھر بھی ان کے حصول سے غافل ہو، یاد رکھو قرآن مجید کی تین آیت تلاوت کرنا گاہیں موٹی عمدہ اونٹیوں سے افضل ہے۔

علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ لفظ ثلاث میں جو فاء ہے وہ شرط محذوف کی جزا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذّا تقرر ما زعمتم انکم تحبون ما ذکرتم لکم فقد صح ان یفضل علیہا ما اذکرہ لکم من قراءة ثلاث آيات لان هذا من الباقيات الصالحات: وتلك من الذائدات الفانیات (۱)

(۳۹۰۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَبَانَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقُرْآنِ مَثَلُ الْأَيْلِ الْمَعْقَلَةِ إِنْ تَعَاهَدَهَا صَاحِبُهَا يَغْلِبُهَا أَمْسَكَهَا عَلَيْهِ وَإِنْ أَطْلَقَ غَلَبَهَا ذَهَبَتْ.

## ترجمہ حدیث: صاحب قرآن کی مثال:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کا مالک اس کی خبر گیری کرتا ہے تو وہ بندھا اور رکارتا ہے اور اگر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بندھے ہوئے اونٹ کی اگر نگرانی نہ کی جائے بلکہ چھوڑ دیا جائے تو وہ نکل بھاگتا ہے اسی طرح حافظ قرآن اگر برابر قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے تو وہ سینہ سے نکل جاتا ہے اور یہ روزِ مرہ مشاہدہ میں بھی آتا رہتا ہے لہذا حفاظ قرآن کریم کو چاہئے کہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنائیں اور حفظ قرآن کریم کی نعمت کو نصیب سمجھیں۔

(۳۹۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي مِثْلَ مِثْلَيْنِ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأُوا يَقُولُ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمْدُنِي عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَيَقُولُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ فَيَقُولُ أَتُنَى عَلَيَّ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ يَقُولُ مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ فَيَقُولُ اللَّهُ مَجْدُنِي عَبْدِي فَهَذَا لِي وَهَذِهِ الْآيَةُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي بِنِصْفَيْنِ يَقُولُ الْعَبْدُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ يَغْنَى فَهَذِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ وَآخِرُ السُّورَةِ لِعَبْدِي يَقُولُ الْعَبْدُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَهَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ.

## ترجمہ حدیث: سورہ فاتحہ کی تلاوت میں اللہ کا جواب دینا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا، پس اس کا نصف میرے لیے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ مانگے گا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پڑھو! بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے) تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی اور میرے بندے کے لیے وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ مانگے گا، پھر بندہ کہتا ہے کہ:

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۱﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثابیان کی اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے گا بندہ کہتا ہے مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿۲﴾ (وہ یوم جزاء کا مالک ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، یہاں تک تو میرا حصہ تھا اور آئندہ کی آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہیں بندہ کہتا ہے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۳﴾" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) بلکہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے گا، اور سورۃ کا آخری حصہ صرف میرے بندے کے لیے ہے بندہ کہتا ہے۔ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۴﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۵﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿۶﴾ (اے اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا ہے نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کا راستہ) یہ آیت صرف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو مانگا ہے اسے ملے گا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے کیوں کہ اس کی نسبت آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اس حدیث قدسی کا حاصل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے ان سات آیتوں میں سے پہلی تین آیتیں الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۲﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿۳﴾ تک خالص اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے ان تین کے بعد ایک آیت إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۴﴾ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مشترک ہے اس آیت کا تعلق دونوں سے ہے بایں طور کہ آدمی آیت إِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اقرار ہے اور آدمی آیت وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں بندے کی طلب کی حاجت ہے اس کے بعد إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۴﴾ سے لے کر اخیر تک تین آیتیں خالص بندے کے لیے ہیں بایں طور کہ بندہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و درخواست عرض کرتا ہے۔ اس طرح سے سورہ فاتحہ کا آدھا حصہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے اور آدھا حصہ بندے سے متعلق ہے اور ایک آیت مشترک ہے۔

(۳۹۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ

عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْمَعْلَى قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَعْلَمُكَ أَكْبَرُ

سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجَ

فَاذْكُرْنَاهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَهِيَ السَّنْعُ الْمَثْنَى وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أَوْثِقَهُ

ترجمہ حدیث: قرآن کریم کی عظیم سورہ:

حضرت ابوسعید معلی کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو اس مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے

تکبیر الالحاجۃ

جلد ہفتم

قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ نہ سکھا دوں؟ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے یاد دہانی کرادی، تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﷻ یہی سب سے مثالی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔  
تشریح حدیث:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ اَتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ ﷻ اے محمد! ہم نے آپ کو سب سے مثالی یعنی سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا ہے سب سے مثالی اور قرآن عظیم سے مراد سورہ فاتحہ ہے اس کو سب سے مثالی اس لیے فرمایا گیا کہ اس میں سات آیتیں ہیں اور قرآن عظیم اس لیے فرمایا گیا کہ سورہ فاتحہ اللہ رب العزت کے نزدیک بہت زیادہ مقام و مرتبہ کا حامل ہے اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد و معانی بہت زیادہ ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے صرف ایک جز میں دین اور دنیا کے تمام مقاصد آجاتے ہیں بعض عارفین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جو کچھ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے وہ سب کچھ قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب کچھ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ سب کچھ بسم اللہ میں ہے الغرض سورہ فاتحہ اپنے اختصار کے باوجود معانی و فوائد کا ایک سمندر ہے اس لیے اس کو قرآن عظیم کہا گیا ہے۔

(۳۹۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسِ الْجُشَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتَّىٰ غُفِرَ لَهُ تَبَوُّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ

ترجمہ حدیث: سورہ ملک کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیتیں ہیں، یہ اپنے صاحب کی شفاعت کرتی ہے، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور وہ تَبَوُّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے (یعنی سورہ ملک ہے)  
تشریح حدیث:

قولہ: شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا: اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے سورہ ملک کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس سورت نے اپنے ایک شخص کی شفاعت کی، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کر دی گئی، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں زمانہ ماضی کی خبر دی گئی ہے کہ ایک شخص زمانہ ماضی میں سورہ ملک کی تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کی بہت زیادہ قدر کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس سورۃ نے بارگاہ رب العزت میں سفارش کی جس کے نتیجے میں اس شخص کو عذاب سے بچالیا

گیا دوسرا مطلب یہ ہے کہ لفظ شفعت مستقبل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ صورت پڑھے گا اس کے بارے میں یہ قیامت کے دن شفاعت و شفا فرما کرے گی اور حق تعالیٰ اس کی شفا فرما کر قبول فرمائیں گے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ سورہ ملک منع کرنے والی ہے یعنی یہ سورہ اپنے پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے کو عذاب قبر اور گناہوں کے عذاب سے بچانے والی ہے یا اپنے پڑھنے والوں کو اس بات سے محفوظ رکھتی ہے کہ اسے قیامت میں کوئی رنج و مصیبت پہنچے۔

علامہ مناوی فیض القدر میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں سورہ ملک کی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے اور لوگوں کو اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ اس کی تلاوت کی پابندی کریں تاکہ اس کی شفاعت سے لطف اندوز ہو سکیں۔

(۳۹۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ حدیث: سورہ اخلاص کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (یعنی سورہ اخلاص) ثلث قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کے ثلث قرآن ہونے کا مطلب:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اپنی معروف و مشہور کتاب (اتضاء الصراط المستقیم) میں رقمطراز ہیں کہ سورہ اخلاص کو تہائی قرآن اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ قرآن مجید میں بنیادی طور پر تین قسم کے مضامین مذکور ہیں۔

(۱) توحید و وحدانیت۔

(۲) امر و نہی، جس کو احکام بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۳) قصص و امثال۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور مسلمانوں کا اساسی عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) انشاء ہوگا (۲) یا اخبار ہوگا اگر اخبار ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو خالق کے بارے میں اخبار ہوگی یا مخلوق کے بارے میں اور انشاء یا فعلی امر ہوگا یا نہیں ہوگا یا پھر مباح، پس قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں اس ثلث توحید کا بیان ہے جو خالق سے متعلق ہے اور اس میں قولی و فعلی و توحید کا ذکر ہے جس پر اسما و صفات دلالت کرتی ہیں الغرض چوں کہ سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہایت بلیغ و موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اس لیے اس اعتبار سے اس کو ثلث قرآن کہا گیا

ہے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں توحید کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ سب کا خلاصہ سورہ اخلاص میں موجود ہے اس لیے سورہ اخلاص پڑھنا تہائی قرآن کے برابر ہے (۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تعدل ثلث القرآن کا یہ مطلب نہیں کہ سورہ اخلاص سورہ فاتحہ سے بھی افضل ہے اور نہ یہ کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کر لینا پورے قرآن کے برابر ثواب ہوگا بلکہ تلاوت قرآن کے وقت سورہ اخلاص کو تین بار پڑھنے کو سلف نے مکروہ قرار دیا ہے پس جس طرح مکتوب ہے اسی طرح لکھنا چاہئے اس میں حذف و اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔

لم يلزم من ذلك انها افضل من الفاتحة ولا نهيا يكتفى بتلاوتها ثلاث مرات عن تلاوة القرآن بل قد كره السلف ان تقرأ اذا قرأ القرآن الا مرة واحدة كما كتبت في المصحف فان القرآن يقرأ كما كتب في المصحف لا يزداد على ذلك ولا ينقص منه (۲)

شیخ الاسلام کے تلمیذ رشید علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ الوابل الصیف میں تلاوت قرآن کو ذکر و اذکار اور دعا کے مراتب اعمال پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اسی قبیل سے سورہ اخلاص کا ثلث قرآن ہونا ہے باوجود اس کے کہ یہ باب موارد، طلاق خلع اور عدد کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے بلکہ مذکورہ آیات بروقت اور عند الحاجة سورہ اخلاص سے نفع ہوں گی ومن هذا الباب ان سورة (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) تعدل ثلث القرآن، ومع هذا فلا تقوم مقام آیات الموارد والطلاق والخلع والعدد ونحوها، بل هذه الآيات في وقتها وعند الحاجة اليها انفع من تلاوته سورة الاخلاص (۳)

بعض شراح کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کا ثواب قرآن کے تہائی ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے، قول اول اور قول ثانی میں لطیف فرق یہ ہوگا کہ قول اول کے مطابق مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص سورہ اخلاص تین بار پڑھے تو لازم نہیں آتا کہ اسے پورے قرآن کا ثواب ملے، جبکہ دوسرے قول کے مطابق قل هو الله احد تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کی تلاوت کرنے کے بقدر ثواب ملتا ہے۔ واللہ اعلم

(۳۹۰۸) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ حدیث: سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (کا ثواب) تہائی

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۳۶۳ (۲) مجموع الفتاوی: ۱۷/۱۳۰، بحوالہ ابداء الدیاج: ۵/۱۵۹ (۳) الوابل الصیف: ۸۷



قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: تفصیل دے تو ضیحہ قد سبق اتفاق قبل ذالک۔

(۳۹۰۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَخَذَ الْوَاحِدَ الضَّمَّةَ تَغْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ایک لٹائی کے آواز سے قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قدم قبل ذلك.

### (۱۲۰۲) بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن بسرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں ذکر الہی اور یاد الہی کی فضیلت و منقبت اور ذکر کرنے کے اجر و ثواب پر مشتمل ہیں۔

(۳۹۱۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمِيدٍ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُتِيْتُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَرْضَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرَ لَكُمْ مِنْ إِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَمَنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ذَكَرَ اللَّهُ قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَا عَمِلَ امْرُؤٌ يَعْمَلُ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ نے (حضرات صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے عمل سے آگاہ نہ کر دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک راضی کرنے والا ہے اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے (یعنی صدقہ کرنے) سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے ملو اور ان کی گردن اڑا دو اور

وہ تمہاری گردنیں اڑائیں (یہ سن کر) حضرات صحابہ کرام نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر ہے اور حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ انسان کوئی عمل ایسا نہیں کرتا ہے جو اس کو ذکر الہی سے زیادہ عذاب الہی سے بچانے والا ہو۔

### تشریح حدیث: ذکر اللہ کی قسمیں:

ذکر اللہ کے معنی ہیں اللہ کو یاد کرنا، ذکر الہی کرنا، ذکر الہی دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی اور افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ذکر کئے جائیں اور اگر ان میں سے کسی ایک سے ہو تو پھر دل کا ذکر افضل ہے پھر ذکر بالقلب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت و رفعت اور اس کی جبروت و ملکوت میں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں زمین و آسمان میں غور و فکر اور اس میں استغراق اس قسم کے ذکر کو ذکر خفی کہتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے جسے حفظ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے ہیں۔

ذکر قلب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو جو احکام دیئے ہیں خواہ وہ از قبیل امر ہو یا از قبیل نہی، ان کی ادائیگی کا وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے ذکر قلب کی دونوں قسموں میں سے پہلی قسم افضل و اعلیٰ ہے۔

بعض حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کا اطلاق صرف ذکر لسان یعنی زبان سے ذکر کرنے پر ہوتا ہے جس کا ادنیٰ درجہ مختار قول کے مطابق یہ ہے کہ کم از کم ذکر خود سن لے، اگر اس سے کم صوت میں ذکر کیا جائے تو عند بعض الفقہاء معتبر نہیں ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ ذکر کا اطلاق اس پر ہوگا جس کا تعلق زبان کی ادائے گی سے ہو محض قلب سے ذکر کر لیا جائے اور زبان بالکل حرکت نہ کرے کوئی اعتبار نہیں۔

حضرات فقہاء کرام کا یہ قول اس معنی کے اعتبار سے درست ہو سکتا ہے کہ شریعت نے جن مواقع پر ذکر اللسان کی تعلیم دی ہے مثلاً رکوع جو دوکی تسبیحات قراءت وغیرہ اور نماز کے بعد کے اذکار اور اوراد وغیرہ تو وہاں ذکر قلبی کافی نہ ہوگا بلکہ ذکر باللسان وہاں ضروری ہے حضرات فقہاء کرام کے قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ذکر قلبی پر ثواب اخروی مرتب نہیں ہوتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ لفظ ذکر فعل قلب اور فعل لسان دونوں کے درمیان مشترک ہے جس طرح فعل قلب پر ذکر کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح فعل لسان پر بھی ذکر کا اطلاق ہوتا ہے لہذا جیسے ذکر بالسان معتبر ہے ایسے ہی ذکر بالقلب بھی معتبر ہے بلکہ ذکر بالقلب ہی اصل معتبر ہے مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر قلبی اور ذکر لسانی ذکر قلبی کا اثر ذکر لسانی کے اثر سے کہیں زیادہ قوی اور افضل ہوتا ہے۔

### فضائل ذکر:

ذکر الہی ان تمام اعمال میں سے افضل ہے جن کو اللہ رب العزت والجلال پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس پر بندے کو اجر عظیم عطا کر کے ان کے درجات کو بلند کرتا ہے اور ذکر الہی صدقہ نافلہ سے بھی افضل ہے بلکہ اگر جہاد فرض عین نہ

ہو تو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے اور اگر جہاد فی سبیل اللہ فرض عین ہو جائے تو اسلام کی سب سے بلند چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کے برابر کوئی بھی عمل نہیں ہو سکتا ہے۔

ذکر الہی میں مشغول شخص کو رحمت الہی چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور اس کو ایسا سکون و رحمت اور اطمینان و قلب میسر ہوتا ہے جو غیر ذاکرین کو نصیب نہیں ہوتا ہے حضور قلبی کے ساتھ ذکر باللسان، اور مراقبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اور معنی ذکر میں تفکر و تدبر، اس کی ذات پر حسن توکل، رجوع الی اللہ اور جملہ اعمال و احکام میں اخلاص و للہیت یہ وہ چیزیں ہیں جو ذاکرین کے مقامات کو بلند کرتی ہیں اور ذاکر اللہ تعالیٰ کے اس انعامات و نوازشات کے مستحق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے مغفرت و رحمت، وسعت اور اجر عظیم کی شکل میں تیار کر رکھا ہے۔

ذکر کی فضیلت اور فوائد کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں ومن اسباب شرح الصدر دوام ذکرہ علی کل حال، وفی کل موطن فلذکر تاثیر عجیب فی انشراح الصدر ونعیم القلب، وللغفلة تاثیر عجیب فی ضيقه وحسبه وعذابه (۱)

الوابل الصیب من الکلم الطیب میں تحریر فرماتے ہیں:

والذکر یورث حیاة القلب، وسمعت شیخ الاسلام، ابن تیمیہ قدس اللہ تعالیٰ روحہ یقول: الذکر للقلب مثل الماء للسّمک فکیف یكون حال السمک اذا فارق الماء؟ ان فی القلب خلة وفاقة لا یسددها شیئی البتة الا ذکر اللہ عز وجل، فاذا صار الذکر شعار القلب بحيث یكون هو الذاکر بطریق الاصالۃ واللسان تبع له، فلهذا هو الذکر الذی یسد الخلة ویفنی الفاقة فیکون صاحبہ غنیاً بلامال، بلاسلطان فاذا کان غافلاً عن ذکر اللہ عز وجل فهو بضد ذلك فقیر مع کثرة جدته، ذلیل مع سلطانه، حقیر مع کثرة عشرته (۲)

(۳۹۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ عَمَارِ بْنِ زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ يَشْهَدَانِ بِهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَتَغَشَّتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ.

ترجمہ حدیث: مجالس ذکر ملائکہ رحمت کے گھیرے میں:

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی جماعت اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور رحمت خداوندی اپنے آغوش میں

(۱) زاد المعاد ۲/۲۵ (۲) الوابل الصیب من الکلم الطیب ۳۹/۱ بحوالہ اہدء اللہ بہا ج ۵/۱۶۱

(۱) زاد المعاد ۲/۲۵

لے لیتی ہے ان پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ اپنے پاس والوں (یعنی ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء میں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

تنزلت علیہم السکینہ: سکینہ درحقیقت دل کے سکون و اطمینان اور خاطر جمعی کا نام ہے جس کے باعث دنیا کی لذتوں کی خواہش اور ماسوا اللہ کی طلب و لذت دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق و استحضار اور اس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے نزول سکینہ کا ثبوت اس آیت سے بھی ہوتا ہے لا یذکر اللہ یطمئن القلوب، سنو! ذکر الہی کے ذریعہ قلوب کو راحت و سکون ملتا ہے۔

(۳۹۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا هُوَ ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي مَقَاتِلُهُ.

ترجمہ حدیث: ذکر کے وقت اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور جب میری یاد میں ان کے دونوں ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میرا ذکر دل و زبان دونوں سے کرتا ہے تو میں ان کے ساتھ ہوں یعنی میں اس کا معین و مددگار ہوں اور بندہ جیسا میرے بارے میں خیال کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں اپنی رحمت و مغفرت اور عافیت و برکت کی بارش برساتا ہوں، اور انہیں اپنے آغوش رحمت میں جگہ دیتا ہوں اور وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر تو میں اس کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں۔

(۳۹۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْخُبَابِ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَرَّ أَعْرَابِ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَنْبِئْنِي مِنْهَا بِشَيْءٍ أَتَشَبُّثُ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: ذکر الہی تمام عبادات کو جامع:

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ!) شرائع اسلام تو میرے اوپر بہت زیادہ ہو گئے آپ ان میں سے مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ میں اس کو التزام و اہتمام کر لوں

آپ نے فرمایا تمہاری زبان مسلسل یاد الہی سے تر رہے، (یعنی ذکر الہی کو لازم پکڑ لو)  
تشریح حدیث:

قولہ: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الخ: جس طرح زبان کا خشک ہونا کتنا یہ ہے زبان کے رکنے سے، اسی طرح زبان کی تری زبان کی روانی کے لیے کتنا یہ ہے یا پھر اس بات پر کتنا یہ ہے کہ مرتے دم تک ذکر الہی پر مداومت ہو یا اس طور کہ ذکر خدا سے زبان خشک نہ ہونے پائے بلکہ مسلسل دائمی طور پر زبان کو ذکر الہی سے تر رکھو یہاں تک کہ جسم سے روح نکل جائے۔

### (۱۳۰۳) بَابُ فَضْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت سعد المریریؓ حضرت معاویہ بن جبلؓ حضرت ام ہانیؓ سے مروی ہیں اس باب میں جو احادیث مبارکہ درج ہیں ان میں کلمہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت، مرتبت، منقبت، مقام، مرتبہ، اور عظمت و رفعت کا بیان ہے یہ کلمہ عند اللہ اتنا بازون ہے کہ اگر ایک پلڑے میں زمین و آسمان اور عرش و کرسی لوح و قلم اور ساری چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمہ لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا، اور وزنی ہو جائے گا۔

(۳۹۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ الْأَعْرَضِيِّ مُسْلِمٍ أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَلَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لِي الْمُلْكُ وَلِي الْحَمْدُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي قَالَ أَبُو إِسْحَقَ ثُمَّ قَالَ الْأَعْرَضِيُّ لَمْ أَفْهَمْهُ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ مَا قَالَ فَقَالَ مَنْ رَزَقَهُنَّ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ تَمْسَسْهُ النَّارُ.

ترجمہ حدیث: کلمہ تو حید کی عظمت و رفعت:

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے) تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا

ہے لا الہ الا اللہ وحدہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اکیلا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لا شریک لہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی میرا شریک ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ لا الملک ولا الحمد (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اسی کے لیے ہے سارا ملک اور اسی کے لیے ساری تعریفیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میرے ہی لیے ملک اور میرے ہی واسطے ساری تعریفیں، اور جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ ہی کی طرف سے تو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے میرے بندے نے سچ فرمایا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور کوئی طاقت و قوت نہیں ہے مگر میری طرف سے۔

حدیث کے روای ابو اسحاق کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اگر نے کوئی شئی بیان کی جس کو میں سمجھ نہیں پایا، تو میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ کیا فرمایا؟ انہوں نے فرمایا جسے موت کے وقت یہ کلمہ نصیب ہو جائے تو اسے جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی فضیلت کا بیان ہے یہ وہ کلمہ ہے جس پر ایمان کا دار و مدار ہے اور دین اسلام کا مدخل ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا ہے اور جس نے بھی اس کلمہ پر یقین محکم کرتے ہوئے اور اس کے تقاضہ کا التزام کرتے ہوئے کہہ لیا وہ مومن ہو گیا وہ صاحب ایمان اور صاحب اسلام ہو گیا پس جو شخص اسی کلمہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اسی کے مطابق زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گیا انشاء اللہ وہ مغفور ہوگا۔ الغرض یہ کلمہ بہت اونچا اور بلند ہے اس کی جڑیں تو زمین میں ہیں لیکن شاخیں آسمان میں ہیں۔

(۳۹۱۵) حَدَّثَنَا هَارُونَ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ سَعْدَى الْمُرِّيَّةِ قَالَتْ مَرَّ عُمَرُ بِطَلْحَةَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ كَثِيرًا أَسَأَلْتُكَ إِمْرَةً ابْنِ عَمِّكَ قَالَ لَا وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا أَحَدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ إِلَّا كَانَتْ نُورًا لِصَحِيفَتِهِ وَإِنْ جَسَدُهُ وَرَوْحُهُ لَيَجِدَانِ لَهَا رَوْحًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَلَمْ أَسْأَلْهُ حَتَّى تُوفِّيَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُهَا هِيَ الَّتِي أَرَادَ عَمَّهُ عَلَيْهَا وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ شَيْئًا أَلْجَى لَهُ مِنْهَا لَأَمَرَهُ

ترجمہ حدیث: لا الہ الا اللہ کی فضیلت:

حضرت سعدی المریہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ طلحہ کے پاس سے

گزرے تو فرمایا تمہیں کیا ہوا رنجیدہ کیوں ہو؟ کیا تمہیں اپنے چچا زاد بھائی کی امارت و خلافت اچھی نہیں لگتی ہے فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جو کوئی بھی اسے اپنی موت کے وقت کہے گا وہ کلمہ اس کے نامہ اعمال کو منور کر دے گا، اور اس کلمہ کی خوشبو مرتے وقت اس کا جسم اور روح دونوں محسوس کریں گے پھر میں وہ کلمہ معلوم نہ کر سکا اور آپ کا سانحہ وفات پیش آ گیا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا، مجھے وہ کلمہ معلوم ہے اور وہ وہی کلمہ ہے جس کو آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہلوانے کی کوشش کی تھی، اور اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ اس کلمہ سے زیادہ کوئی آپ کے چچا کے لیے باعث نجات ہے تو آپ ان کے سامنے اسی کا حکم فرماتے۔

تشریح حدیث:

قوله: مالك كتب اى حزينه: من الكابة وهو الحزن يعنى غم، رنج، كبیده خاطر، یعنی کیا بات ہے کہ تم رنجیدہ ہو اور تمہارے چہرے پر غم کا اثر نمایاں ہے۔

قوله: أساءتلك مرة ابن عمك کیا تیرے چچا زاد بھائی کی امارت و خلافت نے تجھے رنج و غم میں ڈال دیا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی کی امارت اچھی نہیں لگتی ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امارت مراد ہے حضرت طلحہ اور ابو بکر دونوں تیم بن مرہ سے ہیں حضرت طلحہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، حضرت ابو بکرؓ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے صدیق بن عثمان المکنی بابی قافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ دونوں کا سلسلہ نسب عمر بن کعب میں آ کر ملتا ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے طلحہ کو ابن عمک فرمایا۔

قوله: لها روحا الروح بفتح الراء الراحة الراحة آرام، خوشبو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٣٩﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٤٠﴾

(۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ بَيَانَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ هِشَانَ بْنِ الْكَاھِلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْجَعُ ذَلِكَ إِلَى قَلْبِ مُوقِنٍ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهَا.

ترجمہ حدیث: جس شخص کو موت کے وقت کلمہ نصیب ہو جائے وہ جنتی ہے:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی بھی موت اس حال میں آئے کہ وہ اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ گواہی دل کے یقین سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مرا اور قلب صادق اور یقین کامل کے ساتھ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نہ ایک دن ضرور بالضرور مغفرت فرمادیں گے اور جنت میں داخل کریں گے، خواہ وہ اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے بعد کیوں نہ ہو، لیکن بہر حال ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں جائے گا اور اس پر بہت ساری احادیث اور روایات شاہد عدل ہیں۔

(۳۹۱۷) حَدَّثَنَا ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنُ الْمُثَنَّى الْجَزَائِيُّ حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَفِيَّةَ عَنْ اُمِّ هَانِيَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا

ترجمہ حدیث: کلمہ لا الہ الا اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں:

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ سے کوئی بھی عمل آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ کسی گناہ کو باقی رہنے نہیں دیتا۔

## تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک بار بھی سچے دل سے اخلاص کے ساتھ ایک بار بھی اس کلمہ کو پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ کو معاف کر دے گا کوئی بھی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں چھوڑے گا۔

(۳۹۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَبَابِ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَخْبَرَنِي سَمِيُّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ لَهُ بِمِثْلِ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِبِّي عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَفَّرَ لَهُ حِزْرًا مِنَ الشَّيْطَانِ مَا يَرَى يَوْمَهِ اللَّيْلِ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا أَتَى بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ أَكْثَرَ.

ترجمہ حدیث: شیطان سے پناہ میں رہنے کا طریقہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، وهو علی کل شیء قدير (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) دن میں سو مرتبہ کہے تو اس کو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اس کی سونکیاں لکھی جاتی ہیں اس کے سوا گناہ دور کر دئے جاتے ہیں اور اس کو دن سے لے



کر شام تک شیطان سے پناہ حاصل رہتی ہے، اور قیامت کے دن کوئی بھی شخص اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا ہو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت سو مرتبہ کہے تو اس کو صبح تک شیطان سے حفاظت اور پناہ حاصل رہے گی ہو سکتا ہے کہ روایات حدیث نے اس بات کو اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا ہے یا خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیان کیا ہو کیوں کہ حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بات خود ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت امام نوویؒ شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں جو کچھ بھی اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے جب کوئی شخص ان کلمات کو سو مرتبہ پڑھے چنانچہ جو شخص ان کلمات کو جتنا زیادہ پڑھے گا اس کو اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ملے گا پھر یہ کہ ان کلمات کو متفرق طور پر سو مرتبہ مکمل کئے جائیں یا ایک ہی وقت میں سو کی تعداد پوری کر لی جائے ہر صورت میں اسے مذکورہ اجر و ثواب حاصل ہوگا لیکن افضل یہی ہے کہ ان کلمات کو ایک ہی دفعہ میں سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھا جائے تاکہ پورا دن شیطان مردود سے محفوظ رہے (۱)

(۳۹۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِي ذُبُرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ كَعَتَاقٍ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ.

ترجمہ حدیث: نماز فجر کے بعد تسبیحات کی فضیلت:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز فجر کے بعد یہ کلمات کہے لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد بيده الخير وهو على كل شيء قدير (نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت ہے اسی کی ساری تعریف ہیں اسی کے قبضہ قدرت میں تمام خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اولاد اسماعیل میں غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۱۴۰۳) باب فضل العاصمین

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت وائلؓ، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب کے تحت جو احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے والوں اس کی تحمید و تقدیس اور تکبیر و تہلیل بیان کرنے والوں کی فضیلت اور مقام و مرتبہ اور عند اللہ جو اجر و ثواب ہے اس کا بیان ہے۔

(۳۹۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ بَشِيرٍ بْنِ الْفَاكِهَةِ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِزَاشٍ ابْنَ عَمِّ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ.

ترجمہ حدیث: افضل ذکر کا بیان:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل ترین دعا الحمد للہ کہنا ہے۔

تشریح حدیث: لا الہ الا اللہ کے افضل ترین ہونے کی وجہ:

لا الہ الا اللہ سب سے اعلیٰ، سب سے افضل اور سب سے زیادہ اشرف و اکمل اور ارفع ذکر اس لیے ہے کہ اسلام و ایمان کی عمارت ساری بنیادیں اسی پر ہیں اس کے بغیر نہ ایمان کا خوبصورت حسین و جمیل تاج محل قلب و جگر میں قائم ہوگا اور نہ ہی اسلام کا بلند بالا قطب مینار وجود میں آئے گا اس کے بغیر نہ کوئی شخص مسلمان بنتا ہے اسی وجہ سے اس کو افضل ترین اور اشرف ترین ذکر قرار دیا گیا ہے۔

بعض محققین علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ تمام اذکار میں یہ کلمہ سب سے افضل اس لیے ہے کہ ذکر کے باطن کو برے اوصاف سے جو انسان کے باطن کے معبود ہوتے ہیں پاک و صاف کرنے میں اس کلمہ کو بڑی عجیب و غریب تاثیر حاصل ہے ارشادِ ربانی ہے اَفِرْ أَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ آلِهَةً هُوَ أَكْبَرُ مَا دَعَاكُمْ إِلَى دِينِهِمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورہ اعراف: ۳۰)۔ اپنا معبود قرار دے رکھا ہے لہذا جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو لا الہ کے ذریعہ تمام معبودانِ باطل کی نفی ہوتی ہے اور لا اللہ کے ذریعہ صرف اور صرف ایک معبود حقیقی یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا اقرار ہوتا ہے پھر جب زبان سے یہ کلمہ ادا ہوتا ہے تو اس کی تاثیر ظاہری زبان سے دل کی گہرائیوں کی طرف رجوع کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان سے تمام باطل معبودوں کی نفی اور ایک حقیقی معبود کا اقرار یقین و اعتماد کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو اس کے قلب و باطن کو منور و تاباں کر کے تمام باطنی برے اوصاف کو صاف کر دیتا ہے پھر آخر کار یہی تاثیر اس کے ظاہری اعضاء پر غالب آ جاتی ہے وہی اعمال و افعال صادر ہوتے ہیں جو اس کے اقرار و اعتقاد کا عین تقاضا اور عین منشاء ہوتے ہیں۔

## الحمد لله افضل ترین دعا ہونے کی وجہ:

الحمد لله کو تمام دعاؤں سے افضل ترین اس لیے کہا گیا ہے کہ کریم کی تعریف دعا سوال کے زمرے میں آئی جاتی ہے اور اس کو افضل اس وجہ سے بتایا گیا ہے کہ منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرنے کے معنی میں ہے اور ظاہر ہے کہ شکر نعمت برکت نعمت میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وَلَنَنْشُكْرَنَّهُ لَازِيدٌ لَّكُمْ اِذَا شَكَرْتُمْ لَكُمْ رِزْقًا كَثِيرًا (۳۹۲۱) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَامِيُّ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ بَشِيْرٍ مَوْلَى الْعُمَرِيِّينَ قَالَ سَمِعْتُ قَدَامَةَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ الْجَمْعِيَّ يَحْدِثُ اَنَّهُ كَانَ يَخْتَلِفُ اِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ غُلَامٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعَصْفَرَانِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ فَعَظُمْتَ بِالْمَلَائِكِيْنَ فَلَمْ يَذَرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا فَصَعِدَا اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَا يَا رَبَّنَا اِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَا نَذَرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي قَالَا يَا رَبِّ اِنَّهُ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَمَا اَكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي حَتَّى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُمَا.

## ترجمہ حدیث: ایک عظیم دعا کی فضیلت اور اس کا اجر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے نے کہا یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال و جہک و سلطانک اے میرے رب تیرے ہی لیے ساری تعریفیں ہیں جو آپ بزرگ ذات اور آپ عظیم سلطنت کے شایان شان ہے، تو فرشتوں کو اس کا اجر و ثواب لکھنے میں دشواری ہوئی اور انہیں سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کو کس طرح لکھا جائے چنانچہ وہ دونوں فرشتے آسمان کی طرف چڑھے، اور عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بے شک آپ کے ایک بندے نے ایسی بات کہی ہے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا ثواب کس طرح لکھیں؟ اللہ تعالیٰ باوجود کہ بندے کی اس بات سے واقف ہے پوچھا انہوں نے کیا کہا، فرشتوں نے کہا اس نے کہا اے میرے رب! تیرے ہی واسطے ساری تعریف تیری ذات اور عظیم سلطنت کے شایان شان تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا: میرے بندے نے جیسے کہا ہے ویسے ہی اس کلمہ کو لکھ دو جب وہ مجھ سے ملے گا تو اس کا اجر میں خود اپنی شایان شان دیدوں گا۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف میں اس عظیم الشان کلمہ کے ثواب کو بیان کیا گیا ہے اس کا ثواب عند اللہ کیا ہے فرشتوں کو بھی معلوم

نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی شایان شان اس کلمہ کا اجر عطا فرمائے گا اور وہ اجر کیا ہوگا؟ ملنے کے بعد قیامت میں پتا چلے گا جس طرح بندے نے کہاں تیری بزرگ ذات اور عظیم سلطنت کے مطابق حمد و ثنا ہے اللہ اپنی سلطنت اور اپنی شایان شان ہی کے مطابق اجر دے گا جس کا تصور و خیال بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۳۹۲۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ زَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي قَالَ هَذَا قَالَ الرَّجُلُ أَنَا وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ لَقَدْ فَتَحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَمَا نَهْنَهَتْهَا شَيْءٌ ذُونَ الْعَرْشِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت وائلؒ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو ایک صحابی نے کہا: الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً كما جب نبی کریم ﷺ نماز ادا کر چکے تو فرمایا کس نے یہ کلمات کہے؟ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کہا لیکن میرا مقصد خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اس کلمہ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے ہیں اور عرش کے علاوہ کوئی بھی چیز اس کو روک نہ سکی۔

تشریح حدیث:

قوله: ما ان اردت الخير، آپ کے سوال کرنے سے وہ یہ سمجھے کے شاید میں نے غلطی کی، اس لیے وہ صحابی نے فرمایا یا رسول اللہ اس کلمہ کو کہنے کا میرا مقصد صرف خیر ہی خیر تھا میں نے کوئی غلط مقصد سے نہیں کہا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرا مقصد تمہیں کوئی سرزنش کرنی نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ کلمہ عند اللہ اس قدر پسندیدہ ہے کہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے اور عرش الہی تک جا پہنچا۔ اس سے نیچے کہیں نہیں رکا تو نے بہت اچھا کلمہ کہا ہے۔

(۳۹۲۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرُقِيُّ أَبُو مَرْوَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَا يَحِبُّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ.

ترجمہ حدیث: پسندیدہ چیز دیکھنے کے بعد کی دعا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو کہتے الحمد لله الذي على كل حال میں

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔

تشریح حدیث: مطلب واضح ہے۔

(۳۹۲۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُثَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ رَبِّ أَغْوْذُ بِكَ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ۔  
ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے الحمد لله الذي على كل حال (ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے) اغوذ بك من حال اهل النار (اے میرے رب میں اہل جہنم کی حالت سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں)۔  
تشریح حدیث: مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۹۲۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا أَبُو غَاصِمٍ عَنْ شَيْبٍ بْنِ يَسْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي أُعْطَاهُ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ۔

ترجمہ حدیث: نعمت ملنے پر پڑھنے کی دعا

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر نعمت فرمائیں اور وہ اس نعمت پر الحمد لله کہے تو اس بندے نے جو دیا وہ افضل ہے اس سے جو اس نے لیا۔  
تشریح حدیث: معنہ واضح جدا۔

### (۱۴۰۵) بَابُ فَضْلِ التَّسْبِيحِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو درج ذیل صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

- |                     |                        |                         |
|---------------------|------------------------|-------------------------|
| (۱) حضرت ابو ہریرہؓ | (۲) حضرت جویریہؓ       | (۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ |
| (۴) حضرت ام ہانیؓ   | (۵) حضرت سمرہ بن جندبؓ | (۶) حضرت ابو الدرداءؓ   |

اس باب میں تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب کا بیان ہے۔

(۳۹۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَسْبِيتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

## ترجمہ حدیث: دو کلمہ رحمن کو بہت پسند ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا، دو کلمہ زبان پر ادائیگی کے اعتبار سے تو بالکل ہلکے پھلکے ہیں لیکن ترازو میں بھاری ہیں رحمن کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں (وہ دو کلمہ یہ ہیں) سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم۔ (اللہ پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ موصوف ہے پاک ہے جو اللہ بڑا ہے)۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں بالکل اخیر میں ذکر فرمایا ہے اگرچہ یہ حدیث بخاری شریف میں کئی مقامات پر مذکور ہے لیکن امام بخاریؒ نے کتاب کا اختتام اسی حدیث پر کیا ہے جو اس کی اہمیت کی جانب غماز ہے ختم بخاری کے موقع پر حضرات اساتذہ کرام اس پر طویل کلام کرتے ہیں اور اس کے اسرار و رموز سے گفتگو کرتے ہیں اور حضرت امام بخاری کے زیرک و عقل پر وادہ دہا کرتے ہیں کہ کس ذہانت و فہانت کے ساتھ آخر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اس پر تفصیلی کلام تو آپ بخاری شریف کی شروحات میں دیکھیں۔ یہاں حدیث شریف کا نفس مطلب بیان کر دیا جاتا ہے حدیث ہذا کا مطلب یہ ہے کہ دو کلمہ ایسے ہیں جو زبان پر ادا کرنے کے اعتبار سے بالکل ہلکے پھلکے ہیں اور ان کی ادائیگی کوئی مشکل کام نہیں ہر کس و نا کس اس کو آسانی کے ساتھ اس کلمہ کو زبان سے ادا کر سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے لیکن یہ دونوں کلمے میزانِ عمل میں بھاری ہیں یعنی ان دونوں کلموں کا اجر و ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب میزانِ عمل قائم ہوگا اور بنی آدم کے اعمال تولے جائیں گے ان دونوں کلموں کے اجر و ثواب سے میزان کا پلڑا جھک جائے گا اور تمام اعمال بنی آدم کے مقابلے میں ان دو کلموں کا ثواب سب سے زیادہ ہوگا یہ دو کلمے رحمن کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کیوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس اور عظمت و کبریائی کا بیان ہے سبحان اللہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہیں اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہیں لہذا وہی ذات جو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہو اور تمام صفات کمالیہ اور تمام صفات جمالیہ سے متصف ہے ہر جسم کی تمام تعریفوں کا سزاوار ہے تمام حمد و ستائش اسی ذات واحد صمد یلدولم یولد کے لیے ہے جو عظیم ہے جس کی عظمت لامتناہی اور لامحدود ہے اور وہ دو کلمے یہ ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ آئیے ہم سب ایک مرتبہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے صدق دل سے اس کلمہ کا ورد کر لیں کیا پتہ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادیں اور ہمارے نامہ اعمال کو بھی اجر و ثواب اور رحمت و مغفرت اور لطف و کرم سے بھر دے اور قیامت کے دن ہمارا میزانِ عمل بھی اجر و ثواب سے بھاری ہو جائے۔ پھر دیر کس بات کی آج یوم الجمعہ سید الایام ہے مقبولیت کی گھڑی ہے پڑھ لیجئے صدق دل سے: سبحان اللہ

وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ ایک بار اپنے عمیق قلب سے اپنے کریم مولیٰ کو خوش کرنے کے لیے پڑھ لیجئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ بھائیو! جمعہ کا دن اور مقبولیت دعا کی ساعت ہے پھر پڑھ لیجئے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ رب العزت ہم سب کی مغفرت فرمائے، قارئین سے درخواست ہے کہ احقر الوری اس گناہ گار کو بھی اپنی دعا صالح میں یاد رکھیں۔

(۳۹۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُوْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَغْرِسُ غَرْسًا فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا الَّذِي تَغْرِسُ قُلْتُ غَرْسًا قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ هَذَا قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ يَغْرِسُ لَكَ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ شَجَرَةً فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ حدیث: دنیا میں جنت کے لیے شجر کاری:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کوئی درخت لگا رہے تھے کہ قریب سے رسول اکرم ﷺ کا گزر ہوا، پوچھا ابو ہریرہ! کیا لگا رہے ہو؟ عرض کیا (یا رسول اللہ!) درخت لگا رہا ہوں آپ نے فرمایا اس سے بہتر درخت میں تجھے نہ بتا دوں، (عرض کیا ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا کہو) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اس کے ہر کلمہ کے بدلہ میں تیرے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔

تشریح حدیث: قولہ: الا ادلک علی غراس خیر من ہذا؟

یہاں ہندوستانی نسخہ اور فواد عبد الباقی کی تحقیق شدہ نسخہ جو بیروت سے چھپی ہے اس میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں الا ادلک علی غراس خیر لك من ہذا قال بلی یا رسول اللہ! قال قل الخ جبکہ سنن ابن ماجہ شرح السندی تحقیق شدہ الشیخ جلیل مامون شیخ، مطبوعہ بیروت لبنان، میں یہاں مکتوب کی طرح ہے اس میں لك۔ اور قال بلی الخ نہیں ہے لیکن جس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں وہ قرینہ قیاس زیادہ صحیح ہے کیوں کہ اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

باقی حدیث شریف میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جو شخص یہ کلمہ ورد زبان رکھے گا اللہ تعالیٰ ہر کلمہ کے بدلے میں جنت کے اندر ایک درخت لگا دے گا ایک حدیث میں ہے جنت ایک چٹیل میدان ہے آدمی اپنے عمل اور عبادات کے ذریعہ آباد کرتا ہے، پس جو شخص جس قدر زیادہ عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی جنت کو اتنا ہی زیادہ آباد کرے گا۔

(۳۹۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ حَدَّثَنَا إِسْعَزُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ وَهِيَ تَذْكُرُ اللَّهَ لَزَجَعَ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ أَوْ قَالَ انْتَصَفَ وَهِيَ كَذَلِكَ فَقَالَ  
لَقَدْ قُلْتُ مِنْذُ قُمْتُ عَنْكَ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهِيَ أَكْثَرُ وَأَرْجَحُ أَوْ أَوْزَنُ مِمَّا قُلْتُ  
سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ دَرَجَاتِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ نِعَمَهُ سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ نِعَمِهِ أُولَٰئِكَ أَلْفٌ مِثْلُ حَبِّ الْحَبَّةِ

ترجمہ حدیث: ذکر میں کیفیت معتبر ہے کمیت نہیں۔

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ان کے پاس سے گزرے، اور وہ ذکر  
اللہ میں مشغول تھیں، جب دن چڑھ گیا دو پہر ہو گئی تو آپ واپس تشریف لائے تو وہ اسی طرح ذکر اللہ میں مشغول تھیں۔ پس  
آپ نے فرمایا تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے یہ چار کلمات تین بار کہے وہ تمہارے ذکر سے بڑھ کر ہے اور  
وزنی ہے اور بھاری ہیں، اور وہ چار کلمات حسب ذیل ہیں۔

- (۱) سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کی بقدر
- (۲) سُبْحَانَ اللَّهِ دَرَجَاتِهِ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اس کی ذات کی رضی کے موافق
- (۳) سُبْحَانَ اللَّهِ زُجَّةَ عَرْشِهِ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے عرش کے وزن کے مطابق
- (۴) سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلَ نِعَمِهِ میں اس کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے کلموں کی تعداد کے مطابق۔

تشریح حدیث:

قولہ: کلماتہ: کلمات سے مراد ان کی کتابیں اور ان کے صحیفے ہیں یا اس کے اسماء ہیں نیز اس سے اللہ تعالیٰ کی  
صفات یا اس کے ادا مروثا ہی بھی مراد ہو سکتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہے  
کیست اور مقدار کا نہیں یعنی وہ تسبیحات و تحمیدات وغیرہ جن کے مضامین اعلیٰ اور بہت ہوں اور جنہیں قلب کے ساتھ خلوص  
کے ساتھ پڑھا جائے اگرچہ کم ہوں اجر و ثواب کے اعتبار سے زیادہ ہیں جن کے مضامین ایسے نہ ہوں اور جنہیں پڑھتے  
وقت حضور قلبی میسر نہ ہو واللہ اعلم۔

(۳۹۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَيْسَى الطَّحَّانِ عَنْ  
عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ أَخِيهِ عَنِ الثُّغَمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّحْمِيدُ يَنْعِظُنْ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ  
كَدَوِيِّ النَّحْلِ تَذْكُرُ بِصَاحِبِهَا أَمَا يَجِبُ أَخَذُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَوْ لَا يَزَالُ لَهُ مَنْ يَذْكُرُ بِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو تم اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر کرتے ہو مثلاً سبحان



اللہ، لا الہ الا اللہ، الحمد للہ پڑھتے ہو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھناتے ہیں اور اپنے کہنے والوں کا ذکر کرتے ہیں کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ہمیشہ ذکر کرتا رہے تو اسے چاہئے کہ ان کلمات پر دوام کرے، اور پابندی سے اختیار کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت کا ذکر ہے حدیث میں ذکر کردہ تسبیحات اور تہلیلات وغیرہ کلمات عرش کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی بھنبھناہٹ کی آواز تھی، پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا ذکر برابر ہوتا رہے تو ان کلمات کے ذکر کو لازم پکڑ لو۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكْرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَقْبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أُمِّ هَانِيٍّ قَالَتْ أَتَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلْنِي عَلَى عَمَلٍ فَإِنِّي قَدْ كَبِزْتُ وَضَعُفْتُ وَبَدَنْتُ فَقَالَ كَبِرِي اللَّهُ مِائَةَ مَرَّةٍ وَاحْمَدِي اللَّهُ مِائَةَ مَرَّةٍ وَسَبِّحِي اللَّهُ مِائَةَ مَرَّةٍ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ فَرَسٍ مُلَجَمٍ مُنْسَوِّجٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَخَيْرٌ مِنْ مِائَةِ بَدَقَةٍ وَخَيْرٌ مِنْ مِائَةِ زَقْبَةٍ.

ترجمہ حدیث: سو مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اکبر کہنے کا ثواب:

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا رسول اللہ! میں عمر رسیدہ ناتواں اور بھاری جسم والی ہوں (مشقت والی عبادت دشوار ہوگئی ہے) لہذا مجھے کوئی عمل بتادیجئے آپ نے فرمایا سو بار اللہ اکبر، سو بار الحمد للہ اور سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لیے راہِ خدا میں سو گھوڑے زین اور لگام کے ساتھ دینے سے بہتر ہیں اور سوا دنٹوں سے بہتر ہے اور سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں ناتواں، ضعیف العمر اور پیرانہ سالی بزرگوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کہ اگر وہ بھاری بھر کم اور مشکل ترین عبادت انجام نہ دے سکیں مشقت آمیز اعمال و افعال کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو ان کو اس حدیث شریف میں ذکر کردہ اعمال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دامن کو اجر و ثواب سے مالا مال کرتے رہنا چاہیے، کتنا آسان و سہل عمل ہے ہر آدمی کر سکتا ہے سو مرتبہ اللہ اکبر، سو مرتبہ الحمد للہ اور سو مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کرنا ہے اور بس، پھر اس کا اجر و ثواب دیکھئے کہ کس قدر زیادہ ہے اللہ کے راستہ جہاد میں زین کسا سو گھوڑے دینے اور سوا دنٹ صدقہ کرنے اور سو غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر ملے سبحان اللہ! کیا فیاضی ہے میرے رب کی۔

(۳۹۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَرَ حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ عَنْ هَالِلِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعُ أَفْضَلُ الْكَلَامِ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

ترجمہ حدیث: سب سے افضل کلام:

حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (انسان کے کلام میں) سب سے بہتر چار کلام ہے اور ان چاروں کلمات میں سے کسی سے بھی شروع کرنا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے (وہ چار کلمات یہ ہیں)

(۱) سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام عیوب نقائص سے پاک ہے

(۲) والحمد للہ۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں

(۳) ولا الہ الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں

(۴) واللہ اکبر: اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے

تشریح حدیث: سب سے افضل چار کلام ہونے کا مطلب:

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل کلام چار ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد انسان کے کلام میں یہ چار کلمہ سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں یہ وضاحت اور انسان کی قید اس لیے ہے کہ چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر قرآن مجید میں نہیں اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ جو چیز قرآن مجید میں نہیں ہے وہ اس سے افضل نہیں ہو سکتی جو قرآن مجید میں ہے لیکن ایک اور حدیث میں ہے افضل القرآن بعد القرآن وهو من القرآن، یعنی یہ کلمہ مجموعہ قرآن کے بعد افضل کلمے ہیں اور یہ کلمے بھی قرآن ہی کے کلمے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث شریف میں کلام سے انسانی کلام کے ساتھ کلام اللہ بھی مراد ہے یعنی یہ کلمات اربعہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ اول الذکر تین کلمے تو بعینہ قرآن میں موجود ہے اور چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر اگرچہ بعینہ قرآن میں موجود نہیں ہے لیکن اس آیت و کبر تکبیرا میں معنی کے اعتبار سے یقیناً موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ چاروں کلمات اگرچہ افضل ہیں لیکن احادیث مبارکہ میں جو ذکر کسی حال یا کسی وقت سے متعلق ثابت ہے اس حالت اور اس وقت میں وہی ذکر میں مشغول ہونا تسبیح وغیرہ سے افضل ہے، مثلاً نوم اور استیقاظ کے بعد جو دعا مسنون اور ثابت ہے اسی طرح بیت الخلا جاتے وقت اور فراغت کے بعد جو دعا منقول ہے

اس وقت میں وہی پڑھنا افضل ہے اگر کوئی اس کی جگہ یہ پڑھنے لگے تو یہ افضل نہ ہوگا۔

قولہ: لا یفرک بایہن بدات۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث ہذا میں مذکورہ چاروں کلمات جس ترتیب کے ساتھ ہے اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا ضروری نہیں ہے تقدیم و تاخیر کے ساتھ جس طرح چاہے پڑھا جاسکتا ہے اس میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے تاہم علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ان کلمات کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا عزیمت اور اولیٰ ہے اور بدون ترتیب پڑھنا رخصت ہے۔

(۳۹۳۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوُشَّاءُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُخَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ سَمْعٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ مَبْحَانِ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

ترجمہ حدیث: رحمت خداوندی کا بحر لا ساحل

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص (اخلاص کے ساتھ) سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہے تو اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں چاہے سمندر کے جھاگ کے مثل گناہ کیوں نہ ہوں۔

تشریح حدیث:

شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ سو مرتبہ چاہے تو کئی مرتبہ کر کے پڑھ لے اور چاہے تو ایک ہی دفعہ سو کی تعداد پوری کر لے، خواہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہو یا آخری حصہ میں دونوں طرح درست ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں اس کلمہ کو سو مرتبہ پڑھ لیا جائے (۱)

(۳۹۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهَا يَغْنَى تَحْطُطُنَ الْخَطَايَا كَمَا تَحْطُ الشَّجَرَةُ وَرَقُهَا.

ترجمہ حدیث: گناہوں کو ختم کرنے والے کلمات مبارکہ

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو تو لازم پکڑ لو اور ان کلمات کا خوب اہتمام کیا کرو کیوں کہ یہ کلمات گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے سوکھے پتوں کو جھاڑ دیتے ہیں۔

## تشریح حدیث: اذکار سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کبائر نہیں:

حضرات علماء کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق اور اجماع ہے کہ اذکار و اوداد سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں جہاں تک کبائر کا تعلق ہے تو ان کی معافی کے لیے توبہ لازم اور شرط ہے بغیر توبہ کے کبائر معاف نہیں ہوتے ہیں اور صحت توبہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) جس گناہ سے توبہ کیا جا رہا ہے اس کو بالکل چھوڑ دینا

(۲) اس گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم مصمم کرنا۔

(۳) اپنی غلطی پر اللہ کے سامنے نادم و پشیمان ہونا اور غلطی کی معافی مانگنا

(۴) صرف عذاب خداوندی کے خوف سے اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر توبہ کی جائے

## (۱۴۰۶) بَابُ الْإِسْتِغْفَارِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ، حضرت عبداللہ بن بسرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں کثرت استغفار کی فضیلت اور ترغیب کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ باوجود معصوم ہونے کے کثرت کے ساتھ اپنے رب سے استغفار کرتے تھے لہذا ہم گنہگاروں کو بہت زیادہ ہی کثرت سے استغفار کا التزام و اہتمام کرنا چاہئے۔

(۳۹۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَالْمَحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

سُوْقَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنْ كُنَّا لَنَعْدُو رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُولُ

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ مِائَةَ مَرَّةٍ.

ترجمہ حدیث: رسول اللہ ﷺ کا کثرت سے استغفار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ مجلس میں ”رب اغفر لی وتب علی“ کہنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔

تشریح حدیث: استغفار کے معنی:

لفظ استغفار باب استفعال کا مصدر ہے سین برائے طلب ہے اور غفر اس کا مادہ ہے۔ غفر یغفر (ض) غفرا

و غفرانا و مغفرة، غفر الله له ذنبه، گناہ چھپانا اور معاف کرنا ہو غافر برائے مبالغہ، غفور و غفار، استغفار، گناہ چھپانے کو طلب کرنا، اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش چاہنا۔

### شان مومن اور استغفار:

کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ بالکل پاک صاف ہوں مجھ سے گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے ہر مومن اور مسلمان سے گناہ سرزد ہوتا ہے یہ صرف حضرات انبیاء کرام کی جماعت ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں باقی غیر انبیاء میں بڑے سے بڑا قطب و ابدال اور غوث بھی اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں بتا سکتا ہے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے لہذا ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں بالکل سستی نہ کرے اور اپنے رب سے استغفار کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے نیز نفس کے مکر اور شیطان کے دوسوے میں مبتلا ہو کر یہ نہ سوچے کہ میں توبہ پر قائم رہ سکوں گا یا نہیں اس لیے توبہ کیسے کروں، توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

کیوں کہ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور غفور گزر کا قلم اس کے گناہ پر پھیر دئے جاتے ہیں اس لیے اگر بتقاضائے بشریت گناہ کرنے کے بعد بھی دوبارہ گناہ کا صدور ہو جائے تو پھر توبہ کرے، چاہے دن میں کئی بار ایسا ہو، بشرطیکہ توبہ کرتے وقت دل میں یہ خیال نہ ہو کہ میں پھر گناہ کروں گا اور توبہ بھی کروں گا توبہ کے وقت یہی خیال رہے کہ شاید میں دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے ہی مر جاؤں۔ اور یہ توبہ میری زندگی کی آخری توبہ ثابت ہو۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ توبہ کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا کہ گناہ کو بالکل فراموش کر دینا، یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح نکل جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے، سہیل تستری سے معلوم کیا گیا کہ حضرت! توبہ کا مفہوم کیا ہے تو انھوں نے فرمایا دل سے گناہ کا خیال تک نکل جائے یہی توبہ ہے۔

توبہ کرنے سے پہلے غسل کرنا:

علماء کرام و شراح حدیث نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص توبہ کرنا چاہے تو پہلے غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھے اور مسجد میں جا کر بہت ہی تضرع آہ و زاری اور گریہ کے ساتھ اپنے نفس کو ملامت کرے اور اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کرے عذاب الہی کے خوف سے اپنے قلب کو سرزاں و ترساں کرے، اور شرمندگی و ندامت کے پورے احساس کے ساتھ توبہ و استغفار کرے پھر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب ذوالجلال و الاکرام اور خدائے لم یزل و لا یزال میں یوں عرض کرے۔

ربا! تیرے در سے بھاگا ہوا یہ گنہگار غلام اپنے معاصی و عصیان کی پوٹ لیے پھر تیرے در پر حاضر ہوا ہے انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنی لغزشوں اور اپنے نفس کے گناہوں کی معذرت لے کر حاضر ہوا ہے، ربا! تو رحیم و کریم ہے،

تو ستار و غفار ہے محض اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش دے اپنے فضل و کرم سے میری توبہ قبول فرما رحمت کی نظر سے میری طرف دیکھ، رہا! تو میرے پچھلے تمام خطاؤں، لغزشوں، اور غلطیوں کو درگزر فرما اور آئندہ تمام لغزشوں سے حفاظت فرما۔ رہا! ہر خیر و بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور اپنے گناہ بندوں کو تو ہی بخشنے والا ہے تو ہی معاف کرنے والا ہے، رہا! تو نے توبہ بڑے بڑے وقت کے فرعون کو معاف کیا ہے رہا! تو مجھے معاف فرما دے، میری بھی مغفرت فرما، اس کے بعد درود شریف پڑھے اور تمام مومنین و مومنات اور جملہ مسلمین و مسلمات کے لیے بخشش و مغفرت چاہے۔

### خواص الناس کی توبہ:

یہ تو عوام الناس کی توبہ ہے جن کی زندگی اور گناہوں کے درمیان کوئی زیادہ حد فاصل نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ گناہ اور معصیت کے سمندر میں غوطہ لگاتے رہتے ہیں لیکن خواص الناس جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت شعار اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور جن کی زندگی معصیت اور فسق و فجور سے دور رہتی ہے اور اتباع شریعت کے حامل ہوتے ہیں ان کی توبہ یہ ہے کہ ان برے اخلاق سے جن سے قلب کو پاک صاف رکھنا واجب ہے توبہ کریں، اسی طرح عاشقین و عارفین کی توبہ یہ ہے کہ اگر بھڑکے بشریت قلب سے کسی وقت کوئی گناہ صادر ہو اور ان کا دل یہ دالہی اور ذکر ربانی سے غافل ہو جائے اور ماسو اللہ ان کا دل مشغول ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کریں اور اپنی کوتاہی و تقصیر پر نادم ہوں۔

### رسول اللہ ﷺ کی کثرت توبہ و استغفار گناہوں کی وجہ سے نہیں:

رسول اکرم ﷺ اتنی کثرت سے توبہ و استغفار اس لیے نہیں کرتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ کا صدور ہوتا تھا کیوں کہ آپ معصوم تھے گناہ تو آپ کے قریب بھی نہیں بھٹکتا تھا، آپ کے قلب مبارک کو تو ملائکہ آسمان بحکم ربانی چاک کر کے خواہشات نفسانی کے لوٹھڑے کو باہر نکال کر پھینکا تھا، اس لیے آپ کے کثرت سے استغفار کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ مقام عبرت کے اعلیٰ معیار اور سب سے اونچے مقام پر فائز تھے اس لیے خیال ذہن و دماغ میں آتا تھا کہ شاید مجھ سے رب تعالیٰ کی بندگی اور عبادت میں کوئی قصور ہو گیا اور اس طرح بندگی نہ کر سکا جس طرح اس ذات واحد کی شایان شان کے لائق ہے نیز اس سے مقصود امت کو توبہ و استغفار کی ترغیب دلانا تھا، کہ رسول اکرم ﷺ باوجود معصوم ہونے کے اور خیر المخلوقات تھے جب آپ ﷺ نے دن میں ستر بار اور سو سو بار توبہ و استغفار کی تو ہم گناہ گاروں کو بطریق اولیٰ استغفار و توبہ کی کثرت کرنی چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے ردے زمین پر عذاب الہی سے امت کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے جو اٹھ گئی وہ تو حضور انور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے لہذا عذاب الہی سے اور غضب الہی سے بچنے کے لیے استغفار و توبہ کو اختیار کرو۔ پس یہی ایک ڈھال

ہے عذاب خداوندی سے بچنے کے لیے۔

(۳۹۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.

ترجمہ حدیث: دن میں سو بار استغفار:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب واضح ہے اور حضور ﷺ کا توبہ و استغفار کرنا درحقیقت امت کو تعلیم و ترغیب دینے کے لیے ہے ورنہ آپ تو معصوم تھے یہ پھر آپ کی توبہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی شکرگزاری کے لیے تھا۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُعِيزَةَ بِنِ ابْنِ أَبِي الْحَوْزِ عَنْ مُعِيذِ بْنِ أَبِي بُزْدَةَ بْنِ أَبِي

مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي

الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دن میں ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

ما قبل کی روایت میں مائتہ مرتبہ اور حدیث ہذا میں سبعین مرتبہ توبہ کرنا بظاہر دونوں میں تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سو بار یا ستر بار کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت کو بیان کرنا ہے اور محاورہ میں ستر اور سو کا لفظ بیان کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے حدیث شریف میں بھی رسول اکرم ﷺ کا کثرت سے استغفار بیان کرنا مقصود ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْمُعِيزَةِ عَنْ حَدِيقَةَ

قَالَ كَانَ فِي لِسَانِي ذَرْبٌ عَلَى أَهْلِي وَكَانَ لَا يَغْدُوهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ تَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً.

ترجمہ حدیث: کثرت سے استغفار کا حکم:

حضرت حدیفہؓ فرماتے ہیں کہ اہل خانہ سے گفتگو کرنے میں میری زبان بے قابو ہو جاتی تھی لیکن اہل خانہ سے بڑھ

کر غیر کی جانب تجاوز نہیں کرتی تھی چنانچہ میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے، روزانہ دن میں سو مرتبہ استغفار کیا کرو۔  
تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۹۳۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْحَمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَزْقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَسْرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا.

### ترجمہ حدیث: نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک بادی اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے نامہ اعمال میں بکثرت استغفار پائے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب بنی آدم کو اس کے نامہ اعمال ملیں گے اور صالحین متقین کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا تو جن کے نامہ اعمال میں توبہ و استغفار کی کثرت ہوگی وہ قابل مبارک بادی اور مستحق تہنیت ہیں کیوں کہ کثرت استغفار کا وجود درحقیقت اس کی مغفرت اور جنتی ہو جانے کی دلیل ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ خالق ارض و سماء اس سے راضی ہے اور اس سے بڑی نعمت ایک مومن اور مسلم کے لیے کیا ہو سکتی ہے کہ اس سے اس کا مولیٰ راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بکثرت توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین

(۳۹۳۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُضْعَبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ فَرْجٍ رِجًّا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

### ترجمہ حدیث: استغفار کی کثرت کثرت رزق کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے تو اللہ تعالیٰ ہر پریشانی میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دیں گے اور ہر تنگی میں اس کے لیے راہ بتا دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔



## تشریح حدیث: استغفار کو لازم کرنے کا مطلب

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ استغفار کو اپنے اوپر لازم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی گناہ دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہو جائے یا کوئی آفت و مصیبت یا رنج و غم ظاہر ہو تو فوراً بلا کسی تاخیر کے استغفار کرے، یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کرے کیوں کہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں انسان استغفار کا محتاج نہ ہو، اس لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

طوبی لمن وجد فی صحیفته استغفاراً کثیراً: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار کی کثرت پائی، پس جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کر لیتا ہے اور خوب زیادہ اس کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے قلب کا تعلق اور اللہ تعالیٰ پر اس کی ذات کا اعتماد توکل مستحکم اور قوی ہو جاتا ہے پھر اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرتے ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر شے سے نکلنے کے لیے راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جہاں کے بارے میں اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے اور ارشاد خداوندی ہے: ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے استغفار اور اس کی فضیلت کا فائدہ اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿۱۲﴾

پس میں نے کہا تم اپنے رب سے مغفرت چاہو کیونکہ وہ زیادہ بخشنے والا ہے وہ تم پر کثرت سے بارش برسائے گا اور تمہاری مدد کرے گا مال اور اولاد کے ذریعہ اور تمہارے لیے باغات بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کرے گا۔

حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور قحط سالی کی شکایات کی، آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر ایک محتاج شخص آیا اور اپنی محتاجگی کی شکایت کی، آپ نے اسے بھی استغفار کرنے کے لیے کہا پھر اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے آکر اولاد نہ ہونے کی شکایت کی اور ایک شخص نے کھیت میں پیداوار کی کمی کی شکایت کی تو آپ نے ان سب سے یہی فرمایا کہ استغفار کی کثرت کرو سب مشکلات حل ہو جائیں گی۔۔۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت! آپ کے پاس کئی لوگ آئے اور سب نے الگ الگ حاجت پیش کی لیکن آپ نے ہر ایک سے یہی فرمایا استغفار کی کثرت کرو، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ میں نے جن جن باتوں کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے مذکورہ آیت میں سب موجود ہیں۔

(۳۹۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا.

ترجمہ حدیث: رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللہم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساءوا استغفروا، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جب کوئی نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی برائی کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی قطعاً حاجت نہیں۔

### (۱۴۰۷) بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں نیک عمل، قرآن و سنت کے مطابق عمل کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جب بندہ مومن حکم خداوندی کے مطابق اس کے ادا کر کو بجالاتا ہے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتا ہے اور اس کے حدود کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے تمام اعمال و افعال کو خالص باری تعالیٰ کی رضا مندی اور خوش نودی کے لیے کرتا ہے اور شرک کی تمام اقسام سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے اعمال کا اجر و ثواب کس قدر زیادہ ہوتا ہے اور اللہ پاک کس قدر انعامات و اکرام سے نوازتے ہیں اس باب کی احادیث میں اسی کا بیان ہے۔

(۳۹۴۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شَبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرَوْلَةً وَمَنْ لَقِينِي بِقَرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةٌ ثُمَّ لَا يَشْرُكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً

ترجمہ حدیث: اللہ کی طرف بندے کی تھوڑی توجہ، بندے کی طرف اللہ کی زیادہ توجہ کا باعث ہے:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک نیکی لے کر

آئے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا اور میں اور اضافہ کروں گا، اور جو شخص برائی لے کر آئے گا برائی کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں معاف کر دوں گا، اور جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوگا تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوں گا اور جو شخص مجھ سے ایک ذراع قریب ہوگا تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو شخص میرے پاس چل کر آئے گا تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاؤں گا اور جو مجھ سے زمین پر خطائیں لے کر ملے پھر وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اسی قدر (زمین پر) مغفرت لے کر ملتا ہوں۔  
تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ کتنا زیادہ رحیم و کریم ہے اس کی دریائے رحمت کس قدر وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کس قدر مہربان و رحمان ہے اس کی شان و غفور و درگزر کس قدر بے پایاں ہے اور اس کی شان کریمی اور فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ہلکا سا انداز اس حدیث شریف سے ہو جاتا ہے حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جب بندہ اپنے رب کی طرف تھوڑی سی بھی التفات و توجہ کرتا ہے اور تھوڑی سی بھی رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت تیزی سے اس کو آ کر ڈھانپ لیتی ہے اور بارگاہ الہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ اور التفات اور رحمت و مغفرت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔  
اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تقرب اور ہرولہ دونوں صفت سے متصف ہے۔ لیکن اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو مذہب ہیں۔

### مذہب اول:

حضرات صحابہ کرام کے دور سے قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر یہ تک یہ رہا ہے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ صحیحہ میں جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہیں وہ سب کی سب باری تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اس کی شان الہی کے مطابق تمام مخلوق پر لازم ہے کہ اس پر ایمان رکھے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور دل و جان سے اس کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھے۔  
مذہب دوم:

صفات باری تعالیٰ کے بارے میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ان میں مناسب تاویل کی جائے چوں کہ قرآن و حدیث میں بعض صفات باری تعالیٰ کی ایسی آئیں ہیں جو مخلوقات کی خواص ہیں جو حادث اور فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ حوادث اور فنا سے پاک ہے اس لیے علماء متاخرین نے اس کی توجیہ فرمائی ہے کہ تقرب اور ہرولہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تیزی سے گھیرنا ہے، یعنی جس قدر تیزی سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجالاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ آ کر اس کو گھیر لیتی ہے اس کو حدیث میں ہرولہ اور مشی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قولہ: شبیر: ای مقدار اقلیلا۔ قولہ: تقربت منه باعاً۔ وهو قدر مد الیدین

قولہ: اتیتہ ہرولۃ، وهو الاسراع فی المشی ای اوصل الیہ رحمتی بسرۃ و صبت علیہ الرحمۃ۔

حدیث شریف میں ذراع، باع شبیر اور ہرولہ چار الفاظ مذکور ہیں یہ سب لوگوں کے مقامات و درجات کے اعتبار

سے اجابت کے مختلف درجات ہیں جو بندہ اللہ کے جتنا زیادہ قریبی ہوتا ہے رحمت خداوندی اسی طرح اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور دریائے رحمت و مغفرت طغیانی و موج اسے آکر ڈھاپ لیتی ہے۔

(۳۹۴۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عَبْدُ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شَيْءٌ اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ ذَرَاغًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْسِيهِ أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً۔

ترجمہ حدیث: فرشتوں کی جماعت میں ذاکرین کا تذکرہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں (وہ میرے بارے میں جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوں) اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر اس نے اپنے دل میں یاد کیا تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر اس نے مجھے مجمع میں یاد کیا تو میں بھی اسے ایسے مجمع میں یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہوتا ہے، اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوتا ہوں اور اگر بندہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

تشریح حدیث:

قولہ: انا عند ظن عبدي: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جیسا بندہ اس کے بارے میں گمان کرتا ہے اس حدیث میں بندے کو اس بات کی جانب دعوت دینا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھے اور یہ یقین رکھے کہ میرا اللہ عظیم رحمت والا وسیع مغفرت والا اور کریم و غفور ہے جب گناہوں میں گرفتار بندہ اپنے رب سے رحمت کی امید رکھے گا تو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ رحیم و کریم، غفور، و ستار پائے گا، جب بندہ اپنے رب کے بارے میں خیال کرے گا کہ میرا رب گناہوں کو معاف کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ پاک کی وسیع مغفرت کی چادر میں اسے ضرور جگہ ملے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ کام کرے جو بندہ اس کے ساتھ گمان کرے، علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جانب رجا جانب خوف پر غالب رہنا چاہئے۔

قولہ: وانا معه اذا ذكرني: ای بعلمی ای اکون معه بعلمی لا بجسمی

قولہ: فان ذكرني في نفسه الخ: ای ذکرنی بالتنزیة والتقدیس مراد ذکرته بالثواب والرحمة مرا۔

قولہ: ذكرته في ملاخیر منه: ای فی جماعة الملائكة یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کو ملائکہ کے مجمع میں یاد کرتے ہیں جو ان سے بہتر ہیں۔ علامہ ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائکہ بنی

آدم سے افضل ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا مذہب ہے لیکن جمہور علماء نے ابن بطال کے قول کا تعاقب کیا ہے (۱)  
 (۳۹۳۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ لَهُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ.

ترجمہ حدیث: روزہ کا بدلہ خدا تعالیٰ خود عطا کرے گا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل (کا ثواب) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے روزہ تو خاص میرے لیے ہے (اس میں ریاکاری کا کوئی دخل نہیں) اس لیے اس کا بدلہ میں خود بندے کو دوں گا۔

تشریح حدیث: ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام عبادات اور جملہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور وہی اپنے بندے کو اجر بھی دے گا پھر خصوصیت کے ساتھ صوم کے متعلق کیوں فرمایا کہ اس کا بدلہ میں دوں گا؟

حضرات علماء کرام و شراح عظام اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) قاضی عیاض وغیرہ نے ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ تمام عبادات و اعمال میں ظاہری حرکات و سکنات کا دخل ہوتا ہے اور ان میں ریا و نمود کا احتمال ہوتا ہے اس کے برخلاف روزہ اس کا تعلق نیت اور قبض سے ہوتا ہے جو لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے اس لیے اس میں ریا کا بالکل دخل نہیں ہوتا ہے بایں وجہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ خود اپنے دست مبارک سے عطا فرمائیں گے، (۲) الصوم لی کا مطلب یہ ہے کہ افہ احب العبادات الی وهو المقدم عندی چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صوم حسنہ عظیمہ ہے جو قوت ملکیت کو قوی اور قوت بھیمہ کو ضعیف کر دیتا ہے روح کو صیقل کرنے اور طبیعت کو مقہور کرنے میں یہ بے نظیر چیز ہے، (۳) اس میں اضافت تشریف و تعظیم کے طور پر ہے (۴) یا طعام و شہوات وغیرہ سے استغناء خدا تعالیٰ کی صفات سے ہے جب صائم صفات خداوندی کی موافقت کر کے قرب خداوندی حاصل کیا تو وہ اللہ کی نظر میں محبوب بن گیا۔ اس لیے صوم کی اضافت اللہ کی طرف کر کے الصوم لی فرمایا گیا پھر اس پر وانا اجزی بہ کہا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں جو مطولات میں موجود ہیں وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۲۰۸) باب ما جاء في لا حول ولا قوة الا بالله

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ، اور حضرت

حازم بن حرمہؓ سے منقول ہیں اس باب میں صرف لا حول ولا قوة الا بالله کے کیا فضائل ہیں اور اس کے کیا ثواب ہیں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔

(۳۹۴۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاؤًا جَرِيْزٌ عَنْ عَاصِمِ الْاَخْوَلِ عَنْ اَبِي عَثْمَانَ عَنْ اَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ قَالَ يَا عَبْدَ اللهِ بَيْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ.

ترجمہ حدیث: جنت کے خزانے:

حضرت ابو موسیؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے لا حول ولا قوة الا بالله کہتے سنا، تو فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! (یہ ابو موسی کا نام ہے) کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ یعنی کلمہ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور بتلائیے، آپ نے فرمایا، کہ لا حول ولا قوة الا بالله۔

تشریح حدیث: جنت کے خزانے ہونے کا مطلب:

قولہ: كنوز الجنة: ارشاد عالی، لا حول ولا قوة جنت کا خزانہ ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنت کا ذخیرہ ہے جو شخص اس کو پڑھے گا اس کو قیامت کے دن وہ ذخیرہ حاصل ہوگا جس دن نہ دنیا کا کوئی خزانہ و مال کام آئے گا اور نہ اولاد اور نہ دوسرے عزیز و اقارب نفع پہنچائیں گے مواہب الجلیل للحطاب میں ہے كنز من كنوز الجنة سے اس عظیم ثواب کی طرف اشارہ ہے جو اس کے پڑھنے والے کو جنت میں حاصل ہوگا علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: معنی الكنز هنا انه ثواب مدخر فی الجنة وهو ثواب نفیس كما ان كنز نفس اموالكم<sup>(۱)</sup>

لا حول ولا قوة الا بالله کا مطلب

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی حرکت، استطاعت اور حیلہ نہیں کہ آدمی معصیت سے محفوظ رہے جب تک کہ مشیت ایزدی شامل نہ ہوگی کوئی آدمی گناہ و معصیت سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ کسی عبادت و عمل صالح کو انجام دے سکتا ہے قال اهل اللغة: الحول: الحركة والحبلة، ای لا حركة ولا استطاعة ولا حيلة الا بمشيئة الله تعالى، وقيل معناه لا حول في دفع شر ولا قوة تحصيل خير، لا بالله قيل لا حول عن معصية الله الا بعصمته ولا قوة على طاعته الخ<sup>(۱)</sup>

اس کلمہ کے بارے میں حضرات مشائخ عظام لکھتے ہیں کہ یہ ذکر یعنی لا حول ولا قوة کا ذکر اعمال صالحہ اور عبادت

(۱) شرح مسلم: ۳۲/۹ بحوالہ اهداء الديبا جلد (۲) شرح مسلم: ۳۳/۹ بحوالہ اهداء الديبا جلد: ۵/۱۷۹، فتح الباری: ۱۱/۵۰۰

کرنے میں جتنی زیادہ مدد کرتا ہے اور اس ذکر سے جتنی زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے اتنی زیادہ کسی اور ذکر سے نہیں ملتی ہے اور اتنی کثرت سے برکت حاصل ہوتی ہے اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور اللہ رب العالمین کی عبادت بجالانے کی قوت صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے اسی کی توفیق سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور اسی ذات واحد کی توفیق سے انسان عبادت و ریاضت اور حسنہ اعمال کو بجالاتا ہے اس نعمت کے آگے دنیا کے بڑے بڑے خزانے کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔

(۳۹۳۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَثْرٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک عظیم خزانہ نہ بتا دوں، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ) ضرور بتلائیے، آپ نے فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔  
تشریح حدیث: مقدمہ تفصیلہ قبل ذالک

(۳۹۳۶) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زَيْنَبٍ مَوْلَى حَازِمِ بْنِ حَزْمَلَةَ عَنْ حَازِمِ بْنِ حَزْمَلَةَ قَالَ مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا حَازِمُ أَكْثَرُ مِنْ قَوْلٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حازم بن حرمہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حازم! لا حول ولا قوۃ الا باللہ، کثرت سے پڑھا کرو، کیوں کہ یہ جنت کا ایک خزانہ ہے۔  
تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لیے بے بہا اجر و ثواب کا خزانہ ہے اور ذخیرہ جنت میں محفوظ کیا جائے گا جس سے وہ آخرت میں اسی طرح سے فائدہ اٹھائے گا جس طرح عند الضرورت محفوظ خزانوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کا منشاء اس لفظ سے کلمہ کی عظمت اور قدردانیت بتانا ہے یعنی یہ جنت کے خزانوں کے جواہرات میں سے ایک عظیم الشان جوہر ہے کسی چیز کو بہت قیمتی بتانے کے لیے یہ بہترین تعبیر ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

☆☆☆



## کِتَابُ الدُّعَاءِ

الدُّعَاءُ: دعایہ دعا یا دعویٰ و دعویہ دعا کا مصدر ہے، دعا کے معنی پکارنے اور عاجزی کے ساتھ مانگنے کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں دعاء ایک خاص عبادت ہے جو صرف اللہ ہی سے جائز ہے گویا اصطلاح شریعت میں اپنے خالق و مالک سے مانگنا دعاء ہے، اور یہ ایک عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور اصل اصل ہے ارشاد نبوی ہے الدعاء مخ العبادۃ، نیز قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے مانگنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اذْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۚ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور اس کو عبادت قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَذْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ ذٰلِیْنَ ۖ (۱) بے شک جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذکیل کر کے داخل کئے جائے گے اس آیت میں دعا پر عبادت کا اطلاق کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دعاء ایک عبادت ہے لہذا جس طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ دیگر تمام عبادتیں غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہیں اسی طرح دعاء بھی غیر سے کرنا جائز نہیں ہے غیر سے مانگنا اس کے سامنے عاجزی و انکساری، گریہ و زاری اور خشوع و تذلیل کے ساتھ دعا کرنا جائز نہیں ہے یہ شرک ہے دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے گی۔

علامہ عبد البر فرماتے ہیں کہ دعاء سب کے سب بہتر ہے عبادت اور حسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے جو اچھا عمل کرے، اور دعا بھی چوں کہ حسن عمل ہے اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو بھی ضائع نہیں فرمائے گا، حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ما اخاف ان احرم الاجابة میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اجابت دعا سے محروم کر دیا جاؤں گا، ولکنی اخاف ان احرم الدعاء البتہ اس کا خوف ہے کہ کہیں دعائی سے محروم نہ کر دیا جاؤں، اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس سے دعا کرتے ہیں اس کے سامنے گریہ و زاری کر کے دست سوال دراز کرتا ہے اس لیے کہ مومن کا اپنے رب سے تضرع و خشوع کے ساتھ دعا کرنا اس کے سامنے رونا، بلبلا نا اس کی صحت اعتقاد اور قوت یقین کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے وہ مجیب ہے، علیم ہے، قادر ہے، رحمن ہے، رحیم ہے، رزاق ہے، کریم ہے، وہاب عظیم ہے مجیب دعا المضطربین ہے اسی یقین کامل اور اعتقاد محکم کی وجہ سے صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوتا کہ اس کے کرب و الم اور تکالیف و شدائد کو دور کر دے، اور اس کی دعا کو قبول کرے، گویا اس کے دل و دماغ میں توحید رچ بس چکا ہے۔

(۱) سورۃ المؤمن رقم آیت ۶۰



## سکوت افضل ہے یا دعا:

حضرات علماء کرام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ سکوت افضل ہے یا دعاء جمہور اہل علم کے نزدیک دعا کرنا اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے خدا کے سامنے دست سوال دراز کرنا افضل ہے کیوں کہ دعا ایک عبادت ہے بلکہ تمام عبادتوں کا مغز اور جڑ ہے نیز دعا میں اپنی عبدیت، بندگی، خاکساری، عاجزی، تذلل، تضرع اور بے بسی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے دعا افضل ہے دعا نہ کرنے اور استکبار اعراض کرنے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے، نیز رسول اکرم ﷺ اور سلف صالحین سے دعا کرنا منقول ہے محدثین نے بقاعدہ اس پر ابواب باندھے ہیں اور سینکڑوں احادیث اس کے ذیل میں جمع کر دی ہیں جو دعا کی افضلیت پر دلالت ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک دعا کر کے قضاء الہی کے ماتحت رضاء و تسلیم افضل ہے اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے بندے کی ضروریات سے باخبر ہے اس کی مشکلات و مصائب سے واقف ہے لہذا اللہ خود عطا فرمائے گا کما قال النبی ﷺ خبراً عن اللہ تعالیٰ من شغلہ ذکرى عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطى السائلین۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ زبان پر دعا ہونا اور قلب میں رضاء و تسلیم ہونا ہی واجب ہے تاکہ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے (۱)

## دعا کے آداب و اصول:

علماء کرام نے قرآن و حدیث سے اخذ کر کے دعا کے مختلف آداب و اصول بیان کئے ہیں ان میں سے چند آداب حسب ذیل ہیں۔

- (۱) دعا سے قبل کسی عمل صالح کو مقدم کرنا
- (۲) استقبال قبلہ ہو کر دو زانوں ہو کر بیٹھ کر دعا کرنا
- (۳) دعاؤں کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی خوب زیادہ حمد و ثناء بیان کرنا۔
- (۴) دعاء کے اول و آخر میں رسول پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنا
- (۵) نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرنا
- (۶) دعاء کے وقت پورے طور پر قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا غفلت و بے اعتنائی بالکل نہ ہونا۔
- (۷) دعاء کے وقت دونوں ہاتھوں کے سینہ کے برابر تک اٹھانا۔
- (۸) دعاء میں ہاتھ کی ہتھیلی کا رخ چہرے کی طرف رکھنا۔

(۹) حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے توسل سے سوال کرنا

(۱۰) دعا میں آواز کو پست رکھنا

(۱۱) اپنے گناہوں کا اقرار کر کے صدق دل سے توبہ کرنا

(۱۲) پورے یقین و ثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا (دل میں بالکل کامل یقین رکھنا کہ جو کچھ مانگ رہا ہوں اللہ

تعالیٰ ضرور عطا فرمائے گا

(۱۳) کسی امر محال اور گناہ کے متعلق دعا نہ کرنا

(۱۴) بالکل اخلاص و التہیت کے ساتھ دعا کرنا۔

(۱۵) اکل و شرب اور لباس میں حرام سے بچنا۔

مذکورہ بالا تمام آداب و اصول کی رعایت کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

دعا کے عدم قبولیت کے اسباب:

علامہ مناوی فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا شرف قبولیت سے ہم کنار ہی نہیں ہوتی، جبکہ ارشاد ربانی ہے اَدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ثُمَّ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اس کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی ہے آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے قلوب مردہ ہو چکے ہیں فرمایا کس چیز نے دلوں کو مردہ کر دیا؟ فرمایا آٹھ خصلتیں ایسی ہیں جنہوں نے تمہارے قلوب کو مردہ بنا دیا ہے۔

(۱) عرفتم حق اللہ فلم تقوموا بہ: حقوق الہی کو پہچاننے کے باوجود تم نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا۔

(۲) وقرأتم القرآن فلم تعملوا بہ حدودہ تم نے قرآن مجید کو پڑھا لیکن اس کے باوجود اس کے حدود پر عمل پیرا

نہیں ہوئے۔

(۳) وقلتم نحب رسول اللہ ﷺ وترکتہم سنتہ حب رسول اللہ ﷺ اور عشق نبی کا دعویٰ ہے لیکن عمل سنت رسول

کے خلاف ہے۔

(۴) وقلتم نخشى الموت فلم تستعدوا لہ تم کہتے ہو کہ موت سے ہم ڈرتے ہیں لیکن اس کے باوجود موت

کے بعد کام آنے والے اعمال کی تیاری نہیں کرتے۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الشیطان لکم عدو، شیطان بلاشبہ تمہارا دشمن ہے فواطأتموه علی المعاصی۔ لیکن

پھر بھی تم نے معصیت پر اس کی موافقت کی۔

(۶) وَقَلْتُمْ نَخَافُ النَّارَ فَارْهَقْتُمْ اَبْدَا الْكُفْرِ فِيهَا: تم کہتے ہو کہ ہمیں جہنم سے ڈر ہے لیکن پھر بھی اپنے جسم کو اس میں داخل کرتے ہو۔

(۷) وَقَلْتُمْ نَحِبُ الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوا لَهَا حَبْ جَنَّتْ كَادَعُوْیْ هِیَ لَیْكِنْ اِسْ كَے واسطے عمل نہیں۔

(۸) وَاِذَا قُمْتُمْ مِنْ فَرْشِكُمْ رَمِیْتُمْ بَعِیُوبَكُمْ وِرَاءَ ظَهْرِكُمْ وَقَدْ مَتَمَّ عِیُوبُ النَّاسِ اِمَامَكُمْ فَاسْخَطْتُمْ رَبَّكَ فَكَيْفَ یَسْتَجِیْبُ لَكُمْ (۱) تم اپنے بستروں سے اٹھنے کے بعد اپنے عیوب کو پس پشت ڈال کر، اور دوسروں کے عیوب و نقائص کو سامنے رکھ کر اپنے رب کو ناراض کرتے ہو پھر کس طرح وہ تمہاری دعا قبول کرے گا۔

### اجتماعی دعاء کی شرعی حیثیت:

لا ریب دعا ایک عبادت اور مومنین کے لیے عظیم الشان ہتھیار ہے اس کی وہی کیفیت اور ہیئت عند اللہ مقبول ہے جو رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام سے منقول ہے اور حضرات سلف کا معمول ہے، دعا کی یہ ہیئت کہ امام زور و زور سے باواز بلند دعائیں پڑھیں اور مقتدی اس پر آمین کہیں، خاص خاص مواقع کے علاوہ آپ سے ثابت نہیں، اس سے دعا کا انفرادی عمل اجتماعی صورت اختیار کر لیتا ہے دعاؤں کا اس درجہ اہتمام و التزام قرون مشہود لہذا بالخیر میں ثابت نہیں جو آج کل ہمارے یہاں مسجدوں میں مروج ہے اسی لیے بہت محقق اہل علم نے اس مروجہ طریقہ دعا کو ناپسند کیا ہے، علامہ اسحاق شاطبی نے ایک سے زیادہ مقامات پر اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَقَدْ حَصَلَ اَنْ الدُّعَاءَ بِهَيْئَةِ الْاجْتِمَاعِ دَائِمًا لَمْ یَكُنْ فِعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا لَمْ یَكُنْ قَوْلُهُ وَاَقْرَاهُ (۲)

حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ اجتماعی طور پر دعا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا اور نہ آپ ﷺ کا قول اور نہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا ہو۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صاحب معارف السنن ماضی قریب کے ان علماء میں سے تھے جنہوں نے فقہ حنفی کو تقویت پہنچانے کی خوب خوب سعی کی وہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قَدْ رَاجَ فِی کَثِیْرٍ مِّنَ الْبِلَادِ الدُّعَاءَ بِهَيْئَةِ اجْتِمَاعِیَّةٍ رَافِعِیْنَ اِیْدِیْہِمْ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَةِ وَلَمْ یُثْبِتْ ذَٰلِکَ فِی عَہْدِہٖ ﷺ وَبِالْاِتِّحَاصِ بِالْمَوَاطِنِ نَعَمْ ثَبَّتْ اِدْعِیَّةٌ کَثِیْرَةٌ بِاَلْتَّوَاتُرِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَلَکِنَّمَا مِنْ غَیْرِ رَفْعِ الْاِیْدِیِّ وَمِنْ غَیْرِ هَيْئَةِ اجْتِمَاعِیَّةٍ (۳)

بہت سے شہروں میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا رواج ہو گیا ہے، عہد نبوی ﷺ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، خاص مواظبت، اور پابندی کے ساتھ، ہاں فرض کے بعد بہت سی دعائیں تواتر سے ثابت ہیں لیکن بغیر ہاتھ

اٹھائے ہوئے، اور انفرادی طریقہ پر نہ کہ اجتماعی۔

ایک اور موقع پر اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

غير انه يظهر بعد البحث والتحقيق انه وان وقع في ذلك احيانا عند حاجات خاصة لم تكن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة ولا للكان ان ينقل تواترا (۱)

لیکن بحث تحقیق کے بعد یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ کبھی کبھی خصوصی طور پر نماز کے بعد دعا کی گئی ہے لیکن یہ آپ ﷺ یا صحابہ کی سنت مستمرہ نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ بات تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہوتی۔

یہی رائے علامہ کشمیری کی بھی تھی۔۔۔ فی زمانہ نمازوں کے بعد دعاؤں کا اہتمام والتزام اس درجہ ہے کہ بجائے خود یہ (دعائیں نماز کا جزء بن گئی ہیں، اور اگر کوئی امام کبھی دعا نہ کرے تو اس کی خیر نہیں، اور یہ اصول اہل علم کے نزدیک مسلم ہے جو چیز واجب نہ ہو اس کو واجب کا درجہ دیدینا اور اس کا اس درجہ اہتمام کرنا جو ثابت نہ ہو، اس کے بدعت ہونے کے لیے کافی ہے پس ضرورت ہے کہ علماء کرام و ائمہ مساجد اس مسئلہ پر توجہ دیں اور اس عمل کو اتنی تقویت نہ دیں کہ ان کا یہ فعل بدعت کے زمرے میں داخل ہو جائے (۲)۔

دعاء کے موضوع پر ہمارے رفیق محترم، مخلص و ہمد حضرت مولانا موسیٰ صاحب القاسمی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کشف العلوم کیرالہ معرکہ الآراء نفیس و عمدہ اور بہت ہی کارآمد کتاب تصنیف فرما رہے ہیں جو اس وقت تکمیل کے مرحلے سے گزر رہی ہے شائقین حضرات اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی علمی تشنگی کو بجھا سکتے ہیں اور سیر حاصل معلومات سے اپنے دل و دماغ کو مزین کر سکتے ہیں و ما توفیقی الا باللہ۔

### (۱۴۰۹) بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اس باب میں اپنے خالق و مالک رازق و ہادی اللہ رب العالمین کے سامنے تذلل و خشع اور آہ و زاری کے ساتھ دعا کرنے اور اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی فضیلت کا بیان اور اجر ثواب کا بیان ہے۔

(۳۹۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَدْعُ اللَّهَ غَضِبَ عَلَيْهِ.

ترجمہ حدیث: باری تعالیٰ سے نہ مانگنا غضب الہی کا موجب

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا ہے اللہ

تعالیٰ اس پر غصہ ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو محبوب رکھتے ہیں جو اس کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں اور اس سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کراتے ہیں اور اپنے ان بندوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو اس کے سامنے رور و کر اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگتے ہیں اور جو بندے استکبار و عجب اور غرور میں آکر دعا سے اعراض کرتے ہیں اور اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے روتے نہیں، اپنی ضروریات کی تکمیل کی درخواست نہیں، ان پر بہت غصہ اور ناراض ہوتے ہیں وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَخِرِيْنَ ﴿۳۹﴾ ان کے واسطے اس آیت کریمہ میں سخت وعید بیان فرمائی ہے اس لیے مومن کو چاہئے کہ اپنی ضروریات کی تکمیل کی درخواست صرف باری تعالیٰ کے سامنے پیش کرے جو قاضی الحاجات ہے۔

(۳۹۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَرِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ يَسِينِ الْكِنْدِيِّ عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ.

ترجمہ حدیث: دعا ایک عبادت ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت کریمہ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہا تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے بطور مبالغہ فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے، کیوں کہ دعا وہ عظیم الشان اور رفیع المکان عبادت ہے جس میں بندہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر ایک ذات سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جاتا ہے اللہ کی ذات کے علاوہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے امید رکھتا ہے پھر یہ کہ دعا میں اخلاص و للہیت ہوتی ہے خداوند قدوس کی حمد و ثناء اور اس کی ستائش اور شکرگزاری ہوتی ہے اور اپنی عبدیت و بندگی کا اظہار نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ کرتا ہے اور اپنے رب کی الوہیت اور ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کرتا ہے اس معنی کے اعتبار سے اس کو عبادت کہا گیا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بطور دلیل قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ دعا مامور ہے

اور اس کی تعمیل پر اجر و ثواب ہے ظاہر ہے کہ جو چیز اس درجہ کی ہوتی ہے وہ عبادت ہی کہلاتی ہے جس آیت کو آپ نے تلاوت فرمایا اس کا آخری حصہ بھی اس بات پر دل ہے کہ دعا عبادت ہے، آیت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۳۹۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاءِ.

ترجمہ حدیث: عند اللہ دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔

تشریح حدیث:

ما سبق کی احادیث سے جب یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دعا عین عبادت ہے اور ایک روایت کے مطابق دعا تمام عبادتوں کا مغز ہے اور دعا ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے تو یہ بات از خود متعین ہو گئی کہ انسانوں کے اعمال و افعال اور اقوال میں دعا ہی سب سے زیادہ قیمتی ہے اور اللہ کی رحمت و عنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اسی میں ہے گویا اس میں ایک مقناطیسی صلاحیت ہے جو رب تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کو کھینچ لاتی ہے۔ اس لیے یہ سب سے کرم و محبوب ہے

(۱۴۱۰) بَابُ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بکثرت دعائیں کرتے تھے۔

(۳۹۵۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ سَنَةَ إِحْدَى وَثَلَاثِينَ وَمِائَتَيْنِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ فِي سَنَةِ خَمْسٍ وَتِسْعِينَ

وَمِائَةٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ فِي مَجْلِسِ الْأَعْمَشِ مِنْهُ خَمْسِينَ سَنَةً حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْةَ الْجَمَلِيِّ فِي

زَمَنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُكْتَبِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ الْحَنْفِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ

لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ لِي الْهَدْيَ لِي وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ

شَكَارًا لَكَ ذَكَارًا لَكَ رَهَابًا لَكَ مُطِيعًا إِلَيْكَ مُخْبِتًا إِلَيْكَ أَوْ آهًا مُبِينًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي

وَاغْسِلْ خَوْبَتِي وَأَجِبْ دَعْوَتِي وَاهْدِ قَلْبِي وَسِدِّ ذِلْسَانِي وَثَبِّتْ حُجَّتِي وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي قَالَ

أَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِيسِيُّ قُلْتُ لَوْ كَيْفَ أَقُولُهُ فِي قُنُوتِ الرُّبُورِ قَالَ نَعَمْ.

## ترجمہ حدیث: ایک جامع دعاء رسول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے رب اعنی ولا تعن علی الخ رہا! میری مدد فرمائیے، اور میرے خلاف (کسی دشمن کی) مدد نہ فرمائیے، میری نصرت فرمائیے اور میرے خلاف (کسی دشمن کی نصرت نہ فرمائیے، میرے لیے تدبیر کیجئے، اور میرے خلاف تدبیر نہ فرمائیے اور مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھئے، اور ہدایت کو میرے لیے آسان کر دیجئے، اور جو میری مخالفت کرے اس کے خلاف میری نصرت و مدد فرمائیے۔ رہا! مجھے اپنا شکر گزار بنالینے، آپ اپنے ذکر کرنے والا، اپنے لیے رونے والا، گڑگڑانے والا، اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنالینے، رہا! میری توبہ قبول فرمائیں اور میرے گناہ دھو ڈالیں، اور میری دعا کو قبول عطا فرمائیے، میرے دل کو راہ راست پر ثابت رکھئے، اور میری زبان کو درست کر دیجئے، میری محبت کو مضبوط کر دیجئے، اور میرے دل کے کینے کو باہر نکال دیجئے۔۔۔ ابوالحسن طنافسی کہتے ہیں کہ میں نے وکیع سے کہا کہ میں و تریس یہ دعا پڑھ لیا کروں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں، (پڑھ لیا کرو)

تشریح حدیث:

قولہ: و امکر لی و لا تمکر علی: صاحب عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی نے شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مکر کے معنی خداع اور فریب کے ہیں، لیکن جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے دشمنان دین اسلام پر ایسی جگہ سے مصیبتوں اور بلاؤں کا اترنا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہو۔ بعض حضرات نے مکر کے معنی استدراج العبد بالطاعہ سے کی ہیں یعنی طاعت و عبادت کے ذریعہ بندے کو ڈھیل دینا: یہاں تک بندہ یہ خیال کرنے لگے اس کی عبادت عند اللہ مقبول ہو رہی ہے حالانکہ وہ مردود ہے، ابن الملک کہتے ہیں کہ دشمن کو دور کرنے کے لیے حیلہ اور غور و فکر اس طرح کرنا کہ دشمن کو شعور تک نہ ہو مکر کہلاتا ہے، المکر الخداع و هو بحمد اللہ ایقاع ہلاتہ باعدائہ من حیث لا یشعر و حد، و قیل استدراج العبد بالطاعة فیتوہم منها مقبولة وھی مردودہ۔

وقال ابن الملک: المکر: الحيلة والفکر فی دفع عدو بحیث لا یشعر بہ العدو (۱)

قولہ منخباً: ای خاشعاً و متواضعاً مطیعاً الاخبات الخشوع و التواضع،

قولہ: و ازاها: ای کثیر التاوه المتضرع کثیر البکاء۔ و قیل کثیر الدعاء،

قولہ: منیبا: من الانابة: ای الرجوع الی اللہ تعالیٰ بالتوبة توبہ کے ذریعہ اللہ کی جانب رجوع کرنا۔

قولہ: و اغسل جوبتی: الحویة۔ الزلّة۔ لغزش الخبطیۃ۔ غلطی۔ الحوب۔ الاثم۔ گناہ

قولہ: و اسلل سخیمة۔ السخیمة۔ الحق فی النفس۔ ای اخرج الحق من قلبی علماء نے لکھا ہے کہ یہ

حدیث مسلسل بالتاریخ ہے۔

(۳۹۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتْ فَاطِمَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا مَا عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ فَرَجَعَتْ فَأَتَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ الَّذِي سَأَلْتَ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَوْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَقَالَ لَهَا عَلَيَّ قَوْلِي لَا بَلْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَقَالَتْ فَقَالَ قُولِي اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

ترجمہ حدیث: حضرت فاطمہؓ کو ایک عمدہ دعا کی تعلیم

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ خدمت عالیہ میں ایک خادمہ مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں، آپؐ نے فرمایا میری خادمہ نہیں ہے کہ میں تجھے دوں، چناں چہ حضرت فاطمہؓ واپس ہو گئیں پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا (اے فاطمہ!) جو تم نے سوال کیا ہے وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا پھر اس سے بہتر چیز تمہیں پسند ہے؟ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ کہو مجھے غلام سے بہتر چیز پسند ہے چناں چہ حضرت فاطمہؓ نے یہی عرض کیا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہو۔

اللهم رب السماوات السبع ورب العرش العظيم، ربنا ورب كل شيء منزل التوراة والانجيل والقرآن العظيم۔ انت الاول فليس قبلك شيء، وانت الآخر فليس بعدك شيء وانت الظاهر فليس فوقك شيء وانت الباطن فليس دون شيء اقض عنا الدين واغننا من الفقر۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں کا رب عرش عظیم کا رب اے ہمارے رب اور ہر شئی کا رب، تورات، انجیل، اور قرآن عظیم کو نازل کرنے والے آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کچھ نہ ہوگا آپ ظاہر غالب ہیں آپ سے اوپر کوئی چیز نہیں، آپ باطن ہیں آپ سے بڑھ کر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہمارے قرض ادا فرما دیجئے، اور ہمیں فقر و فاقہ سے غنا عطا فرما دیجئے۔

تشریح حدیث:

آپ اول ہیں بلا ابتداء کے اور آپ آخر ہیں بلا انتہا کے، آپ ظاہر ہیں الظاہر اسمائے الہی میں سے ایک اسم ہے،



ظہور سے ماخوذ ہے بمعنی اقبال غلبہ اور کمال قدرت کے ہیں کہا جاتا ہے ظہر فلان علی فلان فلان پر غالب آ گیا بعض نے کہا ظاہر اس ذات کو کہتے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ظاہر و باہر ہو۔  
الباطن: جو تمام مخلوقات سے مخفی ہو، بعض نے کہا اس کے معنی ہیں اسرار و خفیات کو جاننے والا ہو۔ دلوں کے راز سے واقف کار۔

قوله: اقض عنا الدين: امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں کہ لفظ دین سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تمام قسمیں ہیں۔ یحتمل ان المراد بالدين هنا حقوق الله تعالى وحقوق العباد كلها من جميع الانواع (۱)  
(۳۹۵۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّورَقِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتَّقَى وَالْعِفَافَ وَالْغِنَى.

ترجمہ حدیث: ہدایت تقویٰ اور پاکدامنی کا سوال:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ اللھم انی اسألك الهدی والتقى والعفاف والغنى۔

ربا! میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی، اور غنی کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

قوله: والعفاف والغنى۔ العفاف والعفة ناجائز اور غیر مباح امور سے بچنا اور اس سے باز آ جانا، پاکدامنی  
قوله: الغنى: اس سے مراد غنی النفس ہے یعنی لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں اس سے بے نیازی والغنى هنا غنى النفس، والاستغناء عن الناس وعمافی ایدیہم۔

(۳۹۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: علم میں اضافہ اور علم نافع کی دعا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم انفعني بما علمتني وعلمني ما ينفعني، وزدني علماً، والحمد لله على كل حال، واعوذ بالله من عذاب النار.

ربا! جو علم آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس سے نفع عطا فرمائیے، اور مجھے ایسا علم عطا فرمائیے جو میرے لیے نافع ہو، اور میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے، اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ستائش ہے اور میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی جہنم کی آگ سے۔  
تشریح حدیث:

یہ علم و عمل کی دعا ہے اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے علم و عمل اور زیادتی علم کی دعا کی، علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کی زیادتی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی سے دعا کرنے کا حکم دیا قل رب زدنی علماً آپ کہتے ربا! میرے علم میں اضافہ فرمائیے نیز انسان پر چوں کہ ہر وقت اللہ کی نعمت برتی رہتی ہے ہر سانس کا خروج و دخول اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی مدح و تعریف میں رطب اللسان رہنا چاہئے اور عذاب نار سے حفاظت کی دعا بھی مانگتے رہنا چاہئے۔ رسول اللہ اس حدیث سے اپنی امت کو تعلیم دے رہے ہیں کہ اس دعا کو اپنا حرز جان بنالیں اور ہر نماز کے بعد اس کو اپنا معمول بنالیں اس لیے جب عمل کے ساتھ علم صحیح ہوگا اور علم صحیح کے ساتھ عمل صالح ہوگا تو وہ عند اللہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

(۳۹۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَيِّزُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَقْنَاكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ فَقَالَ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ يَقْلِبُهَا وَأَشَارَ الْأَعْمَشُ بِإِصْبَعِيهِ.

ترجمہ حدیث: دین اسلام پر ثابت قدمی کی دعا:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم ثبت قلبي على دينك: ربا! تو میرے دل کو اپنے دین (اسلام) پر ثابت قدم فرما۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے بارے میں خوف کر رہے ہیں؟ حالاں کہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور جو دین (اسلام) آپ لے کر آئے ہیں ہم اس کی تصدیق کر چکے ہیں، رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ اس کو پلٹ دیتے ہیں حدیث کے راوی اعمش نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ بھی کیا۔

تشریح حدیث:

دلوں کے رحمان کی انگلیوں کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دلوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل قبضہ اور کنٹرول حاصل ہے

جس طرح چاہتا ہے اس کو التا پلتا رہتا ہے اس لیے دین اسلام اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی کی دعا برابر کرتے رہنا چاہئے، جب نبی ثابت قدمی کی دعا کر رہے ہیں تو ہم جیسے سیہ کار اور گنہگار تو اس کا حد درجہ محتاج ہیں لہذا ہمیں بھی اس کا معمول بنانا چاہئے۔

(۳۹۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنِي دُعَاءَ أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَأَرْحَمَنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

ترجمہ حدیث: مغفرت کی دعا:

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا (یا رسول اللہ!) مجھے ایسی دعا سکھلا دیجئے کہ میں اپنی نماز میں اس کے ذریعہ دعا کروں؟ آپ نے فرمایا کہو:

اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاعفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انت الغفور الرحیم۔

ربا! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، صرف آپ ہی گناہوں کی مغفرت کرنے والے ہیں لہذا میری مغفرت فرما دیجئے، اپنی بارگاہ سے، خصوصی مغفرت اور بخشش، اور مجھ پر رحم فرمائیے بلاشبہ آپ بہت زیادہ بخشنے والے اور مہربان ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: ظلمت نفسی: اس میں اس جانب اشارہ ہے ہر انسان گناہ اور غلطی کا مجموعہ ہے کوئی بھی آدمی تقصیر و خطا سے پاک نہیں خواہ وہ صدیق ہی کیوں نہ ہو، قولہ: ولا یغفر الذنوب الا انت: اس جملہ میں درحقیقت توحید باری تعالیٰ اور وحدانیت خداوندی کا اقرار و اعتقاد ہے اور اللہ پاک ہی سے مغفرت کو چاہنا ہے قولہ: مغفرة من عندک: شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مغفرت نکرہ لایا گیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مطلوب غفران عظیم ہے جس کی حقیقت و کنہ کا ادراک نہیں کیا جاسکتا ہے، نیز اس میں من عندک یعنی یہ آپ کی طرف سے ہو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی کوئی وصف اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے، لہذا میرے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرما دیجئے۔

علامہ ابن دقیق العید کا قول:

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس میں دو معانی کا احتمال ہے:

(۱) اس سے توحید مذکور کی طرف اشارہ ہو کہ مغفرت آپ کے علاوہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا ہے لہذا میرے ساتھ

مغفرت کا معاملہ فرما دیجئے۔

(۲) من عندك کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ میری مغفرت آپ محض اپنے فضل و کرم اور رحمت خاصہ سے فرما دیجئے میرا عمل اس قابل نہیں کہ اس کے توسط سے مغفرت طلب کروں بس فضل فرما دیجئے آپ کے فضل و عنایت ہی سے مغفرت ہو سکتی ہے ابن الجوزی نے اسی پر جزم کا اظہار کیا ہے اور صاحب اہداء الدیاجہ اس کو حسن قرار دیا ہے (۱)  
 قوله: انك انت الغفور الرحيم۔ اس میں جہت مقابلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی دو صفت کا ذکر ہے، الغفور۔ اغفولی کے مقابلے میں اور الرحیم ارحمنی کے مقابلے میں ہے اس کو مقابلہ مرتبہ کہتے ہیں۔

قول: ادعوبہ فی صلاتی:

یہ دعا نماز میں کب پڑھی جائے گی؟ اس میں تین اقوال ہیں:

(۱) عقب التشہد، یعنی التحیات کے بعد یہ دعا پڑھی جائے گی، بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ملا علی قاری بھی اسی کے قائل ہیں نیز امام بخاری نے بھی باب الدعاء قبل السلام میں اس کو ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی بعد التشہد یہ دعا پڑھی جائیگی۔

(۲) ابن دینق العید شرح العمدة میں فرماتے ہیں کہ بغیر تعیین کے جہاں چاہے نماز میں اس کو پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی جگہ تو سجود ہے یا پھر تشہد کے بعد کیوں کہ یہی دو جگہیں ہیں جہاں دعا کرنے کا حکم ہے سجود میں دعا کرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ہے واما السجود فاجتهد وفيه الدعاء اور تشہد کے متعلق ارشاد ہے وليختر بعد ذلك من المسألة ما شاء۔ معلوم ہوا کہ اس دعاء کے پڑھنے کا محل نماز میں یا تو سجود ہے یا پھر تشہد کے بعد، راجح قول کے مطابق یہ دعا تشہد کے بعد پڑھی جائے گی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۳۹۵۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَكَبِّعٌ عَلَى عَصَا فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ قُمْنَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا كَمَا تَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسٍ بَعْظُمَائُهَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ دَعَوْتَ اللَّهَ لَنَا قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَأَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَأَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ قَالَ فَكَأَنَّمَا أَحْبَبْنَا أَنْ يَزِيدَنَا فَقَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ جَمَعْتُ لَكُمْ الْأَمْرَ.

ترجمہ حدیث: رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا:

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے جبکہ آپ ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے

(۱) اہداء الدیاجہ: ۱۸۸/۵

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

ہوئے تھے جب ہم نے آپ کو دیکھا تو (تعظیماً وادباً) کھڑے ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو جیسا کہ اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ ہمارے حق میں دعا فرما دیجئے تو آپ نے دعا فرمائی۔

اللہم اغفر لنا وارحمنا، وارض عنا وتقبل منا وادخل الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شأننا كله۔  
ربا! ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما تو ہم سے راضی ہو جا، اور تو ہماری عبارت قبول فرما کر، ہمیں جنت میں داخل فرما، اور ہمیں جہنم سے نجات عطا فرما، اور ہمارے تمام کاموں کو درست عطا فرما۔۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے چاہا کہ آپ ہمارے لیے مزید دعا فرمائیں، تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہارے لیے ہر لحاظ سے جامع دعا نہ کر دی، (یعنی یقیناً کر دی)

تشریح حدیث: قیام تعظیمی کا شرعی حکم:

قول: لاتفعلوا کما تفعل اہل فارس: ملک فارس میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی با اثر صاحب وجاہت اور زمام اقتدار و حکومت سنبھالنے والا میں سے کوئی آتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے، اور تعظیماً وادباً ان کے سامنے ارد گرد کھڑے ہو جاتے جیسا کہ آج کل ہمارے ملک ہندوستان اور پاکستان وغیرہ میں بھی رائج ہے کہ جب بھی کوئی با حیثیت شخص آئے تو سارے لوگ جو اس سے نیچے کے ہوتے ہیں سلامی دینے کے لیے سلوٹ مارنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس طرح سے قیام کو منع فرمایا ہے البتہ آنے والوں کی تعظیم میں کھڑا ہونا، یا اساتذہ کی آمد پر طلبہ حضرات کا ادباً کھڑا ہونا یا والدین کی آمد پر اولاد کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تمہارے سردار سعد بن معاذ آرہے ہیں اس لیے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ صحابہ کرام کھڑے ہو گئے، اسی طرح دوسری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کھڑے ہونے پر حضرات صحابہ کرام بھی کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کسی محل میں داخل ہو جاتے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث و روایات میں کھڑے ہونے کی ممانعت ثابت ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں قیام کی ممانعت آئی ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کھڑے ہونے کو لازم اور ضروری سمجھا جائے، اور دائماً لوگوں کی یہ عادت ہو کھڑے نہ ہونے پر اس کی تنبیہ کی جائے یہ ناجائز ہے کیوں کہ اس میں تکبر بھی ہے اور دوسرے لوگوں کو اذیت دینا بھی ہے ایسے آدمی کے لیے جہنم کی وعید بھی آئی ہے، واللہ اعلم

(۳۹۵۷) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبَّادِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ۔

ترجمہ حدیث: چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذ بک من الاربیع من علم لا ینفع، ومن قلب لا یخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعاء لا یسمع  
اے اللہ! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں چار چیزوں سے، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں  
خوف خدا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

### تشریح حدیث: بغیر نفع بخش علم سے پناہ!

قولہ: من علم لا ینفع: بغیر نفع بخش علم سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل نہ ہو جو دوسروں کو نہ سکھائے جو اخلاق و اعمال کو نہ  
سداہارے، بعض نے کہا اس سے وہ علم مراد ہے جو دین کے لیے ضروری نہ ہو، اسی طرح علم غیر نافع سے وہ علم بھی مراد ہو سکتا  
ہے جس کو حاصل کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔ ابوطالب مکی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جس طرح شرک  
نفاق اور ریا وغیرہ سے اللہ کی پناہ مانگی ہے اسی طرح آپ نے علم غیر نافع سے بھی پناہ مانگی ہے، جو علم اسلامی اخلاق و کردار،  
اعمال و عقائد کے لیے مضر ہو، جو انسانوں کو تقویٰ و طہارت اور خوف آخرت کی راہ پر لگانے کے بجائے دنیا کا بیجاری اور طلب  
دنیا کا حریص بنادے، چنانچہ جس علم سے اللہ کا خوف، فکر آخرت عذاب قبر کا تصور پل صراط پر گزرنے کا خیال، دوزخ کی  
آگ کا وبال، تقویٰ و طہارت اور امانت و دیانت اور صداقت عدالت نہ آئے وہ علم نہیں ہے بلکہ جہالت ہے جو علم کے نام پر  
تقسیم کی جا رہی ہے آج کل بڑی بڑی دنیاوی یونیورسٹیوں کا حال یہی ہے وہاں علم نہیں بلکہ دنیا اور جہالت تقسیم کی جا رہی ہے  
علم تو صرف اور صرف بوسیدہ اور رختہ حال مدارس اسلامیہ کے کہنے پوریوں اور پھٹی پرانی چٹائیوں میں ہے جہاں وحدانیت،  
توحید، رسالت، عقیدہ آخرت، فکر آخرت، صداقت، دیانت عدالت، امامت، سخاوت، ایثار، قربانی، ادب، احترام، جذبہ  
اخوت محبت والدین کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت کا ختم ریزی کی جاتی  
ہے اور دلوں کو جہالت، رذالت شرک بدعت، حرص و طمع بغض و حسد اور نفرت و عداوت سے پاک و صاف کر کے محلی مصفیٰ اور  
مطہر آئینہ بنایا جاتا ہے جہاں تواضع، کسر نفسی، فروتنی، عاجزی، انکساری، کا دوس دیا جاتا ہے جہاں کے طالب علم امن و سلامتی  
کے سچے اور حقیقی علم بردار ہوتے ہیں، اور پیغام اخوت و محبت کا داغی ہوتے ہیں۔

### (۱۲۱۱) بَاب مَا تَعَوَّذَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہ نے اس باب میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو درج ذیل صحابہ کرام سے مروی ہیں

- |                                   |                           |
|-----------------------------------|---------------------------|
| (۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ | (۲) حضرت فروہ بن نوفل     |
| (۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ         | (۴) سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ |
| (۵) حضرت جابرؓ                    | (۶) حضرت عمر فاروقؓ       |

اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن سے رسول اکرم ﷺ نے پناہ مانگی ہے اور اپنی امت کو پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔  
 (۳۹۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْفَ  
 جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهَذِهِ الْأَعْظَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ  
 فِتْنَةِ الْغَنَى وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلَجِ وَالْبَرْدِ  
 وَتَقِ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا تَقِيَتِ الثُّوبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا  
 بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

ترجمہ حدیث: فتنہ عذاب جہنم اور دجالی فتنہ سے پناہ مانگنا:

۴۱ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ذریعہ دعا کیا کرتے تھے۔  
 اللهم اني اعوذ بك من فتنه النار وعذاب النار، ومن فتنه القبر وعذاب القبر، ومن شر  
 فتنه الغني، وشر فتنه الفقر، ومن شر فتنه المسيح الدجال اللهم اغسل خطاياي بماء الثلج والبرد  
 ونق قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس، وباعد بيني وبين خطاياي كما باعدت  
 بين المشرق والمغرب، اللهم اني اعوذ بك من الكسل والهزم والمأثم والمغرم۔

اے ربا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے، قبر کے فتنے سے، اور عذاب قبر کے  
 فتنے سے، دولت کے فتنے سے اور فقر و فاقہ کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے، اے ربا! برف اور اُدلے کے پانی  
 سے میرے گناہ کو دھو دے، اور میرے دل کو (برے اخلاق اور برے خیالات سے) اس طرح پاک کر دے جس طرح  
 سفید کپڑا اس میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور میرے اور گناہوں کے درمیان اس طرح بعد پیدا کر دے جس طرح  
 تو نے مشرق و مغرب کے درمیان بعد پیدا کی ہے اے ربا! میں سستی، بوڑھا پے، گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح حدیث: عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب:

عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار ان لوگوں  
 میں سے ہو جو جہنمی ہیں یا کفار۔

یہاں یہ بات معلوم ہوئی چاہئے کہ عذاب الہی میں صرف کفار ہی مبتلا ہوں گے اور جو اہل ایمان اپنے اعمال بد کی سزا  
 آخرت میں پائیں گے اس کو عذاب نہیں کہیں گے بلکہ تادیب کہیں گے۔ یعنی مؤمنین موحدین کو اگر دوزخ میں ڈالا بھی

جائے تو تعذیب کے لیے نہیں بلکہ تادیب کے لیے ہوگا، یعنی ان کو گناہوں سے دھونے اور ختم کرنے کے لیے ہوگا فتنہ نار سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آگ میں داخل ہونے اور عذاب قبر کے سبب بنتی ہیں یعنی گناہ اور معصیت، اور فتنہ قبر سے مراد منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیتے وقت حواس باختہ ہونا ہے اور عذاب قبر سے مراد فرشتوں کا ان لوگوں کو لوہے کے گرزوں سے مارنا اور ان کا عذاب میں مبتلا ہونا ہے جو منکر نکیر کے سوالات کے جواب نہ دے سکیں گے، اور قبر سے مراد عالم برزخ ہے، جو موت کے بعد شروع ہو جاتا ہے چاہے وہ قبر ہو یا سمند یا کچھ اور۔

**فتنہ غنی سے پناہ مانگنے کا مطلب:**

فتنہ غنی یعنی دولت و مال کا فتنہ اس سے مراد تکبر و سرکشی کرنا ہے اور مال و دولت حرام ذرائع سے حاصل کرنا اور ان کو گناہ اور معصیت کی جگہ خرچ کرنا ہے مال و دولت کے نشہ میں چور ہو کر غریبوں پر ظلم و ستم کرنا وغیرہ وغیرہ۔  
فتنہ فقر سے مراد، دوسروں کے مال و دولت پر حسد کرنا، بھوک پیاس کی شدت کے وقت صبر و شکر کا دامن چھوڑ کر واہ ویلا مچانا اور غیر اللہ کے در پر چلے جانا ہے اور اس کی وجہ سے کفر و شرک اور ناجائز کام کرنے پر مجبور ہونا ہے حدیث میں ہے کاد الفقر ان یکون کفراً بعض فقر و تنگ دستی ایسی ہوتی ہے جو انسان کو کفر کے غار عمیق میں ڈھکیل دیتی ہے اس لیے آپ نے فقر کے فتنہ سے بھی پناہ مانگی ہے۔

**ایک سوال اور اس کے جوابات:**

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ تو معصوم و مغفور ہے آپ کے آگے پیچھے کے تمام گناہ کو تو معاف کر دیا گیا ہے پھر آپ نے ان چیزوں سے پناہ کیوں مانگی ہے اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک الف الف مرۃ آپ بھی عذاب قبر و عذاب نار اور دیگر فتنوں میں مبتلا ہوں گے اس لیے آپ نے پناہ مانگی ہے حالاں کہ ایسا بالکل نہیں، پھر آپ کو پناہ مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حضرات شراح کرام نے اس سوال کے متعدد جوابات دئے ہیں:

(۱) آپ ﷺ کا مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا ہے نہ کہ خود اپنے لیے دعا کرنا۔

(۲) آپ کا پناہ مانگنا اور سوال کرنا اپنی امت کے واسطے تھا اپنے لیے نہیں یعنی اعوذ بک لامتی۔

(۳) آپ کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر گزاری، اطاعت شعاری اور عبودیت و بندگی کا اظہار ہے اس سے آپ

کے درجات مزید بلند ہوں گے اور اس سے مقصود امت کو ان دعاؤں کے معمول بنانے پر ابھارنا ہے (فتح الباری: ۲/۳۱۹)

جہاں تک یہ سوال ہے کہ آپ نے فتنہ دجال سے کیوں پناہ مانگی ہے جب کہ آپ کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ آپ



کے زمانے میں دجالی فتنہ شروع نہ ہوگا؟

تو پہلے دو جواب کے مطابق کوئی اشکال نہیں ہے، البتہ تیسرے جواب کے مطابق یہ کہا جائے گا آپ کا یہ پناہ مانگنا قبل تحقق عدم ادراک ہے یعنی جب آپ کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ فتنہ دجال کو پائیں گے یا نہیں، اس وقت آپ نے پناہ مانگی ہے لہذا اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا (۱)

(۳۹۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بِنِ نَوْفَلٍ قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُو بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

ترجمہ حدیث: نا کردہ افعال و اعمال سے پناہ مانگنا:

حضرت فروہ بن نوفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کیا دعائیں مانگا کرتے تھے انہوں نے کہا یہ دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اللهم انى اعوذ بك من شر ما عملت ومن شر ما لم اعمل۔

اے اللہ! بے شک میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ان کاموں کے شر سے جو میں نے کئے، اور ان کاموں کے شر سے بھی جو میں نے نہیں کئے۔

تبشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو برے کام میں نے کئے ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں، بایں طور کہ ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور وہ برے کام بھی معاف کر دیئے جائیں جو میں نے نہیں کئے ان سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں بایں طور کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں جو تیری ناراضگی و ناخوشی کا باعث ہو یا یہ کہ برے کاموں کے ترک کو اپنا کمال نہ سمجھوں بلکہ اسے صرف اور صرف تیرا فضل و کرم اور لطف و عنایت جانوں۔

(۳۹۵۹) حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْرَاهِيمَ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ الْخَزَّاطُ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُنَا هَذَا الدُّعَاءَ كَمَا يَعْلَمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

## ترجمہ حدیث: موت و حیات کے فتنہ سے پناہ مانگنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں یہ دعا اس طرح اہتمام سے سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورۃ کو اہتمام سے سکھلاتے تھے وہ دعا یہ ہے۔

اللهم انی اعوذ بک من عذاب جہنم و اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال و اعوذ بک من فتنۃ المحیاء و الممات

اے رب! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فتنہ قبر، فتنہ جہنم، یا عذاب قبر اور عذاب جہنم دونوں الگ الگ ہیں اس لیے کہ دونوں میں بذریعہ واسطہ فصل لایا گیا جو مغایرت پر دلالت ہے پس معلوم ہوا کہ قبر کا فتنہ الگ ہے اور دوزخ کا فتنہ الگ ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب ثابت ہے۔

قرنہ: یعلمنا هذا الدعاء كما يعلمنا السورة:

حضور ﷺ اس دعاء کو قرآن کریم کی سورتوں کی طرح اہتمام سے سکھلاتے تھے یعنی اس کے الفاظ وغیرہ کو بھی یاد کراتے تھے اس لیے اس دعا کی اہمیت اور اس کی افادیت کی طرف اشارہ مقصود ہے لہذا اس دعا کو بعینہ اور بلفظ معمول بنا لینا اور اہتمام کے ساتھ پڑھنا مستحب و مندوب ہوگا۔

## دجال کو مسیح کہنے کی وجہ:

دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی داہنی آنکھ سپاٹ ہوگی، مسیح مسوح کے معنی میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ پوری روح زمین کا چکر لگائیں گے۔ سمی الدجال المسیح لانه مسوح العين الیمنی و سمی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسیحاً لسیاحه فی الارض (۱)

(۳۹۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ غَمَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ فِرَاشِهِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ

يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.

ترجمہ حدیث: اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگنا:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں رسول اکرم ﷺ کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا تو (رات کے اندھیرے میں) میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے تلوے مبارک کو لگا آپ سجدہ میں تھے اور سجدہ میں آپ کے پاؤں مبارک کھڑے تھے، اور آپ یوں دعا کر رہے تھے۔

اللهم انى اعوذ برضاك من سخطك وبمافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك.

اے رب! میں آپ کی رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی ناراضگی سے اور آپ کے درگزر کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی سزا سے، اور میں آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں آپ سے، میں آپ کی تعریف کا حقہ نہیں کر سکتا ہوں آپ کی تعریف ایسی ہی ہے جیسی آپ نے اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔

تشریح حدیث:

قال الخطابي: فى معالم السنن: فى هذا الكلام معنى لطيف وهو انه قد استعاذ بالله وسأله ان يجيره من سخطه وبمافاتك من عقوبته، والرضى والسخط ضدان متقابلان وكذلك المعافات والمواخذة بالعقوبة، فلما صلى الى ذكر ما لا ضد له وهو الله سبحانه تعالى استعاذاً به منه لا غير، ومعنى ذلك الاستغفار من التقصير من بلوغ الواجب من حق عبادته والثناء عليه وقوله: لا احصى ثناء عليك اى لا اطيعقه ولا ابلغه وفيه اضافة الخير والشر معاليه سبحانه (۱)

(۳۹۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عِيَّاضٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذَّلَّةِ وَأَنْ يَظْلَمَ أَوْ يُظْلَمَ.

ترجمہ حدیث: فقر و تنگدستی اور قلت و ذلت سے پناہ مانگنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو محتاجی سے، اور قلت

ذلت سے اور ظالم و مظلوم بننے سے۔

تشریح حدیث:

قوله: من الفقر: محتاجی سے مراد دل کی محتاجی ہے یعنی دل مال و زرع جمع کرنے کا حریص ہو، یا پھر اس سے مراد مال کی محتاجی ہے کہ فقر و تنگدستی کی وجہ سے صبر کا دامن چھوٹ جائے، اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ دونوں مراد ہوں اور مطلب یہ ہو کہ دل کی محتاجی اور مال و دولت کی محتاجی اور تنگدستی سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔

قوله: والقلّة: اس سے مراد اعمال صالحہ، اور نیکیوں کی کمی مراد ہے سیم و زر اور مال و دولت کی کمی مراد نہیں ہے کیوں کہ رسول اقدس ﷺ خود مال و زر میں قلت رکھتے تھے اور کثرت مال و دولت کو ناپسند فرماتے تھے یا پھر قلت سے مال کی اتنی قلت مراد ہے کہ وہ قوت لا یموت کے لیے بھی کافی نہ ہو جس کی وجہ سے عبادت میں کوتاہی اور نقصان واقع ہو، بعض حضرات تشریح کی رائے یہ ہے کہ یہاں صبر کی کمی مراد ہے۔ ذلت سے مراد گناہوں اور معاصی کے نتیجے میں ملنے والی ذلت ہے گناہ گار اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار ہوتا ہے اور قیامت میں بھی فسق و فجور اور معصیت میں گرفتار لوگ ذلیل و خوار ہوں گے یا پھر مالداروں کی مفلسی یا غربت کی بنا پر ذلیل و خوار ہونا مراد ہے، نیز آپ نے کسی پر ظلم کرنے سے اور کسی کی طرف سے ظلم سہنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے، یعنی یا اللہ تو نہ مجھے ظالم بنا کہ میں لوگوں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کروں، اور نہ مجھے مظلوم بنا کہ لوگ مجھ پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کریں۔

(۳۹۶۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُشَكِّدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللَّهَ عِلْمًا نَافِعًا وَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ.

ترجمہ حدیث: نفع بخش علم کے حصول کے لیے دعا کرنا:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور علم غیر نافع سے اللہ کی پناہ مانگو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نفع بخش علم حاصل کرنا جائز ہے اور نفع بخش سے مراد وہ علم ہے جس سے دنیا و آخرت کے معاملات متعلق ہوں اور جس علم سے نہ کوئی دنیاوی فائدہ ہو اور نہ اخروی وہ علم غیر نافع ہے اس کا حاصل کرنا جائز نہیں۔ جیسے سحر و علم کہانت وغیرہ۔

(۳۹۶۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَبَنِ وَالْبَخْلِ وَأَزْدَلِ الْعُمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

وَفِتْنَةُ الصَّدْرِ قَالَ وَكَيْفَ يَغْنَى الرَّجُلُ يَمُوتُ عَلَى فِتْنَةٍ لَا يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْهَا.

ترجمہ حدیث: ارذل عمر سے اللہ کی پناہ مانگنا

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بزدلی سے، بخالت سے، ارذل عمر سے عذاب قبر سے اور دن کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ فتنہ صدر سے مراد یہ ہے کہ آدمی غلط عقیدے پر اور اسے اس عقیدے سے توبہ کا موقع نہ ملے۔

تشریح حدیث:

قوله: ارذل العمر: ارذل عمر سے مراد بالکل بوڑھا پے کی عمر جس میں آدمی ہر چیز کا محتاج ہو جائے اور بچوں کی طرح ہو جائے اکل و شرب اور بول و براز کا بھی محتاج بن جائے اللہ کے رسول نے ایسی عمر سے پناہ مانگی ہے۔

قوله: فتنۃ الصدر: دل اور سینہ کے فتنے سے مراد عقائد باطلہ، افکار فاسدہ اور خیالات زائغہ ہے کہ آدمی قرآن و حدیث کے خلاف غلط عقائد کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا اس کو توبہ کی توفیق بھی نہیں ملی۔ اس طرح کے فتنے سے بھی اللہ کے رسول ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے، اور مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا ہوتا تھا اور اپنی امت کے لیے آپ دعا فرماتے تھے۔

### (۱۴۱۲) بَابُ الْجَوَامِعِ مِنَ الدَّعَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت طارقؒ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں رسول اکرم ﷺ سے جو جامع دعائیں منقول ہیں ان کا بیان ہے تاکہ امت ان دعاؤں کو سیکھ کر دنیا و آخرت کی سعادت و نعمت سے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرے اور جنت میں داخل ہونے کا مستحق بنیں اور دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی کے ساتھ زندگی گزاریں۔

(۳۹۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ رَبِّي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَجَمْعُ أَصَابِعِهِ الْأَرْبَعِ إِلَّا الْإِبْهَامَ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ يَجْمَعُونَ لَكَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ.

ترجمہ حدیث: مغفرت و رحمت کا طلب:

حضرت طارقؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جبکہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس وقت میں اپنے رب سے سوال کروں تو اس وقت کیا سوال کروں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو۔

اللهم اغفر لی وارحمنی وعافنی وارزقنی:

اے رب! تو میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما اور آپ نے انگوٹھے کے علاوہ چاروں انگلیاں جمع کر کے فرمایا بے شک یہ کلمات تمہارے دین و دنیا دونوں کو جمع کر دیں گے۔

تشریح حدیث:

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت و بھلائی کو جامع ہے جو اس کو پڑھے گا اور معمول بنائے گا اس کو دین و دنیا دونوں کی بھلائی حاصل ہوگی۔

(۳۹۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي جَبْرِ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ أُمِّ كَلْثُومِ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرٍ مَا سَأَلْتُكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَاقَرَبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَاقَرَبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا.

ترجمہ حدیث: ایک نہایت جامع دعا!

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں یہ دعا تعلیم دی۔

اللهم انی اسألك من الخير كله عاجله وآجله، ما علمت منه وما لم أعلم، وأعوذ بك من الشر كله عاجله وآجله: ما علمت منه وما لم أعلم اللهم انی اسألك من خیر ما سألک عبدك ونبيك، اللهم انی اسألك الجنة، وما قرب إليها من قول أو عمل، وأعوذ بك من النار ما قرب إليها من قول أو عمل واسألك ان تجعل كل قضاء قضيت لي خيرا.

اے رب! میں آپ سے تمام خیر کا سوال کرتی ہوں دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی جو مجھے معلوم ہے اور جس کا مجھے علم نہیں ہے اور میں آپ کی پناہ مانگتی ہوں تمام شر سے دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی جس کا مجھے علم ہے اور جس کا مجھے علم نہیں ہے اس سے بھی پناہ مانگتی ہوں اے اللہ! بے شک میں آپ سے وہ تمام بھلائی کا سوال کرتی ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے مانگا ہے اور میں آپ کی پناہ چاہتی ہوں ان تمام شر سے جن سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ مانگی ہے اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور ایسے قول و عمل کا سائل ہوں جو جنت سے قریب کر دے، اور میں آپ کی پناہ چاہتی ہوں آگ سے، اور ہر ایسے قول و عمل سے جو اس کے قریب کر دے اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں

تُكْمِلُ الْحَاجَةَ جلد ہفتم

کہ ہر وہ فیصلہ جو آپ نے میرے لیے فرمایا ہے اسے میرے واسطے خیر بنا دیجئے۔  
تشریح حدیث:

چوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے خاص انہیں تعلیم دی ہے اس لیے ترجمہ میں مونث کی رعایت کی گئی ہے مرد حضرات اپنے اعتبار سے ترجمہ کر لیں۔

(۳۹۶۶) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ جَلِ مَا تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَتَشْهَدُ لَمْ أَسْأَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ أَمَا وَاللَّهِ مَا أَحْسَنَ دَنْدَنْتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ قَالَ حَوْلَهَا لَدُنْدُنْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تشہد کے بعد میں جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں سنئے! خدا کی قسم میں آپ کی گنگناہٹ اور حضرت معاذ کی گنگناہٹ کو نہیں سمجھتا، فرمایا ہم بھی اسی کے گرد گنگناہٹ کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: دندنتک: علامہ خطابیؒ معام السنن میں لکھتے ہیں الدندنة قراءة مبهممة غير مفهومة: مبہم قراءت جس کے معانی سمجھ میں نہ آئیں علامہ ابن الاثیرؒ النہایہ میں لکھتے ہیں کہ الدندنة ان يتكلم الرجل بالكلام تسمع نغمته ولا يفهم، وهو ارفع من الهيممة قليلاً، یعنی آدمی ایسا کلام کرے کہ اس کا نغمہ اور گنگناہٹ تو سنائی دے لیکن معنی سمجھ میں نہ آئے۔ البتہ غیر مفہوم کلام سے کچھ بلند ہو دندن الرجل غیر مفہوم اور ہلکی آواز سے بات کرنا۔ گنگنا۔  
الدندان: گنگناہٹ بڑ بڑاہٹ، بھنبھناٹ۔

علامہ صنعائیؒ سبل السلام میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماثورہ الفاظ اور غیر ماثورہ الفاظ ہر ایک سے دعا کرنا جائز ہے دعائیں ادعیہ ماثورہ کی پابندی لازم اور ضروری نہیں۔ ہر آدمی اپنی زبان اور لغت میں دعا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہر زبان سے واقف ہے۔

قولہ: حولہا دندن: بعض روایت میں حولہما تشنیہ کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے اور ہندوستانی ابن ماجہ میں بھی حولہما ہی ہے ہما ضمیر راجع ہے جنة اور نار کی طرف ہے ای حولہما دندن وفي طلبهما مطلب یہ ہے کہ ہم جنت کی طلب اور سوال اور جہنم سے پناہ کے درمیان گنگناہٹ کرتے رہتے ہیں یا اللہ جنت عطا فرما دے اور جہنم سے حفاظت فرما دے۔

(۱۴۱۰) بَابُ الدُّعَاءِ بِالْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ حضرت اوسط بن

اسماعیل بجلیؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہمیشہ عفو و درگزر اور عافیت یعنی صحت و تندرستی کی دعا مانگنی چاہئے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سوال کرنا چاہئے یہ بہت مختصر مگر جامع دعا ہے۔

(۳۹۶۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَدِينٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَإِذَا أُعْطِيَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحَ.

ترجمہ حدیث: سب سے زیادہ افضل دعا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کون سی دعا سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت کے بارے میں عفو عافیت کا سوال کرو۔ پھر دوسرے دن بھی وہ شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کون سی دعا سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت کے عفو و درگزر اور عافیت اور تندرستی کا سوال کرو پھر وہ شخص تیسرے دن بھی آپ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کون سی دعا سب سے افضل ترین ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت میں عفو و درگزر اور عافیت و صحت کا سوال کرو۔ پس اگر تجھے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت مل گئی، تو بالیقین تو کامیاب و کامران ہو گیا۔

تشریح حدیث:

ایک حدیث میں ہے کہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی دولت نہیں، ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور رونے لگے اور اسی حالت میں فرمایا لوگو! اللہ سے بخشش و عافیت مانگو، کیوں کہ کسی کو بھی ایمان کے بعد عافیت سے افضل کوئی دولت نہیں اتاری گئی، عافیت کے معنی سلامتی حاصل ہونے کے ہیں، دنیاوی عافیت یہ ہے کہ آدمی جسمانی بیماریوں سے محفوظ رہے اور ہر طرح کے شداوند و تکالیف، حزن و غم رنج و ملال سے محفوظ رہے اور اخروی عافیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم سے نجات عطا فرما کے جنت میں داخل فرما دے اور اپنی رضا مندی کا پروانہ دیدے، ظاہر ہے کہ جنکو یہ چیزیں حاصل ہو گئیں ہو وہ بالکل کامیاب و کامران ہو گیا، اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے سائل کو تینوں دن ایک بات ارشاد فرمائی کہ دنیا اور آخرت کے عفو عافیت کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگو اگر یہ چیزیں تمہیں حاصل ہو گئیں تو بالیقین کامیاب ہو گئے۔



(۳۹۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا غُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلِيمَ بْنَ غَامِرٍ يَحَدِّثُ عَنْ أَوْسَطَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبَجَلِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرٍ جَمِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَقَامِي هَذَا غَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ بَكَى أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ وَسَلُّوا اللَّهَ الْمَغْفَاةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُوْتِ أَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْمَغْفَاةِ وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغُضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا.

ترجمہ حدیث: عفو و عافیت کی دعا مانگنا

حضرت اوسط بن اسماعیل بجلی فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو انھوں نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گزشتہ سال میری اس جگہ پر کھڑے ہوئے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رونا آگیا۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا: سچ کو اپنے اوپر لازم کر لو یہ نیکی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے، اور یہ دو چیزیں جنت میں لے جانے والی ہیں، اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ گناہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں دوزخ میں لے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عافیت و تندرستی کا سوال کرو کیوں کہ کسی کو بھی یقین (یعنی ایمان کے بعد عافیت اور تندرستی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی گئی، آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض عناد نہ رکھو، اور (بلا عذر شرعی کے) ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور غیبت نہ کرو، اور سارے مسلمان اللہ کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔

تشریح حدیث:

علامی مناویؒ فیض القدير میں عافیت کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں، العافية هي السلامة من البلاء والاسقام عافیت کے معنی مصائب و آلام، شدائد و بلا یا اور تکالیف سے نیز ہر قسم کی امراض و اسقام سے حفاظت۔ و سلامتی۔ حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر چیز عافیت اور معافات ہے نسائی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً منقول ہے سلوا الله العفو، والعافية والمغفرة الدائمة: اللہ تعالیٰ سے عفو، درگزر، عافیت و تندرستی اور دائمی معافات کی دعا مانگو، کیوں کہ زمانہ گزشتہ کی برائی عفو سے ختم ہو جاتی ہے حال کا گناہ عافیت سے اور مستقبل کے گناہ معافات سے ختم ہو جاتے ہیں کیوں کہ دوام عافیت اس کو شامل ہے۔

قولہ: ولا تحاسدوا: آپس میں حسد نہ کرو، مطلب یہ ہے کہ کسی غیر ظالم کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اسکے زوال کی تمنا نہ کرو، یا یہ آرزو اور خواہش نہ کرو کہ وہ نعمت اس کے پاس سے ختم ہو کر تمہارے پاس آجائے، امام نووی شرح مسلم میں لکھتے

ہیں الحسد یعنی زوال النعمۃ وہو حرام، دوسروں سے زوال نعمت کی تمنا کرنا خواہ اس کو حاصل ہو یا نہ ہو یہ حسد ہے جو حرام ہے اس کے مقابلہ میں ایک غبطہ ہے یعنی رشک، دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر اپنے پاس بھی اس جیسی نعمت کی تمنا کرنا، دوسرے کے پاس نعمت رہتے ہوئے۔

قوله: ولا تبغضوا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب و عوامل اور محرکات کو پیدا کرنے سے احتراز کرو جو بغض و حسد، اور کینہ و نفرت کا سبب وداعی ہوں، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم مسلمانوں کے درمیان عداوت و نفرت اور دشمنی پیدا نہ کرو، اس صورت میں مذکورہ ممانعت کا تعلق چغل خوری اور غیبت سے بھی ہوگا کیوں کہ چغل خوری اور غیبت سے بھی آپسی نفرت و عداوت اور دشمنی بڑھتی ہے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ شرعی احکام۔ مسائل میں خواہشات نفسانی کی بنا پر آپس میں نفاق و شقاق اور اختلاف و انتشار پیدا نہ کرو، اور خود ساختہ انکار و نظریات کو دین میں شامل نہ کرو، لیکن اصح قول یہ ہے کہ حدیث شریف میں ایک دوسرے سے بغض و عداوت رکھنے کی ممانعت کی اصل وجہ باہمی الفت و محبت اور اخوت و مودت کے حکم کو موکد کرنا ہے اور محبت و الفت کے اس حکم کا تعلق علی الاطلاق مسلمانوں کی پوری زندگی سے ہے۔

قوله: ولا تقاطعوا: آپس میں قطع تعلق، رشتہ ناطہ مت توڑو، مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ شرعی نفسانی خواہشات اور ذاتی رنجش کی وجہ سے رشتہ داریوں کی حرمت کو پامال مت کرو، بلکہ آپس میں مل جل کر پیار و محبت سے رہو، ہاں اگر قطع تعلق کا سبب کوئی معقول اور شرعی وجہ ہو تو اس صورت میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ بلکہ بعض مرتبہ قطع تعلق لابدی امر ہو جاتا ہے، تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

قوله: ولا تدابرو: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے غائبانہ میں برائی اور عیب جوئی مت کرو، علامہ طبری فرماتے ہیں کہ تدابر سے مراد تقاطع ہے اس صوت میں مطلب یہ ہوگا ایک دوسرے سے ملنا جلنا مت چھوڑو۔ وكونوا عباد الله اخوانا۔ حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ تم سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک بندے ہو، اور عبودیت میں سب برابر ہو، نیز تم لوگ اخوت بھائی چارہ کی ایک زنجیر سے منسلک ہو، لہذا ذاتمہاری اس حیثیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان حسد بغض، عداوت، و نفرت کینہ کپٹ، اور غیبت جیسی برائیوں کو شامل کر کے اپنے دلوں میں افتراق اور صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو۔ بلکہ اپنے مرتبہ عبودیت پر اتحاد و اتفاق اور یکجہتی پر قائم دوام رہو اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، ایک دوسرے کے معین و مددگار بن کر رہو۔

(۳۹۶۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَثْمِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْزَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ وَاقَفْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَدْعُو قَالَ تَقُولِينَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ

الْعَفْوُ فَاعْفُ عَنِّي.

ترجمہ حدیث: شب قدر میں کثرت کے ساتھ پڑھنے کی دعا

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر کو پالوں تو بتائیے میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا، تم یہ دعا کرنا۔

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني

اے اللہ! آپ بہت زیادہ درگزر کرنے والے ہیں، درگزر کرنے کو پسند کرتے ہیں پس مجھ سے درگزر کا معاملہ فرما، (میرے گناہوں کو معاف فرمادے)

تشریح حدیث:

مطلب ترجمہ سے بالکل واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۹۷۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ

زِيَادٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا الْعَبْدُ أَفْضَلَ مِنَ اللَّهِمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْمَعَاذَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث: بندوں کی دعاؤں میں سب سے زیادہ افضل ترین دعا!

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جن چیزوں سے دعا کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ افضل دعا اللهم انی اسالک المعافاة فی الدنیا والآخرۃ ہے (اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سائل ہوں)۔

تشریح حدیث: قدم مرتصیلہ قبل ذالک

(۱۴۱۴) بَابُ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ

اس باب میں صرف ایک حدیث عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں دعا کرے تو پہلے اپنے سے شروع کرنا چاہئے پھر اس میں دوسروں اور عام مسلمانوں کو شامل کرنا چاہئے۔

(۳۹۷۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ

سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِ حَمْنًا اللَّهُ وَأَخَا عَادَ.

ترجمہ حدیث: دعا کا آغاز اپنے سے کرنا:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اور قوم عاد کے بھائی

(حضرت ہود علیہ السلام پر رحم کرے۔)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آدمی کسی کے لیے کوئی دعاء خیر کرے تو سب سے پہلے اپنی ذات سے اس کی شروعات کرے چنانچہ حدیث باب میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور رحمت کی دعا کی تو سب سے پہلے اپنی ذات سے آغاز فرمایا، اور فرمایا یاہو حمنا اللہ وَاخاہ عاد اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور قوم عاد کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام پر۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ آپ کی عادت مسترہ نہیں تھی کہ جب کسی نبی یا غیر نبی کے لیے دعا کرتے تو اپنی ذات مبارکہ سے اس کی شروعات کرتے ہوں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا یرحمہ اللہ موسیٰ لقد اودى باکثر من هذا فصبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے انہیں اس سے کہیں زیادہ ستایا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا، اس روایت میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی ہے لیکن اپنے نفس کے لیے نہیں کی، اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کسی غیر کے لیے دعا کرنے سے پہلے اپنے نفس کے لیے دعا کرنا یہ کوئی سنت ثابتہ نہیں ہے اور نہ آپ کی عادت دائمہ ہے، چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کتاب الدعوات میں اس پر بقاعدہ باب باندھا ہے باب قول اللہ تعالیٰ: وصل علیہم، من خص من اخاہ بالدعاء دون نفسه اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو چھوڑ کر محض دوسروں کے لیے خیر کی دعا کرنا جائز ہے اور حضرت امام بخاریؒ کا بھی یہی رجحان ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس کی شرح کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں اس ترجمہ میں اس کے رد کی جانب اشارہ ہے جو حضرت عمر فاروقؓ سے منقول ہے جس کو ابن شیبہ، اور طبری نے سعید بن یسار کے طریق سے نقل کیا ہے،، ذکر ت رجلا عند ابن عمر فترحمتم علیہ فلہن فی صدري وقال لي: ابدأ بنفسک نیز ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے اذا دعوت فابداً بنفسک فانک لا تدري فی ای دعاء يستجاب لك بخاری کا یہ ترجمہ حضرت عمر کی حدیث اور ابراہیم نخعی کے قول کو رد کر رہا ہے اور مسلم شریف کی اس روایت کی تائید کر رہا ہے جس میں یہ آیا ہے ”ما من مسلم يدعوا لاختیه بظہر الغیب الا قال الملك ولك ومثلک جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعاء خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تیرے لیے بھی اس کے مثل ہو، نیز امام محمد بن جریر طبری نے سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے، خمس دعوات مستجابات پانچ لوگوں کی دعائیں بارگاہ الہی میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے ان میں سے ایک دعوة الاخ لاخیه: بھائی کا اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرنا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعائے خیر کا آغاز اپنے نفس سے کرنا کوئی رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ اور عادت مسترہ نہیں، اسی طرح ابن بطال نے ان

دونوں روایتوں سے استدلال فرمایا ہے لیکن ان دونوں روایتوں سے استدلال محل نظر اور دعوت فکر و نظر ہے اس لیے کہ غائبانہ دعا اور بھائی کا بھائی کے لیے دعا عام ہے خواہ داعی نے اس کو خاص کیا ہو یا اپنے نفس سے ابتداء کی ہو لہذا ان دونوں روایتوں کو اس بات پر دلیل بنانا کہ اپنی ذات سے ابتداء کوئی ضروری نہیں ہے قابل توجہ ہے تاہم رسول اکرم ﷺ سے دونوں کا ثبوت ہے اور احادیث دونوں طرح کی ہیں لہذا دونوں ہی جائز ہیں واللہ اعلم۔

### (۱۴۱۵) بَابُ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے مروی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ قبولیت کے لیے جلدی نہ مچائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کے لیے بد دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے بعد دعا قبول فرمائی اور فرعون کو ہلاک کیا تو دعا کی قبولیت کے لیے جلدی نہیں مچانا چاہئے۔

(۳۹۷۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَلِيمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي

عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ قَالَ وَكَيْفَ يَعْجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ اللَّهَ فَلَمْ

يُسْتَجِبْ اللَّهُ لِي.

ترجمہ حدیث: قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک کی دعا شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے بشرطیکہ قبولیت کے لیے جلد بازی نہ کرے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جلد بازی کس طرح؟ آپ نے فرمایا، یہ کہے کہ میں دعا مانگی مگر اللہ نے قبول نہیں کی۔

تشریح حدیث:

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ بات بندہ مومن کی شان کے لائق نہیں کہ اگر قبولیت دعا میں تاخیر ہو تو تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے، کیوں کہ دعا بھی عبادت ہے اور عبادت سے اس طرح اکتاہٹ یا دل گرفتگی کو مومن کے لیے کسی بھی حال میں مناسب نہیں ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آداب دعا میں سے ایک ادب کا بیان ہے کہ بندہ مومن برابر اللہ تعالیٰ سے طلب اور دعا کرتے رہے اور شرف قبولیت سے مایوس بالکل نہ ہو بلکہ دعا کا سلسلہ جاری رکھے، کیوں کہ اس میں انقیاد، استسلام، اور محتاجی اور عبودیت کا اظہار ہے مردان بکلی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک ایک حاجت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہوئی مگر اللہ کی رحمت، اور قبولیت سے مایوس بھی نہیں ہوں گا، پھر دعا کی عدم قبولیت کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں نیز قبولیت میں تاخیر

کے بہت سارے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے علی الفور قبول نہیں ہوتی ہے۔

## عدم قبولیت کی وجوہات

(۱) کبھی تو تاخیر قبولیت اس لیے ہوتی ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہوتا ہے ازل ہی میں ہر چیز کے وقوع اور تکمیل کا وقت مقرر ہو چکا ہے جب تک وہ وقت نہیں آئے گا وہ چیز وقوع پزیر نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) کبھی بندہ ایسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے کہ اس کی تقدیر میں اس کی دعا کا اس دنیا میں قبول ہونا لکھا نہیں ہوتا اس صورت میں اس کے بدلے آخرت میں اجر و ثواب عطاء کیا جاتا ہے لیکن مومن کی دعا رائیگاں نہیں جاتی، بلکہ جب مومن آخرت میں اس دعا کا اجر و ثواب دیکھے گا جو دنیا میں قبول نہیں ہوئی تھی تو تمنا اور خواہش کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ ہوتی۔

(۳) کبھی بندہ ایسی چیز کے لیے دعا مانگتا ہے جو اس کے مناسب نہیں ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس کو بعینہ وہ چیز عطا نہیں کرتا بلکہ اس کے بدلہ میں اس کی سینات کو معاف کر دیتا ہے یا اس دعا کو اس کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

(۴) قبولیت دعا میں تاخیر اس لیے بھی ہوتی ہے تاکہ بندہ مومن اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں پوری عاجزی، انکساری، تڑپ، اور کمال عبدیت و عبودیت کا اظہار کرتا رہے کیوں کہ دعا میں ان چیزوں کو اختیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔

(۵) کبھی داعی کے دل میں غفلت پائی جاتی ہے پوری توجہ کے ساتھ دعا نہیں کرتا ہے یا اس کا اکل و شرب میں اشتباہ ہوتا ہے یا یہ خطرہ ہوتا ہے اگر وہ چیز اس کو مل گئی تو یہ سرکش و جابر بن جائے گا اس لیے اللہ اس کو روک لیتا ہے جس کو انسان کی عقل ناقص فہم و ادراک نہیں کر سکتی ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن سے بے پناہ محبت ہے اس کی عاجزی و انکساری والی آواز کو اللہ پاک بے حد پسند کرتا ہے اس لیے قبولیت میں تاخیر کرتا ہے تاکہ بندہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے لو لگائے اور اس سے تعلق قائم کرے، (۱)

قال ابن الجوزي: اعلم ان دعاء المومن لا يرد غير انه قد يكون الاولى له تاخير الاجابة او يعوض له بما هو اولى له عاجلا او آجلا، فينبغي للمومن ان لا يترك الطلب من ربه فانه متعبد بالدعاء كما متعبد بالتسليم، والتفويض۔ (۲) وقال ابن عبد البر في الاستدكار عند ذكر هذا الحديث يقتضي الانحاح على المسألة، وان لا يئس الداعي من الاجابة، ولا يسام الرغبة فانه يستجاب له، او يكفو عنه، من سيئه او يدخر له، فان الدعاء عبادة (۳) وقال البغوي: في شرح السنة: قال ابو الدرداء: من يكثر قرع الباب يوشك ان يفتح له ومن يكثر الدعاء، يوشك ان يستجاب له (۴)

## (۱۴۱۶) بَابٌ لَا يَقُولُ الرَّجُلُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے حاصل یہ ہے کہ دعا پورے یقین اور اعتماد کامل کے ساتھ کیا جائے یہ دعا میں نہ کہا جائے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو میری مغفرت کر دے بلکہ یقین کے ساتھ مغفرت کی دعا مانگے۔

(۳۹۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلِيغْفِرْ فِي الْمَسْأَلَةِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا مَكْرَهَ لَهُ.

ترجمہ حدیث: دعا پورے جزم و یقین کے ساتھ مانگو:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بخش دے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں پختگی اختیار کرنا چاہئے، (کہ اے اللہ تو میری مغفرت ضرور فرما دیجئے، کیوں کہ آپ کے علاوہ کوئی مغفرت کرنے والا نہیں ہے) کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے جو کچھ بھی سوال کیا جائے جو کچھ بھی مانگا جائے پورے جزم و یقین اور اعتقاد کامل کے ساتھ مانگا جائے، سوال و دعا میں تردد اور استثناء کا پہلو نہ اختیار کیا جائے، بلکہ یقین کامل کے ساتھ بارگاہ الہی میں دست بستہ عرض کرے کہ اے اللہ، اے میرے ربا! تو ہمارا فلاں کام پورا فرما، اس لیے کہ تو ہی پورا کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو پورا کر سکتا ہے تو فعال لمایرید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے تیرے اوپر کسی کا زور نہیں چلتا، اور اس طرح دعا نہ کرے کہ اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو میرا فلاں کام پورا کر دے کیوں کہ اس طرح سے دعا کرنے میں قبولیت دعا میں شک و تردد پیدا کرنا ہے حالاں کہ قبولیت دعا میں بالکل یقین ہونا چاہئے کیوں کہ اس نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف کام نہیں کرتا ہے پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے میں مستغنی اور بے پرواہ ہے اس پر کسی کا زور و زبردستی نہیں، بلکہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اس لیے اپنی دعا میں یہ کہنا کہ اگر تو چاہے تو میرا فلاں کام بنا دے بالکل بے فائدہ اور لا حاصل ہے اس لیے حدیث ہذا میں یہ جملہ کہنے سے منع کیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

## (۱۴۱۷) بَابُ اسْمِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت اسماء بنت یزیدؓ، حضرت قاسمؓ

حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب میں اللہ رب العزت کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم، اسم اعظم ہے جس کے توسط سے اگر دعا کی جائے تو اللہ پاک اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ دعا قبول کی جاتی ہے تاہم اسم کون سا ہے؟ اس میں اختلاف ہے تفصیل شرح الحدیث کے تحت آئے گی۔

(۳۹۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَالْهُكْمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ وَلَفَاتِحَةُ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ.

ترجمہ حدیث: اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں سے کسی ایک میں ہے:

حضرت اسماء بن یزیدؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسم اعظم ان دونوں میں ہے وَالْهُكْمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیت، اَللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

تشریح حدیث: اسم اعظم کی تحقیق:

اسم اعظم کے توسط سے جو بھی دعا کی جائے جو چیز بھی مانگی جائے جس شئی کا سوال کیا جائے اللہ تبارک و تعالیٰ عطا فرماتا ہے وہ رد نہیں کیا جاتا ہے یہی وہ اسم ہے جس کے ذریعہ آصف بن برخیاؓ نے چشم زدن میں تخت بقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کر دیا، یہی وہ مبارک اسم ہے جسے پڑھ کر حضرت علاء حسریؒ فرماتے ہیں کہ اپنے لشکر سمیت سمندر میں چلتے رہے، یہ وہی اسم اعظم ہے جس کی قدر و منزلت اس قدر بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ اگر اس کی فضیلت و مقبالت لکھنے کے لیے دنیا بھر کے درخت کے قلم اور سمندر کو روشنائی بنادے جائیں تب بھی حق ادا نہ ہو سکے گا۔

اسم اعظم کے بارے میں حضرات ائمہ کرام، مشائخ عظام اور علماء امت سے کم و بیش تریسٹھ اقوال منقول ہیں جن کو امیر المجاہدین حضرت علامہ مسلک دیوبند کے حقیقی جانشین یادگار شیخ الاسلام مولانا مسعود اظہر صاحب مدظلہ العالی نے اپنے کتاب اللطیف الطیف میں یکجا کر دیا ہے، شائقین حضرات وہاں دیکھ سکتے ہیں یہاں صرف چند اقوال پر قلم کردے جاتے ہیں۔

قول اول:

ائمہ اور علماء کرام کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام عظیم ہیں، اور ان میں سے کسی کو اعظم، یعنی دوسرے ناموں کی بہ نسبت زیادہ عظمت والا قرار دینا درست نہیں ہے چنانچہ جن احادیث میں الاسم الاعظم کا تذکرہ آیا ہے وہاں اعظم عظیم کے معنی میں ہے امام مالکؒ امام طبریؒ، اور امام ابو الحسن اشعریؒ کا یہی موقف ہے۔ حضرت بایزید بستانی



کی جانب یہ واقعہ منسوب ہے کہ بعض لوگوں نے ان سے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم مجھے اسم اصغر (اللہ کا چھوٹا نام) بتادو میں تمہیں اسم اعظم (اللہ تعالیٰ کا بڑا نام بتادوں گا) اللہ تعالیٰ کے تمام ہی نام بڑے ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے قول محقق یہ ہے کہ اسم اعظم موجود ہے جیسا کہ کئی روایات و احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور امور شرعیہ میں تقاضا ثابت ہے جیسے جمعۃ المبارک کا ہفتہ کے باقی ایام سے افضل ہونا۔

### قول دوم:

اللہ تعالیٰ اسم اعظم کو لوگوں سے مخفی رکھا ہے اس کے اعلیٰ مقام اور بلند شان کو بتانے کے لیے۔ جس طرح لیلۃ القدر جمعۃ المبارک کی مقبول گھڑی اور صلاۃ وسطی کو مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ ان کے بلند درجہ کو سمجھیں اور ان کی تلاش میں خوب عرق ریزی کریں اور جانفشانی دکھائیں اور دیگر اعمال سے غافل نہ ہوں۔

### قول سوم:

لفظ اللہ اسم اعظم ہے کیوں کہ اس کے جس لفظ کو بھی حذف کریں گے اور جس طرف سے بھی حذف کریں ایسا معنی باقی رہتا ہے جو اللہ کی ذات پر دلالت کرتا ہے مثلاً اللہ سے الف ہٹا دیا جائے تو اللہ ہو گیا یہ قرآن میں اللہ کے لیے آیا ہے اللہ مافی السموات والارض، ایک ایک لام کو بھی ہٹا دیا جائے تو لہ بن گیا یہ بھی قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے لہ ملک السموات والارض اور اگر دوسرا لام کو بھی ہٹا دیا جائے تو صرف ہو باقی رہ گیا لفظ ہو قرآن کریم میں اللہ کے لیے آیا ہے لا الہ الا هو یہ ایسا لفظ ہے جو ہر اعتبار سے اللہ کی ذات پر دلالت کر رہا ہے اس لیے اس کو اسم اعظم بتایا گیا ہے۔

### قول چہارم:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اسم اعظم ہے۔

### قول پنجم:

بعض نے ہو الحی القيوم کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

### قول ششم:

بعض اصحاب سلوک کا موقف یہ ہے کہ اسم اعظم ”ہو“ ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام فخر الدین رازی نے اس قول کی تائید میں کئی اقوال و دلائل ارشاد فرمائے ہیں حکیم ترمذی بھی اسی کے قائل ہیں۔

### قول ہفتم:

اسم اعظم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔

### قول ہشتم:

اسم اعظم سورہ حشر کی آخری چھ آیت ہے۔

قول ہم:

اسم اعظم الله الذي لا اله الا هو رب العرش العظيم ہے۔

قول دوم:

بعض کا قول یہ ہے کہ صرف لا اله الا الله اسم اعظم ہے۔

یازد ہم:

بعض کا قول یہ ہے کہ ذوالجلال والا کرام اسم اعظم ہے صاحب فتح الباری ابن حجر عسقلانی نے اس کو آٹھواں

قول قرار دیا ہے۔

دوازد ہم:

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اسم اعظم حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا ہے۔ لا اله الا انت سبحانک انی

كنت من الظالمين۔

اختصار کے پیش نظر یہاں صرف بارہ اقوال نقل کئے گئے ہیں تفصیلات کے شائقین حضرات اللطف الطیف کا مطالعہ کریں، حضرت نے وہاں بالتفصیل اسم اعظم سے متعلق حضرات ائمہ و علماء کرام کے تریسٹھ اقوال جمع کر دئے ہیں جو ۱۲۹ تا ۱۸۳ تک پھیلے ہوئے ہیں، حضرت کی یہ کتاب علماء طلباء عوام اور خواص سب کے لیے بے حد مفید ہے۔

(۳۹۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ

عَنْ الْقَاسِمِ قَالَ اسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ فِي سَوْرَةِ ثَلَاثِ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَطِه

ترجمہ حدیث: اسم اعظم پڑھ کر جو بھی مانگا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے:

حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم وہ ہے کہ اس کے ذریعہ جو بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے، تین

سورتوں میں ہے سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، اور سورہ طہ۔

تشریح حدیث:

سورہ بقرہ میں آیت الکرسی کی ابتدائی آیت لا اله الا هو الحي القيوم ہے آل عمران میں الم الله لا اله الا هو له

اسماء الحسنی ہے گویا سب اسم اعظم ہیں ان کو پڑھ کر اللہ رب العالمین سے جو بھی مانگا جائے گا عطا ہوگا۔ اور دعا قبول ہوگی۔

(۳۹۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ ذَكَرْتُ ذَلِكَ

لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى فَخَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ غِيلَانَ بْنَ أَنَسٍ يَحْدِثُ عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت قاسم روایت کرتے ہیں ابوامامہؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے گزشتہ مضمون کی طرح۔

(۳۹۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ.

## ترجمہ حدیث: اسمِ اعظم سے دعا:

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

اللهم انی اسألك بانك انت الله الاحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد.

اے اللہ! میں تجھ سے اپنا مقصد اور مطلب اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ تو اللہ ہے تو ایسا یکتا اور بے نیاز ہے کہ نہ تو نے جنا، اور نہ جنا گیا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے ایسا اسمِ اعظم کہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ سوال پورا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جاتی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے (یعنی اکثر وہ دعا شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔

## تشریح حدیث: سوال اور دعا میں فرق:

علماء نے سوال اور دعا کے درمیان فرق نقل کیا ہے سوال کے معنی ہیں طلب کرنا، جیسے یوں کہا جائے اللھم اعطنی شہادۃ فی سبیلک اے اللہ تو مجھے اپنے راستے میں شہادت (کی نعمت) عطا فرما، اس کے جواب میں اللہ کی عطا یعنی دینا ہے۔ اور دعا کے معنی ہیں پکارنا، عاجزی اور انکساری کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے اللھم اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اس کے جواب میں اجابت یعنی قبول کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ بندے کی پکار پر کہے لیک عبدی۔

اس حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اسمِ اعظم متعین ہے اور یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے لیکن اس بارے میں قول محقق یہ ہے کہ اسمِ اعظم مخفی ہے تعین کے ساتھ اس کا علم کسی کو بھی نہیں ہے، باقی اقوال ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

(۳۹۷۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو خَزِيمَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ.

لَقَدْ سَأَلَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

اللهم انی اسألك بان لك الحمد لا اله الا انت وحدك لا شریك لك المنان، بدیع السماوات والارض

ذوالجلال والاکرام۔

اے اللہ میں آپ سے اس وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ ساری تعریفیں صرف آپ ہی کے لیے ہیں کوئی معبود نہیں آپ اکیلے ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے ہیں صاحب ذوالجلال والاکرام ہیں، نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے جس کے ذریعہ جب سوال کیا جاتا ہے تو عطا ہوتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے۔

تشریح حدیث: قدمر مر الحدیث قبل ذالک

(۳۹۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو يُوْسُفَ الصَّنِیدَ لَا نَبِيَّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ الْقَزَارِیِّ

عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْأَحَبِّ إِلَيْكَ الَّذِي إِذَا دُعِيتَ بِهِ أُجِبتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهِ أُعْطِيتَ وَإِذَا اسْتُزِجِمْتَ بِهِ رُجِمَتْ وَإِذَا اسْتُفْرِجِمْتَ بِهِ فَرَجِمَتْ.

قَالَتْ: وَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عَلِمْتِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ دَلَّنِي عَلَى الْإِسْمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي فَعَلِمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكَ يَا عَائِشَةُ قَالَتْ فَتَنْحَيْتِ وَجَلَسْتُ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَقَبَلْتُ رَأْسَهُ ثُمَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكَ يَا عَائِشَةُ أَنْ أَعْلِمَكَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَسْأَلِينَ بِهِ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا قَالَتْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَدْعُوكَ اللَّهُ وَأَدْعُوكَ الرَّحْمَنَ وَأَدْعُوكَ الْبَرَّ الرَّحِيمَ وَأَدْعُوكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ أَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي قَالَتْ فَاسْتَضَحَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَفِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي دَعَوْتَ بِهَا.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ:

اللهم انی اسألك باسمك الطاهر الطيب المبارك الاحب اليك، الذي اذا دعيت به اجبت به واذا

سُئِلَتْ بِهِ اعْطِيَتْ، وَذَا اسْتَرْحَمْتُ بِهِ رَحِمْتُ، وَذَا اسْتَفْرَجْتُ بِهِ فَرَجْتُ۔

اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پاکیزہ طیب، مبارک، اور تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، جس کے ذریعہ اگر دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے اور اس کے توسط سے سوال کیا جائے تو آپ عطا فرماتے ہیں اور اس سے رحم کی درخواست کی جائے تو آپ رحم فرماتے ہیں اور اس کے واسطے مصیبت دور کرنے کی درخواست کی جائے تو آپ مصیبت دور کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نام بتا دیا ہے کہ جب وہ نام لے کر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں امی جان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے بھی نام سکھلا دیجئے، آپ نے فرمایا عائشہ! وہ تمہارے لیے مناسب نہیں، امی جان فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں ہٹ گئی اور کچھ دیر بیٹھی، پھر کھڑی ہوئی اور آپ ﷺ کا سر مبارک کو چوما، پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس اسم کی تعلیم مجھے دیجئے، آپ نے فرمایا عائشہ تمہارے لیے مناسب نہیں، کیوں اگر میں نے تمہیں سکھلا دیا تو تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو گی، فرماتی ہیں کہ اس پر میں کھڑی ہوئی اور وضو کیا پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں نے کہا یعنی دعا کی۔

اللهم انی ادعوك الله وادعوك الرحمن وادعوك البر الرحيم وادعوك باسمائك الحسنی کلھا ما علمت منها وما لم اعلم ان تغفر لی وترحمنی۔

اے اللہ! بے شک میں آپ اللہ سے اور رحمن سے اور البر الرحیم سے دعا کرتی ہوں، اور آپ ان تمام اسماء حسنی کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں جو میں جانتی ہوں اور جو میں نہیں جانتی ہوں آپ میری مغفرت فرما دیجئے، اور مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا وہ اسم اعظم ان ہی اسماء میں سے ہے جن سے تم نے ابھی دعا مانگی ہے۔  
تشریح حدیث:

اسم اعظم کو رائج قول کے مطابق مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ انکے بلند درجے کو سمجھیں اور ان کی تلاش و جستجو میں خوب عرق ریزی اور جانفشانی دکھائیں اور دیگر اعمال و افعال سے غافل نہ ہوں اسم اعظم معلوم ہو جانے کے بعد اس کو دنیاوی مفاد کے لیے استعمال کرنا خسارہ کی بات ہے، شیخ عمر بن سعید القوسی، کتاب الرماح میں یہ قول نقل کیا ہے، کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسم اعظم دنیا اور طالب دنیا کے لیے مناسب نہیں ہے جو شخص اسے پا کر دنیا کے لیے استعمال کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ پاتا ہے۔ اسم اعظم صرف اسی شخص کے لیے مفید ہے جو مکمل امانتدار، اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں رنگا ہوا ہو، دنیا سے بے رغبت اور صرف آخرت کی فکر رکھنے والا ہوتا کہ وہ اسم اعظم کو فانی دنیا کے معاملات میں استعمال کر کے دونوں جہاں

کی سعادت سے محروم نہ ہو جائے اسی لیے اسم اعظم کا علم رکھنے والے اولیاء کرام اسے اپنے ساتھیوں سے چھپا کر رکھتے تھے اور اس کو صرف ان ہی افراد کو ان کی تعلیم دیتے تھے جیسا کہ ذوالنون مصری کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے بعض خواص خدام میں جب تھوڑی سی خیانت دیکھی تو انہیں اسم اعظم سکھلانے سے انکار کر دیا۔

## ایک عجیب واقعہ:

اسم اعظم کا علم رکھنے والے ایک شیخ محترم کی خدمت میں ایک سالک حاضر ہوئے اور اسم اعظم سکھلانے کی درخواست کی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے اندر اس کی اہلیت ہے؟ سالک نے اثبات میں جواب دیا تو شیخ نے فرمایا جاؤ شہر کے دروازے پر بیٹھ جاؤ جو واقعہ پیش آئے مجھے آکر بتانا سالک حسب الحکم وہاں جا کر بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ ایک بزرگ لکڑہارا دراز گوش پر لکڑیاں لادے آ رہا ہے، اچانک ایک فوجی نے روک کر اس سے لکڑیاں چھین لی اور اسے مارا یہ دیکھ کر سالک کو بہت غم پہنچا، اور اس نے واپس آ کر شیخ کو قصہ سنایا، شیخ نے فرمایا اگر تمہارے پاس اسم اعظم ہوتا تو اس فوجی کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ سالک نے کہا میں اسم اعظم کے ذریعہ اس کی ہلاکت کی دعا کرتا، شیخ نے فرمایا تم نے جس بزرگ لکڑہارے کو مار کھاتے دیکھا ہے اسی نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اسم اعظم اسی کے لیے مفید اور مناسب ہے جو صبر و بردباری، اور مخلوق پر شفقت جیسی ان تمام اچھی صفات کا حامل ہو جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور منتخب بندوں کا شیوہ رہی ہیں<sup>(۱)</sup>

## (۱۴۱۸) بَابُ أَسْمَاءِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے جو اس کو محفوظ کرے گا یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(۳۹۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

## ترجمہ حدیث: اسماء حسنی کے یاد کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سو میں ایک کم، جو ان ناموں کو (سمجھ کر یاد کر لے اور ان کے مطابق اعتقاد بھی رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

## تشریح حدیث:

قولہ: من احصاها: بعض روایت میں احصی کی جگہ حفظ کا لفظ آیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کو زبانی یاد کرے گا اور اس کے معانی و مفاتیح کے مطابق اعتقاد و ایمان رکھے گا اور اس کے تقاضہ پر عمل بھی کرے گا تو وہ جنت میں جائے گا۔

امام بغوی شرح النہ میں فرماتے ہیں کہ من احصاها کے دو معانی ہیں (۱) من عدھا۔ جس نے اس کو شمار کیا، یعنی پڑھا، (۲) عرفھا و عقل معانیہا و آمن بہا، یعنی جو شخص اسماء حسنیٰ کی معرفت حاصل کی اس کے معانی کو سمجھا، اور اس کے مطابق ایمان و اعتقاد اس کے لیے یہ فضیلت ہے احصی کے معنی علم کے بھی ہیں و احصی کل شئی عددا بمعنی علم عدد کل شئی اور بعض نے اس کا ترجمہ اطاق سے بھی کیا ہے اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے علم ان لن تحصوه ای تطبقوه۔

## غیاثِ اسماء میں حصر و تحدید نہیں

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے جو یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، وہ برائے حصر و تحدید نہیں ہے بس اتنے ہی نام ہیں اس کے علاوہ نہیں، ننانوے تو وہ ہیں جو ایک ساتھ مجموعی طور پر نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، ورنہ مختلف اور متعدد احادیث میں جو الگ الگ اسماء آئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں یہاں ننانوے اسماء بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ احادیث میں اسماء باری تعالیٰ کی جو خاصیت بتائی گئی ہے کہ جو اس کو یاد کرے گا تو جنت میں داخل ہوگا وہ صرف انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ خاص ہے بقیہ اور ناموں کو یاد کرنے اور محفوظ کرنے کی یہ فضیلت اور ثواب نہیں ہے فضیلت صرف اور صرف انہی کی ہے اللہم وفقنا ویسر لنا حصولنا۔

(۳۹۸۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُثَنَّى رُحَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا إِنَّهُ وَتُرِيحُ الْوَيْحُ مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهِيَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيمُ الْعَظِيمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالِ الْجَلِيلُ الْجَمِيلُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيمُ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُودُ الشَّكُورُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْوَالِي الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُورُ الْخَلِيمُ الْكَرِيمُ الْقَوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيدُ الْمُبِينُ الْبَرُّ الْكَافُّ الرَّؤُوفُ الرَّحِيمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ

الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِي الْوَاقِي الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ  
الْمُعِزُّ الْمُدِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيلُ الْفَاطِرُ السَّمِيعُ  
الْمُعْطَى الْمُنْحِي الْمُمِيتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِي الْكَافِي الْأَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ الثَّوَرُ الْمُنِيرُ النَّامُ  
الْقَدِيمُ الْوَرِثُ الْأَخَذُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ زُهَيْرٌ فَلَمَّا مَنَ غَيْرُ  
وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ أَوْلَهَا يَفْتَحُ بِقَوْلٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ  
بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى.

### ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کے نانوے اسماء حسنی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے نانوے نام ہیں سو مگر ایک، اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے جو ان ناموں کو محفوظ کر لے گا جنت میں داخل ہوگا اور وہ نانوے اسماء حسب ذیل ہیں (۱) اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے غیر پر اس کا اطلاق نہ حقیقتاً جائز ہے نہ مجاز اس کے علاوہ تمام صفاتی ہیں۔

(۲) الواحد۔ ایک یکتا کوئی شریک نہیں۔

(۳) الصمد: بے نیاز، جس کو کسی کی بھی ضرورت نہ ہو اور سارے لوگوں کی ضرورت وہ ہو یعنی وہ ذات جو محتاج نہ ہو بلکہ محتاج الیہ ہو۔

(۴) الاول: سب سے پہلے، یعنی آپ سے پہلے کوئی نہ تھا، آپ اول ہیں بلا ابتدا کے۔

(۵) الآخر: سب سے بعد، یعنی سب سے آخر میں بغیر انتہا کے۔

(۶) الظاهر: ظاہر اور آشکارا، یعنی ہر چیز کا وجود و ظہور اللہ تعالیٰ کے وجود سے ہے اور کائنات کی ہر ہر چیز اور ہر ذرہ اس کی ہستی اور وجود پر روشن دلیل ہے لہذا اللہ تعالیٰ خوب ظاہر ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے یعنی وہ ایک ایسا غلبہ والا ہے کہ اسکے اوپر کوئی نہیں ہے۔

(۷) الباطن: پوشیدہ پنہا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ اور اس کی صفات کے حقائق تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا احاطہ بھی ناممکن ہے لہذا اس اعتبار سے اس سے زیادہ کوئی پوشیدہ نہیں ہے

(۸) الخالق: پیدا کرنے والا، جو بغیر چیز کے چیز پیدا کرے، اور چیز کے بعد چیز پیدا کرے اس کو خالق نہیں صانع کہا جاتا ہے بندہ صرف صانع ہو سکتا ہے خالق نہیں، خالق تو صرف اللہ کی ذات ہی ہے

(۹) الباری: جان ڈالنے والا، بلا کسی اصل اور بلا کسی خلل کے پیدا کرنے والا



(۱۰) المصور: تصویر اور صورتیں بنانے والا آدم سے لے کر تانہوز اور قیامت تک تمام انسان کی صورت جدا جدا، بالکل ممتاز اور الگ پیدا کرنے والا۔

(۱۱) الملک: بادشاہ حقیقی، اپنے تصرف اور تدبیر میں مختار مطلق۔

(۱۲) الحق: ثابت برحق اس کی شہنشاہیت برحق اور حقیقی ہے۔

(۱۳) السلام: جمع عیوب و نقائص سے سالم: سلامتی عطا کرنے والا سراپا سلامتی۔

(۱۴) المؤمن: مخلوقات کو آفات و بلیات سے امن دینے والا اور سامان امن و سلامتی پیدا کرنے والی ذات۔

(۱۵) المہیمن: ہر شئی کا نگہبان محافظ۔

(۱۶) العزیز: عزت اور غلبہ والا، اس پر کوئی طاقت و قوت غالب نہیں آسکتی ہے۔

(۱۷) الجبار: جبر اور قہر والا۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا، اور بگڑے ہوئے کو درست کرنے والا۔

(۱۸) المتکبر: انتہائی بلند اور پرتر ذات، جس کے سامنے سب حقیر اور بیچ ہوں۔

(۱۹) الرحمن: نہایت رحم والا۔ دنیا میں مسلمان کا فرسب پر رحم کرنے والا۔

(۲۰) الرحیم: بڑا مہربان۔ آخرت میں صرف ایمان والوں پر رحم کرنے والی ذات، رحم عام ہے اور رحیم خاص

ہے دونوں ہی مبالغے کے صیغے ہیں۔

(۲۱) اللطیف: انتہائی باریک بین، ایسی خفی اور باریک چیزوں کا ادراک کرنے والا، جہاں مخلوق کی نگاہ نہیں پہنچ

سکتی بڑا لطف و کرم کرنے والی ذات۔

(۲۲) الخبیر: بروزن فعل مبالغہ کا صیغہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہر شئی سے باخبر اور مطلع کوئی بھی شئی اس کے علم سے

اوجھل نہ ہو۔

(۲۳) السميع: سب کچھ سننے والا اللہ تعالیٰ سمیع ہے بغیر مسموع کے۔

(۲۴) البصیر: سب کچھ دیکھنے والا۔ دل کی حالت کو بھی جاننے والا۔

(۲۵) العلیم: بہت جاننے والا، جس سے کوئی بھی چیز مخفی نہ ہو ہر ذرہ ذرہ اس کے احاطہ علم میں ہو کوئی بھی ذرہ اس

کے علم کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔

(۲۶) العظیم: بہت عظمت والی ذات۔

(۲۷) البار: اچھا سلوک کرنے والا

(۲۸) المتعال: بہت بلند ذات اونچی ہستی

(۲۹) الجلیل: بزرگ تر: بلند شان والا

(۳۰) الجمیل: بہت جمال والا۔ خوبی کا مالک

(۳۱) الحی: زندہ، بذات خود زندہ، قائم بالذات حیات ابدی، جس کی حیات کو زوال نہ ہو۔

(۳۲) القيوم: کائنات عالم کی ذات و صفات کا قائم رکھنے والا، اور تھامنے والا۔ کائنات عالم کو تھامنے والی ذات۔

(۳۳) القادر: قدرت والا۔ ایسا قادر کہ کسی بھی آلہ کا محتاج نہ ہو بغیر آلہ ہی کے تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والی ہستی

(۳۴) القاهر: غلبہ والا، جس سے کوئی بھی قوت غلبہ حاصل نہ کر سکے۔

(۳۵) العلی: بہت بلند و برتر کہ اس سے اوپر کسی کا مرتبہ نہیں۔

(۳۶) الحکیم: بڑی حکمتوں والا۔ اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ایسی ذات جو چیز کی مصلحتوں اور حکمتوں

سے واقف ہو۔

(۳۷) القریب: بالکل قریب: شہ رگ سے بھی زیادہ قریب:

(۳۸) المجیب: بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والی ذات، اس کی پکار و نداء پر لبیک کہنے والی ہستی۔

(۳۹) المغنی: بڑا بے نیاز، بے پرواہ ذات، وہ ذات جس کو کسی کی بھی ضرورت نہ ہو لیکن سب کو اس کی ضرورت ہو

(۴۰) الوہاب: بغیر عوض اور بغیر ذاتی غرض کے خوب دینے والا اور سب کچھ دینے والا۔

(۴۱) الوہود: بڑا محبت کرنے والا بندوں کی خوب رعایت کرنے والا اور ان پر خوب زیادہ انعامات کی بارش

کرنے والا۔

(۴۲) الشکور: بہت زیادہ قدردان، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کا بہت زیادہ قدر و احترام کرنے والی ہستی۔

(۴۳) الماجد: بڑی بزرگی والا، بزرگ مطلق بڑائی والا۔

(۴۴) الواجد: ہر چیز کو پانے والا۔ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اپنی ہر مراد کو پانے والا

(۴۵) الوالی: کارساز، مالک تمام کاموں کا متولی اور منتظم۔

(۴۶) الراشد: راہ راست یعنی صراط مستقیم پر لانے والا۔

(۴۷) العفو: بکثرت معاف کرنے والا۔

(۴۸) الغفور: بہت زیادہ مغفرت کرنے والا بکثرت بخشنے والا۔

(۴۹) الحلیم: بہت زیادہ بردبار، اسی حلم و بردباری کا نتیجہ ہے فساق و فجار کو علی الفور سزا نہیں دیتا، ان کے رزق کو

نہیں روکتا، بلکہ دنیا میں انہیں سنبھلنے اور سدھرنے کا موقع دیتا ہے۔

(۵۰) الکریم: بہت زیادہ مہربان۔

(۵۱) التواب: بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا۔

(۵۲) الرب: پروردگار ہر شئی کو پالنے والی قدرت، مناسب وقت پر مناسب غزائیات اور ضروریات فراہم کرنے

والی ذات۔

(۵۳) المجید: بڑا بزرگ، پاک ہستی۔

(۵۴) الولی: مددگار، دوست رکھنے والا۔ یعنی اہل ایمان کا محب اور ناصر

(۵۵) الشہید: حاضر و ناظر، ظاہر و باطن پر مطلع، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ امور ظاہرہ کے جاننے والے کو شہید

کہتے ہیں اور مطلق جاننے والے کو علیم کہتے ہیں

(۵۶) البین: حق و باطل کے درمیان جدائی کرنے والی ذات۔

(۵۷) البدرہان: دلیل قاطع، واضح دلیل۔

(۵۸) الرؤوف: بڑا ہی مہربان، جس کی رحمت کی غایت اور انتہا نہیں۔

(۵۹) الرحیم: بے حد مہربان۔

(۶۰) المبدی: عدم سے وجود میں لانے والی ذات، پہلی بار پیدا کرنے والی ذات

(۶۱) المعید: دوبارہ پیدا کرنے والا۔ پہلی بار بھی اسی نے پیدا کیا، اور قیامت کے دن بھی دوبارہ وہی پیدا کرے

گا اور بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ لباس حیات پہنائے گا

(۶۲) الباعث: مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے والا۔

(۶۳) الوارث: تمام موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد موجود رہنے والی ہستی سب کا وارث اور مالک جب

کائنات کا ذرہ ذرہ ختم کر دیا جائے گا تو تمام مخلوقات کو جمع کر کے خدا فرمائے کہ لمن الملک الیوم آج کے دن بادشاہت

کس کے لیے ہے بتاؤ خود ہی جواب دے گا اللہ الواحد القہار: ایک اللہ کے لیے جو قہار ہے۔

(۶۴) القوی: بہت زور آور طاقت ور

(۶۵) الشدید: سخت۔

(۶۶) الضار: نقصان پہنچانی والی ذات۔

(۶۷) النافع: نفع رسانی کرنے والی ذات۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان کا مالک ہے وہی ذات جس کو چاہتی ہے

نفع دیتی ہے اور جس کو چاہتی ہے نقصان پہنچاتی ہے نفع و نقصان کی کنجی اسکے قبضہ و قدرت میں ہے

تَکْمِیلُ الْحَاجَةِ جلد ہفتم

(۶۸) الباقی دائم الوجود: ہمیشہ باقی رہنے والی ذات، جس کو کبھی فنا نہیں اور اس کے وجود کی کوئی انتہا نہیں وہ واجب الوجود ہے ماضی کے اعتبار سے وہ قدیم ہے اور مستقبل کے لحاظ سے وہ باقی ہے۔

(۶۹) الوافی: بچانے والا۔

(۷۰) الخافض: پست کرنے والا جھکانے والا۔

(۷۱) الرافع: بلند کرنے والا اٹھانے والا، یعنی اللہ ہے جس کو چاہے پست کرے اور جس کو چاہے بلند کرے، وہی مختار کل اور رقادر مطلق ہے۔

(۷۲) القابض: تنگی کرنے والا۔

(۷۳) الباسط: فراخی کرنے والا۔ یعنی حسی اور معنوی رزق میں تنگی کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وہی جس کو چاہتا ہے رزق میں کشادگی کرتا ہے، اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کرتا ہے۔

(۷۴) المعزز: عزت دینے والا، اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کو عزت سے نوازتا ہے۔

(۷۵) المذل: ذلت دینے والا، عزت دینے والی ذات اللہ کی ہے اور ذلت دینے والی ذات بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے وہی جس کو چاہتا ہے عزت و عظمت اور رفعت و بلندی کے خلعت سے نوازتا ہے اور وہی ذات ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل و رسوا کرتا ہے عزت و ذلت کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۷۶) المقسط: عدل و انصاف کرنے والا۔

(۷۷) الرزاق: بہت زیادہ رزق اور روزی دینے والا۔ اور روزی کو پیدا کرنے والا۔

(۷۸) ذو القوة: طاقت و قوت والا۔

(۷۹) المتین: شدت و قوت و طاقت والا، جس میں ضعف و اضمحلال کا امکان بھی نہیں۔

(۸۰) القائم: ہمیشہ قائم رہنے والا۔

(۸۱) الدائم: ہمیشہ برقرار رہنے والا۔

(۸۲) الحافظ: حفاظت کرنے والا، بچانے والا۔

(۸۳) الوکیل: کارساز: یعنی وہ ذات جس کی طرف دوسرے اپنا کام سپرد کر دیں، وہی بندوں کا کام بنانے والا ہے۔

(۸۴) الفاطر: پیدا کرنے والا۔

(۸۵) السامع: سننے والا، ہر حال میں سننے والی ذات۔

(۸۶) المعطی: عطا کرنے والا دینے والا۔

- (۸۷) المہجی: زندگی دینے والا۔ زندہ کرنے والا
- (۸۸) المہیت: مارنے والا۔ موت دینے والا یعنی چلانے والا اور مارنے والا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے علاوہ کسی کے اندر یہ طاقت و صلاحیت نہیں ہے۔
- (۸۹) المانع: روکنے والا جس چیز کو روک دے کوئی دے نہیں سکتا مثلاً بارش روک دے تو کوئی بارش کا قطرہ بھی نہیں برسا سکتا ہے اگر کسی کو اولاد سے محروم کرنا چاہے اور روک دینا چاہے تو کوئی بھی طاقت نہیں کہ اس کو اولاد دیدے،
- (۹۰) الجامع: سب لوگوں کو جمع کرنے والا، یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع کرنے والی ذات۔
- (۹۱) الہادی: سیدھی راہ دکھانے والا اور بتانے والا، ہدایت دینے والا۔
- (۹۲) الکافی: کفایت کرنے والا۔
- (۹۳) الابد: ہمیشہ برقرار، ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا۔
- (۹۴) العالم: جاننے والا
- (۹۵) الصادق: سچا
- (۹۶) النور: وہ بذات خود ظاہر اور روشن ہے اور دوسروں کو ظاہر اور روشن کرنے والا ہے، نور اس چیز کو کہتے ہیں جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہو۔
- (۹۷) المنیر: روشن کرنے والا:
- (۹۸) الشام: ہر کام کو پورا کرنے والا، ہر شئی کو مکمل کرنے والا۔
- (۹۹) القدیم: ازلی
- (۱۰۰) الوتر: یکتا، (طاق، اکیلا)
- (۱۰۱) الاحد: ذات و صفات میں یکتا، اور یگانہ یعنی بے مثال اور بے نظیر
- (۱۰۲) الصمد: جو کسی کا محتاج نہیں ہر ایک اس کا محتاج ہے
- (۱۰۳) الذی لم یلد: جس کی کوئی اولاد نہیں۔
- (۱۰۴) ولم یولد: اور کوئی ہمسرا اور شریک نہیں۔
- (۱۰۵) ولم یکن له کفو احد: اور کوئی اس کا ہمسرا اور شریک نہیں۔
- حدیث کے راوی زہیر کہتے ہیں کہ ہمیں متعدد اہل علم سے معلوم ہوا کہ اسم اعظم اور اسماء حسنی کا آغاز سب سے پہلے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، بیدہ الخیر، وھو علی کل شئی قذیر لا الہ الا اللہ لہ الاسماء

الحسنی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سند کے اعتبار صحیح ہے مگر تفصیل اجمال کے مطابق نہیں ہے اجمال میں تو یہ بیان کیا گیا کہ اسماء حسنیٰ نانوں میں ایک کم سو ہیں لیکن جب ان ناموں کی تفصیلات بیان کی تو ایک سو پانچ ہوئے چھ نام زیادہ ہو گئے، اس لیے اس کا شمار اور ترتیب صحیح نہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اسماء حسنیٰ کے متعلق جو روایت ذکر کی ہے وہ زیادہ صحیح ہے اس کی ترتیب بھی اس کے علاوہ ہے، علماء کے نزدیک ترمذی شریف کی روایت زیادہ معتمد اور معتبر ہے۔

بعض اہل علم نے اسماء حسنیٰ کے کچھ خواص کو بھی بیان کیا ہے چنانچہ صاحب مظاہر حق جدید حضرت مولانا عبداللہ جاوید غازی مدظلہ العالی اسماء حسنیٰ کے خواص کو زینت شرح بخشش ہے اور تفصیلات خواص کو سپرد قلم کیا ہے نیز لطف اللطیف میں حضرت علامہ اطہر الجاہدین، پاسان مسلک دیوبند وارثین شیخ الہند و شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد مسعود اطہر صاحب دامت برکاتہم نے بھی تفصیل سے لکھتے ہیں جو ۱۷-۱۳۸ تک پھیلے ہیں باذوق حضرات لطف اللطیف کا مطالعہ ضروری کریں۔ آپ اس میں بہت کچھ پائیں گے ہم طوالت کے خطرہ کے پیش نظر ان خواص کے ذکر کرنے سے نظر انداز کر رہے ہیں۔

### (۱۲۱۹) بَابُ دَعْوَةِ الْوَالِدِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ام حکیم بنت وداغ الخزاعیہؓ سے مروی ہیں، اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں اور مظلوم کی بددعا ظالم کے خلاف کبھی رد نہیں کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ والد اور مظلوم دونوں کی دعا قبول کرتے ہیں ان کی دعائیں رد نہیں کی جاتی ہیں۔

(۳۹۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لِهِنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لَوْلَدِهِ.

ترجمہ حدیث: جن لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ اس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں، اور وہ تین یہ ہیں۔

(۲) دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ: مسافر آدمی کی دعا۔

(۱) دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ: مظلوم کی دعا۔

(۳) دَعْوَةُ الْوَالِدِ لَوْلَدِهِ: والدین کی دعا اولاد کے حق میں، ان تین آدمیوں کی دعا بارگاہ ایزدی میں ضرور قبول ہوتی ہیں۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی ایسے خوش قسمت ہیں اور زہے نصیب والا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد نہیں کرتے ہیں بلکہ اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

## (۱) مظلوم کی دعا:

مظلوم کی دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مظلوم شخص کی مدد کرتا ہے یا اس کو تسلی و تسکین دلاتا ہے اور مظلوم اس کے حق میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح جو شخص مظلوم پر ظلم کرتا ہے یا جو شخص ظالم کی حمایت و تائید کر کے مظلوم کی ذہنی روحانی اور جسمانی تکلیف و مصیبت میں اضافہ کرتا ہے پھر مظلوم اس کے حق میں بددعا کرتا ہے تو اس کی یہ بددعا آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرش الہی پر پہنچتی ہے اور شرف قبولیت سے ہم کنار ہوتی ہے۔

## (۲) مسافر کی دعا:

مسافر کی دعا کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ ہے کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتے ہیں اور اس کی بددعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اسے تکلیف اور ایذا پہنچاتے ہیں اور اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مسافر کی دعا مطلق قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے کرے۔

## (۳) والد کی دعا اولاد کے لیے:

والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں بہت قبول ہوتی ہے والدین اپنی اولاد کے حق میں دعا کریں یا بددعا کریں دونوں ہی شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہیں حدیث شریف میں والد سے مراد والدین ماں اور باپ دونوں ہیں اور اگر صرف والد یعنی باپ مراد ہو تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ جب باپ کی دعا یا بددعا اس قدر سرعت کے ساتھ قبولیت کے مقام کو حاصل کرتی ہے تو ماں کی دعا یا بددعا بدرجہ اولیٰ اور بطریق اولیٰ قبول ہوگی کیوں کہ ماں اپنی اولاد کے حق میں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہوتی ہے۔

(۳۹۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا خُبَابَةُ ابْنَةُ عَجْلَانَ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ حَفْصِ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ جَرِيرٍ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ وَدَاعٍ الْخَزَاعِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دَعَاءُ الْوَالِدِ يُفْضَى إِلَى الْحَبَابِ.

## ترجمہ حدیث: والد کی دعا کا قبول ہونا

حضرت ام حکیم بنت وداع الخزاعیہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ارشاد فرما رہے تھے والد کی دعا حجاب تک پہنچتی ہے۔

## تشریح حدیث:

حجاب تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مقام خاص تک پہنچتی ہے جہاں تک عام چیزوں کی رسائی نہیں ہوتی ہے لیکن جب ماں باپ دعا کرتے ہیں یا بد دعا کرتے ہیں تو عند اللہ اس مقام تک پہنچ کر شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔ گویا اس سے سرعت اجابت اور قبولیت کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۱۴۲۰) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْإِعْتِدَاءِ فِي الدُّعَاءِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کرنا اور خواہ مخواہ کی قید لگانا جس کا کوئی حاصل نہ ہونے ہے۔

(۳۹۸۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنَّنَا سَعِيدُ الْجَرِيرِيُّ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَغْفَلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيُّ بَنِي سُلِّ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَغُذِّي بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ نے اپنے صاحبزادے سے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں آپ سے جنت کے دائیں حصہ میں سفید محل کا سوال کرتا ہوں جب میں اس میں داخل ہو جاؤں، تو حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: میرے پیارے بیٹے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو، اس لیے کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دعا میں حد سے زیادہ بڑھنا شروع کر دیں گے۔

## تشریح حدیث: دعا میں حد سے زیادہ تجاوز جائز نہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ دعا میں حد سے زیادہ چلانا آواز بلند کرنا، یا جس چیز کا حصول شرعاً محال ہو اس کو طلب کرنا، یا معصیت کے بارے میں دعا کرنا یا غیر منقول دعائیں کرنا خصوصاً جن میں تکلف و تصنع اور جمع بندی ہو اعتداء فی الدعاء ہے یعنی حد سے زیادہ تجاوز کرنا ہے والاعتداء فی الدعاء يقع بزيادة رفع فوق الحاجة او



بطلب ما يستحيل حصوله شرعاً، او بطلب معصية او يدعو بما يؤثر خصوصاً ما ورت كراهته كالسجع المتكلف وترك المأمور (۱)

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے،، انه لا يحب المعتدين اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے یعنی معتدی کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے معتدی حد سے تجاوز کرنے والے اور ممنوعات کے ارتکاب کرنے والے کو کہا جاتا ہے اور دعاء میں اعتداء یہ ہے۔

(۱) الجهر الكثير والصباح: دعائیں بہت زیادہ آواز بلند کرنا چھنا چلانا۔

(۲) ان يدعو الانسان في ان تكون له منزلة نبي، انسان یہ دعا کرے کہ اس کو نبی جیسا مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت حاصل ہو جائے یا کسی شئی محال کے بارے میں دعا کرے۔

(۳) ان يدعو طالباً معصية الله وغير ذلك: کسی معصیت کے بارے میں دعا کرے۔

(۴) ان يدعو بما ليس في الكتاب والسنة، ایسی چیز کے بارے میں دعا کرنا جو کتاب و سنت میں نہ ہو یہ سب کے سب اعتداء فی الدعاء میں داخل ہیں اور قبولیت دعا کے لیے مانع ہیں (۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ اس لیے کہ یہ اوسط جنت ہے، اور اعلیٰ جنت ہے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے زیر نظر حدیث میں اپنے صاحبزادے کو اعتداء فی الدعاء سے منع فرمایا اور حصول جنت اور دخول جنت کے بارے میں سوال کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ حصول جنت اور دخول جنت ہی تمام امانی کے حصول کا سبب ہے پھر تو وہاں سب کچھ ملیں گے حور بھی قصور بھی وہ تمام نعمتیں ملیں گی جو اس کے تصور سے بالکل ماوراء ہیں۔

### (۱۳۲۱) بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دعا کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ کے برابر تک اٹھانا چاہئے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو چہرے کی طرف رکھنا چاہئے یہ مسنون طریقہ ہے۔

(۳۹۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَبِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرَاهُ صَفْرًا أَوْ قَالَ خَائِبِينَ.

ترجمہ حدیث: دعائیں ہاتھ اٹھانا

حضرت سلمان فارسیؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لا ریب تمہارا رب بہت حیاء دار اور کریم (معزز مہربان

اور جواد) ہے اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر وہ اس کے ہاتھ کو ناکام اور خالی لوٹا دے۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے صفر کا لفظ فرمایا یا خائبین کا۔ اسی وجہ سے لفظ او کے ذریعہ اس کی وضاحت کر دی۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دعا کرتے وقت دونوں ہاتھ سینہ کے برابر تک اٹھانا چاہئے، قبولیت دعا کے لیے مفید ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کی سنت بھی ہے اور فراغت دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیر لینا یہ بھی منون ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آرہا ہے۔

(۳۹۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَوْتَ اللَّهَ فَادْغِ بِنُطُونِ كَفَيْكَ وَلَا تَدْغِ بظُهُورِهِمَا فَإِذَا فَرَّغْتَ فَاْمَسَحْ بِهِمَا وَجْهَكَ.

ترجمہ حدیث: دعا کے بعد اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہو اپنی ہتھیلی کے باطنی حصہ کے ذریعہ دعا مانگو، اور اس کے اوپر کے حصہ سے دعا مت کرو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔

تشریح حدیث:

دعا میں ہاتھ اٹھانا، اور ختم دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنا رسول اکرم ﷺ سے قریب قریب بسند تو اترا ثابت ہے، امام نوویؒ نے شرح المہذب میں اس کے متعلق تقریباً تیس حدیثیں نقل کر دی ہیں، اور ان لوگوں کی غلط فہمی کو واضح کاف لفظوں میں واضح کیا ہے جن کو حضرت انسؓ کی روایت سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے رفع یدنی دعا کا انکار کر دیا ہے۔ تفصیل کے لیے شرح المہذب کا مطالعہ کریں۔

### (۱۳۲۲) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا امْسَى

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو عیاشؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابان بن عثمانؓ، خادم رسول حضرت ابو سلامؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت بریدہؓ سے مروی ہیں اس باب میں مندرجہ پڑھنے کی دعائیں منقول ہیں۔

(۳۹۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عِيَّاشٍ الرَّزَقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ جِئْتُكَ بِصَبْحٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَحَدَّثَنَا لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ لَهُ عَدْلٌ رَقِيبَةٌ مِنْ وَلَدِ  
إِسْمَاعِيلَ وَحُطًا غُلَّةٌ عَشْرُ خَطِيبَاتٍ وَرَفِيعٌ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِي حِزْرِ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتَّى  
يَمْسِيَ وَإِذَا أَمْسَى فَمِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ قَالَ فَرَأَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا  
يَرَى النَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا عِيَّاشٍ يَزُودُنِي عَنْكَ كَذًا وَكَذَا فَقَالَ صَدَقَ أَبُو عِيَّاشٍ.

ترجمہ حدیث: صبح و شام دعا پڑھنے کا فائدہ:

حضرت ابو عیاش زرقیؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھے،  
لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير.

نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے  
لیے ہے تمام تعریفیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کو حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اور اس کی دس خطائیں معاف کر دی  
جائیں گی، اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے اور شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور جب شام کے وقت یہی  
کلمات پڑھے تو صبح تک ایسا ہی رہے گا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو  
عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک ابو عیاشؓ آپ کی طرف منسوب کر کے اس طرح نقل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ابو عیاشؓ  
بالکل سچے ہیں اور ٹھیک کہا ہے۔

تشریح حدیث:

فقولہ: کان له عدل: لفظ عدل بکسر العین وفتحہا دونوں طرح منقول ہیں، بمعنی المثل: من ولد اسماعیل، واو اور لام  
دونوں پر فتح کے ساتھ دوسری روایت اس میں وُلد بضم الواو و سکون اللام ہے ای کان له ثواب عتق رقبة باقی حدیث  
شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۳۹۸۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحْتُمْ فَقُولُوا اللَّهُمَّ بِنِكَ أَصْبَحْنَا  
وَبِنِكَ أَمْسَيْنَا وَبِنِكَ نَحْيَا وَبِنِكَ نَمُوتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُمْ فَقُولُوا اللَّهُمَّ بِنِكَ أَمْسَيْنَا وَبِنِكَ أَصْبَحْنَا  
وَبِنِكَ نَحْيَا وَبِنِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ.

ترجمہ حدیث: شام اور صبح پڑھنے کی دعائیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم صبح کرو تو یہ دعا پڑھو۔

اللهم بك أصبحنا وبك امسينا وبك نحى وبك نموت.

اے اللہ! ہم نے صبح کی آپ کی وجہ سے اور صرف آپ کی مدد سے شام کی، آپ کے لیے جنیں گے اور آپ کے لیے مریں گے، (مرنا جیسا آپ کے لیے ہے) اور جب شام ہو تو یہ دعا پڑھے:

اللهم بك امسينا وبك أصبحنا وبك نحى وبك نموت، واليك المصير

اے اللہ! ہم نے محض تیری مدد سے شام کی اور تیری ہی نصرت سے صبح کی اور تیرے ہی لیے میرا جینا اور مرنا اور تیرے ہی طرف ہے لوٹ کر جانا۔  
تشریح حدیث:

قوله: بك أصبحنا: بك كإباء کسی مخدوف کا متعلق ہے جو اصبح کی خبر ہے اور یہاں مضاف کو مقدر ماننا ضروری ہے ای  
اصبحنا ملتبسين بنعمتك۔ وبك نموت ونحى حکایۃ عن الحال الآتیۃ، ومعناه انت تحيينی وانت تمیتنی  
(۳۹۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ  
سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي  
صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءٍ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرَّهُ شَيْءٌ قَالَ وَكَانَ أَبَانُ قَدْ أَصَابَهُ طَرَفٌ مِنَ الْفَالَجِ فَجَعَلَ  
الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ أَبَانُ مَا تَنْظُرُ إِلَيَّ أَمَا إِنَّ الْحَدِيثَ كَمَا قَدْ حَدَّثَكَ وَلَكِنِّي لَمْ أَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ  
لِيَمْضِيَ اللَّهُ عَلَيَّ قَدْرَهُ.

ترجمہ حدیث: تکلیف دہ اور موذی جانور سے حفاظت کے لیے جامع دعا

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو بندہ بھی ہر روز صبح و شام کے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہے اس کو کوئی بھی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔

بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شئ في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم.  
صبح شام اس اللہ کے نام سے کرتا ہوں جس کے نام کی برکت کی وجہ سے زمین و آسمان کی کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور وہ سننے والا۔ جاننے والا ہے۔

راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت ابان کو فالج تھا ایک شخص ان کی طرف نہایت تعجب و حیرت سے دیکھنے لگا، حضرت ابانؓ نے کہا میاں! (دیکھتے کیا ہو؟) حدیث ایسے ہی ہے جیسے میں نے بیان کی، لیکن ایک روز میں پڑھ نہ سکا (بھول گیا)

تَكْبِيلُ الْحَاجَةِ جلد ہفتم

تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی اہل تقدیر جاری کرے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب واضح ہے اس میں صبح و شام کے وقت پڑھنے کی مقبول و منقول دعائیں ہیں۔  
(۳۹۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ حَدَّثَنَا مُسْعَزُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ عَنْ سَابِقِ  
عَنْ أَبِي سَلَامٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ  
إِنْسَانٍ أَوْ عَبْدٍ يَقُولُ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا إِلَّا  
كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُرَضِّيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کلمات:

خادم رسول حضرت ابوسلامؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان، یا جو انسان یا جو بندہ صبح  
اور شام کے وقت یہ کلمات کہہ لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ضرور خوش ہوگا اور راضی ہوگا، اور وہ کلمات یہ ہیں۔  
رضیت باللہ رباً، وبالإسلام دیناً، وبمحمد نبیاً۔ میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا رب ہونے کے اعتبار سے اور  
اسلام سے دین کے اعتبار سے راضی ہوں اور حضرت محمد ﷺ سے راضی ہوں باعتبار نبی ہونے کے۔  
تشریح حدیث:

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور معبود مان لیا اور اسلام کو اپنا سچا اور برحق دین ہونے کا یقین کر لیا اور رسول اکرم  
ﷺ سے رسول و نبی ہونے کے اعتبار سے راضی ہو گیا اور ان کو اپنا نبی اور رسول مان لیا۔

(۳۹۹۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِيسِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ أَبِي  
سَلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَدْعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ  
رُؤُوسِي وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ  
أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي قَالَ وَكِيعٌ يَغْنِي النَحْسُفَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ صبح و شام یہ دعائیں نہیں چھوڑتے تھے (بلکہ پابندی سے  
پڑھتے تھے)۔

اللهم انی اسألك العافیة فی الدنیا والآخرة، اللهم الی اسألك العفو والعافیة فی دینی ودنیاى واهلی ومالی اللهم استر عوراتی وأمن روعاتی واحفظنی من بین یدئ ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک ان اغتال من فحتی.

اے اللہ! بے شک میں آپ سے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! بے شک میں اپنے دین اور اپنی دنیا اور اپنے اہل و عیال اور مال میں عافیت مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما۔ اور خوف کی چیزوں سے مجھ کو امن میں رکھ، اور (اے اللہ!) مجھے میرے سامنے سے میرے پیچھے سے اور میرے دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرما اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میرے نیچے اچک لیا جاؤں، یعنی ہلاک کر دیا جاؤں حدیث کے راوی و کعب کہتے ہیں الاغتال کے معنی الخف کے ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: العفو: التجاوز من الذنب۔ گناہ در گزر کرنا، معاف کرنا۔

قوله: العافیة: السلامة من الآفات والشدائد، رنج و الم، حزن و ملال اور تکلیف و مصیبت سے حفاظت، سلامتی۔  
قوله: عوراتی: عورات بفتح العین و سکون الواو، عورة کی جمع ہے وہی کل مایستحی منه ہر وہ شئی جس سے شرم و حیا کی جائے، اور کسی کے جاننے، لینے یا دیکھنے کو برا سمجھا جائے۔

قوله: روعاتی: روعة کی جمع روعات، وہی الفزع، گھبراہٹ، خوف۔ قوله: واعوذ بک ان اغتال۔ اغتال مجہول کا صیغہ ہے ای اذهب من حیث لا اشعر۔

(۳۹۹۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَيْمٍ عَنْ غُثَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْزَنْةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتَ أَبُوءُ بِبِعْثِكَ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهَا فِي يَوْمِهِ وَلَيْلَتِهِ فَمَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَوْ لَيْلَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ حدیث: ایک جامع پر تاثیر دعا نبوی

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت، اعوذ بک من شر ما صنعت، ابوء بنعمتک وابدؤ بذمتی، فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت.

اے اللہ! آپ میرے رب ہیں آپ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، آپ نے مجھے پیدا فرمایا اور میں آپ کا بندہ ہوں اور میں آپ کے عہد اور وعدے پر بقدر استطاعت قائم ہوں، میں نے جو کام کئے ان کے شر سے میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کی نعمت اور انعام کا معترف و قائل ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اس لیے آپ میری مغفرت فرما دیجئے، کیوں کہ گناہوں کو آپ کے علاوہ کوئی بخشنے والا نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اس کو دن میں یارات میں کہے، پھر اسی دن یارات کو اس کو موت آجائے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ جنت میں جائے گا۔

**تشریح حدیث:**

اس دعا کو سید الاستغفار کہتے ہیں دن یارات میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیونا چاہئے تاکہ اگر موت آجائے تو فرمان رسالت کے مطابق جنت میں جائے۔

### (۱۲۲۰) بَاب مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا أَوَىٰ إِلَىٰ فِرَاشِهِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں اس باب میں ان دعاؤں کا بیان ہے جو رسول اکرم ﷺ بستر پر تشریف لے جانے کے بعد پڑھتے تھے اور ان دعاؤں کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ آپ کی امت بھی ان سے فیض اٹھائیں، اور وہ دنیا اور آخرت کی سعادت و نعمت سے مالا مال ہوں۔

(۳۹۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا

مُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَوَىٰ إِلَىٰ فِرَاشِهِ

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ

وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ

وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ

شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ.

**ترجمہ حدیث:** بستر پر جانے کے بعد پڑھنے کی دعا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم رب السماوات والارض ورب كل شيء، فالق الحب والنوى، منزل التوراة والانجيل والقرآن

العظيم، اعوذ بك من شر كل دابة انت آخذ بناصيتها انت الاول، فليس قبلك شيء، وانت الاخر فليس بعد

تكميل الحاجة

جلد ہفتم

شئی وانت الظاهر، فلیس فوقك شئی وانت الباطن فلیس دونك شئی اقص عنی الدین واغنی الفقیر۔  
اے اللہ! آسمان وزمین کا رب اور ہر چیز کا، اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے، تورات انجیل اور قرآن عظیم کو نازل فرمانے والے میں ہر جانور کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے، آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں، آپ ہی آخر بھی ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں آپ ہی پوشیدہ و پناہاں ہیں آپ سے زیادہ کوئی بھی شئی پوشیدہ نہیں، میری جانب سے قرض ادا کر دیجئے، اور مجھے مفلس سے نئی کر دیجئے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: رب السماوات والارض، اس سے بقائے عالم کے اصول کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد رب کل شئی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تعلیم کی جانب اشارہ ہے یعنی اللہ پاک تمام کلیات و جزئیات کا رب حقیقی ہے، اور تمام اصول و فروع کا مالک ہے۔

قولہ: فالق الحب والنوي: اس کے ارزاق جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے جس پر بقاء جسم موقوف ہے، لفظ حب کا استعمال طعام کے لیے ہوتا ہے جبکہ نوی تمر یعنی کھجور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

قولہ: منزل التوراة والانجيل والقرآن: اس سے ارزاق روحانیہ کی طرف اشارہ ہے جو احوال آخرت اور احکام آخرت کی تدبیر پر محتوی اور متعلق ہے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ زبور کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبور میں چوں کہ احکام و شرائع نہ تھے اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قولہ: اخذ بنا صيتها: آپ اس کی پیشانی کو پکڑنے والے ہیں یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور غلبہ سے عبارت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۹۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْطَجِعَ عَلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْزِعْ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ ثُمَّ لِيَنْقُضْ بِهَا فِرَاشَهُ فَإِنَّهُ لَا يَذْرَى مَا خَلَقَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقْلُ رِبِّ بَيْتِهِ وَضَعَتْ جَنِّي وَبِكْ أَرْفَعُهُ فَإِنْ أَمْسَكَتْ نَفْسِي فَازْخَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلَتْهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا حَفِظْتُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ۔

ترجمہ حدیث: سونے کے آداب اسلامی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر سونے کے لیے آئے تو اپنے ازار کا کنارہ کھول لے اور اس سے اپنا بستر جھاڑ لے، اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ بستر کے



پچھے کیا ہے پھر اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جائے، پھر یہ دعا پڑھے۔

رب! بك وضعت جنبی وبك ارفعہ، فان امنكت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما حفظت به عبادك الصالحین۔

اے میرے رب! آپ ہی کے بھروسے پر میں نے اپنی کروٹ رکھی ہے اور آپ ہی کے بھروسے پر اس کو میں اٹھاؤں گا پس اگر آپ میری جان کو روک لیں تو اس پر رحم فرما، اور اگر چھوڑ دیں (اور میں بیدار ہو جاؤں) تو اس کی ایسے ہی حفاظت فرما، جیسے آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

**تشریح حدیث:**

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے سونے کے آداب بیان فرمائے ہیں اس حدیث میں صرف تین ادب کا بیان ہے (۱) جو کوئی اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ بستر کو کسی بھی کپڑے وغیرہ سے جھاڑے، پھر اس پر سوئے کیوں کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی موزی اور تکلیف دہ جانور ہو جو اذیت پہنچا دے اس لیے اولاً کسی بھی کپڑے سے بستر کو جھاڑ لینا چاہئے، اگر کوئی کپڑا خارج سے میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں لنگی کے اندر کے کونے سے جھاڑ لے، اور لنگی کے اندر کے کونے سے مراد کپڑے کا وہ حصہ یا کونہ ہے جو اندرونی طرف بدن سے لگا ہوتا ہے خواہ وہ لنگی ہو یا کوئی اور کپڑا، اور حدیث شریف میں لنگی کے کونے سے جھاڑنے کو اس لیے فرمایا کہ باہر کے کونے سے جھاڑنے سے اوپر کا کونہ یا حصہ میلا ہو جائے گا جس سے بدن نمائی پیدا ہو جائے گی۔

(۲) بستر جھاڑنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹے، یہ مسنون اور سونے کا ادب ہے علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر سونے میں حکمت یہ ہے کہ چوں کہ دل بائیں پہلو میں ہوتا ہے اس لیے دائیں کروٹ سونے کی صورت میں دل لٹکنا رہتا ہے جس کی وجہ سے نیند میں استراحت اور زیادہ غفلت نہیں ہوتی، اور نماز تہجد وغیرہ کے لیے جاگنا ہوتا ہے جب بائیں کروٹ سونے سے دل اپنی جگہ ٹھہرتا ہے جس کی وجہ سے نیند میں غفلت اور استراحت بہت زیادہ ہوتی ہے تہجد وغیرہ کے لیے اٹھنے میں دشواری اور مشکل ہوتی ہے وفی اضطجاعۃ علی شقہ الایمن من، وهو ان القلب معلق فی الجانب الایسر، فاذا نام الرجل علی الجانب الایسر مستقل یوماً، لانه یکون فی دعة، واستراحة فیثقل نومہ، فاذا نام علی شقہ الایمن فانه بقلب ولا یتغرق فی النوم، تعلق القلب وطلبہ مستقرہ ومیلہ الیہ، ولہذا استحب الاطباء النوم علی الجانب الایسر لکمال الراحة وطیب المنام وصاحب الشرع یتستحب النوم علی الجانب الایمن لئلا یثقل نومہ فینام عن قیام اللیل، فالنوم علی الجانب الایمن نفع للقلب، وعلی الجانب الایسر انفع للبدن، واللہ اعلم (۱)

(۳) حدیث شریف میں تیسرا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دائیں کروٹ پر لیٹ جائے تو اس کے بعد دعا پڑھے، جو حدیث شریف میں مذکور ہے، پھر سو جائے۔

نیند موت کا بھائی ہے:

النوم اخ الموت: نیند موت کا بھائی ہے جب انسان سوتا ہے تو وہ گویا مردے کے حکم میں ہو جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی روح کو عارضی طور پر قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بعد اس کی روح کو جسم میں بھیج دیتا ہے، یعنی اسے نیند سے بیدار کر دیتا ہے اور کبھی اس کی روح کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور اسی حالت میں اس کو موت دیدیتا ہے چنانچہ اسی چیز کے بارے میں مذکور دعا کے اندر درخواست کی گئی ہے کہ الہی اگر سونے کے بعد میری روح کو اپنے پاس رکھ لے اور مجھ پر موت طاری کر دے تو اس صورت میں میری مغفرت فرما، اور اگر میری روح کو واپس بھیج دے اور مجھے بیدار کر دے تو پھر اس صورت میں میری اسی طرح حفاظت فرمائیے جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے یعنی نیکی و بھلائی کی توفیق عطا فرمائیے اور برائی و گناہ کے کام سے حفاظت فرمائیے، اور میرے ہر کام و فعل پر نصرت فرمائیے۔

(۳۹۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَ سَعِيدُ بْنُ شَرَحْبِيلٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ مِهَابٍ أَنَّ غَزْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ.

ترجمہ حدیث: سوتے وقت معوذتین پڑھ کر دم کرنا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور معوذتین (یعنی قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝) پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے آشکارہ اور واضح ہے۔

(۳۹۹۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْعٌ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ أَوْ أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلِ اللَّهُمَّ

أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَالْجَنَاحَ ظَهْرِي إِلَيْكَ وَقَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَرَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَنَاجَا وَلَا مَنَجَا مَنَّكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتُّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتُ أَصْبَحْتُ وَقَدْ أَصْبَحْتَ خَيْرًا.

ترجمہ حدیث: سوتے وقت پڑھنے کی مسنون دعا

حضرت براء بن عازبؓ راوی ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا جب تو اپنے خواب گاہ کو پکڑو، یعنی سونے کے لیے اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

اللهم اسلمت وجهي اليك والجنات ظهوري اليك وقوضت امري اليك، رغبة ورهبة اليك لا منجا ولا ملجأ منك الا اليك آمنت بكتابك الذي انزلت وبنبيك الذي ارسلت۔

اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے جھکا دیا، اور اپنی پشت تیرے سہارے رکھی، اور اپنا معاملہ تیرے حوالہ کیا، آپ کی رغبت سے اور آپ ہی کے خوف سے، آپ کے علاوہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں، ایمان لایا میں اس کتاب پر جو آپ نے نازل فرمائی اور آپ کے اس نبی پر جس کو آپ نے بھیجا۔ پس اگر تو اسی رات مر گیا تو فطرت کے مطابق مرا، اور اگر تم نے صبح کی تو تمہیں بہت بھلائی حاصل ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: اسلمت: قال ابن حجر: ای استسلمت وانقدت، اور مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے حکم کے تابع کر دیا، اس لیے کہ مجھے نفع و نقصان کی کوئی طاقت نہیں ہے یعنی اپنے نفس سے نہ نفرت کو دوز کر سکتا ہوں اور نہ اپنے نفس کے لیے نفع حاصل کر سکتا ہوں۔

قولہ: قوضت احری اليك: ای تو کملت عليك في أخرى كله، یعنی میں اپنے تمام معاملات میں آپ پر بھروسہ کیا۔

قولہ: الجنات ظهري اليك: ای اعتمدت في اموري عليك لتعيني على ما ينفعني، لانه من استند الى شئ تقوى به واستعان به، وخصه بالظهر لان العادة جرت ان الانسان يعتمد بظهره الى ما يستند اليه۔

قولہ: رغبة ورهبة اليك: ای رغبة في رفدك وثوابك، ورهبة الى خوفك من غضبك ومعه عقابك (۱)

قولہ: فان مت مت على الفطرة: فطرت سے مراد دینِ قویم ملتِ ابراہیم علیہ السلام ہے۔

ابن بطال اور علماء کی ایک رائے یہ ہے کہ فطرت سے مراد دینِ اسلام ہے۔

(۳۹۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُوِيَ إِلَى فِرَاشِهِ وَضَعَ يَدَهُ يَغْنِي الْيَمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تُبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ.

ترجمہ حدیث: سونے کا مسنون طریقہ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے داہنے دست مبارک کو اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

اللهم! قنني عذابك يوم تبعث أو تجمع عبادك. اے اللہ! آپ نے مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے بچا لیجئے جس دن آپ بندوں کو اٹھائیں گے یا اپنے تمام بندوں کو جمع کریں گے۔

تشریح حدیث:

نبی کریم ﷺ نے یا تو یہ دعا ازراہ تواضع و انکساری مانگی، یا اس سے آپ کا مقصد امت کو تعلیم دینا تھا کہ لوگ سوتے وقت اس کو پڑھیں۔

قوله: تبعث: أو تجمع۔ اس میں لفظ او شک راوی کو ظاہر کر رہا ہے کہ حضور ﷺ نے یا تو یوم تبعث فرمایا یا یوم تجمع فرمایا، بہر حال اس دعا کو ان دونوں لفظوں میں سے کسی کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔

### (۱۲۲۳) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ربیعہ بن کعبؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہیں، اس باب میں سو کراٹھنے کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں منقول ہیں نیند سے بیدار ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ اللہ پاک نے روح کو جسم میں لوٹا دیا لہذا اس نعمت پر سجدہ شکر ادا کرنا اور اللہ پاک کی حمد و تعریف کرنا چاہئے۔

(۳۹۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي غَمَيْرُ بْنُ هَانٍ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَزَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ثُمَّ دَعَا رَبِّ اغْفِرْ لِي غُفِرَ لَهُ قَالَ الْوَلِيدُ أَوْ قَالَ دَعَا اسْتَجِيبَ لَهُ فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ.

## ترجمہ حدیث: نیند سے اچانک بیدار ہونے کے بعد پڑھنے کی دعا

حضرت عمارہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات میں نیند سے اچانک بیدار ہو اور بیدار ہوتے ہی یہ دعا پڑھے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير، سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

نہیں ہے کوئی معبود برحق سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت حقیقی ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بڑا ہے اور کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے مگر اللہ ہی کی جانب سے جو بلند و بالا اور عظیم ہے۔

پھر اس کے بعد یہ دعا مانگے رب اغفر لی، اے میرے رب! میری مغفرت فرما دیجئے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ حدیث شریف کے راوی ولید کہتے ہیں کہ میرے استاذ امام اذاعیؒ نے یہ الفاظ کہے کہ کوئی بھی دعا مانگے قبول ہوگی، پس اگر کھڑا ہوا اور وضو کیا پھر نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

### تشریح حدیث:

قوله: من تعار: بفتح التاء والعین المهملة وبعد الالف الراء المشددة، التبه والاستيقظ من النوم: یعنی نیند سے جاگنا، بیدار ہونا، علامہ توربشتیؒ فرماتے ہیں کہ يستعمل من التباه معه صوت آواز کے ساتھ نیند سے اٹھنا، يقال تعار الرجل، اذا هب من لومه مع صوت تعار الرجل اس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی نیند سے آواز کے ساتھ بیدار ہو، لیکن اس لفظ کا استعمال بدون الصوت جاگنے پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرات شراح کرام نے اس کی وضاحت کی ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ رات کے وقت چوکنے یا جاگنے کے وقت کے لیے یہ بہت کارآمد دعا ہے اور اس کو درہم الکیس کہتے ہیں جس طرح آدمی کیس یعنی تھیلی میں روپیہ پیسہ رکھتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے نکال لیتا ہے اسی طرح یہ دعائیں بہت کارآمد اور مفید ہے آدمی جب بھی نیند سے بیدار ہوا سے پڑھ لے اور اس کے بعد کوئی بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

(۳۹۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ أَلْبَانًا شَيْبَانٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ رِبْعَةَ بْنَ كَنْبٍ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَهَيْثُ عِنْدَ بَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنَ اللَّيْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْهُوِيِّ ثُمَّ يَقُولُ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت ربیعہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے دروازے کے پاس رات گزارتے تھے اور وہ رات کے وقت نبی کریم ﷺ سے دیر تک یہ کہتے ہوئے سنتے: سبحان اللہ رب العالمین، پھر فرماتے سبحان اللہ وبحمدہ۔

تشریح حدیث:

قوله: الهوي: ای ساعة من الليل، وقيل هو الزمان الطويل، رات کے وقت، بعض نے کہا اس کے معنی ہیں طویل زمانہ لمبا عرصہ۔

(۳۰۰۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ رَبِيعٍ بْنِ جَرَّاشٍ عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

ترجمہ حدیث: جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے

حضرت حدیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب رات میں نیند سے بیدار ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف رجوع ہونا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: واليه النشور: حضرات شراح کرام نے اس جملہ کے دو مطلب لکھے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخر کار موت کے بعد حساب و کتاب اور جزا سزا کے لیے اسی ذات باری تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں نشور سے مراد سونے کے بعد اٹھ کر طلب معاش اور اپنے کام کاج میں مصروف ہونے کے لیے زندگی کی تازگی میں شریک ہو جانا، یہ مطلب زیادہ رائج ہے۔

(۳۰۰۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي ظَبْيَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ بَاتَ عَلَى طَهْوَرٍ ثُمَّ تَعَاَزَ مِنَ اللَّيْلِ فَسَأَلَ اللَّهَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا أَوْ مِنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ۔

ترجمہ حدیث: با وضو سونے کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ بھی رات میں با وضو سونے پھر وہ رات

کے وقت اچانک جاگے، پھر اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کے معاملے میں جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں سونے کے دو آداب بیان کئے گئے ہیں ایک یہ با وضو سویا جائے، دوسرے یہ کہ جب رات میں کبھی اچانک آنکھ کل جائے تو اس وقت رات میں جو چاہے اللہ سے سوال کرے اور مانگے اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔  
(۱۴۲۵) بَابُ الدَّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت اسماء بنت عمیسؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ان منقول اور مقبول دعاؤں کا بیان ہے جو سختی اور مصیبت کے وقت پڑھی جائیں گی۔  
(۴۰۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْعَجٌ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِي هَلَالٌ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا.

ترجمہ حدیث: کرب و مصیب کے وقت پڑھنے کی دعا:

حضرت اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے جو میں مصیبت کے وقت پڑھتی ہوں اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً: اللہ، اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں کرتی ہوں۔  
تشریح حدیث:

قولہ: اللہ۔ اللہ دونوں مرفوع ہیں اور تاکید کے واسطے ڈبل لایا گیا ربی لا اشرک بہ: ای بعبادته، شیئاً، من الخلق برباء و طلب اجر فالمراد الشرك الخفی، او المراد لا اشرک بسوا الہ احد غیرہ۔

عام طور پر، پریشانی کے وقت لوگوں کا ایمان ڈھل جاتا ہے، اور یقین و توحید باری میں ضعف آ جاتا ہے دفع کرب و الم کے لیے بعض مرتبہ شرکیہ افعال بھی کر بیٹھتے ہیں اس لیے اس موقع پر یہ دعا تعلیم دی گئی ہے اللہ یہ مصیبت اور پریشانی بھی تیری جانب سے ہے تو جس حال میں بھی رکھے میں راضی ہوں اور خوش ہوں کسی بھی حال میں تیری ذات و صفات کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتی ہوں، نہ شرک جلی اور نہ شرک خفی، بس تو ہی میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی نہیں۔

قولہ: کلمات: جمع قلت کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس دعا کہ الفاظ تھوڑے ہیں اور اس کا یاد کرنا آسان ہے اور اس کی عظمت و شان کو بتانے کے لیے تنوین لائی گئی ہے گویا کلمات پر تنوین برائے تعظیم ہے مطلب یہ  
تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

ہے کہ دعا کے کلمات اگرچہ قلیل اور تھوڑے ہیں لیکن بڑے عظیم الشان اور رفع المرتبت ہیں، واللہ اعلم۔  
 (۴۰۰۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ صَاحِبِ الدُّسْتَوَائِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ  
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَذِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ  
 سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ قَالَ  
 وَكِيعٌ مَرَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِيهَا كُلُّهَا.

ترجمہ حدیث: جب کوئی مصیبت آں پڑے تو یہ دعا پڑھے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔  
 لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم سبحان الله رب السموات السبع ورب  
 العرش الكريم.

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے جو حلیم ہے کریم ہے، اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے عرش عظیم  
 کا مالک ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے ساتوں زمین کا مالک ہے اور پروردگار ہے اور عرش کریم کا۔ راوی حدیث نے ہر کلمہ کے  
 ساتھ ایک مرتبہ لا اله الا الله کا اضافہ فرمایا ہے۔

تشریح حدیث:

ان دونوں حدیثوں میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ایک نہایت جامع اور معنی خیز دعا سکھلائی ہے جس کو پڑھ  
 کرامت اپنی مصیبت، تکلیف، سختی، حزن و ملال، رنج و غم اور تمام پریشانیوں سے نجات پاسکتی ہے جب مومن صالح اور عبد  
 صالح پر منجانب کوئی مصیبت اترتی ہے تو اپنے رب کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اسی کے سامنے آہ و گریہ زاری کر کے  
 اپنے مسائل کو حل کراتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی مصائب و آلام کو نازل کرتا ہے تاکہ اس کے ایمان و یقین کا  
 امتحان لے کہ اس کا ایمان کس درجہ پختہ ہے اور اللہ کی ذات پر کتنا مضبوط عقیدہ ہے۔

اسباب نزول مصائب

(۱) بندے پر جب غفلت کا پردہ طویل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بطور تادیب اسے شدائد و آلام سے دوچار کر کے اس  
 کا امتحان لے تا ہے۔

(۲) بندہ کوئی گناہ کر کے اس سے توبہ نہیں کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بطور تنبیہ اس کو مصیبت میں گرفتار کرتا ہے تاکہ رجوع  
 الی اللہ کرے اور توبہ صادق کرے۔



(۳) کبھی بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں ڈال کر امتحان لیتا ہے۔

(۴) بعض مرتبہ بندہ اللہ تعالیٰ کے واجبات کو جن کی ادائے کی اللہ نے ان پر لازم کیا ہے ادا نہیں کرتا ہے اس لیے

بتلائے مصائب کیا جاتا ہے۔

(۵) اور کبھی رفع درجات کے لیے آلام و مصائب میں ڈالتے ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے کہ بندے پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی مدح و تعریف اور ستائش اس کی صفت حلم اور کرم کے ساتھ کرے، دعا میں مصیبت کردہ شخص گویا یہ کہتا ہے کہ اگر میرا ذنوب خطا اور معاصی نزولِ بلاء کا متقاضی ہے تو آپ کا حلم و کرم عفودرگزر اور عافیت کا متقاضی ہے آپ کی دریائے رحمت و مغفرت ہمارے گناہ سے وسیع تر ہے، لہذا تو میرے گناہوں، خطاؤں لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما کر مصیبت و بلاء کو دور فرما۔

علماء فرماتے ہیں کہ حلیم اس ذات کو کہتے ہیں جو قدرت و طاقت کے باوجود عقوبت کو موخر کرے اور عظیم وہ ذات ہے جس سے بڑا کوئی بھی نہ ہو، اور کریم اس ذات کو کہتے ہیں جو فضل عطا کرنے والا ہو۔

### (۱۲۲۶) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

حضرت امام ابن ماجہ نے اس باب میں صرف تین حدیثیں قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں گھر سے نکلنے کے وقت پڑھنے کی دعا مذکور ہے جب آدمی گھر سے نکلے اور کہیں باہر جائے تو کون سی دعا پڑھے؟ اسی کا بیان ہے۔

(۴۰۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِهِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَظْلَمَ أَوْ أَظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

ترجمہ حدیث: گھر سے نکلنے کی دعا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم انی اعوذ بک ان اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی  
اے اللہ! بے شک میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں گمراہ ہونے سے، پھیل جانے سے، ظلم کرنے سے، ظلم کئے جانے سے، اور اس بات سے کہ میرے ساتھ کوئی جہالت کا برتاؤ کرے۔

تشریح حدیث:

جب کوئی آدمی گھر سے نکلے تو چاہئے کہ مذکورہ بالا دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ، ضلالت سے مرأت سے اور ظلم کرنے

نے اور ظلم کئے جانے سے چاہ لے، اس لیے کہ جب آدمی گھر سے نکلتا ہے تو مختلف المزاج لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اور ہر قسم کے لوگوں سے معاملہ کرنا پڑتا ہے کچھ صالح اور نیک بندے بھی ہوتے ہیں اور کچھ فاسق و فاجر بھی، جن سے تکلیف اور ایذا پہنچنے کا غالب گمان ہوتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ کی عادت شریفہ اور سنت مبارکہ یہ تھی کہ گھر سے نکلتے ہی دعا پڑھتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ حفاظت و نگرانی فرمائے۔

(۴۰۰۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ عَنْ كَاسِبِ بْنِ حَذَنَةَ عَنْ خَاتَمِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ التَّكْلَانِ عَلَى اللَّهِ.

ترجمہ حدیث: گھر سے نکلتے وقت آپ کی دعا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔  
بِسْمِ اللَّهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ التَّكْلَانِ عَلَى اللَّهِ  
میں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں گناہوں سے بچنے کی قوت اور عبادت کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے اور بھروسہ و اعتماد صرف اللہ ہی کی ذات پر ہے۔

تشریح حدیث:

ترجمہ سے مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۰۰۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي هَارُونَ بْنُ هَارُونَ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَابِ بَيْتِهِ أَوْ مِنْ بَابِ دَارِهِ كَانَ مَعَهُ مَلَكَانِ مُوَكَّلَانِ بِهِ فَإِذَا قَالَ بِسْمِ اللَّهِ قَالَ لَا هُدَيْتَ وَإِذَا قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ لَا وَفَيْتَ وَإِذَا قَالَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ قَالَ لَا كُفَيْتَ قَالَ فَيَلْقَاهُ قَرِينَاهُ فَيَقُولَانِ مَاذَا تَرِيدَانِ مِنْ رَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوَفِيَ؟

ترجمہ حدیث: گھر سے نکلتے وقت ملائکہ کا ہمراہ ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر کے دروازے سے یا اپنی کوٹھری کے دروازے سے باہر نکلنا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں جب گھر سے نکلتے والا شخص کہتا ہے بسم اللہ تو فرشتے کہتے ہیں ہدایت تیری رہنمائی کی گئی اور جب وہ کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتے کہتے ہیں تیری

کفایت کی گئی پھر اس سے اس کے دونوں شیطان ملتے ہیں تو فرشتے ان سے کہتے ہیں تم اس آدمی سے چاہتے ہو (کیا شرک کروانا چاہتے ہو) جس کی راہنمائی ہو چکی ہے، کفایت ہو چکی، اور حفاظت بھی ہو چکی۔  
تشریح حدیث:

قولہ: فیلقاه قربانہ: ہر انسان کے ساتھ ایک قرین ملائکہ ہوتا ہے اور قرین جن، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے، قال رسول اللہ ﷺ ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرین من الجن وقرین من الملائکۃ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ پیدائشی طور پر ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ، لیکن ابن ماجہ کی حدیث ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور دو ملائکہ دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

شیخ عبدالغنی مجددیؒ نے اس تعارض کا دفاع ان الفاظ میں کیا ہے: فیحمل علی ان یکون لكل انسان قرین ومع بعضهم قرینان او یکون الواحد کالرئیس والثانی کالتابع، یعنی ہر انسان کے ساتھ ایک ہی قرین ہوتا ہے البتہ بعض کے ساتھ دو ہوتے ہیں یا ان میں سے ایک سردار کی طرح ہوتا ہے اور دوسرا تابع کے مثل، واللہ اعلم بالصواب۔

### (۱۳۲۷) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

اس باب میں ایک حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی مروی ہے اس باب میں گھر میں داخل ہونے کی دعا مذکور ہے یعنی آدمی جب گھر میں داخل ہو تو کیا پڑھ کر داخل ہو اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا معمول مبارک کیا تھا اسی کا بیان ہے۔  
(۴۰۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَيِّتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَذْرَكْتُمُ الْمَيِّتَ فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ أَذْرَكْتُمُ الْمَيِّتَ وَالْعَشَاءَ.

ترجمہ حدیث: گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر اللہ کرنا:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور دخول کے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کو یاد کر لیا (مثلاً بسم اللہ کہہ لیا) تو شیطان (اپنے لشکر سے کہتا ہے تمہارے لیے اس گھر میں نہ سونے کی جگہ ہے (اور نہ رات کا کھانا ہے) اور جب آدمی گھر میں داخل ہو اور دخول کے وقت اللہ کو یاد نہ کیا تو شیطان (اپنے لشکر سے کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کے لیے ٹھکانہ مل گیا اور اگر کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کے لیے ٹھکانہ اور رات کا کھانا مل گیا۔

تشریح حدیث:

قوله: قال الشيطان: شارح مسلم امام نووی، صاحب عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں قال الشيطان: ای الاخوانه و اعوانه و رفقته، شیطان اپنے لاؤ لشکر سے کہتا ہے یعنی جب کوئی آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہے اور احادیث میں وارد شدہ دعا پڑھ کر داخل ہوتا ہے تو شیطان اپنے تمام لاؤ لشکر سے کہتا ہے، لامیت لکم ای لا موضع یبوقہ لکم یہاں تم لوگوں کے لیے رات گزارنے کی کوئی جگہ نہیں ہے ولا عشاء اور نہ ہی تمہارے لیے یہاں کوئی کھانا ہے نہ کھانا ہے نہ ٹھکانہ بلکہ یہاں سے بھاگو بھاگو! الغرض تسمیہ ہونے کی وجہ سے وہ گھر شیطان کا بسیرا بننے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شیطان خائب و خاسر اور محروم لوٹتا ہے برخلاف اگر گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اور دعا نہ پڑھی تو شیطان اپنا بسیرا بنالیتا ہے اور وہاں شیطان کو رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اسی طرح عند الطعام اگر تسمیہ ترک کر دیا جائے تو شیطان اس طعام میں اپنا حصہ بنالیتا ہے اور کھاتے وقت اس میں شریک ہو جاتا ہے لیکن اگر عند الاکل طعام پر تسمیہ پڑھ لیا جائے اور احادیث میں معقول شدہ دعاؤں کا ورد کر لیا جائے تو پھر اس کھانے میں شیطان کا حصہ نہیں ہوتا ہے۔

### (۱۴۲۸) بَاب مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

اس باب کے تحت ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عبداللہ بن سرجنؓ سے مروی ہے اس باب میں یہ دعا منقول ہے کہ جب کوئی آدمی سفر میں جائے تو کیا پڑھے سفر کرتے وقت کی دعا اس باب کی حدیث میں آئی ہے۔

(۳۰۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ يَتَعَوَّذُ إِذَا سَافَرَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكُورِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ فَإِذَا رَجَعَ قَالَ مِثْلَهَا.

ترجمہ حدیث: سفر میں نکلتے وقت پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن سرجسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سفر کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اور عبدالرحیم نے اپنی روایت میں بقول کی جگہ بتعویذ کہا یعنی پناہ چاہتے تھے۔

اللهم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبة المنظر والحور وبعء الکور ودعوة المظلوم، وسوء المنظر فی الاهل والمال۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سفر کی تھکاوٹ سے اور برے منظر نیز سفر سے لوٹنے کے بعد بری حالت سے اور گھر اور مال میں برے منظر کو دیکھنے سے۔۔ اس روایت میں ابو معاویہ نے مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ جب سفر سے لوٹے تو بھی اسی کے مثل پڑتے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وعشاء السفر، ای شدتہ و مشقتہ، یعنی سفر کی سختی اور اس کی مشقت و تکلیف سے پناہ چاہتا ہوں۔  
 قولہ: الحود بعد الکود یہاں مسلم شریف کے اکثر نسخوں میں الکون نون کے ساتھ ہے امام ترمذی نے نون کے ساتھ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ویروی بالراء ایضاً یعنی راء کے ساتھ الکور بھی مروی ہے معناه الرجوع من الایمان الی الکفر او من الطاعة الی المعصية ای الرجوع من شیئی الی شیئی من الشر یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایمان سے کفر کی طرف لوٹنے سے، اطاعت و فرمانبرداری سے معصیت کی طرف لوٹنے سے، یا کسی کار خیر سے کار بد کی طرف لوٹنے سے، یا استقامت سے غیر استقامت کی جانب لوٹنے سے یا میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میری حالت صحیح ہونے کے بعد خراب ہو جائے یا جماعت سے لوٹنے سے جبکہ میں اس میں موجود تھا، الغرض حضرات علماء کرام و شراح عظام نے متعدد معانی بیان کئے ہیں اچھی حالت سے بری حالت کی جانب لوٹنے سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔  
 دعوة المظلوم: مظلوم کی بددعا سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت آپ ظلم و زیادتی سے پناہ مانگتے تھے کہ خدایا مجھے اس بات سے محفوظ و مامون رکھ کہ میں دانستہ کسی پر ظلم و ستم کروں پھر وہ میرے لیے بددعا کرے۔

قولہ: كتابة المنظر: ای ان ینقلب من سفره الی اهله کثیراً حزیناً غیر مقتضی الحاجة او منکوباً ذہب مالہ او اصابته آفة فی سفره او ان یرد علی اهله فیجدہم مرضی او یفقد بعضہم وما اشبه ذلک من المکره (۱)

### (۱۲۲۹) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا رَأَى السَّحَابَ وَالْمَطَرَ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں جب آدمی آسمان میں بادل دیکھے یا سخت بارش دیکھے تو اس وقت کون سی دعا پڑھے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْمِقْدَامِ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ الْمِقْدَامِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى سَحَابًا مُقْبِلًا مِنْ أَفْقٍ مِنَ الْأَفَاقِ تَرَكَّ مَا هُوَ فِيهِ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى يَسْتَقْبِلَهُ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهِ فَإِنْ أَمَطَرَ

(۱) معالم السنن للخطابی: ۲/۲۵۸، بحوالہ اهداء لدیاجہ: ۵/۲۳۵۔

قَالَ اللَّهُمَّ سَيِّئًا نَافِعًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَإِنْ كَشَفَهُ اللَّهُ وَلَمْ يُمْطِرْ حَمْدُ اللَّهِ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ حدیث: بادل اور بارش کے وقت کی دعا!

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کسی بھی اقل سے بادل کو آتا ہوا دیکھتے تو آپ جس کام میں بھی مشغول ہوتے چھوڑ دیتے، اگرچہ (نظمی) نماز ہی کیوں نہ ہوتی، آپ اس کی جانب متوجہ ہو کر کہتے اور یہ دعا پڑھتے۔  
اللهم اننا نعوذ بك من شر ما ارسل به.

اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اس شر سے جن کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ اگر بارش ہو جاتی، تو فرماتے اللهم صيئًا نافعًا اے اللہ! جاری اور نافع پانی عطا فرما، آپ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمائے، اور بحکم خداوندی بادل چھٹ جاتا اور بارش نہ ہوتی تو آپ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

بعض روایت میں صیبا کی جگہ سقیّا کا لفظ ہے جب آدمی بارش کو برسات دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے نافع اور مفید ہونے کی دعا کرے اور یوں کہے اللهم صيبا نافعہ اے اللہ! تو اس کو نفع بخش بارش بنا دے، اس کی ضرر سے حفاظت فرما، اس کے شر سے حفاظت فرما۔

(۳۰۱۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي الْعَشِيرِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا هَنِيئًا.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو یوں ارشاد فرماتے۔  
اللهم اجعله صيبا هنيئا: اے اللہ! تو اس کو خوش گوار بارش بنا دے۔

تشریح حدیث:

جو نقصان دینے والی نہ ہو، بلکہ نفع بخش ہو، حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

(۳۰۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيلَةً تَلَوْنَ وَجْهَهُ وَتَغَيَّرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَأَقْبَلَ وَأَذْبَرَ فَإِذَا امْطَرَتْ سَرِي عَنْهُ قَالَ قَدْ كَثُرَتْ لَهُ عَائِشَةُ بَغْضٌ مَا رَأَتْ مِنْهُ فَقَالَ وَمَا يَذْرِيكَ لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ هُوَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمِطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا

اَسْتَعِجْلُكُمْ بِهِ الْآيَةُ.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب ابر دیکھتے تھے آپ کا چہرہ نور کا رنگ بدل جاتا تھا اور (گھبراہٹ کے عالم میں) کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے، آگے، پیچھے ہوتے رہتے تھے، (یعنی آپ پر اضطراب اور بے چینی کی کیفیت طاری رہتی تھی) جب بارش ہو جاتی تو پھر آپ کی یہ اضطرابانہ کیفیت جاتی رہتی، حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا جو انہوں نے (آپ میں اضطراب و بے چینی) دیکھی تو آپ نے فرمایا (اے عائشہ!) تمہیں کیا خبر شاید یہ ایسا ہی ہو جیسے قوم ہود نے کہا جب انہوں نے وادیوں کی طرف سے ابرا آتا دیکھا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بارش نہیں ہے) بلکہ یہ وہی عذاب خداوندی ہے جس کی تمہیں جلدی تھی۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب آسمان پر ابر و بادل کو دیکھتے تو آپ پر ایک بے تابی، اضطرابی، اور بے چینی چھا جاتی تھی اور آپ اسی اضطراب و بے چینی کی کیفیت میں کبھی اندر آتے اور کبھی باہر جاتے کبھی آگے کبھی پیچھے ہوتے تھے اور دن بھر خوف و ہراس سے لرزاں رہتا تھا کہ مبادا یہ وہی عذاب خداوندی نہ ہو جو قوم ہود پر آیا تھا جب بارش ہو جاتی تو پھر پرسکون ہو جاتے تھے اور بے چینی جاتی رہتی تھی۔ زوجہ رسول حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس اضطراب و بے چینی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں نہیں معلوم کیا پتا یہ وہی عذاب ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کی قوم پر نازل کی تھی، جب انہوں نے کفر و عصیان کے سمندر میں غوطہ زن ہونے اور کفر و شرک اور تکذیب رسول کے عمیق کھائی میں جا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط سالی کے عذاب سے دوچار کیا پھر یکا یک اچانک آسمان پر بادل آیا لوگ سمجھے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا لیکن ہوا کیا آسمان نے ان پر پانی کی جگہ آگ کی بارش شروع کر دی، اور فرمایا یہ وہ عذاب خداوندی ہے جس کی تمہیں جلدی تھی تو عائشہ! کیا پتا اس میں بھی ایسا ہوا اس لیے میں مضطرب رہتا ہوں واللہ اعلم۔

(۱۲۳۰) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْبَلَاءِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس باب میں مصیبت زدہ اور بیمار شخص کو دیکھ کر جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کا بیان ہے مگر وہ دعا مریض کے سامنے یا مصیبت زدہ کے سامنے نہیں پڑھیں گے بلکہ الگ سے پڑھیں گے یا آہستہ پڑھیں گے ان کے سامنے پڑھنے سے دل شکنی ہوگی۔

(۳۰۱۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُضْعَبٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ

وَأَيْسَ بِصَاحِبِ ابْنِ عُثَيْنَةَ مَوْلَى آلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ لَحِقَهُ صَاحِبُ بَلَاءٍ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا عُوْفِي مِنْ ذَلِكَ الْبَلَاءِ كَمَا نَأْتِي مَا كَانَ.

ترجمہ حدیث: مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچانک مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے۔

الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس مصیبت اور بلا سے محفوظ کیا جس میں تجھ کو گرفتار کیا، اور اپنی مخلوقات میں بہت سارے لوگوں پر مجھے فضیلت بخشی، (تو جو شخص یہ دعا پڑھے گا) وہ اس مصیبت سے عافیت میں رہے گا خواہ کسی بھی قسم کی مصیبت ہو۔

تشریح حدیث:

اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مبتلاء بلاء اور مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتا ہے، تو وہ خود اس بلاء و مصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا ہے خواہ وہ بلاء و مصیبت بدنی ہو، جیسے برص، جزام، بینائی سے محرومی، وغیرہ، چاہے وہ بلاء و مصیبت دنیوی ہو جیسے مال و جاہ کی محبت، اور دنیا کی ہوس وغیرہ، خواہ وہ دینی ہو جیسے فسق و فجور، ظلم و جور، جبر و تشدد، کفر و شرک اور بدعت و ضلالت وغیرہ، غرض کہ ہر طرح کے بلاء میں گرفتار شخص کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے، لیکن حضرات علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر کوئی بیماری کی مصیبت میں مبتلاء ہو تو اس کو دیکھ کر یہ دعا آہستہ سے پڑھنی چاہئے، تاکہ وہ بیمار آزرده خاطر نہ ہو اور اگر کسی ایسے شخص کو دیکھے جو گناہ یا دنیا کی محبت میں مبتلاء ہو تو اس کو دیکھ کر یہ دعا بلند آواز سے پڑھنی چاہئے، تاکہ اس کو اپنے احوال پر ندامت ہو اور وہ اس گناہ سے باز آجائے اور اگر یہ دعا با آواز بلند پڑھنے سے کسی فتنہ و شرکا اندیشہ ہو، فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہو تو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمآب۔

☆☆☆







## کتاب تفسیر الرؤیا

یہاں سے حضرت امام ابن ماجہ کتاب الرویا یعنی خواب سے متعلق احادیث کو بیان فرما رہے ہیں اس کتاب کے ذیل میں حضرت الامام نے تیرہ ابواب منعقد کئے ہیں اور ان میں خواب سے متعلق احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں احادیث کی شرح کا آغاز کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رویا یعنی خواب سے متعلق ضروری باتیں سپرد قلم کر دی جائیں تاکہ فہم احادیث میں سہل ہو۔

### رویا کی تحقیق:

رای یروی رؤیة بمعنی دیکھنا، رویا اور رویة دونوں مصدر ہیں لفظ رؤیا رویة دونوں میں دو حرف تانیث لاکر فرق کو ظاہر کیا گیا ہے، رؤیة تانیث ہے اور رؤیا الف تانیث ہے رؤیة آنکھ سے دیکھنا پچشم دیدن، اور رؤیة خواب دیکھنا۔<sup>(۱)</sup>  
 شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ لفظ الرویا مہموز اور مقصور دونوں طرح منقول ہے اور تخفیف کے پیش نظر ترک ہمزہ بھی جائز ہے اما الرؤیا فمقصورة مہموزة ویجوز ترک ہمزہ (۲) ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ہمزہ کو واؤ سے بدل کر یا تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے ترک ہمزہ روایت اور روایت غیر صحیح ہے، واحدی نے کہا روایا اصل مصدر ہے بردن بشری اور سقیا، پھر انسان جو کچھ نیند میں دیکھتا ہے اس کا نام روایا ہو گیا (۳)

### رویا کی حقیقت اور علما کرام

رویا یعنی خواب کی حقیقت کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا خواب نفس الامر میں واقعی چیز ہے یا محض تخیلات و فکرات کا عکس ہے جو نیند میں دکھائی دیتا ہے؟ اس بارے میں فلاسفہ اور ماہرین نفسیات متحیر ہیں، چنانچہ اس بارے میں قدیم اطباء کا خیال یہ ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اسی کے مناسبات خیال آتے ہیں مثلاً کسی کا مزاج بلغمی ہو تو وہ پانی اور اس کے متعلقات دریا، سمندر، نہر اور اس میں تیرنا وغیرہ خواب میں دیکھے گا اور جس کے مزاج میں صفراء کا مادہ غالب ہو تو وہ آگ اور اس کے متعلقات خواب میں دیکھے گا۔ اسی طرح دوسرے اخلاط سواد اور دم کا حال ہے، فلاسفہ کے نزدیک خواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں ان کی صورت مثالیہ میں فوٹو کی طرح سے عالم بالا

(۳) مسفاد عون الترمذی: ۲/۳۳۹

(۲) شرح النووی: ۲/۲۳۰

(۱) تنظیم الاشیات: ۳/۱۴۶

میں مقوش ہیں نفس کے سامنے جب ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو وہ اس کا انعکاس ہوتا ہے یہی رویا ہے۔  
ارسطو کی رائے یہ ہے کہ انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے وہ عواطف نفس اور اس کے پوشیدہ احساسات کی خیالی صورتیں ہیں بعض ماہرین کا قول یہ ہے کہ خواب درحقیقت پوشیدہ رنگوں کا ظہور ہے۔

### خواب اور اہل سنت والجماعت کا نظریہ:

رویا یعنی خواب کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ خواب وہ علام وادراکات ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ سونے والے کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتہ پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے واسطہ سے۔

### شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے گرامی:

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ رویا کی حقیقت وماہیت کے متعلق اب تک جتنے بھی نظریات سامنے آئے ہیں وہ سب کے سب تخمینی ہیں انسان کا علم اب تک قطعی طور پر اس کا ادراک نہیں کر سکا، اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل ایمان ہے ان کا راستہ تو بالکل آسان ہیں کہ اللہ رب العزت والجلال سونے والے کے سامنے کچھ صورتیں پیدا کر دیتے ہیں جن کا ادراک عقل انسانی اپنے عجز و کوتاہی اور نقص کی وجہ سے نہیں کر سکتی ہے، اس لیے اس کے اسرار و رموز اور کنہ کا حقہ جاننے کا کوئی سبیل نہیں ہے (۱)

### خواب کی قسمیں

حضرات علماء کرام لکھتے ہیں کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) خواب کی پہلی قسم ہے کہ اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس انسان کے ساتھ مقرر ہے اس کو رویاء صالحہ کہتے ہیں، جو حق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کو نبوت و رسالت ملنے سے پہلے رویاء صالحہ نظر آتا تھا اور جو کچھ آپ خواب میں رات کے وقت دیکھتے تھے دن میں اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آ جاتی تھی، بخاری شریف کی روایت اس پر شاہد ہے۔

(۲) خواب کی دوسری قسم تحزین من الشیطان ہے یعنی اصفاث احلام ہے ڈراؤنی خواب جو شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کو رنج و تکلیف پہنچتا ہے۔

(۳) حدیث النفس: خواب کی تیسری قسم حدیث النفس ہے یعنی نفسانی خیالات و افکار بھی خواب کے سبب بنتے ہیں، جاگنے کی حالت میں جس قسم کے خیالات ذہن و دماغ میں گردش کرتا رہتا ہے وہی خیالات سونے کے بعد دل پر سے

گزرتے ہیں چھوٹے بچوں کا خواب عام طور پر اسی قسم کا ہوتا ہے اور بعض بڑوں کا بھی اضغاث احلام اور حدیث النفس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی ہے البتہ قسم اول جو رؤیا صالحہ ہے اس کی تعبیر دی جاتی ہے (۱)

## خواب کی شرعی حیثیت

خواب کوئی شرعی دلیل اور حجت نہیں، خواب کے ذریعہ شریعت کا کوئی بھی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا، جب تک کہ تاکید نبوی حاصل نہ ہو، البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب چوں کہ وحی ہوتا ہے اس لیے اس سے شریعت کے احکام و مسائل ثابت ہوں گے۔

اور دنیاوی معاملات میں بھی خواب پر عمل کرنا اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ قرآن و سنت اور شریعت کے خلاف نہ ہو، اور اس پر عمل کرنے سے شریعت کا کوئی حکم نہ ٹوٹے، امام نوویؒ رؤیا کی شرعی حیثیت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں لا تبطل بسبب المنام سنة ثبتت۔ ولا تثبت به سنة لم تثبت هذا باجماع العلماء هذا كلام القاضي وكذا قاله غيره من اصحابنا وغيرهم فنقلوا الاتفاق على انه لا يغير بسبب ما يراه النائم ما تقرر في الشرع، وليس هذا الذي ذكرناه مخالفاً لقوله ﷺ من رآني في المنام فقد رآني فان معنى الحديث ان رؤيته صحيحة وليست من اضغاث الاحلام وتلبيس الشيطان، ولكن لا يجوز اثبات حكم شرعي به لاخذ حالة النوم ليست حالة ضبط وتحقيق لما يسمعه الرائي وقد اتفقوا على ان من شرط من تقبل روايته وشهادته ان يكون متيقظاً لا مغفلاً ولا سي الحفظ ولا كثير الخطاء ولا مختل الضبط والنائم ليس بهذه الصفة فلم تقبل روايته لا تخال ضبطه (۲)

## (۱۳۳۱) بَابُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةِ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ام کعبہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اگر کوئی مسلمان اچھے خواب دیکھے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا آدمی اچھا خواب دیکھے، تو شریعت میں اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق اس باب میں حدیثیں ذکر کی جائیں گی۔

(۳۰۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبَوَةِ.

ترجمہ حدیث: اچھے خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے۔

تشریح حدیث: خواب نبوت کے چھیا لیسواں حصہ ہونے کا مطلب:

حدیث شریف میں یہاں روایا صالحہ سے مراد روایا صادقہ ہے حسنہ ہے یعنی جو خواب سچا بھی ہو، جس میں بشارت ہوتی ہے یا کسی غفلت پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے یہاں رجل کے ساتھ صالح کی قید فاسق و فاجر کو خارج کرنے کے لیے ہے اس کا خواب اجزاء نبوت میں شمار نہیں کیا جائے گا، اور رجل صالح سے مراد صرف رجل ہی نہیں ہے امراۃ صالحہ یعنی نیک عورت کا خواب بھی نبوت کا چھیا لیسواں حصہ میں شمار ہوگا غائب کا اعتبار کرتے ہوئے رجل لایا گیا ہے پس مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات:

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ کسی چیز کا کوئی جزء حصہ اس چیز سے جدا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ہوتا ہے تو اس اعتبار سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو پھر خواب نبوت کا جز کیسے بن سکتا ہے؟  
شراحین حدیث نے اس سوال کے متعدد جوابات دئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ روایا صالحہ علم نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور ظاہر ہے کہ علم نبوت باقی ہے اگرچہ نبوت ختم ہو چکی ہے، گویا حدیث مذکور میں روایا صالحہ کی فضیلت و منقبت بیان کی گئی ہے کہ اچھا خواب حقیقت میں نبوت کا پر تو ہے۔

(۲) اگر روایا اور خواب رسول اکرم ﷺ کا ہے تو یہ حقیقتاً نبوت میں سے ہے یعنی بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جو خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے وہ ہر شخص کا خواب نہیں ہے بلکہ صرف نبی کا خواب ہے۔ مگر یہ جواب قابل نظر ہے اور حدیث میں علی سبیل الحجاز جزء نبوت کہا گیا ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ نبوت انبیاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی اعلام کے ہیں مطلب یہ ہوگا روایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر صادقہ ہے جیسا کہ نبوت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سچی خبر، پس خواب صدق خبر میں نبوت کا مشابہ ہوا، نفس وجود نبوت میں نہیں، فلا اشکال فیہ۔

(۴) جزء نبوت: خصلۃ من خصال النبوة و کمال من کمالہ مراد ہے۔

(۵) جزء نبوت کا مطلب یہ ہے کہ تجینی علی موافقة النبوة لا انها جزء باحد من النبوة۔ اس کے علاوہ اور

بھی بہت سارے جوابات دئے گئے ہیں جو لمبی لمبی شروحات میں دیکھے جاسکتے ہیں (۱)

## ایک اور اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک دوسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روایت ہذا اس بات پر دال ہے کہ رؤیا صالحہ نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے جبکہ مسلم شریف کی روایت میں خمس و اربعین جزا آیا ہے؟ مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں جزء من سبعین جزا آیا ہے بعض روایت جو ضعیف ہے اس میں ستہ و سبعین ان روایات میں بظاہر تعارض ہے کیوں کہ کسی میں خواب کا چھیا لیسواں حصہ دیا گیا تو کسی میں پینتالیسواں حصہ تو کسی میں ستر ہواں حصہ تو کسی میں چھہتر داں حصہ جو ایک دوسرے کے متعارض ہیں پس ان میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

حضرات علماء کرام نے ان روایت میں تطبیق اس طرح دینے کی کوشش کی کہ:

(۱) بقول علامہ طبرہائی یہ اختلاف در حقیقت خواب دیکھنے والوں پر محمول ہے اگر رائی نیکو کار ہے تو اس کا خواب نبوت کے چھیا لیسواں اجزاء میں سے ایک جزء ہوگا۔

(۲) حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں ان اعداد مختلفہ کو لوگوں کے مختلف احوال پر حمل کیا جائے گا چونکہ اخلاص اور صدق نیت کے اعتبار سے لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لیے اعداد بھی متفاوت وارد ہوتے ہیں اخلاص جس قدر زیادہ ہوگا رویا مومن اسی قدر نبوت کے زیادہ اقرب ہوگا۔

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں عدد کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ محض تکثیر مراد ہے، واللہ اعلم بالصواب

## چھیا لیس کا عدد تخصیص کرنے کی وجہ:

چھیا لیس کے عدد کو خاص کرنے میں کیا حکمت و علت ہے؟ حضرات علماء کرام نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس کل چھ ماہ تک رویا صالحہ کی شکل میں وحی بھیجی جو کچھ بھی آپ خواب میں رات کے وقت دیکھتے تھے دن میں مثل فلق اصبح تعبیر بن کر سامنے آ جاتا تھا، پھر حالت بیداری میں کل تیس سال تک آپ پر وحی آئی ہے پس اگر اس چھ ماہ کو تیس سال پر تقسیم کیا جائے تو چھیا لیسواں بنتا ہے اسی اعتبار سے حدیث میں خواب کو نبوت کا چھیا لیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے اور اس عدد کو خاص کیا ہے۔

لیکن علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تخمینی بات ہے نیز اگر چھ ماہ کی مدت کو اجزاء نبوت میں شمار کیا جائے تو اس میں ان اوقات کو بھی شامل کرنا پڑے گا جن میں آپ کی مدت نبوت میں بحالت نوم آپ کے پاس وحی آئی ہے پس اگر ان اوقات کو بھی چھ ماہ کے ساتھ اضافہ کیا جائے تو مذکورہ حساب اور تاویل ٹوٹ جائے گی۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا یوں جواب دیا جائے گا کہ اس تاویل میں وحی منام سے لگا تا روحی منام مراد ہے، بیداری کی حالت کے زمانے میں

آپ پرعام میں جو وحی آئی وہ بیداری کی بنسبت اقل قلیل ہے پس بیداری کے زمانے میں جو وحی آپ پر آئی ہے اور اس دوران جو خواب وحی آئی ہے اس کا اعتبار نہیں، اعتبار صرف اس زمانے کے چھ ماہ کا ہے جس میں بشکل رو یا صالحہ مسلسل آپ پر وحی کا نزول ہوا ہے۔

حضرت علامہ شیخ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تکملہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کے اس اعتراض کا جواب دوسرے طریق سے بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہاں حدیث باب رو یا صالحہ سے مراد وہ رو یا ہے جو نبوت کاملہ کی مدت میں نہ ہوا ہو یعنی وہ رو یا مراد ہے جو قبل البعث واقع ہوا ہے البتہ جو خواب آپ کے بعثت کے بعد اور نبوت و رسالت ملنے کے بعد دیکھا ہے اس کو اس حساب میں شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ صرف اسی کو شمار کیا جائے گا جو نبوت سے پہلے دیکھا تھا، لہذا کوئی اعتراض اور نقض نہیں ہے، جہاں تک علامہ خطابی کا یہ کہنا تاویل محض ظنی اور تخمینی ہے، بالکل مسلم ہے، لیکن صرف احتمال کی وجہ سے ایسی تاویل کو ذکر کرنے سے کوئی بھی چیز مانع نہیں ہے۔

(۲) چھالیس کی وجہ تعیین میں بعض علماء نے توقف اختیار کیا ہے وہو الا سلام والاحوط۔

(۴۰۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزَّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبَوَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھالیسواں جز ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق گفتگو ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۴۰۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كَرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ

عَنْ عَطِيَّةٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ

جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبَوَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نیک آدمی کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے سترواں جز ہے۔

تشریح حدیث:

ستر واں اور چھالیسویں کے درمیان تعارض کا جواب ماقبل میں گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳۰۱۶) حَدَّثَنَا هَارُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مِسْعَانَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَلْبِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبَتْ النَّبُوءَةُ وَبَقِيَتْ الْمُبَشِّرَاتُ.

ترجمہ حدیث: ختم نبوت اور مبشرات کی بقا:

حضرت ام کرز الکلبیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے البتہ مبشرات یعنی خوش خبری دینے والی باتیں باقی ہیں۔

تشریح حدیث:

یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ پر نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اب آپ کے بعد بقاعدہ کوئی بھی نبی کسی قسم کا نہیں آئے گا آپ کے بعد جو بھی کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے اسلام سے خارج۔ اس کا اسلام اور ایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔

بہر حال باب نبوت تو ماقیامت بند ہو چکا ہے البتہ مبشرات اور خوشخبریوں کا دروازہ تاحال مفتوح ہے اور قیامت مفتوح رہے گا اور مبشرات کا مطلب یہی ہے کہ روایا صالحہ کے ذریعہ اسی طرح روایا صادقہ کے ذریعہ خواب میں اپنے بندوں کے دل میں اچھی اچھی بات ڈالیں گے اور طرح طرح کی خوش خبریاں سنائیں گے، تو حدیث شریف میں مہر سے مراد روایا صالحہ ہے اور اچھے خواب ہیں۔

(۳۰۱۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُمَيْرٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوءَةِ.

ترجمہ حدیث: روایا صالحہ نبوت کا سترواں حصہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روایا صالحہ نبوت کے ستر حصوں میں سے حصہ ہے۔

تشریح حدیث:

باب کی پہلی حدیث کے تحت اس حدیث سے متعلق کلام ہو چکا ہے سترواں اور چھپالیسواں کے مابین تعارض کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۱۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي

سَلَمَةُ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ قَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَزْأُهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تَرَى لَهُ.

ترجمہ حدیث: زبان نبوت سے ایک آیت کی تفسیر:

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد لہم البشری فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة (کہ ان لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں بشارت ہے) کے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد نیک خواب ہے جو مسلمان دیکھے۔ یا مسلمان کے بارے میں کوئی اور دیکھے۔  
تشریح حدیث:

صحابی رسول حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حضور اکرم ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ لہم البشری فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة کے متعلق پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس آیت کی مراد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد رؤیا صالحہ ہے جو مومن خود دیکھتا ہے یا اس کے متعلق کوئی اور مسلمان دیکھتا ہے لیکن اس آیت کریمہ کی تفسیر اور مراد میں اور بھی اقوال ہیں:  
(۱) اس سے مراد وہ بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کی زبانی دی ہے لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔  
(۲) یا اس سے مراد وہ بشارت ہے جو ملائکہ ان کو عند الموت دیں گے و ابشروا بالجنة التي كنتم توعدون۔  
(۳) یا پھر دنیا میں بشارت سے مراد ذکر جمیل اور ثناء حسن ہے۔  
(۴) اس سے مراد باری تعالیٰ کی طرف سے خاص تائید و امداد مراد ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب دنیوی بشارت کے تحت درجہ بدرجہ آسکتی ہیں لیکن اکثر روایات میں لہم البشری کی تفسیر رؤیا صالحہ سے کی گئی ہے جہاں تک اخروی بشارت کا تعلق ہے تو اس کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے بشر اکم الیوم جنت تجری من تحتها الانهار اور حدیث شریف میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

(۳۰۱۹) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ مَعْنَمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِثْرَافَةَ فِي مَوْضِعِهِ وَالتَّاسُ ضُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مَبَشَرَاتِ النَّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَزْأُهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تَرَى لَهُ.

ترجمہ حدیث: رؤیا صالحہ ہی مبشرات ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مرض الوفا کی حالت میں (اپنے حجرہ مبارکہ کا)



پردہ ہٹا دیا (تو لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے ہیں آپ نے (اسی حالت میں) فرمایا اے لوگو! نبوت کی خوشخبری دینے والی چیزوں میں سے رو یا صالحہ کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا، جس کو مسلمان از خود دیکھے یا اس کے واسطے کوئی دوسرا دیکھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: کشف رسول اللہ الستار: اس سے مراد وہ پردہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کے دروازے پر لٹکا ہوا ہوتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے مرض الموت کی حالت میں اس پردہ کو ہٹا کر دیکھا اور حضرات صحابہ کرام کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے کھڑے ہیں اور نماز ادا کر رہے ہیں۔ پھر آپ نے مذکورہ بات بیان فرمائی، کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے باب نبوت کی راہ سے تو کوئی خوشخبری اب تاقیامت نہیں آئے گی البتہ رو یا صالحہ کے ذریعہ خوشخبری ملتی رہے گی جس کو مسلم خود دیکھے گا یا کوئی اور دوسرا آدمی اس کے لیے دیکھے گا۔

### (۱۴۳۲) بَابُ رُؤْيَا النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَنَامِ

صاحب کتاب علامہ قزوینیؒ اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابو جحیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی بانصیب خوش بخت انسان رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھے تو حقیقت میں آپ ہی کو دیکھا، کسی غیر کو نہیں کیوں کہ شیطان آپ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا ہے اس لیے دیکھنے والا ہر حال میں یقینی طور پر آپ ہی کو دیکھا خواہ آپ کو کسی بھی حالت میں دیکھے یہ دیکھنے والے کے احوال زندگی پر موقوف ہے۔

(۴۰۲۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نَسْفِيَّانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فِي النِّقْطَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتِمَثَّلُ عَلَى صُورَتِي.

ترجمہ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا، تو اس نے درحقیقت مجھ کو بیداری میں دیکھا، کیوں کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ ہے یعنی آپ کے زمانے میں جو شخص آپ کو خواب میں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ توفیق عطا فرمادیتا کہ وہ عالم بیداری میں آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتا یعنی آپ کی

خدمت میں حاضر ہوتا اور اسلام قبول کرتا اس ارشاد گرامی کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے گا وہ آخرت میں مجھ کو عالم بیداری میں دیکھے گا۔

(۴۰۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدَرَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِهِ.

ترجمہ حدیث: جس نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے رسول ہی کو دیکھا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے تو اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا ہے اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس رجل مومن نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے حقیقت میں رسول اکرم ﷺ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں، کیوں کہ اس میں شیطانی تصرفات و اثرات کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ خواب میں سرور کونین ﷺ کی زیارت تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے چنانچہ حضرات علماء کرام نے اس نیز کو رسول اکرم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور اس کو اعجاز نبوی قرار دیا ہے۔

شیطان اللہ کی شکل اختیار کر کے دھوکہ دے سکتا ہے مگر رسول کی شکل میں نہیں:

بعض محققین علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ شیطان حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ دکھا سکتا ہے یعنی دیکھنے والے کو اس خیال و سوسہ میں مبتلا کر سکتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی صورت ہرگز اختیار نہیں کر سکتا ہے اور نہ آپ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ لگا سکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سراسر اپارشد و ہدایت کے منبع اور مظہر ہیں آپ صرف صفت ہدایت کے ساتھ متصف ہیں یعنی آپ صرف ہادی ہیں مفضل نہیں، جبکہ اللہ پاک ہادی بھی ہیں اور مفضل بھی، اور شیطان لعین صرف اور صرف ضلالت و گمراہی کا مظہر ہے اس لیے شیطان اللہ کی صفت اضلال و مفضل کے ساتھ متصف ہو کر اپنے آپ کو خدا کا ظاہر کر کے گمراہ کر سکتا ہے لیکن چوں کہ شیطان کے اندر ہادی بننے کی صفت بالکل سرے سے ہے ہی نہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ کی صورت اختیار کر کے دھوکہ نہیں دے سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

خواب میں رسول خاتم النبیین ﷺ کو دیکھنے کا مطلب:

حدیث رسول اس بات پر دال ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں آپ ہی کو دیکھا

ہے کیوں کہ شیطان لعین کے اندر یہ طاقت نہیں کہ آپ کی شکل اختیار کر سکے۔

اب یہاں حضرات علماء کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کس صورت و حلیہ میں دیکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضور ہی کو دیکھا ہے کسی خاص حلیہ مبارکہ میں دیکھنا ضروری ہے یا کسی بھی شکل میں دیکھیں گے تو حضور ﷺ ہی کا دیکھنا مانا جائے گا؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کے مابین متعدد اقوال ہیں۔

(۱) محمد ابن سیرین امام بخاری قاضی عیاض مالکی وغیرہ حضرات علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو خواب میں حضور اکرم ﷺ کو اصل حلیہ مبارکہ میں دیکھے (جو شامل میں مذکور ہیں) تو یہ واقعی حضور ﷺ کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں شیطان آپ کی صورت اصلیہ اور حلیہ معروفہ میں متشکل نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے اس مسئلہ میں تھوڑی وسعت پیدا کی ہے آپ ﷺ کی پوری زندگی کے جس شکل میں بھی دیکھے خواہ جوانی کی شکل و صورت میں دیکھے خواہ کھولت کی شکل و صورت میں دیکھے، اور خواہ آخری عمر کی صورت میں دیکھے اس نے آپ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں۔

(۳) کچھ لوگوں نے اس دائرہ وسعت کو محدود کیا اور فرمایا آپ کو اس شکل و صورت میں دیکھنے کا اعتبار ہے جو آپ ﷺ کی عمر مبارکہ کے آخری حصہ میں تھا اور جس صورت و شکل پر اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے لیے ان سفید بالوں کو بھی دیکھنے کا اعتبار کیا ہے جو آپ کے سر مبارک اور لحیہ مبارک میں تھے۔ جو کل سترہ تھے جو تعداد میں بیس کو بھی نہیں پہنچے تھے۔

(۴) امام نووی اور دیگر محققین علماء کرام اور شراح عظام کی رائے گرامی یہ ہے کہ رؤیت کے صحیح ہونے کے لیے آپ ﷺ کو ان کی اصلی صورت مبارکہ اور حلیہ مبارکہ میں دیکھنا شرط نہیں ہے بلکہ جس شکل و صورت اور جس حلیہ میں آپ ﷺ کو دیکھے اور دیکھتے وقت قلب میں یہ بات راسخ اور پیوست ہو جائے اور پورا یقین ہو جائے کہ دیکھا ہوا شخص رسول مقبول ﷺ کی ذات گرامی ہے خواہ اس مخصوص حلیہ مبارکہ میں دیکھا ہو جو کتب احادیث میں منقول ہے یا کسی اور شکل و صورت میں دیکھا ہو بہر حال خواب دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے اور ان کا دیکھنا بالکل صحیح ہے اور شیطانی تصرفات سے بالکل خالی ہے۔

## غیر صورت معروفہ میں دیکھنا دیکھنے والے کے احوال میں کمی و نقص کی دلیل

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کی صورت اصلیہ یا حلیہ مبارکہ کے علاوہ حلیہ اور صورت میں دیکھا تو یہ درحقیقت خواب دیکھنے والے کے ایمان و اسلام اور اعمال و افعال میں تفاوت کی بنیاد پر بھی ہو سکتا ہے پس جس نے رسول اکرم ﷺ کو اچھی صورت میں دیکھا یا معروف و مشہور حلیہ میں دیکھا تو دیکھنے والے کے ایمان کامل اور عقیدہ کے صالح ہونے کی

علامت قرار پائے گا، اور جس نے آپ کو اچھی شکل و صورت میں نہیں دیکھا مشرما مقطوع اللحمیہ دیکھا، یا بیمار یا پریشان دیکھا، تو یہ دیکھنے والے کے ایمان کی کمزوری اور عقیدے کے فساد کا علامت قرار پائے گا، جو شخص جس درجہ کا ایمان کامل کی صفت کے ساتھ متصف ہوگا اور اسلامی عقائد صحیحہ ثابتہ کے زیور سے آراستہ ہوگا اور سنت رسول پر جس درجہ عمل پیرا ہوگا اسی درجہ کی مثالی صورت میں آپ کو دیکھے گا اس اعتبار سے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنا اپنے احوال ایمانی کے پہنچانے کا ایک معیار ہے۔

اس کو حضرات شراح کرام و مشائخ عظام آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ایک چیز کو سرخ آئینہ میں دیکھے تو سرخ نظر آئے گا اسی چیز کو سبز آئینہ میں دیکھے تو سبز نظر آئے گا، اور سیاہ آئینہ میں دیکھے تو سیاہ نظر آئے گا اور سفید آئینہ میں دیکھے تو سفید نظر آئے گا اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم ﷺ ہی کی نظر آتی ہے لیکن اس ذات اقدس کے ساتھ جو احوال و اوصاف نظر کرتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل و ادراک کا اثر ہوتا ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے کے ہوں گے ویسی ہی صفات کے ساتھ زیارت نصیب ہوگی، اکثر اہل علم نے اسی قول کو رائج قرار دیا ہے<sup>(۱)</sup>

عالم یقضہ میں آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے یا نہیں؟

عالم بیداری میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ ممکن ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی دو مختلف آراء ہیں۔  
راے اول:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی کامل کرامت کے طور بحالت بیداری بھی آپ کی زیارت کر سکتا ہے، اور آپ کی محفل میں حاضر ہو کر اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق کچھ، و معارف کا استفادہ بھی کر سکتا ہے اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ عزالدین عبدالسلام رقم کرتے ہیں بحالت بیدار رسول کریم ﷺ کی زیارت کا مسئلہ بہت زیادہ دقیق ہے بایں ہمہ جو اس کا براس مقام و مرتبہ کے ہوں ان کے حق میں ہم نے بھی نہیں ہیں، لیکن بعض علما ظاہر اس کا بہت زیادہ شدائد کے ساتھ انکار کیا ہے، زیارت کے امکان کے قائلین میں امام غزالی، مارزی اور ابن السبکی، یافعی، قرطبی، اور ابن العربی وغیرہ سرفہرست ہیں، علامہ سیوطی نے ان لوگوں کی ایک طویل فہرست پیش فرمائی ہے جن کو یہ سعادت عظمیٰ اور عظیم الشان نعمت حاصل ہوئی ہیں شیخ عبدالوہاب شعرانی علامہ سیوطی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے بحالت بیداری رسول اکرم ﷺ کی سترہ سے زیادہ مرتبہ زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں جنتی ہوں، فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کیا عذاب قبر کے بغیر فرمایا جاؤ تمہارے لیے یہ بھی سہی، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی زیارت کا وہ مفہوم نہیں سمجھنا چاہئے جو عام طور پر لوگوں میں متعارف ہے، بلکہ اس زیارت کا ادراک پہلے قلب پر ہوتا ہے پھر وہ حاسہ بصر تک بھی سرایت کر جاتا ہے درحقیقت ایک بردخی کیفیت

(۱) استفادعون الترمذی: ۲/۲۷۲-۲۷۳، مظاهر حق جدید: ۵/۲۱۶

ہوتی ہے اور ایک نوع کا وجدان ہوتا ہے جس کا صحیح اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو یہ کیفیت حاصل ہو۔  
**رائے دوم:**

حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ بحالت بیداری رسول اکرم ﷺ کی زیارت ممکن نہیں ہے، اس طرح زیارت کے انکار کرنے والوں میں امام ابن تیمیہؒ ہیں انہوں نے اس کا بہت ہی زیادہ شدائد کے ساتھ انکار کیا ہے اور بحالت بیداری زیارت کے امکان کو جہل سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں کہ اب رہا بیداری کا مسئلہ تو جس شخص کو بھی یہ گمان ہو کہ اس نے فلاں مردہ شخص کو دیکھا ہے تو وہ جہالت میں مبتلا ہے۔

### خواب میں بعینہ ذات رسول نظر آتی ہے یا صرف صورت مثالی:

اس بارے میں بھی بعض علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت بعینہ ذات مبارک کی ہوتی ہے۔ جبکہ بعض دوسرے علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ ان صورت مثالی کا ادراک ہوتا ہے، علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اکرم ﷺ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور اصلی حلیہ میں دیکھا ہے، تو اس نے بعینہ ذات اقدس کا ادراک کیا ہے اور جس نے کسی اور شکل و صورت میں دیکھا ہے اس نے صورت مثالی کو دیکھا ہے، حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دونوں طرح کی زیارت ممکن ہے، یعنی بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثالی، یہی وجہ ہے کہ بعض کسی دوسرے کی شکل میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، گویا وہ رسول اکرم ﷺ کی صورت کا آئینہ ہے۔

(۴۰۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَتَانَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَتَمَثَّلَ فِي صُورَتِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے فی الحقیقت مجھے ہی دیکھا ہے اس لیے شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ہے۔  
**تشریح حدیث:**

قولہ: فَقَدْ رَأَى: علامہ طبریؒ شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں حدیث میں شرط و جزاء کا متحد ہونا مبالغہ پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس نے مجھ کو ہی دیکھا ہے بشرطیکہ رائی کو یقین ہو کہ میں نے آپ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں، پھر فَقَدْ رَأَى کے متعدد مطلب ہیں جو ماقبل میں آچکے ہیں۔

زجر حدیث:

### ترجمہ حدیث:

### ترجمہ حدیث:

(۱۳۳۳) بَابُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ

جلد

(۴۰۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُوْدُ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَبَشْرَى مِنَ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقْصُصْ إِنْ شَاءَ وَإِنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقْصُصْهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقْصُصْهُ عَلَى نَفْسِهِ.

ترجمہ حدیث: خواب کی تین قسمیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب تین قسم کا ہوتا ہے ایک اللہ کی طرف سے خوش خبری دوسرے حدیث النفس، دل کے خیالات و افکار تیسرے شیطان کی طرف سے ڈرانا، پس اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو اچھا لگے تو اگر چاہے تو بیان کر دے اور اگر کوئی نا پسندیدہ شخص ایسا (خواب میں دیکھے تو اس کو کسی سے بھی بیان نہ کرے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں خواب کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ خواب جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس میں دیکھنے والے کے لیے بشارت و خوشخبری ہوتی ہے اس کو رؤیا حسنہ رو یا صادقہ رؤیا صالحہ اور رو یا مبشرہ بھی کہتے ہیں جو نبوت کے اجزاء میں سے چھالیسواں جز ہے۔  
(۲) خواب کی دوسری قسم حدیث النفس ہے یعنی وہ تفکرات و تخیلات اور تصورات جو انسان کے قلب و دماغ پر دن میں چھائے رہتے ہیں وہی رات میں خواب کے اند متشکل ہو جاتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی ہے و ہذا لا تاویل لہ اس نوع کے خواب کی کوئی تعبیر نہیں۔

(۳) خواب کی تیسری قسم ڈراؤنے خواب ہیں یہ خواب دراصل شیطانی اثرات کا پرچم ہوتا ہے شیطان چوں کہ ازل عا سے بنی آدم کا دشمن ہے جس طرح وہ عالم بیداری میں گمراہ کرنے اور پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح انسان کو نیند کی حالت میں بھی انسان کو چین و سکون اور راحت و آرام کی نیند سونے نہیں دیتا ہے بلکہ نیند میں پریشان کرنے اور ڈرانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے کبھی نہایت خوفناک اور ڈراؤنی شکل میں نظر آتا ہے اس کی وجہ سے انسان حواس بائستہ اور خوف زدہ ہو جاتا ہے کبھی اس طرح کا خواب نظر آتا ہے کہ انسان کی زندگی جاتی نظر آتی ہے جیسے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر قلم ہو گیا یہاں میں پہاڑ پر سے گر گیا ہوں یا سمندر میں ڈوب رہا ہوں وغیرہ وغیرہ اسی طرح احتلام کا ہونا بھی شیطانی امر ہے۔

ڈراؤنے اور برے خواب دیکھے تو کیا کرے:

اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو دل چاہے تو لوگوں سے بیان کرے ورنہ خاموش رہے اور اگر کوئی ڈراؤنے اور نا پسندیدہ

خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے بلکہ اللہ کی پناہ چاہے علماء کرام نے احادیث سے منتخب کر کے برے خواب کے چھ آداب لکھے ہیں:

- (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات سے برے خواب کے شر سے پناہ مانگے۔
  - (۲) شیطان کے اثر سے اللہ کی پناہ مانگے اور یوں دعا پڑھے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَ شَرُّ هَذَا الْوَيْلِ۔
  - (۳) تین مرتبہ بائیں طرف تھوک کر تھکا روے۔
  - (۴) اس خواب کو کسی کے سامنے بالکل بیان نہ کرے
  - (۵) برے خواب دیکھنے کے بعد کھڑے ہو کر دو گنا نہ نماز ادا کرے
  - (۶) خواب دیکھنے کی حالت میں جس پہلو پر تھے اس کو بدل لے، (ابناء الدیاجہ: ۵/۲۵۲)
- امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ سب روایات پر عمل کرے لیکن اگر بعض آداب پر عمل کرے اللہ سے حب بھی امید ہے کہ انشاء اللہ اس برے خواب سے ضرور محفوظ رہے گا۔

(۳۰۲۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ اللَّهِ مُسْلِمُ بْنُ مُشْكَمٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ مِنْهَا أَهْوِيلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُخَرَّنَ بِهَا ابْنُ آدَمَ وَمِنْهَا مَا يَهْمُ بِهِ الرَّجُلُ فِي يَقْظَتِهِ فَيَزَاهُ فِي مَنَامِهِ وَمِنْهَا جُزْءٌ مِنْ سِتْرَةِ وَأَرْبَعِينَ جُزْأً مِنَ النَّبْوَةِ قَالَ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب تین قسم کا ہوتا ہے ایک شیطان کی طرف سے ہولناک ہے ڈراؤنا خواب تاکہ انسان رنجیدہ خاطر اور پریشان ہو، دوسرا آدمی بیداری کی حالت میں جو سوچتا ہے اسی کو (سونے کے بعد خواب میں دیکھتا ہے، اور تیسرا خواب نبوت کے چھیا یسواں اجزاء میں سے ایک جزء اور حصہ ہے، راوی حدیث مسلم بن شکم کہتے ہیں) کہ میں نے کہا کہ آپ نے ضروریہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہے فرمایا جی ہاں میں نے خود یہ حدیث رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح حدیث: قدمر تفصیلہ قبل ذالک۔

### (۱۴۳۴) بَابُ مَنْ رَأَى رُؤْيَا يَكْرَهُهَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابوقنادہؓ حضرت



ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی برے خواب دیکھے تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے اور بائیں جانب تین بار تھوک تھکاردے اور کروٹ بدل لے، انشاء اللہ اس خواب کے ضرر سے خواب دیکھنے والا محفوظ رہے گا۔  
(۴۰۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْحٍ الْمُضَرِّيُّ أُنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَنْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.

ترجمہ حدیث: ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ سرورِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو چاہئے کہ بائیں طرف تین بار تھوک تھکاردے، اور تین مرتبہ شیطان (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور جس کروٹ پر لیٹا ہے اس کو بدل لے۔  
تشریح حدیث:

حدیث ہذا میں تھکانے کے لیے لفظ بصق استعمال کیا گیا ہے جب کی باب کی تیسری حدیث جو آنے والی ہے اس میں لفظ تفل آیا ہے مفہوم و مطلب کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں لیکن ان دونوں میں ایک ہلکا سا فرق ہے، تفل کے معنی ہیں منہ سے تھوک نکالنا، جب بصق کے مفہوم میں ہے منہ کے اندر سے تھوک نکالنا اس طرح کہ کچھ حلق سے بھی نکلے منہ سے نکلے ہوئے تھوک کو بصاق کہتے ہیں، اور اس کو بزاق بھی کہا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تھکانے کے لیے پہلا درجہ بصق ہے اس کے بعد تفل ہے اس کے بعد نفث ہے جس کے معنی ہیں لبوں کے تھوک کے ساتھ پھونکنا، اس کے بعد ایک لفظ آیا ہے۔ نفخ جو محض پھونک مارنے کو کہتے ہیں مسلم شریف کی ایک حدیث میں فالینفث کا لفظ منقول ہے نیز حدیث شریف میں بائیں جانب تھکانے کا حکم دیا گیا ہے، قاضی عیاضؒ نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ تھوکنے کی حکمت شیطان کو تھکانا اور اس کی تحقیر و تذلیل ہے اور بائیں طرف کی خصوصیت اس لیے ہے کہ وہ محلِ قذر و مکروہات ہے واللہ اعلم۔

(۴۰۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ وَالْخُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا خواب من جانب اللہ ہوتا ہے اور برا

خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے پس اگر تم میں سے کوئی بھی شخص برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھکار دے اور چاہئے کہ تین بار اللہ کی پناہ چاہے شیطان مردود سے اور پہلے سے جس پہلو پر تھا اس کو بدل دے۔

## تشریح حدیث: رویا صالحہ کے آداب

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ رویا صالحہ کے تین آداب ہیں

(۱) اس اچھے خواب پر اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء اور تعریف بیان کرے

(۲) اس سے خوشی حاصل کرے

(۳) اپنے خصوصی دوست وغیرہ سے بیان کرے یا کسی اچھے ممبر سے بیان کرے، دشمن سے اپنا خواب بیان نہ

کرے، و حاصل ما ذکرنا من ابواب الرؤیا الصالحة ثلاثة اشياء، ان یحمد الله علیها، وان یتبشیر بها۔ وان

یتحدث بها لکن لمن یحب دون من یکره (۱)

(۴۰۳۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْعُمَرِيِّ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْوْهُهَا فَلْيَتَحَوَّلْ وَلْيَتَنَفَّلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا

وَلْيَسْأَلِ اللَّهَ مِنْ خَيْرِهَا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا.

## ترجمہ حدیث: برے خواب کے شر سے اللہ کی پناہ چاہنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو چاہئے، کروٹ بدل لے، اور اپنے بائیں جانب تین بار تھکار دے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کرے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے۔

تشریح حدیث: قدمر تفصیلہ قبل ذالک۔

## (۱۲۳۵) بَابُ مَنْ لَعِبَ بِهِ الشَّيْطَانُ فِي مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ شیطانی خواب کو کسی سے بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ اس کے شر سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اللہ کی پناہ مانگی جائے۔

(۴۰۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزَّيْبَرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

حُسَيْنٌ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَأْسِي ضَرْبَ فَرَأَيْتُهُ يَتَدَهَّدُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْمِذُ الشَّيْطَانُ إِلَى أَحَدِكُمْ فَيَتَهَوَّلُ لَهُ ثُمَّ يَغْدُو يُخَبِّرُ النَّاسَ.

ترجمہ حدیث: بد خوابی کو بیان نہ کیا جائے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یا رسول اللہ!) میں نے دیکھا کہ میرا سر اڑ گیا اور میں نے اس کو دیکھا کہ وہ گھوم رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ایک شخص کے پاس آ کر ڈراتا ہے پھر وہ شخص صبح کو لوگوں کو بتاتا پھرتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ڈراؤنا خواب دیکھے، تو چاہئے کہ کسی کو بھی بیان نہ کرے اس لیے کہ یہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے پس خواب دیکھ کر سکوت اختیار کر لے یہ احسن ہے بیان کرنے سے۔

(۴۰۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنَّ عُنُقِي ضَرْبَتْ وَسَقَطَ رَأْسِي فَاتَّبَعْتُهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَعْدَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ فِي مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثَنَّ بِهِ النَّاسَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دوران آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا کہ میری گردن کاٹ دی گئی ہے اور میرا سر گر گیا ہے، چناں چہ میں اس کے پیچھے گیا، اور اس کو اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان خواب میں آئے اور تمہارے ساتھ کھیل کرے تو اس کو لوگوں سے ہرگز مت بیان کرو۔

تشریح حدیث:

قولہ: فلا یحدث بہ الناس: ابن ماجہ کی روایت میں فلا یحدثن کا لفظ آیا ہے اور بعض نسخوں میں فلا یحدث آیا ہے دونوں کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے برے خواب کو لوگوں سے بیان نہ کرو بلکہ برے خواب نظر آئے تو سکوت اختیار کرو اور اللہ کی پناہ چاہو اس کے شر سے۔

(۴۰۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْجٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَلَمَ أَخَذَ كُمْ فَلَا يَخْبِزُ النَّاسُ بِتَلْعِبِ الشَّيْطَانِ بِهِ فِي الْمَنَامِ

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے تو لوگوں کو شیطان کے اپنے ساتھ کھیل کی خبر نہ دے۔

تشریح حدیث:

شیطانی خواب کے متعلق تعلیمات نبوی ہے کہ اس کو کسی سے بیان نہ کرو، علماء کرام فرماتے ہیں کہ صبح اٹھ کر صدقہ و خیرات کرو امید ہے کہ کوئی مصیبت نہ آئے گی اور اللہ پاک اس کے شر سے محفوظ کر دے گا۔

(۱۴۳۶) بَابُ الرُّؤْيَا إِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ، فَلَا يَقْضَاهَا إِلَّا عَلَى وَادٍ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابو زینؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ خواب کی تفسیر جس طرح بتائی جاتی ہے اسی طرح واقع بھی ہو جاتی ہے اس لیے ہر کس و ناکس سے خواب نہ بیان کرنا چاہئے۔

(۴۰۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا هُشَيْنٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ غَطَاءٍ عَنْ وَكَيْعِ بْنِ غُدَسٍ الْغَفِيلِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَبِي زَيْنٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الرُّؤْيَا عَلَى رَجُلٍ طَائِرٌ مَا لَمْ تُعْبَرْ فَإِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ قَالَ وَالرُّؤْيَا جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبْوَةِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَا يَقْضَاهَا إِلَّا عَلَى وَادٍ أَوْ ذِي رَأْيٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو زینؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک خواب کی تعبیر نہ دی جائے وہ ایک پرندہ کے پاؤں پر ہوتا ہے پس جب تعبیر دیدی جاتی ہے تو تعبیر بتانے کے مطابق واقع ہو جاتی ہے (ایسا عموماً ہوتا ہے لازم نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا رویا (صالحہ) نبوت کے اجزاء میں سے چھ یا سوواں جز ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کو دوست یا سمجھدار آدمی کے علاوہ کسی اور آدمی کے سامنے بیان نہ کرے۔

تشریح حدیث:

قولہ: الرُّؤْيَا عَلَى رَجُلٍ طَائِرٌ: خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے وہ پرندوں کے پاؤں پر ہوتا ہے پرندوں کے پاؤں پر ہونا عرب والوں کا ایک محاورہ ہے جو اہل عرب کسی ایسے معاملہ اور کسی ایسی چیز کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جن کو کوئی قرا و ثبات نہ ہو اور مطلب یہ ہے کہ

(۱) جس طرح پرندہ کسی ایک جگہ ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ ادھر ادھر اڑتا پھرتا ہے اور حرکت کرتا رہتا ہے اور جو چیز اس کے

پاؤں پر ہوتی ہے وہ بھی کسی ایک جگہ قرار نہیں پاتی ہے بلکہ معمولی حرکت سے گر پڑتی ہے خواب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جب تک اس کو کسی کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا ہے بلکہ دل میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے تو اس وقت تک اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے اور واقع نہیں ہوتا ہے، لیکن جب اس کو کسی کے سامنے بیان کر دیا جاتا ہے اور تعبیر دیدی جاتی ہے تو اسی تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے لہذا کسی اناڑی کے سامنے اپنا خواب بیان نہیں کرنا چاہئے، بلکہ حبیب یا حبیب سے بیان کرنا چاہئے یعنی کسی جگری اور جانی دوست سے یا کسی ذی رائے سمجھدار عالم باعمل سے تاکہ اس کی صحیح تعبیر دے سکے

لیکن واضح رہے کہ یہ حکم صرف برے خواب کے بارے میں ہے جس کے وقوع سے انسان ڈرتا ہے اور اس میں نقصان و ضرر کا والہمہ رکھتا ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

(۲) علامہ طبریؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رو یا اسی تعبیر پر برقرار رہتا ہے جو تقدیر میں ہے اگر خواب کا شرمندہ تعبیر ہونا مقدر ہے تو اس کو صحیح معرل جاتا ہے جو نوشتہ تقدیر کے مطابق تعبیر دیتا ہے اور اگر خواب کا شرمندہ تعبیر ہونا مقدر نہیں ہوتا ہے اور اس کو صحیح معر نہیں ملتا ہے اور یہ تشبیہ و تمثیل ہے

(۳) حضرت محدث گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق حضرات شراح کرام نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب شبہات و اعتراضات سے خالی نہیں، اس لیے الرو یا علی دجل طائو سے حضور ﷺ کی مرداد یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی ایک تعبیر پر قرار نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے قلب و دماغ پر متعدد تعبیریں آتی رہتی ہیں ثانی تعبیر سامنے آنے کے بعد اول کی تغلیط کرتا ہے اور ثانی کی تصحیح پس اس کا خواب پرندوں کے پیروں پر ہوا جو قائم اور ثابت نہیں رہتا ہے اور جب اول معر کی تعبیر سامنے آتی ہے تو وہ اس کے قلب میں راسخ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

### (۱۲۳۷) بَابُ عَلَامَةِ تَعْبِيرِهِ الرُّؤْيَا؟

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے مروی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خواب کی تعبیر بتانے میں ناموں، کنیتوں کا اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ اور تعبیر دیتے وقت اس کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے۔

(۴۰۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اغْتَبِرُوا بِأَسْمَائِهَا وَكُنُوهَا بِكُنَاهَا وَالرُّؤْيَا لِأَوَّلِ غَابِرٍ

ترجمہ حدیث: خواب کی تعبیر دینے میں کن باتوں کا لحاظ کیا جائے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خواب کی تعبیر ان کے ناموں کی کنیتوں کو دیکھ کر بتاؤ، اور خواب پہلے تعبیر دینے والے کے مطابق واقع ہوتا ہے۔

## تشریح حدیث:

سند کے اعتبار سے حدیث شریف ضعیف ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ خواب کے سلسلہ میں جو اسماء وارد ہیں ان میں اشارات اور طولیات ہیں لہذا معبر کے لیے مناسب ہے کہ ان کی رعایت کر کے تعبیر دے مثلاً کسی نے کوئی خواب دیکھا اور اس کا نام سعید ہے یا سعد ہے، یا فرمان، وغیرہ ہے یا اس کے علاوہ کوئی معنی خیز اچھا نام ہے تو خواب دیکھے والے کو سعادت، فرح وغیرہ سے تعبیر دے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک نہایت کالی کلوٹی عورت پر اگندہ بالوں والی عورت مدینہ منورہ سے نکلی اور جحفہ میں جا کر قیام کی، آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ مدینہ کی وباء و مصائب منتقل ہو کر جحفہ چلے گئے۔

## تعبیر روایا کے چند اصول و ضوابط

جس شخص کو قرآن حدیث میں جس قدر گہرائی و گیرائی ہوگی اس قدر زیادہ صحیح تعبیر دے گا خواب کی تعبیر بھی قرآن مجید سے ہوتی ہے کبھی حدیث رسول سے اور کبھی ان امثلہ سے جو زبان و خلاق نہیں، مثلاً انڈے کی تعبیر قرآن سے دینا قرآن سے ثابت ہے قرآن تعالیٰ کانہن بیض مکنون، پتھر کی تعبیر قساوت قلب سے دینا قرآن سے ثابت ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فہی کالحجارة خواب میں گوشت خوری کی تعبیر غیبت سے دینا قرآن سے ہے، ارشاد باری ہے یحب احدکم ان یا کل لحم اخیه میتاً فکرہتموہ مفاتح کی چابی خزانوں سے دینا قرآن سے ثابت ہے و اتیناہ من الكنوز ما ان مفاتحہ لتتواء بالعصبۃ الی القوۃ، اسی طرح سفینہ کی تعبیر نجات سے دینا قرآن مجید سے ثابت ہے و انجیناہ لاصحاب السفینۃ، اور فانجیناہ من دفعہ فی القلب۔ کسی امیر یا حاکم کا کسی محلہ یا گھر میں داخل ہونا اس محلہ یا گھر کی خرابی سے تعبیر کی جاتی ہے، چناں چہ ارشاد باری ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها و جعلوا اعزۃ اہلہا اذلہ۔ لباس کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے، ہن لباس لکم و انتم لباس لہن اور اگر خواب دیکھنے والی عورت ہو تو اس کی تعبیر مردوں سے دی جاتی ہے۔

خواب کی تعبیر دینے میں لوگوں کے احوال و کوائف کا بھی فرق پڑتا ہے ایک ہی خواب کی دو تعبیر کی جاتی ہیں چناں چہ امام المعبرین حضرت محمد بن سیرین کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے پکار رہا ہے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر کچھ دیر کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور یہی خواب بیان کیا آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تجھے حج نصیب ہوگا بعد میں لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے خواب ایک ہی لیکن تعبیر الگ الگ حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا میں نے پہلے آدمی کے چہرہ میں فسق و فجور کی علامت دیکھی تو مجھے قرآن کریم کی یہ

نہا یاد آئی فاذن موذن ایتھا العیر انکم لسا رقون اور دوسرے شخص میں میں نے صلاح و تقویٰ اور امانت و دیانت دیکھی اور اس میں صالحین کی نشانی پائی، تو مجھے قرآن مجید کی یہ نہا یاد یا آئی واذن فی الناس بالحج چنانچہ محمد بن سیرین نے جیسی تعبیر دی ایسا ہی خواب واقع ہوا۔

خواب کی تعبیر کبھی حدیث سے ہوگی مثلاً خواب میں غراب یعنی کوا دیکھنا، اس کی تعبیر فاسق سے کی جاتی ہے حضور اقدس ﷺ نے غراب کو فاسق کہا ہے پسلی کی تعبیر عورت سے دینا حدیث میں آیا ہے۔

خواب کی تعبیر امثلہ متعارفہ سے بھی ہوتی ہے جیسے لمبے ہاتھ والا سخی ہے کہا جاتا ہے انا اطول منکم باعارید ابھر امثلہ میں جس ملک کا خواب دیکھنے والا ہو اس ملک کے امثلہ کا اعتبار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۴۳۸) بَابٌ مِّنْ تَحْلَمَ خُلُمًا كَاذِبًا

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سند سے مروی ہے، اس باب میں جھوٹ موٹ بناؤئی خواب ذکر کرنے کے بارے میں جو وعید آئی ہے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۳۶) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَحْلَمَ خُلُمًا كَاذِبًا كَلَّفَ أَنْ يُعْقَدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَيُعَذَّبَ عَلَى ذَلِكَ.

ترجمہ حدیث: جھوٹ خواب بیان کرنے کا آخرت میں وبال:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ بیان کیا کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے (قیامت کے دن) (اسے جو کے دودانوں کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا) (اور چوں کہ ان دانوں میں گرہ لگانا ناممکن ہے) اس لیے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص بنا بنا کر جھوٹا خواب بیان کرتا ہے کہ رات میں نے یہ دیکھا، وہ دیکھا، حالاں کہ کچھ بھی نہیں دیکھا اسے روز قیامت اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ جو کے دودانوں کے درمیان گرہ لگائے اور ظاہر ہے کہ جو کے دانوں میں گرہ لگانا عادتاً ناممکن ہے اس لیے وہ اس میں گرہ نہیں لگائے گا، جس کی وجہ سے عذاب دیا جاتا رہے گا الغرض اس سے عذاب دوام کی جانب اشارہ ہے۔

سوال، جواب:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹا خواب بیان کرنے والے پر اس قدر شدید وعید کیوں ہے؟ علماء کرام نے اس کے متعدد

جواب دیے ہیں۔

(۱) کذب فی المنام در حقیقت کذب علی اللہ کے مترادف ہے گویا جھوٹا خواب بیان کرنے والا اللہ پر بہتان لگاتا ہے اور ظاہر ہے افتراء علی اللہ اشد ہے افتراء علی الخلق سے۔

(۲) کذب فی المنام در حقیقت نبوت کا ذبہ کے مدعی کا مترادف ہے کیوں کہ خواب اخبار غیبیہ کا محل ہے خصوصاً اچھا خواب نبوت کا ایک شعبہ ہے اسی وجہ سے شدید وعید آئی ہے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عالم ظاہر کے متعلق تو کذب ہوتا ہے اس کا انکشاف اور اس کی تحقیق کر لینا اسباب عادیہ سے کسی درجہ ممکن ہے بخلاف کذب فی الامور الغیبیہ کے جن میں روایا بھی ہے کہ اس کی تحقیق کرنا عادیہ خارج از قدرت و طاقت ہے۔

(۴) ابن حجر عسقلانی نے حدیث مذکور میں ذکر کردہ وعید کا خواب بنانے والے کے ساتھ یوں مناسبت بیان کی ہے کہ خواب ایک صورت معنوی اور امر لطیف ہے، پس صاحب صورت لطیفہ کو امر لطیف یعنی دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا گیا، بخلاف صاحب صورت کثیفہ کے اس کو اس سے بڑے اور شید کا حکم کیا گیا کہ روح پھونکنے کے ذریعہ مصورہ صورت کو مکمل کرے۔ گرہ لگانے کے لیے شعر کو خاص کرنے کی حکمت شاید یہ ہو کہ شعر اور شعور کا مادہ قریب قریب ہے گویا اشیا ہے کہ یہ تیری لاشعوری کی سزا ہے، واللہ اعلم

### (۱۴۳۹) بَابُ أَصْدَقِ النَّاسِ رُؤْيَا أَصْدَقَهُمْ حَدِيثًا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور سچے لوگوں کے خواب میں اچھے اور سچے ہی خواب آتے ہیں اور عمدہ ہی خواب دیکھتے ہیں، اور ان کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔

(۴۰۳۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَرَّبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكْذُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقَهُمْ حَدِيثًا وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتْوَةِ أَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوءَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب مومن کے خواب جھوٹے نہ ہوں گے اور ان میں سب سے زیادہ سچے خواب دیکھنے کے اعتبار سے وہ ہوں گے جو ان میں سب سے گفتار و کردار میں سچے ہوں گے اور مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھالیسواں جز ہے۔



## تشریح حدیث: زمانہ قریب ہونے کا مطلب:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو مومن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا، زمانہ قریب ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں حضرات شراح کرام کے متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند اقوال درج ذیل ہیں۔

(۱) زمانہ قریب ہونے سے مراد قیامت کا آخری زمانہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ آخری زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ زمانہ قریب ہونے سے مراد زمانہ موت سے قریب ہونا ہے یعنی جب مومن کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے اس کا خواب جھوٹا نہیں ہوتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے مشارح سے یہی معنی نقل کئے ہیں۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں تین رات برابر ہوتے ہیں چنانچہ جس زمانہ میں دن رات برابر ہوتے ہیں ان میں انسانی مزاج اعتدال پر ہوتا ہے اور ذہن و فکر کی صلاحیتیں صحت و سلامت روی کے ساتھ کام کرتے ہیں ایسے دنوں میں دیکھا جانے والا خواب ذہنی و جسمانی خلل و انتشار سے محفوظ اور زیادہ سچا ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جب سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن ساعت کی طرح گزرنے لگے، حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ ایسا زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام کے دور میں آئے گا، کیوں کہ اس وقت حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل و انصاف اور رعایا پر روزی کی وجہ سے سب ہی لوگ آسودگی مسرت اور بے فکری کے دن گزاریں گے، اور ظاہر ہے کہ آسودگی اور بے فکری کے دن بڑی سرعت کے ساتھ گزرتے معلوم ہوتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی طویل زمانہ کیوں نہ ہو، اس کے برعکس عسرت و تنگی اور محنت و مشقت کے دن اتنے بھاری معلوم ہوتے ہیں کہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ایک ایک دن پہاڑ کی طرح گزرتا ہے لہذا حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی خواب صحیح اور درست ہوں گے کیوں کہ وہ راستی کا زمانہ ہوگا ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ راست باز ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔

## (۱۴۴۰) بَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت نو حدیثیں بیان کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت خرشہ بن حرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ام الفضلؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہیں اس باب میں چند خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے۔

(۴۰۳۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حَمِيدٍ بْنُ كَاسِبٍ الْمَدَلِيُّ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بن عبد اللہ عن ابن عباس قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل منصرفه من أخذ فقال يا رسول الله إني رأيت في المنام ظلة تنطف سمنًا وعسلًا ورأيت الناس يتكفون منها فالمستكبر والمستقل ورأيت سببًا وصلًا إلى السماء وأنت أخذت به فغلوت به ثم أخذ به رجل بغدك فعلا به ثم أخذ به رجل بغده فعلا به ثم أخذ به رجل بغده فأنقطع به ثم وصل له فعلا به فقال أبو بكر دغني أغبرها يا رسول الله قال أغبرها قال أما الظلة فالإسلام وأما ما ينطف منها من العسل والسمن فهو القرآن خلاوته ولينه وأما ما يتكف منه الناس فالأخذ من القرآن كثيرًا وقليلًا وأما السبب الوصل إلى السماء فما أنت عليه من الحق أخذت به فعلا بك ثم يأخذه رجل من بغدك فيغلو به ثم آخر فيغلو به ثم آخر فينقطع به ثم يوصل له فيغلو به قال أصبت بغضا وأخطأت بغضا قال أبو بكر أقسمت عليك يا رسول الله لتخبرني بالذي أصبت من البدي أخطأت فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تقسم يا أبا بكر

### ترجمہ حدیث: ایک خواب کی تعبیر

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد سے واپسی کے بعد ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں ایک سائبان دیکھا، جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، اور دیکھا کہ لوگ ہاتھ پھیلا پھیلا کر اس میں سے لے رہے ہیں پس کسی نے زیادہ لیا اور کسی نے کم، اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی ہے جو (زمین سے) آسمان تک ملی ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو تھاما اور اوپر چلے گئے، پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اس کو تھاما۔ اور وہ بھی اوپر چلا گیا، پھر اس کے بعد ایک تیسرے شخص نے اسے تھاما اور اوپر چلا گیا، پھر اس کے بعد اس رسی کو ایک اور شخص نے تھاما تو وہ رسی ٹوٹ گئی لیکن پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی، بالآخر وہ بھی اوپر چلا گیا۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کا موقع مجھے عنایت فرمادیئے، آپ نے فرمایا ٹھیک تعبیر بتاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا سائبان تو اسلام ہے، اور جو گھی اور شہد اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن کریم ہے اس کی شیرینی اور نرمی ہے اور جو اس میں سے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لے رہے ہیں وہ قرآن کریم حاصل کرنے والے ہیں کوئی کم لے رہا ہے اور کوئی زیادہ اور وہ رسی جو زمین سے آسمان تک پہنچی ہوئی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ نے اسے تھاما اور اسی حالت میں اوپر چلے جائیں گے پھر آپ کے بعد ایک شخص تھامے گا (آپ کا خلیفہ بنے گا) اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا، پھر ایک اور شخص اسے تھامے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر ایک اور شخص اسے تھامے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا تو اس کے لیے رسی

ٹوٹ جائے گی پھر اس کے لیے اس کو جوڑا جائے گا اور وہ بھی اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا۔  
 آپ نے فرمایا (اے ابوبکر!) تم نے بالکل صحیح تعبیر بیان کی اور کچھ غلط یعنی کچھ خطا ہوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے  
 عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی آپ نے فرمایا اے ابو  
 بکر! قسم مت دو۔

### تشریح حدیث:

قوله: ظلة بضم الضاء ای صحابة۔ بادل

قوله: تنطف: بكسر الطاء ويجوز فيهما، معناه تقطر بمعنى ينكتا۔

قوله: يتكفون منها، ای یاخذون باكفهم، اس سے لوگ ہاتھ پھیلا پھیلا کر لے رہے تھے۔ ترمذی شریف کی  
 روایت میں يستقون بایدیہم آیا ہے ای یاخذون فی الامقیة۔

قوله: فالمستكثرون والمستقل: ای منهم من یاخذ الكثير ومنهم من یاخذ القليل، ان میں کچھ لوگ تو زیادہ  
 لے رہے تھے اور کچھ لوگ کم، اپنے اپنے ظرف کے مطابق لے رہے تھے۔

قوله: سببا ای حبلا۔ رسی۔

قوله: واصلا: من الوصول بمعنى الموصول، یعنی وہ رسی زمین سے لے کر آسمان تک ملی تھی۔

قوله: فانقطع به: یعنی انقطع الحبل، اس کی وجہ سے رسی ٹوٹ گئی۔

قوله: لم وصل له: بصیغہ مجہول آیا ہے۔

قوله: فعلا بك: آپ اس حق پر قائم و دائم رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں اٹھالیں گے، یعنی  
 آپ تاحیات اس پر قائم و دائم رہیں گے اس کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مخلوقات کے اوپر معزز  
 و کرم اور غالب کر دیں گے۔

قوله: ثم یاخذہ رجل من بعدك: اس سے مراد خود حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جو آپ ﷺ کے بعد خلیفۃ المسلمین  
 بنے اور تازہ زندگی حق پر قائم و ثابت رہے ہیں۔

قوله: ثم یاخذ آخر: فیقطع به ثم یوصل له: رسول اکرم ﷺ کے بعد دیگر جنہوں نے اس رسی کو پکڑا وہ حضرات  
 خلفاء ثلاثہ ہیں اور جن کے ہاتھ سے رسی ٹوٹ گئی پھر جٹ گئی وہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ ہیں۔

(۱) بعض حضرات نے رسی ٹوٹنے سے حضرت عثمان غنیؓ کا ظلماً مقتول ہونا مراد لیا ہے، لیکن اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ  
 خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ بھی ظلماً قتل کئے گئے تب تو ان کی رسی کو ٹوٹی ہوئی کہنا چاہیے۔ اس کے جواب میں بعض حضرات

نے یہ کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ مقتول ہوئے ایک شخص کی عداوت کی وجہ سے، خلافت و امارت کی وجہ سے نہیں اس کے برخلاف حضرت عثمان غنیؓ کے، ان کی شہادت خلافت و امارت کی وجہ سے ہوئی اس لیے ان کے مقتول ہونے کو قطع سے تعبیر کیا گیا۔

(۲) انقطاع سے اشارہ ہے اس طریقہ کے ترک کرنے کی طرف جس پر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے حضرات شیخین و ابوبکر و حضرت و عمر قائم رہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ان حضرات نے امارت و خلافت کو تقسیم کرنے میں احتیاطاً اقربا کو ترجیح نہیں دی، اور حضرت عثمان غنیؓ نے اقربا کو ترجیح دی اگرچہ قابل اور صلاحیت مند اقربا کو ترجیح دینا حرام اور ناجائز نہیں ہے، لیکن موضع تہمت ہے اس لیے مناسب نہیں اقرباء کو خلافت کی ذمہ داری سونپنی ہی ان کے خلاف بغاوت اور ان کے قتل کا سبب ہوا، اور ثم یوصل کا مطلب یہ ہے کہ پھر ان کا مظلومانہ قتل ہونا رفع درجات تک وصول کا سبب ہوا۔

(۳) انقطاع سے اس طرف اشارہ ہے کہ خلافت عثمانی میں کچھ رخسہ واقع ہو گا ثم یوصل سے اس طرف اشارہ ہے کہ پھر اس کی مکافات ہو جائے گی واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) رسی سے مراد خلافت و امارت ہے اور اس رسی کے ٹوٹنے سے مراد حضرت عثمان غنیؓ سے لوگوں کی بدگمانی ہے اور ثم یوصل سے آپ کی براءت کی صحت مراد ہے پھر حضرت عثمان غنیؓ بھی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مل گئے۔

### خواب کی تعبیر میں حضرت ابوبکرؓ کی خطا

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر صدیقؓ تو نے کچھ تعبیر تو بالکل صحیح صحیح دی، لیکن بعض جگہ پر تعبیر دینے میں خطا کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ میں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے بتائیے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قسم دینے کی ضرورت نہیں ہے قسم مت دو میں اس کو بتاؤں گا نہیں،۔

اب یہاں حضرات شارحین احادیث کے اقوال مختلف ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی خطا کیا تھی۔ (۱) بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ خواب کی تعبیر میں کوئی خطا نہیں ہوئی تعبیر تو آپ نے بالکل صحیح صحیح بتائی، البتہ خطاء یہ ہوئی کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضور کے حکم دینے، یا حضور کے تعبیر دینے سے قبل از خود مبادرت کی کہ مجھے تعبیر دینے کا موقع دیا جائے، یہ قول ابن قتیبہ وغیرہ کا ہے، مگر یہ جواب محل نظر ہے۔

(۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ خطایہ ہوئی کہ انہوں نے بعض اجزاء کی تعبیر کر دی تھی، شہد اور گھی کی تعبیر انہوں نے قرآن سے کی ہے، حالاں کہ مناسب یہ تھا کہ شہد کی تعبیر قرآن سے اور گھی کی تعبیر حدیث سے کی جائے، حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں ایک ہی چیز ہے کیوں کہ حدیث قرآن کا بیان اور شرح ہے اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن اور سنت دونوں وحی ہیں فرق صرف تلاوت میں ہے لہذا اس کو خطا نہیں کہا جاسکتا ہے، دونوں کی تعبیر قرآن سے دینا بالکل صحیح ہے۔

(۳) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ خطایہ ہوئی تھی انہوں نے ان تین اشخاص کی تعیین نہیں کی تو جنہوں نے رسی کو



كَانَ لِي عِنْدَكَ خَيْرٌ فَأَرِنِي رُؤْيَا يَغْيِرُهَا لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِئْسَتْ فَرَأَيْتُ مَلَكَئِينَ أَتَيَانِي فَأَنْطَلَقَا بِي فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرٌ فَقَالَ لَمْ تُرْغْ فَأَنْطَلَقَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبُئْرِ وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَزَلْتُ بَعْضَهُمْ فَأَخَذُوا بِي ذَاتَ الْيَمِينِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِحَفْصَةَ فَرَعَمَتْ حَفْصَةُ أَنَّهَا قَصَصْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يَكْثُرُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ عَبْدَ اللَّهِ يَكْثُرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ.

### ترجمہ حدیث: ابن عمرؓ کے ایک خواب کی تعبیر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک غیر شادی شدہ نوجوان تھا، چنانچہ میں مسجد ہی میں رات گزارا کرتا تھا، ہم صحابہ کرام میں سے جو کوئی بھی کوئی خواب دیکھتا تھا تو اس کو رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتا تھا، میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! اگر میرے واسطے بھی آپ کے یہاں کوئی خیر ہے (میں اچھا ہوں) تو مجھے کوئی خواب دکھا دیجئے، جس کی تعبیر رسول اکرم ﷺ بتائیں، چنانچہ میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور دونوں لے کر مجھے چلے، پھر (درمیان راہ) ایک اور فرشتہ ملا، اس نے مجھ سے کہا گھبرا نا بالکل نہیں، وہ دونوں فرشتے مجھے جہنم کی طرف لے کر چلے، پس وہ جہنم کنویں کے لپیٹنے کی طرح لپٹی ہوئی تھی اور اس میں کچھ لوگ تھے جنہیں میں کچھ کو پہچان لیا پھر وہ مجھے دائیں طرف لے گئے پس جب میں نے صبح کی تو اس خواب کا تذکرہ حضرت حفصہؓ سے کیا، تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ خواب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ! اچھا آدمی ہے کاش کہ رات کی نماز اور زیادہ کر لے، (تو بہت اچھا ہو) راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ بکثرت رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

### تشریح حدیث:

قولہ: عزباً العزب البعید عن النکاح غیر شادی شدہ، نکاح سے دور کہا جاتا ہے رجل عزب، وامرأة عزباء۔ قولہم تدع: ای لا فزع ولا خوف۔ الا فزع لك ولا خوف لك. قولہ: ان عبد اللہ رجل صالح: حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن بطال کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ جو محتاج تعبیر نہیں ہوتے بلکہ جنووم کی حالت میں تفسیر کی گئی وہی بیداری کی حالت میں تفسیر ہوتی ہے اس لیے زیر باب حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا کہ عبد اللہ رجل صالح کہ عبداللہ نیک آدمی ہیں اگر وہ رات کی نماز میں مزید اضافہ کر لیں، اور خواب میں بھی فرشتوں نے حضرت عبداللہ سے اتنا ہی فرمایا تھا لم ترع انك رجل صالح یا فرمایا، نعم الرجل انت لو كنت تكثر الصلاة نیز بیداری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اتنا ہی فرمایا ان عبد اللہ رجل صالح لو كان يكثر الصلاة۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کے ترک پر وعید کی جاسکتی ہے اور وقوع عذاب کا بھی احتمال ہے بشرطیکہ سنت

کا ترک مواظبت کے ساتھ علی سبیل الاعراض ہوا اگر ترک سنت علی سبیل الاعراض مواظبت نہ ہو تو اس پر وعید اور عذاب نہیں اس لیے تعذیب ارتکاب حرام پر ہوتا ہے، نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دال ہے کہ اصل تعبیر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جانب سے ہوتی ہے اس لیے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ اے کاش میں کوئی خواب دیکھتا اور حضور سے بیان کر کے اس کی تعبیر معلوم کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں رات گزارنا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تعبیر پوچھنے کے لیے نیابت جائز ہے، اور یہ حضرت ابن عمرؓ کا حضورؐ کے ساتھ غایت درجہ ادب کی بات تھی کہ انہوں نے بذات خود آپ سے اپنا خواب بیان نہیں کیا، بلکہ اپنی ہمیشہ حصہ کو وکیل بنایا، اور حصہؓ نے حضور سے دریافت کیا، اس حدیث سے جہاں ادب باتیں معلوم ہوئیں وہیں قیام لیل کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۴۰۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْجَبِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ الْمُسَيَّبِ بْنِ زَافِعٍ عَنْ خُرَيْشَةَ بْنِ الْخَزَرِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى شَيْخَةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ شَيْخٌ يَقُولُ كَأَنَّ عَلِيَّ عَصَا لَهُ فَقَالَ الْقَوْمُ مَنْ مَرَّهَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا فَقَامَ خَلْفَ سَارِيَةٍ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَذًا وَكَذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْجَنَّةُ لِلَّهِ يُدْخِلُهَا مَنْ يَشَاءُ وَإِنِّي رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا رَأَيْتُ كَأَنَّ رَجُلًا أَتَانِي فَقَالَ لِي انْطَلِقْ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَلَكَ بِي فِي نَهْجٍ عَظِيمٍ فَعَرِضْتُ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَلَى يَسَارِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَسْلُكَهَا فَقَالَ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا ثُمَّ عَرِضْتُ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَنْ يَمِينِي فَسَلَكَتُهَا حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى جَبَلٍ زَلَقِي فَأَخَذَ بِيَدِي فَرَجَّلَ بِي فَإِذَا أَنَا عَلَى ذُرْوَتِهِ فَلَمْ أَتَقَارَ وَلَمْ أَتَمَاسِكْ وَإِذَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ فِي ذُرْوَتِهِ خَلْقَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَأَخَذَ بِيَدِي فَرَجَّلَ بِي حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ اسْتَمْسِكْ قُلْتُ نَعَمْ فَصَرَبْتُ الْعَمُودَ بِرِجْلِهِ فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ قَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ خَيْرًا أَمَّا الْمَنْهَجُ الْعَظِيمُ فَالْمَخْشَرُ وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عَرِضْتُ عَنْ يَسَارِكَ فَطَرِيقُ أَهْلِ النَّارِ وَلَسْتُ مِنْ أَهْلِهَا وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عَرِضْتُ عَنْ يَمِينِكَ فَطَرِيقُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَمَّا الْجَبَلُ الزَّلَقُ فَمَنْزِلُ الشُّهَدَاءِ وَأَمَّا الْعُرْوَةُ الَّتِي اسْتَمْسَكْتُ بِهَا فَعُرْوَةُ الْإِسْلَامِ فَاسْتَمْسِكْ بِهَا حَتَّى تَمُوتَ فَأَنَا أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ.

## ترجمہ حدیث: ایک خواب کی تعبیر

حضرت خرشہ بن حر کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مسجد نبوی میں عمر رسیدہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا، اتنے میں ایک معمر شخص اپنی لاٹھی ٹپکتے ہوئے تشریف لائے، لوگوں نے کہا کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، وہ ایک ستون کے پیچھے کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز ادا کی، میں اٹھ کر اس کی طرف گیا اور ان سے کہا کہ کچھ لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ انہوں نے کہا الحمد للہ! جنت اللہ تعالیٰ کی ہے اس میں جس کو چاہے گا داخل کرے گا۔

اور بے شک میں نے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا چلو، چناں چہ میں اس کے ساتھ چل دیا، چناں چہ وہ مجھے لے کر ایک بڑے راستے پر چلا، پھر میرے بائیں جانب میرے سامنے ایک راستہ آیا، میں اس پر چلا تو انھوں نے کہا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں پھر میرے دائیں جانب ایک دوسرا راستہ آیا، میں اس پر چلا، یہاں تک کہ میں پھسلنے والے پہاڑ پر پہنچا، تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے سہارا دے کر چلایا، جب میں اس کی چوٹی پر پہنچا تو وہاں ٹھہرنے کا اور نہ ہی کسی چیز کا سہارا لے سکا، کہ اچانک ایک لوہے کا ستون دکھائی دیا جس کی بلندی چوٹی پر سونے کا ایک کڑا تھا، اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے زور دیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو پکڑ لیا، تو اس نے کہا آپ نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا ہے میں نے کہاں ہاں، تو اس نے ستون کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی، لیکن میں نے کڑا کو تھامے رکھا (چھوڑا نہیں) وہ معمر شخص کہنے لگا کہ میں نے یہ خواب جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا تو اچھا خواب دیکھا ہے، بڑا راستہ تو میدان حشر ہے اور جو راستہ بائیں طرف دکھائی دیا تھا وہ دوزخیوں کا راستہ تھا، اور آپ دوزخی نہیں، اور جو راستہ آپ کے دائیں جانب دکھائی دیا وہ جنتیوں کا تھا اور پھسلنے والا پہاڑ شہداء کی منزل ہے اور جو کڑا تم نے تھاما وہ اسلام کا کڑا ہے اسے مرتے دم تک مضبوطی سے تھامے رکھنا، اس لیے کہ مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوں (حضرت خرشہ بن حر فرماتے ہیں کہ) بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ عبدالسلام ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: فزجل بي: من التزجيل، وهو التقوية اى قوى به: وفي رواية الشيخين قيل لى ارقه، فقلت لا استطيع فأتانى منصف، فرفع ثيابه، من خلقى فرقت حتى كنت فى اعلاه، قلت المنصف، الخادم۔  
(۴۰۴۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بَرْزَيْلَةُ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلَى إِلَى أَنَّهَا يَمَامَةٌ أَوْ هَجَرَ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَفُورُ وَرَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ هَذِهِ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَأَنْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا



هُوَ مَا أَصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَهُمْ لَمَّا خَلَقَ الْبَشَرَ لَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَهُمْ لَمَّا خَلَقَ الْبَشَرَ لَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَهُمْ لَمَّا خَلَقَ الْبَشَرَ لَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَهُمْ لَمَّا خَلَقَ الْبَشَرَ

ترجمہ حدیث: رسول اکرم ﷺ کا خواب اور اس کی تعبیر

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں تو مجھے یہ خیال آیا کہ ہونہ ہو یمامہ ہو یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھا، اور میں نے اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی، تو اس کا سرا لگ ہو گیا پس یہ وہ نقصان تھا جو غزوہ احد میں مسلمانوں کو پیش آیا تھا، پھر میں نے دوبارہ تلوار کو حرکت دی تو وہ پہلے سے اچھی ہو گئی یہ وہ فتح ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، اور مسلمان اکٹھے ہوئے اور اس خواب میں میں نے ایک گائے دیکھی، خدا کی قسم بہت اچھی تھی، اس کی تعبیر مسلمانوں کی جماعت تھی اور احد کے دن اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور یہ اس نجاتی کا بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس بدر کے دن لے کر آئے۔

تشریح حدیث:

قولہ: یمامہ أو ہجر: یمامہ جزیرہ نما عرب کا وہ علاقہ ہے جو جبل طویق کے جنوب مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور نجد کے علاقہ میں شامل ہے، یہ بڑا سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور اس میں کھجوروں کی پیداوار کثرت سے تھی اس لیے ذہن اس طرف گیا، موجودہ زمانہ میں یمامہ سعودیہ عرب کے دار السلطنت ریاض کے درمیان ایک بستی کی شکل میں پایا جاتا ہے اور ہجر بھی یہاں سے متصل مشرق میں واقع ہے اس بستی میں بھی کھجوروں کی پیداوار کثرت سے ہوتی تھی۔

قولہ: فاذا هی المدینۃ: دور جاہلیت میں اس کا نام یثرب تھا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا نام مدینہ رکھا اور رسول اکرم ﷺ طابہ طیبہ رکھا ہے، اما یثرب فهو اسمها فی الجاہلیۃ، فسمیٰ المدینۃ، وسمیٰ رسول اللہ طیبۃ و طابۃ (۱) رسول اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یثرب کے معنی فتنہ و فساد کے ہیں، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے لیے بعض حدیثوں میں یثرب کا لفظ استعمال کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا استعمال کرنا ممانعت سے قبل کا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء ہجرت میں چوں کہ عام طور پر لوگ اس نئے نام سے واقف نہ تھے اس لیے رسول اقدس ﷺ نے ان کو اس سے واقف کرانے کے لیے اس کے شرعی نام مدینہ کے ساتھ قدیم نام یثرب کا بھی ذکر فرمادیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے یہی آخری احتمال زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے نیز قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا اہل یثرب لا مقام لکم الخ تو یہ منافقین کی زبانی فرمایا گیا اس لیے اس کے

(۱) شرح مسلم: ۸/۳۷۰ بحوالہ اہل البیاض: ۵/۲۶۵

بارے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

قولہ: رایت فیہا بقرأ: بعض روایت میں رایت بقرأتہ، کالفظ آیا ہے پس اس زیادتی کو تسلیم کرنے کی صورت میں تعبیر رو یا مکمل ہو جاتی ہے اور بحر بقر سے مراد حضرات صحابہ کرام کا احد کے معرکہ میں شہید کیا جانا ہے قَدْ جَاءَ فِي غَيْرِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَرَأَيْتُ وَبِهَذِهِ الزِّيَادَةُ تَتِمُّ تَأْوِيلُ الرُّؤْيَا بِمَا ذَكَرْتُ، فَتَحَرَّرَ الْبَقْرُ هُوَ قَتْلُ الصَّحَابَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِينَ قَتَلُوا أَبَا حَدَّ.

قال: ومعناه ما جاء الله به بعد بدر الثانية، من تثبيت قلوب المؤمنين، لان الناس جمعوا لهم وخوفهم فزادهم ذلك ايماناً، وقالوا احسبنا الله ونعم الوكيل، فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء، وتفوق العدو وعينهم هيبه لهم، قال القاضي: قال اكثر شراح الحديث: معناه ثواب الله خيرا اى صنع الله بالمقتولين

خير لهم من بقائهم في الدنيا، قال القاضي: والاولى قول من قال: الله خير: من جملة الرؤيا (۱)

(۴۰۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي يَدَي سَوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَتَفَحَّطَهُمَا فَأَوَّلْتُهُمَا هَذَيْنِ الْكَذَّابَيْنِ مُسَيْلِمَةَ وَالْعَنْسِيَّ.

ترجمہ حدیث: ہاتھ میں سونے کے دو کنگن کی تعبیر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں میں نے انہیں پھونک ماری (تو وہ دونوں اڑ گئے) تو میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے دی۔

تشریح حدیث:

قولہ: سوارین من ذهب: رسول اکرم ﷺ کو خواب میں یہ دکھلایا گیا کہ آپ کے دست مبارک میں سونے کے دو کنگن ہیں آپ نے پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے، پھونک مارنے میں ان دونوں کی حقارت معنوی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے ان دونوں کو کوئی قرار اور پائے داری نہ ہوگی، بلکہ معمولی کوشش سے ختم ہو جائیں گے۔

قولہ: فأولتها هذين الكذابين آپ دو کنگن سے دو جھوٹے مدعی نبوت کے بارے میں تعبیر لی کہ دو شخص پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے انہیں ظاہری اعتبار سے کچھ فروغ بھی ہوگا بلکہ بعد میں یہ فتنہ ختم ہو جائے گا۔

## دو کنگن سے دو جھوٹے نبی کی تعبیر لینے کی وجہ:

(۱) علامہ مہلب نے لکھا ہے کہ کذب وضع الشی فی غیر محلہ کو کہتے ہیں جب آپ نے اپنے ہاتھوں میں کنگن کو دیکھا حالانکہ زیور تو عورتوں کے لیے ہوتا ہے اس سے آپ ﷺ نے یہ سمجھا کہ عنقریب ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جو حق نہیں ہوگا نیز ان دونوں کا سونے کا کنگنوں کا ہونا بھی باعث خطرہ تھا کیوں کہ سونا دنیا میں مردوں کے لیے حرام ہے اس لیے آپ نے اس سے تعبیر فرمائی، علاوہ ازیں ذہاب ذہب سے مشتق ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ چیز ایسی ہے جو عنقریب زائل بھی ہو جائے گی۔

(۲) دو کنگن کی تعبیر دو کذابوں سے کرنے کی وجہ دوسری یہ ہے کہ کنگن درحقیقت ہتھکڑی سے مشابہت رکھتے ہیں جس کو ہاتھ میں ڈال کر مجرم و ملزم کو قیدی بنایا جاتا ہے کہ اس بات سے کسی بھی چیز کو پکڑ بھی نہیں سکتے ہیں اور نہ اس سے کوئی کام ہی کر سکتے ہیں، چنانچہ وہ دونوں کذاب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر آئے تھے قیدیوں کے مشابہ ہوئے، جن کے ہاتھ کی کڑی آپ کے ہاتھ میں کنگن کی صورت میں آپ کے دست مبارک میں تھی، آپ نے ان کے ہاتھوں میں ڈال کر پکڑ رکھا تھا تا کہ وہ اپنی حرکت و عمل سے باز آجائیں، رہا یہ سوال کے سونے ہی کے کنگن کیوں دکھائے گئے لوہے، پیتل وغیرہ کے کنگن کیوں نہیں دکھائے گئے جو ان کے زیادہ مناسب حال تھے، تو اس میں دراصل ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ دونوں جھوٹے دنیاوی جاہ و منصب اور عزت و حرمت کے لالچ میں کس قدر مبتلا ہیں، اور یہ کہ ان دونوں کا مردود اور مجرم ہونا کس قدر سنگین ہے۔

قولہ: مسیلمہ والعنسی: مسیلمہ اور مسلمہ۔ یہ شخص مقام یمامہ کے قبیلہ حنیفہ کا ایک مشہور بدنام زمانہ فتنہ پرور تھا، اس نے ہجرت مصطفیٰ ﷺ کے دسویں سال نبوت کا دعویٰ کیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں حضرت وحشیؓ نے اس کو قتل کر کے واصل جہنم کیا، یہ وہی وحشی ہیں جنہوں نے اسلام لانے سے قبل حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد وحشی نے کہا قتل خیر الناس فی الجاہلیۃ وشر الناس فی الاسلام۔

دوسرا شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسود عنسی تھا اس کا نام عبیدہ بن کعب تھا اس نے صنعاء جو یمن کا دار السلطنت ہے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور زمانہ نبوت ہی میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر بیٹھا، حضرت فیروز دیلمیؓ نے اس مردود کینہ انسان کو قتل کر کے واصل جہنم کیا جب رسول پاک ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرما فایروز فیروز فایز المرام ہوا۔ اس طرح سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کا خاتمہ فرمایا، اور آپ کا خواب آفتاب نصف النہار کی طرح شرمندہ تعبیر ہوا۔

(۴۰۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكِ عَنْ قَابُوسَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ كَأَنَّ فِي بَيْتِي عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِكَ قَالَ خَيْرٌ أَرَأَيْتِ تِلْدًا فَاطِمَةُ غُلَامًا فَتَرَضَّعَ بِهِ قَوْلًا حَسَنًا أَوْ حَسَنًا فَأَرْضَعَهُ بِلَبْنٍ قُلْتُ فَجِئْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَضَعَهُ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ فَضَرَبْتُ كَتِفَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ جَعَلْتُ ابْنِي رَحِمَكَ اللَّهُ. ترجمہ حدیث:

حضرت ام الفضلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں آپ کے اعضاء مبارکہ میں سے کوئی ایک عضو پڑا ہے آپ نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے حضرت فاطمہؓ کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تو اس کو دودھ پلائے گی چنانچہ حضرت فاطمہؓ کہ حضرت حسینؓ یا حضرت حسنؓ کی ولادت باسعادت ہوئی، تو انہوں نے ان کو دودھ پلایا اس وقت میں قسم کی زوجیت میں تھی، میں نے اس بچے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور لا کر آپ کے گود میں دیدیا بچہ نے گود میں پیشاب کر دیا تو میں نے اس کے کندھے پر مارا اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے میرے بچے کو تکلیف دی اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: بلبن قشتم: اس سے مراد حضرت ابن عباسؓ ہیں، ام الفضلؓ ان کی بیوی تھی حدیث شریف کا مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۴۰۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رُوَيْحَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَابِرَةً الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِالْمَهْيَةِ وَهِيَ الْجَحْفَةُ فَأَوَلَّتْهَا وَبَاءَ بِالْمَدِينَةِ فَنَقِلَ إِلَى الْجَحْفَةِ. ترجمہ حدیث: کالی عورت کی تعبیر و باء اور بلا سے دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک کالی عورت پر اگندہ بال والی کو دیکھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکلی اور مقام مہیہ یعنی جحفن نامی جگہ پر جا کر قیام پزیر ہوئی، میں نے اسکی تعبیر یہ دی کہ مدینہ منورہ کا وبال اور بلا مدینہ سے جحفہ کی طرف منتقل ہو گیا۔

تشریح حدیث:

قولہ: حتی قامت بالمہیۃ وہی الجحفۃ: جحفہ اہل شام کی میقات ہے اور غدر خم اسی جگہ واقع ہے، اس تکمیل الحاجة

زمانے میں وہاں یہودیوں کی آبادی تھی، بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ ہجرت کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت بلالؓ شدید بخار میں مبتلا ہوئے تو اس وقت رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اللھم انقل حماھا فاجعلھا بالبحرفۃ۔ اے اللہ! مدینہ منورہ کی وبا کو منتقل کر کے جحفہ میں کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی، اور مدینہ کی تمام بیماریاں اور امراض منتقل ہو کر جحفہ چلے گئے جہاں یہود بے یہود آباد تھے اسی کو رسول کریم ﷺ نے خواب میں ایک پراگندہ بال سیاہ عورت کی شکل میں دیکھا جو مدینہ سے نکل کر جا رہی ہے اور وہ جحفہ میں جا کر رکی۔

قوله: **ثائرة الرأس** أي منتشرة شعر الرأس.

(٣٦٠) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتَشْهِدَ ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً ثُمَّ تُوُفِيَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ بَيْنَنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِهِمَا فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِيَ الْآخَرُ مِنْهُمَا ثُمَّ خَرَجَ فَأَذِنَ لِلَّذِي اسْتَشْهِدَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ ازْجِعْ فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ النَّاسَ فَعَجِبُوا لِذَلِكَ قَبْلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ مِنْ أَيِّ ذَلِكَ تَعْجَبُونَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا ثُمَّ امْتَشْهِدَ وَدَخَلَ هَذَا الْآخَرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هَذَا بَعْدَهُ سَنَةً قَالُوا بَلَى قَالَ وَفَأَذَرَكَ وَمَضَانَ فَصَامَ وَصَلَّى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا بَيْنَهُمَا أَتَبَعْدُ وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .

### ترجمہ حدیث:

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ کسی دور دراز علاقے سے دو شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ساتھ دونوں مشرف باسلام ہوئے، پس ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر عبادت و ریاضت کرنے والے تھے، پس ان میں جو زیادہ عبادت و ریاضت کرنے والا تھا وہ جہاد میں شریک ہوا اور بالآخر جام شہادت نوش کر لیا، دوسرا ساتھی اس کے بعد سال بھر تک زندہ رہا پھر انتقال کر گیا، حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت کے دروازے کے پاس کھڑا ہوں پھر میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں کے قریب ہی ہوں، پس جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا اور ان میں سے جو بعد میں وفات پایا تھا اس کو اجازت دی، کچھ دیر کے بعد پھر نکلا اور شہید ہونے والے کو

اجازت دی، پھر وہ لوٹ کر آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ واپس ہو جا! ابھی تمہارا وقت نہیں ہوا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہؓ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا، لوگوں کو اس خواب سے بہت تعجب ہوا، یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو پہنچی اور تمام واقعہ سنایا، تو آپ نے فرمایا تمہیں کس بات سے حیرانی ہو رہی ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان دونوں میں سے پہلا شخص زیادہ محنت و ریاضت اور عبادت کرتا تھا، پھر جام شہادت نوش بھی کیا اور (اس کے باوجود) دوسرا جنت میں پہلے داخل ہوا، آپ نے فرمایا کیا دوسرا اس کے بعد ایک سال تک حیات رہا، حضرات صحابہ کرام نے فرمایا بالکل اس کے بعد ایک سال تک دوسرا شخص بقید حیات رہا، آپ نے فرمایا اسے رمضان نصیب ہوا تو اس نے روزے رکھے، اور سال بھر میں اتنے اتنے سجدے کئے، (نمازیں ادا کیں)۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا، یہ بات تو ضرور ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تو ان دونوں کے درجات میں آسمان و زمین سے زیادہ فاصلہ ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۰۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْهَذَلِيِّ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ الْغُلِّ وَأَجْبُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ.

ترجمہ حدیث: خواب میں گلے میں طوق یا پاؤں میں بیڑی دیکھنے کی تعبیر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں خواب میں گلے میں طوق کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں، اور (پاؤں میں) بیڑی کو میں اچھا سمجھتا ہوں کیوں کہ بیڑی دین میں ثبات قدمی ہے۔

تشریح حدیث: خواب میں گلے میں طوق دیکھنا:

اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا ہے تو یہ کوئی اچھا خواب نہیں ہے، کیوں کہ گلے میں طوق کا ڈالنا اہل نار کی صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے اِذَا الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ۔ قرآن کریم میں جگہ بجگہ اہل نار اور فعل ناجائز کے ارتکاب پر بطور سزا لفظ غل کا استعمال کیا ہے۔

قوله: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

قوله تعالى: وَغُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا: الغرض قرآن و حدیث میں لفظ غل (طوق گلے کا) اچھے معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ خواب میں اس کو دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

خواب میں قید بیڑی دیکھنا

رسول اکرم ﷺ بحالت خواب پیروں میں بیڑی دیکھنا پسند فرماتے تھے خواب میں اپنے آپ کو قیدی دیکھنا یا یہ

دیکھنا کہ پاؤں میں بیڑی ڈال دیا گیا ہے اس لیے اچھا ہے کہ دراصل برے امور گناہوں اور ضلالت و گمراہی سے باز رہنے اور دینی احکامات و طاعت پر ثابت قدم رہنے کی علامت ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ القید ثبات فی الدین: قید کا مطلب دین اسلام پر ثابت قدم رہنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) قید یعنی بیڑی صاحب بیڑی کو اٹھنے بیٹھنے اور الٹ پلٹ کرنے سے روکتی ہے خواہش کے باوجود مقید اور پابند سلاسل شخص نہ اٹھ سکتا ہے نہ صحیح سے بیٹھ سکتا ہے پس یہی حال ورع و تقویٰ اور ایمان کا ہے کہ انسان کو دین اسلام کے غیر موافق کاموں اور امور میں اٹھنے اور بیٹھنے اور نہوض و تقلب سے روک دیتا ہے، لیکن واضح رہے قیامت ثبات فی الدین کی علامت اس وقت ہے جبکہ مسجد میں، راہ خدا میں یا اعمال صالحہ کے سلسلہ میں مقید ہو، مطلب یہ ہے کہ جو شخص دینی زندگی کا حامل ہوگا اور عبادت و طاعت پر عامل ہوگا اور دین اسلام پر عمل کا پابند ہوگا وہ خواب میں اپنے آپ کو مقید اور پایہ زنجیر دیکھے تو یہ اس کے ثابت قدمی اور تقلب فی الدین کی علامت ہوگی اس لیے فن تعبیر کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بیمار مریض یا مسافر یا کوئی اور مصیبت زدہ شخص خواب دیکھے کہ اس کے پاؤں میں زنجیر ہے یا وہ قید میں ہے تو اس کے حق میں خواب کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے حال پر قائم رہے گا

اسی طرح ایک ہی خواب دو مختلف الاحوال آدمی دیکھے تو دونوں کی حالت کے اعتبار سے تعبیر الگ الگ ہوگی جیسا کہ اس سے قبل اس کی مثال گزر چکی ہے۔

(۲) انما جعل القید ثباتاً فی الدین لان المقید لا يستطيع المشی، وقد حزبه النبی ﷺ مثلاً للایمان الذی یمنع من المشی الی الباطل فجعله ثباتاً فی الدین کذا لک (۱) ابن حجر نے اس منوع پر بہت مفید باتیں لکھی ہیں (۲)

☆☆☆





## کتاب الفتن

اب یہاں سے حضرت امام ابن ماجہؒ کتاب الفتن کا آغاز کر رہے ہیں اس کتاب میں امام ابن ماجہؒ کل پچھتیس ۳۶ ابواب قائم کئے ہیں جن میں فتنوں سے متعلق احادیث اور ان فتنوں سے بچنے اور بچانے سے متعلق احادیث رسول نقل کی ہیں اور قرب قیامت میں جو بھیانک اور خطرناک خطرناک فتنے جنم لیں گے اور سمندر کے موجوں کی طرح طغیانی اترتے ہوئے انھیں گے ان کو امام ابن ماجہؒ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الفتن: لفظ فتن فتنہ کی جمع ہے جیسے محن محنت کی جمع ہے۔ اس کے علماء نے مختلف معانی لکھے ہیں، مثلاً آزمائش، تھان، ابتلاء، گناہ، فضیحت، عذاب، مال و دولت، اولاد، بیماری، جنون، محنت، گمراہ کرنا، گمراہ ہونا، اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا، نیز اختلاف رائے پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کتاب الفتن سے مقصود ان احادیث کو ذکر کرنا ہے جن میں رسول اکرم ﷺ نے آئندہ قیامت تک آنے والے فتنوں اور بڑے بڑے واقعات کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور امت کو ان سے ڈرایا ہے اور ان سے بچنے کا طریقہ اور خاص عمل بتایا ہے۔ (۱)

### (۱۲۴۱) بَابُ الْكُفِّ عَمَّنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت کل چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ حضرت اوسؓ اور حضرت سمیط بن سمیرہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کفار و مشرکین و اعداء اسلام سے اس وقت تک قتال و جہاد جاری رہے گا جب تک کہ وہ زبان سے کلمہ توحید کا اقرار کر کے مسلمان نہ ہو جائیں، جب زبان سے ظاہری طور پر کلمہ توحید کا اقرار کر لیا تو اب اس کی جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ محفوظ ہوگئی، الا یہ کہ قصاص میں یا رجم کی وجہ سے قتل کیا جائے تفصیل انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آئے گی۔

(۳۰۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِزْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: کفار سے جنگ کا حکم

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں



(دین کے دشمن) لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اس بات کا اقرار نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، پس جب وہ اس کو کہہ لیں تو ان کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو گیا، الا یہ کہ کسی کے حق کے بدلے میں ہو، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ سہرو ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین اور اعداء اسلام سے اس وقت تک جنگ جاری رہے گی جب تک وہ اسلامی شان و شوکت و عظمت و رفعت اور اس کی بالادستی اور خدائی نازل کردہ قوانین کو تسلیم نہ کر لیں، جب وہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر اسلام کی شان و شوکت اور قرآن کے بالادستی کو تسلیم کر لیا تو اب اس کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو گئے، اب اس کے ساتھ قتل و قتل ضرب و حرب اور جنگ جائز نہیں، پھر کلمہ توحید کے اقرار کے بعد ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا وہ تمام قوانین اسلامیہ اور جملہ احکام شریعت پر عمل کریں اللہ کی طرف سے حلال کردہ تمام چیزوں کو حلال ہونے کا عقیدہ رکھے اور جن چیزوں کو خداوند قدوس نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام جانے اور تمام اعمال اسلامیہ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کو بجالائیں، الغرض ان سے کہا جائے گا صبغة الله الله کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ اور ادخلوا فی السلم کافۃً مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ، اگر وہ تمام فرائض اسلام اور واجبات پر عمل پیراں ہوتے ہیں اور اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو ٹھیک ہے ان کی جان و مال کی عصمت باقی رہے گی لیکن اگر کلمہ پڑھنے کے بعد صبغة الله کے رنگ میں رنگنے کے لیے تیار نہیں، نماز، روزہ، اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ سے اعراض و انکار کرتا ہے تو پھر ان کی یہ عصمت و حفاظت ختم ہو جائے گی اور ان سے قتال جائز ہوگا۔

قولہ: واذا قالوہا: جب وہ زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔

حدیث کا لفظ قالوہا اس پر دل ہے کہ زبان سے کلمہ کا پڑھ لینا ہی عصمت جان و مال کے لیے کافی ہے، زبان سے کلمہ توحید ادا کر لینے کے بعد اب کسی بھی مسلمان کے لیے اس کی جان و مال سے تعرض کرنا جائز نہیں اس لیے کہ فتویٰ صرف ظاہر پر لگتا ہے یہی بات کہ اس نے کلمہ محض زبان سے پڑھا ہے یا دل اور قلب صادق سے پڑھا ہے یہ وہ راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے شریعت اپنے قانون کے نفاذ میں ظاہری حیثیت پر حکم لگاتی ہے باطنی حالت اللہ کے سپرد کردیتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص جان و مال کی حفاظت یا کسی اور غرض کے تحت بظاہر کلمہ پڑھ لیتا ہے اور دل میں کفر و نفاق ہے تو اسلامی قانون اس کو مسلمان تسلیم کر لے گا، اور دل کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے گا اگر واقعی اس کے دل میں کھوٹ ہوگا تو آخرت میں اس کو نفاق کی سزا ملے گی اور وہاں کے مواخذہ سے نہ بچ سکے گا، یہ دنیا کا معاملہ تو یہاں صرف ظاہر پر فیصلہ ہوگا۔

سوال: حدیث میں صرف اتنا ہی ہے کہ اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ لے گا تو مسلمان ہو جائے گا اور جان و مال کی حفاظت

ہو جائے گی محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اسلام میں داخل ہونے اور عصمت جان و مال کے لیے محمد رسول اللہ کا اقرار ضروری نہیں، صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کافی ہے۔

**جواب:** اس کے متعدد جوابات ہیں۔

(۱) یہاں حدیث مختصر ہے بخاری و مسلم شریف میں لا الہ الا اللہ کے اقرار کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی ذکر موجود ہے لہذا دونوں کا اقرار ضروری ہے۔

(۲) یہاں جزء بول کر کل کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة، یہاں بھی پورا کلمہ مراد ہے۔

(۳) لا الہ الا اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت کو مکمل طور پر تسلیم کرے، اور یہ اس وقت درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ محمد ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم نہ کریں لہذا اس میں محمد رسول اللہ کا اقرار بھی شامل ہے۔

**سوال:** اس حدیث میں جنگ بندی کی انتہا مسلمان ہونا کلمہ پڑھنا قرار دیا گیا ہے، یعنی جب تک لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں جنگ جاری رہے گی حالاں کہ اگر کفار جزیرہ ادا کرنے پر رضامند ہو جائیں اور اسلامی بالادستی کو جانتے ہوئے جزیرہ دینے لگے تو ان کے ساتھ قتال جائز نہیں، بلکہ جنگ بندی لازم ہے حدیث بظاہر اس کے مخالف ہے؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نزول حکم جزیرہ سے پہلے کا ہے آپ کے اس ارشاد کے بعد جزیرہ ادا کرنے کا حکم آیا ہے لہذا کوئی اشکال نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ کے اسباب میں سے یہاں سب اقرار توحید کو بیان کیا ہے دوسرے کی نفی مقصود نہیں۔

**قولہ: الا بحقها کا مطلب:**

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا تو اس کی جان و مال تو محفوظ ہو گیا لیکن اگر اس نے کسی کو قتل کر دیا یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کر لیا اور شرعی شہادتوں سے اس کا ثبوت ہو گیا تو اس کو قصاص اور رجم میں قتل کر دیا جائے گا الا بحق الاسلام کا یہی مطلب ہے۔

**قولہ: وحسابہم علی اللہ کا مطلب:**

علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ہونا ظاہر کیا تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمان جیسا معاملہ کیا جائے گا اس کے بارے میں یہ تحقیق و تفتیش نہیں کی جائے گی کہ اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھا ہے یا بدون اخلاص کے، اس لیے کہ اس کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کا مالک صرف اللہ کی ذات ہے پس اس کے اخلاص اور عدم اخلاص کو اللہ پر چھوڑ دو، اس کے اسرار سے اللہ ہی واقف ہے۔

## زندیق اور ملحد کی توبہ کا حکم

زندیق اور ملحد اگر توبہ کرنا چاہے تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے دو قول منقول ہیں۔

(۱) زندیق اور ملحد کی توبہ علی الاطلاق قبول ہے لقوله عليه السلام افلا شققت عن قلبه، یہی قول حضرت امام شافعی سے بھی منقول ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ زندیق شخص اور ملحد کی توبہ اور رجوع الی الاسلام قبول نہیں، ہاں اگر وہ اپنی توبہ میں مخلص ہے تو آخرت میں عند اللہ نفع ہوگا حضرت امام مالک کا یہی قول ہے (مظیم الاثبات: ۱/۳۹)

(۴۰۵۰) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

ترجمہ حدیث: کفار و مشرکین سے قتال کرنے کا حکم کب تک

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں (کفار و مشرکین اور دین کے دشمن) لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک وہ لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں، پس جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں تو اس نے اپنے خونوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیا الا یہ کہ کسی شخص کے حق کے عوض میں ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: امرت ان اقاتل الناس، مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں، ظاہر ہے کہ امر حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور حدیث میں الناس سے عام لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اعداء اسلام کفار و مشرکین ہیں باقی اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۴۰۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرِ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ أَنَّ عَمْرُو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَوْسًا أَخْبَرَهُ قَالَ إِنَّا لَقَعُودٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْضُ عَلَيْنَا وَيَذْكُرُنَا إِذَا تَأَهُرَجَلُ فَسَارَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوا بِهِ فَاقْتُلُوهُ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبُوا فَاحْلُوا سَبِيلَهُ فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَقَابِلَ الْقَاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَزَمَ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمَرُوا لَهُمْ.

ترجمہ حدیث: کلمہ گو شخص کو قتل کرنا جائز نہیں

حضرت اوسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ہمیں واقعات سنارہے تھے اور ہمیں نصیحت کر رہے تھے، کہ اسی دوران اچانک ایک شخص آیا اور خفیہ طور پر آپ سے کچھ بات کی آپ نے فرمایا جاؤ اس کو قتل کرو، جب وہ پشت پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلا کر پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا جاؤ اس کا راستہ خالی کرو (اس کو قتل نہ کرو) کیوں کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں، پس جب وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہو جائیں تو میرے اوپر ان کی جان و مال حرام ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: حتی یقولوا لا الہ الا اللہ اس سے مراد تصدیق بما جاء به النبی ﷺ ہیں جیسا کہ بعض روایت سے اس کی مراحت بھی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں ہے جس کی تخریج حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے، حتی یشهدوا ان لا الہ الا اللہ ویؤمنوا بما جئت به لہذا حدیث ہذا میں بھی لا الہ الا اللہ سے مراد التصدیق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ ہیں واللہ اعلم بالصواب:

(۲۰۵۲) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّامِيِّ بْنِ الشَّامِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْخَضِرِ قَالَ أَتَى نَافِعُ بْنُ الْأَزْرَقِ وَأَصْحَابَهُ فَقَالُوا أَهْلَكْتَ يَا عِمْرَانُ قَالَ مَا أَهْلَكْتُ قَالُوا بَلَى قَالَ مَا الَّذِي أَهْلَكَنِي قَالُوا قَالَ اللَّهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَتَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ قَالَ قَدْ قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى تَفَيَّيْنَاهُمْ فَكَانَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ إِنْ شِئْتُمْ حَدَّثَنَاكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا وَأَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَلَمَّا لَقَوْهُمْ قَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا فَمَنَحُوهُمْ أَكْتَا فَهُمْ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لَحْمَتِي عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِالزَّمْحِ فَلَمَّا غَشِيَهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِلَهِي مُسْلِمٌ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْلَكْتَ قَالَ وَمَا الَّذِي صَنَعْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَا شَقَقْتُ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتُ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ شَقَقْتُ بَطْنَهُ

لَكُنْتُ أَغْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ فَلَا أَلْتُ قَلْبَكَ مَا تَكَلِّمُ بِهِ وَلَا أَلْتُ تَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ.

قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَلْبِثْ إِلَّا بِمَسِيرٍ حَتَّى مَاتَ فَدَفَنَاهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقَالُوا لَعَلَّ عَذْرَاءَ انْبَشَتْ فَدَفَنَاهُ ثُمَّ أَمَرْنَا غِلْمَانَنَا يَحْزِمُونَهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقُلْنَا لَعَلَّ الْغِلْمَانِ نَعَسُوا فَدَفَنَاهُ ثُمَّ حَرَسْنَاهُ بِأَنْفُسِنَا فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بَعْضِ تِلْكَ الشُّعَابِ.

ترجمہ حدیث: ظاہری طور پر کلمہ گو انسان کو بھی قتل کرنا جائز نہیں:

حضرت سمیٹ بن سمیر، حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن ازرق اور ان کے ساتھی حضرت عمران بن حصینؓ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے عمران! آپ تو ہلاک ہو گئے، عمران نے کہا میں ہلاک نہیں ہوا کہنے لگے کیوں نہیں (تم ضرور ہلاک ہو گئے) عمران نے پوچھا کس چیز نے مجھے ہلاک کر دیا؟ ان لوگوں نے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَقَاتِلْهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كَلَهُ اللَّهُ، (ان سے یعنی کفار سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے) عمران نے کہا ہم نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ انہیں ختم کر دیا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناؤ جو میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے لوگوں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً بذات خود رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے؟ فرمایا جی ہاں، میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کی طرف (ان سے قتال کے لیے) روانہ فرمایا جب اس لشکر کا کفار کے ساتھ آنا سامنا ہوا تو انہوں نے کفار کے ساتھ بہت زبردست لڑائی کی، یہاں تک کفار و مشرکین نے اپنے کندھوں کو مسلمانوں کی طرف کر دئے، (یعنی بھاگ کھڑے ہوئے) چنانچہ میرے ایک عزیز نے مشرکوں کے ایک شخص پر نیزوں کے ذریعہ حملہ کیا جب وہ مشرک پر مکمل قابو پالیا، تو مشرک نے کہا اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن میرے عزیز نے کچھ نہیں سنا اور اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو کہنے لگا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے پوچھا کیوں کیا کام کیا، جو تم ہلاک ہو گئے آپ نے ایک بار بار دوبار پوچھا، چنانچہ انہوں نے سارا واقعہ جو پیش آیا تھا آپ کو سنا دیا (یہ سن کر) تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے پیٹ کو چیر کر یہ بات کیوں نہ معلوم کر لی، عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں اس کا پیٹ چیر دیتا تو کیا مجھے اس کے دل کی حالت معلوم ہو جاتی: فرمایا پھر اس کی زبانی بات ہی قبول کر لیتے جب کہ تم اس کے دل کی بات کسی بھی طرح معلوم نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی، تھوڑی دیر بعد میرا وہ

عزیز بھی مر گیا، چناں چہ ہم نے اس کو دفن کر دیا، تو صبح کے وقت اس کی لاش زمین پر پڑی تھی لوگوں نے سوچا شاید دشمن نے قبر کھود کر یہ حرکت کی پھر ہم نے اس کو دفن کیا اور لوگوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا، چناں چہ لوگوں نے پہرہ دیا لیکن صبح کے وقت پھر لاش زمین پر پڑی تھی ہم نے سوچا شاید لڑکوں کی آنکھ لگی ہو (اور دشمن کو موقع مل گیا) اس لیے ہم نے پھر دفن کیا اور خود ہی پہرہ دیا لیکن صبح کے وقت لاش پھر زمین پر پڑی تھی، بالآخر ہم نے لاش کو ایک گھائی میں ڈال دیا۔

تشریح حدیث:

قوله: فهلا شقت عن بطنه: علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کفار و مشرکین ظاہری طور پر کلمہ پڑھ لیا تو ان سے عدم قتال اور کف عن القتال واجب ہے خواہ انہوں نے قدرت کے بعد کلمہ پڑھا ہو یا اس سے پہلے بہر حال کف عن القتال لازم ہے نیز رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے اور فتویٰ ظاہر کے مطابق دیا جائے گا رہا قلب کا تعلق تو اس کا علم صرف علام الغیوب کے پاس ہے مخلوق کے پاس نہیں اس لیے سراسر مفوض الی اللہ ہوں گے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قاتل کفار پر دیت نہیں، رسول اللہ ﷺ نے باوجود کہ شدید انکار فرمایا لیکن آپ نے کوئی دیت لازم نہیں کی، چناں چہ کافر کو مباح الدم سمجھ کر قتل کرنا موجب دیت نہیں ہے جبکہ وہ اس کے قتل پر مامور ہو، یہاں عام کافروں کے قتل کرنے کا مسئلہ نہیں، والخطا عن المجتہد موضوع (۱)

(۲۰۵۳) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّامِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَضَنِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ فَبَدَنَهُ الْأَرْضَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ إِنَّ الْأَرْضَ لَتَقْبَلُ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَحَبُّ أَنْ يُرِيَكُمْ تَعْظِيمَ حُرْمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں روانہ فرمایا، چناں چہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک کافر پر حملہ کر دیا، پھر حدیث بیان کی، اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب زمین نے اس کو باہر ڈال دیا تو رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی، تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بھی زیادہ برے آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں لا الہ الا اللہ کی عظمت و حرمت کو دکھانا چاہتے ہیں (اسی لیے زمین قبول نہیں کر رہی ہے،

تشریح حدیث:

اس حدیث سے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی عظمت و حرمت اور عند اللہ اس کا مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

زمین برے سے برے لوگوں کو اپنے پیٹ میں جگہ دیتی ہے اور سب کو اپنے اندر سمو لیتی ہے، لیکن یہ صرف اللہ کے کلمہ کی حرمت و عظمت کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا اللہ کو مقصود تھا اس لیے زمین نے لاش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

### (۱۴۴۲) بَابُ حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ اور حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہیں اس باب کی حدیث میں مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کی عظمت و حرمت کو بیان کیا گیا ہے مسلمانوں کی جان مال عزت اور آبرو سب کے سب محترم اور مکرم ہیں لہذا اس سے تعرض کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

(۴۰۵۴) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَلَا إِنَّ أَخْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُورِ شَهْرُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الْبِلَدِ بَلَدُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ.

### ترجمہ حدیث: مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: سنو! دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والا دن آج ہے، سنو! بے شک سب سے زیادہ محترم مہینہ یہ مہینہ ہے سنو! تمہارے شہروں میں سب سے زیادہ محترم شہر مکہ ہے سنو! تمہارے خون، مال تمہارے اوپر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن قابل حرمت ہے تمہارے اس ماہ اور اس شہر میں سنو! بتاؤ کیا میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں: آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔

### تشریح حدیث:

اس حدیث میں مسلمانوں کے خون، مال اور عزت و آبرو کی حرمت و عظمت کی تاکید کو بیان کیا گیا ہے رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کی موجودگی میں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت کو بیان کیا، اور فرمایا کہ جس طرح آج کا دن یعنی دسوی ذی الحجۃ یوم النحر، یہ ماہ ذی الحجۃ اور یہ شہر مکہ عند اللہ محترم و مکرم معظم اور قابل عظمت اور لائق حرمت ہے اسی طرح ایک مسلمان کا خون اور مال اور اس کی عزت و آبرو بھی لائق حرمت اور قابل تعظیم ہے لہذا مسلمان کے خون اور مال یا عزت کی حرمت کو پامال کرنا حرام ہے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ کتاب المناسک میں گزر چکی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں کتاب المناسک۔

(۳۰۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي ضَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ سَالِمَانَ الْجَنْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَبِيْسٍ النَّضْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ رِيحَكَ مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.

ترجمہ حدیث: مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت عند اللہ حرمت کعبہ سے بھی افضل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور یوں فرما رہے ہیں کہ (اے کعبہ) کیا ہی عمدہ ہے تو، اور کس قدر اچھی ہے تیری خوشبو، کتنا صاحب عظمت ہے تو، اور کس قدر عظیم ہے تیری حرمت، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، لا ریب مومن کی حرمت، اس کے مال و جان کی حرمت عند اللہ تیری حرمت و عظمت سے زیادہ ہے (اور مومن کے بارے میں بدگمانی بھی اسی طرح حرام ہے) ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم مومن کے بارے میں حسن ظن رکھیں۔

تشریح حدیث:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک رجل مومن کا مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت اور عظمت و رفعت عند الکعبہ کی عظمت و رفعت سے بھی بلند و بالا ہے شان مومن شان کعبہ سے مکرم و افضل ہے لہذا کسی مومن کی جان و مال اور عزت و آبرو سے تعرض جائز نہیں، اور مسلمان کی غیبت جائز نہیں غیبت تو ہر حال میں حرام اور اشد من الزنا ہے قال ابن العابدین فی حاشیئہ: اعلم ان الغیبة حرام بنص الكتاب العزيز وشبه المغتاب باكل لحم اخيه ميتا اذا هو اقبح من الاجنبی، ومن الحصى فکما یحرم لحمه یحرم عرضه، قال: کل المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه و اه مسلم و غیره، فلا تحل الا عند الضرورة بقدرها (۱)

(۳۰۵۶) حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ وَيُونُسُ بْنُ يَخْيَى جَمِيعًا عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَبِيْسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِزُّهُ.

ترجمہ حدیث: مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت



وآبروب دوسرے مسلمان پر حرام ہے (اور اس کے لیے قابل احترام ہے)

تشریح حدیث: قدمر شوحہ و توضحہ قبل ذالک

(۴۰۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّلْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي هَانِيءٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ الْجَلْبِيَّ أَنَّ فَضَالَهَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمَنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ.

ترجمہ حدیث: مومن کامل اور مہاجر کامل:

حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (کامل) مومن تو وہی ہے جس سے لوگوں کی جان و مال امن میں رہے اور (کامل) مہاجر اصل میں وہی ہے جو گناہوں اور برائیوں کو چھوڑ دے۔

تشریح حدیث:

قولہ: المؤمن من امنه الناس حدیث شریف میں مومن سے مراد مومن کامل ہے کیوں کہ مومن صاحب ایمان کو کہتے ہیں اور ایمان کا مادہ اشتقاق امن ہے لہذا جب مادہ اشتقاق امن کا معنی مشتق یعنی مومن میں بذریعہ تام موجود ہوگا تو یہ اس کے کمال کی علامت ہے لہذا کامل مومن وہی ہے جس سے دوسرے لوگوں کی جان و مال اور عزت محفوظ رہے، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسی طرح لفظ مہاجر ہے، اس کا مادہ اصل یہ ہجر ہے اس کے معنی چھوڑنے کے ہیں، لہذا مہاجر تو اس شخص کو کہا جائے گا جو رضا الہی کے لیے اپنا وطن دارالکفر چھوڑ کر دارالاسلام چلا گیا پھر اس پر قائم رہے ہوئے تمام زندگی معاصی، منکرات، فسق و فجور، اور عصیان باری سے محفوظ رہے اور ہر قسم کے گناہ کو دائمی طور پر چھوڑ دے حقیقت میں مہاجر وہی ہے، واللہ اعلم۔

### (۱۴۴۳) بَابُ النَّهْيِ عَنِ النَّهْبَةِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت ثعلبہ بن محمدؓ سے مروی ہیں اس باب کی حدیث میں لوٹ مار کی حرمت و ممانعت کا بیان ہے کہ کسی مسلمان کا مال لوٹ مار لینا زبردستی طاقت کے زور پر سلب کر لینے کا کیا گناہ ہے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۵۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ انْتَهَبَ نَهْبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمہ حدیث: لوٹ مار کرنا سنگین جرم:

حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص علی الاعلان کھلم کھلا لوٹ مار کرتا

پہرے، وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔  
تشریح حدیث:

قوله: النهب: هو الغارة والسلب كما قاله ابن الاثير في النهاية: يقول ابن الاثير نهبه كمن لو سار لوط ما كرنا ہے قوله: فليس منا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص علانیہ طور پر لوٹ مار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔  
سوال: پیدا ہوتا ہے کہ حدیث تو بظاہر معتزلہ اور خوارج کے عقیدے کے موافق ہے اور اس کی تائید کر رہی ہے کہ مرتکب کبیرہ مسلمان نہیں رہتا، ایمان سے نکل جاتا ہے؟

جواب: شارحین کرام نے اس حدیث شریف کے متعدد جوابات دئے ہیں۔

- (۱) فليس منا کا مطلب یہ ہے کہ الذین ینہون اموال المسلمین لیسوا من المسلمین الصالحین المتورعین عن الحرام، ولیسوا علی طریقۃ النبی ﷺ من الصلاح والوقوف عند حدود اللہ۔
- (۲) یہ حدیث زجر و توبخ پر محمول ہے اور اس کی سنگینیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔
- (۳) حدیث میں کمال الایمان کی نفی ہے صحت الایمان اور نفس الایمان کی نہیں،
- (۴) اس شخص کا عمل اس قدر برا ہے کہ وہ اس لائق نہیں کہ وہ نبی کا امتی کہلائے جس طرح کہ نافرمان بیٹے کو والدین کہہ دیتے ہیں تو میرا بیٹا نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں نفس بنوت کا انکار مقصود ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو میرا فرماں بردار اور مطیع بیٹا نہیں، تو میرا بیٹا کہلانے کے لائق نہیں۔
- (۵) یہ حدیث مستحل پر محمول ہے یعنی جو لوگ لوٹ مار کو حلال سمجھ کر کریں، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، وہ واقعی مسلمان نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴۰۵۹) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أُنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقَ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةً يَزْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔  
ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں رہتا، اور شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا ہے اور چور جب چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں رہتا ہے اور لوٹ مار کرنے والا جس وقت وہ لوٹ مار کرتا ہے لوگ اپنی نگاہیں اس کی طرف اٹھائے ہوئے ہوں وہ مومن نہیں رہتا ہے۔

## تشریح حدیث:

قلب مومن ایک ایسے حساس اور پاکیزہ ظرف کی مانند ہے جس میں ایمان و اسلام کے نور کے علاوہ کوئی بھی چیز در اندازی کی کوشش کرتی ہے تو نہ قلب مومن اس کا روادار ہوتا ہے اور نہ ہی نور ایمان اس کو برداشت کرتا ہے چنانچہ وہ بدترین اور سنگین گناہ جس کا ذکر حدیث بالا میں ہوا ہے ایسی منافی ایمان چیزیں ہیں جن کا تحمل ایمان کسی حالت میں بھی نہیں کر سکتا ہے ادھر انسان ان میں سے کوئی گناہ شروع کرتا ہے تو ادھر نور ایمان اس کے قلب سے رخصت ہو جاتا ہے پھر جب تک وہ اس گناہ پر نادم و شرمندہ ہو کر آئندہ نہ کرنے کا عزم نہیں کرتا ہے اور توبہ کامل و خالص نہیں کرتا تو ایمان لوٹ کر نہیں آتا ہے اسی صورت حال کو ابن عباسؓ نے اپنی انگلیوں کی مثال سے واضح کیا ہے انہوں نے پہلے اپنے ایک ایک ہاتھ کے پنجے کو دوسرے ہاتھ کے پنجے میں داخل کیا اور دکھایا کہ یہ گویا ارتکاب معصیت سے قبل کی حالت ہے کہ نور ایمان مومن کے قلب میں جاگزین ہے پھر انہوں نے دوبارہ پنجوں کو علیحدہ کر کے بتایا کہ جس طرح ایک پنجہ دوسرے پنجے سے الگ ہو گیا ہے اسی طرح ارتکاب معصیت کے وقت نور ایمان قلب سے علیحدہ ہو جاتا ہے پھر انہوں نے دونوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے بتایا کہ جس طرح یہ دونوں پنجے ایک دوسرے میں داخل ہو گئے ہیں اسی طرح اگر مومن ارتکاب معصیت کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نور ایمان پہلے کی طرح اپنی جگہ لوٹ آیا ہے گویا حدیث میں نفی ایمان سے مراد ہے نور ایمان کی نفی ہے نفس ایمان کی نہیں۔

(۲) تورپشتی اور ابن شیبہ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ یہاں کمال ایمان کی نفی مراد ہے نفس ایمان کی نہیں

(۳) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث میں حیاء ایمانی کی نفی مراد ہے، حقیقت ایمان کی نہیں۔

(۴) حضرت حسن بصری اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کو اعزازی نام مومن دیا تھا لیکن اس نے معصیت کا ارتکاب کر کے اس نام کی ناقدری کی ہے لہذا اس سے اس اعزاز کو سلب کر لیا جائے گا اب اس کا نام زانی سارق اور فاسق رکھا جائے گا۔

(۶) اس قسم کی احادیث مستحل پر محمول ہوتی ہیں یعنی جو شخص مذکورہ بالا معصیت کو حلال سمجھ کر کرے گا وہ حقیقت میں ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

(۷) شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ بوقت زنا و سرقہ و شرب خمر ایمان صاحب ایمان سے نکل کر مثل سائبان کے سر پر ہو کر عذاب الہی سے روکتا ہے، اور ان جوابات کے علاوہ اور بھی جوابات دئے گئے ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے<sup>(۱)</sup>

قوله: ولا ينتهب نهبة: النهب: هو الاخذ على وجه العلانية قهراً، والنهب وان كان اقبح من الاخذ سرا لكن ليس عليه قطع لعدم اطلاقه الرقة عليه<sup>(۲)</sup>

(۳۰۶۰) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعُودَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُوَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْخَضِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ التَّهَبَ لِهَيْبَةٍ فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علانیہ چھینا جھپٹی کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك۔

(۳۰۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَصَبْنَا غَنَمًا لِلْعَدُوِّ فَأَتَيْنَاهَا فَتَضَبْنَا قُدُورًا فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ التَّهْبَةَ لَا تَحِلُّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ثعلبہ بن حکمؓ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمن کی کچھ بکریاں پکڑ لیں ہم نے اس کو لوٹ لیا، اور (پکانے کے۔ لہٰذا) اپنی ہانڈیاں چڑھا دیں، پس رسول اکرم ﷺ ان ہانڈیوں کے پاس سے گزرے تو اس کے بارے میں فرمایا چنانچہ ہانڈیاں الٹ دی گئیں، پھر آپ نے فرمایا (اے لوگوں) سنو! لوٹ ماری جائز نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے متعلق گفتگو ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

### (۱۳۴۴) بَابُ سَبَابِ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سعدؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو گالی گلوچ کرنا برا بھلا کہنا فسق اور گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا اشد ترین گناہ ہے بلکہ قاتل کے لیے کفر کا اندیشہ ہے۔

(۳۰۶۲) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمہ حدیث: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل

کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے بظاہر معتزلہ اور خوارج کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ قتل مسلم کفر ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، یہی معتزلہ اور خوارج کا عقیدہ ہے جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہوتا ہے تو حدیث ہذا مذہب اہل سنت کے خلاف اور فرقہ ضالہ کے موافق ہے؟

حضرات علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دئے ہیں جو تکمیل الحاجہ جلد اول پر احقر نے لکھ دیا ہے یہاں خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حدیث میں کفرانِ نعمت مراد ہے کفر حقیقی نہیں۔

(۲) یہ کفر دون کفر ہے

(۳) حدیث مستحل پر محمول ہے

(۴) تشدید و تخیل پر محمول ہے

(۵) مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے ساتھ قتال یا قتل مسلمان کی شان نہیں یہ کافروں کی شان ہے اس کے علاوہ اور بھی

جوابات ہیں۔

(۴۰۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هَلَالٍ عَنْ ابْنِ

سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمہ حدیث: اسلام میں ایک مسلمان کی عظمت شان:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی گلوچ دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا یا اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے ساتھ قتل و قتال کرنا اور اس کو گالی گلوچ دینا حرام ہے وہیں اس سے ایک مومن کی شانِ عظمت اور بلندی مرتبہ اور اس کی رفعت کی طرف بھی غمازی کرتی ہے، حدیث شریف کا ترجمہ دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

(۱) مومن کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔ (۲) مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کو گالی گلوچ دینا فسق ہے، باقی حدیث پر اشکال اور اس کے جوابات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

(۳۰۶۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِينَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمہ حدیث: شان مومن اسلام کی نظر میں:

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی گلوچ دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا یا اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قدم قبل ذلك

(۱۴۲۵) بَاب لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جریر بن عبد اللہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت صناعہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپؐ نے نہایت اہتمام کے ساتھ یہ فرمایا کہ اے لوگو! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، معلوم ہوا کہ مسلمان کا آپس میں قتل و قتال، بازار گرم کرنا، مفہمی الی الکفر ہو سکتا ہے۔

(۳۰۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَغَبَدَةُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُذَرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِثِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ، پھر فرمایا، (لوگو!) میرے بعد کافر بن کر مت لوٹ جانا بایں طور کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔

تشریح حدیث:

قوله: لا ترجعوا بعدی کفار الخ اس کی تشریح میں حضرات شراح کرام کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ مستحل کے بارے میں ہے۔

(۲) کفر سے مراد کفران نعمت اور حق اسلام کا انکار ہے

(۳) یہ عمل مفسی الی الکفر ہے

(۴) یہ عمل کافروں والا ہے مسلمانوں کا نہیں

(۵) تہدید و تشدید اور زبرد تو بیخ پر محمول ہے

(۶) کفر دون کفر مراد ہے حقیقی کفر نہیں

(۳۰۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْنِ إِسْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَحْكُمُ أَوْ يَلْكُمُ لَا تَزْجُوا بَغْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَغْضَكُمْ رِقَابَ بَغْضٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ویحکم یا فرمایا ویلکم، تیرا اس ہو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو

تشریح حدیث:

قال الصبري: معناه بعد فراقی من موقفی هذا و كان هذا يوم النحر بمعنى في حجة الوداع او يكون بعدی خلافي ای لا تخلفونی فی انفسکم بغیر الذمی امر بکم به، او يكون بحقیقۃ ان هذا لا يكون فی حیاته فنهاهم عنه بعد مماته (۱)

(۳۰۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الصَّنَابِحِ الْأَخْمَسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَإِنِّي مُكَافِرُ بِكُمْ الْأُمَمَ فَلَا تَقْتُلَنَّ بَغْدِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت صنابح احمسیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! (اے لوگو!) بے شک میں حوض کوثر پر تمہارے لیے پیش خیمہ ہوں اور بے شک میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا لہذا میرے بعد ہرگز (کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی) قتل مت کرنا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

## (۱۴۴۶) بَابُ الْمُسْلِمُونَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت سرہ بن جندبؓ اور سیدنا حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ تمام کلمہ گو مسلمان اللہ کی حفاظت اور پناہ میں ہیں لہذا کوئی بھی شخص مسلمان سے تعرض نہ کرے، مسلمان کو چھیڑنا گویا اللہ تعالیٰ کو چھیڑنا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو چھیڑے گا اس کے لیے ہلاکت مقدر ہے۔

(۳۰۶۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوُهَيْبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجَشُونِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَابِسِ الْيَمَانِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا تُخَفِّرُوا اللَّهَ فِي عَهْدِهِ فَمَنْ قَتَلَهُ طَلَبَهُ اللَّهُ حَتَّى يَكْتَبَهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ.

ترجمہ حدیث: نماز فجر جس نے پڑھ لیا وہ اللہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے:

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کی نماز ادا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے لہذا اللہ کے ذمہ عہد کو مت توڑو (اس کو مت ستاؤ) جو ایسے شخص کو قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو طلب کرے اور اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فجر کی نماز ادا کر لی تو اب اس کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول نے لیا ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ بد معاملگی اور برا سلوک نہ کریں، نہ ان کو ستائیں اور نہ ایذا دیکلیف دیں اور نہ اس کے ساتھ ایسا طور و طریقہ رکھیں جس سے ان میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا دل شکستگی پیدا ہو، ان کے ساتھ کسی بھی طرح کی بد سلوکی، برا معاملہ درحقیقت اللہ کے عہد کو توڑنے اور اس عہد شکنی کا الزام اللہ پر عائد کرنے کے مترادف ہوگی اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص سے بالکل تعارض نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

(۳۰۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا زَوْحٌ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذمہ میں ہے۔



تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك۔

(۳۰۷۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُهِرِّمِ يَزِيدُ بْنُ سَفْيَانَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی شان عند اللہ بعض فرشتوں سے بڑھ کر قابل احترام اور لائق اعزاز ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: المؤمن اكرم على الله عز وجل: معناه ان المؤمن الكامل المطيع لله تعالى والمخلص افضل من بعض الملائكة لان الملائكة ليست لهم شهوة تدعو الى قبيح ولا انفس خبيثة، والمؤمن قد سلطت عليه الشهوة المهلكة والشيطان والنفس الامارة بالسوالتى هي اعظم اعدائه فهو ابدأ فى مقاساة وشدائد والاجر والكرامة على قدر المشقة والمراد بالمؤمن الكامل وبعض الملائكة عوامهم فخواص المؤمنين افضل فى عوام الملائكة قال الحسن: المؤمن لو لم يذنب لكان يطير فى الملكوت لكن الله قمعه بالذنوب (فيض القدير: ۶/ ۳۳۲ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

### (۱۴۴۷) بَابُ الْعَصَبِيَّةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت فضیلہؓ سے مروی ہیں، اس باب میں عصبيت، قوميت، وطنيت اور لسانيت، کو رسول اللہ ﷺ نے مٹا دیا ہے اور تمام ایمان والوں کو ایمان اسلام اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک لڑی میں پرویا ہے اس میں تعصب کی مذمت کا بیان ہے، کہ عصبيت و وطنيت اور قوميت کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں، اسلام تمام مسلمانوں کو آپس میں شیر و شکر اور بھائی بھائی دیکھنا چاہتا ہے۔

(۳۰۷۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَالَلٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَبْرِ عَنْ زِيَادِ بْنِ رِيَّاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عَمِيَّةٍ يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ أَوْ يَغْضِبُ لِعَصَبِيَّةٍ فَقَتَلَتْهُ جَاهِلِيَّةٌ۔

ترجمہ حدیث: عصبيت کے جھنڈے کے تحت لڑنے والا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اندھا دھند جھنڈے کے تلے ہو کر لڑے

اور عصبیت کی طرف داعی ہو یا عصبیت کی بنا پر غصہ ہونا ہو، تو اس کا قتل ہونا جاہلیت ہے (یعنی جاہلیت کی موت ہے) تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حق و باطل جانے بغیر محض قومیت و وطنیت، لسانیت، علاقائیت اور عصبیت کی وجہ سے کسی جھنڈے کے تلے لڑے، اور جائز ناجائز سمجھے بغیر اندھا دھند اپنے لوگوں کا ساتھ دے اور اس کا حامی و مددگار بنے، لوگوں کو عصبیت کی جانب بلائے، عصبیت کی دعوت دے یا قومیت و وطنیت اور علاقائیت کی وجہ سے کسی پر غصہ ہو اور اس حال میں اس کو مار دیا جائے، قتل ہو جائے تو اس کو جاہلیت کی موت آئی۔

قولہ: رابۃ عمیۃ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں رابۃ عمیۃ سے مراد ایسا پیچیدہ اور پرخطر معاملہ ہے کہ اس کی حقیقت کا پتہ نہ چلے، عصبیت اور تعصب کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نہ ہو، حضرت امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے عصبیت یہ ہے کہ حقیقت جانے بغیر ہر حال میں کسی کی اندھا دھند حمایت و نصرت کرنا خواہ وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ قولہ: فقتلہ: لفظ قتلۃ قاف کے کسرے کے ساتھ اور تاء کے سکون کے ساتھ ہے، قتل کرنے کی حالت، جیسے جلسۃ بیٹھنے کی حالت۔

(۳۰۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الزَّيْبِغِ الْيُحْمَدِيُّ عَنْ عُبَادِ بْنِ كَثِيرٍ الشَّامِيِّ عَنْ

أَمْرَأَةٍ مِنْهُمْ يَقَالُ لَهَا فُسَيْلَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنَ

الْعَصَبِيَّةُ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ

ترجمہ حدیث:

حضرت فسیلہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ بھی تعصب میں داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں، البتہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ناحق اور ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ نے عصبیت کی حرمت کو بیان فرمایا اور مختلف زاوے سے اس کی مذمت فرمائی تو حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اپنی قوم اور برادری کے لوگوں سے محبت کرنا، ان سے الفت و مودت رکھنا ان سے غایت درجہ کا پیار کرنا بھی مذموم اور عصبیت میں داخل ہے، رسول پاک ﷺ نے فرمایا یہ عصبیت میں داخل نہیں ہے البتہ عصبیت دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی اعانت و نصرت اور حمایت ناحق اور ظلم و زیادتی اور جبر و تشدد پر بھی کرے، ناجائز اور حرام کاموں میں بھی اس کا ساتھ دے، خواہ وہ باطل اور ناحق پر ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر حق کا معاملہ ہو اور اس میں اپنی

قوم یا برادری یا اپنی جماعت کی حمایت و اعانت کرے، اس کی نصرت و امداد کرے تو یہ امر محمود ہے عصیت میں داخل نہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عصیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم و جماعت کی حمایت کرو۔

### (۱۴۳۸) بَابُ السَّوَادِ الْأَعْظَمِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب امت میں اختلاف و شقاق پیدا ہو جائے اور طرح طرح کے فتنے ابھرنے لگے، فتنہ و فساد کا بازار چاروں طرف گرم ہو جائے ایسے وقت میں احوط اور اسلم یہی ہے کہ آدمی امت سواد اعظم کے ساتھ رہے سواد اعظم کے دامن کو بالکل نہ چھوڑے، بلکہ اسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اسی میں کامیابی ہے۔

(۴۰۷۳) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مَعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ السَّلَامِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو خَلْفٍ الْأَعْمَى قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا زَأَيْتُمْ اخْتَلَفْتُمْ فَاعْلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ.

ترجمہ حدیث: اختلاف و انتشار کے وقت سواد اعظم کو لازم پکڑنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک میری امت گمراہی پر مجتمع و متفق نہ ہوگی، جب تم اختلاف (انتشار) دیکھو تو (امت کے) سواد اعظم کو لازم پکڑ لو۔  
تشریح حدیث:

قرولہ: ان امتی لا تجتمع علی ضلالة: بعض روایت میں لا کی جگہ لن آیا ہے یعنی لن تجتمع، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے سارے کے سارے لوگ ضلالت و گمراہی پر اتفاق کر لیں ایسا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ ایک جماعت ہمیشہ ایسی ضرور رہے گی جو حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک باقی رہے گی، چوں کہ امت کے سارے لوگ ضلالت اور گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتے ہیں، امت کے اجماع کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے۔

حدیث ہذا میں امتی سے مراد امت اجابت ہے امت دعوت نہیں اگر امت کے اندر کسی چیز میں انتشار و اختلاف دیکھیں خواہ یہ اختلاف و انتشار دینی معاملات عقائد و افکار اور اعمال و افعال کے اندر ہو یا دنیاوی امور میں جھگڑا ہو، امامت و خلافت اور حکومت و سلطنت کے بارے میں جھگڑا ہو، تو اس صورت میں امت کا سواد اعظم جس پلیٹ فارم پر ہوا یا پر چلو، اور امت کے اکثر علماء جس عقیدہ اور خیال اور جس قول و عمل کا حامل ہوں ان کو مانوں، اور انہیں کے پیچھے چلو۔

قرولہ: فعلیکم بالسواد الاعظم: ای الزموا: متابعة جماہیر المسلمین و اکثرہم فهو الحق الواجب

فمن خالفه مات ميتة جاهلية.

السواد: سواد لغت میں عدد کثیر کو کہتے ہیں اور سواد الناس سے عام لوگ مراد ہیں حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جمہور مسلمین کی اتباع و متابعت کو لازم جانو، اور اسی راستہ پر چلو، واللہ اعلم۔

سواد اعظم کے بارے میں علامہ شاطبی کا قول

علامہ شاطبی الاعتصام میں لکھتے ہیں اس حدیث میں جماعت سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ پانچ اقوال منقول ہیں۔

(۱) اس سے اہل اسلام کا سواد اعظم مراد ہے ابو غالب کا کلام اسی پر دل ہے سواد اعظم فرقہ ناجیہ ہے۔  
(۲) اس سے مراد حضرات علماء مجتہدین اور ائمہ کرام ہیں عبد اللہ بن المبارک، اسحاق بن راہویہ اور سلف کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے۔

(۳) اس سے مراد حضرات صحابہ کرام کی جماعت ہے اس لیے یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے دین کے ستون کو قائم کیا اور اس کی جڑ کو مضبوط کیا، اور یہی وہ نفوس ہیں جو ضلالت و گمراہی پر کبھی بھی متفق نہ ہوئے۔

(۴) جماعت سے اہل اسلام کی جماعت مراد ہے جب وہ کسی معاملہ میں اتفاق کر لیں تو دوسروں کو اس پر عمل کرنا واجب ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ضمانت لی ہے کہ یہ ضلالت و گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر ان میں اختلاف ہو جائے تو مختلف فیہ مسائل میں حق اور صواب کا پہچانا واجب ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

الجماعة لا تكون فيها نقلة عن معنى الكتاب الله ولا سنة ولا قياس وانما تكون الغفلة في الفرقة (۱)

قول رابع قول ثانی کی طرف راجع ہے یا پھر قول اول کی طرف راجع ہے اور یہی اظہر ہے۔

(۵) اس سے مراد جماعت المسلمین ہے جب وہ کسی امر پر اتفاق کر لیں تو اس کی پیروی لازم ہے امام طبری کا یہی قول ہے (۲)

وقال نعيم بن حماد: اذا فسدت الجماعة فعليك بما كانت عليه الجماعة قبل ان تفسد وان كنت وحدك فانك انت الجماعة حينئذ، ذكرهما البيهقي وغيره (۳)

### (۱۲۴۹) بَابُ مَا يَكُونُ مِنَ الْفِتَنِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ سے منقول ہیں، اس باب میں فقہ سے متعلق مختلف احادیث مذکور ہیں۔

(۴۰۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثْمٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ رَجَاءِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةً فَأَطَالَ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا أَوْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطَلْتَ الْيَوْمَ الصَّلَاةَ قَالَ إِنِّي صَلَّيْتُ صَلَاةَ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ سَأَلْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِأُمَّتِي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي الثَّانِيَةَ وَرَدَّ عَلَيَّ وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَسْلُطَ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَهْلِكَهُمْ عَزًّا فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَرَدَّهَا عَلَيَّ.

ترجمہ حدیث: امت کے حق میں رسول اکرم ﷺ کی تین دعائیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے طویل نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے یا حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ نے نماز بہت طویل کی، رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رغبت اور ڈر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے حق میں تین چیزوں کا سوال کیا، تو دو چیزیں تو مجھے عطا کر دی گئیں اور تیسری چیز رد کر دی گئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک تو یہ سوال کیا کہ (اے اللہ!) ان سب پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کیجئے جو ان کے غیر میں سے ہو، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے دیدیا، دوسرا سوال میں نے یہ کیا تمام امت ڈوب کر ہلاک نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مجھے عطا فرمادیا، اور تیسری دعا میں نے یہ کی تھی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو رد کر دیا۔ (قبول نہ فرمایا)

تشریح حدیث:

رسول اکرم سرور دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے حق میں نہایت شفیق اور حد درجہ مہربان تھے آپ اپنی امت کے لیے فوز و فلاح کے لیے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہتے تھے ایک مرتبہ آپ نے اپنی امت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی، اللہ تعالیٰ نے دو قبول فرمائیں اور ایک کو رد کر دیا، اور وہ دعائیں یہ تھیں۔

(۱) اے اللہ! میری امت پر کوئی ایسا ظالم و جابر بادشاہ متعین نہ فرما جو اس کو بالکلیہ ختم کر دے۔

(۲) اے اللہ! ام ماضیہ کے لوگوں کو جن عذابات کے ذریعہ تو نے ہلاک کیا ہے میری امت کو ان کے ذریعہ ہلاک نہ فرما اللہ نے ان دونوں دعاؤں کو قبول فرمایا۔

(۳) اے اللہ میری امت آپس میں متحد و متفق رہیں ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا نہ کریں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا فساد نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں کیا قبول نہ کرنے میں کیا حکمت اور راز ہے وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

(۴۰۷۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ شَابُورٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بِشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ الْجَزْمِيِّ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحْبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ زُوَيْتَ لِي الْأَرْضُ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأُعْطِيتُ الْكَثْرَيْنِ الْأَصْفَرَ أَوِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضُ يَغْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَقِيلَ لِي إِنَّ مَلَكَكَ إِلَيَّ حَيْثُ زُوِي لَكَ وَإِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثًا أَنْ لَا يَسْلُطَ عَلَيَّ أُمَّتِي جَوْعًا فَيَهْلِكَهُمْ بِهِ عَامَةً وَأَنْ لَا يَلْبِسَهُمْ شَيْعًا وَيَدِيقَ بَعْضُهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ وَإِنَّهُ قِيلَ لِي إِذَا قُضِيَ قَضَاءُ فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَإِنِّي لَنْ أَسْلُطَ عَلَيَّ أُمَّتِكَ جَوْعًا فَيَهْلِكَهُمْ فِيهِ وَلَنْ أَجْمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا حَتَّى يَفْنِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَيَقْتُلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَإِذَا وَضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي فَلَنْ يُرْفَعَ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنْ مِمَّا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي أَيْمَةٌ مُضِلِّينَ وَمُسْتَعْبِدُ قَبَائِلَ مِنَ أُمَّتِي الْأَوْثَانِ وَسَتَلْحَقُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَإِنْ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَالِينَ كَذَّابِينَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يُزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورِينَ لَا يَظْهَرُ مِنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ أَبُو الْحَسَنِ لَمَّا فَرَغَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَا أَهْوَلُهُ.

ترجمہ حدیث:

رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھا، اور مجھے دو خزانے زردیا (سرخ) اور سفید یعنی سونا اور چاندی دیئے گئے، اور مجھ سے کہا گیا کہ بے شک تیری (امت) کی بادشاہت وہاں تک ہوگی جہاں تک تیرے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی ایک یہ کہ میری امت پر ایسا قحط مسلط نہ کیا جائے جس سے اکثر امت ہلاک ہو جائیں دوسرے یہ کہ میری امت فرقوں گروہوں میں تقسیم نہ ہوں، تیسرے یہ کہ ان کی طاقت ایک دوسرے کے خلاف استعمال نہ ہو، (یعنی آپس میں ضرب و حرب اور قتل و قاتل نہ کریں) اور بے شک مجھ سے کہا گیا کہ میں جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو کوئی اس کو دور نہیں کر سکتا ہے اور بے شک میں تیری امت پر ہرگز ایسا قحط مسلط نہ کروں گا جس میں سارے لوگ یا اکثر لوگ ہلاک ہو جائیں، اور بے شک تمہاری امت پر اطراف و اکناف زمین سے سارے دشمن جمع ہونے نہ دوں گا، یہاں تک کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو فنا کی گھاٹ اتاریں اور ایک دوسرے کو قتل کریں، اور جب میری امت میں ایک بار تلوار چل پڑے گی تو پھر قیامت تک رکے گی نہیں، اور مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ گمراہ کرنے والے حکمران ہیں، اور عنقریب میری امت کے کچھ لوگ بت پرستی کرنے لگیں گے، اور بت

پرستی میں مشرکوں کے ساتھ جالیں مے، اور قرب قیامت تیس کے قریب جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے جو اس بات کا دعویٰ کریں گے وہ نبی ہے اور میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ ہی اس پر قائم رہے گا، ان کی نصرت کی جاتی رہے گی مخالفت کرنے والے کی مخالفت انہیں نقصان نہ دے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی امام ابوالحسن (تلمیذ ابن ماجہ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابن ماجہ اس حدیث کو بیان کر کے فارغ ہوئے تو فرمایا یہ حدیث کس قدر ہولناک ہے۔  
تشریح حدیث:

قوله: زویت لی الارض الخ: ای جمعت وطویت لی الارض: زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی، اور میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا، اس میں اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ آپ کی امت کے لوگوں کی حکومت و بادشاہت مشرق و مغرب تک ہوگی اور اسلامی سلطنت دور دور تک پھیل جائے گی، چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کا ملک اور حکومت و اقتدار اور اسلامی زمین کا دائرہ وسعت بلاد ترک سے لے کر بحر اندلس تک محیط تھا، مسلمانوں نے اپنی بادشاہت کا سکہ مشرق و مغرب میں جمادیا، اور وہ رسول اکرم ﷺ کے پیغام کو لیکر بڑھتے چلے گئے دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکی، بلکہ فریضہ جہاد و قتال پر عمل کرتے ہوئے قسطنطنیہ پر حکومت کی۔

قوله: اعطیت الكنزین: اس سے مراد قیصر و قسری کے خزانے ہیں یہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس آئے اور رسول اکرم ﷺ کی بشارت حرف بحرف صادق آئی، روم کا سکہ سونے کا تھا اور ایران کا سکہ چاندی کا تھا، اسی کی طرف حدیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے۔

قوله: وانی سألت الله عز وجل ثلاثا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی ہیں اس کی تفصیل ماقبل والی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

قوله: واذا وضع السيف فی امتی: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ تلوار میان سے باہر آجائے گی، اور میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر وہ قیامت تک رکے گی نہیں، بلکہ قیامت تک آپس میں دست و گریباں رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد امت میں جو فتنہ اٹھا اور تلوار چلی وہ آج تک بند نہیں ہوئی، بلکہ جاری ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قوله: وان مما اتخوف علی امتی ائمة المضلین: نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ مجھے سب سے زیادہ خوف اپنی امت پر گمراہ کنندہ حکمرانوں اور ائمہ سے ہے جو مخلوق کو شرک و بدعت اور کفر و ضلالت کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لیے اسباب فراہم کرتے ہیں ظاہر ہے کہ الناس علی دین ملوک کھم لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں اور جب حکومت کے لوگ اور بادشاہ ہی گمراہ ہو تو رعایا تو اس کے تابع ہوتی ہے بدرجہ اولیٰ اس کے نقش قدم پر چلے گی اور

بدعات خرافات کرے گی، ائمہ المضلین سے مراد داعین الخلق الی البدع والخرافات ہے۔

## بت پرستی میں مشرکوں سے جا ملنا

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ ایسے بدقسمت لوگ ہوں گے جو بت پرستی میں مشرکوں کے شانہ بشانہ نظر آئیں گے اور شرک و بدعات کے ارتکاب کے معاملہ میں وہ مشرکوں کے قدم بقدم نظر آئیں گے، چنانچہ آج امت مسلمہ کا ایک گروہ جو اپنے آپ کو دین کا ٹھیکیدار اور سنت کا علم بردار سمجھتا ہے، اور اپنے آپ کو سنی جماعت سے متعارف کراتا ہے شرک و بدعت، قبر پرستی، نذر و نیاز غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے، طواف قبور، تقدیم نذور، اور ہر سال عرس و میلاد منعقد کرنے میں مشرکوں کے ساتھ ہو گئے بلکہ بعض معاملات میں تو مشرکوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، صرف اور صرف ہوائے نفس اور پیٹ کی خاطر قرآن و سنت کی تعلیمات و ارشادات کو پس پشت ڈال کر غیر اللہ کے نام چڑھاوا چڑھانے، چادر چڑھانے، اور نیاز و فاتحہ کے ذریعہ چراغی وصول کرنے میں مصروف کار ہیں اس طبقہ کا دینی کاموں سے کوئی تعلق نہیں۔ ومن ظاہر الشرور الذی وقع فی الامۃ ایضا عبادۃ القبور، ببناء المشاهد علیہا وقصدھا للدعاء، والرغبة، وطلب الحاجات، والتعظیم والتقبل والتبرک، والذبح لھا وعندها وتقدیم النذور واقامة الاعیاد والحفلات لھا فی کل عام، حتی فتن بها الجھال، فاصبحوا لا یدعون کرباتھم سواھا، ولا یقصدون لی حوائجھم غیرھا، واللہ المستعان (۱)

## قیامت کے قریب جھوٹے دجال مدعی نبوت کا ظہور:

قرنہ: ان بین یدی الساعة: قیامت کے قریب جہاں بہت سارے فتنے واقع ہوں گے وہیں ایک خطرناک اور سنگین فتنہ ایسے کذاب و دجال کا پیدا ہونا ہے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے رسول اکرم ﷺ نے قیامت کے قریب تمیس کے قریب لوگ ایسے جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کے مدعی ہوں گے، چنانچہ یہ فتنہ آپ کے زمانے ہی میں پیدا ہونا شروع ہو گیا اور مرور زمانہ گردش ایام کے ساتھ جاری رہا، جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان کے ماننے والے اور ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد کثیر ہو گئی اور اس کی شان و شوکت پر وہاں چڑھنے لگی تو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں حضرات صحابہ کرام اٹھے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اس سیل رواں پر قدغن لگایا اور اس کے شروفساد سے امت کو محفوظ کیا، اور یہ جنگ یمامہ میں ہوا۔

(۲) دوسرا مدعی نبوت اسود غسی کی شکل میں یمین میں ظاہر ہوا لیکن وفات نبوت سے قبل حضرات صحابہ کرام نے اس



فتنہ کی آگ کو بھی فرو کر دیا، اسی طرح سجاح نامی عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور مسیلمہ کذاب سے شادی کی لیکن جب مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا تو سجاح نے توبہ کر لیا اور اسلام قبول کر لیا، اور یہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہے جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

(۳) طلحہ بن خویلد الاسدی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا لیکن پھر توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں مختار بن عبید اللہ الثقفی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر نے مصعب کو بھیج کر اس کو قتل کروایا، اور اس فتنہ کو ختم کیا۔

(۵) اسی طرح عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حارث کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا، نیز عہد عباسی میں بھی کچھ لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، لیکن الحمد للہ وہ سارے فتنے ختم ہو گئے۔

(۶) پھر انیسویں صدی میں انگریز کے اشارہ پر قادیان سے ایک شخص اٹھا اور اپنے آپ کو نبی کہنے لگا کہ میرے اوپر وحی آتی ہے میں نبی ہوں، اور میں جہاد و قتال کے حکم کو منسوخ کرتا ہوں دنیا اس شخص کو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے جانتی ہے اس ملعون و مردود نے انگریز کے اشارہ پر کیا کیا نہ دعویٰ کیا، لیکن حضرات علماء کرام نے بھی اس فتنہ کے سر کو کچلنے کے لیے اور اس کو بڑے سے بچ و کن کرنے کے لیے سربکف ہو کر میدان میں نکل پڑے، اور فتنہ قادیانیت کو ہندوستان سے بھگا کر دم لیا اور ایسا کھدیڑا کہ لندن میں جا کر پناہ ملی، اور آج بھی ہندو پاک کے علماء اس فتنہ کے تعاقب کے لیے ہر وقت کمر بستہ ہیں جہاں بھی قادیانیت کی بو محسوس کی جاتی ہے وہاں علماء پہنچ کر اس کا قلع قمع کرتے ہیں اور اس کے تابوت میں آخری ٹوکے ہیں۔

قولہ: ولن تزال طائفة من امتی منصورین: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اللہ کی طرف سے اس کی نصرت و مدد ہوتی رہے گی، وہ بلا خوف و ہمت و لائم اپنے مشن پر قائم رہے گی مخالفت کرنے والے مخالفت کرتے رہیں گے لیکن لوگوں کی مخالفت سے اسے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ وہ اسی مخالفت کے طوفان میں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کے بحر لاساحل میں غوطہ لگاتے ہوئے تا قیامت منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہوں گے اب اس طائفہ سے کون سی جماعت مراد ہے اس میں حضرات علماء کرام کی مختلف آراء ہیں احقر الووری نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمائیں، بقول علامہ انور شاہ کشمیری کے اس سے مجاہدین اسلام کی جماعت مراد ہے۔

(۴۰۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَوْبِهِ وَغَمٍّ مُحَمَّرٍ وَجْهَهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَنِيلَ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرِّ قَدْ اقْتَرَبَ لِفَتْحِ الْيَوْمِ

مِنْ زَدَمٍ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَعَقَدَ بِيَدَيْهِ عَشْرَةَ قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ إِذَا كَثُرَ الْخَبْثُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ انور سرخ ہو رہا تھا اور آپ یہ فرما رہے تھے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، ہلاکت ہے عرب کے لیے اس شرکی وجہ سے جو قریب آچکا ہے آج یا جوج ماجوج کے بندے اتنا کھل چکا ہے اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے دس کا ہندسہ بنایا، حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ صالح لوگوں کی موجودگی میں ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں جب برائی زیادہ ہو جائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: استيقظ رسول الله ﷺ: اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن نیند سے بیدار ہوئے جبکہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ دخل علينا يومًا فزعًا: ایک دن رسول اکرم ﷺ گھبراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے۔ پس دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ گھبراتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے پھر اسی حالت میں حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لائے اور اسی گھبراہٹ کی وجہ سے چہرہ مبارک سرخ تھا، لہذا دونوں روایتوں کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ قولہ: ويل للعرب من شرقه اقتراب الخ: اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے شر سے اس فتنہ و فساد اور قتل و قتال کی طرف اشارہ فرمایا جس کی ابتداء زمانہ مستقبل میں ہونے والی تھی، اور جس کا شکار سب سے پہلے اہل عرب بننے والے تھے۔

قریبی فتنہ سے کون سا فتنہ مراد ہے

جس فتنہ کے شر سے رسول اکرم ﷺ نے عربوں کو ڈرایا ہے اس سے کون سا فتنہ مراد ہے؟ آپ نے اس کی کوئی تعیین نہیں فرمائی، اس لیے اس کی تعیین میں حضرات علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔

(۱) قریبی فتنہ سے حضرت عثمان غنیؓ کے واقعہ شہادت کی طرف اشارہ ہے شہادت عثمان غنیؓ کے بعد ہی سے فتنہ شروع ہوا اور تاہنوز جاری ہے۔

(۲) بعض کا قول یہ ہے کہ اس قریبی فتنہ سے مراد فتنہ تاتار ہے۔

(۳) حضرات علماء کرام کی ایک جماعت اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے رسول اکرم ﷺ نے اس طرف اشارہ

فرمایا کہ جب اہل عرب کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سبب سے دوسرے ملکوں پر اقتدار و غلبہ حاصل ہوگا اور مال و دولت کی ریل پیل ہوگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے دلوں سے خلوص و للہیت میں کمی آجائے گی اور ان میں حکومت و اقتدار اور مال و دولت و سیم و زر کی محبت دھوس پیدا ہو جائے گا، اور دنیا طلبی، حب جاہ اور خود غرضی پوری ملت اسلامیہ کو متاثر کر دے گی اور امت باہمی اختلاف و افتراق، نفاق شقاق اور مخالفت و خصامت کا شکار ہو جائے گی۔ پھر رسول پاک ﷺ نے خاص طور پر عرب کا تذکرہ اس لیے فرمایا چونکہ اس وقت اکثر مسلمان اہل عرب ہی تھے۔

### یا جوج ماجوج کی دیوار میں بقدر حلقہ سوراخ ہونے کا مطلب

قولہ: فتح الیوم من رد یم یا جوج ماجوج مثل ہذہ: حدیث شریف میں جو واقعہ مذکور ہے وہ خواب کا ہے یعنی رسول اکرم ﷺ نے یہ منظر خواب میں دیکھا، اور خواب اکثر تمثیلی رنگ میں آتا ہے اور اس کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ بیان فرمائی کہ عرب کے لیے ضرور فتن کا دور شروع ہونے والا ہے، اس حدیث شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعتاً دیوار میں اس روز اتنا سوراخ ہو گیا تھا جیسے آنحضرت ﷺ نے ذوالفقار کے بارے میں جنگ احد کے موقع پر خواب دیکھا تھا کہ آپ نے اس کو ہلایا تو اس کی دھاری جھڑکی، اور یہ بات خواب میں آپ کو ناگوار ہوئی بیدار ہونے کے بعد آپ نے اس کی تعبیر شکست سے بیان فرمائی جو جنگ احد میں پیش آئی، ذوالفقار کی دھار حقیقت میں جھڑی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک تمثیل تھی یہاں بھی یا جوج ماجوج کی دیوار کا سوراخ ہونا بطور تمثیل ہے اور مراد فتنہ کا آغاز ہے۔

### یا جوج ماجوج سے مراد کون:

یا جوج ماجوج کے بارے میں اکثر علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں علامہ ابن الکثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ عام بنی آدم کی طرح ہیں اور انہیں کی شکل و صورت اور جسمانی اوصاف کرتے ہیں (۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں رقم فرماتے ہیں کہ یا جوج ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں اور روح المعانی میں ہے کہ یہی رائے وہب بن منبہ کی بھی ہے اور متاخرین میں سے اکثر علماء کی رائے بھی یہی ہے (۲)

اب رہا یہ سوال کہ دنیا کی موجود اقوام میں سے یا جوج ماجوج کون ہیں؟ اس کا جواب یقین کے ساتھ کچھ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یا جوج ماجوج بہت قدیم نام ہیں اور مرور ایام کے ساتھ نام بدل جاتے ہیں آج دنیا میں کوئی بھی قوم اس نام سے موجود نہیں اسی لیے اس کی تعین دشوار ہے، حضرات علماء کرام کی ایک رائے یہ ہے کہ یا جوج ماجوج منگولیا

تاتار کے ان وحشی قبیلوں کو کہا جاتا ہے جو یورپ امریکہ اور روس کے اقوام کے منبع اور منشاء ہیں۔ ان کے دو بڑے قبیلے موگ اور پوچی کہلاتے تھے جو عربی زبان میں یا جوج ماجوج بن گئے ہیں، یا جوج ماجوج کا خروج و خروج دجال کے ظہور کی طرح علامت قیامت میں سے ہے واللہ اعلم بالصواب۔

### کیا یا جوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے:

قرآن وحدیث میں جس یا جوج و ماجوج کا تذکرہ ہے اور جس کے خروج کو علامت قیامت سے شمار کیا گیا ہے اس کے بارے میں بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں طوفان بن کراٹھنے والی قوم تاتار ہی اس کا مصداق ہیں بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس زمانے میں دنیا پر غالب آ جانے والی قوم روس، چین، اور اہل یورپ ہی اس کے مصداق ہیں ان لوگوں نے ان کو یا جوج و ماجوج کہہ کر مسئلہ ختم کر دیا ہے، لیکن یہ قول سراسر غلط ہے، اور قرآن واحادیث صحیحہ کے بالکل متضاد ہے اس کو کسی بھی طرح سے مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا ہے کیوں کہ صحیح احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خروج یا جوج ماجوج کا واقعہ نزول عیسیٰ اور خروج دجال کے بعد پیش آئے گا، اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال تاہنوز نہیں ہوا ہے، اسی لیے علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی اور علامہ قرطبی نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے جو فتنہ تاتار، ہی کو یا جوج ماجوج مانتے ہیں اور اس طرح کے عقیدہ رکھنے کی کھلی گمراہی قرار دیا ہے کیوں کہ یہ نصوص حدیث کے مخالف ہے البتہ ان حضرات فتنہ تاتار کو خروج یا جوج ماجوج کے مشابہ ضرور قرار دیا ہے اسی طرح علامہ قرطبی نے بھی تاتار کو فتنہ خروج یا جوج ماجوج کا مقدمہ مانا ہے، لیکن انہوں نے بھی اس فتنہ کو خروج یا جوج ماجوج قرار نہیں دیا ہے علامات قیامت میں سے ہے واللہ اعلم۔

قولہ: وعقد بیدہ عشرۃ: اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنی انگلیوں پر مختلف ہیئت سے چیزوں کو گنتے تھے، ان کے یہاں ہر عدد کے لیے ایک مخصوص ہیئت تھی، مثلاً عدد عشرہ کی ہیئت یہ تھی کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا کے ذریعہ حلقہ بناتے بایں طور کہ درمیان ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے کنارے کو انگوٹھے کے اوپر والی گرہ کے نیچے باطنی تہہ پر رکھے۔ (۴۰۷۷) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّفَلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي الشَّائِبِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنْ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتْنٌ فَيُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيَمْسِي كَافِرًا إِلَّا مَنْ أَحْيَاهُ اللَّهُ بِالْعِلْمِ ترجمہ حدیث:

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسے فتنے جنم لیں گے کہ اس فتنے میں آدمی صحیح ایمان کی حالت میں کرے گا اور شام کفر کی حالت میں رہے گا (یعنی وہ فتنہ اس قدر سنگین اور خطرناک ہوگا کہ آدمی

کا ایمان کب بدل جائے پتا نہیں ایمان پر ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہوگا) سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم کے ذریعہ زندگی عطا فرمائے۔

تشریح حدیث:

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنہ ظاہر ہو جائیں جو تاریک راتوں کے ٹکڑوں کے مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا اور آدمی دنیا کی عارضی متاع اور عزت و مال کی خاطر اپنے دین و مذہب کو بیچ ڈالے گا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں حالت بدلتے دیر نہیں لگتی صبح کو کچھ اور شام کو کچھ اور صبح کو کچھ ہو جاتا ہے الغرض قرب قیامت میں اٹھنے والے فتنے کس قدر سریع الامر ہوں گے حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی آدمی جب صبح کو اٹھے گا ایمان کی حالت میں اٹھے گا اصل ایمان باکمال سے متصف ہوگا لیکن فتنے کے تابڑ توڑ فتنوں کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیرے میں پہنچ جائے گا اسی طرح ایک رات کے وقت ایمان کے ساتھ سوئے گا جب صبح اٹھے گا تو ایمان اس کے دل سے نکل چکا ہوگا اور کفر کی حالت میں صبح کرے گا، اب رہا یہ سوال کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں کئی احتمالات ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے اصل کفر مراد ہو (۲) کفر سے کفرانِ نعمت مراد ہو (۳) نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفر سے مراد تشبہ یا لکھنا ہو، یعنی وہ فتنوں سے متاثر ہو کر کافروں کی مشابہت اختیار کرے گا، (۴) ایک مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو کافر ہی کرتے ہیں، (۵) بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حدیث کے مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن دگر اور اس کے عقیدے میں اس قدر انقلاب آجائے گا، کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور یہی ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ منٹوں میں بدل جائے گا، اور اس سے اس کا ایمان و عقیدہ خراب ہو جائے گا دیکھتے ہی دیکھتے لوگ کافر ہو جائیں گے، اور دنیا کی غلاظت کا ڈھیر حاصل کرنے کے لیے اپنے دین و ایمان کا سودا کرے گا، اور چند کوڑیوں اور فانی عزت و جاہ کے لیے کفر کی گود میں جا بیٹھے گا۔

قولہ: الا من احياه الله بالعلم: صاحب انجاء الحاجہ شیخ عبد النبی مجددیؒ لکھتے ہیں کہ اس سے اللہ کا پاک ارشاد، او من كان ميتا فاحييناه وجعلنا له نوراً يمشى به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها کی طرف اشارہ ہے اور اس علم سے مراد علم کشفی ہے جو فناء فی اللہ کے بعد حاصل ہوتا ہے یعنی سلوک طریقت اور ریاضت و مجاہدہ کی راہ

پر چلنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس علم کشفی سے نوازتا ہے جہاں تک علم استدلالی کی بات ہے تو اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے علم استدلالی کسی وقت بھی زوال کا شکار ہو سکتا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۰۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيْكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حَذِيفَةُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ قَالَ كَيْفَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكْفَرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ إِنَّمَا أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا يَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مَغْلَقٌ قَالَ فَيَنْكَسِرُ الْبَابُ أَوْ يَفْتَحُ قَالَ لَا بَلْ يَنْكَسِرُ قَالَ ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يَغْلَقُ.

قُلْنَا لِحَذِيفَةَ أَكَّانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مِنَ الْبَابِ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ ذُونَ غَدِ اللَّيْلَةِ إِنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَعْلَاطِ.

فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مِنَ الْبَابِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ فتنے سے متعلق رسول اکرم ﷺ کی احادیث تم میں سے کس کو یاد ہے؟ میں نے کہا مجھے، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا بے شک تم بہت جرأت والے ہو (کہ رسول اکرم ﷺ سے وہ باتیں پوچھ لیتے تھے جو دوسرے نہیں پوچھ پاتے تھے) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا فتنہ کس طرح ہوگا؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ آدمی کا فتنہ اس کے اہل خانہ، اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے ہوتا ہے (یعنی آدمی ان چیزوں کی وجہ سے غفلت کا شکار ہو جاتا ہے) لیکن ان فتنوں کے بعد نماز، روزے اور صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کفارہ بن جاتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے، بلکہ میں تو ان فتنوں کے بارے میں سوال کر رہا ہوں جو سمندر کے موج کی طرح موجزن ہوگا حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کیا مطلب، آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھول دیا جائے گا، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا نہیں، بلکہ توڑا جائے گا، فرمایا پھر تو وہ بند ہونے کے قابل نہ رہے گا، ہم (حاضرین) نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم تھا کہ دروازہ سے کون مراد ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ بالکل وہ تو ایسے جانتے تھے جیسے انہیں یہ معلوم تھا کہ کل دن کے بعد رات آئے گی، میں نے ان کو ایک ہی حدیث سنائی تھی جس میں کچھ مغالطہ اور فریب دہی نہیں ہے۔ ہمیں حضرت

حذیفہؓ کی ہیبت مانع تھی کہ ان سے معلوم کریں کہ دروازہ سے مراد کون شخص تھا؟ اس لیے ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ معلوم کر لیں چناں چہ انہوں نے معلوم کیا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا دروازے سے مراد حضرت عمر فاروقؓ تھے۔  
تشریح حدیث:

قوله: انك لجری ای ذو جرة وشجاعة حيث تحفظ علم الغيب الفتنة، و كنت نسال النبی ﷺ عن الفتنة و كنت كثير السؤال عن الفتنة: یعنی اے حذیفہؓ تو لاریب جری اور بہادر انسان ہے، کثرت سے رسول اکرم ﷺ سے فتنہ کے متعلق سوال کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صاحب رسول ﷺ مشہور ہوا۔

قوله: فتنة الرجل في اهله وماله: آدمی کا امتحان اس کے اہل اور اس کے مال کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی اہل و عیال اور مال و دولت کے ذریعہ انسان کو آزمایا جاتا ہے مال و دولت اور اولاد نیز پڑوسی کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، وہ نماز روزہ صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دیگر اعمال صالحہ سے معاف ہو جاتا ہے، اور یہ سب اعمال ان تمام صفات کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں اور اعمال صالحہ کی برکت سے وہ صفات معاف ہو جاتے ہیں لان الحسنات يذهبن السيئات: اس حدیث کا ظاہر اگرچہ صفات و کبائر دونوں کو شامل ہے لیکن دوسری دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ حدیث مخصوص بالصغائر ہے یہی جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اس کے برخلاف فرقہ مرجیہ کا کہنا یہ ہے کہ حسنات سے صفات و کبائر دونوں معاف ہو جاتے ہیں<sup>(۱)</sup>

## فتنوں کی قسمیں

حضرات علماء کرام نے فتنوں کی چھ قسمیں لکھی ہیں:

### (۱) آدمی کے اندر کا فتنہ:

اور وہ یہ ہے کہ آدمی کے احوال بگڑ جائیں، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور اس کو عبادت میں حلاوت اور مناجات میں لذت محسوس نہ ہو۔

### (۲) دوسری قسم گھر میں فتنہ:

اور وہ نظام خانہ داری کا بگاڑ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنا دربار سجاتا ہے پھر وہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں مشن پر روانہ کرتا ہے اور ان میں سے ان کے نزدیک مرتبہ میں وہ بڑا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے، ان میں سے ایک آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا شیطان کہتا ہے تو نے کوئی خاص اچھا کام نہیں

(۱) تکمیل فتح الملہم: ۲/۲۸۵ تحفۃ الاحوذی بحوالہ عون الترمذی: ۲/۴۱۰

کیا۔ پھر ان میں سے ایک شیطان کا چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے میں ایک شخص کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، شیطان اس کو قریب کرتا ہے اور شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے پٹھے اتونے بڑا اچھا کام کیا۔

(۳) تیسری قسم وہ فتنہ جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے:

اور وہ نظام مملکت کا بگاڑ ہے اور لوگوں کو ناحق ستاتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان اس بات پر مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نمازی بندے اس کی پرستش کرے، البتہ وہ ان کو آپس میں لڑانے میں لگا ہوا ہے۔ (مسلم: ۱۵۶۱۷، معری)

(۴) چوتھی قسم: ملی فتنہ:

اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صحابہ کرام وفات پا جائیں اور دین کا معاملہ نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے پس اولیاء اور علماء دین میں غلو کرے اور بادشاہ اور عوام دین میں سستی برتیں نہ اچھے کاموں کا حکم دیں نہ برے کاموں سے روکیں، پس زمانہ جاہلیت ہو کر رہ جائے۔

(۵) پانچویں قسم: عالم گیر فتنہ:

یہ بد دینی کا فتنہ ہے جب یہ فتنہ رونما ہوتا ہے تو لوگ انسانیت اور اس کے تقاضوں سے نکل جاتے ہیں اور لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ جو سب سے زیادہ سحرے اور سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں وہ دو کام کرتے ہیں ایک طبیعت کے تقاضوں سے بالکل برطرف ہو جاتے ہیں ان کی اصلاح نہیں کرتے، یعنی تارک الدنیا ہو جاتے ہیں۔ اور بیوی بچوں سے لاتعلق ہو کر سنیا سی بن جاتے ہیں حالاں کہ شریعت کی یہ تعلیم نہیں، شریعت نے طبیعت کی اصلاح کا حکم دیا ہے اور اس کی صورتیں تجویز کی ہیں، دوم مجردات، یعنی ملائکہ کی مشابہت اور ان کا اشتیاق پیدا کرتے ہیں اور اس کی وہ کوئی نہ کوئی صورت اختیار کرتے ہیں، مثلاً شب بیداری کرنا، یا کثرت سے روزے رکھنا وغیرہ۔

(۲) دوسرے عام لوگ ہوتے ہیں جو بہیمت خالصہ کی طرف مائل ہوتے ہیں اور حیوانیت کو شرما دینے والے کام کرنے لگتے ہیں۔

(۳) تیسرے: درمیان کے لوگ ہوتے ہیں جو پوری طرح نہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ ان کی طرف،

(۶) چھٹی قسم: فضائی حادثات کا فتنہ:

بڑے بڑے طوفانات اٹھتے ہیں، وبائیں پھیلتی ہیں، زمین دھنستی ہے اور بڑے علاقے میں آگ لگتی ہے عام تباہی مچتی



ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان حادثات کے ذریعہ مخلوق کو ڈراتے ہیں تاکہ وہ اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کر کے رجوع الی اللہ کریں۔ پہلی قسم اور دوسری قسم کے نتیجہ میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ اعمال صالحہ سے معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر آچکی ہے۔

قولہ: لیس هذا اريد: جب حضرت عمرؓ کے سوال و دریافت پر حضرت حذیفہؓ نے فتنہ اور اس کا علاج بتایا، تو حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں میں نے سوال کیا ہے؟ میرا مقصد ان فتنوں کے بارے میں سوال کرنا ہے جو سمندر کے موجوں کی طرح موجیں مارے گا اور خطرناک طوفان بن کر اٹھے گا دریاؤں کی لہروں کی طرح جوش مار کر آسمان سے باتیں کرے گا، اس سے مسلمانوں کے آپس میں جنگ و جدال، قتل و قتال ضرب و حرب افتراق و انتشار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قولہ: مالک ولہا؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! آپ کو اس طوفانی اور طغیانی فتنہ سے کیا غرض وہ فتنہ آپ کے زمانہ میں نہیں آئے گا بلکہ آپ کے بعد شروع ہوگا آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے اور آپ کو اس کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، حضرت حذیفہؓ جانتے تھے کہ وہ بند دروازہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ شہید ہوں گے لیکن ادباً انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی، کیوں کہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی معلوم تھا کہ وہ بند دروازہ خود ہی ہیں، پس حضرت حذیفہؓ نے ایسی عبارت لائی کہ تصریح بالقتل کے بغیر مقصود حاصل ہو جائے، اس حدیث میں فتنوں کو گھر کے ساتھ، حیات عمر کو بند دروازہ کے ساتھ اور ان کی شہادت و قتل کو اس دروازہ کے ٹوٹنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پس جب تک حضرت عمرؓ کا وجود مسعود باقی تھا وہی بند دروازہ تھے، اور اس گھر کے اندر سے کوئی چیز باہر نہ آسکی، ان کے انتقال اور سانحہ قتل کے بعد وہ دروازہ کھل گیا اور گھر کے اندر جو کچھ تھا نکل پڑا۔

قولہ: فیکسر الباب او یفتح: حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھول دیا جائے گا حضرت حذیفہؓ نے فرمایا نہیں بلکہ توڑ دیا جائے گا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تو وہ بند کرنے کے لائق نہیں رہے گا یعنی وہ دروازہ کبھی بھی تاقیامت بند نہ ہوگا فتح الباب سے موت طبعی کی طرف اور کسر باب سے قتل کی طرف اشارہ تھا، اور عام طور پر عادت بھی یہی ہے کہ صحیح سالم دروازہ کو بند کیا جاتا ہے لیکن ٹوٹا ہوا دروازہ بند کرنا متصور نہیں، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کا دروازہ کبھی بھی بند نہ ہوگا بلکہ یکے بعد دیگرے فتنے آتا ہی رہے گا، حضرت عمر فاروقؓ کا یہ کہنا ان صریح نصوص کی بنیاد پر تھا جن میں فرمایا گیا کہ اس امت میں قیامت تک فتنہ فساد واقع ہوتے رہیں گے، اور حضرت عمرؓ کو اس کا علم پہلے سے تھا۔

**سوال:** یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ اس کو پہلے ہی سے جانتے تھے تو پھر سوال کیوں کیا؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ شاید ان کو نسیان کا خوف ہو، فسأل من یذکرہ هذا هو المعتمد:

قوله: فقلنا المسروق لله الخ: یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے پہلے فرمایا ان بینک و بینہا بابا اس سے معلوم ہوا کہ وہ دروازہ حضرت عمرؓ اور فتنہ کے درمیان حائل ہوگا اور اخیر میں انہوں نے کہا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ ہیں، پس دونوں کلاموں کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟  
جواب: حضرات شراح کرام نے اس کے متعدد جوابات دئے ہیں۔

(۱) بینک و بینہا سے مراد بین زمانک و بین زمان الفتنہ وجود حیاتک ہے یعنی تیرے زمانہ اور فتنہ کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے اور وہ آپ کا وجود مسعود ہے۔  
(۲) یا اس سے مراد ہے بین نفسک و بین الفتنہ بدنک اذا الروح غیر البدن یعنی عمر کے نفس اور فتنہ کے درمیان ان کا بدن حائل ہے۔

(۳) ما بین الاسلام و الفتنہ مراد ہے یعنی اسلام اور فتنہ کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے وہ حضرت عمرؓ کی ذات اقدس ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ وَوَكَيْعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ إِذْ نَزَلَ مِنْزِلٌ لَا فِيمَا مَنَ يَضْرِبُ خِيَابَهُ وَمِنَّا مَنُ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنُ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِيهِ الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتُهُ عَلَى مَا يَعْلَمُهُ خَيْرًا لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ مَا يَعْلَمُهُ شَرًّا لَهُمْ وَإِنْ أَمَتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَتْ عَاقِبَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَإِنْ آخَرَهُمْ يُصِيبُهُمْ بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكَرُونَ نَهَا ثُمَّ تَجِبِي فِتْنٌ يَرْفُقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تُنْكَشِفُ ثُمَّ تَجِبِي فِتْنَةً فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تُنْكَشِفُ فَمَنْ سَرَّهُ أَنْ يَرْخُزَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْيُذِرْكُمْ مَوْتَهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يَحِبُّ أَنْ يَأْتُوا إِلَيْهِ وَمَنْ بَاتَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةً يَمِينَهُ وَلَمْزَةً قَلْبِهِ فَلْيُطِغْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخِرُ نِزَارِغِهِ فَأَضْرِبُوا عُنُقَ الْآخِرِ قَالَ فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَقُلْتُ أَنَسِدْكَ اللَّهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى أُذُنِيهِ فَقَالَ سَمِعْتَهُ أَذُنَايَ وَوَعَاةَ قَلْبِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا

جبکہ آپ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے پس میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دریاں اٹھا کر ایک بارہم رسول اکرم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، کہ ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا چناں چہ ہم میں سے کوئی خیمہ لگا رہا تھا تو کوئی تیر اندازی کر رہا تھا، کوئی اپنے جانور چرانے کے لیے گیا تھا، کہ اچانک اسی دوران نبی کریم ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جائیں، اعلان سنتے ہی ہم لوگ جمع ہو گئے، رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے، اور ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا: بلاشبہ مجھ سے پہلے ہر نبی پر لازم تھا کہ وہ نبی امت کے حق میں جو خیر کی بات معلوم ہو جائے وہ انہیں بتائے، اور جو بات ان کے حق میں بری معلوم ہو اس سے انہیں ڈرائے، اور بلاشبہ آپ کی امت کے شروع حصہ میں عافیت اور سلامتی رکھی ہے اور بلاشبہ اس کے آخری حصہ میں آزمائش ہوگی اور ایسی باتیں ہوگی جن کو تم برا سمجھو گے، پھر اس کے بعد ایسے فتنے پیدا ہوں گے، کہ ایک کے مقابلہ میں دوسرا ہلکا معلوم ہوگا، تو مومن کہے گا بس اس میں میری ہلاکت و تباہی ہے پھر وہ فتنہ چھٹ جائے گا، پھر اس کے بعد کوئی دوسرا فتنہ سر اٹھارے گا پس مومن کہے گا اس میں میری ہلاکت ہے پھر یہ بھی چھٹ جائیگا، پس جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے تو اس کی موت ایسی حالت میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہو اور اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ رکھے جیسا وہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کو ساتھ رکھیں اور جو کسی امام سے بیعت کرے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور دل سے اس کے ساتھ عہد کرے تو حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، پھر اگر کوئی دوسرا شخص آئے اور حکومت کے معاملہ میں پہلے والے سے جھگڑا کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو، حضرت عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے درمیان سراٹھا کر کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے حدیث خود رسول اکرم ﷺ سے سنی؟ تو اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میرے دونوں کانوں نے یہ حدیث سنی، اور میرے دل نے اس کو محفوظ کیا۔

تشریح حدیث:

قوله: وان امتکم جعلت عافیتها فی اولہا: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر لازم ہے کہ اپنی اپنی امت کو ان باتوں سے آگاہ و باخبر کر دے جو ان کے حق میں مفید اور خیر ہیں جن میں امت کی دنیاوی و اخروی بھلائی مضمر ہے، اور ان باتوں سے آگاہ کریں اور ڈرائیں جن میں امت کے لیے دنیاوی و اخروی نقصان ہے، یہ تمام انبیاء کرام کے فرض منصبی میں داخل ہے۔

لہذا اے لوگو! اس امت میں خیر اور بھلائی تو شروع حصہ میں تھی، اس امت کا جو ابتدائی حصہ ہے یعنی حضرات صحابہ کرام کا ان میں خیر تھا بھلائی تھی، اور اس کے آخری حصہ میں تو بس فتنہ ہی فتنہ ہے، ہر روز نئے نئے ایک سے ایک بڑھ کر خطرناک اور بھیانک فتنہ جنم لے گا جس کو دیکھ کر لوگ پہلے فتنہ کو بھول جائیں گے اس کی شدت اور ہولناکی اور خطرناکی کو

دیکھ کر پہلے والا فتنہ ہلکا معلوم ہوگا بلاؤں اور مصیبتوں کا آغاز ہوگا طرح طرح کے ایسے حالات اور امور سامنے آئیں گے جن کو دیکھ کر حیرت و استعجاب کی وجہ سے دست بدان رہ جائیں گے، لوگ سمجھیں گے پس یہ تباہی کے لیے آخری فتنہ ہے اس میں تو ہلاک ہونا ہی ہوتا ہے لیکن یہ فتنہ بھی ٹل جائے گا پھر اس سے بھی زیادہ خطرناک اور دہشت ناک فتنہ ابھر کر سامنے آئے گا جس کو دیکھ کر مسلمان کہے گا پس اس میں ہماری ہلاکت و تباہی مقدر ہے لیکن اس فتنہ کا سیاہ بادل بھی چھٹ جائے گا اس طرح فتنے کا ایک لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا پس ان حالات میں جو جہنم سے بچنا چاہے اور جنت میں دخول چاہے اور اس کو اس بات سے خوشی ہو کہ میں جنتی بن جاؤں اور آتش دوزخ سے محفوظ ہو جاؤں تو پھر اس کو موت اس حال میں آنی چاہئے کہ اس کا ایمان اللہ کی ذات و صفات پر ہو اور آخرت کے دن پر ہو اور وہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ کریں اسی طرح حسن سلوک اور اچھے اخلاق پیش کریں جس طرح ان کی خواہش ہو لوگ ہمارے ساتھ اخلاق پیش کریں اور حسن سلوک کا معاملہ کریں۔

قولہ: ومن بايع اماماً: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا امام اور خلیفہ تسلیم کرے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر دل سے اپنا امیر اور حاکم مان لے اور دل و جان سے عہد کر لے تو پھر حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت و فرماں برداری لازم ہے، اس کے ساتھ خروج جائز نہیں، کسی شخص کی امارت و خلافت اور حکومت و بادشاہت تسلیم کرنے کے بعد کوئی دوسرا شخص آکر رخسہ ڈالے اور اس متحد شیرازہ کو بکھیرنا چاہے اور حکومت سازی کا دعویٰ کر کے امت کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو ایسا شخص قتل کئے جانے کا مستحق ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی گردن تن سے جدا کر دو۔

قولہ: فاعطاه صفقة يمينه: اى عهده وميثاقه لان المتعاقدين يضع احدهما يده فى يد الآخر، كفعل المتبايعين وهى من التصفيق بالدين۔

قولہ: ثمرة قلبه: كناية عن الاخلاق فى العهد والتزامه۔

ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج بغاوت کا شرعی حکم:

اس حدیث کے تحت ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ ظالم حکمرانوں اور بادشاہوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور ان کے خلاف خروج جائز ہے یا نہیں؟ آج کل یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ اور عقدہ لائیکل بنا ہوا ہے جمہور علماء کرام نے حدیث باب اور اسی جیسی دوسری حدیثوں کی بنیاد پر ظالم اور فاسق حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کو ناجائز لکھا ہے الا یہ کہ ان سے کفر صریح ثابت ہو حضرات فقہاء کرام بھی سلطان متغلب کی اطاعت واجب ہونے پر متفق ہیں اس سے بعض حضرات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف کسی بھی حال میں خروج و بغاوت جائز نہیں جب تک کہ اس کے کفر صریح کا ظہور نہ ہو، لیکن یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے بالخصوص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد پر، امام ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں: کان مذہبه (یعنی اباحیہ) مشہور فی قتال الظلمة وائمة الجور (۱)

(۱) احکام القرآن تحت قومہ لا ینال عہد الظالمین۔

## شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی رائے گرامی:

دور حاضر کے مشہور و معروف بین الاقوامی محقق و مدقق، آسمان فقہ و فتاویٰ کا روشن ستارہ علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نصوص شرعیہ اور کلام فقہاء کی طرف مراجعت کرنے کے بعد ہندے پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ امام کا فسق دو طرح پر ہے۔

(۱) ایسا فسق اختیار کرے جو اس کی ذات تک محدود رہے تو اس صورت میں خروج جائز نہیں، فقہاء کرام کا قول ان الامام الفاسق او الجائر لا يجوز الخروج عليه کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) ایسا فسق اختیار کرے جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو تو اس صورت میں چند شرائط کے ساتھ خروج جائز ہے، اس موضوع پر سب سے نفیس اور تحقیقی کلام حضرت تھانویؒ نے جزل الکلام فی عزل الامام میں فرمایا ہے جو امداد الفتاویٰ جلد پنجم میں شائع ہو چکا ہے شائقین حضرات وہاں اس کا مطالعہ فرمائیں، میر حاصل گفتگو ملے گی۔

### (۱۴۵۰) بَابُ التَّكْبِيْهِ فِي الْفِتْنَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عدیسہ بنت ابہان اور حضرت محمد بن مسلمؓ سے منقول ہیں اس باب میں فتنہ کے وقت حق اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی کے ساتھ رہنے اور اس پر جم جانے سے متعلق احادیث مذکور ہیں، فتنہ کا وقت آزمائش اور ابتداء کا وقت ہوتا ہے اس لیے آدمی کو چاہئے کہ اس وقت راہ راست سے دائیں بائیں قدم نہ بڑھائیں بلکہ سیدھا راہ حق پر قائم دائم رہے اور اللہ پاک سے ثبات فی الدین کے بارے میں دعا گو رہے۔

(۴۰۸۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَمَارَةَ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكُمْ وَيَزْمَانُ يَوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ يَغْزِبُ النَّاسَ فِيهِ غَزْبَةٌ وَتَبْقَى خِثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ قَدْ مَرَجَتْ غُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ فَاخْتَلَفُوا وَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ قَالَ تَأْخُلُونَ بِمَا تَغْرِفُونَ وَتَدْعُونَ مَا تَكْزُونَ وَتَقْبِلُونَ عَلَى خَاصَتِكُمْ وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَوَامِكُمْ.

ترجمہ حدیث: فتنہ کے وقت اپنی فکر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (لوگو!) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ (آٹے کی طرح) چھانیں جائیں گے اور (چھانی میں یعنی دنیا میں) آٹے بھوسے کی طرح

برے لوگ باقی رہ جائیں گے، ان کے عہد و پیمان اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی (یہ کہہ کر آپ حضرات صحابہ کرام کو سمجھانے کے لیے) فرمایا اس طرح اور آپ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں داخل کیں حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہم کیا کریں؟ جب صورت حال اس قدر ناگفتہ بہ ہو، آپ نے فرمایا (قرآن وحدیث کی روشنی میں) جو بات تم اچھی سمجھو اس کو اختیار کرو اور جو تم بری سمجھو اس کو ترک کر دینا، اور صرف اپنی فکر کرنا، اور اپنے عوام کا معاملہ ان کے حال پر چھوڑ دینا۔  
تشریح حدیث:

قوله: يغربل الناس فيه غربة حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب علماء، صلحاء، اتقیا، اصفیاء اور انیار لوگ ختم ہو جائیں گے صرف اشرار لوگ رہ جائیں گے اور دنیا صرف برائی اور برے اور خبیث النفس لوگوں کا آجگاہ بن جائے گی ہر طرف فسق و فجور، ظلم و جور، جبر و استبداد، کا طوفان چل رہا ہوگا فتنہ و فساد کا دور دورہ ہوگا امانت و دیانت دار لوگ بالکل نہیں ہوں گے جس طرح چھلنی سے آنے کو چھاننے سے بھوسہ وغیرہ ردی مال چھلنی میں رہ جاتا ہے اور عمدہ و نفیس مال نیچے گر جاتا ہے اسی طرح اچھے اور نیک لوگ سارے کے سارے اٹھا لیے جائیں گے صرف برے لوگ دنیا میں رہ جائیں گے گناہوں اور معاصی و منکرات کے بحر لا ساحل میں غوطہ لگانے والے ہی نظر آئیں گے کوئی ایک بھی ایسا متقی اور پرہیزگار نہیں ہوگا جس سے راہ راست اور صراط مستقیم معلوم کیا جاسکے تو اس وقت میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حکم دیا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جن چیزوں کو تم اچھا سمجھو اس پر عمل کرتے رہو اور قرآن وحدیث اور فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں جن چیزوں کو تم برا سمجھو اس کو چھوڑ دو۔ اور اس وقت صرف اپنی اصلاح کی فکر کرو عوام الناس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو۔

صاحب عون المعبود لکھتے ہیں يغربل الناس ای يذهب خيارهم ويبقى اراذلهم كانه نقى بالغربال كذا في المجمع (فيه) ای فی ذالك الزمان۔ (غزيلة) مفعول مطلق (تبقى حثاله) بمثله كغزابة من الناس ای اراذلهم قاله السيوطي (۱)

قوله: مرجعت عهدهم الخ ای اختلطت وفسدت۔ ان کی امانتیں اور عہد و پیمان سب ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا۔

قوله: شبك بين اصابعه: نبی کریم ﷺ نے راسخ فی النفوس اور اذخال فی الفہوم کے لیے اس کو مثال اور تمثیل کے ذریعہ سمجھایا اور اپنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں میں ڈال کر بتایا ای یفرج بعضهم ببعض وقلبس امر دينهم فلا يعرف الامين من الخائن ولا البر من الفاجر۔

قوله: كيف بنيا رسول الله ای لما فعل عند ذالك ولم تأمرنا اس وقت آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا جس کو تم اچھا سمجھو اس پر عمل کرو اور جس کو برا سمجھو اس کو چھوڑ دو۔

(۴۰۸۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ الْجَوْنِيَّ عَنِ الْمُسَعَّبِ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ وَمَوْثَايُصِيبُ النَّاسِ حَتَّى يَقُومَ الْبَيْتُ بِالْوَصِيفِ يَغْنَى الْقَبْرُ قُلْتُ مَا خَارَ اللَّهُ لِي وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ وَجَوْعًا يَصِيبُ النَّاسَ حَتَّى تَأْتِيَ مَسْجِدَكَ فَلَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى فِرَاشِكَ وَلَا تَسْتَطِيعَ أَنْ تَقُومَ مِنْ فِرَاشِكَ إِلَى مَسْجِدِكَ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ أَوْ مَا خَارَ اللَّهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ عَلَيْكَ بِالْعِفَّةِ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ وَقَتْلًا يَصِيبُ النَّاسَ حَتَّى تُغْرِقَ حِجَارَةَ الزَّيْتِ بِاللِّدْمِ قُلْتُ مَا خَارَ اللَّهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ الْحَقُّ بِمَنْ أَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَخْذُ بِسَيْفِي فَأَضْرِبُ بِهِ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ قَالَ سَارَ كُنْتَ الْقَوْمَ إِذَا وَلَكِنْ إِذَا دَخَلَ بَيْتَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ دَخَلَ بَيْتِي قَالَ إِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شِعَاعُ السَّيْفِ فَأَلْقِ طَرَفَ رِدَائِكَ عَلَى وَجْهِكَ فَيَبْهَرُ بِأَلَمِهِ وَإِلَيْكَ فَيَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ

### ترجمہ حدیث: فتنہ کے وقت بالکل الگ رہنے کا حکم

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا، جب لوگوں پر موت طاری ہوگی (وباء طاعون پھیل جائے گا اور بکثرت لوگ مریں گے) یہاں تک کہ قبر کی قیمت غلام کے برابر ہوگی میں نے عرض کیا، جو اللہ اور اس کے رسول میرے لیے پسند فرمائیں یا آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں (شک راوی) آپ نے فرمایا ابوذر اس وقت صبر کرنا اور آپ نے فرمایا اے ابوذر اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب لوگوں پر بھوک طاری ہوگی حتیٰ کہ جب تم مسجد آؤ گے تو واپس اپنے بستر یعنی گھر تک جانے کی ہمت واستطاعت نہ ہوگی، اور نہ بستر سے اٹھ کر مسجد تک آنے کی ہمت ہوگی عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو اس کا زیادہ علم ہے (کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے) (یا فرمایا وہ کروں گا) جو اللہ اور اس کے رسول میرے لیے تجویز فرمائیں گے (یہاں بھی شک راوی کا بیان ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت حرام اور ناجائز سے بچنے کی کوشش کرنا۔

آپ نے فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب لوگوں کا قتل عام ہوگا یہاں تک حجارة الزیت (مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے خون میں ڈوب جائے گا میں نے عرض کیا میرے لیے جو بھی اللہ اور اس کے رسول تجویز فرمائیں گے آپ نے فرمایا جن لوگوں میں سے ہوں ہی لوگوں کے ساتھ مل جانا یعنی اہل مدینہ کے ساتھ شامل ہو جانا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی تلوار لے کر ایسا قتل عام کرنے والوں کو نہ ماروں آپ نے فرمایا پھر تو تم بھی اس فتنہ

میں شریک ہو جاؤ گے اس لیے تم اپنے گھر میں گھس جانا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر فسادی اور قاتل میرے گھر میں گھس آئیں تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہیں تلوار کی چمک سے خوف ہو تو چادر منہ پر ڈال لینا، تاکہ وہ قتل کرنے والا تمہارا اور اپنا گناہ سمیٹ کر روزِ نخی بن جائے۔

تشریح حدیث:

قوله: حتی يقوم البیت بالوصیف: حدیث شریف میں یہاں بیت سے مراد متبر ہے اور وصیف بمعنی خادم، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ طاعون اور وباء پھیلنے کی وجہ سے موت کی کثرت اس طرح سے ہوگی لوگ اپنے اپنے مردوں کو دفن و کفن میں مشغول ہوں گے ان میں کوئی قبر کھودنے والا نہیں ملے گا، اور نہ کوئی دفن کرنے والا ملے گا یہاں تک کہ لوگ اجرت اور قیمت پر قبر کھودیں گے اور کفن و دفن کریں گے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کثرتِ اموات کی وجہ سے دفن کے لیے قبروں کی جگہ تنگ پڑ جائے گی دفن کرنے کے لیے کوئی سرزمین میسر نہ آئے گی یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے مردوں کو دفن کرنے کے لیے قبریں قیمت دے کر خریدنی ہوگی قال الخطابی فی معالم السنن: البیت فہنا القبر، والوصیف الخادم یرید ان الناس یشغلون عن دفن موتاہم حتی لا یوجد فیہم من یحفر قبراً لمیت، ویدفنہ الا ان یعطی وصیفاً او قیمۃ، واللہ اعلم، وقد یكون معناه ان یکون مواضع القبور تضیق عنہم فیتباعون لموتاہم القبور کل قبر بوصیف (۱)

حضرت شیخ عبدالغنی مجددیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے طاعون عموماً اس کی طرف اشارہ ہو جو ملک شام میں خلافت فاروقی کے دور میں پیش آیا تھا جس میں قبیلہ کے قبیلہ ہلاک ہو جاتا تھا۔

قوله: حتی تغرق حجارة الزيت بالدم حجارة الزيت: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور غالباً اس سے واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں مدینہ منورہ میں پیش آیا واقعہ اس قدر بھیانک اور لرزہ خیز اور دردناک ہے کہ اس کو لکھتے ہوئے بھی قلم خون کے آنسو روتا ہے۔

واقعہ حرہ پر ایک نظر

اور اس کی منظر کشی سے قلم عاجز و قاصر ہے اجمالی طور پر واقعہ حرہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب بد بخت یزید بن معاویہ کی فوج نے میدانِ کربلا میں حضرت حسینؑ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست جہلکا مچ گیا اور یزید کے خلاف عام مسلمانوں میں نہایت نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے اور ادھر اس کی بدکاریوں و بے اعتدالیوں اور بدست زندگی کے واقعات نے اس کی طرف سے لوگوں کو پہلے ہی بدظن کر رکھا تھا چنانچہ اہل مدینہ نے متفقہ طور پر اس کی



خلافت و حکومت سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کے خلاف اعلان جہاد کروایا جب یزید کو اس کا علم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کے کمانڈری میں ایک بہت بڑا لشکر جرار اہل مدینہ کو کچلنے کے لیے روانہ کیا، چنانچہ مسلم بن عقبہ مدینہ پہنچ کر مغربی حرہ کی جانب سے شہر پر دھاوا بول دیا، اس وقت اہل مدینہ نے نہایت شجاعت و بہادری اور جواں مردی کے ساتھ یزید کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن اول تو وہ تربیت یافتہ فوج تھے اور تمام آلات حرب سے لیس تھے اس کے برخلاف اہل مدینہ بے سروسامانی کے عالم میں تھے جنگی ساز و سامان اور ہتھیار سے بالکل خالی تھے اس لیے مکمل طور پر مسلم بن عقبہ کی فوج کا مقابلہ نہ کر سکے، اور ہزیمت و شکست سے دو چار ہوئے، پھر تو مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج نے شہر مدینہ میں گھس کر ادھم اور تباہی مچائی، قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا کہ الامان والحفیظ پورا مدینہ خون میں ڈوب گیا، عصمت و عفت کو ایسا تار تار کیا کہ آسمان پر فرشتے بھی رو رہے تھے، کئی دن تک یہ ہولناک اور دردناک سلسلہ جاری رہا ہزاروں مسلمانوں کو نہایت بے دردی اور سفاکی سے قتل کر دیا جن میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک بہت بڑی تعداد تھی شہر مقدس اور مسجد نبوی کی حرمت کو پامال کیا گیا، صرف مدینہ کی حرمت کو پامال کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بعد یزید کی فوج مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئی جہاں کے لوگوں نے بہت پہلے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا تھا یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ میں بھی بے پناہ تباہی مچائی، اور خانہ کعبہ کی حرمت تک پامال کیا اسی سال یزید کا انتقال ہوا، اور یہ واقعہ حرہ ۶۳ھ کا ہے۔

قولہ: الحق یمن افت منه: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کے پاس چلے جانا جس سے تعلق رکھتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو لوگ تمہارے دین و مسلک کے ہمنوا اور تمہارے خیالات اور اعمال افعال کے موافق ہوں ان کے پاس چلے جانا، قاضی عیاضؒ نے اسی جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم اپنے اہل واقارب کے پاس اس وقت چلے جانا، اور اپنے گھر میں خاموشی سے بیٹھے رہنا، علامہ طبری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ فتنہ و فساد پھوٹ پڑا ہو قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو، صلح اور ہتھیار بند ہونا گویا اس خون ریزی میں شرکت ہے اور فتنہ پرداز کی صفوں میں شامل ہونا ہے لہذا تم نہ ہتھیار سے لیس ہونا اور نہ کسی کے خلاف جنگ میں شریک ہونا بلکہ اپنے امام و مقتدی اور صلح و امن، پسند لوگوں کے ساتھ رہنا، یہاں تک کہ تم اس راہ میں کامیاب ہو جاؤ۔

## ایک اشکال اور اس کا جواب:

لیکن اس وضاحت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت ابوذر غفاریؓ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے امام اور امیر کے ساتھ رہیں جو یقیناً اس وقت قتل و قتال اور خون ریزی میں ایک فریق کی حیثیت رکھے گا، دوسری طرف یہ حکم دیا گیا کہ وہ قتل و قتال سے بالکل کنارہ کش اور دور رہیں، یہ دونوں باتیں بیک وقت کس طرح ممکن ہوگی؟

اس اشکال کا جواب ابن الملک نے اس طرح دینے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کا حکم تو یہی ہے کہ اگر کوئی شخص ناحق و ازراہ ظلم خون ریزی کا ارتکاب کرنا چاہے کہ اس کا دفاع کرنا اور اس فتنہ پرور اور فساد انگیزی کو بزور طاقت ختم کرنے کی سعی کرنا واجب ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اس وقت ہتھیار بند ہونا، گویا فتنہ پردازوں کی جماعت کے ساتھ شریک ہونا ہے تو اس کا اصل مقصد خون ریزی کی برائی اور ہولناکی کو واضح کرنا ہے اور اس کے تباہ کن اثرات کے خلاف آگاہ و متنبہ کرنا ہے تاہم اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر خون ریزی اور قتل و غارت گری کرنے والا شخص اگر مسلمان ہو تو طاقت و قوت کے ذریعہ اس کا دفاع کرنا اور اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے مقابلہ آرائی کی صورت میں مزید فتنہ کی آگ بھڑکنے کا خوف نہ ہو اور اگر وہ دشمن کوئی غیر مسلم ہو تو پھر اس کا ہر ممکن ذریعہ سے مقابلہ کر کے اس کا استیصال کرنا اور اس کے ساتھ ہر صورت میں لڑنا واجب ہے۔

### فتنہ کے وقت کپڑا منہ پر ڈالنے کا مطلب

قولہ: فالنق طرف ردائك على وجهك: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ کے وقت تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور اگر دشمن تمہارے گھر میں گھس آئے اور اس کی تلوار کی چمک سے تمہیں خوف و ڈر ہو تو اپنے چہر پر چادر کا کنارہ ڈال لو۔ لیکن کسی حال میں بھی آتش فتنہ نہ جلو، مطلب یہ ہے کہ اگر قتل و قاتل کرنے والا تم پر حملہ بھی کر دے تو بھی تم ان سے نہ لڑو بلکہ ان کے حملے کے وقت کسی بھی ذریعہ سے اپنے آپ کو غافل اور غیر متعلق بنا لو، تا کہ تمہیں اس حملہ سے خوف نہ ہو، یعنی مظلوم بن کر شہید ہو جانا لیکن اس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانا، کیوں کہ بہر حال وہ مسلمان ہوں گے اور مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی خون ریزی کی برائی اور اس سے بچنے کی فضیلت کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ چاہے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے پھر بھی کسی مسلمان کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانا ورنہ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے وہ بتایا جا چکا ہے کہ فتنہ کا سرکچنے کے لیے اور ناحق خون ریزی پر آمادہ شخص کا دفاع کرنے کے لیے لڑنا جائز ہے اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو<sup>(۱)</sup>

### فتنہ کے وقت کسی فریق کا ساتھ دینا

فتنہ کے وقت کسی ایک فریق کے ساتھ ملکر قتال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام کی دورائیں ہیں: رائے اول:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جب فتنہ واقع ہو تو اس وقت کسی بھی فریق



میں اکثر لوگوں کی عقلیں سلب ہو جائیں گی، اور ذروں کی طرح (ذلیل و خوار) لوگ باقی رہ جائیں گے پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بخدا میرا گمان ہے کہ میں اور تم اس زمانہ کو پاؤ گے اور خدا کی قسم اگر وہ زمانہ ہم پر آیا تو اس سے نکلنے کے لیے ہمارے واسطے کوئی راہ نہ ہوگی، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس فتنہ سے نہ نکل سکیں گے مگر اسی طرح جس طرح داخل ہوئے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: تنزع عقول اکثر ذالك الزمان، مطلب یہ ہے کہ شدت فتنہ کی وجہ سے اس زمانہ میں اکثر لوگوں کی عقلیں جاتی رہیں گی عقل مند لوگ کم رہیں گے صرف ذلیل و خوار لوگ رہ جائیں گے۔

قولہ: ما الہرج؟ قال القتل: انما فسرہ اخذ بالاصل والا فالہرج معناه کبر: ہرج القوم بھرج ہرجا لوگوں کا فتنہ و فساد اور قتل و قاتل میں مبتلا ہونا اردو میں اس کو ہرج مرج یعنی شورش اور بلوی کہتے ہیں پس ہرج سے مراد وہ خون ریزی، اور قتل و غارت گری ہے جو مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار کے فتنہ کی صورت میں اچھے اور برے کاموں کی تمیز مفقود ہو جانے کے بعد پھیل جائے امت مسلمہ میں ہرج کا یہ فتنہ حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد سے جاری ہوا اور اب تک چل رہا ہے۔

(۴۰۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدٍ مُؤَدِّنُ مَسْجِدِ خَزْدَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عُذَيْسَةُ بْنُ أَهْبَانَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا الْبَصْرَةَ دَخَلَ عَلَى أَبِي فَقَالَ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَلَا تُعِينُنِي عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَالَ بَلَى قَالَ فَدَعَا جَارِيَةً لَهُ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ أَخْرِجِي سِنْفِي قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ فَسَلَّ مِنْهُ قَلْبَرٌ شِبْرٍ فَإِذَا هُوَ خَشَبٌ فَقَالَ إِنَّ خَلِيلِي وَابْنَ عَمِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَ إِلَيَّ إِذَا كَانَتْ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَأَتَّخِذْ سِنْفًا مِنْ خَشَبٍ فَإِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ مَعَكَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيكَ وَلَا فِي سِنْفِكَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عدیسہ بنت اہبان فرماتی ہیں کہ جب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ یہاں بصری تشریف لائے تو وہ میرے والد صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو عدیسہ ان لوگوں کے خلاف کیا تو میری مدد نہیں کرے گا؟ کہا کیوں نہیں (ضرور مدد کروں گا) انہوں نے اپنی باندی سے کہا میری تلوار نکال لا چناں چہ باندی تلوار لے کر آئی اور ایک بالشت کے بقدر تلوار میان سے نکال لی تو دیکھا کہ وہ لکڑی کی تھی، اور فرمایا میرے دوست اور آپ کے چچا زاد بھائی نے مجھے یہ تاکید فرمائی تھی جب مسلمانوں کے درمیان فتنہ ہو تو تلوار لکڑی کی بنالینا، آپ چاہیں تو میں یہی تلوار لے کر آپ کے ساتھ نکلوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھے تمہاری اور تمہاری تلوار کی کوئی حاجت نہیں۔  
تشریح حدیث:

قولہ: فاتخذہ من خشب: کنایہ عن العزلة والكف عن القتال والالجماع عن الفرقتين جميعا۔ لکڑی کی تلوار بنا لیا کنایہ ہے ترک قتال اور فتنہ سے الگ تھلگ رہنے سے یعنی فتنہ کے وقت تم بالکل علیحدہ رہنا، لیکن حضرت ابہانؓ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بقاعدہ لکڑی کی ایک تلوار بنا رکھی تھی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ شاید ان صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق پر ہونا ظاہر نہ ہو اس لیے وہ لوگ کسی بھی جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوئے بلکہ اس سے علیحدہ رہے اور شاید یہ واقعہ جنگ جمل کا ہو، جو ۳۶ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لشکروں کے مابین قصاص قتل سے متعلق ہوئی، جس کا تفصیلی واقعہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

(۴۰۸۳) حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شَرْحَبِيلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتْنًا كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُضِيحُ الرَّجُلُ فِيهَا مِثْلَ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ وَهُوَ يَمْسِي كَافِرًا وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُضِيحُ كَافِرًا الْقَاعِدَ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَكَسِرُوا قِسِيَكُمْ وَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوا بِسِيوفِكُمُ الْحِجَارَةَ فَإِنْ دَخَلَ عَلَى أَحَدِكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنِي آدَمَ.

ترجمہ حدیث: فتنوں کے ظہور کے وقت گوشہ نشینی ہی میں عافیت ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قیامت کے قریب سیاہ تاریک رات کے ٹکڑے کے مانند فتنے ہوں گے (اور وہ فتنے اس قدر سر بلع الاثر ہوں گے) کہ آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور کفر کی حالت میں شام کرے گا، اور شام کے وقت مومن ہوگا لیکن وہ صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔ اس فتنہ میں بیٹھنے والے کھڑے ہونے والے سے اور کھڑے ہونے والے چلنے والے سے اور چلنے والے دوڑنے والے سے بہتر ہوگا پس (اس وقت) اپنی کمائیں توڑ ڈالو، اور اپنی کمائوں کی تانتیں کاٹ ڈالو، اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مار کر کندہ کر لیا، اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی گھس آئے (اور مارنے لگے) تو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ہابیل قابیل) میں سے بہتر کی طرح ہو جائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: القاعد فیہا خیر من الساعی: فتنہ کے وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اس لیے بہتر ہوگا کہ کسی چیز کے پاس کھڑے رہنے والا شخص اس چیز سے زیادہ قریب ہوتا ہے کہ اس کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے جب کہ ادھر ادھر

بیٹھا رہنے والا شخص اس چیز کو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے، لہذا فتنوں میں کھڑا ہونے والا شخص ان کو دیکھنے اور سننے کی وجہ سے کہ جن کو بیٹھنے والا شخص نہیں دیکھ سکے گا عذاب سے زیادہ قریب ہوگا، ہو سکتا ہے کہ اس جملہ میں بیٹھنے والے سے مراد وہ شخص ہو جو اس زمانہ کا ظاہر ہونے والے فتنہ کا محرک نہ ہو، بلکہ اس سے دور رہ کر اپنے مکان میں بیٹھا رہے اور باہر نہ نکلے، اور کھڑا ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جس کے اندر اس فتنہ کے تعلق سے کوئی داعیہ اور تحریک تو ہو مگر فتنہ انگیزی متردد ہو۔  
حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں اس جملے سے مقصود اس فتنے کے عظیم اور سنگین خطرات ہونے اور اس سے حتی الامکان بچنے کی طرف اشارہ ہے اور اس پر ابھارنا ہے کہ ہر ممکن اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

قوله: فکسر و افسیکم: اپنے مکان کو توڑ ڈالو، اپنے تانتوں کو کاٹ ڈالو اور تلواروں کو پتھر پر مار کر کند کرلو، حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے آلات حرب و جنگ کے سامان کو ختم کر دے اس لیے کہ جب آلات ہی نہ ہوں گے تو خود قتال میں شریک نہ ہوگا اپنے نفس پر باب قتال کو بند کرنے کے لیے حقیقت میں ایسا کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سیف اور قطع اوتار سے در حقیقت ترک قتال مجازاً مراد ہے لیکن پہلا مطلب زیادہ صحیح ہے۔ اس حدیث اور ماقبل کی حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ فتنہ کے وقت کسی بھی حال میں جنگ میں شریک ہونا جائز نہیں ہے لیکن اس بارے میں مکمل کلام ماقبل میں آچکا ہے اور وہاں جمہور علماء کا قول بھی سپرد قلم کر دیا گیا ہے۔

(۴۰۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ أَوْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جَدْعَانَ شَكَّ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَزْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ وَفُرْقَةٌ وَاجْتِلَافٌ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَأَتِ بِسَيْفِكَ أَخِيًّا فَإِضْرِبْهُ حَتَّى يَنْقَطِعَ ثُمَّ اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ حَتَّى تَأْتِيكَ يَدٌ خَاطِلَةٌ أَوْ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ فَقَدْ وَقَعَتْ وَفَعَلْتُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت محمد بن مسلمہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب فتنہ ہوگا اور افتراق و اختلاف رونما ہوگا جب یہ صورت حال ہو تو اپنی تلوار لے کر احد پہاڑ پر چلے جانا اور اس پر مارتے رہنا یہاں تک کہ ٹوٹ جائے، پھر اپنے گھر جا کر بیٹھے رہنا یہاں تک کہ خطا کار ہاتھ یا فیصلہ کن موت تم تک پہنچے۔ حضرت محمد بن مسلمہؒ فرماتے ہیں یہ حالت آپہنچی اور میں نے وہی کیا جو رسول اکرم ﷺ نے کرنے کا حکم دیا تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ فتنہ اور آپسی اختلاف و افتراق کے وقت فتنہ سے بالکل علیحدہ رہو، اس فتنہ میں

مت پڑو اور آلات حرب اور جنگی سامان تلوار وغیرہ کو احد پہاڑ کے پتھروں پر مار مار کر توڑ ڈالو۔ اس لیے جب ہاتھ میں تلوار نہیں رہے گی تو فتنہ میں کسی کے ساتھ بھی نہ ہوگا جب ہاتھ میں چمکتی تلوار ہوتی ہے تو خون جوش مارنے لگتا ہے اور شیطان غلط استعمال کرانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے تلوار ہی کو توڑ ڈالو، تاکہ نہ رہے ہانس اور نہ بچے ہانسری۔

### (۱۲۵۱) بَابُ إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہیں باب ہذا کی احادیث کا حاصل یہ ہے کہ جب دو یا اس سے زیادہ مسلمان شمشیر برہنہ لے کر آمنے سامنے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دونوں کی نیت اپنے فریق کو قتل کرنے کی ہوتی ہے اس لیے دونوں ہی جہنمی ہیں۔

(۳۰۸۶) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَبَارَكُ بْنُ مَعْجَمٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ ضَهْبِيبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ التَّقَى بِأَسْيَافِهِمَا إِلَّا كَانَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ۔

### ترجمہ حدیث: قاتل اور مقتول دونوں جہنمی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں (اور مقصد دونوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا ہو) تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔  
تشریح حدیث:

قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول بھی دوزخ میں اس لیے جائے گا کہ مقتول کا مقصد اور نیت اپنے فریق کو قتل کرنا تھا یہ اور بات ہے کہ وہ کامیاب نہ ہو سکا اور دوسرے نے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا لیکن چوں کہ نیت قتل کرنے کی تھی اس لیے مقتول بھی دوزخ میں جائے گا۔

(۳۰۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سَلِيمَانَ التَّيْمِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي عَزُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ۔  
ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین

نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کا کیا حال ہے (وہ جہنم میں کیوں جائے گا) آپ نے فرمایا اس لیے وہ اپنے ساتھی کے قتل کے درپے تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت قطعاً نہیں۔

(۲۰۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رُبَيْعِ بْنِ حِزَّاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَخِيهِ السَّيَاحَ فَهُمَا عَلَى جُزْفٍ جَهَنَّمَ فَإِذَا قُتِلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبُهُ دَخَلَهَا جَمِيعًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے تو وہ دونوں جہنم میں داخل ہوں گے۔

تشریح حدیث:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں لیکن ان دونوں کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان دونوں کو دوزخ میں داخل کر کے بعد تطہیر نکال لے گا جس طرح تمام موحدین کو جہنم سے نکالے گا اور اگر چاہے گا تو اللہ تعالیٰ بالکل ہی معاف کر دے کوئی سزا نہ دے، بلکہ ان کے ساتھ فضل کا معاملہ کرے۔ بعض شارحین کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث مستحل پر محمول ہے لہذا اس حدیث سے معتزلہ اور خوارج کا اس بات پر استدلال کرنا کہ اہل المعاصی مخلص النار ہوں گے بالکل سو فیصد غلط ہے اس لیے ان دونوں کا جہنم میں جانا استمرار پر دل نہیں ہے وہ دایماً اس میں رہے گا۔

(۲۰۸۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَكَمِ الشُّدُوسِيِّ حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن عند اللہ سب سے زیادہ ذلیل شخص

حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب زیادہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بدترین وہ شخص ہوگا جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے چکر میں برباد کرے گا۔



## تشریح حدیث:

بعض روایت میں من أسوأ الناس منزلة آیا ہے اور بعض روایت میں ان شر الناس آیا ہے اور بعض میں ان من شر الناس آیا ہے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ دوسروں کی دنیاوی فائدے کے لیے اپنی آخرت کو برباد کر دیتا ہے بایں طور کے اپنے دین و ایمان کو اس کی دنیا کے واسطے فروخت کر دیتا ہے اس کے لیے ظلم زیادتی پر شہادت دیتا ہے بادشاہ اور سلطان کے سامنے خلاف واقعہ مدح و سراوی اور جھوٹی ثنا خوانی کرتا ہے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل و خوار اور بدترین ہوگا، حضرات فقہاء کرام نے اس کا نام رخص الاخساء رکھا ہے اور حدیث شریف میں لفظ جل یا مراء کے ذکر کرنے کے بجائے لفظ عبد کا ذکر کرنا شدید تو بیخ کے لیے ہے بایں طور کہ اس نے اپنے مولیٰ و آقا کی رضامندی کو اپنے جیسے آدمی کی رضامندی کے خاطر ترک کر دیا، اور اپنی آخرت کی زندگی کو برباد کر لیا، اس میں شدت تو بیخ ہے۔

## (۱۴۵۲) بَابُ كَيْفِ اللِّسَانِ فِي الْفِتْنَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت علقمہ بن وقاصؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ حضرت معاذ بن جبلؓ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ایدالشعثا سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ فتنہ کے وقت اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے اگر زبان کو قابو میں نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ اہل باطل اور باغی جماعت کی تائید کر دے اور گناہ کا مرتکب ہو۔ اس لیے کف لسان ہی افضل ہے۔ (۴۰۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فَيَتَهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ.

## ترجمہ حدیث: زبان کا تلوار سے زیادہ تیز ہونا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک فتنہ ایسا (خطرناک) ہوگا جو تمام عرب کو اپنے لپیٹ میں لے لیگا، اس میں مارے جانے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اور فتنہ میں زبان تلوار کی ضرب سے زیادہ سخت ہوگی۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کے موقوف اور مرفوع ہونے میں محدثین میں اختلاف ہے بعض نے مرفوع قرار دیا ہے، بعض نے موقوف اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں ایک ایسا ہولناک اور خطرناک فتنہ ظاہر ہوگا جو عربوں پر جھاڑو پھیر دے گا یعنی اس میں بڑی تعداد میں عرب مارے جائیں گے اور جو بھی اس فتنہ میں مقتول ہوگا، وہ سب دوزخ میں جائیں گے، اور اس فتنہ میں زبان تلوار سے بھی زیادہ تیز اور سخت ہوگی، نیز بھالے اور تلوار سے جو زخم جسم پر لگتا ہے وہ

مرہم پٹی سے بھر جاتا ہے اور زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن زبان کے ذریعہ ذہن و دماغ پر اور قلب پر جو زخم لگتا ہے وہ صدیوں مندمل نہیں ہوتا ہے کسی عرب شاعر نے کہا ہے۔

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

اب رہا یہ سوال کہ حدیث شریف میں جس فتنے کا تذکرہ ہے کیا وہ فتنہ ہو چکا ہے یا ابھی رونما نہیں ہوا ہے، شارحین لکھتے ہیں اس فتنہ کا مصداق تاہنوز نہیں پایا گیا، ابھی تک کوئی ایسا فتنہ ظاہر نہیں ہوا ہے جو عربوں میں جھاڑو پھیر دے، اور حضرت علی و معاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی وہ اس کا مصداق نہیں ہے پس اس حدیث کی وجہ سے دونوں طرف سے مقولوں کو دوزخی کہنا صحیح نہیں ہے اور اس باب کے تحت اس حدیث شریف کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے، اگر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لے تب تو کوئی بات ہی نہیں، لیکن اگر لوگوں کے درمیان رہے تو پھر اس فتنہ سے متعلق کف لسان کرے تاکہ کسی درجہ میں فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہے۔

(۳۰۹۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُفْمٌ وَالْفِتْنُ فَإِنَّ اللِّسَانَ فِيهَا مِثْلُ رَفْعِ السَّيْفِ

ترجمہ حدیث: فتنہ سے بچنے کا تا کیدی حکم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم فتنوں سے بچو، اس لیے کہ فتنوں میں زبان سے (بات کرنا) تلوار کی ضرب کے مانند (سخت) ہوگی

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مر قبل ذالک

(۳۰۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُفْمٌ وَالْفِتْنُ فَإِنَّ اللِّسَانَ فِيهَا مِثْلُ رَفْعِ السَّيْفِ

أَبِيهِ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ قَالَ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ لَهُ شَرْفٌ فَقَالَ لَهُ عَلْقَمَةُ إِنَّ لَكَ رَحِمًا وَإِنَّ لَكَ حَقًّا وَإِنِّي رَأَيْتُكَ تَدْخُلُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْأُمَرَاءِ وَتَسْأَلُهُمْ بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكَلَّمَ بِهِ وَإِنِّي سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِّيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَسْأَلُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا يَكُتُبُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَسْأَلُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا يَكُتُبُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ قَالَ عَلْقَمَةُ فَأَنْظُرْ وَيَحْكَمْ مَاذَا تَقُولُ وَمَاذَا تَكَلِّمُ بِهِ فَرَبُّ كَلَامٍ قَدْ مَنَعَنِي أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ مَا سَمِعْتُ مِنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت علقمہ بن وقاصؓ کہتے ہیں کہ اس کے پاس سے ایک صاحب شرف آدمی گزرا، تو حضرت علقمہؓ نے فرمایا تمہارے ساتھ قرابت ہے اور تمہارا میرے اوپر حق ہے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ان حکام کے پاس جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے باتیں کرتے ہیں، حالاں کہ میں نے صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزیؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے کوئی ایک اللہ کی رضا مندی کے لیے کوئی بات کرتا ہے حالاں کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ زبان کہاں تک پہنچے گی (اور کس قدر موثر اور اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگی) تو اللہ تعالیٰ محض ایک بات کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے لیے خوشنودی لکھ دیتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص اللہ کی ناراضگی والی کوئی بات کرتا ہے اور اسے یہ گمان بھی نہیں ہو پاتا کہ وہ بات کہاں تک پہنچے گی، اللہ تبارک و تعالیٰ اس ایک بات کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے لیے ناراضگی لکھ دیتا ہے، حضرت علقمہؓ نے فرمایا نادان غور کیا کرو کہ تم کیا گفتگو کرتے ہو اور کون سی بات کہتے ہو میں بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں، لیکن بلال بن حارث سے سنی ہوئی حدیث مجھے وہ باتیں کہنے سے مانع ہو جاتی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ انسان اپنی زبان سے ایسا کلمہ نکالتا ہے اور اللہ کی رضا مندی و خوشنودی والی ایسی بات کہتا ہے کہ اس کے وہم و گمان اور حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا ہے کہ اس رضا مندی والے کلمہ کا اثر کتنا اچھا اور درست ہوگا اس ایک کلمہ رضا مندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ان بندوں میں شامل کر لیتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ انسان اپنی زبان سے اللہ کی ناراضگی والا کلمہ نکالتا ہے اور اس قدر زہریلا اور خطرناک ہوتا ہے کہ انسان کو بتا بھی نہیں چلتا ہے اور اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور قیامت تک کے لیے اپنے ان بندوں میں اللہ پاک شامل کر دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے اس لیے انسان کو چاہئے کہ زبان سے کوئی بھی کلمہ نکالنے سے پہلے غور کرے اور اس کے اچھے اور برے نتائج کے بارے میں سوچے پھر نکالے اگر اس کلمہ کا نتیجہ منفی اور برا ہو تو کف لسان کر لے، زبان نہ کھولے۔

(۴۰۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو يُوْسُفَ بْنُ الصَّنِيدِ لَأَنِّي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ابْنِ

إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الرَّجُلَ

لَيَسْكُنُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ مَسْخَطِ اللَّهِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا فَيَهْوِي بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِينَ خَرِيفًا.

## ترجمہ حدیث: اللہ کی ناراضگی والے کلمہ کا اثر بد

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (بسا اوقات) آدمی اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات کہہ بیٹھتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا ہے حالاں کہ اس کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں تیرہ برس تک گرے گا۔

تشریح حدیث:

کلمہ بد اور کلمہ خط زبان سے نکالنے کے اثر کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض مرتبہ آدمی ہنسی مزاح میں ناراضگی اور سخت والا کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے اور اس کو کوئی احساس تک نہیں ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی حرج سمجھتا ہے حالانکہ وہ اس قدر خطرناک اور بھیانک ہوتا ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے ستر برس دوزخ کی آگ کی کھائیوں میں گرتا ہے یہ زبان سے برے کلمے نکالنے کے بارے میں شدید وعید ہے۔

(۴۰۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَيْسَ سَكَتٌ

ترجمہ حدیث: زبان سے اچھی بات نکالے یا پھر خاموش رہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا ایمان اللہ اور آخرت کے دن پر ہو تو اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح جلد ۱

(۴۰۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَاعِزٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّ سَفْيَانَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْثَقَفِيَّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدَّثْنِي بِأَمْرٍ أَغْتَصِمُ بِهِ قَالَ قُلْ رَبِّي اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَكْثَرَ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا

ترجمہ حدیث: زبان کو کنٹرول میں رکھو:

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک ایسی بات بتائیے کہ میں اس کو مضبوطی سے تھامے رہوں، آپ نے فرمایا کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق سب سے زیادہ کس چیز کا خطرہ ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اس سے۔

تشریح حدیث:

قل ربی اللہ ثم استقم مسلم شریف کی روایت میں قل آمنت باللہ ثم استقم آیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور یہ دونوں جملے درحقیقت ارشاد ربانی: ان الدین عند اللہ الاسلام ثم استقاموا (بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کیا) سے ماخوذ ہے اور استقامت کی تفسیر سیدنا حضرت

ابو بکر صدیقؓ سے ان الفاظ میں منقول ہے: الاستقامة عدم الالتفات الی غیر الله تعالیٰ قطعاً۔ غیر اللہ کی جانب کی معاملہ میں بالکل التفات و توجہ نہ کرنا استقامت ہے، صوفیاء کے یہاں تصوف اور احسان و سلوک کا حاصل اور ماخذ بھی یہی ہے اس لیے کہ عارفین کے کمال و احوال، صفاء قلوب فی الاعمال اور بدعت و خرافات سے عقائد کے محلی و مصطفیٰ ہونے کا بالکل آخری درجہ ہے جن کو دین میں استقامت حاصل ہو گئی اس کو سب کچھ مل گیا۔ اور جس نے استقامت حاصل کیا ہی نہیں اس نے اپنی حالت کو ضائع اور اپنی کوشش کو برباد کیا، جیسا کہ الامام ابو القاسم قشیری نے صراحت کی ہے، استقامت سے متعلق تفصیلی گفتگو احقر نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ: ما اکثر ما تخاف علی یارسول الله! آپ میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز سے خوف کھاتے ہیں آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا اس سے یہ بہت زود اور سریع الاثر ہے اس کا حملہ تلوار کی ضرب اور وار سے بھی تیز ہوتا ہے اس لیے زبان کو قابو میں رکھ کر استعمال کرو۔ اور سوچ کر بولو۔ بول کر نہ سوچو۔ سوچ کر پھر بولنا عقلمندی اور دانش مندی کی پہچان ہے اور بول کر سوچنا حماقت اور بلا دلت کی نشانی ہے، العرض زبان اپنی جسامت و قدامت کے اعتبار سے بہت چھوٹی ہے لیکن جرم کرنے کے اعتبار سے بہت بڑی ہے جرمہ صغیر و جرمہ کبیر۔ اس کا جسم تو چھوٹا ہے مگر جرم بہت بڑا ہے اس زبان سے پیار و محبت کے پھول بھی کھلتے ہیں اور اسی سے نفرت و عداوت اور بغض و عداوت کی آگ بھی لگتی ہے۔

(۴۰۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ مُعَمَّرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَضْبَحَتْ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يَدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتُ عَظِيمًا وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَيَّ مَنْ يَسْرُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ تَعَبُدُ اللَّهُ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمِ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمِ جَنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَرَأَتْ جَعْفَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى بَلَغَ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعُمُودِهِ وَذُرْوَةِ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَخْبِرُكَ بِمَلَكَ ذَلِكَ كُلِّهِ قُلْتُ بَلَى فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ فَقَالَ تَكْفُفُ عَلَيْكَ هَذَا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا لَمُرَاخِدُونَ بِمَا تَكَلَّمُ بِهِ قَالَ تَكَلَّفْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسُ عَلَيَّ وَجُوهَهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا خَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا ایک دن میں آپ کے

قریب ہوا اور ہم آپ کے ساتھ چل رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک ایسا عمل بتائیے، (جس پر میں عمل کروں اور آپ مجھے جنت میں داخل کرادیں، اور دوزخ سے دور کر دے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تو نے بہت عظیم اور اہم بات دریافت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے اس کو آسان کر دے اس کے واسطے بہت آسان بھی ہے، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر اس کے بعد رسول پاک ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلا دوں (سنو!) روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں (کی آگ) کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور درمیانی شب کی نماز (بہت بڑی نیکی ہے) پھر اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فتجافی جنوبہم عن المضاجع۔ جزاء أبعما كانوا يعملون تک (ان کے پہلو الگ رہتے ہیں خواب گاہوں سے۔ اور یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے دنیا میں عمل کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ میں تجھے تمام باتوں کی اصل اور اس کا ستون نہ بتا دوں؟ (سنو!) (اسلام کی سب سے زیادہ بلند چوٹی جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں لڑنا ہے، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ان سب کاموں کی بنیاد نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا ضرور، آپ نے اپنی زبان پکڑی، اور فرمایا تم اس کو روک رکھو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جو گفتگو ہم کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہم پکڑ لیے جائیں گے، آپ نے فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو دوزخ میں اوندھے منہ ڈالے جانے کا باعث صرف ان کی زبان کی کھیتیاں (گفتگو) ہی تو ہوں گی۔

تشریح حدیث:

قولہ: الا حصائد السننہم: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دین کا وجود و بقا اور دین اسلام کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کو نقصان پہنچانے کی جڑ زبان ہے زبان کو قابو میں رکھو دین و دنیا کی فلاح و نجات کا پیش خیمہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا دین و دنیا کی تباہی کی طرف دھکیل دیتا ہے لہذا لازم ہے کہ زبان بند رکھی جائے، یعنی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکالے جائیں، جو برائی، فحاشی، اور بدکلامی کے حامل ہوں وہ برے کلام جو کفر آمیز یا گناہ اور فحاشی کے ہوں یا کسی کی غیبت کرنا جھوٹ بولنا، یا الزال تراشی کرنا، اور دیگر برائیاں ہیں کہ جن سے زبان و ذہن کی حفاظت نہ کی گئی تو سمجھ لو کہ دوزخ کا عذاب بالکل سامنے ہے، دین و دنیا کی بھلائی چاہنے والے اور ابدی نجات و سعادت کے طلب گار اسی لیے اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں نہ معلوم کب اس سے کوئی ایسا لفظ و کلام نکل جائے جس سے کفر بکنا یا گناہ و معصیت کی بات کہنا لازم آجائے، اور پھر اس کے پاداش میں عذاب الہی بھگتنا پڑے، درحقیقت زبان بہت بڑی وجہ سعادت بنتی ہے، جب اس سے نیک کام اور اچھے کلام اور خیر و بھلائی کے الفاظ و جملے نکلتے ہیں دنیا اور آخرت میں اسی انسان کا مرتبہ بلند و بالا مانا جاتا ہے جو زبان کی عظمت و تقدیس کو ہر حال میں محفوظ رکھے، بدکلامی اور بری باتوں سے بہر صورت اجتناب کرتا ہو۔

(۳۰۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ خُسَّانَ الْمَخْزُومِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلَامُ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: نفع و ہندہ کلام:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال جان ہے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے کہ انسانی کلام اور بات چیت میں کوئی قسم مباح نہیں ہے لیکن حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا مقصد شرعی طور پر غیر درست کلام اور گفتگو سے روکنے کے لیے تاکید اور مبالغہ پر محمول ہے اور ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ ابن آدم کا ہر کلام باعث حسرت و افسوس ہے اس کے لیے اس میں کوئی منفعت نہیں اس کلام کے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ سے ہو یا ان کی مانند دوسری باتوں سے ہو، اس تاویل سے نہ یہ کہ تمام احادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے گی بلکہ وہ اشکال و اضطراب بھی باقی نہ رہے گا جو مباح کلام کے سلسلہ میں پیدا ہو سکتا ہے۔

(۳۰۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَغْلَى عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَمْرٍو إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى أَمْرٍ إِنَّا فَنَقُولُ الْقَوْلَ فَإِذَا خَرَجْنَا قُلْنَا غَيْرَهُ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّفَاقَ.

ترجمہ حدیث: سامنے کچھ اور پیچھے کچھ بولنا نفاق ہے:

حضرت ابو الشعثاءؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے عرض کیا ہم اپنے حکام کے پاس جا کر کچھ بات چیت کرتے ہیں لیکن جب ہم ان کے پاس سے باہر نکل آتے ہیں تو ان باتوں کے خلاف کہتے ہیں (مثلاً سامنے تعریف کرنا اور پس پشت مذمت کرنا) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اس کو نفاق شمار کرتے تھے۔  
تشریح حدیث:

مطلب آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں۔

(۴۰۹۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ شَابُورٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَيْوِيلٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَسَنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَغْنِيهِ.

ترجمہ حدیث: لا یعنی امور کا ترک حسن اسلام ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لا یعنی بے مقصد کام کو ترک کر دے۔

تشریح حدیث:

یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن کو امام ابوداؤد محدث بحسنائی نے پانچ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے، امام موصوف کو پانچ لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں انہوں نے اس پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے ایک جگہ لکھی ہے جس کا نام سنن ابی داؤد ہے امام ابوداؤد نے ان چار ہزار آٹھ سو احادیث میں سے صرف چار احادیث کو انسان کے لیے دین پر چلنے کے لیے کافی قرار دیا ہے یعنی ان چار احادیث کے تقاضوں کو زندگی کا نصب العین بنا لے، اور انہیں کے مطابق چلتا رہے تو پوری شریعت اس کی زندگی میں داخل ہو جائے گی۔

پہلی حدیث:

علقمة بن وقاص الليثي يقول سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ ما نوى (۱)

حضرت علقمة بن وقاص لیثیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

دوسری حدیث:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حسن الاسلام المرء تركه ما لا يغنيه (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ لا یعنی باتوں کو بالکل ترک کر دے۔

تیسری حدیث

عن النعمان بن بشير يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الحلال بين وان الحرام بين وبينهما مشتبهات لا



یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام (۱)  
حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ بے شک حلال چیزیں بھی واضح ہیں اور باقیا حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ نادان واقف ہیں لہذا جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچے گا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرے گا اور جو شبہات میں پڑتا ہے وہ بالآخر حرام میں مبتلا ہوتا ہے۔

چوتھی حدیث

عن انس بن مالك عن النبي ﷺ قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه (۲)  
حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے اگر کوئی شخص ان احادیث اربعہ کے تقاضوں پر مکمل عمل کرے تو اس کی زندگی مکمل طور پر شریعت کے مطابق گزرے گی اور پورا دین اس کے اندر آ جائے گا، الغرض لا یعنی اموکا ترک کرنا اسلام کی اور صاحب اسلام کی مسلمان کی خوبی ہے جس کے اندر جس قدر اسلام ہوگا وہ اسی وجہ لا یعنی امور سے اجتناب کرے گا، لا فائدہ اور لا حاصل چیزوں کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

### (۱۳۵۳) بَابُ الْعَزْلَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ فتنہ کے وقت آدمی کو گوشہ نشین اور بالکل کنارہ کشی اختیار کر لینا چاہئے تاکہ وہ فتنے کے اثرات سے محفوظ رہے۔

(۳۱۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَذْرِ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ مَعَايِشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُنْهَكٌ بِعَيْنَانِ فَرَسَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَرْعَةً طَارَ عَلَيْهِ إِلَيْهَا يَتَّبِعُ الْمَوْتَ أَوْ الْقَتْلَ مَطَانَةً وَرَجُلٌ فِي غَنِيمَةٍ فِي رَأْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هَذِهِ الشَّعَافِ أَوْ بَطْنٍ وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يَقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ.

ترجمہ حدیث: مثالی قابل تقلید زندگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین زندگی اس آدمی کی ہے جو راہ خدا میں اپنے

گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو اور اس کی پشت پر اڑتا پھرے، جب بھی گھبراہٹ یا خوف کی آواز سنے تو گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً شہادت کی تلاش میں یا کفار کو قتل کرنے کی خواہش میں وہاں پہنچ جائے اور ایسے موقع کی تاک میں رہے، دوسرا آدمی جو اپنی چند بکریاں لیے کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی دادی میں ہو، وہاں نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے، یہاں تک کہ موت آجائے، اور لوگوں کے متعلق بھلائی اور خیر ہی سوچتا رہے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) سب سے عمدہ اور افضل ترین زندگی ان لوگوں کی ہے جو لیلائے شہادت کی تلاش میں اور کفار و شرکین اور اعداء اسلام کی گردن کو اڑانے کی خواہش میں اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر لگام تھامے رکھتے ہیں جہاں کہیں سے دشمنوں کے حملہ آور ہونے کی خبر آتی ہے یا مظلوم مسلمانوں کی آہ و بکا اور درد بھری سکایا سنائی دیتی ہیں فوراً شاہین کے مثل اڑ کر میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں اور اپنی تلواروں کی چمک سے دشمن کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں یا تو دشمن کو فرار پر مجبور کر دیتے ہیں یا لیلائے شہادت کو اپنے آغوش میں حیات جاویداں کا جام پی کر حیات دوام حاصل کر لیتے ہیں۔

(۲) دوسرا وہ شخص افضل ہے جو فتنوں کے زمانے میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں، اپنی چند بکریاں لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاتے ہیں یا کسی غار و وادی میں پناہ لے لیتے ہیں جہاں وہ نماز و روزہ اور دیگر تمام عبادات خداوندی میں مشغول رہتے ہیں پھر اسی حالت میں وہاں ان کے پاس داعی اجل آجاتا ہے اور آخرت کے لیے رخت سفر باندھ لیتے ہیں اور ان کے دل میں لوگوں کی بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے اندر کا دل حسد کینہ اور بغض و نفرت سے بالکل آئینہ کے مثل صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس حدیث کو باب کے تحت لانے کا مقصد یہ ہے کہ فتنہ میں گوشہ نشینی اور عزلت و خلوت اختیار کر لینا ہی سلامتی کا ضامن ہے۔

(۴۱۰۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ رَجُلٌ مُجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ امْرُؤٌ فِي شُجْبٍ مِنَ الشَّعَابِ يَعْبُدُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدْعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.

ترجمہ حدیث: سب سے افضل آدمی کون؟

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ (یا رسول

اللہ) کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص افضل ہے جو اپنی جان و مال کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرے یعنی دشمنوں سے لڑائی کرے) اس نے پوچھا اس کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا وہ شخص جو کسی گھائی میں رہے اور وہیں اللہ رب العزت کی عبادت بجالائے، اور لوگوں کو اپنے شر سے مامون و محفوظ رکھے۔

## تشریح حدیث: فتنہ کے وقت اختلاط الناس افضل ہے یا گوشہ نشینی:

اس مسئلہ میں حضرات علماء کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے پس حضرت امام شافعیؒ اور اکثر اہل علم کی رائے گرامی یہ ہے کہ اگر فتنہ سے سلامتی کی امید ہو تو اختلاط افضل ہے، لیکن حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ گوشہ نشینی اور کنارہ کشی اختیار کرنا افضل ہے، اور دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں لیکن جمہور اہل علم کی جانب سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث باب میں جو عزلت اور خلوت کو افضل بتایا گیا ہے، وہ زمانہ جنگ و فتن پر محمول ہے یا پھر ان لوگوں پر محمول ہے جو اپنے آپ کو فتنہ سے محفوظ نہ رکھ سکے اور اس پر صبر نہ کر سکے، چنانچہ حضرات انبیاء کرام صحابہ کرام اور اولیاء عظام سب اختلاط الناس رکھتے تھے کیوں کہ اس میں بہت سارے منافع ہیں خلوت میں بہت سارے اعمال صالحہ سے آدمی محروم ہو جاتا ہے مثلاً جمعہ شہود جنازہ، عیادت مریض، اور حلقہ ذکر وغیرہ سے محروم رہ جاتا ہے اس لیے اختلاط ہی افضل ہے، بشرط السلامة۔

(۳۱۰۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسَيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ حَذِيفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ ذِعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوا فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدِ تِنَّا يَتَكَلَّمُونَ بِالسِّنِّ قُلْتُ فَمَا تُؤْمِرُنِي إِنْ أَدْرَكَتْنِي ذَلِكَ قَالَ فَالْزِمِ جَمَاعَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامَهُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَقْعُضَ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُذَرَّكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ كَذَلِكَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے دروازوں پر بلانے والے ہوں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے فرمایا کہ وہ شکل و صورت اور رنگ روپ میں ہماری طرح ہوں گے ہماری زبانوں میں گفتگو کریں گے، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) اگر وہ زمانہ یا حالات مجھے پالیں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ لینا، اور اگر ان کی کوئی جماعت اور کوئی امام نہ ہو، (یعنی کوئی جمعیت اور صالح حکمران نہ

ہو تو اس وقت ان تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہنا، اگرچہ تم کسی درخت کی جڑ چباؤ، (شدت بھوک کی وجہ سے) حتیٰ کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: یكون دعاة علی ابواب جہنم: حدیث پاک کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دور ایسا آنے والا ہے کہ مفاد پرست خود غرض اور گمراہ افراد کا ایک گروہ ہوگا جو لوگوں کو طرح طرح کے فریب، اور مختلف لالچ اور بہلاؤں کے ذریعہ گمراہی کی طرف بلائیں گے اور ان کو راہ راست اور ہدایت سے دور رکھیں گے، پس رسول اکرم ﷺ نے گمراہی کی دعوت دینے والوں کی دعوت کو اور جن کو دعوت دی جائے گی ان کی طرف سے اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے جانے کو ایک ایسا سبب قرار دیا ہے جس کے ذریعہ اور دعوت دینے والے اور دعوت قبول کرنے والے کو جہنم میں دھکیل دیں گے اس طرح وہ لوگ اس مکر و فریب کا شکار ہو کر جہنم میں چلے جائیں گے، نیز گویا آپ نے مکر و فریب کی تمام صورتوں اور تمام اقسام کو جہنم کے دروازوں کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حدیث شریف میں جن افراد کی جانب اشارہ کیا گیا ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ملک و قوم پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے گروہ بنائیں گے اور عام لوگوں کو طرح طرح کا فریب دے کر سرسبز و شاداب باغ دکھا کر، حکومت و اقتدار کا جھانسدے کر اپنے گروہ میں جمع کریں گے، تاکہ ان کو اجتماعی طاقت کے ذریعہ ملی سیادت اور ملک و حکومت پر قبضہ کر سکیں گے، جیسا کہ آج کل امریکہ اور برطانیہ کر رہا ہے اور ماضی میں خوارج و روافض اس ناپاک مقصد کے لیے پیدا ہوئے، حالاں کہ امارت و خلافت، اور سیادت و حکومت کی کوئی بھی شرط و خصوصیت ان میں موجود نہیں ہوگی۔

دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلانا مال کار کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے یعنی گمراہی کی طرف ان لوگوں کے بلانے کا مال دخول نار ہوگا اس لیے اس گمراہی کی طرف ان کے بلانے کو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر بلانے سے تعبیر کیا گیا ہے پس آپ کا ارشاد گرامی اسلوب کے اعتبار سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرح ہے ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلماً انما یا کلون فی بطونہم ناراً۔

قولہ: قلت یا رسول اللہ! صفہم لنا: حضرت حذیفہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! ان کے بارے میں وضاحت فرمادیجئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ آیا وہ مسلمان ہی میں سے ہوں گے یا غیر مسلم ہوں گے؟

قولہ: ہم قوم من جلدتنا الخ: آپ نے فرمایا وہ ہماری یا ہمارے ابناء جنس اور ہماری ملت کے لوگوں میں سے ہوں گے ان کا رنگ و روپ ہماری طرح ہوگا ہماری زبان میں گفتگو کریں گے یعنی عرب زبان رکھنے والے ہوں گے، یا

مراد یہ ہے کہ ان کی گفتگو قرآن و حدیث سے مزین اور پسند و نصائح سے آراستہ ہوگی اور بظاہر ان کی زبان پر دین و مذہب کی باتیں ہوں گی مگر ان کے دل نیکی اور بھلائی سے کھالی ہوں گے۔

قوله: فماتامرنی ان ادر کنی ذالک؟ یا رسول اللہ اگر میرے اوپر زمانہ آجائے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تم قرآن و حدیث پر عمل کرنے والی جماعت اور مسلمانوں کے حکمران کو لازم پکڑ لینا، اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، اہل سنت و الجماعت کے راستہ پر رہنا، حضرت حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور جماعت نہ ہو اور نہ کوئی قرآن و سنت پر عامل مسلم حکمران ہو، بلکہ مسلمان اختلاف و افتراق و انتشار کا شکار ہو، مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں منقسم ہو تو پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا، اس وقت تمام فرقوں اور جماعتوں سے بالکل الگ تھلگ ہو جانا، اور تمام جماعتوں سے صرف نظر کر کے یکسوئی کر لینا، خواہ اس کے واسطے تمہیں سخت سے سخت مصائب و شدائد اور تکالیف برداشت کیوں نہ کرنا پڑے اور اس کے لیے تمہیں درخت کے پتے کھانے کی نوبت کیوں نہ آئے پھر بھی الگ رہنا، یہاں اسی علیحدگی اور یکسوئی میں موت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے۔

(۴۱۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثُمَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمُ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفْرُ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غنم قریب مسلمانوں کا سب سے بہترین مال کچھ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارانی مقامات میں لے کر رہے گا فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کے لیے بھاگتے پھرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: شَعَفَ الْجِبَالِ: بفتح الشين والعين اى رؤس الجبال، قمة الجبال، اعالیها، واحد شعفة، بمعنى پہاڑ کی آخری بلندی پہاڑ کی چوٹی۔

قوله: مَوَاقِعَ الْقَطْرِ اى مواضع المطر واثاره من النبات واوراق الشجر يريد بهما المرعى من الصحراء والجبال فهو تعميم بعد تخصيص.

قوله: يَفْرُ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ: اى بسبب حفظه وصيائمه، والحديث دال على فضيلة العزلة لمن خاف على دينه، كذا فى فتح الباری<sup>(۱)</sup> قال ابو الزناد: خص الغنم بين سائر الاشياء حصاً على التواضع وتنبيهها على اثار

الخمول وترك الاستعلاء والظهور، وقد رعاها الانبياء والصالحون وقال النبي ﷺ ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم واخبر ان السكينة في الغنم (۱)

(۴۱۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَمَزٍ عَنْ عَلِيِّ الْمُقَدِّمِيِّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْخَزَّازُ عَنْ خَمِيدِ بْنِ هَلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرْطُوبٍ عَنْ خَدِيفَةَ بْنِ الِیْمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتْنٌ عَلَى أَبْوَابِهَا دَعَاةُ جَهَنَّمَ إِلَى النَّارِ فَإِنْ تَمَوْتُ وَأَلْتَ عَاضٌ عَلَى جَذَلٍ شَجَرَةٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت خدیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ ایسے فتنے پیدا ہوں گے ان کے دروازوں پر (ایسے لوگ ہوں گے جو) جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے پس یہ کہ تمہاری موت اس حال میں آجائے کہ تم درخت کے پتے چبا رہے ہو یہ بہتر ہے تمہارے لیے کہ ان فتنوں میں سے کسی ایک کی پیروی کرو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ما قبل میں گزر چکا ہے۔

(۴۱۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرِ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ حدیث: ایک سوراخ سے مومن دوبار نہیں ڈسا جاتا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔

تشریح حدیث:

قولہ: لا يلدغ: بصيغة مجهول ہے اللدغ، گریزن ڈنک مارنا، ڈنسا۔

قولہ: من جحر: بضم جیم: سکون حاء ای ثقب و خرق یعنی سوراخ، بل۔

قولہ: مرتین: ای مرة بعد مرتین اخوی: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عقل مند اور دانشمند مومن ایک شئی سے دوبار دھوکہ نہیں کھاتا ہے ایک مرتبہ اگر کسی وجہ سے کسی چیز سے دھوکہ کھایا تو مومن فوراً ہوشیار ہو جاتا ہے اور دوبارہ اس چیز سے دھوکہ نہیں کھاتا ہے، دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مومن عقل مند ہوتا ہے حضرت عمر فاروق سے معلوم کیا گیا

مومن کس کو کہتے ہیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت جامع اور بہت عمدہ جواب دیا آپؐ نے فرمایا المومن لا یلدغ ولا یلدغ مومن وہ ہے جو نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے (یہ اس کے ایمان کامل کی علامت ہے) اور نہ کسی دوسرے سے دھوکہ کھاتا ہے (یہ اس کی عقل کامل کی علامت ہے)۔

(۴۱۰۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ

الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جَنْحِ مَرَّتَيْنِ

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرود و عالم کی طرف سے ارشاد فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دوسرے

ڈسا نہیں جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ مومن ایک چیز سے دوسرے دھوکہ نہیں کھاتا ہے اس لیے کہ مومن چالاک و چابک ہوتا ہے عقل و دماغی اور ایمانی فراست کامل ہوتی ہے گویا یہ بتایا گیا کہ مومن کامل عقل و فہم والا ہوتا ہے۔

### (۱۴۵۴) بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت معقل بن یسارؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ قہر سے رکنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مشتبہ اور تردد والی چیزوں سے رک جائے، جن چیزوں کا حکم واضح ہو صرف ان ہی چیزوں کو استعمال کرے۔

(۴۱۰۷) حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ عَلَى الْمُنْبَرِ وَأَهْوَى بِأَصْبَعِهِ إِلَى أُذُنَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيْنَ وَبَيْنَ الْحَرَامِ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ

اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِزِّهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالزَّاعِي جَوْلَ

الْحِمَى يَوْشِكُ أَنْ يَزْتَعَ فِيهِ أَلَا وَإِنْ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا وَإِنْ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمَهُ أَلَا وَإِنْ فِي

الْجَسَدِ مُضْغَةٌ إِذَا صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

ترجمہ حدیث: مشتبہ امور سے بچنے کی تاکید نبوی:

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے منبر پر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے رسول

اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ حلال واضح ہے اور بالیقین حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہے ان کا حکم بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں پس جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ (لامحالہ) حرام کا ارتکاب کر بیٹھے گا، جس طرح کہ چرواہا جو ممنوعہ چراگاہ کے ارد گرد جانور چراتا ہے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا کہ اس ممنوعہ چراگاہ میں جانور داخل نہ ہو جائے، اور چرنے لگیں سنو! ہر بادشاہ کے لیے ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے سنو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ اس کے محارم ہیں سنو! بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک اور درست حالت میں رہتا ہے تو سارا جسم بھی ٹھیک اور درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے سنو! وہ دل ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن کو امام ابو داؤد سجستانی نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے دین کا مدار اور اصل قرار دیا ہے جس پر عمل کر کے آدمی دنیا و آخرت کی سعادت و نعمت سے اپنے دامن کو بھر لیتا ہے اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارتا ہے، ان چار احادیث کی تفصیل ماقبل میں باب کف اللسان فی الفتنة کی آخری حدیث من حسن الاسلام ترکہ مالا یعنیہ کے تحت گزر چکی ہے۔

تین طرح کی اشیاء پائیں جاتی ہیں:

(۱) **الحلال بین**: کچھ چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کا حلال ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے سب کو معلوم ہے وہ چیزیں حلال ہیں لہذا ان کو خوب شوق سے بے تکلف اختیار کرو، جیسے نیک کلام، اچھی باتیں شادی بیاہ وغیرہ۔

(۲) **الحرام بین**: بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت بالکل صاف ظاہر اور روشن سورج کی طرح واضح ہے جیسے زنا، چوری، غیبت سود، اجنبیہ کی جانب بہ نظر بد دیکھنا خنزیر وغیرہ۔ تو جن چیزوں کا حرام ہونا بالکل واضح ہے ان کے قریب بھی مت جاؤ، بلکہ ان سے بچنے کا اہتمام کرو۔

(۳) **وبینہما مشبہات**: ان دونوں کے مابین کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کا حکم عام لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ حلال ہیں کہ وہ حرام ہیں، البتہ وہ علماء کرام جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوتے ہیں یا جن کا علم بہت زیادہ وسیع و عمیق ہوتا ہے وہ ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی ایک لیل کو رائج قرار دے کر اپنی قوت اجتہاد اور بصیرت فکر و نظر کے ذریعہ رائج قرار دے کر کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں اور ان کا حکم معلوم کر لیتے ہیں۔

امور مشتبہات کے بارے میں علماء کرام کے اقوال:

امور مشتبہات کے بارے میں حضرات علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔



- (۱) ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے اور نہ حرام اور نہ مباح، ایسی چیزوں سے احتراز و اجتناب لازم ہے یہی قول رائج ہے۔  
 (۲) ایسی چیزوں کو بالکل اور دیگر حرام چیزوں کی طرح حرام سمجھا جائے۔  
 (۳) امور مشتبہ کو مباح سمجھا جائے۔

## امور مشتبہ کی ایک مثال

حضرات علماء کرام کے تینوں اقوال کو سامنے رکھ کر امور مشتبہ کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، ایک دوسری عورت نے آکر بتایا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے لیے مشتبہ ہوگئی، کیوں کہ ایک طرف عورت کا بیان ہے کہ میں نے چوں کہ ان دونوں کو دودھ پلایا اس لیے یہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہوئے اور رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح درست نہیں ہوتا، لہذا اس دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ نکاح مطلقاً ناجائز ہو لیکن دوسری طرف جواز نکاح کی دلیل یہ ہے کہ یہ صرف ایک عورت کی شہادت ہے جس پر کوئی شرعی حجت قائم بھی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ عورت محض بدعتی کی وجہ سے یہ بات کہہ رہی ہو اور ان دونوں کے درمیان جدائی چاہتی ہو، لہذا اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے، اب دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے یہ ایک مشتبہ مسئلہ بن گیا ہے اس لیے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے، کیوں کہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔

مفاد حدیث:

اس حدیث پاک میں مومن کا ایک خاص مزاج بنایا گیا ہے کہ مومن کا مزاج یہ ہونا چاہئے کہ وہ محتاط زندگی گزارے، اور مشتبہ چیز کے استعمال میں احتیاط برتے، ایسی چیز کے بارے میں بعض لوگوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ ابھی کر لو، جب حرام کا فتویٰ آئے گا تو چھوڑ دیں گے، یہ مزاج اور ذہن غلط ہے اس حدیث پاک میں یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ ایسی مشتبہ چیزوں کے بارے میں مومن کا ذہن اور مزاج یہ ہونا چاہئے کہ ابھی بچو، جب جواز کا فتویٰ آئے گا تب ان کو اختیار کریں گے، اس صورت میں آدمی کا ذہن اور اس کی عزت محفوظ رہے گی، اگر حکم شرعی معلوم ہونے سے پہلے بے احتیاطی سے اس امر کا ارتکاب کر لیا، پھر عدم جواز کا فتویٰ آیا، تو اب کیا ہو جب چیز یا چگ گئی کھیت، وہ تو ناجائز امر کا ارتکاب کر چکا، چناں چہ اس حدیث میں فمن اتقى الشبهات، استبرأ لدينه وعرضه کا یہی مطلب ہے کہ جس نے مشتبہ امور کو چھوڑ دیا تاکہ اس کا دین اور آبرو محفوظ رہے تو وہ یقیناً بچ گیا، کیوں کہ ہر جائز کام کا کرنا ضروری نہیں، البتہ ہر ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے

مشتبہ کا استعمال حرام میں پڑنے کا پیش خیمہ ہے:

قوله: ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام: جس شخص نے امور مشتبہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کیا ہو تو

قریب ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کر بیٹھے، یعنی تحقیق سے پہلے وہ کام کر لیا اس کے مزاج میں احتیاط نہیں ہے تو حرام کا ارتکاب میں اس کو کیا خوف ہوگا؟ شتر بے مہار ہے جہاں چاہے منہ مار لے، اس کو روکنے والا کون ہے۔

### مسئلے کی تمثیل: کالر اعی یروعی حول الحمی:

رسول اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے کہ جو شخص سرکاری چراگاہ (جہاں سرکاری جانوروں کے علاوہ دیگر جانوروں کے چرانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے) کے پاس جانور چراتا ہے تو قریب ہے کہ جانور سرکاری چراگاہ میں ٹوٹ پڑے چرواہا ذرا غافل ہوا جانور فوراً اس میں داخل ہو جائے گا پھر سرکاری آدمی اسے مار مار کر کچور بنادے گا، اور جو چرواہا محتاط رہتا ہے سرکاری چراگاہ کے پاس اپنا جانور نہیں لے جاتا ہے بالکل دور ہی دور رکھتا ہے تو وہ اگر غافل ہی ہو گیا اور جانور آگے بھی بڑھ گیا تو وہ چراگاہ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سنو! جس طرح حکومتیں سرکاری جانوروں کے لیے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں جن میں عوام الناس کو جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو کام حرام کیے ہیں وہ ان کا مخصوص ایریا ہے اہل ایمان کو اس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں نادانستہ بھی اس کے علاقہ میں قدم رکھنا روا نہیں، پس احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ حرام امور سے اتنا دور رہے کہ کسی حرام کے ارتکاب کا امکان ہی باقی نہ رہے، اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب تحقیق کے بعد اقدام کرے، جب کسی چیز کا حلال ہونا معلوم نہ ہو جائے اس سے کنارہ کش رہے یہی ذہن اور یہی مذاج بنانا حدیث باب کا مقصود ہے۔

### رئیس الجسم قلب کی اہمیت:

قوله: الا وان فی الجسد مضغۃ: حدیث شریف کے اس جملے کے ذریعہ انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار، کفر اور شکوک و شبہات کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کا پورا نظام بگڑ جاتا ہے لہذا ہر عاقل و بالغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے، تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے، کیوں کہ جب دل خواہشات نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے تو خدا کی پناہ وہ حدود کو پھلانگتا ہوا ظلمت و تاریکی کی آخری حدودوں تک پہنچ جاتا ہے اس لیے سب سے پہلے دل کی اصلاح ضروری ہے اسی لیے صوفیاء کرام دلوں کی صفائی ستھرائی اور اس کو صیقل کرنے کے لیے اپنے مریدین سے محنت کراتے ہیں اور مختلف ضربیں لگواتے ہیں تاکہ دل سے میل کچیل دور ہو، اور ایمان کا نور اس میں جگہ پکڑے جب دل صاف و شفاف ہو جاتا ہے تو اس میں نور، روشنی، معرفت اپنی

جگہ بتا لیتی ہے پھر تمام اعضاء سے خیر ہی خیر صادر ہوتے ہیں کیوں جسم سے اعضاء اپنے بادشاہ دل کے تابع ہیں، وہ جیسا حکم کرتا ہے اعضاء ویسے ہی عمل کرتے ہیں۔

(۳۱۰۸) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرْظَةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهَجْرَةِ إِلَى.

ترجمہ حدیث:

حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خون ریزی قتل و غارت گری میں عبادت کرتے رہنا میری طرف ہجرت کرنے کے مانند (ثواب) ہے۔

تشریح حدیث:

فتنہ فساد قتل و قتل اور ضرب و حرب کے وقت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرنا اور اللہ رب العزت کی عبادت بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے اس لیے اس ہنگامہ خیز زمانہ میں عبادت کرنے کے ثواب کو ہجرت کے برابر ثواب قرار دیا ہے کہ اس زمانہ میں عبادت کرنے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا کیوں کہ ہجرت بھی ایک مشکل امر ہے، اور اس زمانہ میں عبادت بھی ایک مشکل امر ہے اس لیے ثواب میں مماثلت قرار دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب

### (۱۳۵۵) بَابُ بَدْءِ الْإِسْلَامِ غَرِيبًا

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اسلام جس ابتداء میں بالکل کمزور تھا اور اس کے ماننے والوں کو مارا پیٹا جاتا تھا اور اسلام اور اس کی تعلیمات و ارشادات لوگوں کی نظر میں ایک اچنبھا معلوم ہوتا تھا اسی طرح آخری زمانہ میں بھی لوگ اسلام کے ماننے والے کمزور قسم کے ہوں گے اور اسلامی تعلیمات کو اچنبھی نظر سے دیکھیں گے۔

(۳۱۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ بَنِي كَاسِبٍ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا أَخَذْنَا مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيَّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْءُ الْإِسْلَامِ غَرِيبٌ وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ.

ترجمہ حدیث: اسلام کا آغاز غربت میں ہوا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابتداء میں اسلام اجنبی (مسافر کی مانند غیر معروف) تھا، اور عنقریب پھر غیر معروف ہو جائے گا پس مژدہ جاں فزا ہے غربا (بیگانہ بن کر رہنے والوں) کے لیے۔

## تشریح حدیث: اسلام کا آغاز غربت میں ہونے کا مطلب:

یہاں غریب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی دوری اور اجنبی کے ہیں، اردو زبان میں غریب کا جو مفہوم ہے وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ یہاں اجنبی اور دوری کا مفہوم مراد ہے، اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی مسافر اپنے اہل و عیال اپنے عزیزوں اور مددگاروں اور اپنے وطن سے دور رہ کر تنہائی کی اجنبیت اور بے کسی محسوس کرتا ہے، اسی طرح اسلام کا آغاز بھی ایک ایسے ماحول میں ہوا جہاں اس کی پشت پر کوئی مادی سہارا نہیں تھا اور ہر طرف اجنبیت تنہائی اور وحشت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا، پھر جو لوگ اسلام کے دائرہ میں آئے وہ اتنے کم اور مالی اعتبار سے اتنے کمزور تھے کہ آخر کار انہیں اپنا گھربار چھوڑنا پڑا، اور ہجرت کر کے وطن سے دور آ گئے، لیکن انہوں نے دہشت گردی، مظالم اور مصائب سے بھرپور اس ماحول میں اپنے پائے استقامت میں لغزش نہیں آنے دی بلکہ اپنے دین اور ایمان پر مضبوطی سے قائم و دائم رہے۔ پھر آخری زمانہ میں بھی ایسا ہوگا ہر جانب کفار و مشرکین ملحدین اور محض نام نہاد مسلمانوں کی کثرت ہو جائے گی اور صادق الایمان مخلص دیدار اور خدا ترس مسلمان کم رہ جائیں گے پھر ان کو بھی آغاز اسلام کی طرح اجنبیت و بے سامانگی، مذہب دشمنوں کا ظلم و تشدد اور دین فراموش لوگوں کی ایذا رسانیوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، مگر وہ اپنے خراب معاشرے اور برے ماحول میں ہزار سختیاں اور پریشانیاں جھیلنے کے باوجود اپنے دین اور ایمان کو محفوظ رکھیں گے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اور اسلام کا جھنڈا گرنے نہ دینے کے لیے مسلسل جدوجہد اور کوشش کرتے رہیں گے تو ایسے مسلمانوں کو مرثدہ اور خوشخبری ہو کہ وہ جنت کے مستحق ٹھہریں گے، اور ابدی نجات اور سرفرازی۔ سے نوازے جائیں گے۔

(۳۱۱۰) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أُنْبَأْنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ

يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ.

ترجمہ حدیث

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام (نبایت) غربت میں ظاہر ہوا ہے اور تقریب غربت کی جانب لوٹ جائے گا، پس خوش خبری اور مرثدہ جاں فزا غرباء کے لیے ہے۔

تشریح حدیث: قلم شرح الحدیث قبل ذالک

(۳۱۱۱) حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ بْنُ زَكِيْعٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي

الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ

غَرِبْنَا فُطُوْبِي لِلْغُرَبَاءِ قَالَ قَيْلٌ وَمَنْ الْغُرَبَاءُ قَالَ النَّزَاغُ مِنَ الْقَبَائِلِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اسلام کا آغاز غربت سے ہوا اور عنقریب غربت کی جانب لوٹ جائے گا، پس پیغام مسرت و خوشی ہے غرباء کے لیے اور وہ کہتے ہیں کہ معلوم کیا گیا غرباء سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا جو قبیلہ سے نکال دئے جائیں۔

تشریح حدیث:

علامہ ابن الاثیر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے انتہائیہ میں لکھا ہے ای انہ کان فی اول امر کا الغریب الوحید الذی لا اهل له عنده لقلۃ المسلمین یومئذ و سيعود غریباً کما کان، ای یقل المسلمون فی آخر الزمان، فیصیرون کا الغریب فطوبی للغریب، ای الجنة لا ولئک المسلمین الذی کالفا فی اول الاسلام، ویکونون فی آخره و انما خصهم بہما لصبرہم علیہا علی اذی الکفار اولاً و آخراً، ولزومہم دین الاسلام: (۱)

### (۱۲۵۶) بَابٌ مِّنْ تَرْجَىٰ لَهُ السَّلَامَةُ مِنَ الْفِتَنِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں۔ فتنوں کے زمانے میں کن لوگوں کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس فتنہ و فساد سے کلیتہً محفوظ رہیں گے اس باب میں ان ہی لوگوں کا بیان ہے اور ان کے اوصاف جمیلہ اور فضائل حمیدہ کا ذکر ہے۔

(۴۱۱۲) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ تَخَرَّجَ يَوْمًا إِلَى مَسْجِدٍ مِّنْ رُّسُلِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَبَّرُ فَقَالَ مَا

يَتَكَبَّرُ فَقَالَ يَتَكَبَّرُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ يَسِيرَ الزِّيَاءِ شُرْكَ وَإِنْ مِنْ عَادَى لِلَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللَّهَ

يُحِبُّ الْإِبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يُنْصَرَفُوا وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يَذْعَرُوا وَلَمْ يَغْرَفُوا

مَصَابِيخُ الْهَدَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءٍ مُّظْلِمَةٍ.

ترجمہ حدیث: معاذ بن جبلؓ کا قبر رسولؐ کے پاس بیٹھ کر رونا:

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ ایک دن مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی

کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھ کر در رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا میں نے ایک بات رسول اکرم ﷺ سے سنی اس لیے رو رہا ہوں میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے، اور بے ایک جو شخص (تبیع کتاب و سنت) کسی ولی اللہ سے دشمنی کرے تو اس نے تحقیق کہ اللہ کو جنگ کے لیے پکارا ہے اللہ تعالیٰ ایسے نیک بندوں سے محبت فرماتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں اور گم نام و مخفی رہتے ہوں، اگر وہ مجلس سے غائب ہو جائیں تو ان کو تلاش نہ کیا جائے اور حاضر ہو تو آؤ بھگت نہ کیا جائے (انہیں بلایا نہ جائے) اور پہنچانے نہ جائیں، (کہ فلاں صاحب ہیں) ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں اور وہ ہر تار یک فتنہ سے صاف بے غبار نکل جائیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: ان يسير الرياء شرك: حضرت معاذ بن جبلؓ زبردست عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں ایک دن انہیں رسول اکرم ﷺ کا یہ قول یاد آیا کہ آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی ریا کاری اور دکھاوا شرک ہے اور شرک ایک ایسا خطرناک اور مہلک مرض ہے جو تمام اعمال صالحہ افعال حسنہ کو یکسر ضائع ضبط کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ صرف ان اعمال افعال کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے جو خالصتاً اللہ کے لیے اس کی رضا مندی کے لیے انجام دیا گیا ہو۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی ریا و نمود آگیا وہ مردود ہو جاتا ہے، اور ریا کہتے ہیں هو العمل لغير وجه الله۔ کان يتصدق او يتعبد او يقاتل لاجل مدح الناس یعنی اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی کے بجائے لوگوں سے واہ دہی لینے کے لیے عمل کرے خواہ صدقہ ہو یا عبادت یا جہاد تو وہ شرک ہے جو تمام اعمال صالحہ کو ضائع کرنے کے لیے کافی ہے، ظاہر ہے کہ اس قدر قلیل مقدار میں ریا کاری نسب کے اندر ہوتی ہے کوئی اس سے خالی نہیں ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ میری واہ دہی ہو تو اس لیے حضرت معاذ بن جبلؓ رو رہے تھے، کہ کہیں میرا عمل بھی ضائع نہ ہو جائے۔

### اولیاء اللہ سے عداوت خدا کو جنگ کے لیے چیلنج

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے سے عداوت و نفرت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں جو کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے وہ گویا اللہ رب العزت والجلال کو جنگ اور لڑائی کے لیے دعوت مبارزت دے رہا ہے اور ظاہر ہے اللہ تعالیٰ سے جنگ اور لڑائی کرنے کی طاقت کس کے اندر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ولی سے دشمنی گویا کہ اللہ سے دشمنی اور لڑائی مول لینا ہے، اور جو اللہ سے لڑے گا وہ خدائی طاقت و قوت کے سامنے کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ اس کی ہلاکت و تباہی بالکل مقدر ہے گویا یہ حدیث تہدید اور وعید کے طور پر آئی ہے۔

گمنام زندگی گزارنا

اللہ رب العزت والجلال کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو عند اللہ بہت اونچا مقام رکھتے ہیں شرک و بدعت اور ریا

کاری سے ان کے قلوب مجلی و مصفی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت اوصیٰ مقام رکھتے ہیں ان کی شان بہت بلند ہوتی ہے ان کا درجہ عند اللہ بہت زیادہ عالی مرتبت کا حامل ہوتا ہے لیکن وہ اس کے باوجود اس طرح گم نامی کی زندگی گزارتے ہیں کہ ان کو کوئی صحیح سے پہنچاتا تک بھی نہیں، سماج اور معاشرہ میں ان کا مقام نہیں ہوتا ہے اگر وہ کسی مجلس سے غائب رہیں تو ان کی تلاشی نہیں ہوتی کہ فلاں صاحب کہاں ہیں اور موجود ہو تو کوئی اعزاز و اکرام نہیں ان کو کوئی شناخت کے لیے آمادہ نہیں، ان کے قلوب ایمان و ہدایت کے روشن چراغ ہوتے ہیں ان کا ذہن و فکر روشنی اور قرآن و ہدایت کے قطب مینار ہوتا ہے، وہ ایسے نیک ہوں گے کہ فتنے کے زمانے میں اپنے آپ کو بالکل بے غبار بچالیں گے۔ اس فتنہ کا اثر بھی نہیں پہنچے گا، اور حقیقت میں یہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے، واللہ اعلم۔

(۴۱۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّوَّادِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ كَأَيْلٍ مَائَةٍ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً.

ترجمہ حدیث: لوگوں کی حالت زار:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے سواونٹ، مگر سواری کے قابل ایک بھی نہیں، (سب ناکارہ اور بے کار ہیں)

تشریح حدیث

حدیث شریف کا مطلب بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں حالات اس قدر بگڑ جائیں گے اور لوگوں کے احوال و کوائف اس قدر ناقابل بیان ہو جائیں گے کہ کوئی ایک بھی اس لائق نہیں ہوگا کہ اس کو دوست بنایا جاسکے، اور ان کے تئیں نرم پہلو اختیار کیا جاسکے، کوئی بھی رفاقت و صحبت کے قابل نہیں ہوگا، سب کے حالات فاسد ہوں گے جیسے سواونٹ ہو مگر سب اس قدر کمزور ہوں کہ کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو قولہ: انما الناس كالأيل مائة لا تكاد تجد فيها راحلة: المعنى لا تجد في مائة ابل راحلة تصلح للركوب لان الذي يصلح للركوب ينبغي ان يكون وطيشا سهل الانقياد، وكذا لا تجد في مائة من الناس من يصلح للصحبة بان يعاون رفيقه ويلين جانبه (۱)

ابن قتیبہ، علامہ ابن بطال اور امام قرطبی کا قول قدرے اشتراک کے ساتھ یہ ہے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرة کی تعداد اقل قلیل ہوگی جیسے سواونٹ میں راحلہ کی تعداد قلیل ہے، یعنی لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن اچھے لوگ بہت کم ہوں گے والمعنی ان الزاهد فی الدنیا الکامل فی الراغب فی الآخرة قلیل

### کلمۃ الراحلة فی الابل (۱)

علامہ خطابی لکھتے ہیں۔ والثانی ان اکثر الناس اهل نقص، واما اهل الفضل فعددہم قليل جدا فہم بمنزلة الراحلة فی الابل المحمولة۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب اہل نقص لوگ زیادہ ہوں گے اور اہل الفضل والکمال کی تعداد بالکل قلیل ہوگی۔ وقال النووی: ومعنی الحدیث ان الناس متساوون لیس لاحدہم منہم فضل فی النسب بل ہم اشباہ کالابل العباءہ لوگ آپس میں سب برابر ہیں حسب و نسب میں کسی کو کوئی فضیلت نہیں شریف کامشروف پر اور رفیع النسب کو وضع النسب پر کوئی فوقیت نہیں، بلکہ عند اللہ سب برابر ہیں فضل اور فوقیت صرف تقویٰ اور عمل میں ہے جیسے سواتنوں میں کوئی فوقیت نہیں، بلکہ سب برابر ہیں فوقیت اور درجہ صرف راحلہ اور عدم راحلہ میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۲۵۷) باب افتراق الأمم

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عوف بن مالکؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ایک دور آئے گا کہ امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر جائے گا آپسی اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو جائے گا اور امت جماعتوں، فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ جائے گی ہر ایک شخص ڈھائی انچ کی مسجد بنانے کی الگ کوشش کرے گا اور مدح و تعریف اور واہ و ابی کے لیے الگ الگ جماعت قائم کر کے امت کا متحد شیرازہ کوتاہ کے مانند بکھیرنے کی کوشش کرے گا، بہت ساری جماعتیں، تنظیمیں پارٹیاں اور فرقیں وجود میں آجائیں گی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل تو بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تو بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک کے علاوہ سارے جہنمی ہوں گے صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت ہے جیسا کہ ما انا علیا واصحابی سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

(۴۱۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَتَسْعِينَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَتَسْعِينَ فِرْقَةً.

ترجمہ حدیث: تفرق امت کے بارے میں نبوی پیشین گوئی:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہود تو اکثر فرقوں میں بٹے تھے لیکن میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔



## تشریح حدیث:

قوله: وتفرق امتی: حدیث شریف میں امت سے مراد امت انجابت ہے اور سارے لوگ مراد ہیں جو مسلمان شمار ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن ان کے عقائد و افکار اور خیالات و نظریات کے خلاف ہیں، اور ان کے اعمال و افعال سیئات و تبیحات اور معاصی و منکرات سے متعفن ہیں تو ایسے لوگ اپنے بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے پھر جن لوگوں کے اعمال و عقائد درجہ کفر تک نہیں پہنچے ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیں گے اور جن کے اعمال و عقائد حدود کفر میں داخل ہو گئے ہوں گے وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔

(۳۱۱۵) حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ دِينَارٍ الْجَمَصِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَتَسْبَعُونَ فِي النَّارِ وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثَلَاثِينَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَتَسْبَعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَتَسْبَعُونَ فِي النَّارِ وَافْتَرَقَتِ الْبَنَاءُ عَلَى ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ فِرْقَةً وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَتَسْبَعُونَ فِي النَّارِ وَتَسْبَعُونَ فِي النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ قَالَ الْجَمَاعَةُ.

## ترجمہ حدیث: امت مسلمہ تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی

حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوں گے ان میں جنتی فرقہ صرف ایک ہے اور ستر فرقے جہنمی ہیں، اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے ان میں سے اکہتر فرقے تو جہنمی ہیں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے بالیقین میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے ان میں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے اور بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جماعت ہے یعنی اہل سنت والجماعت۔

## تشریح حدیث:

قوله: الجماعة: جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور فقہ اسلامی کا صحیح علم رکھتے ہیں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی جو قرآن و حدیث کا عطر ہے کی اتباع کرتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام کے ہم مشرب و ہم عقائد ہیں، اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں جن کو اہل سنت والجماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کو جماعت اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ یہ لوگ کلمہ حق پر جمع اور متفق ہیں۔

## بہتر فرق ضالہ کا اجمالی تذکرہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں مسلمانوں کے جن بہتر فرقوں کا ذکر آیا ہے وہ کون کون سے ہیں۔  
حضرات علماء کرام نے حدیث مذکور میں بہتر گمراہ فرقوں اور ایک فرقہ ناجیہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ مسلمان  
در اصل آٹھ فرقوں میں منقسم ہیں،

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبرنیہ (۷) مشبہ (۸) ناجیہ۔ پھر ان بڑے گروہوں  
میں بعض گروہ کئی کئی فرقوں میں منقسم ہیں معتزلہ کے بیس فرقے، شیعہ کے بائیس فرقے خوارج کے بیس فرقے مرجیہ کے پانچ  
فرقے اور نجاریہ کے تین فرقے، جبرنیہ اور مشبہ ایک ایک ہی فرقہ میں ہے اسی طرح کل بہتر فرقے ہوتے ہیں اور ایک ناجی  
فرقہ اہل سنت والجماعت کو ملا کر کل بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ ان فرقوں کی بنیاد نظریات و عقائد کو جاننے کے لیے دیکھئے (۱)

(۴۱۱۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ  
فِرْقَةً وَإِنْ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی  
سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے (یعنی اہل سنت والجماعت)  
تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم قبل ذالک۔

(۴۱۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعَنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بَاعًا بِتَبَاعٍ وَذِرَاعًا  
بِلِذَاعٍ وَشِبْرًا بِشِبْرٍ حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ حَبِّ لَدَخَلْتُمْ فِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ  
وَالنَّصَارَى قَالِ فَمَنْ إِذَا؟

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے سے پہلے والے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلو  
گے باع در باع اور ہاتھ در ہاتھ، بالشت در بالشت، حتیٰ کہ اگر وہ کسی بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی اقتداء میں تم بھی  
داخل ہو جاؤ گے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ آپ نے فرمایا پھر اور کس کی؟

## تشریح حدیث:

آج ہمارے دور میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی حرف بحرف صادق آرہا ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں یہود و نصاریٰ کو اپنا آئڈل بنا لیا ہے جو بھی فیشن امریکہ اور برطانیہ اور اسرائیل سے آتا ہے مسلمان سب سے پہلے اپنا تا ہے اور سب سے پہلے اس کے حکم پر عمل کرتا ہے اگر یہودی اور نصرانی کا کوئی گنہگار بودار اور غلاظت سے بھری پیٹ بھی مارکیٹ میں آتی ہے تو خریدنے کے لیے قطار میں سب سے پہلے مسلمان نظر آتا ہے نف اور افسوس ہے ایسی زندگی پر کہ ہم نے مدینہ کی تہذیب و تمدن پر امریکی و اسرائیلی تہذیب و تمدن کو فوقیت دی ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ الامان والحفیظ اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو اس سے نجات عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

## (۱۴۵۸) باب فتنۃ المال

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن عوفؓ سے منقول ہیں، اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مال جس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اگر اس کا استعمال صحیح جگہ نہیں ہوتا ہے جائز جگہوں میں خرچ نہ کر کے ناجائز امور میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث فتنہ اور وبال جان ہے قرآن نے جہاں اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے وہیں ساتھ ہی ساتھ مال کو فتنہ قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ: انما اموالکم و اولادکم فتنۃ۔

(۳۱۱۸) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ اُنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاذِ بْنِ

عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْخَيْرِ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوْ خَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يَنْبَغِي التَّرْبِيعُ يَقْتُلُ حَبْطًا أَوْ يَلْمُ إِلَّا أَكَلَةَ الْخَضِرِ أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا امْتَلَأْتُ امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسُ فَقَلَطْتُ وَبَالَتُ ثُمَّ اجْتَرَزْتُ فَعَادَتْ فَأَكَلْتُ فَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِحَقِّهِ يَبْزُكْ لَهُ وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم تمہارے متعلق کسی بھی چیز سے اتنا خطرہ نہیں جتنا خطرہ دنیا کی رعنائیوں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نکالیں گے (ملکی فتوحات و اقتدار کی صورت میں) یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بھلا

نی اپنے ساتھ برائی بھی لائے گی اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا (اور وہی الہی کے منتظر رہے) پھر فرمایا کہ تم نے کیا کہا کہ خیر باعث شر کیسے بنتی ہے؟ میں نے کہا کہ کیا خیر اپنے ساتھ برائی کو لائے گی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا خیر تو اپنے ساتھ خیر ہی لائے گی (لیکن اس کا غلط استعمال برا کر دیتا ہے) دیکھ برسات جو کچھ بھی اگاتی ہے وہ خیر ہی خیر ہے (لیکن جو جانور حد سے تجاوز کر کے اس کا غلط استعمال کر لیتا ہے) اسے مار ڈالتی ہے پیٹ پھلا کر، یا تخمہ کو بوجہ بد مضمی کے یا قریب المرگ کر دیتی ہے مگر جو جانور سرسبز و شاداب چیز کو استعمال کرتا ہے (اور ایک عام سی چارہ کو کھاتا ہے اور جب اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی جانب منہ کر کے پتلا پانچنا کرتا ہے پیشاب کرتا ہے اور نہ جگالی کرتا ہے جب وہ (پہلا کھانا) ہضم ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ کھانے کے لیے آتا ہے۔ اسی طرح جو شخص مال کو اپنے حق کے مطابق حاصل کرے گا تو اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص مال کو نا حق طور پر حاصل کرے (تو اس کو کبھی بھی برکت نہ ہوگی) اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو (خوب) کھاتا ہے لیکن آسودہ اور سیراب نہیں ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بارے میں جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ جب دنیا کے ملکوں اور شہروں کو فتح کر کے اس پر اپنا تسلط و اقتدار کا جھنڈا لہرا گے اور اس کے نتیجے میں تمہیں مال و دولت کی فراوانی اور خوش حالی نصیب ہوگی تو یہ چیز تمہیں عبادت و عبادیت سے نکال کر باغی نہ بنا دے اور تم نیک اعمال سے غافل نہ ہو جاؤ اور تمہارے غرور و تکبر، اور گھمنڈ اور شان و شوکت کا اظہار مال و دولت سے محبت جیسی خطرناک بیماریاں تمہارے اندر پیدا نہ ہو جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا تم آخرت کو فراموش اور قبر کی زندگی کو بھول جاؤ گے اور موت کی تیاری کرنے کے بجائے دنیاوی جال میں پھنس کر رہ جاؤ گے۔

مال و دولت کی فراوانی بذات خود برا نہیں:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مال و دولت کی فراوانی فی نفسہ بری نہیں ہے بلکہ اس کا غلط اور ناجائز استعمال برا ہے پھر آپ نے اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال کے ذریعہ سمجھایا کہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

آپ نے فرمایا دیکھو برسات میں خوب بارش ہوتی ہے ہر چہار جانب سرسبز و شادابی اور ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے جانوروں کے لیے اس موسم میں چاروں اور گھاسوں کی خوب فراوانی ہوتی ہے لیکن جو جانور اس کو غلط استعمال کرتا ہے اور کھانے میں حد سے تجاوز کرتا ہے اس کو یہ گھاس نقصان کرتی ہے بعض کو ہلاک کرتی ہے، بعض کو بیمار کرتی ہے بعض بد مضمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور خود کو مصیبت میں ڈال لیتا ہے۔ لیکن جو جانور ضرورت سے زیادہ کھا لیتا ہے بد مضمی کا شکار ہو جاتا ہے

وہ اس بد بھمی کا اپنے طریقہ سے علاج کرتا ہے اور وہ پیٹ کو صاف کر کے دوبارہ چارہ چرنے لگتا ہے یہ مثال اس شخص کی ہے جو انسانی خمیر میں شامل حرص و خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بعض راہ اعتدال سے بھٹک جاتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے پھر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اپنے طرز عمل سے فوراً رجوع کر لیتا ہے اور توبہ و انابت کر کے معافی مانگ لیتا ہے مستقل طور سے بے اعتدال و گناہ پر قائم نہیں رہتا ہے بلکہ آفتاب ہدایت کی روشنی اس کو راہ راست کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور وہ ندامت و توبہ کے ذریعہ اپنا علاج کر لیتا ہے اس کے برخلاف پہلی قسم کا جانور جس کو ضرورت سے زیادہ کھانا پیٹ بھلا کر ہلاک کر دیتا ہے اس کے ذریعہ اس شخص کی حالت کی طرف اشارہ فرمایا جو نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور معصیت و گناہ پر قائم و دائم رہتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو توبہ اور انابت الی اللہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے ان دونوں قسموں پر غور کرنے سے ایک تیسری قسم سامنے آتی ہے جو سرے سے بے اعتدال اور راہ معصیت کو اختیار نہیں کرتا ہے اور خواہش نفس اور ناجائز تمنا کا امیر نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا سے بے پرواہ ہوتا ہے اور تمام تر توجہ صرف آخرت کی طرف مبذول رکھتا ہے لہذا پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو اصطلاحی طور پر ظالم کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کو مقصد کہا جاتا ہے اور تیسری قسم کے لوگ جن کو سابق، بھلائیوں کو اختیار کرنے میں سبقت لے جانے والا کہا جاتا ہے پس سابق سرے ہی سے گناہوں سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کرتا ہے، اور جو مقصد ہوتا ہے وہ گناہوں سے ہاتھ کو آلودہ تو کرتا ہے لیکن فوراً اس کی توبہ و انابت کر کے آبِ صافی سے دھو لیتا ہے اور جو شخص ظالم ہوتا ہے وہ بغیر توبہ و انابت کے ظلم کی حالت میں دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

## ایک عارف باللہ کی نظر میں دنیا کی مثال

عارف باللہ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی بڑے اعلیٰ درجہ پائے کے بزرگ ہیں، انہوں نے فرمایا: یہ دنیا سانپ کی مانند ہے لہذا جو شخص اس کے منتر جانتا ہے اس کے لیے دنیا حاصل کرنا جائز ہے لیکن جو شخص اس کا منتر نہیں جانتا اس کے لیے دنیا حاصل کرنا جائز نہیں جب مریدوں نے یہ سنا تو معلوم کیا حضرت اس کا منتر کیا ہے انہوں نے فرمایا اس بات کا علم ہونا کہ دنیا کے مال و دولت کو کہاں سے حاصل کیا جائے اور کہاں خرچ کیا جائے یہ اس کا منتر ہے۔

(۳۱۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنَّ أَبَا عَمْرٍو بْنَ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ رَبَاحٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا فَتِحَتْ عَلَيْكُمْ خَزَائِنُ فَارِسَ وَالرُّومِ أَيْ قَوْمِ أَنْثَمَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ

تَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابِرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُونَ فِي مَسَاكِينِ الْمُهَاجِرِينَ  
فَتَجْعَلُونَ بَغْضَهُمْ عَلَى رِقَابِ بَغْضٍ.

ترجمہ حدیث: روم و فارس کی فتوحات کی بشارت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب فارس و روم کے خزانے تمہارے اوپر کھول دئے جائیں گے، تو تم کون سی قوم میں بن جاؤ گے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا ہم وہی کہیں گے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور کچھ نہ کہو گے؟ ایک دوسرے کے مال میں رغبت کرو گے، پھر ایک دوسرے سے حسد کرو گے، پھر ایک دوسرے کی جانب پشت پھیرو گے، پھر ایک دوسرے سے دشمنی کرو گے یا ایسی ہی کوئی بات آپ نے فرمائی، پھر مسکین مہاجرین کے پاس جاؤ گے پھر تم لوگ ایک دوسرے کی گردن مارو گے۔

تشریح حدیث:

قوله: نقول كما امرنا الله: رسول اقدس ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس روم اور فارس کے خزانے اور وہاں کی مال و دولت اور ہیرے جواہرات فتح ہو کر آئیں گے اور تمہارے لیے دنیا کی ریل پیل ہو جائے گی تو اس وقت تم کس قوم سے ہو جاؤ گے تمہارا رویہ کیا ہوگا تمہارے اندر کس قدر بدلاؤ اور تغیر آجائے گا؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! ہم اس وقت بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہی زندگی گزاریں گے اللہ پاک کی حمد و ثناء بیان کریں گے اس کے شکر کی ادائے گی کریں گے ہمیشہ جبین خم رکھیں گے اور خدائے وحدہ لا شریک سے مزید فضل و کرم کا سوال کریں گے، قال النووي: معناه: نحمده ونشكره ونسأله المزيد من فضله (۱)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے علاوہ کچھ اور بن جاؤ گے کہ فتوحات کے بعد تم مال کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگو، اور زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کرنے لگو، جس کا نتیجہ ہوگا کہ آپس میں بغض و حسد کرنے لگو اور جس کے پاس زیادہ دنیا ہو اس سے زوال کی تمنا کرنے لگو، پھر اس کے چکر میں ایک دوسرے کی طرف پشت پھیرنے لگو، ایک دوسرے کو دیکھ کر روگردانی کرنے لگو۔

تدابیر بمعنی تقاطع کے ہیں تقاطع کے اندر مودت و محبت کی معمولی چنگاری باقی رہتی ہے یا پھر اس کے اندر نہ مودت رقی ہے نہ بغض و عناد، بلکہ دونوں پہلو برابر ہوتا ہے، اس کے اوپر کا درجہ تب اغض کا ہے ایک دوسرے سے بغض و عناد کرنے لگو، تب اغض تقاطع کے بعد کا درجہ ہے اسی وجہ سے اس پر ثم تنطلقون فی مساکین المهاجرین کو مرتب کیا، مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے اندر آپس میں بغض و عناد پیدا ہو جائے گا ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگو گے تو جمع مال کے حرص

(۱) اللوئی شرح مسلم: ۳۳۳/۹ بحوالہ اہل البیاض: ۳۵۳/۵

طمع میں مہاجرین جو مال و دولت سے بالکل خالی ہوں گے ان کے پاس چلے جاؤ گے اور حرص دنیا میں ایک دوسرے کی گردن مارو گے ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ مطلب یہ ہے کہ مال و دنیا آنے کے بعد یہ سب فتنہ لازمی طور پر آتا ہے اس لیے تم اس سے بچنا، اور اپنے آپ کو اس سے بچانا۔

(۳۱۲۰) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَزْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمَسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِيدَ بَذْرِ امَّعٍ وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِحِزْيَتِهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالِحُ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءِ بْنَ الْحَضَرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتْ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَفَّقُوا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظَنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ قَالُوا أَجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبَشِّرُوا أَوْ أُنْذِرُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَلَّى اللَّهُ مَا الْفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسِطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بَسِطْتُ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمرو بن عوفؓ جو قبیلہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے، ان سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو بحرین روانہ فرمایا تاکہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائیں، اور نبی کریم ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کر کے علاء بن حضری کو ان کا امیر مقرر فرمایا تھا، چنانچہ حضرت عبیدہ بن الجراحؓ بحرین سے جزیہ کا مال وصول کر کے لائے، تو انصار کو انکی آمد کی اطلاع ہوئی، چنانچہ سارے لوگ فجر کی نماز میں رسول اکرم ﷺ سے ملے، جب رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ لوگ آپ کے سامنے آگئے، آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر تبسم فرمایا، پھر فرمایا تم لوگوں کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تم نے سنا کہ ابو عبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، لوگوں نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تمہیں خوشی ہوگی، سو خدا کی قسم! میں تم لوگوں کے بارے میں فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا خوف نہیں کرتا ہوں لیکن تم لوگوں کے بارے میں مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا کہیں تم لوگوں پر بچھانہ دی جائے، جیسا کہ اس سے پہلے والے لوگوں پر بچھا دی گئی تھی پھر تم اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، جیسا کہ انہوں نے سبقت کی تھی، پس دنیا کہیں تم لوگوں

کو ہلاک و برباد نہ کر دے جیسا کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے جب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ نہایت شوق و ذوق کے ساتھ مال لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور ان کا قلب دنیا کی جانب کچھ مائل ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا اومیرے جانثارو! تمہارے بارے میں مجھے فقر و فاقہ اور غربت و تنگ دستی کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ تم شدت و بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو جاؤ گے، البتہ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے لیے دنیا کی ریل پیل اور بہتات نہ ہو جائے کہ تم دنیاوی مال و دولت اور دنیاوی ساز و سامان کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لینے لگو اور تم دنیاوی حرص و طمع میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور پھر اسی کی وجہ سے ہلاک و برباد کر دئے جاؤ، جس طرح پہلے کے لوگ ہلاک و برباد کر دئے گئے اور دنیا کا حرص و طمع نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا، اس لیے مال و دولت اور دنیا دیکھ کر اس قدر حرص اور طمع اچھا نہیں، بلکہ حصول دنیا کے وقت راہ اعتدال پر رہنا ہی کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے، حد سے تجاوز ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

ابن بطال کا قول

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ جس کو دنیا کی ظاہری تروتازگی، زیب و زینت اور مال و دولت حاصل ہو جائے تو اس کو اس کے حسن و جمال اور زرق و برق اور اس کی رعنائی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے، اور نہ اس کا دلدادہ ہونا چاہئے بلکہ سوئے عاقبت اور اس کے فتنہ کے شر و برائی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے، اس کی طمع سازی پر قطعاً بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔

قال ابن البطال: منه ان زهرة الدنيا ينبغي لمن فتحت عليه ان يحذر من سوء عاقبتها، وشر فتنها، فلا يطمئن الي زخرفها ولا ينافس غيره فيها (۱)

### (۱۴۵۹) بَابُ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں چھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں رسول اقدس ﷺ نے جس طرح دوسرے فتنوں سے امت کو ڈرایا ہے اسی طرح عورتوں کے فتنہ سے بھی ڈرایا ہے ایک مرد کے لیے عورتوں سے بڑا فتنہ کوئی نہیں، اور عورتوں کا فتنہ بہت عظیم اور خطرناک فتنہ ہے اس لیے کہا گیا ہے النساء جبال الشیطان عورتیں شیطانی جال ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے امت کو اس فتنہ سے بھی ڈرایا ہے۔

(۴۱۲۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هَلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا



عَمْرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَلِيمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ التَّهْدِي عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْعُ غِبْغِدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

ترجمہ حدیث: عورت مردوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک فتنہ

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرورِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑ رہا۔

تشریح حدیث:

رسول اکرمؐ نے مردوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک فتنہ عورتوں کو قرار دیا ہے اس لیے عورتوں کو دیکھ کر ان کی طرف بکثرت طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے آدمی فعلِ حرام، قتل و قتال، اور آپسی عداوت کر بیٹھتا ہے اور بعض مرتبہ زنا کا ارتکاب کر لیتا ہے اس لیے رسول اکرمؐ نے عورتوں کو مردوں کے لیے سب سے خطرناک اور سنگین فتنہ قرار دیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عورتوں کا فتنہ دیگر فتنوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سخت ہے اور اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے حب الشهوات من النساء والبنین والقناطر المقنطرة۔ اس آیت میں لفظ نساء کو پہلے لانا اس بات پر دلالت ہے شہوت میں اصل عورت ہی ہے اس لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، وقد قال بعض الحكماء: النساء شر كلهن واشر مافيهن، عدم الاستغناء عنهن، ومع انها ناقصة العقل والدين، تحمل الرجل على تعاطي ما فيه نقص العقل والدين كشغله عن طلب امور الدين، وحمله على التهالك على طلب الدنيا وذلك اشد الفساد (۱)

(۴۱۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالََا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ

زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ

إِلَّا وَملكانِ يناديانِ وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ہر صبح دو فرشتے پکارتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہیں عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف نہایت ضعیف ہے عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی اس وجہ سے ہیں کہ جب عورتیں بن گھن

(۱) تحفة الاحوذی: ۸۹/۷ باب ما جاء في تحذير فتنۃ النساء

کر بناؤ سنگار کر کے، رنگ برنگے کپڑے میں ملبوس ہو کر، زیوروں اور گہنوں میں سج دھج کر باہر نکلتی ہیں تو شیطان دعوت نگارہ دیتا ہے اور اس کے حسن و خوبصورتی کو مردوں کی نظروں میں خوب بہت زیادہ بنا سنوار کر پیش کرتا ہے حتیٰ کہ مرد آنکھ کے زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دل میں گزرے خیالات اور اس کے تئیں نفسانی جزبات انگڑائیاں لیتی ہیں جو کبھی شعلہ جوالہ بن کر اس کو خاکستر کر دیتی ہے ہلاکت و بربادی کی عمیق کھائی میں گرا دیتی ہے اس لیے عورتوں کو مردوں کے لیے ہلاکت بتایا ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پیدا کیا تو شیطان نے بہت جشن منایا اور کہا یہ میرے لیے ایک ایسا جال ہے جو کبھی خطا نہیں ہوگا، میں اس کے ذریعہ لوگوں کو پھانسوں گا لما خلق اللہ المرأة فرح الشیطان فرحاً عظیماً وقال: هذه حباتی الّتی لا یکاد یخطانی من نصبتهالہ (۱)

(۴۱۲۳) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّیْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَدِّ عَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ خُلُوةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَظَرْنَاظَرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ أَلَا فَاتَقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا اللَّهَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دینے کے بعد کھڑے ہوئے اور خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا دنیا سرسبز و شیریں ہے اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم کو اس دنیا میں خلیفہ بنایا پھر وہ دیکھیں گے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، سنو! دنیا سے بچتے رہنا، اور عورتوں سے بچتے رہنا۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان الدنيا خضرة حلوة: دنیا شیریں اور سبز ہے، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیریں طبیعت کے ایک مرغوب چیز ہوتی ہے اور جس طرح سبز اور ہریالی چیز آنکھوں کو بہت بھاتی ہے اسی طرح دنیا بھی دل اور آنکھ کو بہت پیاری لگتی ہے اور آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

قولہ: وان الله مستخلفكم فيها: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہے حدیث کے اس نکتہ کے اس مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کا حقیقی مالک تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے اور ساری دنیا اسی کی ملکیت میں ہے اس کا حقیقی حاکم مالک وہی ایک ذات واحد ہے، تمہیں اس روئے زمین اور آب و گل کا اپنا خلیفہ و نائب بنا کر گویا اس دنیا کے تصرفات میں اپنا وکیل بنایا ہے لہذا اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کہ تم اس کی زمین پر بار خلافت کو کس طرح اٹھا رہے ہو اور اپنی عملی زندگی کے ذریعہ تصرفات دنیا میں حق و کالت کس طرح ادا کر رہے ہو۔ یا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا

سے جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا خلیفہ اور وارث بنایا ہے لہذا ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب تمہیں دیدیا ہے اب وہ تمہیں دیکھتا ہے کہ تم اپنے اسلاف کے احوال و کوائف سے کس طرح غیرت حاصل کرتے ہو اور ان کے اموال و میراث میں کس طرح تصرف و انتظام کرتے ہو۔

قولہ: الا فاتقوا الدنيا: الاحرف تنبیہ ہے، سائر ان ہے سنو! آگاہ ہو جاؤ، خبردار، یہ سب اس کے معانی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنو! اور خوب غور سے سنو! دنیا سے بچو، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا مکر و فریب کا بچھا ہوا ایک جال ہے اس جال سے حتی الامکان بچتے رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جال میں پھنس کر دنیا کے ظاہری مال و اسباب اور جاہ و اقتدار پر اپنی دین داری کو گنواں بیٹھو، کیوں کہ دنیا کو کوئی ثبات نہیں ہے، الدنیا ظل زائل دنیا ایک فنا ہو جانے والی چیز ہے پھر اس فنا کے بعد کل کو جب تم ہمیشہ اور ابدی زندگی کے لیے اٹھائے جاؤ گے تو اس کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہوگا اور اس کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب پر عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

قولہ: واتقوا النساء: اسی طرح عورتوں کے مکر و فریب سے بچتے رہو کیونکہ یہ عورت جہاں دل فریب مجسمہ ایک نیک عورت کی صورت میں خدا کی ایک نعمت ہے وہی دعوت و محصیت اور برائی کے اعتبار سے فتنہ عالم بھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں بڑی عورتوں کی مکاریاں یا اپنی بیویوں کا بے جانا زبرداریاں تمہیں ممنوع اور حرام چیزوں کی طرف مائل کر دیں اور ان کی وجہ سے تم ہلاکت و بربادی اور تباہی کی کھائیوں میں دھکیل دئے جاؤ۔

(۴۱۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا غُنَيْدٌ اللَّهُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُوسَى بْنِ غُنَيْدَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ مُدْرِكَبٍ عَنْ غَزْوَةَ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَوَقَّلَ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُوَ إِنْسَائِكُمْ عَنْ لِبَاسِ الزَّيْنَةِ وَالتَّبَخُّثِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنْ بَنَى إِسْرَائِيلَ لَمْ يَلْعَنُوا حَتَّى لِبَسَ نِسَاءُ هُمُ الزَّيْنَةِ وَتَبَخَّثُوا فِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ حدیث: عورتوں کو بناؤ سنگار کر کے باہر نکلنا جائز نہیں

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت بناؤ سنگار کر کے مسجد میں داخل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی عورتوں کو لباس زینت استعمال کرنے سے اور مسجد کی میں بازو و نخرے کے ساتھ چلنے سے منع کر دو۔ اس لیے بنی اسرائیل ملعون نہیں قرار دئے گئے یہاں تک کہ ان کی عورت زیب و زینت کا لباس پہن کر بازو و نخرے کے ساتھ مسجدوں میں آنے لگیں۔

## ترجمہ حدیث:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ولی اور ذمہ دار پر لازم ہے کہ عورتوں کو بن ٹھن کر، بناؤ سنگار کر کے، سج سج کر کے زیب  
 رزیت کا لباس پہن کر بے پردہ اور نیم عریاں لباس میں باہر نکلنے سے منع کرے اور راستے میں مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے  
 سے روکے، اگر عورت بے پردہ یا بناؤ سنگار کر کے بکثرت گھر سے باہر نکلتی ہے تو ولی اس کو قید اور محبوس کر سکتا ہے کیوں کہ اس کو  
 اس طرح آزاد چھوڑنا اور کھلے عام گھومنے پھرنے کی اجازت دینا درحقیقت تعاون علی الاثم والمعصیہ ہے جس کے بارے میں  
 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ولی سے سوال کرے گا، امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ  
 راستے میں چلنے اور ان کے ساتھ راستے میں اختلاط کرنے سے منع فرمایا ہے لہذا ولی اور مسئول کو چاہئے کہ حضرت عمر فاروقؓ  
 کی پیروی کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں، ایک حدیث میں ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب خشبو اور عطر سے  
 معطر ہو کر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو زانیہ ہے یعنی داعیہ الی الزنا ہے آج تمام شرور فتن اور فساد بگاڑ کی جڑ اور بنیاد عورتوں کا  
 مردوں کے ساتھ اختلاط ہے اور طرح طرح کے فضائی امراض و وباء کے نزول کا سبب اعظم اور قہر ربانی کے نزول کا سبب در  
 حقیقت یہی اختلاط مع الرجال ہے کیوں کہ مخلوط تعلیم اور مردوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ کرنا ان سے اختلاط رکھنا کثرت زنا  
 و فاحش کا سبب ہے، اور زنا و فاحش کثرت اموات اور نزول و بلاء و طاعون کا سبب ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر  
 میں صرف ایک زانیہ شامل ہو گئی اور فحش ان میں پھیل گئی تو اللہ پاک نے ان پر طاعون مسلط فرما دیا چنانچہ ایک ہی دن میں  
 ستر ہزار لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور یہ قصہ تفسیر کی کتابوں میں معروف و مشہور ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے  
 فرمایا اذا ظہر الزانی فی قریۃ اذن اللہ بہلاکھا۔ جب کسی گاؤں میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے تو اللہ پاک اس گاؤں کو ہلاک  
 کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے، پھر حکم خداوندی کے مطابق اس کو ہلاک و برباد کر دیا جاتا ہے۔

(۴۱۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ غَيْرَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَوْلَى أَبِي زُهَيْرٍ وَاسْمُهُ  
 غُبَيْدٌ أَنَّ أَبَاهُ زَيْدَ لَقِيَ امْرَأَةً مُطَطِّبَةً تُرِيدُ الْمَسْجِدَ فَقَالَ يَا أُمَّةَ الْجَبَّارِ أَيْنَ تُرِيدِينَ قَالَتْ الْمَسْجِدَ  
 قَالَ وَلَهُ طَطِيبَتْ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ  
 طَطِيبَتْ لَمْ تَخْرُجْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ.

ترجمہ حدیث: جو عورت خوشبوؤں سے معطر ہو کر مسجد میں نماز ادا کرے اس کی نماز قبول نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک ایسی عورت آئی جو خوشبو لگا کر مسجد جا رہی تھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: اے اللہ  
 جبار کی بندی کہاں جا رہی ہو؟ کہنے لگی مسجد، فرمایا مسجد کے لیے خوشبو لگائی ہے، کہنے لگی جی ہاں، فرمایا میں نے رسول اکرم

ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جو بھی عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف نکلے تو جب تک اس خوشبو کو زائل نہ کر دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

تشریح حدیث:

عورت کا خوشبو لگا کر مسجد جانا درحقیقت لوگوں اور نمازیوں کو گناہ کی دعوت دینا ہے اگر اس کی جانب نگاہ اٹھا اٹھا کر اور نظریں چراچرا کر دیکھیں گے اور دل میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ کو لائیں گے اور مسجد جو اللہ کا ایک مقدس اور پاکیزہ گھر ہے جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے گناہ و معصیت کا اڈہ بن جائے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے سخت وعید فرمائی کہ جو عورت بھی عطر سے معطر ہو کر اور خوشبو سے مزین ہو کر مسجد جائے تو اس کی نماز عند اللہ شرف قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتی اور یہاں قبولیت بمعنی رضا ہے یعنی اللہ اس کی نماز سے خوش نہیں ہوتا ہے۔

(۴۱۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَلْبَانًا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ

فَإِنِّي زَأَيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ بَجَزَلَةٍ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ

تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتُكْفِرْنَ الْعَشِيرَ مَا زَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِيذِي لَبٍ مِنْكُمْ قَالَتْ يَا

رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَالْدِّينِ قَالَ أَمَّا نَقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ

فَهَذَا مِنْ نَقْصَانِ الْعَقْلِ وَتَمَكُّثُ اللَّيَالِي مَا تُصَلِّي وَتُفِطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهَذَا مِنْ نَقْصَانِ الدِّينِ

ترجمہ حدیث: عورتوں کو کثرت استغفار کا حکم

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیوں کہ میں نے تم عورتوں کو (شب معراج یا خواب میں) جہنم میں زیادہ دیکھا، (یہ سن کر) ان عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن و طعن بہت زیادہ کرتی ہو، اور اپنے شوہروں کی ناشکری اور ناقدری بہت کرتی ہو، اور میں نے عقل و دین میں کمزور ہونے کے باوجود ہوشیار مرد کو بے وقوف بنادینے میں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، (یہ سن کر) ان عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کیا دو عورتوں کی گواہی کیا ایک مرد کی گواہی کے مساوی نہیں ہے؟ (یعنی شریعت نے دو عورتوں کی شہادت و گواہی کو ایک مرد کی شہادت و گواہی کے برابر قرار دیا جو اس کے نقصان عقل کی دلیل ہے) انہوں نے کہا جی ہاں (یا رسول اللہ) ایسا ہی ہے اور فرمایا عورتیں (چند دن اور چند) راتیں رکی رہتی ہیں (اور ایام حیض

میں (نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ رمضان کا روزہ رکھتی ہیں یہ ان کے دین میں نقصان کی علامت ہے۔

تشریح حدیث:

یہ بخاری مسلم کی متفق علیہ روایت ہے، عورتوں کا زیادہ تر اوقات غیبت، چغل خوری، اور لعن طعن میں گزرتے ہیں جہاں کہیں ایک دو عورت مل کر ایک ساتھ بیٹھیں بس ان میں آپسی قصہ شروع ہو جاتا ہے لعن و طعن اور ایک دوسرے کی برائی شروع ہو جاتی ہے شکوہ شکایت کا دور شروع ہو جاتا ہے شوہر کی ناقدری و ناشکری تو زبان زد رہتی ہے ان کا شوہر ان کے آرائش و آرام کے لیے کتنے ہی پاؤں بیلین کتنی محنت و مشقت کر کے ان کی ضرورتوں کی تکمیل کریں اور ان کو خوش رکھنے کے لیے کتنی ہی مصیبتیں چھیلیں، مگر ان کی زبان سے کبھی بھی شوہر کا شکر ادا نہیں ہوتا، ہمیشہ ناشکری ہی کے الفاظ زبان سے نکلتے ہیں شوہر رات دن تگ و دو کر کے ان کے واسطے سامان آرائش و زیبائش فراہم کرتا ہے اور ہر خواہش کی تکمیل کے لیے از حد کوشش کرتا ہے مگر کسی وجہ سے ایک مرتبہ انتظام نہیں ہو سکا، تو فوراً ان کی زبان پر یہی الفاظ ہوتے ہیں کہ جب سے میں اس گھر میں آئی کبھی سکون و آرام نہیں ملا کبھی ایک خواہش پوری نہیں ہوئی کبھی اس گھر میں اس کے ساتھ آرام نہیں ملا ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں عورتوں میں ایک بہت بڑے عیب کی غمازی کرتی ہے جس سے ان کی آخرت تباہ ہوتی ہے اور عذاب خداوندی کا مستوجب بناتا ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے اس خاص عیب کی نشان دہی فرمائی اور فرمایا اے عورتو! تمہارے اندر جو اس قسم کی باتیں ہیں ان کو ہلکا مت سمجھو، یہ وہ گناہ ہیں جنکی وجہ سے تمہیں عذاب ہوگا اور تم قہر خداوندی میں گرفتار ہو کر عذاب خداوندی میں دھکیل دی جاؤ گی، اور تم اپنے ان گناہوں کے سبب دوزخ میں مردوں کی بنسبت زیادہ جاؤ گی، لہذا تم اہل عذاب خداوندی سے بچنے کے لیے راہ خدا میں خوب دل کھول کر صدقہ کرو، خیرات کرو، اور زیادہ سے زیادہ استغفار سے اپنی زبان کو تر رکھو، تاکہ تمہارے اندر ان عیوب میں کمی پیدا ہو اور تمہاری طرف اللہ کی رحمت و مغفرت متوجہ ہو۔

عورتیں دین و عقل دونوں میں ناقص ہیں:

جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتیں جہنم میں زیادہ جاؤ گی، تو عورتوں نے وجہ اور سبب دریافت کی؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی دو وجہ ہیں (۱) کثرت لعن طعن (۲) شوہر کی نافرمانی اس کے ساتھ ساتھ تم ناقصات عقل والہ دین بھی ہو عورتوں نے پوچھا کیوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا عقل کے اعتبار سے ناقص تو اس لیے ہو کہ شریعت نے دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے، جو نقصان عقل کی واضح دلیل ہے، اور دین کے اعتبار سے یہ ہے کہ تم عورتیں ہر ماہ میں کچھ مخصوص ایام ولیالی نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزے رکھ سکتی ہو اگرچہ یہ چیزیں من جانب اللہ ہیں اس میں عورتوں کا کوئی دخل نہیں ہے بایں ہمہ ایک کمی ہے یہاں حدیث شریف میں عقل و دین کی کمی کا بیان

عورتوں کی تحقیر کے لیے ہرگز نہیں ہے بلکہ قدرت کے اس تخلیق و توازن کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے جو مردوں اور عورتوں کے درمیان جسمانی و طبعی فرق صنفیت کی بنیاد پر ہے، اور فرق صنفیت دراصل عین فطرت کا تقاضہ ہے جس کے بغیر نوع انسانی کا ذاتی نظام اور معاشرتی زندگی برسر اعتدال نہیں رہ سکتا ہے، خالق کائنات نے جسمانی طبعی عقلی اور دینی طور پر مرد و عورت کی بنیاد جو برتر درجہ دیا ہے اور جس کا ثبوت اس حدیث سے واضح ہے وہ انسانی معاشرہ کے اعتدال و توازن کی برقراری کے لیے ہے نہ کہ شرف انسانیت میں کسی فرق و امتیاز کے اظہار کے لیے، اس شرف فضیلت میں مرد و عورت دونوں کی یکساں حیثیت ہے اور دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

### (۱۲۶۰) بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت قیس بن ابی حازمؒ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت جریرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، اور حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہیں اس باب میں امر بالمعروف یعنی نیکیوں کے حکم کرنے اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے روکنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا بہت حساس اور عظیم الشان شعبہ ہے اسکے دائرہ میں غیروں کو اسلام کی طرف بلانا اور اپنے کو صراط مستقیم اور راہ اسلام پر جمانا داخل ہے، اور دونوں ہی قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ شرح الحدیث کے تحت آئے گی۔

(۳۱۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَفْصَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَفْصَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَرْوَا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَإِلَّا يَسْتَجَابَ لَكُمْ.

ترجمہ حدیث: نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کا حکم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو!) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، قبل اس کے کہ تم دعائیں مانگو اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں۔ (اس اہم فریضہ کے ترک کی وجہ سے)

تشریح حدیث:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کے اہم واجبات میں سے ایک اہم عظیم واجب ہے اور مہمات دین میں سے ایک بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل کام ہے، اور دینی کاموں میں سے یہ ایک ضروری اور لابدی ذمہ داری ہے اس کے

انجام دہی پر مسلم معاشرہ کا قوام اور اس کی قدرت و طاقت کا اساس ہے اسی میں خیر اور اعمال برکی بقا کا راز مضمر ہے اسی سے اسلام کا بول بالا اور حق کی سر بلندی ہوگی اس کے ترک سے باطل طاقتوں کی کثرت ہو جائے گی اور لوگ ظلم و جور و فسق و فجور پر جبارت کرنے لگیں گے، اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہایت ضروری ہے۔

**معروف و منکر کے معنی:**

معروف: معروف لفظ معرفت سے ہے جو عارف سے بنا ہے، معروف ہر وہ کام جس کا اچھا ہونا عقل و نقل سے پہچانا

جاتا ہو۔

منکر: اس کے لغوی معنی ہیں انجانا، اور اصطلاح شریعت میں ہر وہ کام جس کا برا ہونا عقل و شرع سے پہچانا جاتا ہو معروف اور منکر اسم مفعول کا صیغہ ہے جانا ہوا اور انجانا۔

**دعوت الی اللہ کے دو دائرے:**

حضرات علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ دعوت الی اللہ کے دو دائرے ہیں۔

**(۱) دعوت الی الکفار:**

کفار و مشرکین اور غیر مسلم اقوام کو دین اسلام کی طرف بلانا، دعوت الی الکفار چوں کہ اجمالی اور مجموعی اعتبار سے ہو چکی ہے اور دنیا کے تمام خطوں میں اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اور دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے بحیثیت اجمالی واقف نہ ہو، سب کو آپ کی دعوت و نبوت شریعت اجمالاً معلوم ہو چکا ہے اس لیے مسلمانوں کے ذمہ جو دعوت الی الکفار فرض ہے وہ پہنچ چکی ہے، اس لیے عندا الجمہور اب قبل الجہاد دعوت فرض نہیں ہے، دعوت دئے بغیر بھی جہاد کیا جائے تو جائز ہے (۱)

**(۲) دعوت الی المسلمین:**

مسلمانوں کو راہ حق پر لگانا، اور صراط مستقیم پر جمانا، اور ان کے احوال کو سنوارنا، انہیں بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، کیوں کہ اگر امت مسلمہ دین اسلام کا صحیح نمونہ بن جائے اور دوسرے خود ہی اس سے متاثر ہوں گے اور اگر امت مسلمہ کے احوال بگڑ جائیں تو ان کو دیکھ کر دوسرے بھی دین سے بدک جائیں گے اس لیے اصل محنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہونی چاہئے اسی وجہ سے اس فریضہ سے غفلت برتنے پر قرآن و حدیث میں سخت ترین وعید آئی ہے مگر امت ایک عرصہ سے اس اہم دینی فریضہ سے غافل ہے جس کا نتیجہ نگاہوں کے سامنے ہے، اسی فیصد مسلمان



صرف برائے نام ہی مسلمان ہیں اس لیے اس کی طرف توجہ کی شدید ضرورت ہے تبلیغ والے اس کام کو کر رہے ہیں اللہ رب العزت انہیں اجر جزیل عطا فرمائیں لیکن ابھی بہت کچھ کمی ہے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

### امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو قرآن کریم میں کم از کم تقریباً دس موقع پر ذکر کیا گیا ہے اس کو جس اہمیت اور قوت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے بعض علماء نے تو اس کام کو فرض عین قرار دیا ہے لیکن جہور اہل علم کے نزدیک فرض کفایہ ہے چنانچہ علامہ سید محمد آلوسی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں، کہ ان العلماء اتفقوا علی ان الامر بالمعروف والنهي عن المنکر من فروض الکفایة ولم یخالف ذالک لا النور۔

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ میں سے ہے چند لوگوں کے علاوہ سبھوں کا اس پر اتفاق ہے۔

حضرت امام غزالی نے بھی اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخیر میں فیصلہ کر کے بتایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں، اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اتنے لوگ اس کو انجام دینے والے موجود ہوں جن سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقصد حاصل ہو جائے اور یہ ضرورت پوری ہو جائے اگر امت کے کچھ لوگ اس کام میں لگے ہوں لیکن وہ اتنی تعداد میں نہیں ہوں کہ اس کی ضرورت پوری کر سکیں تو یہ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے کافی نہ ہوگا۔

### امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بیان القرآن میں اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (۱) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرآن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا تو اس کے لیے امور واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب، مثلاً نماز، عبادت، فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نمازی کو نصیحت کرے، اور اگر نوافل و مستحب ہے تو اس کا نصیحت کرنا مستحب ہے۔ (۲) جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا امور واجبہ میں واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا۔ (۳) پھر اس امر و نہی پر قادر کے لیے یہ تفصیل ہے اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام کرنا واجب ہے، جیسا کہ حکام محکومین کے اعتبار سے، یا ہر شخص خاص اپنے اہل و عیال کی طرف سے، اور اگر صرف زبان سے کہنے کی طاقت ہے تو زبان سے کہنا واجب ہے اور غیر قادر کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تارک واجبات اور مرتکب محرمات سے دل میں نفرت رکھے۔

(۴) پھر قادر کے لیے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم

ہوگا، اور من جملہ آداب کے ایک ادب یہ بھی ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اول نرمی نہ کرے اور عدم امتثال پر سختی کرے۔

(۵) اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر و نہی کا ترک جائز نہیں، اور زیادتی قدرت مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے لیکن مودت و مخالفت کا بھی ترک کرنا واجب ہے مگر بضرورت شدیدہ۔

(۶) پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب و جوب علی الکفایہ ہے اگر اتنے آدمی اس کو کرتے ہوں کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط و آداب  
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی علماء کرام نے دو شرطیں لکھی ہیں۔

شرط اول:

قدرت استطاعت کا ہونا، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کوئی ناقابل برداشت ضرر پہنچنے کا غالب گمان نہ ہو، اگر امر بالمعروف کرنے اور نہی عن المنکر کرنے میں جان و مال کا خطرہ ہو تو اس شخص کو قادر نہ کہا جائے گا اور ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا گناہ نہ ہوگا البتہ اولو العزمی کے ساتھ جان و مال اس راہ میں قربان کر دینا باعث فضیلت کی بات ہوگی، حضرات صحابہ کرام و تابعین و ائمہ کرام کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہیں۔

شرط دوم:

معروف و منکر کے بارے میں صحیح علم ہونا بھی ضروری ہے جس کو خود ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں صحیح علم نہ ہو، وہ اگر دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے مزید بگاڑ پیدا ہوگا اس لیے معروف و منکر کے بارے میں صحیح علم اور درست جانکاری ہونا ضروری ہے۔

شرط سوم:

بعض حضرات نے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے کسی بڑے فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو، اگر فتنہ و فساد بھڑکنے کا اندیشہ ہو تو پھر بالکل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (۲)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اپنے کو آتش دوزخ سے بچائے جیسا کہ ارشاد باری یا ایہا

الذین آمنوا واثقوا انفسکم سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) پھر اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کو آگ سے بچائے اہلیکم اس پر دال ہے

(۳) پھر خویش و اقارب اور پڑوسیوں کو آگ سے بچائے و اندر عشیرتک الاقرین

(۴) اس کے بعد پھر تمام جہاں والوں کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے جیسا کہ لاندہ کم بہ ومن بلغ

سے معلوم ہوتا ہے اور منکر کو روکنے کی ترتیب یہ ہے کہ (۱) طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے (۲) در نہ زبان سے منع کرے (۳) اس میں قہر کا خطرہ ہو تو صرف دل سے نفرت کرے، اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دے گی تو اللہ پاک اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا تا بند کر دیں گے، دعا کریں گے لیکن عرش الہی پر نہیں پہنچے گی بلکہ منہ پر مار دی جائے گی اس لیے ضروری ہے کہ امت انفرادی یا اجتماعی طور پر اس فریضہ کو انجام دیتی رہے، والتکن منکم امة یدعون الی الخیر الخ اس پر صراحتاً دال ہے گویا اس حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب ہے اور لوگوں کو اس کی انجام دہی پر آمادہ کرنا ہے اور ذہن سازی کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۴۱۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ

قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَتْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرُونَ هَذِهِ

الْآيَةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصْرُكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ وَإِنَّا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ لَا يَعْزِمُونَ لَهُ أَوْ شَكَّ أَنْ يُعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ قَالَ

أَبُو أُسَامَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

ترجمہ حدیث: برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے:

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ (ایک مرتبہ) بکھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا اے لوگو بے شک تم اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہو، اے ایمان والو تم اپنی جانوں کی فکر کرو، گمراہ ہونے والے کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے، بشرطیکہ تم خود راہ ہدایت پر ہو، اور بے شک ہم نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگ جب برائی دیکھیں پھر ان کو ختم نہ کریں، تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب و عقاب کے لپیٹ میں لے لے ابو اسامہ نے دوسری مرتبہ کہا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا۔

تشریح حدیث:

دعوت الی الکفار سے اگر امت تغافل برتے تو اس پر عذاب کی دھمکی نہیں دی گئی، مگر دوسری قسم کی دعوت یعنی دعوت

الی المسلمین میں غفلت برتنے پر احادیث شریفہ میں عذاب کی خبریں دی گئی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ دین کا صحیح نمونہ بن جائیں تو دوسروں کو دعوت خود بخود پہنچے گی اور اگر انہوں میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں تو وہ دوسروں کی دین سے بیزاری کا سبب بن جائیں گے ان کو دعوت بھی دی جائے گی تو وہ اثر انداز نہیں ہوگی اس لیے پہلے اسلامی معاشرہ پر محنت ہونی چاہئے، جیسا کہ اس کے متعلق حدیث باب کے آخر میں آرہی ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی اس آیت سے غلط فہمی ہو سکتی ہے، یہاں اس کا ازالہ کیا جا رہا ہے، سورہ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ** اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی اس آیت کریمہ کے ظاہر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اس کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں اس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ بات قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی تصریحات کے خلاف ہے اس لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عام خطاب میں فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے ہو اور اس کو بے موقع استعمال کرتے ہو، تو یہ سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں، سنو! میں نے خود نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرم کے ساتھ ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔

پس اس حدیث شریف کی روشنی میں آیت کریمہ یا تو پہلی والی دعوت کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر کفار و مشرکین اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں رسوم شرکیہ و بدعیہ میں مبتلا ہیں اور نصیحت و فہمائش سے بھی باز نہیں آئے تو تم ان کے غم میں نہ پڑو، ان کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو، اور سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ کی راہ اختیار کرے، خود برائی سے رکے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کرے پھر بھی لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں اور اگر یہ آیت مسلمان کو بھی عام ہے تو اذا اہتدیتم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی داخل ہے مسلمانوں کی اصلاح کی فکر اولاً ہر شخص پر ضروری ہے پھر امکان بھر کوشش کرنے کے بعد اگر لوگ نہ سنیں وہ ذمہ دار نہیں۔

(۴۱۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَدِيمَةَ عَنْ

أَبِي غُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا وَقَعَ فِيهِمُ النِّقْصُ كَانَ

الرَّجُلُ يَرَى أَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ فَإِذَا كَانَ الْعَدْلُ لَمْ يَمْتَنِعْهُ مَا رَأَى مِنْهُ أَنْ يَكُونَ أَكْبَلَهُ

وَشَرِيئَةً وَخَلِيطَةً فَضَرَبَ اللَّهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَنَزَلَ فِيهِمُ الْقُرْآنُ فَقَالَ لِعَنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَتَّى بَلَغَ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا

أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَتَكِنًا فَجَلَسَ وَقَالَ لَا حَتَّى تَأْخُذُوا عَلَيَّ يَدَيِ الظَّالِمِ لَمَّا طُرِدَ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا.

ترجمہ حدیث: مد اہنت فی الدین جائز نہیں:

حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک بنی اسرائیل میں جب کوتاہی آئی تو ایک شخص اپنے بھائی کو بتلائے معصیت دیکھ کر اسے اس برائی سے روکتا، اگلے دن اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور مل جل کر رہتا اور گناہ کی وجہ سے اس سے ترک تعلقات نہ کرتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو غلط ملط کر دیا اور ان کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے دل کے ساتھ ملا دیا، ان ہی کے متعلق قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی، لعن الذین کفرو من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم، سے ولکن کفیرا منهم فاسقون تک راوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے آپ بیٹھ گئے، اور فرمایا تم عذاب سے نہیں بچ سکتے حتیٰ کہ تم ظالم کے ہات پکڑ لو، اور اسے حق و انصاف پر مجبور نہ کر دو۔

تشریح حدیث:

قولہ: فضرَبَ اللہ قلوبَ بعضہم ببعض۔ ملا علی قاری حنفی ابن الملک نے نقل کیا ہے، کہ لفظ ببعض میں بابرائے سمیت ہے، اس صورت میں مذکورہ جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی نحوست کے سبب ان لوگوں کے دل کو بھی سیاہ کر دیتے ہیں جنہوں نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ لہذا وہ سب کے سب سنگ دل اور سخت دل ہو گئے حق راستی کی راہ قبول و اختیار کرنے کی استعداد و صلاحیت ان میں ختم ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک شخص خیر و رحمت سے دور ہو گیا، اور یہ اس لیے ہوا کہ ان میں جن لوگوں نے معصیت اور گناہ کی راہ اختیار کی تھی ان کو اپنے جرم کی سزا ملی اور ان کے قلوب کو غلط ملط کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَمْلَاهُ عَلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ

بُذَيْمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو عبیدہؓ روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، گزشتہ حدیث کے مثل۔

(۴۱۳۱) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى أَلْبَانَا حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَدِّ عَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ أَلَّا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا

هَيِّئَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقِّ إِذَا عَلِمَهُ قَالَ فَبَكَى أَبُو سَعِيدٍ وَقَالَ قَدَّرَ اللَّهُ أَيْنَا أَشْيَاءَ فَهَبْنَا.

ترجمہ حدیث: حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت ممانع نہ ہو:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے دوران خطبہ یہ فرمایا کہ سنو! جب کسی کو حق معلوم ہو تو لوگوں کی ہیبت کسی کو حق بات کہنے سے ہرگز نہ روکے، یہ سن کر حضرت ابوسعید خدریؓ رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم! ہم نے کئی چیزیں ناحق دیکھی لیکن ہم ہیبت میں آگئے، (اور ڈر کے مارے اس کا اظہار نہیں کیا)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حق بات کہنے سے کسی ظالم و جابر کا ظلم اور اس کا خوف و ڈر مانع نہ ہونا چاہئے، بلکہ اگر حق بات معلوم ہے اور اس کے بارے میں یقین کامل ہے تو ہر حال میں اس کا اظہار و اعلان کرنا چاہئے، خواہ اس کے واسطے تکلیف و مصیبت کیوں نہ برداشت کرنی پڑے حق جاننے کے بعد لوگوں کے خوف و ڈر سے اس کا اظہار نہ کرنا اور یہ سوچنا کہ لوگ کیا کہیں گے ممانعت فی الدین ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

(۴۱۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَخْقِرُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَخْقِرُ أَحَدُنَا نَفْسَهُ قَالَ يَرَى أَمْرًا لِلَّهِ عَلَيْهِ مَقَالٌ ثُمَّ لَا يَقُولُ فِيهِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَ فِي كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ خَشْيَةُ النَّاسِ فَيَقُولُ فَيَأْتِي كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَى.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی تحقیر نہ کرے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنی تحقیر کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ کوئی معاملہ دیکھے اور اللہ کا حکم اسے معلوم ہو: پھر بیان نہ کرے تو قیامت کے روز اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے فلاں معاملہ میں تمہیں حق بات کہنے سے کیا چیز مانع تھی جواب دے گا لوگوں کا خوف، تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ تجھے تو صرف مجھ سے ڈرنا چاہئے تھا۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا یہ عذر قبول نہ فرمائیں گے بلکہ یوں گویا ہوں گے کہ ڈرنا تو صرف اور صرف مجھ سے چاہئے تھا غیر اللہ سے تم ڈرے ہی کیوں اس لیے تمہارا یہ عذر غیر معقول ہے، اور غیر منقول ہے۔

(۴۱۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ مِنْهُمْ وَأَمْنَعُ لَا يَغْزَوْنَ إِلَّا عَمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی جائیں۔ جبکہ وہ قوم (جو نافرمانیاں اور گناہوں کے ارتکاب سے بچنے والی ہے) ان نافرمانوں سے زیادہ غلبہ اور قوت والے ہیں (بصورت نزاع) اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں (اس کے باوجود بھی نافرمانی اور معصیت کو دور نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ طاقت و قوت کے باوجود برائی نہ روکے تو اللہ تعالیٰ کا جب عذاب آئے گا تو اس کے زد میں صرف مرتکبین معاصی ہی نہیں آئیں گے بلکہ اس میں سارے لوگ شامل ہو جائیں گے اور عذاب خداوندی سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور سب ہلاک و برباد کر دئے جائیں گے البتہ قیامت کے دن اٹھایا الگ الگ جائے گا۔

(۴۱۳۴) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا رَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا جَزَةُ الْبَحْرِ قَالَ أَلَا تَحَدِّثُونِي بِأَعَاجِيبِ مَا رَأَيْتُمْ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَنِيَّةٌ مِنْهُمْ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ بَيْنَنَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَرَّتْ بِنَا عَجُوزٌ مِنْ عَجَائِزِ رَهَابِيْنِهِمْ تَحْمِلُ عَلَى رَأْسِهَا قُلَّةً مِنْ مَاءٍ فَمَرَّتْ بِفَتًى مِنْهُمْ فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْهَا ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَلَى رُكْبَتَيْهَا فَأَنْكَسَرَتْ فَلَمَّا ارْتَفَعَتْ التَّفَعَّتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ سَوْفَ تَعْلَمُ يَا غَدْرًا إِذَا وَضَعَ اللَّهُ الْكُرْسِيَّ وَجَمَعَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَتَكَلَّمَتْ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ فَسَوْفَ تَعْلَمُ كَيْفَ أَمْرِي وَأَمْرُكَ عِنْدَهُ غَدًا.

قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقْتُ صَدَقْتُ كَيْفَ يَقْدِسُ اللَّهُ أُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِضَعْفِهِمْ مِنْ شَدِيدِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہندری مہاجرین نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے، تو آپ نے فرمایا تم نے ارض حبشہ میں جو عجیب چیزیں دیکھی ہیں وہ مجھ سے نہیں بیان کرو گے، ان میں سے چند نوجوانوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور بیان

کریں گے، دریں اثنا کہ ہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں کے درویشوں کی ایک بڑھیا سر پر پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے ہمارے پاس سے گزری، پھر وہ حبشہ کے جوان کے پاس سے گزری تو اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، پھر اسے دھکا دیا، وہ گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا مٹکا پھوٹ گیا، جب وہ اٹھی تو اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اے مکار! تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا جب اللہ تعالیٰ کی کرسی (عدالت) قائم ہوگی، اور اولین و آخرین (تمام مخلوقات) کو جمع فرمائیں گے، اور ہاتھ پاؤں اپنے کئے کو بیان کریں گے، اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے یہاں میرا اور تمہارا کیا فیصلہ ہوگا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس بڑھیا نے بالکل سچ کہا اللہ تعالیٰ کیسے اس قوم کو پاک کریں گے جس میں کمزور کی خاطر طاقتور سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: کیف یقدس اللہ امة: کیف استخبار انکاری ہے، اور تعجب کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو قوم مظلوم کی حمایت و نصرت کر کے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے اور اس کو ظلم و زیادتی سے نہیں روکتا ہے حالاں کہ وہ اس کے روکنے پر قادر ہے اور پوری قدرت حاصل ہے چاہے تو ظلم و زیادتی کو روک سکتا ہے لیکن ایسا نہیں کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی بھی پاک نہیں کرے گا فیض القدیر میں ہے استخبار فیہ انکار تعجب ای، اخبرنی کیف یطهر اللہ قومالا ینصرون الظالم علی العاجز الضعیف مع تمکنهم من ذالک ای لا یطهرهم اللہ ابدافما اعجب حالکم ان طنتم انکم مع تمادیکم فی ذالک یطهرکم ولان التقدیس من قدس فی الارض اذا ذهب فیہا و ابعدا یقال قدس اذا طهر لان مطهر الشئ یمعده لا عن الاقدار (۱)

(۴۱۳۵) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُصْعَبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ أَتَيْنَا مُحَمَّدَ بْنَ جَحَادَةَ عَنْ عَطِيَّةِ الْغَزَفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ غَدَلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔

ترجمہ حدیث: ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف اور عدل کی بات کہنا افضل ترین جہاد ہے۔



## تشریح حدیث:

بعض روایات میں کلمہ عدل کی جگہ کلمہ حق بھی آیا ہے اس حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ نے ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق اور انصاف کی بات کہنا افضل ترین جہاد قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد میں پچاس فیصد شہید ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور پچاس فیصد غازی بننے کا بھی گمان رہتا ہے بلکہ شہید ہونے کا احتمال اور بھی کچھ کم ہی رہتا ہے اور ظالم و جابر بادشاہ کے دربار میں حق اور انصاف کی بات کہنے میں معاملہ بالکل برعکس ہے دس فیصد ہی جان بچنے کا امکان رہتا ہے۔ نوے فیصد احتمال تو سر قلم اور شہید ہونے کا ہوتا ہے اس لیے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا بڑا جہاد اور افضل جہاد ہے، علاوہ ازیں جہاد کے میدان میں مجاہد ایک کافر کو مارتا ہے اور قوم کو راحت پہنچاتا ہے لیکن ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والا ساری قوم کو فائدہ پہنچاتا ہے جبکہ بادشاہ اس کی بات کو قبول کر لے اسی طرح اس کے جہاد کی دائرہ افادیت زیادہ ہے اس لیے آپ نے اس کو افضل ترین جہاد فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(۴۱۳۶) حَدَّثَنَا إِسْحٰدُ بْنُ سَعِيدٍ التَّمْلِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي غَالِبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عِنْدَ الْجُمُرَةِ الْأُولَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَأَى الْجُمُرَةَ الثَّانِيَةَ سَأَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى جُمُرَةَ الْعَقْبَةِ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَزْزِ لِيُرِكَ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَلِمَةً حَقٍّ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ.

## ترجمہ حدیث: افضل جہاد

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) جمرہ اولی کے نزدیک رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا جب آپ جمرہ ثانیہ کی رمی کر چکے تو اس نے پھر وہی سوال کیا؟ آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہ دیا) پھر جب آپ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے اور سوار ہونے کے لیے اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ آپ نے معلوم کیا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہوں، آپ نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك.

(۴۱۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زُجَاجٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الْخُدْرِيِّ وَ عَنْ قُتَيْبِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَخْرَجَ

مَرَوَانُ الْيَمَنِيُّ فِي يَوْمِ عِيدِ قَبْدًا بِأَلِ الْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَامَرَوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ أَخْرَجْتَ  
الْيَمَنِيَّ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ وَبَدَأْتَ بِأَلِ الْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يَبْدَأُ بِهَا فَقَالَ أَبُو  
سَعِيدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قُضِيَ مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مِنْكُمْ مَنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ  
يَعْبُرَهُ بِإِيْدِهِ فَأَيُّغْبِزُهُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَسَاهِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَقْلِبْهُ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

ترجمہ حدیث: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مروان نے عید کے دن (خطبہ دینے کے لیے) منبر نکلوا یا، پھر نماز سے پہلے  
عی خطبہ شروع کر دیا تو ایک شخص نے کہا اے مروان! آپ نے سنت کے خلاف کام کیا، تم نے منبر نکلوا یا آج سے پہلے منبر  
نہیں نکلوا یا جاتا تھا، اور نماز سے قبل خطبہ شروع کر دیا حالاں کہ نماز سے قبل خطبہ نہیں ہوتا تھا، اس پر حضرت ابوسعید خدریؓ  
نے فرمایا، ان صاحب نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو  
شخص بھی خلاف شرع کام دیکھے اور اس کے اندر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت ہو تو اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے اور جو ہاتھ سے  
بدلنے پر طاقت نہ رکھے اس کو چاہئے کہ زبان سے منع کرے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو (کم از کم) دل سے اس کو برا  
جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

تشریح حدیث:

سب سے پہلے عید کے خطبہ کو کس نے مقدم کیا؟ اس سلسلہ میں مختلف حضرات کے نام لیے گئے ہیں مگر اصح قول کے  
مطابق یہ کام مروان نے کیا ہے پھر جب بنو عباس کا دور آیا تو صورت حال صحیح ہو گئی اور آج تک وہی معمول بہ ہے اس  
موضوع پر تفصیلی کلام باب ماجاء فی صلاة العیدین تکمیل الحاجہ جلد ۳ میں آچکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مروان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون

بخاری اور مسلم میں روایت آئی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروان پر نکیر فرمائی وہ دونوں عید گاہ  
میں ساتھ ساتھ آئے تھے، مروان سیدھا منبر کی طرف چلا، تو حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا مگر وہ نہیں مانا اور  
جواب قد ترک ما تعلم: آپ جو جانتے ہیں وہ متروک ہو گیا وہ زمانہ چلا گیا، حضرت ابوسعید خدریؓ نے جواب دیا کہ  
واللی نفسی بیدہ الا تاتون بنیر مما اعلم: ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے جو  
میں جانتا ہوں اس سے بہتر تم لوگ ہرگز نہیں لا سکتے ہو یہ باتیں تین مرتبہ کہہ کر حضرت ابوسعید خدریؓ صاف میں جا بیٹھے۔  
پھر اس شخص نے جس کا ذکر روایت میں ہے کھڑے ہو کر نکیر کی اس لیے اس کے عمل کا درجہ بڑھ گیا اس لیے حضرت

ابوسعید خدریؓ نے فرمایا اس بندے پر جو حق تھا چکا دیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔

### امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات:

رسول اکرم ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات بیان کئے ہیں۔

#### پہلا درجہ: بزور قوت و طاقت برائی کا خاتمہ:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ برائی اور منکر خلاف شرع کام دیکھنے کے بعد اپنے ہاتھ کی قوت اور طاقت سے اس کو ختم کر دینا، مثلاً آلات لہو و لعب کو توڑ دینا، سنیما گھروں، فلم ہالوں، شراب کے اڈوں اور زنا کاری کے اڈوں کو متہدم کر دینا اور معصیت کے ارتکاب کرنے والے کی سرزنش اور پٹائی کرنا، مگر یہ کام عام لوگوں کا نہیں ہے، بلکہ حاکم وقت کا ہے قوت نافذہ کے بغیر یہ کام کرنے سے فتنہ برپا ہوگا، اور اصلاح کے بجائے معاشرہ میں بگاڑ و فساد پیدا ہو جائے گا ہاں اگر امیر وقت اور بادشاہ وقت کی جانب سے کوتاہی اور تغافل برتی جا رہی ہے یا پس پردہ حکومت ان معاصی اور منکرات کی پشت پناہی کر رہی ہے تو اس صورت میں اولاً حکومت سے درخواست کی جائے کہ ملک اور سماج و معاشرہ سے فواحش و منکرات کے اڈے بند کئے جائیں، پھر بھی حکومت غفلت برت رہی ہے اور پشت پناہی کر رہی ہے تو اس صورت میں عام مسلمان اجتماعی طور پر اس فریضہ کو انجام دے۔

#### دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ:

اگر ہاتھ کی طاقت و قوت سے منکرات و فواحش کے ختم کرنے میں فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں زبان کے ذریعہ اس کی برائی اور قباحت کو زبان سے بیان کرے اور لوگوں کے قلوب میں اس کی شاعت و قباحت جاگزیں کرے۔ چند و فصاحت سے کام لے، اور برائی میں مشغول لوگوں کو سمجھائے، ان کو نصیحت کرے۔

#### تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جاننا:

زبان سے روکنے میں بھی فتنے و فساد کا اندیشہ ہو تو آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم اس برائی کو دل سے برا جانے، برا سمجھنے اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے اس سے نیچے ایمان کا کوئی درجہ نہیں، بلکہ اس سے نیچے تو بد اہانت فی الدین ہے جو پورے سماج اور سوسائٹی کو لے ڈوبتی ہے اگر کوئی شخص برائی کو دیکھ کر اس کو برا بھی دل سے نہ جانے بلکہ اسی کے ساتھ ہاں میں ہاں ملائے تو یہ سمجھو کہ اس کے پاس ایمان کا آخری اور ضعیف درجہ بھی نہیں ہے۔

قوله: ذالك اضعف الايمان: حضرات شارحین حدیث نے اس کے متعدد مطلب بیان کئے ہیں۔

(۱) جو شخص کسی برائی کو محض قلبی طور پر برا جانے پر اکتفا کرتا ہے تو سمجھو کہ اہل ایمان میں سب سے کمزور فرد ہے کیوں کہ اگر وہ دین کے بارے میں طاقت ور ہوتا اور قوی و مضبوط ہوتا تو صرف قلبی نفرت پر اکتفا نہ کرتا، بلکہ ہاتھ اور زبان سے بھی اس کے خاتمہ کی سعی و جدوجہد کرتا، اس مطلب کی تائید حدیث رسول افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز سے بھی ہوتی ہے نیز ارشاد باری ہے لایخافون لومة لائم۔

(۲) ذالك اضعف الايمان ای اضعف زمن الايمان: مطلب یہ ہے کہ جب اہل ایمان اس درجہ کمزور ہو جائیں کہ وہ کسی برائی کو مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کی طاقت سے محروم ہوں تو سمجھا جائے گا کہ یہ ایمان کے لیے سب سے کمزور زمانہ ہے کیوں کہ اہل ایمان اگر طاقتور ہوتے تو وہ کسی برائی کو اپنے فعلی و قولی کی طاقت کے ذریعہ مٹانے کے بجائے محض قلبی نفرت پر اکتفا نہ کرتے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کسی منکر اور خلاف شرع کام دیکھ کر محض دل میں اس کو برا سمجھنے پر اکتفا کر لینا ایمان کے مراتب میں سے سب سے کمزور مرتبہ ہے، کیوں کہ اگر کوئی مسلمان امر منکر دیکھ کر اس کو قلبی اعتبار سے برا بھی نہ سمجھے بلکہ اس پر اپنے اطمینان قلب کا اظہار کرے اور اس کو اچھا جانے تو وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا بلکہ کافر ہو جائے گا۔

(۴) امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ایمان کا ثمرہ اور نتیجہ کم ظاہر ہوگا اور ایسا ایمان قلیل المنفعت ہوگا، واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۶۱) بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ) ۹

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو امیہ شعبانی، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی فکر ہر وقت لگی رہنی چاہئے اصلاح نفس کی فکر سے کبھی بھی تغافل بالکل نہیں ہونا چاہئے۔

(۴۱۳۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي عُثْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ حَدَّثَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ جَارِيَةَ عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخَشَنِيَّ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي هَذِهِ

الْآيَةِ قَالَ آيَةُ قُلْتُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قَالَ سَأَلْتُ عَنْهَا خَيْرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلْ اتَّصِمُوا بِالْمَغْرُوفِ وَتَنَافَرُوا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتُمْ شَخْصًا مَطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَذُنُوبًا مُؤْتَرَةً وَاعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ

بِرَأْيِهِ وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَا يَدَانِ لَكَ بِهِ فَعَلَيْكَ خَوِصَّةٌ نَفْسِكَ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ الصَّبْرُ فِيهِمْ عَلَى مِثْلِ قَبْضٍ عَلَى الْجُمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ.

ترجمہ حدیث: دین پر ثابت قدمی ہاتھوں میں انگارہ لینے کے مانند:

حضرت ابو امیہ شعبائی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ثعلبہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں انہوں نے کہا کون سی آیت؟ میں نے کہا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصُورُكُمْ مَنَ حَتَّىٰ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اے ایمان والو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر کرو گمراہ لوگوں کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے جب کہ تم راہ راست پر رہو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس آیت کی تفسیر ایسی ذات سے دریافت کی جو خوب واقف تھی، میں نے اس کی تفسیر رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا بلکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو، یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخیل کی بات مانی جاتی ہے خواہش (نفس) کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر شخص کو اپنی رائے پر ناز ہے (خواہ اس کی رائے کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس صحیح کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) اور ایسے حالات میں جب تم ایسا کام (خلافت شریعت) دیکھو کہ اس کو ختم کرنے کی طاقت تم میں ذرا بھی نہیں ہے تو اس وقت تم صرف اپنی ذات کی فکر کرو، اس لیے کہ تمہارے بعد صبر کے ایام آنے والے ہیں، ان میں صحیح دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا ہاتھ میں انگارہ لینے کے مترادف ہوگا، ان ایام میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جو اس کے عمل کے مثل اس طرح کے عمل کرتے ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں جو آیت کریمہ مذکور ہے اور اس سے ظاہری طور پر جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ صرف اپنی اصلاح کی فکر کافی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم نہیں دوسروں کو برائی سے روکنا ضروری نہیں، اس سے متعلق کلام گزشتہ باب کے تئیں ہو چکا ہے اور آیت کریمہ کا صحیح مطلب وہاں بیان کیا جا چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں، حدیث ہذا اس بات پر دال ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے بعد اور اس ذمہ داری کی ادائیگی پر محنت کرنے کے بعد، علیکم انفسکم کا نمبر ہے شروع ہی سے نہیں۔

(۴۱۳۹) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ غُبَيْدٍ الْخَزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَفْصُ بْنُ غِيْلَانَ الرَّعِنِيِّ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى نَشْرُكَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ

قَبْلَكُمْ فَلَمَّا يَأْتِ رَسُولُ اللَّهِ وَمَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا قَالَ الْمَلِكُ فِي صِغَارِكُمْ وَالْفَاحِشَةُ فِي كِبَارِكُمْ وَالْعِلْمُ فِي زِدَائِكُمْ قَالَ زَيْدٌ تَفْسِيرُ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعِلْمُ فِي زِدَائِكُمْ إِذَا كَانَ الْعِلْمُ فِي الْفَسَاقِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے کسی نے کہا یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب تم میں وہ امور ظاہر ہوں جو تم سے پہلی امتوں پر ظاہر ہوئے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے پہلی امتوں پر کیا ظاہر ہوئے تھے، فرمایا: گھٹیا لوگ حکمران بن جائیں، تمہارے معزز لوگوں میں فسق و فجور آجائے اور تمہارے ذلیل اور کمینے لوگ علم حاصل کر لیں۔ راوی حدیث حضرت زید فرماتے ہیں کہ گھٹیا لوگوں کے علم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بے عمل فاسق لوگوں میں علم ہو۔

تشریح حدیث:

حضرات صحابہ کرام نے رسول اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کب متروک ہوگا لوگ کب اس فریضہ کو ترک کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل میں جو چیزیں ظاہر ہوئیں وہی چیزیں اگر تم میں آگئی، تو سمجھ لو کہ اب اس میں کوتاہی آئی شروع ہو جائے گی، اور رفتہ رفتہ یہ فریضہ متروک ہو جائے گا حضرات صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ بنی اسرائیل میں کیا چیزیں پیدا ہو گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا۔

(۱) اِذَا ظَهَرَ الْاِدْهَانُ فِي خِيَارِكُمْ: تمہارے معزز اور چنیدہ لوگوں میں مدہانت پیدا ہو جائے۔

(۲) وَالْفَاحِشَةُ فِي اِشْرَارِكُمْ: تمہارے شریر لوگوں میں فسق و فجور اور فحش پیدا ہو جائے

(۳) وَتَحُولُ الْمَلِكُ فِي صِغَارِكُمْ: بادشاہت اور حکمرانی تمہارے ذلیل لوگوں میں منتقل ہو جائے

(۴) وَالْفَقْهُ فِي اِرْذَالِكُمْ: تمہارے ذلیل اور کمینہ لوگ علم و فقہ حاصل کرنے لگیں مطلب علم فقہ فاسقوں میں منتقل

ہو جائے، فاسق لوگ علم حاصل کریں اور بے عمل رہے جیسا کہ آج کل اس کا مشاہدہ خوب ہوتا ہے، قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کے علوم کے ماہر ہوتے ہیں درجنوں کتابوں کے مصنف ہوتے ہیں لیکن ان کا حلیہ و لباس دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی یہودی کا لُج و اسکول کے پروردہ اور متخرج ہیں، کسی اسلامی یونیورسٹی کا فاضل نہیں، جب یہ صورت حال ہو جائے تو پھر سمجھو کہ اب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر متروک ہو جائے گا، اور لوگوں کے اندر مدہانت فی الدین آجائے گی، برائی دیکھنے کے بعد بھی نہیں روکیں گے۔

(۴۱۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ

الْحَسَنِ عَنْ جُنْدَبٍ عَنْ خَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَّبِعِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَذُلَّ نَفْسُهُ قَالُوا أَوْ كَيْفَ يَذُلُّ نَفْسُهُ قَالَ يَتَغَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يَطِيقُهُ.

ترجمہ حدیث: اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو:

حضرت خذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) مومن کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرے گا؟ جس آزمائش اور مصائب کو برداشت نہیں کر سکتا ہے اس کے درپے ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں ڈالے جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتا ہے اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کرنا ہے مثلاً ایک شخص مسافر ہے گرمی کے موسم میں سفر کر رہا ہے تو شریعت نے اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اب وہ روزہ رکھ لیا لیکن گرمی کی شدت کو برداشت نہیں کر سکا اور روزہ توڑ دیا یہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہوا، یا امر بالمعروف کرنے کی صورت میں ظن غالب ہے کہ ایذا پہنچے گی اور اس پر صبر کر سکے گا تو امر بالمعروف کو ملتوی کر دے اگر اس نے امر بالمعروف کیا اور ایذا پر صبر نہ کر سکا تو یہ اپنے آپ کو رسوا کرنا ہوا۔ اللہ کے رسول نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۴۱۳۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو طَوَالَةَ حَدَّثَنَا نَهَارُ الْعَبْدِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَيَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَقُولَ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَ الْمُشْكِرَ أَنْ تُنْكِرَهُ فَإِذَا لَقِيَ اللَّهَ عَبْدًا أَحْبَبْتَهُ قَالَ يَا وَبَّ وَجُوثُكَ وَفَرِقْتُ مِنَ النَّاسِ.

ترجمہ حدیث: لوگوں کی ایذا رسانی کے خوف سے امر بالمعروف نہ کرنا:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے سوال کرے گا یہاں تک کہ کہے گا کہ تجھ کو نبی عن المنکر سے کس چیز نے روک دیا؟ (یعنی جب خلاف شرع کام دیکھا تو منع کیوں نہیں کیا اور روکا کیوں نہیں) پھر اللہ تعالیٰ خود ہی اس کا جواب تلقین فرمائیں گے تو بندہ عرض کرے گا، رہا! میں نے آپ کی رحمت کی امید کر لی تھی اور لوگوں کی ایذا رسانی سے مجھے خوف تھا (اس لیے خلاف شرع کام دیکھنے کے بعد منع نہیں کیا)

تشریح حدیث:

بعض روایت میں لقن کی جگہ القی کے الفاظ بھی آئے ہیں دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ بندے کے قلب

پر جواب القاء فرمائیں گے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب دیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ بے پناہ اور غایت درجہ محبت کی بات ہے کہ سوال کرنے کے بعد کا جواب بھی سکھاتے ہیں تاکہ میرے بندوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی اور فضل ربانی ہے۔

### (۴۱۳۲) بَابُ الْعُقُوبَاتِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابومالک اشعریؓ حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ثوبانؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو تمام گناہوں اور ان کی سزاؤں سے ڈرایا ہے تاکہ امت گناہوں کی دلدل میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔

(۴۱۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ بَرْزِيذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَمْلِكُ لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يَفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَلِكَ أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ.

ترجمہ حدیث: اللہ کی طرف سے ظالم کو ڈھیل:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت فرماتے ہیں تو پھر چھوڑتے نہیں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی، وَكَذَلِكَ أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ: اور اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوتی ہے جب وہ کسی ظالم بستی کو پکڑتے ہیں (تشریح حدیث:

قولہ: لَمْ يَفْلِتْهُ: ای لم یخلصه ابدا ان کان مشرکا و مدة طويلة ان كان مؤمنا: مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک ظالم و جابر کو شروع شروع میں ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ظلم و سرکشی میں غوطہ لگانے لگتے ہیں اور تمرد و عناد اور ظلم و زیادتی میں حد سے زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے اور اس قدر وہ سخت اور خطرناک ہوتی ہے کہ کسی کو چھوڑتی نہیں ہے پھر آپ نے اس کو قرآن کریم کی آیت تلاوت کر کے اس کو مدلل و مبرہن کیا۔

(۴۱۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خُمْسُ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِمْ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُذَرَّ كُوهُنَّ لَمْ تَطْهَرُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُغْلَبُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاغُوتُ وَالْأَرْجَاغُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَصَّتْ فِي



أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا وَلَمْ يَنْقُضُوا الْمِيثَاقَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أَخَذُوا بِالْيَمِينِ وَشِدَّةِ الْمَثْوَةِ وَجُورِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْتَنِعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَذْرًا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوا بِغَضِّ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكَمْ أَلَمَتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا وَمِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ تَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.

ترجمہ حدیث: خلاف شرع امور کے ارتکاب پر نازل عذاب:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو جاؤ اور میں خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو۔ (۱) جس قوم میں علانیہ طور پر معاصی و منکرات اور فواحش ہونے لگے تو اس میں ظالموں اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھی۔ (۲) اور جس قوم کے اندر ناپ تول میں کمی آ جاتی ہے تو قحط سالی اور مصائب اور بادشاہ کے ظلم و ستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔ (۳) جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو آسمان سے بارشیں بڑھ کر دی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو۔

(۴) جو قوم اللہ اور اس کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر غیروں کو مسلط کر دیتا ہے جو ان سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں۔ (۵) اور جب ان کا مسلم حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو خانہ جنگی اور باہمی اختلافات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

تشریح حدیث: ارتکاب معاصی نازل عذاب خداوندی کا سبب ہے:

قولہ: اذا ابتليتم بهن: یہ جملہ شرط ہے اور اس کی جزا محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے اذا ابتليتم بهن حل بكم انواع من العذاب الذي مذکور بعدہ، اور اعوذ باللہ ان تدرکوا ہن جملہ معترضہ ہے اور قولہ: لم تظہر الفاحشة الخ یہاں سے خمسہ کا بیان ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس قوم میں بھی مذکورہ بالا پانچ برائیاں آئے گی تو اللہ تعالیٰ انہیں طرح طرح کے عذاب اور مصائب میں مبتلا کر کے آزمائے گا اور ان کی سخت پکڑ کرے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

(۴۱۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ

مَالِکُ بْنُ أَبِي مَرْثَمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِي مَالِکٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنَ نَاسٍ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرُ يَسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يَغْرِزُ عَلَى رُؤُسِهِمْ بِالْمَعَارِزِ وَالْمَغْتَبَاتِ يَحْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمْ الْقِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ.

ترجمہ حدیث: نام بدل لینے سے حقیقت نہیں بدلتی:

حضرت ابومالک اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب اس کا نام بدل کر پیئیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے، گانے والی عورتیں گانا گائیں گی اور اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دسادیں گے، اور ان کی صورتوں کو سچ کر کے بندروں اور سوروں جیسا کر دیں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے قیامت کے قریب امت میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اس کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ قرب قیامت میں لوگوں کے اندر اس قدر فساد و بگاڑ آجائے گا اور مزاج دینی اعتبار سے اس قدر دور ہو جائے گا کہ لوگ شرابوں کا استعمال نام بدل بدل کر کریں گے کوئی اس کا نام نبیز رکھے گا کوئی اس کا نام مفرح قلب و دماغ رکھے گا کوئی اس کام منشط الابدان رکھے گا اور استعمال کرے گا حالاں کہ نام بدل ڈالنے سے حقیقت و ماہیت نہیں بدلتی اس کی حرمت حسب سابق بدستور باقی رہتی ہے اس کے باوجود لوگ دھڑلے سے اس کا استعمال کریں گے آج وہ زمانہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کسی مسلمان نو جوان دھڑلے سے بغیر کسی خوف و خطر کے شراب کی بوتلیں پی رہا ہے جو بازاروں میں مختلف ناموں سے فروخت ہو رہی ہے، یہ علامت قیامت میں سے ہیں بلکہ امت میں ایسے لوگ بھی اس دور میں موجود ہیں جو اس کی حلت کے قائل ہیں، حالاں کہ اس پر امت کا اتفاق ہے کہ جو آدمی شراب کو حلال جانے وہ کافر ہے۔

مسلم ممالک کی حالت زار:

افسوس بالافسوس یہ ہے کہ آج تمام مسلم ممالک میں بشمول سعودیہ عربیہ شراب کی بیچ و شرا کی جارہی ہے البتہ اس کی خرید و فروخت علانیہ نہیں بلکہ خفیہ ہے بقیہ تمام ممالک میں علی الاعلان کھلے عام شراب کی تجارت ہوتی ہے اس کی فیکٹریاں قائم ہیں اور اس کے استعمال کی تشجیع کی جاتی ہے اور اس سے بھی خطرناک صورت حال مخدرات اور منشیات کا پھیلاؤ ہے پورے ملک میں شیش افیون، ہیروئن، اور دیگر مخدرات کا دور دورہ ہے اسی وجہ سے تمام اسلامی ممالک آج تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنی اسلامی شناخت کھودی ہے عوام تو عوام وہاں کے حکمران اور صاحب حکومت و اقتدار اس سیل رواں کے نزد سے محفوظ نہیں شراب کی بوتلیں ان کے منہ سے بھی لگی ہوئی ہیں اللہ ہی ان کی حالت زار پر رحم فرمائے۔

(۳۱۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَمَارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ الْمِنْهَالِ عَنْ زَادَانَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ قَالَ ذَوَابُّ الْأَرْضِ.  
ترجمہ حدیث:

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یا لعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون میں لاعنون سے مراد زمین کے چوپائے ہیں یعنی جانور۔  
تشریح حدیث:

قولہ: ذواب الارض: بعض روایت میں ذواب کی جگہ ذوات الارض ہے یعنی آیت کریمہ میں جولاعنون آیا ہے اس سے مراد ذوات الارض، حیوانات، حشرات الارض، ہوام الارض اور ذواب الارض ہے، یعنی روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات لعنت کرتی ہے۔

(۳۱۳۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَعْفَرِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ وَلَا يَزِدُّ الْقَدْرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمَ الرِّزْقُ بِالدُّنْبِ يُصِيبُهُ.

ترجمہ حدیث: گناہوں سے رزق میں تنگی

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی ہے اور دعا کے علاوہ کوئی چیز قدر و قضاء کو نال نہیں سکتی ہے اور گناہ کے ارتکاب کے سبب آدمی رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: لا یزید فی العمر الا البر: عمر میں زیادتی ہونے سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں:  
(۱) المراد بازیداد العمر ہر کتبہ باعمال الخیر کہ زیادتی عمر سے مراد اعمال میں برکت ہے یعنی نیکی کی وجہ سے اعمال میں برکت ہوتی ہے لوگ دیر تک اس کے مرنے کے بعد بھی یاد رکھتے ہیں اور اس کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں یہی ہے زیادتی عمر۔  
(۲) عمر میں زیادتی سے مراد رزق میں زیادتی ہے یعنی اعمال صالحہ اور نیکی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔  
(۳) حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور حقیقت میں عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ تقدیر معلق کے بارے میں ہے۔  
یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔

(۴) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: معناه اذا بر لا یضیع عمره فکانہ زاد عمره فان من بورك فی عمره یتدارک فی یوم واحد من فضل اللہ تعالیٰ ما لا یتدارک غیرہ فی السنۃ۔

(۵) وقيل قدر اعمال البر اسباباً بالطول له وسمى زيادة باعتبار طوله:

قوله: ولا يورد القدر الا الدعاء: بالفرض والحال اگر نوشته تقدیر کو کوئی چیز نال سکتی ہے تو وہ صرف دعا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں، اور یہ معلق و مبرم کی تقسیم بندوں کے اعتبار سے ہے اللہ پاک کے علم کے اعتبار سے یہ تقسیم نہیں، علم ازلی میں صرف مبرم ہی مبرم ہے، مبرم و معلق کے متعلق تفصیلی کلام ابواب القدر کے تحت تکمیل الحاجہ جلد اول میں ہو چکا ہے تفصیل درکار ہو تو وہاں ملاحظہ فرمائیں۔  
قوله: وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب الخ: فسق و فجور اور معاصی و منکرات اور فواحش و گناہ کا ارتکاب کے سبب بعض مرتبہ رزق سے آدمی محروم کر دیا جاتا ہے جب ارتکاب معاصی اور گناہوں پر جسارت کرتا ہے اور حد سے متجاوز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کے رزق میں تنگی شروع کر دیتا ہے، اور بعض مرتبہ رزق سے محروم بھی، اس لیے آدمی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس کے غیض و غضب کا مستحق نہ بنے اور رزق کا دروازہ بند نہ کرے، بلکہ نیکیوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے روزی کا دروازہ کشادہ کرے۔

### (۱۴۶۳) بَابُ الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

اس باب کے تحت صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس بندے کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا زیادہ بلند ہوتا ہے اس کی آزمائش اور امتحان بھی اتنا ہی زیادہ اور مشکل ہوتا ہے طرح طرح کے مصائب و آلام کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں لہذا صبر و استقامت سے کام لینا چاہئے۔ اس سے عند اللہ مقام و عظمت اور زیادہ بلند سے بلند تر ہوگی۔

(۴۱۴۷) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ وَيَحْيَى بْنُ دُرَّسٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَإِنَّكَ تَبْلَى عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ ضَلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتَلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَنْتَرِخُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتَرَكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ عَطِيئَةٍ.

ترجمہ حدیث: بندے کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی

ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرات انبیاء کرام پر، پھر ان کے بعد جو افضل اور بہتر ہو درجہ بدرجہ، بندے کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے، پس اگر اس کے دین میں پختگی ہوگی تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی، اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوگی تو اس کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوگی اور بندے سے مصیبت اس وقت تک نہیں ملتی ہے جب تک کہ وہ اس کو زمین پر اس حال میں نہ چھوڑے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہ ہو۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد سب سے زیادہ مقدس ہستی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہوتی ہے ان کا مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت ہمند اللہ سب سے زیادہ بلند ہوتی ہے وہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہوتے ہیں اس لیے خدائے ذوالجلال والاکرام اپنے رسولوں اور نبیوں کو زیادہ آزماتے ہیں، اور انہیں نہایت اشد سے اشد ترین مصائب و شدائد میں مبتلا کرتے ہیں طرح طرح کی تنگی اور جرح میں ڈالے رکھتے ہیں تاکہ اور زیادہ سے زیادہ ان کا مرتبہ بلند ہو پھر ان نفوس قدسیہ کے بعد جن کا درجہ ہوتا ہے اور جو اللہ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہوتا ہے ان کو آزماتے ہیں یعنی درجہ بدرجہ شرف و در اشراف کے اعتبار سے اس کا امتحان لیتے ہیں آزماتے ہیں اور یہ حضرات ان پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے گڑگڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو استوار کرتے ہیں اور تمام مصائب و شدائد، حزن و ملال اور رنج و غم کو نہایت بشاشت قلبی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، الغرض اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بندہ جتنا زیادہ مقرب ہوگا دنیا میں وہ اتنا ہی زیادہ مصیبت میں گھرا ہوگا اور امتحان و اختبار کی چکی میں پس رہا ہوگا لہذا کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر حقیر نہیں جانا چاہئے۔

(۳۱۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْبَرَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَدَيْكٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَايَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْعُكَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَزْرَةً بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللَّحَافِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَشَدُّهَا عَلَيْكَ قَالَ إِنَّا كَذَلِكَ يَضَعُفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيَضَعُفُ لَنَا الْأَجْرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قَالَ ثُمَّ الصَّالِحُونَ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَبْتَغِي بِالْفَقْرِ حَتَّى مَا يَجِدَ أَحَدَهُمْ إِلَّا الْعَبَاثَةَ يَحْوِيهَا وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالْزَّخَاءِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو شدید بخار تھا میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا، تو لحاف کے اوپر سے بھی ہاتھوں میں حرارت محسوس ہو رہی تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اتنا شدید بخار ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے ہماری آزمائش بھی دوگنی ہوتی ہے اور اجر و ثواب بھی ڈبل ملتا

ہے میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش و ابتلاء کن پر آتی ہے آپ نے فرمایا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے بعد کن پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا نیک لوگوں پر، بعض نیک لوگوں پر فقر و فاقہ اور تنگدستی کے ذریعہ ایسی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کے پاس اوڑھے ہوئے کھل کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور بے شک ان میں سے بعض لوگ ابتلاء و آزمائش سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جیسے تم وسعت اور فراخی پر خوش ہوتے ہو۔  
تشریح حدیث:

قولہ: کما یفرح احدکم بالرخاء: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک و صالح بندے نوشتہ تقدیر اور قضاء و قدر کے مطابق آمدہ مصائب پر اسی طرح راضی اور خوش ہوتے ہیں جس طرح تم لوگ فراخی اور وسعت پر خوش ہوتے ہو، ان کی زبان پر کوئی حرف شکایت اور واویلہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ رب العزت ان کے لیے جو فیصلہ کر دیتا ہے اور جو تکالیف و شدائد اور احزان و آلام ان کے لیے مقدر کر دیا ہے فرحاں اور شاداں رہتے ہیں۔

قولہ: الامثل فالامثل: قال ابن الملک: ای الاشرف فالاشرف والاعلیٰ فالاعلیٰ مرتبة و منزلة یعنی من هو اقرب الی اللہ بلاؤہ اشد لیكون ثوابہ اکثر۔ واللام فی الانبیاء للجنس، قال القاری: ویصح کونها للاستغراق اذ لا یخلو منهم من عظیم محنة و جسیم ہلیة بالنسبة لاهل زمانہ (۱)

(۴۱۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَ كَيْفَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرْبَهُ قَوْمُهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

ترجمہ حدیث: خون میں لت پت مگر امت کے حق میں دعا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ گویا میں اس وقت رسول اکرمؐ سرور دو عالمؐ کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک ایسی نبی کی حالت کو بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم کے لوگوں نے ان کو مارا اور وہ اپنے چہرہ مبارک سے خون صاف کرتے جاتے اور زبان مبارک سے یوں کہتے جاتے اے میرے رب! میری قوم کی مغفرت فرما دیجئے کیوں کہ یہ میری حقیقت سے ناواقف ہے۔

تشریح حدیث:

جس نبی کا واقعہ آپ ﷺ بیان فرما رہے ہیں وہ کون سے نبی تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ جس نبی کا واقعہ آپ ﷺ بیان فرما رہے ہیں اس سے مراد حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں امام قرطبی کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود اپنا واقعہ بیان فرما رہے ہیں وقال القرطبی ان

النبي هو الحاكي والمحكي۔ (۱)

(۴۱۵۰) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ ارْأِنِي كَيْفَ تُخَيِّبُ الْمَوْتَى قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي وَيَرْحَمَ اللَّهُ لَوْ طَلَقْتُكَ كَانَ يَأْرِي إِلَى رُكْنٍ شَلِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں زیادہ شک کے حقدار ہیں جب انہوں نے کہا: اے پروردگار! مجھے دکھا دیجئے آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا کیوں نہیں (ضرور رکھتا ہوں) لیکن اطمینان قلب کے لیے ایسا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ ایک زور آور حمایتی کی تلاش میں تھے، اور اگر میں اتنا عرصہ قید میں گزارتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گزارا ہے تو میں بلانے والے کی بات مان لیتا۔

تشریح حدیث:

قولہ: نحن احق بالشك من ابراهيم: حدیث شریف کے اس جملے کی وضاحت یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی بات گرامی پر ”رب ارنی کیف تخی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولكن لیطمئن قلبی“ نازل ہوئی تو کچھ حضرات نے کہا کہ ابراہیم کو شک ہوا ہمارے رسول کو شک نہیں ہوا، گویا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت ان لوگوں نے شک منسوب کر کے مرتبہ کم کرنا چاہا تو فوراً اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نحن احق بالشك من ابراهيم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں، میں زیادہ شک کا حقدار ہوں، یعنی اگر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شک وشبہ واقع ہوتا تو مجھے بدرجہ اولیٰ ہوتا لیکن مجھے شک وشبہ نہیں ہوا تو حضرت ابراہیم کو بدرجہ اولیٰ نہیں ہوا۔

سوال: حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف حضرت ابراہیم کے لیے بلکہ اپنی ذات کے لیے بھی مذکورہ شک کا اثبات فرمایا ہے حالاں کہ دونوں کا اس طرح شک میں مبتلا ہونا محال ہے اس کی حضرات شراح کرام سے متعدد توجیہات منقول ہیں۔

جواب: (۱) حضرات صحابہ کرام نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوا ہمارے نبی کو شک نہیں ہوا جب اس

کی اطلاع آپ کو ہوئی تو حضرت ابراہیم سے شک کا دفعیہ کرنے کے لیے فرمایا لحن احق بالشک، اور یہ بالکل وہی انداز ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز دفع کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ اگر تم فلاں کو ناشائستہ بات کہنے کا ارادہ کر ہی چکے ہو تو بجائے اس کے مجھے کہو، اور ظاہر ہے کہ تم مجھے نہیں کہہ سکتے لہذا اس کو بھی نہ کہو۔

(۲) جب ہم کو شبہ نہیں ہوا تو ان کو بھی نہیں، آپ نے یہ جملہ تواضع اور نسبت ابہیت میں یہ فرمایا یعنی ان کی ذریت اور تبع ہیں، واتبع ملة ابراهيم حنيفاً: اگر بالفرض احیاء موتی کا سوال کسی کو شک و شبہ کی بنیاد پر ہوتا تو ہم اس شک کے زیادہ حقدار ہوتے لیکن جب ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں تو ان کو تو بدرجہ اولیٰ شک نہ ہوا ہوگا، کیوں کہ وہ تو موحد اعظم ہیں۔

(۳) احیاء موتی کی کیفیت مشاہدہ کرنے کے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مشتاق ہیں، کیوں کہ مشرکین مجھ سے زیادہ سوال کرتے ہیں اور بعث بعد الموت کی تکذیب اور اس پر تعجب کرتے ہیں نہ ان کو سمجھانے کے لیے کیفیت احیاء دیکھنے کے ہم زیادہ مشتاق ہیں اس کے باوجود ہم سوال نہیں کرتے ہیں۔

(۴) حضرت علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ نحن سے مراد آپ کی ذات شریفہ نہیں ہے بلکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کے بارے میں شک ہوتا تو دوسرے انبیاء کو بدرجہ اولیٰ ہوگا کہ ان کو دوسرے انبیاء پر فوقیت حاصل تھی، جب مفضول کو شک نہیں ہوا تو افضل کو کیسے ہو سکتا ہے

(۵) نحن سے مراد امت ہے جس کو شک ہو سکتا ہے اس کے اندر آپ کی ذات داخل نہیں کیوں کہ آپ معصوم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ احیاء موتی کے بارے میں جب عام مومنین کو شک نہیں ہوا تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو شک کیسے ہو سکتا ہے۔

قوله: قال رب انى كيف تحى الموتى: الخ: حضرت ابراہیم کا یہ سوال کسی شک و شبہ کی بنیاد پر نہیں تھا، کہ نعوذ باللہ انہیں احیاء موتی کے بارے میں شک ہے بلکہ احیاء موتی کی کیفیت کیا ہوگی اس کے متعلق سوال تھا، کہ عینی مشاہدہ ہو کر ایمان عین الیقین تک پہنچ جائے سوال میں لفظ کیف خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حالت و کیفیت کے متعلق شوق کا سوال تھا نہ کہ شک و شبہ کا، شوق کے سوال اور شک کے سوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ذوق و شوق عین تقاضا یقین ہے۔

قوله: ويوحى الله لوطا لقد كان ياوتى الخ: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے جو رکن شدید کا سہارا پکڑنا چاہتے تھے رکن درحقیقت کسی چیز کے مضبوط کنارے یا مضبوط ستون کو کہتے ہیں۔ اور آیت کریمہ میں رکن شدید سے مراد مضبوط اور طاقت ور جماعت ہے۔

اس جملہ کے کہنے والے کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم خلاف فطرت بدفعی، اور اغلام بازی میں مبتلا تھی، ہر خوب صورت حسین و جمیل لڑکے کے ساتھ بدفعی کرتی تھی لوط علیہ السلام ان کو سمجھاتے نصیحت کرتے لیکن نصیحت کا اثر بالکل قبول نہیں کرتی بلکہ اپنی عادت قبیحہ میں اور زیادہ مضبوط اور قوی تر ہوتی جا رہی تھی تو اللہ نے ان کی ہلاکت و بربادی



کا فیصلہ فرمادیا، اور اپنے دو فرشتوں کو جو نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت تھے، بھیج دیا۔ دونوں فرشتے ایک مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور اپنے حال کو کھنی رکھا کہ ہم دو فرشتے ہیں اور آپ کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں جب قوم کو اس بات کا علم ہوا کہ لوط کے پاس دو حسین و جمیل خوبصورت لڑکے آئے ہیں لوط کے گھر پر دھاوا بول دیا، اور کہنے لگے کہ آپ ان دونوں کو ہمارے خوالہ کریں ہم ان سے اپنی خواہش پوری کریں گے حضرت لوط نے بہت سمجھایا، غیرت دلائی اور یہاں تک کہا کہ میری لڑکیاں ہیں ان سے نکاح کر لو، لیکن کوئی سننے کے لیے تیار نہیں، غور کیجئے اور اندازہ و تصور فرمائیے کہ پوری قوم ایک جانب اور حضرت لوط علیہ السلام اکیلے ایک طرف مہمانوں کی عزت کا مسئلہ ہے تب پریشان خاطر ہوئے بشریت کے ناطے فرمایا اے کاش! تمہارے مقابلے کے لیے میرے پاس کوئی ذاتی طاقت ہوتی یا مضبوط جماعت و کنبہ و قبیلہ ہوتا تو ان سے حمایت و سہارا لے کر مہمانوں کو بچا لیتا جب مہمانوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام از حد پریشان و مضطرب ہیں تو انہوں نے اپنی حقیقت کا انکشاف کیا کہ میں کوئی انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور ان کو ہلاک کرنے پر مامور ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت لوط کی اسی حسرت اور تمنّا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت لوط انسانی طاقت و قوت کا سہارا چاہنے لگے حالاں کہ اصل سہارا تو اللہ تعالیٰ کا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کو بھول کر غیر اللہ کی پناہ کے طالب بن گئے بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ اس وقت قوم کا ارادہ بد دیکھ کر اس قدر پریشان اور حد درجہ قابل رحم حالت میں تھے کہ طبعی طور پر ان کی یہ خواہش ہوئی کہ خدا تعالیٰ مدد فرماتا اور اتنی قوت و طاقت عطا فرمادیتا، گویا آپ کا منشا یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام ایک انسان تھے ایسی نازک حالت میں ان کی بشری جبلت کا اندرونی تقاضہ یہ ہوا کہ ان بد اخلاق بد کردار اور بد طبیعت کو جڑ چکھانے کے لیے مضبوط لوگ کے متمنی ہوئے اور یہو حم اللہ کہنا محض دعاء و تعظیم اور شان تقدس کو باقی رکھنے کے لیے فرمایا۔

قوله: وَلَوْ لَبِثْتَ فِي السِّجْنِ طَوِيلَ مَا لَبِثَ يُونُسُ الْخ: حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل قصہ سورۃ یوسف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے ایک طویل عرصہ جیل میں زندگی گزارنے کے بعد بادشاہ مصر کی جانب سے ایک قاصد رہائی کا پروانہ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرمایا بادشاہ مصر کی طرف سے یہ رہائی کا پروانہ ہے آپ جیل خانہ سے باہر تشریف لے چلے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت تک اپنی رہائی پسند نہیں کر سکتا جب تک کہ میرے اوپر تہمت رکھنے والی عورت زلیخا خود بھی میری بے گناہی اعتراف نہ کر لیں اور جب تک وہ اس کا اعلان نہ کریں کہ میں پاک دامن اور عقیف ہوں اور میرے اوپر محض بہتان تراشی اور افتراء پر دازی ہے، اسی کو رسول اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کاٹی ہے اگر میں اتنی مدت جیل میں ہوتا اور کوئی رہائی کا پروانہ لے کر آتا تو میں بلاتا خیر قبول کر لیتا اور رہائی اور جیل سے خلاصی کو قبول کر لیتا مگر یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عزم و ہمت

اور صبر و استقامت کی بات ہے کہ رہائی کو قبول کرنے میں جلد بازی نہیں کی بلکہ جب تک معاملہ بالکل صاف اور کلیئر نہیں ہوا اور ہر سرعام آپ کے بے گناہ ہونے کا اعلان نہ ہوا قاصد کو واپس کر دیا۔ حضرات شراحین حدیث لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ قول لأَجِبْتَ الدَّاعِيَ تَوَاضِعًا وَانْكَسَارِيًّا پر محمول ہے، صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں۔ اِی لَاسْرَعَتِ الْاِجَابَةُ فِی الْخُرُوجِ مِنَ السَّجْنِ وَلَمَّا قَدَّمْتَ طَلِبَ الْبِرَاءَةِ، فَوُصِفَ بِشِدَّةِ الصَّبْرِ حَيْثُ لَمْ يَبَادِلْ بِالْخُرُوجِ، وَانَّمَا قَالَهُ ﷺ تَوَاضِعًا، وَالتَّوَضُّعُ لَا يَحْطُ مَرْتَبَةَ الْكِبِيرِ بَلْ يَزِيدُهُ رَفْعَةً وَجَلَالًا۔ وَقِيلَ هُوَ مِنْ جَنْسِ قَوْلِهِ: لَا تَفْضُلُونِي عَلَى يُونُسَ، وَقِيلَ إِنَّهُ قَالَهُ قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ أَفْضَلُ مِنَ الْجَمِيعِ (۱)

یعنی آپ کے ارشاد گرامی لأَجِبْتَ الدَّاعِيَ سے جو یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام آپ سے افضل ہیں اس کے تین جواب دیئے ہیں۔

(۱) آپ کا تواضع پر محمول ہے، (۲) یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے کلی فضیلت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، (۳) آپ کا یہ ارشاد گرامی اس وقت پر محمول ہے جب کہ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آپ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ (۴۱۵۱) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمِيدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ كَسِرَتْ وَبَاعِيَةُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَجَّ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ عَلَى وَجْهِهِ وَجَعَلَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ كَيْفَ يَفْلَحُ قَوْمٌ خَضِبُوا وَجْهَهُ نَبِيَّهُمُ بِالْدَّمِ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔

ترجمہ حدیث: غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک کی شہادت:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد کے دن رسول اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، اور مبارک زخمی ہوا تو خون آپ کے چہرہ مبارک پر بہنے لگا، تو آپ اپنے چہرہ انور سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ وہ قوم کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا حالاں کہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلارہا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، اے نبی آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔

تشریح حدیث:

کیف یفلح قوم خضبوا وجه نبيهم بالدم: اسلام کا دوسرا معرکہ عظیم جو جبل احد کے دامن ۳ھ میں کفار و مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان لڑا گیا اس میں رسول اکرم ﷺ کے دندان مبارک رباعی شہید ہوئے اور سر مبارک میں شدید زخم آیا جس کی وجہ سے خون آپ کے روشن چہرے پر گر رہا تھا، اور چہرہ مبارک خون سے رنگین ہو رہا تھا، آپ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے وہ قوم کس طرح فوز و فلاح اور کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی

کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا، اور رخسار مبارک کو خون سے تر کر دیا آپ چہرے سے خون پونچھتے جاتے اور بار بار یہ جملہ دہراتے جاتے، اللہ تعالیٰ فوراً آیت کریمہ لیس لك من الامر مشی نازل فرمائی اے نبی آپ کو یہ اختیار نہیں کہ جسے چاہیں ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دیں، ہدایت دینا اللہ کا کام ہے آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے اگر اس راہ میں آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور قوم کے لوگ آپ کو ستاتے ہیں تو صبر و استقامت سے کام لیں رکھیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ چہرہ انور سے خون صاف کرتے جاتے اور زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری تھا اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون، اے اللہ میری قوم کو ہدایت کی دولت عطا فرما، اس لیے کہ وہ میری حقیقت اور نبوت و رسالت سے ناواقف ہے اسی وجہ سے ایذا رسانی پر تلی ہے۔ اس صورت میں جملہ اولیٰ کیف یفلح قوم۔ ان کے حق میں بددعا کے طور پر نہ ہوگا بلکہ اظہار تعجب کے لیے ہوگا کہ تعجب و حیرت کہ وہ قوم کس طرح کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا تو اللہ پاک نے اس اظہار تعجب سے بھی منع فرمایا۔

(۴۱۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنِ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ

جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ حَزِينٌ قَدْ خُصِبَ

بِالدَّمَاءِ قَدْ ضَرَبَتْهُ بَعْضُ أَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ مَا لَكَ قَالَ فَعَلْتُ بِهَذَا هَذَا وَقَعَلُوا قَالَ أَتُحِبُّ أَنْ أُرِيكَ

آيَةً قَالَ نَعَمْ أَرِنِي فَنَظَرُوا إِلَى شَجَرَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْوَادِي قَالَ إِذَا غَابَتْ الشَّجَرَةُ فَدَعَاَهَا فَجَاءَتْ

تَمَشِي حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ قُلْ لَهَا فَلْتَرْجِعْ فَقَالَ لَهَا فَرَجَعَتْ حَتَّى عَادَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِي.

ترجمہ حدیث: نبی کے بلانے پر درخت کا آنا اور پھر واپس اپنی جگہ چلا جانا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبریلؑ علیہ السلام رسول اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپؐ غمگین بیٹھے تھے، اہل مکہ میں سے بعض کے مارنے کی وجہ سے خون میں رنگین تھے حضرت جبریلؑ نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، حضرت جبریلؑ نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا آپؐ پسند کریں گے کہ میں اللہ کی قدرت کی ایک نشانی آپؐ کو دکھاؤں؟ (یہ آپؐ کو تسلی دینے اور دل بہلانے کے لیے کیا) آپؐ نے فرمایا دکھاؤ مجھے، حضرت جبریلؑ نے وادی سے ایک دوپہری جانب ایک درخت دیکھا اور کہا آپؐ اس درخت کو بلائیے، آپؐ نے اس کو بلایا، وہ چلتا ہوا آکر آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا، حضرت جبریلؑ نے فرمایا آپؐ اسے واپس ہونے کے لیے کہئے، چنانچہ آپؐ نے اس سے واپس ہونے کے لیے کہا، وہ لوٹ کر اپنی جگہ واپس ہو گیا، رسول اکرمؐ نے فرمایا میرے لیے یہ نشانی کافی ہے۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل ترجمہ ہی سے واضح ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے جو یہ فرمایا کہ درخت کو بلائیے، یہ درحقیقت آپ کے حزن و غم اور رنج و ملال کو ہلکا کرنا تھا کہ آپ کو کچھ تسلی ہو جائے اور عند اللہ آپ کا مقام و مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے اس کا اندازہ بھی ہو جائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر یہ مشرکین میرے مقام و مرتبہ سے ناواقف ہیں تو کیا ہوا اللہ کے نزدیک تو میں محبوب و مقرب ہوں۔ درخت کا آپ کے اشارہ سے چل کر آنا اور پھر اپنی جگہ چل کر لوٹ جانا یہ رسول اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔

(۴۱۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْضُوا إِلَيَّ كُلَّ مَنْ تَلَفَّظَ بِإِسْلَامٍ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةِ إِلَى السَّنْعِ مِائَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ لَا تَذُرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلُوا قَالَ فَاثْبُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا مَا يَصِلِي إِلَّا سِرًّا.

## ترجمہ حدیث: مردم شماری:

حضرت خذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے کلمہ اسلام پڑھا ہے ان سب کو شمار کر کے مجھے بتاؤ، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ہمارے بارے میں (دشمن سے) خطرہ ہے حالاں کہ ہماری تعداد چھ سات سو کے درمیان ہے (ہم دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نہیں جانتے ہو سکتا ہے تم آزمائش میں مبتلا کئے جاؤ، فرماتے ہیں کہ پھر ہم پر آزمائشیں آئیں یہاں تک کہ ہمارے مرد (حضرات) بھی خفیہ طور پر چھپ چھپا کر نماز ادا کرتے تھے۔

## تشریح حدیث:

قولہ: أحصوا لی: ابن ماجہ میں احصوا لی آیا ہے جب کہ حدیث کی اکثر کتابوں میں اکتبوا لی آیا ہے یعنی کتنے مسلمان ہیں ان کو لکھ کر لاؤ، تاکہ صحیح تعداد معلوم ہو جائے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے بارے میں خائف ہیں حالاں کہ ہماری تعداد چھ سو اور سات سو کے درمیان ہے ہم دشمن سے مقابلہ کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے ممکن ہے تم آزمائے جاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک وقت ایسا آیا ہے مسلمان خفیہ طور پر چھپ چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت چھ سو اور سات سو کے درمیان تھی حالاں کہ دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے تمام مسلمانوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد پندرہ سو کے قریب تھی،

دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بات دراصل یہ ہے کہ یہ مردم شاری کا واقعہ دوسرے مرتبہ کا ہے ایک مرتبہ چھ سوا اور سات سو کے درمیان تھا اور دوسری مرتبہ پندرہ سو کی تعداد تھی۔ فلا تعارض بینہما (۴۱۵۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَقَالَ يَا جَبْرِيلُ مَا هَذِهِ الريح الطيبة قَالَ هَذِهِ رِيحُ قَبْرِ الْمَاسِيَّةِ وَابْنِهَا وَرَوْجُهَا قَالَ وَكَانَ يَذُوقُ ذَلِكَ أَنَّ الْخَضِرَ كَانَ مِنْ أَشْرَافِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَانَ مَمْرُوهً بِرَاهِبٍ فِي صَوْمَعَةٍ فَيُطْلَعُ عَلَيْهِ الرَّاهِبُ فَيَعْلَمُهُ الْإِسْلَامَ فَلَمَّا بَلَغَ الْخَضِرُ رَوْجَهُ أَبُوهُ امْرَأَةً فَعَلِمَهَا الْخَضِرُ وَأَخَذَ عَلَيْهَا وَكَانَ لَا يَقْرُبُ النِّسَاءَ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ رَزَجَهُ أَبُوهُ أُخْرَى فَعَلِمَهَا وَأَخَذَ عَلَيْهَا أَنْ لَا تُعْلِمَهُ أَحَدًا فَكَتَمَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْشَتْ عَلَيْهِ الْأُخْرَى فَأَنْطَلَقَ هَارِبًا حَتَّى أَتَى جَزِيرَةً فِي الْبَحْرِ فَأَقْبَلَ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فَرَأَاهُ فَكَتَمَ أَحَدُهُمَا وَأَفْشَى الْأُخْرَى وَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ الْخَضِرَ فَقِيلَ وَمَنْ رَأَاهُ مَعَكَ قَالَ فَلَانٌ فَسُئِلَ فَكَتَمَ وَكَانَ فِي دِينِهِمْ أَنْ مَنْ كَذَبَ قُتِلَ قَالَ فَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةُ الْكَاتِمَةَ لَبِينَتَا هِيَ تَمْشِي ابْنَةً فِرْعَوْنَ إِذْ سَقَطَ الْمَشْطُ فَقَالَتْ تَعَسَّ فِرْعَوْنُ فَأَخْبَرَتْ أَبَاهَا وَكَانَ لِلْمَرْأَةِ ابْنَانِ وَزَوْجٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَرَأَوْهُ الْمَرْأَةُ وَرَوْجُهَا أَنْ يَرْجِعَا عَنْ دِينِهِمَا فَأَبَيَا فَقَالَ إِنِّي قَاتِلُكُمْ فَقَالَا إِحْسَانًا مِنْكَ إِلَيْنَا إِنَّا قَتَلْنَا أَنْ تَجْعَلَنَا فِي بَيْتٍ فَقَعَلَ فَلَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَسَأَلَ جَبْرِيلَ فَأَخْبَرَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابی ابن کعبؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں آپ کو معراج کرایا گیا آپ نے ایک عہدہ خوشبو محسوس کیا، آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرئیل! یہ خوشبو کیسی ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ خوشبو ایک کنگھی کرنے والی عورت اور اس کے دو بیٹے اور اس کے خاوند کی قبر کی خوشبو ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اس کا واقعہ یوں ہے کہ خضر بنی اسرائیل کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کے راستے میں ایک راہب اپنے عبادت خانہ میں رہتا تھا راہب ان کے پاس آکر انہیں اسلام کی تعلیم دیتا، جب خضر جوان ہوئے تو ان کے والد نے ایک عورت سے ان کی شادی کر دی، خضر نے اس عورت کو اسلام کی دعوت دی، اور اس سے یہ عہدہ و پیمان لیا کہ کسی کو اطلاع نہ دیں (کہ خضر نے مجھے اسلام کی تعلیم دی) اور خضر عورتوں سے صحبت نہیں کرتے تھے چنانچہ انہوں نے اس عورت کو طلاق دیدی، پھر والد نے ان کی شادی کسی دوسری عورت سے کرادی، خضر نے اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے بھی یہ

عہد و بیان لیا کہ کسی کو نہ بتائے، چنانچہ ان میں سے ایک نے تو اس کو صیغہ راز میں رکھا لیکن دوسری عورت نے اس راز کو فاش کر دیا (فرعون جو اس وقت کا بادشاہ تھا گرفتاری کا حکم دیا) اس لیے یہ راہ فرار اختیار کر لیا اور بھاگ کر سمندر میں ایک جزیرہ میں پہنچ گئے، وہاں دو آدمی لکڑیا کاٹتے ہوئے آئے ان دونوں نے حضرت خضر کو دیکھ لیا ان میں سے ایک نے اس کو صیغہ راز میں رکھا، لیکن دوسرے نے راز فاش کر دیا اور لوگوں کو بتا دیا کہ میں نے خضر کو (فلاں جزیرے میں) دیکھا ہے لوگوں نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کس نے انہیں دیکھا ہے اس نے دوسرے آدمی کا نام لیا لوگوں نے دوسرے سے پوچھا، اس نے بات چھپا دی، حالاں کہ فرعون کے قانون میں جھوٹ کی سزا قتل تھی، الغرض اس شخص نے اس صیغہ راز میں رکھنے والی عورت سے شادی کر لی (یہ عورت فرعون کی بیٹی کے سر میں بگنکھا کیا کرتی تھی ایک مرتبہ یہ بگنکھی کر رہی تھی) کہ اس کے ہاتھ سے بگنکھی جھوٹ کر گئی، اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا فرعون تباہ ہو، بیٹی نے باپ کو بتا دیا، اس عورت کے دو بیٹے تھے اور ایک خاوند بھی، فرعون نے ان سب کو بلوایا اور خاوند بیوی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا، ان دونوں نے ماننے سے انکار کیا تو فرعون نے کہا میں تم دونوں کو قتل کر دوں گا، انہوں نے کہا کہ اگر تم نے ہمیں قتل ہی کرنا ہے تو ہمارے ساتھ ایک احسان یہ کرنا کہ ہمیں ایک ہی قبر میں دفن کر دینا، اس نے ایسا ہی کیا، شب معراج میں حضور اکرم ﷺ نے اسی قبر کی عمدہ خوشبو محسوس کر کے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے سارا قصہ سنایا۔

تشریح حدیث:

قوله: ان الخضر: امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرات جمہور علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں، حضرات صوفیہ اہل الصلاح والمعرفة کے نزدیک خضر علیہ السلام کا زندہ اور موجود ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے بلکہ علامی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں حضرت خضر اور حضرت الیاس دونوں قیامت تک زندہ رہیں گے حضرت خضر علیہ السلام تو سمندروں میں گشت کرتے ہیں اور گرم شدہ لوگوں کو راستہ بتلاتے ہیں جبکہ حضرت الیاس علیہ السلام پہاڑوں میں رہتے ہیں اور بھٹکے لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں دن میں ان لوگوں کا یہی معمول ہے، رات میں دونوں یکجا ہوتے ہیں اور یا جوج ماجوج کی دیوار کے پاس اس کی حفاظت کرتے ہیں<sup>(۱)</sup>

اب رہا یہ سوال کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی؟ علامہ ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) وہ نبی ہیں (۲) ولی ہیں (۳) وہ ملائکہ میں سے ہیں قول ثالث غریب اور باطل ہے حضرت خضر زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں جب قرآن اٹھا لیا جائے گا ان کی موت ہوگی، خضر کا نام بلیا اور کنیت خضر ہے قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ خضر کا سلسلہ نسب اس طرح ہے بلیاء بن مکنان، بن قانع بن عامر بن شامخ بن ارفحہ بن

سام بن نوح۔ قالو او كان ابوه من الملوک و اختلفوا فی لقبه بالخضر فقال الاکثرون لانه جلس علی فروة بیضاء فصارت خضرا و الفروة وجه الارض و قيل انه اذا صلی صار حوله الخضر، و الصواب الاول۔

(۳۱۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْحٍ أَنبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَظُمَ الْجَزَاءُ مَعَ عَظُمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آزمائش جتنی زیادہ سخت ہوگی ثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اسکو آزماتے ہیں پس جو اس سے راضی ہو جاتے ہیں اس کے لیے رضا و خوشنودی ہے اور جو اس سے ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: عَظُمَ الْجَزَاءُ مَعَ عَظُمِ الْبَلَاءِ لفظ عظیم بضم العین و سکون الظاء و قیل بکسر العین، و فتح الظاء ای عظمۃ الثواب مقرون مع عظم البلاء و کیفیت و کمیۃ، جزاء وفاقا و اجرا طبقا، مطلب یہ ہے کہ جس کو جتنا زیادہ آزمایا جائے گا اس کے لیے عند اللہ اجر و ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔

قوله: مَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا و مَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ: یعنی جس نے اللہ کے بلاء کو ناپسند کیا خوب زیادہ جزع و فزع کیا اور نوشتہ تقدیر پر راضی نہ ہو تو اس کے لیے سخط اور ناراضگی اور جو اللہ کی بلاء اور مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس پر راضی رہتا ہے تو اللہ پاک اس بندے سے خوش ہوتا ہے واللہ اعلم۔

(۳۱۵۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيُضَيِّرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَكْبَرُ مِنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يُضَيِّرُ عَلَى أَذَاهُمْ۔

ترجمہ حدیث: لوگوں کی ایذا و رسانی پر تحمل باعث اجر و ثواب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو مومن لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی ایذا پر صبر کرے تو اسے اس مومن کے مقابلے میں زیادہ ثواب ملتا ہے جو لوگوں سے میل جول اور اختلاط نہ رکھے اور ان کی ایذا و رسانی پر صبر نہ کرے۔

### ترجمہ حدیث:

جب لوگوں سے میل جول اور اختلاط رکھے گا ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا کرے گا تو لامحالہ بحیثیت بشر آپس میں تلخیاں اور جھگڑے بھی ہوں گے ایک دوسرے کے ساتھ تو تو میں میں ہوگی، آپس میں ایذا رسانی اور تکلیف بھی ہوگی اب اگر کوئی شخص لوگوں سے اختلاط رکھے پھر ان کی جانب سے پیش آمدہ تکلیف و شدائد کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور صبر و تحمل سے کام لے تو اس مومن کے مقابلہ میں زیادہ باعث اجر و ثواب ہے جو لوگوں سے اختلاط نہ رکھے اور لوگوں کی طرف سے پیش آمدہ تکلیف کو برداشت نہ کرے الغرض لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا، اور حسن معاملہ برتنے والا ان لوگوں سے افضل ہے جو گوشہ نشینی اور خلوت و عزلت کو پسند کرتے ہیں، امام نووی فرماتے ہیں کہ مذہب شافعی اور اکثر اہل العلم کی یہی رائے ہے جمہور اسی کے قائل ہیں۔ فقال النووی مذهب الشافعی و اکثر العلماء ان الاختلاط افضل بشرط رجاء السلامة من الفتن، ومذهب طوائف ان الاعتزال افضل قلت يدل لقول الجمهور قوله المومن الذي يخالط الناس ويصبر على اذاهم اعظم اجرا من مومن الذي لا يخال الناس ولا يصبر على اذاهم<sup>(۱)</sup> فی الحديث فضلية من يخالط الناس مخالطة يامرهم فيها بالمعروف، وينهاهم عن المنكر، ويحسن معاملتهم فانه افضل من الذي يعتزلهم ولا يصبر على المخالطة والاحوال تختلف باختلاف الاشخاص والاحوال والازمان ولكل حال يقال، ومن رجع العزلة فله على فضلها ادلة وقد استوفاهم الغزالي من الاحباء، وغيره<sup>(۲)</sup>

(۴۱۵۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَحْدِثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ وَقَالَ بُنْدَازُ خَلَاوَةُ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يَجِبُ الْمَرْءُ لَا يَجِبُهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجَعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَتَاهُ اللَّهُ مِنْهُ.

### ترجمہ حدیث: ایمان کی حلاوت و لذت:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر یہ تین چیزیں ہوگی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقت و لذت سے لطف اندوز ہوگا بندار نے کہا وہ ایمان کی حلاوت چاشنی کو محسوس کرے گا، (اور وہ تین چیزیں حسب ذیل ہیں) ایک وہ شخص جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ اور اس کے رسول سے



محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ تیسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر کے اندھیرے سے نجات دی، (اور اسلام و ایمان کے نور سے اس کے قلب کو منور کیا) وہ کفر کی جانب لوٹ جانے سے اور دوبارہ کفر اختیار کرنے سے آگ میں گرنا زیادہ پسند کرے۔  
تشریح حدیث:

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ ترجیح پس جائے کہ ان کے ماسوا تمام اس کے سامنے پیچ ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت و عشق کے سامنے ساری دنیا کی محبت مکھی اور چھھر کے پر کے برابر ہو۔ اسی طرح مومن کامل کی شان یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو اور اگر کسی سے بغض و عداوت اور نفرت و دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی محض رضا خداوندی کے لیے ہو، غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لیے ہو اور اسی کے حکم کی تعمیل ہو۔ اسی طرح ایمان کامل اور مومن کامل کی پہچان یہ ہے کہ ایمان پختگی کے ساتھ دل میں اس طرح راسخ ہو جائے اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر و شرک سے اس درجہ بیزاری اور نفرت کرنا کہ اس کے خیال و تصور سے بھی دل بالکل صاف و شفاف رہے۔ وہ آگ میں جلنا تو گوارہ کر لے لیکن دوبارہ کفر و شرک میں جانا گوارہ نہ کرے اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، لَا تَشْرُكْ بِاللَّهِ وَإِنْ قُتِلْتَ أَوْ حُرِقْتَ۔ یعنی تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اگرچہ تم قتل کر دے جاؤ آگ میں جلادے جاؤ، اسی لیے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کا حقیقی مزا اور لطف وہی محسوس کرے گا جس کے اندر مذکورہ بالا تینوں صفات بدرجہ اتم ہوں اور ان صفات کے نور سے قلب و جگر منور ہو۔

حلاوت ایمان سے کیا مراد ہے:

حدیث شریف میں جس حلاوت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔  
(۱) حلاوت ایمان سے مراد طاعت و عبادت میں لذت حاصل کرنا ہے اور دین کے معاملہ میں تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا ہے اور اغراض دنیا پر دینی معاملہ کو ترجیح دینا ہے شیخ محی الدین کا یہی قول ہے۔  
(۲) قاضی بیضاوی فرماتے ہیں جس طرح مریض دوا کو طبعاً ناگوار سمجھتا ہے اس سے نفرت کرتا ہے لیکن اس کے فوائد اور منافع کو سامنے رکھ کر بمقتضاء عقل اس سے محبت کرتا ہے اور بروقت استعمال کرتا ہے اسی طرح احکام شرع پر عمل اپنے قلبی امراض کی وجہ سے طبعاً ناگوار لگے لیکن جب عقل دماغ سے سوچے گا کہ شرع کے اوامر و نواہی کے امتثال میں دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح مضمر ہے تو وہ اس کو بخوشی انجام دیتا ہے، یہی حلاوت ایمانی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ حلاوت امرحسی ہے یا امرمعنوی؟ چنانچہ حضرات فقہاء کرام کے نزدیک حلاوت ایمان ایک امرمعنوی شئی ہے جس میں معنوی حلاوت ایمان ہوگی، وہ ایمان پر جزم و یقین کرے گا اور شرعی احکام کا منقاد و مطیع ہوگا، لیکن حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک حلاوت ایمانی ایک امرحسی چیز ہے اور یہی رازح ہے مگر اس کا احساس اس کو ہوگا جس

کے لیے شریعت پر عمل فطرت ثانیہ بن گیا ہو، اور حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام کے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ وہ ایمان میں ایک خاص قسم کی حلاوت حسی محسوس کرتے تھے اس لیے وہ تمام تکالیف و مصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے اگر حلاوت معنوی ہوتی تو اس قدر تکالیف برداشت نہ کرتے لہذا وہ حلاوت حسی ہی ہے واللہ اعلم۔

(۲۱۵۸) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدٌ أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَمَّالِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعَتْ وَحُرِّقَتْ وَلَا تُشْرِكَ صَلَاةَ مَكْتُوبَةٍ مُتَعَبَّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَبِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذَّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ.

ترجمہ حدیث: شرک باللہ کسی بھی حال میں جائز نہیں:

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میرے دوست نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی (کسی حال میں) شریک مت ٹھہرانا، (اگرچہ اس کے واسطے) تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں اور تمہیں نذر آتش کر دیا جائے، اور فرض نماز جان بوجھ کر مت ترک کرنا، کیوں کہ جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر ترک کر دے (تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ) اس سے بری ہے، (اب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں نہیں ہے) اور شراب مت پیا کرو کیوں کہ شراب نوشی ہر شر (برائی) کی کنجی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وان قطعت او حرققت: خدائے وحدہ لا شریک کے ساتھ کسی بھی مخلوق کو شریک کرنا اور اس کی عبادت کرنا یا اس کے اندر وہ صفات ماننا جو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے شرک ہے اور بروئے زمین پر شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اسلام نے اس کو اکبر الکبائر قرار دیا ہے اس کی سزا دائمی طور پر جہنم ہے۔ اور اگر کفر یا شرک کی حالت میں مر گیا تو کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی اس لیے رسول اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر تمہیں بوٹی بوٹی کر دیا جائے تمہارے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں یا تمہیں آگ میں جلا کر بھسم کر دیا جائے پھر بھی کسی حال میں شرک مت کرو۔ یہ حکم آپ نے حضرت ابوالدرداءؓ کی ایمانی عزیمت و صلاحیت کے اعتبار سے فرمایا ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں اگر کوئی شخص زبان سے کلمہ کفر و شرک نکال دے اور دل ایمان سے بھرا ہو تو جائز ہے یہ رخصت ہے اور وہ عزیمت۔

قولہ: فقد برئت من الذمّة: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز پنج گانہ عداوت و قصداً چھوڑ دی اس نے اسلام سے اپنا عہد توڑ دیا، اور دین اسلام اس سے بری ہو گیا، یعنی وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، اس صورت

میں یہ کہا جائے گا کہ ترک نماز عہدِ اُکے گناہ کو سخت سے سخت انداز میں بیان کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے یعنی زجر و توبیح اور تہدید و تشدید پر محمول ہے۔ تارک نماز کو حقیقتاً اسلام سے خارج کرنے کے لیے نہیں ہے۔

اور زماٹھ جانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا اپنے سے اللہ کی اور اسلام کی امان اٹھالینا ہے، نمازی ہونے کی صورت میں اسلامی قانون کے مطابق قتل و تعزیر سے اس کو جو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی جو رحمت و نصرت شامل حال ہوتی ہے نماز چھوڑنے کی صورت میں نہ وہ امن و تحفظ حاصل رہ جاتا ہے اور نہ ہی اللہ کی رحمت و نصرت شامل حال رہ جاتی ہے۔

شراب نوشی ہر برائی کی جڑ ہے:

قولہ: فانہما مفتاح کل شر: مطلب یہ ہے کہ شراب ایک ایسی گندمی اور شس و پیہ پیر ہے۔ جس انسان کو ماؤف کر دیتی ہے اور حواسِ سلیمہ کو معطل کر دیتی ہے اور جب کسی شخص کا حواسِ سلیمہ ماؤف ہو جائیں اور عقل جاتی رہے تو پھر اس سارے جہاں کی برائیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں پھر شرابی انسان وہ کام کر گزرتا ہے کہ شرم و حیا بھی شرماتی ہے اور آسمان بھی خون کے آنسو روٹتا ہے اس لیے شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

### (۱۴۶۴) بَابُ شِدَّةِ الزَّمَانِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت معاویہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب میں مذکورہ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ آنے والا زمانہ بہت سخت آزمائش اور فتنہ و فساد سے بھرا ہوا زمانہ ہوگا لوگ جھوٹے کو سچا، اور خائن کو امانت دار سمجھیں گے اور دین کے کام ذلیل و رسوا کے حوالہ ہو جائیں گے تفصیل ان شاء اللہ حدیث شریف میں آنے والی ہے۔

(۴۱۵۹) حَدَّثَنَا غِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الزَّحَبِيُّ أَلْبَانًا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ يَقُولُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ رَبِّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ.

ترجمہ حدیث: فتنہ ہی فتنہ:

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں آزمائش و ابتلا کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا (اب صرف آزمائش اور ابتلا ہی ابتلاء اور امتحان ہی امتحان ہے) تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۱۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ قُدَامَةَ الْجَمْعِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي الْفَرَاتِ عَنْ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ مَنَوَاتٌ خَدَاغَاتٌ يَصْدُقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيَكْذِبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيَخُونُ فِيهَا الْأَمِينُ وَيَنْطَلِقُ فِيهَا التَّوْبِيضَةُ قِيلَ وَمَا التَّوْبِيضَةُ قَالَ الرَّجُلُ النَّافِلُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ.

### ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے کے حالات:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر دھوکہ اور فریب کے چند سال آئیں گے، کہ ان میں جھوٹے کو سچا، اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار، اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا، اور اس زمانہ میں امور عامہ کے بارے میں کمینہ اور حقیر آدمی بات چیت کرے گا۔

### تشریح حدیث:

قوله: التَّوْبِيضَةُ: الرابضة کی تصغیر ہے، وهو العاجز الذي رُبض عن معاني الأمور وقعد عن طلبها، وزيادة التاء للمبالغة، والتافة الخميس الحقيقير: (النهاية: ۱/۱۸۵) ایسا عاجز شخص جو امور عامہ کے ادا کرنے سے قاصر اور کمال ہو، الرابضة میں تاء برائے مبالغہ ہے اور تافہ کے معنی کمینہ اور ذلیل انسان۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ قیامت کے قریب امور منقلب اور احوال متبدل ہو جائیں گے، حق و باطل اور صدق و کذب اور امانت و خیانت کے پہچاننے کا معیار بدل جائیں گے قرب قیامت میں جھوٹوں کو سچا، بے ایمانوں کو ایمان دار، خائनों کو امانت دار، بد معاش اور شریروں کو شریف بدکاروں کو بااخلاق طوائفوں کو اداکار، اور فاسقوں و فاجروں کو فن کار اور گلوکار کے لقب سے ملقب کئے جائیں گے، اور دین و دنیوی سعادت و قیادت جالوں و رذیلوں اور کمینوں کے ہاتھ میں چلی جائیں گی جس کی وجہ سے شر و فساد کا دور دورہ اور ہر چہار جانب پھیلاؤ ہو جائے گا جیسا کہ آج کل ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ آج حق و باطل اور صدق و کذب نیز شریف و رذیل لوگوں کو پہچاننے کے معیار بدل گئے، جس کی وجہ سے دن بدن حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں، یہ سب قیامت قریب آنے کی علامت ہے حدیث جبریل اس پر شاہد و ناطق ہے اور مختلف احادیث نبویہ اس پر شاہد عدل ہے۔

(۳۱۶۱) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَذْهَبِ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغَ عَلَيْهِ وَيَقُولَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ إِلَّا الْبَلَاءُ.

## ترجمہ حدیث: دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی تمنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ ایک شخص قبر کے پاس سے گزرے گا اور اس پر لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، اور یہ دین (یعنی شوق آخرت اور دین) کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ دنیاوی مصائب و آلام کی وجہ سے ہوگا۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب مصائب و بلاء اور فتن اس قدر کثرت سے ہوں گے کہ آدمی عاجز و پریشان ہو جائے گا دنیا اپنی وسعت و فراخی کے باوجود تنگ نظر آئے گی زندگی کے ایام گزرنے مشکل سے مشکل ترین ہو جائیں گے اس وقت ایک آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے گا تو وہ یہ آرزو اور تمنا کرے گا کہ اے کاش اس قبر والے کی جگہ اس قبر میں میں ہوتا، اس کی یہ تمنا اور خواہش باری تعالیٰ سے لقاء کے شوق اور دیدار الہی کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیوی مصائب و پریشانی کی وجہ سے ہوگی، یہاں کے کرب و الم، ہم و غم، اور حزن و ملال کی وجہ سے ہوگی۔

(۴۱۲۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ يَغْنِی مَوْلَى مُسَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَنْتَفُونَ كَمَا يَنْتَفَى التَّمْرُ مِنْ أَغْفَالِهِ فَلْيَذْهَبَنَّ خِيَارُكُمْ وَلْيَبْقَيْنَ شَرُّكُمْ فَمُوتُوا إِنْ اسْتَطَعْتُمْ۔

## ترجمہ حدیث: قیامت کے قریب تمام نیک لوگ اٹھالیے جائیں گے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم چھانٹ لیے جاؤ گے جس طرح عمدہ کھجور دی اور خراب کھجور سے چھانٹ لی جاتی ہے بالآخر نیک لوگ اٹھ جائیں گے اور صرف برے ہی لوگ باقی رہ جائیں گے اگر ہو سکے تو تم بھی مر جانا۔

## تشریح حدیث:

قولہ: لَتَنْتَفُونَ: بے بیخبر چھول دارو ہے لَتَنْتَفُونَ کے معنی میں ہے، قولہ: اغفاله ای اغفال التمر فیض القدر اور التیسرے بشرح الجامع الصغیر میں الحثالة کا لفظ آیا ہے یعنی ردی، معناه لَتَنْتَفُونَ کما یَنْتَفِ التمر الجید من الردی، یعنی جس طرح عمدہ اچھی کھجوروں سے گھٹیا اور خراب کھجوروں کو الگ کر لیا جاتا ہے اور دونوں کو چھانٹ دیا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے وقوع پزیر سے قبل تمام اہل صلاح اور نیک لوگوں کو چھانٹ لیا جائے گا تمام اہل خیر اہل ورع و تقویٰ اور تمام مسلمانوں کو اٹھ لیا جائے گا اور اس روئے زمین پر فاسق و فاجر اور ظالم و جابر اور مشرک و کافر کے علاوہ کوئی

باتی نہ رہے گا اور ان ہی لوگوں پر قیامت آئے گی جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے لا تقوم الساعة الا شرار الخلق، قیامت قائم نہیں ہوگی مگر بدترین مخلوق پر۔

قوله: فموتوا ان استطعتم: فاذا كان كذلك فان كان الموت باستطاعتكم فموتوا فان الموت عند القراض الاختيار خیر من الحياة فی هذه الدار (۱) مطلب یہ ہے کہ اگر صورت حال اس طرح ہو جائے اور موت تمہارے استطاعت و طاقت میں ہو تو تم بھی مرجانا اس لیے کہ بے ایمانی کی زندگی سے مرجانا بہتر ہے جب آدمی کو اپنے ایمان و اسلام کے سلب ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت موت کی دعا کرنا جائز ہے اے اللہ! اگر ہمارے لیے موت میں بہتری ہے تو موت دیدے اور زندگی اچھی ہے تو ایمان و اسلام کے ساتھ زندہ رکھ۔

(۳۱۶۳) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الْجَنْدِيُّ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزِدُّكَ إِلَّا أَمْرٌ إِلَّا هِدَّةً وَلَا دُنْيَا إِلَّا إِذْبَارًا وَلَا النَّاسُ إِلَّا شَحَاوًا لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شَرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے قریب مہدیؑ کے بعد کامل ترین شخص صرف عیسیٰ ہوں گے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے قریب) معاملہ (دنیا) میں شدت بڑھتی جائے گی، اور دنیا میں ادبار (یعنی افلاس، کمینہ پن، ذلت، بداخلاقی) اور لوگوں میں بخل بڑھتا ہی جائے گا اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی اور قرب قیامت میں حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد کامل ترین ہدایت یافتہ شخص صرف حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: ولا المهدي الا عيسى بن مريم: شيخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ یونس بن عبد الاعلیٰ سے اور وہ حضرت امام شافعی سے اور حضرت امام شافعی یمن کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں جن کا نام محمد بن خالد الجندی ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایت عند المحدثین قابل حجت اور لائق استدلال نہیں ہے اور یہ سند شافعی نہیں ہے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ امام شافعی نے ان سے یہ حدیث براہ راست نہیں سنی ہے، اور یونس نے امام شافعی سے نہیں سنی، اسی وجہ سے امام ذہبی وغیرہ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور بالفرض والحال اس حدیث کو درجہ صحت میں مان بھی لیا جائے تو یہ ان احادیث صحیحہ کے متعارض و متصادم نہیں ہوگی جو حضرت مہدی

علیہ السلام کے فضائل و مناقب اور ان کے عدل و انصاف کے بارے میں بسند صحیح منقول ہیں واللہ اعلم (۱)۔

محشی ابن ماجہ شیخ عبد الغنی مجددی لکھتے ہیں کہ حاکم نے اس حدیث کی تخریج مستدرک میں کی ہے اور یہ حدیث حضرت امام شافعی کے تفردات میں سے ہے امام ذہبی المیزان میں لکھتے ہیں کہ روایت منکر ہے یونس بن عبد الاعلی نے حضرت امام شافعی سے نقل کرنے میں تفرد اختیار کیا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کو رد کر دیا ہے بعض نے اس حدیث کے راوی کو مجہول اور بعض نے منکر قرار دیا ہے اس لیے حدیث قابل اعتماد نہیں کیوں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں صحیح روایات متعدد آئی ہیں جن میں ان کے فضائل و مناقب کا ذکر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملکر قتال کرنے و جہاد کرنے اور ارض فلسطین میں باب لا پردجال کے قتل کرنے کا ذکر موجود ہے لہذا ان روایت صحیحہ کی موجودگی میں یہ روایت ناقابل التفات اور لائق اعتنا نہیں۔

### (۱۲۶۵) بَابُ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ

امام ابن ماجہ علامہ قزوینی نے اس باب کے ذیل میں آٹھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حذیفہ بن اسیدؓ، حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب میں وقوع قیامت سے قبل اس عالم میں جو فتنے ظاہر ہوں گے جنہیں قیامت کی علامات میں شمار کئے گئے ہیں ان کا تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔

(۳۱۶۳) حَدَّثَنَا هُبَّانُ بْنُ الشَّوَيْبِ وَأَبُو هِشَامٍ الرَّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَنَاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِبْصَعَيْهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت بالکل قریب ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مبعوث کیا گیا اور قیامت کی آمد بالکل اس طرح ہے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو جمع فرمایا۔

تشریح حدیث:

قولہ: بعثت أنا و الساعہ کہاتین: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری بعثت اور قیامت بالکل قریب ہے اور آپ نے تقریب الی الفہم کے لیے اپنی دونوں انگلیوں کو جمع فرمایا: مطلب یہ ہے کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے یعنی قیامت بالکل قریب ہے بس آنا ہی چاہتی ہے، بعض

حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا میں آخری نبی ہوں اور تم لوگ آخری امت ہو، میرے بعد صرف قیامت ہی آئے گی کوئی نبی نہیں اور جب میری امت بالکلیہ طور پر ختم ہو جائے گی تو قیامت قائم ہوگی، گویا لیل و نہار کی گردش اور آفتاب و ماہتاب کی آمد و رفت اور طلوع و غروب آپ کی امت کی بقا پر منحصر ہے، جس دن امت ختم ہو جائے گی اس دن قیامت آجائے گی۔

(۴۱۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ قُرَاتِ الْقَزَازِ عَنْ أَبِي الطَّفِيلِ عَنْ خَذِيفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ قَالَ أَطَّلَعَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَتَذَكَّرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ الدَّجَالُ وَالدُّخَانُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.

### ترجمہ حدیث: وقوع قیامت سے قبل دس نشانیاں:

حضرت خذیفہ بن اسیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بالا خانہ میں سے ہمیں جھانکا، جب کہ ہم لوگ آپس میں قیامت کے بارے میں تذکرہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوگی قیامت قائم نہ ہوگی، خروج دجال، دھواں، مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونا۔

#### تشریح حدیث:

ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرامؓ قیامت کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے مذاکرہ کر رہے تھے نبی کریم ﷺ اپنے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے، آپ نے وہیں سے حضرات صحابہ کرام کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا سنو! او میرے جانثارو! جب تک دس نشانیاں ظاہر نہیں ہوگی قیامت قائم نہیں ہوگی، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا، یہاں اس حدیث پاک میں ان دس نشانیوں میں سے صرف تین نشانیوں کا ذکر ہے۔

### (۱) خروج دجال:

قیامت کی دس عظیم نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی دجال کا خروج ہے، دجال اسم مبالغہ ہے اس کے معنی انتہائی فریب کار، یہ مسیح کذاب کا لقب ہے، نیز اس کے معنی ڈھانپنے کے بھی ہیں اس معنی کے اعتبار سے دجال کو دجال اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ باطل کے ذریعہ حق کو ڈھانپ دے گا دَجَلٌ (ن) دَجَلٌ فریب دینا، ملمع سازی کرنا، حق پر باطل کا پردہ ڈالنا، حق پوشی کرنا، دجال کی ذات میں بیک وقت سارے معنی پائے جائیں گے، اسی بناء پر اس کا نام دجال ہوا، حدیثوں میں واضح طور پر آیا ہے کہ دجال یہودی النسل ہوگا اور اس کے تمام قبیحین بھی یہودی ہوں گے اور من حیث القوم یہودی ہی اس پر ایمان لائیں گے اس لیے دجال فتنہ کا اصل مرکز یہود ہیں اس لیے فی زمانہ یہودی مملکت کا قیام، اور ان کی متفرق طاقتوں



کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اسی جگہ جمع ہونا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مقدر ہے اگر اس دجالی فتنہ کو مقدم کہا جائے تو بجا ہوگا صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد عیسائی ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہودی ایک ایک کر کے بھی تہ تیغ کر دیا جائے گا کہیں اس کے لیے جائے پناہ نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپ جائے گا اور پناہ لے گا تو درخت بھی پکار اٹھے گا اور مسلمانو! دیکھو یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ کا تمام تر تعلق یہودی کے ساتھ ہوگا۔

دجال نہایت بد شکل اور کانا ہوگا، وہ اولاً نبوت کا دعویٰ کرے گا اور ثانیاً خدائی کا اور اس کے ساتھ ایسے خارق عادات افعال بھی دکھائے گا جو بظاہر اس کے دعوے کے موید نظر آئیں گے، اس لیے بہت کمزور ایمان والے کا ایمان دجال کی طمع سازی کو دیکھ کر متزلزل ہو جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے قتل کریں گے ہمارے زمانے میں مادی ترقیات خواہ کتنی بھی زیادہ ہو جائے وہ سب مادی قوانین کے دائرے میں ہے اس کو دجالی فتنہ سمجھنا بالکل بے محال اور خلاف واقعہ ہے۔

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ دجال کے معاملہ کو مخفی رکھا گیا ہے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام برابر خروج دجال کی خبر دیتے آئے ہیں اور اپنی اپنی امتوں کو سارے نبیوں نے اس عظیم اور سنگین فتنہ سے ڈرایا ہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کا دور آیا تو آپ نے بھی گزشتہ تمام انبیاء کرام سے بھی زیادہ واضح اور دو ٹوک انداز میں اپنی امت کو اس فتنہ سے ڈرایا مگر آپ کو بھی یقینی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ کب ظاہر ہوگا۔

### دجال کہاں سے نکلے گا:

دجال کا خروج کہاں سے ہوگا؟ تو سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے لفظ خروج یہاں دو معنی میں مستعمل ہے (۱) ایک دجال کا ہم پر نکلنا، یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں آنا، (۲) دوسرے مطلقاً نکلنا، پہلے معنی کے اعتبار سے وہ سرزمین مشرق سے نکلے گا، جس کو خراسان کہا جاتا ہے اور خراسان ایک خطہ ہے اس میں نيساپور، طوس، مرو، خراس، بلخ، طالقان، قاریاب اور انبار وغیرہ شہر واقع ہیں۔ اس کے متعلق روایات احادیث باہم متعارض ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں روایات میں چار جگہوں کا تذکرہ آتا ہے (۱) شام و عراق کی درمیانی گھاٹی (۲) اصہبان کے مقامی یہودیہ (۳) سرزمین مشرق یعنی خراسان (۴) جوز و کرمان، ان روایات میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

**جواب:** حضرات شراح کرام نے روایات متعارضہ کے مابین توفیق و تطبیق اس طرح دی کہ دجال کا خروج اولین شام و عراق کی وسطی گھاٹی سے ہوگا، مگر اس وقت اس کی شہرت نہ ہوگی اور اس کے اعوان و انصار یہود گاؤں میں اس کے انتظار میں فرش گاہ ہوں گے، وہ وہاں جائے گا اور ان کو ساتھ لے کر پہلا پڑاؤ جوز و کرمان میں کرے گا، پھر مسلمانوں کے

خلاف اس کا خروج خراسان سے ہوگا اور یہودیہ گاؤں میں جو یہودی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے ان کے چہرے چڑے اور ناک چٹنی ہوگی، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان ترکوں کے ساتھ جہاد و قتال نہ کریں گے چٹنی ناکوں والوں سے غالباً یہی لوگ مراد ہیں۔

## (۲) دھوئیں کا نکل کر مشرق و مغرب میں چھا جانا:

حدیث پاک میں جن تین نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں دوسری نشانی کے طور پر دھوئیں کا ذکر ہے، چٹاں چہرہ بہت بڑا دھواں ہوگا، جو ظاہر ہو کر مشرق سے مغرب تک ساری زمین پر چھا جائے گا، اور چالیس روز تک مسلسل چھایا رہے گا اس کی وجہ سے تمام سخت پریشان ہو جائیں گے، اہل ایمان اور اہل اسلام تو صرف دماغ و حواس کی کدورت اور زکام میں مبتلا ہوں گے، مگر منافقین و کفار بے ہوش ہو جائیں گے ان کے ہواس اور عقل اس طرح مختل ہو جائیں گے کہ بعض تو کئی کئی روز تک بے ہوش پڑا رہے گا۔

قرآن مجید میں جو یہ فرمایا گیا ہے فاتر قب یوم تاتی السماء بدخان مبین الخ حضرت حذیفہ اور ان کے تبعین کے بقول اس آیت میں اسی دھوئیں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تبعین کے نزدیک مذکورہ آیت میں دھوئیں سے مراد غلہ کا وہ قحط ہے جو آں حضرت ﷺ کے زمانے میں قریش مکہ پر نازل ہوا تھا اور جس کا حقیقی سبب نبی کریم ﷺ کی بددعا تھی کہ اے اللہ! ان لوگوں پر جو اسلام دشمنی اور عناد و سرکشی اور تمرد میں حد سے بڑھ گئے ہیں اس طرح سات سال قحط نازل فرما جس طرح تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصریوں پر نازل فرمایا تھا چٹاں چہ اللہ رب العزت نے نبی رحمۃ للعالمین کی دعا قبول فرمائی اور ان پر قحط مسلط کر دیا قحط کی وجہ سے اہل مکہ سخت غزائی بحران کے شکار ہو گئے حتیٰ کہ وہ لوگ اناج نہ ملنے کی وجہ سے چڑے، مردار اور دوسرے ناپاک اشیاء کھانے پر مجبور ہو گئے تھے اس عرصہ میں ان لوگوں کو فضا میں دھوئیں کے مانند کچھ نظر آتا تھا جس کو وہ آسمان میں اپنے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھا کرتے تھے جیسا کہ کوئی بھوک کی شدت سے مارا انسان کو آنکھوں کے آگے تاریکی محسوس ہوتا ہے اور فضا میں بھری ہوئی ہوا دھوئیں کی شکل میں دکھائی دیتا تھا، ایسے بھی جس علاقہ میں بالکل بارش نہ ہو تو فضا میں خشکی ہونے کی وجہ سے چار جانب گرد و غبار نظر آتا ہے جو دور سے دھوئیں کی شکل میں معلوم ہوتا ہے۔

## (۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

قیامت کے وقوع اور قیام کے نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنا ہے اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس کی ایک وضاحت یہ ہے کہ چاند اور سورج سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اللہ کے حکم

کے مطابق آسمان میں گردش کر رہا ہے ہر دن سورج حکم خداوندی سے مشرق سے نکلتا ہے اور بوقت شام مغرب میں جا کر غروب ہو جاتا ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے نظر سے غائب ہو جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ کسی اور دوسری جگہ طلوع ہو جاتا ہے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر وقت طلوع اور غروب کی کیفیت کے ساتھ متصف ہوتا رہتا ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چوں کہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اس لیے اس کے لیے غروب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ہر وقت حکم خداوندی کے مطابق چلتا رہتا ہے، کبھی بھی حکم خداوندی سے مختلف نہیں کرتا ہے یہی اس کا اللہ کے سامنے سجدہ کرنا ہے سجدہ سے مراد یہاں وجہ العجۃ علی الارض نہیں ہے بلکہ انقیاد و طاعت مراد ہے اس سے تو ہمہ وقت ایک لمحہ کے لیے بھی مختلف نہیں کرتا بلکہ اپنے مدار میں گردش کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کو قیام قیامت منظور ہوگا تو اس دن سورج کو حکم ملے گا کہ آج تو خلاف عادت مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو جا، چناں چہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا یہ وہ وقت ہوگا جب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس کا ایمان لانا بھی عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔

(۴۱۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي يَسْرُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخُوَلَانِيُّ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي خِجَاءٍ مِنْ أَدَمَ فَجَلَسْتُ بِفَنَاءِ الْخِجَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ يَا عَوْفُ فَقُلْتُ بِكَلْبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكَ لَكَ ثُمَّ قَالَ يَا عَوْفُ اخْفِظْ خَلَا لَا مِثْلَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ إِذَا هُنَّ مَوْتِي قَالَ فَوَجَمْتُ عَنْدَهَا وَجَمَّةً شَدِيدَةً فَقَالَ قُلْ إِخْدِي ثُمَّ فَتَحَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ ثُمَّ دَايَ يَظْهَرُ فِيكُمْ يَسْتَشْهَدُ اللَّهُ بِهِ ذُرَارِيَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ وَيَزَكِّي بِهِ أَعْمَالَكُمْ ثُمَّ تَكُونُ الْأَمْوَالُ فِيكُمْ حَتَّى يَغْطِيَ الرَّجُلُ بَائِلَةً دِينَارٍ فَيُظَلُّ مَسَاحِطًا وَفِتْنَةً تَكُونُ بَيْنَكُمْ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مُسْلِمٍ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ هَذَنَةٌ فَيَغْلِبُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ إِلَيْكُمْ فِي ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ہڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے میں خیمہ کے سامنے بیٹھ گیا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عوف! اندر آ جاؤ میں نے (ازراہ مزاح) کہا یا رسول اللہ! میں پورا اندر آ جاؤں؟ آپ نے فرمایا پورے ہی اندر آ جاؤ، پھر آپ نے فرمایا اے عوف! یاد رکھا قیامت کے وقوع پر تیر ہونے سے قبل چھ باتیں ہوں گی۔ ایک میرا اس دنیا سے جانا فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے شدید رنج ہوا، پھر اس کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کا فتح ہونا ہے، تیسرے یہ کہ تم پر ایک بیماری ظاہر

ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو شہادت سے سرفراز فرمائیں گے اور تمہارے اعمال کو پاک و صاف کریں گے چوتھی چیز یہ ہے کہ تمہارے پاس مال و دولت خوب ہوگا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو سودینا دئے جائیں تب بھی ناراض ہوگا، پانچویں چیز یہ ہے کہ تمہارے درمیان آپس میں ہی فتنہ ہوگا، اور مسلمانوں کے ہر گھر میں یہ فتنہ داخل ہو کر رہے گا، چھٹی چیز یہ ہے کہ تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہوگی پھر رومی تم سے دغا بازی کریں گے اور اسی جھنڈوں تلے اپنی فوج لے کر تمہاری طرف آئیں گے ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار فوجی ہوں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے واقع ہونے سے قبل جو چند نشانیاں نمودار ہوں گی ان میں سے چھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

(۱) وفات النبی ﷺ:

قیامت واقع ہونے سے قبل ایک اہم نشانی نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہے اور آپ کی وفات اور آپ کی بعثت قیامت کی اور نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی ہے، کیوں کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، بعثت نبوی اور وقوع قیامت کے درمیان ان کوئی نہیں آئے گا کیوں کہ آپ خاتم الانبیاء و الرسل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت خاتم الانبیاء ہے۔ ایک کلمہ گو مسلمان کے لیے رسول اکرم ﷺ کی وفات کا سانحہ سے بڑھ کوئی سانحہ نہیں ہو سکتا ہے اور اہل توحید کو آپ کے سانحہ ارتحال اور حادثہ قاجعہ سے جو غم و تکلیف پہنچتی ہے، وہ کسی بھی بڑی سے بڑی مصیبت سے نہیں پہنچ سکتی ہے آپ کی وفات کی خبر سن کر حضرات صحابہ کرام جو عزم استقلال میں کوہ ہمالہ تھے اور صبر و استقامت کا آسمان تھے گھبرا اٹھے حتیٰ کہ عمر جیسے بہادر اور دلیر صحابی بھی تھوڑی دیر کے لیے حواس باختہ ہو گئے تھے اور تلواریں میان سے باہر نکالی اور اعلان کرنا شروع کر دیا جو کہے گا کہ محمد کی وفات ہو گئی اس کی گردن اڑا دوں گا محمد تو اپنے رب سے ملاقات کے لیے گئے وہ لوٹ آئیں گے ایسے میں عزم و استقلال کا پیکر اور صبر و استقامت کا مجسم سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں سنبھالا، اور آپ نے ایک پر مغز اور پراثر خطاب فرمایا تو حضرت عمر ہوش میں آئے اور انہیں یقین ہوا کہ واقعی آپ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور اب آپ لوٹ کر تشریف نہیں لائیں گے، الغرض آپ کی وفات کا سانحہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

(۲) دوسری نشانی: بیت المقدس کی فتح:

وقوع قیامت کی نشانیوں میں سے بیت المقدس کی فتح ہونا بھی ہے چنانچہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ۱۶ھ میں بیت المقدس فتح ہوا اور سید حضرت عمر فاروقؓ نے یہود و نصاریٰ سے اس کو پاک کیا اور وہاں ایک مسجد بنوائی،

پھر بیت المقدس پر بہت سے دور گزرے اور یہودیوں کا کنٹرول اس پر حاصل ہوتا رہا ۱۱۸ء سلطان صلاح الدین نے فتح کیا اور آج پھر مسجد اقصیٰ کسی سلطان صلاح الدین ایوبی کی منتظر ہے اور امت مسلمہ کی بے غیرتی اور بے حسی پر ماتم کناں ہے اور خون کا آنسو درہا ہے۔

### (۳) تیسری نشانی طاعون عمواس:

فتح بیت المقدس کے بعد قیامت کی دوسری نشانی ظاہر ہوئی یعنی طاعون عمواس یہ وہ بیماری تھی جس میں بہت سارے صحابہ کرام لقمہ اجل بن گئے اور شہادت کا جام پی لیا ابن کثیر کے مطابق یہ طاعون عمواس عہد فاروقی میں ۱۸ھ میں ظاہر ہوا، قال: اما الطاعون المنسوب الى عمرو اس فكان في سنة ثمانى عشرة (۱) عمواس ملکہ شہام میں ایک شہر کا نام ہے اس طاعون میں امیر شام مشہور صحابی رسول حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ بھی عمر اٹھاون سال وفات پائی بتایا جاتا ہے کہ اس طاعون میں کم و بیش پچیس ہزار مسلمانوں کی موت ہوئی (۲)

### (۴) چوتھی نشانی: مال و دولت کی کثرت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب مال و دولت کی کثرت ہو جائے گی، اور دولت کا اس قدر ریل پیل ہو جائے گا کہ آدمی اپنا صدقہ و زکوٰۃ دینے کے لیے محتاجوں اور فقیروں کو تلاش کرتا پھرے گا تاکہ اپنا صدقہ انہیں دے سکے کوئی بھی محتاج اور صدقہ لینے والا نہ ہوگا، جیسا کہ قول رسول اللہ ﷺ اور فرمان نبوی اس پر دل ہے حضرت ابوموسیٰ کی حدیث کو امام مسلم نے تخریج کی ہے اس میں صراحت ہے کہ لیأتین علی الناس زمان يطوف الرجل فيه بالصدقة من الذهب ثم لا يجذ احد اخلها منه: عہد صحابہ کرام میں فتوحات کے سبب مال و دولت اور دنیا کی کثرت اور خوب زیادہ بہتات ہو گئی تھی، تاہم جس بہتات و کثرت کا ذکر حدیث میں ہے وہ تازہ نوز نہیں آئی ہے غالباً یہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں آئے گی، زمین عدل و انصاف سے بھر جانے کے سبب اپنے خزانے اور برکات اگل دے گی اور مال و دولت پانیوں کی طرح رواں ہوگا، اس وقت کوئی بھی اس کو لینے والا نہ ہوگا۔

### (۵) پانچویں نشانی: آپسی اختلاف و افتراق:

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت آپسی اختلاف و انتشار اور باہمی چیقلش ہے اور یہ وہ عظیم فتنہ ہے جس کے اثر سے مسلمانوں کا کوئی بھی گھر محفوظ نہ رہے گا بلکہ تمام کو اپنی لپٹ میں لے لیگا صحیحین میں ہے نبی آخر الزماں، صادق المصدق

نے فرمایا، یہ امت بڑے بڑے فتنہ اور بلا سے دو چار ہوں گی پھر آپ نے ان فتنوں سے نجات پانے اور بچنے کا سبیل بھی بتا دیا ہے کہ ایسے نازک حالات میں اپنا رشتہ اللہ پاک سے مضبوط کر لو اور جماعت المسلمین کو لازم پکڑ لو، اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو اپنی ڈاڑھوں کے ذریعہ مضبوطی سے تھام لو اور شرک و بدعات و خواہشات نفس و ضلالت سے بچو، اور فرمایا جب فتنے رونما ہوں تو اس کے قریب بھی مت جاؤ، اور ان عظیم فتنوں سے اللہ رب العزت کی پناہ چاہو، شہادت عثمان غنیؓ کے بعد مسلمان آپس میں مختلف ہو گئے اور جماعت میں بٹ گئے ان میں جنگیں ہوئی تلواریں چلیں، شہادتیں ہوئیں، جنگ جمل، جنگ صفین اور واقعہ حرہ اسی کا نتیجہ تھا جس میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان کام آ گئے اور مسلمانوں کا کوئی گھرا یا نہ تھا جس کا کوئی ایک نہ ایک مقتول نہ ہوا ہو، نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق تمام مسلمانوں کے گھر میں وہ داخل ہو کر رہا۔ ادھر خوارج کا فتنہ سرا بھارا اور اپنے باطل تاویلات اور فاسد اعتقادات کے ذریعہ مسلمانوں کے خون بہانے کو روا سمجھا۔

ان فتنوں میں سب سے مہلک اور خطرناک فتنہ جو اس زمانہ میں تمام مسلمانوں کو اپنے چنگل میں لیا ہے احکام شریعت کا ترک، دین اسلام سے غفلت، اور یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید ہے، اور غیروں کے ساتھ تحبہ ہے عریانیت برہنگی، اخلاقی گراؤ اور بے پردگی ہے جو پورے شباب پر ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں یہ فتنہ داخل ہے انگریزی تعلیم و تربیت کا فتنہ اور انگریزی لباس کا فتنہ نیز ٹی وی اور وی سی آر کی لعنت کا فتنہ اور موبائل کا فتنہ آج ہر گھر میں داخل ہو چکا ہے جس کے مفاسد آنکھوں کے سامنے ہے۔

## (۶) چھٹی نشانی: رومیوں کے ساتھ قتال:

قیامت کی جن علامتوں کو رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے ان میں ایک رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا ہے، مسلمانوں اور رومیوں کے بعد مصالحت ہوگی لیکن رومی لوگ عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کریں گے، اور اکیلے نہیں بلکہ اسی جھنڈوں کے تلے مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے یعنی اسی ملک کہ آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں کہ اہل اسلام سے قتال کیا جائے، ان پر اقتصادی پابندی لگادی جائے ان کا ناطقہ بند کر دیا جائے، ان کے اکاؤنٹ منجمد کر دیا جائے اٹھٹے ضبط کر لیے جائیں ان سب کے باوجود آخری کامیابی مسلمانوں کی ہوگی و فیہ بشارۃ و نذارۃ و ذالک اندہ دل علی ان العاقبۃ للمؤمنین مع کثرۃ ذالک الجیش<sup>(۱)</sup> مذکورہ باتوں پر ذرا عقل خرد سے سوچئے اور موجود جنگ جو افغانستان میں امریکہ اپنے اتحادی کے ساتھ مل کر لڑ رہا ہے اس کا موازنہ اور مقابلہ کیجئے، اور تجزیہ کر کے دیکھئے، معلوم ہوگا انشاء اللہ آخری کامیابی مجاہدین اسلام کی ہوگی، اور امریکہ افغانستان سے عبرتناک شکست کھا کر جائے گا، اللھم مرق جمعہم و دمر دیارہم و فرق شملہم و شتت قلوبہم و انزل بہم باسک الذی لا تردہ عن القوم المجرمین، اللھم النصر

المجاهدين المخلصين الذين يقاتلون في سبيلك خاصة في كل مكان وزمان، آمين يا رب العالمين۔  
(۴۱۶۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الدَّرَازِ دِي حَدَّثَنَا عَمْرُو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ خَدِيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلُوا إِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوا بِأَسْنَانِكُمْ وَتَبْرِثَ دُلُيَاكُمْ شِوَارَكُمْ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت خدیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہ کرو، اور اپنی تلواروں سے باہم نہ لڑو، اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کا وارث (یعنی حکمران) نہ ہو جائے۔

تشریح حدیث:

قیامت کی آمد سے قبل ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کریں گے آپس میں خون ریزیاں ہوں گی، اور حکومت و سلطنت کا باگ ڈور اور زمام خلافت و امارت ایسے بدترین لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی اور ملت اسلام کے بگاڑ اور فساد کا آخری درجہ ہوگا، اس کے بعد خیر نہیں بلکہ قیامت ہی کا انتظار باقی رہے گا، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات اس حدیث کے مصداق نہیں، کیوں کہ اس کے بعد داماد رسول حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ نیکوں کے سردار تھے۔

(۴۱۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي حَتَّانٍ عَنْ أَبِي رُزَيْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارَزَ النَّاسَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ فَقَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ مَأْخِزُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتْ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا فَلَمَّا كَمِنْ أَشْرَاطُهَا وَإِذَا كَانَتْ الْحَقَافَةُ الْغَرَاةُ رُؤُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِغَاءُ الْغَنَمِ فِي الْبَنِيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ فَتَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيَنْزِلُ الْغَيْثُ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ الْآيَةَ۔

ترجمہ حدیث: وقوع قیامت سے پہلے کی چند نشانیاں:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ لوگوں میں باہر تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور (برجستہ) عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا مسئلہ اس بارے میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ میں تمہیں قیامت کی کچھ علامت اور نشانیاں بتا دیتا ہوں، جب بائیں اپنے مالک کو

جئے، (بٹی ماں کے ساتھ باندیوں جیسا سلوک کرنے) تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے (گنوار اور مفلس لوگ) لوگوں کے سردار بن جائیں، تو یہ بھی علامت قیامت ہے، اور جب بکریاں چرانے والے لوگ (معمولی درجہ کے لوگ) ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمارتیں بنانے لگیں تو یہ بھی قیامت کی نشانی ہے، اور قیامت کا یقینی علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، پھر رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَہٗا عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْضِ حَٰمِہٖ (۱) پیکھ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم یقینی، اور وہی بارش برساتا ہے اور رحم مادر میں کیا ہے حتیٰ طور پر کوئی نہیں جانتا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث جبریل کا ایک حصہ ہے، حدیث جبریل کی مکمل تفصیلی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے حدیث جبریل کی شرح دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں تکمیل الحاجہ جلد اول۔

(۳۱۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَحْدِثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يَحْدِثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَرْفَعَ الْعِلْمُ وَيُظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُو الزُّنَا وَيَشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَيَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِكُلِّ مِائَةِ امْرَأَةٍ قِيمَةٌ وَاحِدَةٌ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے قبل علم کا اٹھالیا جانا:

حضرت انس بن مالکؓ نے ایک مرتبہ فرمایا، کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے خود جناب رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے اس کو میرے بعد کوئی بھی بیان نہیں کرے گا، میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، زنا و بدکاری عام ہو جائے گی، شراب پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا انتظام ایک مرد کرے گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے وقوع قیامت سے قبل کی مزید چھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے (۱) ان يرفع العلم: قیامت سے قبل علم اٹھالیا جائے گا علم کے اٹھالیے جانے کا کیا مطلب ہے اس بارے میں حضرات شارحین کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) قیامت سے قبل حقیقی علماء دنیا سے اٹھالیے جائیں گے جیسا کہ یقبض العلم بقبض العلماء اس پر دال ہے،



جب ایک حقیقی قرآن و سنت کا ماہر اور عامل عالم اٹھالیا جائے گا تو اس کا بدل پیدا نہ ہوگا۔

(۲) علماء کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائیں گی قیامت کے قریب لوگ علماء اسلام کی قدر نہیں کریں گے قرآن و حدیث کے علوم کے حصول کی جانب رجحان کم ہو جائے گا لوگ دنیاوی علم کے حصول کی جانب دوڑیں گے۔  
(۳) علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ عمل اٹھ جائے گا علم تو خوب ہوگا لیکن اس علم کے تقاضہ پر عمل کرنے والے نہ ہوں گے۔

(۲) ویظنر الجاهل: جہالت ہر سو عام ہو جائے گی رفع علم ظہور جہل کو مستلزم ہے۔

(۳) ویفشوا الزنا: زنا عام ہو جائے گا، قرب قیامت میں نکاح مشکل اور زنا آسان ہو جائے گا طلاق دینے کے بعد بھی مطلقہ کو اپنی زوجیت میں رکھیں گے ظاہر ہے کہ اس صورت میں مرد و زن کے مابین جو تعلق ہوگا وہ زنا ہی ہوگا۔  
(۴) ویشرب الخمر: شراب کثرت سے پی جائے گی لوگ شرابیوں کے نام بدل بدل کر استعمال کریں گے، شراب نوشی کی زیادتی فتنہ و فساد اور شر کے پھیلنے کا باعث ہوگی۔

(۵) ویذهب الرجال: قیامت کے قریب مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی بایں طور کہ اعداء اسلام سے قتال ہوگا اور اس میں مرد حضرات شہادت کا مقام حاصل کریں ظاہر ہے کہ مزدوروں کی وجہ سے ہی عالم کا نظام مستحکم اور استوار ہوتا ہے اور جب مرد نہیں رہیں گے تو نظام عالم خراب ہو جائے گا۔

(۶) ویبقى النساء: قیامت کے قریب عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی کیوں کہ جب مرد جنگوں میں ماریں جائیں گے، تو لامحالہ عورت زیادہ باقی رہے گی یا پھر عورتوں کی افزائش اور پیدائش زیادہ ہوگی، دونوں احتمال ہیں۔  
(۴۱۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَفْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسُرَ الْفَرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَيَقْتُلَ النَّاسَ عَلَيْهِ فَيَقْتُلَ مِنْ كُلِّ عَشْرَةٍ تِسْعَةً.

ترجمہ حدیث: دریائے فرات سے خزانے نکلنے کی پیشین گوئی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دریائے فرات میں سونے کا پہاڑ نہ نکلے، پس لوگ (اس کو حاصل کرنے کے لیے) آپس میں کشت خون کریں گے، چنانچہ اس جنگ میں ہر دس میں سے نو مارے جائیں گے۔

تشریح حدیث:

دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نکلنے سے کیا مراد ہے تو اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب حقیقت

میں سونے کا پہاڑ نکلے گا، جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ آپس میں کشت و خون اور قتل و قاتل کریں گے، ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں گے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو اس کو پائے وہ اس کو حاصل نہ کرے اس میں سے کچھ بھی نہ لے علماء نے لکھا ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ بھی لینا اس لیے ممنوع ہے کہ اس کو لینا آفات و بلیات اور مصائب کے نزول کا موجب ہوگا، اور بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ خزانہ قارون، اس لیے اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہوگا۔

(۳۱۷۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَفِيضَ الْمَالُ وَتُظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ الْقَتْلُ ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے اندھا دھند قتل و غارت گری:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ مال (زیادہ ہونے کی وجہ سے پانی کی طرح) بہنے لگے، اور فتنے ظاہر ہوں، اور ہرج کی کثرت ہو جائے حضرات صحابہ کرام نے پوچھا ہرج کیا چیز ہے، فرمایا: قتل، قتل، قتل، تین بار فرمایا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مال کی کثرت ہونے کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں قدر و قیمت گھٹ جائے گی، اور پانی کی فراوانی کی طرح مال کی بھی خوب خوب فراوانی ہوگی، پھر مال پانی کی طرح بہنے لگے گا، یا عین ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس حدیث میں جس مال کے بہنے کا تذکرہ کر رہے ہیں اس سے مراد پیٹرول اور ڈیزل کا خزانہ ہے جس کو ذہب سیال اور سیال مال کہتے ہیں آج عربوں میں پیٹرول کا خزانہ ہے ڈیزل کا معدن ہے، اور ظاہر ہے کہ جب مال آتا ہے تو فتنے لے کر آتا ہے اس لیے آج گلف، خلیج اور سعودیہ میں طرح طرح کے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں اور جب فتنے ہوں گے تو قتل و غارت بھی ہوگی ہرج بھی ہوگا۔

حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا چیز ہے آپ نے فرمایا قتل، قتل، قتل تاکید کے واسطے آپ نے تین بار فرمایا۔ آج کل پیٹرول کے خزانے پر قبضہ جمانے کے لیے عرب ممالک میں کشت و خون کا بازار گرم ہے بغداد اور کوفہ کی گلیوں میں لہو کا سیلاب ہے، نجف و کربلا میں آگ کی برسات ہے اور شام میں دو سال سے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے دسیوں لاکھ مسلمان اب تک جام شہادت نوش کر چکے ہیں، عرب ممالک اور اسلامی ملک تماشائی بنے ہوئے ہیں آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ امریکہ کیوں عراق و بغداد سے لگنا نہیں چاہتا۔ کیوں وہاں اپنا اڈہ جمائے ہوئے ہے یہ سب تیل اور

پیٹرول پر اپنا قبضہ جانے کا چکر ہے، کاش اس مسلم ممالک اس کو سنجیدگی سے سمجھیں اور اس کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرے،  
واللہ هو الموفق وبالله التوفیق۔

### (۱۴۶۶) بَابُ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

اس باب کے تحت پانچ حدیثیں امام ابن ماجہؒ نے نقل کی ہیں جو حضرت زیاد بن لبیدؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، قرب قیامت میں قرآن کریم اٹھالیا جائے گا اور علم بھی اٹھ لیا جائے گا اسی کا اس باب میں تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔

(۴۱۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي الْجَنْدَبِ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْنًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنَقْرِئُهُ أَبْنَانًا وَنُقَرِّئُهُ أَبْنَانًا وَنَأْتِيهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ لِكُلِّكُمْ أَمْكٌ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقِهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوْلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَءُونَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ فَمَا فِيهِمَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت زیاد بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی بات کا ذکر کیا پھر فرمایا یہ اس وقت جب علم اٹھ جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! علم کس طرح اٹھ جائے گا؟ جبکہ ہم خود قرآن کریم پڑھتے ہیں، اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے (اور یہ سلسلہ) قیامت تک چلتا رہے گا؟ آپ نے فرمایا: (اے زیاد! تیری ماں تجھ پر روئے، تم اتنے کم سمجھ ہو) میں تو تمہیں مدینہ کے سمجھدار لوگوں میں سے شمار کرتا تھا، کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے ہیں (یعنی خوب پڑھتے ہیں لیکن) اس کی کسی بات پر بالکل عمل نہیں کرتے، (اسی طرح مسلمان پڑھیں گے تو خوب لیکن اس کے تقاضے پر عمل نہیں کریں گے)

تشریح حدیث:

علم کا مقتضی عمل کرنا ہے اگر کسی علم پر عمل نہ ہو تو رفتہ رفتہ وہ ضائع ہو جائے گا اسی لیے کہا گیا ہے، الجہل خیر من العلم بلا عمل، علم پر عمل نہ ہو تو اس سے بہتر جاہل رہنا ہے، اور حضرات علماء کرام کا علم کے تقاضے پر عمل نہ کرنا ضیاع علم کے راستہ کو اپنانا ہے اس لیے جب عالم علم کے تقاضے پر عمل نہیں کرے گا تو اس کی تبلیغ کو بھی چھوڑ دے گا اس کی تعلیم و تعلم سے بھی پہلو تہی اختیار کر لے گا جس کی وجہ سے جہالت کا سیاہ بادل اور ضلالت و گمراہی کی سیاہ چادر پورے عالم انسانیت پر چھا جائے گی، پھر نہیں نماز، نہ روزہ، نہ صدقہ، نہ حج نہ زکوٰۃ کی خبر ہوگی، اسلام کے مندرس ہونے کا یہی مطلب ہے۔

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی مذمت اس لیے آئی ہے کہ انہوں نے توریت و انجیل کے بار کو تو اٹھایا لیکن اس کے تقاضہ پر عمل نہیں کیا، قرآن نے اس کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جو اپنی مسئولیت کو نہیں نبھاتے ہیں اس لیے علم پر عدم عمل ہی ضیاع علم اور فہاب علم ہے، صرف پڑھنے پڑھانے سے علم باقی نہیں رہتا ہے بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے بلکہ اشد ضرورت ہے۔

(۴۱۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاحٍ عَنْ خَدِيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْدُرُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَنْدُرُ وَشِي الثَّوْبِ حَتَّى لَا يَنْدُرِيَ مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَيْسَرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ وَتَبْقَى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْعَجُوزُ يَقُولُونَ أَذَرَكْنَا آبَاءَنَا عَلَى هَذِهِ الْكَلِمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَتَنْحَنُ نَقُولُهَا فَقَالَ لَهُ صِلَةٌ مَا تُغْنِي عَنْهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُمْ لَا يَنْدُرُونَ مَا صَلَاةٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ فَأَعْرَضَ عَنْهُ خَدِيفَةُ ثُمَّ رَدَّهَا عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يَغْرِضُ عَنْهُ خَدِيفَةُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّلَاثَةِ فَقَالَ يَا صِلَةٌ تُنَجِّهِمْ مِنَ النَّارِ ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت خدیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: اسلام پرانا ہو (کر مٹنے کے قریب) جائیگا، جیسے کپڑے سے پھول اور بیل بوٹے (پرانے ہو کر) مٹ جاتے ہیں (حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو جائیں گے) کہ کسی کو بھی روزہ نماز، حج، قربانی، اور صدقہ وغیرہ کے متعلق کوئی علم نہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک ہی رات میں ایسی غائب ہو جائے گی کہ زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، اور لوگوں کا ایک طبقہ ایسا رہ جائے گا کہ ان میں بوڑھے مرد اور بوڑھیں عورتیں کہیں گی، کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس کلمہ پر پایا لا الہ الا اللہ، اس لیے ہم بھی اس کلمہ کو پڑھتے ہیں حضرت خدیفہ کے شاگرد صلہ نے عرض کیا کہ (صرف) لا الہ الا اللہ کہنے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا جبکہ انہیں نہ نماز کا علم ہے نہ روزے کا نہ قربانی کا اور نہ ہی صدقہ کا، (یہ سن کر) حضرت خدیفہؓ نے اس کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا، انہوں نے دوبارہ سہ بارہ عرض کیا، تو حضرت خدیفہؓ ان کی طرف سے اعراض کرتے رہے پھر تیسری مرتبہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے صلہ! لا الہ الا اللہ انہیں ایک نہ ایک دن دوزخ سے ضرور نجات دلائے گا، آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح حدیث:

قولہ: وشي الثوب: کپڑے کے پھول بیل بوٹے، پھول دار کپڑوں کی ایک قسم، وشي بفتح الواو وسكون الشين المعجمة، نقش الثوب وبلون کل لون۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ قربانی اور صدقہ، نیز دیگر تمام اعمال اسلامیہ سے غافل ہو جائے اور تمام شرعی احکام و مسائل سے بالکل نا آشنا اور لاعلم ہو کبھی

بھی اس نے احکام شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوا لیکن اس کے دل میں لا الہ الا اللہ کی خوشبو ہے اور ایمان کا کوئی رفق اور چنگاری کسی راکھ کے تحت دبی ہے تو قیامت کے دن وہ ایمانی چنگاری بھی کام آئے گی اور اس کی بدولت سے مومن اپنی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا خواہ انہیں دخول اولین نصیب نہ ہو لیکن نفس دخول جنت ایک نہ ایک دن ضرور نصیب ہوگا۔ یہ حدیث معتزلہ اور خوارج کے خلاف ہے۔

(۴۱۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكَيْعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامٌ يُزْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَزَجُ وَالْهَزَجُ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے کچھ دن پہلے علم اٹھ جائے گا۔ جہالت اترے گی ہرج کی کثرت ہوگی اور ہرج سے برا قتل ہے۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك۔

(۴۱۷۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَزْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَزَجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْهَزَجُ قَالَ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں جہالت اترے گی، علم اٹھ جائیگا، اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی، حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا چیز ہے فرمایا: قتل۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك۔

(۴۱۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَزْفَعُهُ قَالَ يَتَقَارِبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشَّخُّ وَتُظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَزَجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْهَزَجُ قَالَ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث: قیامت سے قبل زمانہ کا قریب ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ زمانہ مختصر ہو جائے گا، اور علم کم ہو جائے گا، پھر (قلوب



أَمِينًا وَحَتَّى يَقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَغْفَلَهُ وَأَجْلَدَهُ وَأَطْرَفَهُ وَمَا هِيَ قَلْبُهُ حَبَّةُ خَزْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ  
زَمَانٌ وَلَسْتُ أَبَالِي أَلَيْكُمْ بَاتِعْتُ لَنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيْزَ دَنَّهُ عَلَيَّ إِسْلَامُهُ وَلَنْ كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا  
لَيْزَ دَنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأَتَابِعَ إِلَّا فَلَانًا وَفَلَانًا۔

ترجمہ حدیث: قرب قیامت میں امانت کا دلوں سے نکلنا:

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا، اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ہم سے بیان فرمایا کہ بے شک امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اترتی، طنفسی کہتے ہیں یعنی لوگوں کے دلوں کے وسط میں، اور قرآن مجید اترتا، تو ہم صحابہ نے قرآن کریم کو سیکھا اور سنت کو سمجھا، (جس کی وجہ سے امانت بڑھ گئی) پھر آپ نے ہمیں امانت کے اٹھ جانے کے بارے میں فرمایا۔ چنانچہ فرمایا آدمی (جسب معمول) سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی (یعنی اس کے ایمان کے بعض ثمرات و انوارات، و برکات ختم ہو جائیں گی)، پس امانت کا اثر یعنی نشان، (جو ایمان کا ثمرہ ہے) وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا (یعنی ایمان کا نور دھندلا اور اس کا اثر و ثمرہ ناقص ہو جائے گا) پھر جب دوبارہ سوئے گا (مزید غفلت طاری ہوگی) تو اس کے دل سے مزید امانت سلب کر لی جائے گی، تو اب اس کا نشان یعنی امانت کی نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسے تم اپنے پاؤں پر انگارہ لڑھکاؤ، تو کھال پھول جائے تو تمہیں وہ جگہ ابھری ہوئی نظر آئے گی حالاں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ کہہ کر حضرت حذیفہؓ نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر اپنی پنڈلی پر لڑھکا دیں، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب لوگ صبح کے وقت اٹھیں گے تو حسب معمول آپس میں خرید و فروخت کریں گے، اور ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جو امانت کو ادا کرے، (یعنی احکام شریعت پر عمل کرنے والا، اور لوگوں کے حق میں کوئی خیانت اور بددیانتی نہ کرنے والا کہیں دور دور بھی نظر نہیں آئے گا) یہاں تک کہ (امانت و دیانت میں کمی آنے کے سبب) کہا جائے گا فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے، اور یہاں تک کہ ایک شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ کتنا سمجھ دار اور دانشمند (بہادر) اور ظریف و مستعد ہے حالاں کہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہوگا، اور میرے اوپر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس کے ساتھ معاملہ کر رہا ہوں کیوں کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اپنے اسلام کی (تعلیمات) کی وجہ سے امانت کو واپس کر دیتا اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا عامل (حاکم) انصاف کرے گا، اور بہر حال آج کے دن تو میں صرف فلاں فلاں سے معاملہ کرتا ہوں، (یعنی امانت دار لوگ گئے چتے چند لوگ رہ گئے ہیں بقیہ میں فسق و فجور اور کذب و دروغ گوئی پھیل گئی ہے)

تشریح حدیث:

قوله: ان الامانة نزلت في جوار قلوب الرجال: امانت کے لغوی معنی ہیں ذمہ داری، فرض منصبی، دیانت داری

راست بازی، امانت: باب کرم: ائین ہونا امانت دار ہونا، اور امن باب سمع امن فلانا علی کذا: کسی پر اعتماد کرنا ذمہ داری دینا۔ شریعت کی اصطلاح میں امانت اس ذمہ داری کا نام ہے، بنی نوع آدم پر اللہ رب العزت کی طرف سے یا خود بندوں کی طرف سے عائد ہوتی ہے، قرآن کریم میں سورہ احزاب میں اسی طرف اشارہ ہے۔

امانت سے کیا مراد ہے:

حدیث شریف میں امانت سے کیا مراد ہے؟ حضرات شارحین سے مختلف اقوال منقول ہیں ان میں سے چند اقوال درج ہیں۔  
(۱) حدیث شریف میں امانت سے مراد اس کے مشہور معنی ہیں یعنی کسی کی ملکیت یا کسی کے حق میں خیانت نہ کرنا۔  
(۲) امانت سے وہ تمام شرعی ذمہ داریاں مراد ہیں جو اللہ رب العزت کی جانب سے ہر شخص پر عائد کی گئی ہیں یعنی تمام اسلامی تعلیمات و احکامات کو ماننا، اور ان پر مکمل طریقے سے عمل کرنا، قرآن کریم کی سورہ احزاب میں جس امانت کا ذکر ہے اس سے مراد یہی امانت ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ<sup>(۱)</sup>

ہم نے امانت یعنی احکام شریعت کو زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن ان سبھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور اس امانت کے بارگراں کو تحمل کرنے سے ڈر گئے پھر انسان نے اس امانت شریعت کو اٹھالیا۔

(۳) بعض حضرات نے یوں فرمایا کہ مذکورہ دونوں معنی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے اس لیے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ امانت سے مراد ایمان ہے، جیسا کہ حدیث شریف کے آخری الفاظ و مافی قلبہ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے البتہ حدیث شریف کے اس جملہ ”وَلَا يَكْدُ أَحَدُ يَدِي الْأَمَانَةَ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الامانة نزلت فی جزر قلوب الرجال میں امانت سے اس کا معنی مشہور مراد ہے اس صورت میں یوں کہا جائے گا کہ و مافی قلبہ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ میں موضع امانت میں ایمان کا لفظ تفخیم شان کے لیے ہے اور امانت کی ادائے گی پر ترغیب دینے کے لیے ہے امانت کو ایمان سے تعبیر کر دی گئی ہے ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ رائج یہی ہے کہ یہاں امانت سے ایمان مراد لیا جائے، کیوں کہ ایمان ہی قلوب المؤمنین کی گہرائی میں نازل ہونے کے لائق ہے باقی رہی امانت تو وہ ایک جزئی چیز ہے جو ایمان میں داخل ہے، اور ایمان کے لازم اور لاینفک ہے۔

(۴) حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں یہاں امانت سے ما ب صبح بہ تکلیف الانسان بالایمان مراد ہے اور وہ ایک فطری صلاحیت ہے جس کے ذریعہ بندہ جملہ طاعات قبول کرنے اور معاصی سے احتراز کرنے کی استعداد حاصل کرتے ہیں اور ایمان شرعی کی نسبت سے یہ امانت قلوب بنی آدم بکھیرا ہوا ایک ختم



ہے قرآن و سنت اس کے لیے بمنزلہ بارش کے ہیں اگر ٹھیک طور پر اس سے انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اگے گا، پھولے پھلے گا اور اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اسی قدر درخت کے ابھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے گا یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے ختم بھی برباد ہو جائے گا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ امانت ایمان و ہدایت کا ایک بیج ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا ہے جس کو ما بہ التكلف بھی کہہ سکتے ہیں اس کی نگہداشت کرنے سے ایمان کا درخت اگتا ہے۔

(۵) حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ امانت سے استعداد ایمانی مراد ہے جس کو رسول اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہونے کے سبب سے ترقی حاصل ہوگی۔

(۶) بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد فطرت سلیمہ ہے۔

(۷) حضرت مولانا اوریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ امانت جو مخلوق کے متعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے باقی امانت مع اللہ تو اس سے مراد وہ احکامات ہیں جن کا بندوں کو مکلف بنایا گیا ہے، وہ لازم الوجود ہیں، اور امانت لازم الادا ہے (۱)

قولہ: ان الامانة نزلت في جزر قلوب الرجال: لفظ جزر جیم کے فتح اور کسرہ دونوں طرح آیا ہے اس کے معنی ہیں جز، اصل، مطلب یہ ہے کہ امانت سب سے پہلے لوگوں کی دل کی گہرائی اور تھاہ میں اتری، مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوت کا آغاز ہونے والا تھا اس لیے پہلے لوگوں کے دلوں میں تعلیمات نبوی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی گئی، پھر قرآن اترنا شروع ہوا، جس کو لوگوں نے سیکھا، اور دینی طریقہ جانا، اور چوں کہ کتاب و سنت کی تعلیم فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہوتی ہے اس لیے فطرت سلیمہ اس کو فوراً قبول کرتی ہے، حضور اقدس ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں ایک نزول امانت کی اور دوسری رفع امانت کی، پہلی حدیث کا مصداق اور پیکر محسوس حضرات صحابہ کرام کی جماعت ہے جس کو حضرت حذیفہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

قولہ: ينال الرجل النومة: دوسری حدیث رفع امانت سے متعلق ہے جس کا حضرت حذیفہ کو انتظار ہے، دوسری بات رسول اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ امانت کس طرح اٹھائی جائے گی؟ فرمایا: کہ آدمی ایک ایک نیند سوئے گا، سونے سے مراد حقیقتاً سونا نہیں ہے بلکہ غفلت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ذرا سا آدمی غافل ہوگا اور امانت دل سے نکال لی جائے گی امانت کا اثر ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا پھر ایک بار سوئے گا یعنی غفلت برتے گا تو باقی ماندہ امانت بھی اس کے دل سے نکال لی جائے گی، پس اب کی بار امانت کا اثر آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسے آپ نے اپنے پیر پر چنگاری لڑھکائی، پس آبلہ پڑ جائے اور وہ آپ کو پھولا ہوا نظر آئے، دراں حالاں کہ اس میں کوئی کارآمد چیز نہ ہو، پھر حضرت حذیفہ نے اس مسئلہ کو محسوس طریقہ سے سمجھانے کے لیے ایک کنکری لی اور اپنے پیر پر لڑھکائی۔

پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا یہ حال ہو جائے گا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کریں گے ایک

دوسرے کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے، مگر شاید ہی کوئی ایسا انسان پائیں گے، جو امانت ادا کرے، امانت و دیانت کا اس قدر فقدان ہو جائے گا کہ دور دور تک کوئی امین اور امانت دار شخص نہیں ملے گا بلکہ ہر چہار سو خیانت اور بددیانتی عام ہو جائے گی، خال خال اکا دکا کہیں امین نظر آئے گا تو لوگ ازراہ تعجب کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار آدمی ہے، یہاں تک کہ اس آدمی کے بارے میں ازراہ حیرت و استعجاب کہا جائے گا کہ کس قدر مضبوط آدمی ہے! کس قدر زیرک ہے! کس قدر عقل مند ہے! حالاں کہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

قولہ: وما فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان: اس جملہ میں دونوں احتمال ہیں یا تو بالکل اصل ایمان کی نفی مراد ہے یا پھر کمال ایمان کی نفی مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعریف و تحسین اسی شخص کے حق میں معتبر ہوگی جو ایمان و تقویٰ کا حامل ہو، اور ورع و طہارت کی صفت سے متصف ہو۔

قولہ: ولست ابالی ایکم بایعت: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھ پر ایک زمانہ آچکا ہے کہ میں بلا خوف و خطر بغیر کسی پرواہ کے تم میں سے جس کے ساتھ بھی چاہتا معاملہ کر لیتا تھا اور امانت کے ضیاع کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ جس کے ساتھ معاملہ کیا جا رہا ہے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین اس چیز کو مجھ پر ضرور پھیر دے گا، یعنی ایمان و غیرت اس کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا جب تک کہ امانت ادا نہ کر دے، اور اگر وہ یہودی یا عیسائی ہوگا تو اس کا عامل ضرور اس چیز کو مجھ پر پھیر دے گا۔

قولہ: فاما الیوم فما كنت ابائع الا فلانا وفلانا: لیکن اب حالات بدل چکے ہیں لوگوں کے دلوں میں امانت کی ادائیگی کی اہمیت ختم ہو چکی ہے، اس لیے اب میں معاملات کرنے میں ڈرتا ہوں اور سوائے چند گنے چنے افراد کے کسی اور سے معاملہ نہیں کرتا، کیوں کہ اب وہ بات نہیں رہی جو پہلی تھی۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آغاز حدیث میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ دوسری بات کو میں نے دیکھا نہیں بلکہ اس کا انتظار کر رہا ہوں پھر اہل زمانہ کے ساتھ معاملات کرنے کو کیوں ترک فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسری بات کے آثار تو اس زمانہ میں بھی ظاہر ہو چکے تھے اس لیے ہر کسی سے معاملہ کو ترک کر دیا باقی اسکمال کے مختصر تھے، واللہ اعلم۔

لغات حدیث:

قولہ: الجزر: ہر چیز کی جز، اصل جمع جزور۔

قولہ: الوکت: کسی چیز کا ہلکا سا نشان دھبہ، چٹی جو دیکھنے میں جلدی محسوس نہیں ہوتی، مگر وہ عمل کا واقعی اثر ہوتی

ہے، یعنی ابھی امانت کا کچھ اثر دل میں باقی ہے قولہ المجل بفتح المیم وسكون الجیم، جیم پر فتح بھی جائز ہے وہ چھالہ جو چکی چلانے یا کدال وغیرہ چلانے کی وجہ سے ہاتھ میں ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ پانی بھی آ جاتا ہے مگر وہ کسی کام کا نہیں ہوتا ہے، یعنی اب امانت داری بالکل ختم ہو گئی مگر آدمی بناوٹی امانت دار نظر آتا ہے جو فتنہ کے سوا کچھ بھی نہیں،

قولہ: نَفْظٌ: نَفْظٌ يَذُّهُ نَفْظًا، ہاتھ میں آبلہ پڑ جانا قولہ: منتبر انبر سے ماخوذ ہے پھولنے کے معنی میں ہے اس کے اصل معنی بلندی کے ہیں اسی سے مبر آتا ہے بلند جگہ۔

قولہ: ما اجلده: فعل تعجب ما افعله کے وزن پر ہے، کس قدر مضبوط اور طاقت ور ہے، کس قدر باہمت اور بالاستقلال ہے۔

قولہ: ما اظرفه: یہ بھی فعل تعجب ہے کس قدر ذہین زیرک اور تیز طبع ہے۔

قولہ: ما اعقله: یہ بھی فعل تعجب ہے کتنا بڑا عقل مند اور دانش مند ہے۔

قولہ: حبة: جمع حبات۔ حبوب دانہ، بیج۔

قولہ: خودل: رائی: سرخوں کی مانند ایک چیز ہے، اس کو رائی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کو عقلمند، دانشمند اور زیرک سمجھا جائے گا حالانکہ اس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی باقی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ أَبِي شَجْرَةَ كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَهْلِكَ عَبْدًا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ نَزَعَ مِنْهُ الْأَمَانَةَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيئًا مُمَقِّئًا نَزَعَ مِنْهُ الْأَمَانَةَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْأَمَانَةَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوِّنًا نَزَعَ مِنْهُ الرِّحْمَةَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الرِّحْمَةَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلْعَنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلْعَنًا نَزَعَ مِنْهُ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ..

ترجمہ حدیث: حیا ایمانی کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے حیا نکال لیتا ہے جب اس سے حیا نکال لی جائے تو وہ شخص تمہیں ہمیشہ (اپنے اعمال سیر کی وجہ سے) خدا کے قبر میں گرفتار نظر آئے گا اور جب وہ تمہیں ہمیشہ قہر خداوندی میں گرفتار ملے گا تو اس (کے دل) سے امانت نکال لی جاتی ہے اور جب امانت اس (کے دل) سے نکال لی جاتی ہے تو وہ ہمیشہ تمہیں چوری اور خیانت میں نظر آئے گا اور جب وہ چوری اور خیانت میں مبتلا ہو تو اس (کے دل) سے رحمت سلب کر لی جاتی ہے اور جب اس سے رحمت سلب کر لی

جائے تو تم اس کو ہمیشہ مردود اور ملعون پاؤ گے تو سمجھ لو کہ اس کی گردن سے اسلام کی رسی نکل گئی۔  
تشریح حدیث:

قوله: مقبلاً ممقلاً: المقت: الغضب، ای تجده مغضوباً ومبغضاً من الله تعالى، وانما قال ممقلاً للمبالغة، اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ صغیرہ انسان کو گناہ کبیرہ کی طرف لیجاتا ہے اور کبیرہ انسان کو رتہ رتہ نفوذ باللہ کفر کی طرف لے جاتا ہے اس لیے صغیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

قوله: نزعت منه ربة الاسلام: الربة: بكسر الراء وفتحها بمعنى رسی جل تشدد به یعنی گویا اس نے اپنے گلے سے اسلام کے حدود و احکام کی رسی کو نکال پھینکا، نیز اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حیاء تمام خصلتوں میں سب سے اچھی خصلت اور اکمل الاحوال ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے قلب سے سب سے پہلے شرم و حیا کو سلب کر لیتا ہے پھر جب شرم و حیا باقی نہ رہی تو جو چاہتا ہے کرتا ہے ”بے حیا باش و ہرچہ خواہی“ کا معاملہ ہوتا ہے تو وہ ممقوت بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے صفت امانت کو سلب کرتا ہے تو وہ خائن اور چور بن جاتا ہے پھر اس کے دل سے رحمت و رافت کو سلب کرتا ہے تو وہ بد اخلاق بد کردار سخت مزاج بن جاتا ہے پھر وہ اپنی گردن پر اسلام کی طاعت و فراموشی کا طوق اور احکام حدود کی رسی کو نکال کر باہر پھینکتا ہے اب وہ عند اللہ شیطان العین اور مردود و مرجوم بن جاتا ہے، معلوم ہوا کہ ایک انسان کے اندر سب سے عمدہ اور حسین خصات حیاء ہے اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا الحياء خير كله: یا لایاتی الحياء الا النجی، حیاء خیر فی خیر ہے اس میں شر کا پہلو بالکل نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۳۶۸) بَابُ الْآيَاتِ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہ بن اسید البوسریؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابو قتادہؓ سے منقول ہیں اس باب میں قیامت واقع ہونے قبل جو نشانیاں ظاہر ہوں گی ان کی تفصیلات ہیں قیامت کی کچھ نشانیاں کا تذکرہ تو ماقبل میں آچکا ہے اور کچھ نشانیاں کا ذکر انشاء اللہ اس باب میں آئے گا۔

(۳۱۷۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ فُرَاتِ الْقُرَازِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ أَبِي الطَّغْلِبِ الْبَكْنَانِيِّ عَنْ حَذِيفَةَ بْنِ أَسِيدٍ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ أَطَّلَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَسْتَاكِرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالذُّجَالُ وَالذُّعَانُ وَالذَّابَّةُ وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَثَلَاثُ خُسُوفٍ خُسُوفٍ بِالشَّرْقِ وَخُسُوفٍ بِالمَغْرِبِ وَخُسُوفٍ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ

فَعَرَّ عَدْنِ ابْنِ تَسْوَفٍ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ ثَبِثَ مَعَهُمْ إِذَا بَاتُوا وَثَقِيلَ مَعَهُمْ إِذَا قَالُوا.

## ترجمہ حدیث: وقوع قیامت کی دس نشانیاں

حضرت حذیفہ بن اسید ابوسریحہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم لوگ آپس میں قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے بالا خانہ سے جھانکا، اور فرمایا (سنو!) اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوگی اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال کا خروج (۳) دھواں (۴) دابۃ الارض کا خروج (۵) یا جوج ماجوج کا نکلنا (۶) عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۷) تین مرتبہ زمین کا دھنسا ایک مرتبہ زمین کا دھنسا مشرق میں ہوگا دوسرا حنف مغرب میں ہوگا، اور تیسرا حنف جزیرۃ العرب میں ہوگا (۸) ایک ایسی آگ جو عدن کے نشیب ابنین سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر ارض محشر کی طرف لے جائیں گی اور جب رات گزارنے کے لیے لوگ ٹھہریں گے آگ بھی ٹھہر جائے گی، اور جب دن میں لوگ قیلولہ کریں گے تو یہ آگ بھی قیلولہ کرے گی۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائی ہیں لیکن یہ دس نشانیاں حسب ترتیب الوقوع نہیں ہے یعنی وقوع کی ترتیب کے اعتبار سے یہ نشانیاں بیان نہیں کی گئیں ہیں بلکہ یہاں علی الاطلاق کیف متفق نشانوں کو جمع کر دیا گیا وقوع ترتیب میں تو طلوع شمس من المغرب کا واقعہ نزول عیسیٰ و خروج یا جوج ماجوج کے بعد اور نفع صور سے پہلے ہوگی مغرب کی جانب سے طلوع شمس من المغرب کے بعد کسی کا بھی ایمان لانا مفید نہ ہوگا اور نہ کسی کی توبہ کارآمد ہوگی۔

## علامات قیامت کی قسمیں:

حضرات علماء کرام علامات قیامت کی تین قسمیں کی ہیں۔ (۱) علامات بعیدہ (۲) علامات متوسطہ جن کو علامات صغریٰ بھی کہا جاتا ہے (۳) علامات قریبہ جن کو علامات کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

## (۱) قیامت کی علامات بعیدہ:

علامات بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور بہت پہلے ہو چکا ہے ان کو بعیدہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور وقوع قیامت کے درمیان زیادہ فاصلہ ہے، اور علامات بعیدہ درج ذیل ہیں جن کا ظہور ہو چکا ہے۔

(۱) رسول اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ۔

(۲) معجزہ شق القمر کا واقعہ۔

(۳) آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ۔

(۴) جنگ صفین کا واقعہ حدیث: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلَ لِسْتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعَاَهُمَا وَاحِدَةً، كَامِصْدَاقِ ابْنِ حَجْرٍ، عَلَامَةُ قِسْطَلَانِي وَغَيْرِهِ نَے اسی جنگ کو قرار دیا ہے۔

(۵) تَنْتَنَاتَار کا ظہور علامات قیامت میں سے ہے جیسا کہ امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۶) نَارُ الْحِجَاز، قیامت کی ان ہی علامتوں میں سے ایک علامت سرزمین حجاز سے آگ لگنا ہے بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے روایت ہے کہ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تَضِيئُ اعْنَاقَ الْأَهْلِ بِبَصْرَى بَصْرَى مَدِينَةَ مَنْوَرَةٍ أَوْرِدَ مَشَقَّكَ دَرَمِيَالًا مَلِكُ شَامٍ كَأَيِّكَ مَشْهُورٍ شَهْرٌ هُوَ جُودُ مَشَقَّكَ تَيْنِ مَرَحِلَةٍ كَافَصْلَةٍ عَلَى وَاقِعٍ هُوَ، حَدِيثٌ فِيهِ جَسَّ آگ کے خروج کا تذکرہ ہے وہ آگ فتنہ تانتار سے تقریباً ایک سال مدینہ منورہ کے نواح میں ان ہی صفات کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جو احادیث میں مذکور ہیں، یہ آگ بروز جمعہ ۶ جمادی الاولیٰ ۶۵ھ کو نکلی تھی اور بحر ذخار کی طرح میلوں میں پھیل گئی، جو پہاڑ اس کی زد میں آگئے انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا؟ ۲ رجب المرجب بروز اتوار ۵۲ ہاون دن تک مسلسل بھڑکتی رہی پوری طرح ٹھنڈی ہونے میں تقریباً تین ماہ کا طویل عرصہ لگ گیا اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ بیوع تیا حتیٰ کہ رسول کی پیشین گوئی کے مطابق اس کا اثر بصری جیسے دور دراز مقام پر بھی دیکھی گئی، اس کی خبر تواتر کے ساتھ پورے عالم اسلام میں پھیل گئی، علامہ قرطبی امام نووی محدث جلیل ابوشام المقدسی الدمشقی علامہ سمهودی وغیرہ نے اس واقعہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔

(۲) قیامت کی علامت متوسطہ:

قیامت کی علامت متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر تو ہو چکی ہیں لیکن ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچی، ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامت ظاہر ہونے لگیں گی، علامات متوسطہ کی فہرست تو طویل ہے ان میں سے چند علامت زیر قسطاس کی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اقدس ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک دور ایسا آئے گا کہ ان کو دین پر ثابت قدم رہنا ہاتھ میں آگ کے انگارے کے رکھنے کے مانند مشکل ہوگا۔

(۲) دنیاوی اعتبار سے سب سے باعزت وہ ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو،

(۳) قوموں اور قبیلوں کا لیڈر رذیل اور منافق لوگ ہوں گے

(۴) پولس والوں کی کثرت ہو جائے گی مجتمہ طرانی میں ہے ان من اعلام الساعة ان تکثر الشرط

(۵) بڑے بڑے عہدے اور منصب نااہلوں کو ملیں گے

(۶) ناپ تول میں کمی کی جائے گی

(۷) لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لیے حاصل کی جائے گی۔

(۸) قرآن کریم گانے بجانے کا آلہ بنالیا جائے گا۔

(۹) امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھا جائے گا۔

(۱۰) اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کئے جائیں گے۔

(۱۱) بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی۔

(۱۲) طلاقوں کی کثرت ہو جائے گی

(۱۳) فخر مہابات کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔

(۱۴) شراب کا نام نبیذ سود کا نام بیج اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔

(۱۵) سود، جوا، گانے باجے کے آلات شراب خوری اور زنا خوری کی کثرت ہوگی۔

(۱۶) بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی

(۱۷) دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی

(۱۸) ناگہانی اور اچانک موت کی کثرت ہوگی

(۱۹) عورتیں نہایت باریک و چست کپڑا استعمال کریں گی، جس کی وجہ سے ان کے اعضاء کی بناوٹ صاف ظاہر ہوگی۔

(۲۰) ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے چمک چمک کر اور منک منک کر چلیں گی

ان سب باتوں کی خبر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے وقت میں دی تھی جب کہ ان کا تصور اور حاشیہ خیال میں رانگی

مشکل تھا مگر آج ہم ان سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کر رہے ہیں کوئی علامت تو اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے تو کوئی

ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے جب یہ سب علامتیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہوں گی۔

(۳) علامات قریبہ (کبری)

یہ علامات بالکل قیامت کے قریب میں ظاہر ہوں گی، اور یکے بعد دیگرے ہوں گی اور عالم گیر واقعات ہوں گے

اس لیے ان علامتوں کو علامات کبری کہا جاتا ہے مثلاً (۱) ظہور مہدی، (۲) خروج دجال (۳) نزول عیسیٰ (۴) یا جوج

ما جوج کا خروج (۵) دابۃ الارض کا نکلنا (۶) یمن سے نکلنے والی آگ (۷) مغرب کی جانب سے آفتاب کا طلوع ہونا جب

یہ سب قسم کی علامتیں نمودار ہو جائیں گی تو قیامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

## علامات قیامت کی فہرست بہ ترتیب زمانی

- (۱) قیامت سے پہلے ایسے بڑے واقعات رونما ہوں گے کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کیا ان کے بارے میں تمہارے نبی نے کچھ فرمایا ہے۔
- (۲) تیس بڑے کذاب نمودار ہوں گے اور اس کے آخری کذاب کا نام دجال ہوگا۔
- (۳) نزول عیسیٰ علیہ السلام تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی
- (۴) اس جماعت کا آخری امام دامیر امام مہدی ہوں گے۔
- (۵) ان ہی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا۔
- (۶) مسلمانوں کا ایک لشکر جو عند اللہ محبوب ہوگا ہندوستان میں جہاد کرے گا اور فتح یاب ہو کر وہاں کے حکمرانوں کو طوق سلاسل میں جکڑ کر لائے گا ہندوستان میں متعدد جہاد ہو چکے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہاں کون سا جہاد مراد ہے رائج قول کے مطابق آئندہ کا کوئی جہاد مراد ہے۔
- (۷) امام مہدی کی قیادت میں قسطنطنیہ فتح ہوگا
- (۸) خروج دجال
- (۹) نزول عیسیٰ بن مریم
- (۱۰) دجال سے جنگ ہوگی
- (۱۱) دجال کا قتل ہوگا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی
- (۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان خنزیر قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔
- (۱۳) لوگ امن و چین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اچانک یا جوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی
- (۱۴) مسلمان یہودیوں کو چن چن کر قتل کریں گے
- (۱۵) یا جوج ماجوج نکل جائیں گے
- (۱۶) اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ تمام مسلمانوں کو کوہ طور کی طرف جمع کر لیں کیوں کہ یا جوج ماجوج کا مقابلہ کسی کے بس کا نہ ہوگا
- (۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے یا جوج ماجوج ہلاک ہوں گے
- (۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا کو امن و امان اور عدل و انصاف سے بھر دیں گے
- (۱۹) عیسیٰ کا نکاح ہوگا پھر اولاد ہوگی اور نکاح کے بعد انیس سال زندہ رہیں گے نزول کے بعد چالیس سال قیام



فرمائیں گے۔

(۲۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی

(۲۱) مسلمان بقاعدہ جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کریں گے

(۲۲) وصیت عیسیٰ علیہ السلام کے مطابق قبیلہ بنی تمیم کے ایک شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کریں گے جس کا نام مقعد ہوگا

(۲۳) پھر مقعد کا انتقال ہوگا

(۲۴) زمین دھنس جانے کے تین واقعات ہوں گے (۱) مشرق میں (۲) مغرب میں (۳) جزیرۃ العرب میں

(۲۵) ایک دھواں ظاہر ہوگا جو تمام لوگوں پر بیک وقت چھا جائے گا

(۲۶) مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا۔

(۲۷) دابة الارض کا کوہ صفا سے نکلنا اور لوگوں سے بات کرنا

(۲۸) یمن کی آگ: ایک آگ یمن یعنی عدن سے نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی اور سب

مسلمانوں کو ملک شام میں جمع کر دے گی۔

(۲۹) ایک خوش گوار ہوا چلے گی جو تمام مومنین کی رو میں قبض کر لے گی اور کوئی مومن دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

(۳۰) پھر دنیا میں صرف بدترین قسم کے لوگ رہ جائیں گے

(۳۱) گدھوں کی طرح کھلم کھلا جمع کریں گے

(۳۲) بالآخر ان ہی بدترین رذیل اور کمینہ قسم کے لوگوں پر قیامت آجائے گی (۱)

دابة الارض کا خروج کہاں اور کب:

دابة الارض سے مراد ایک عجیب الخلق اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہ صفا مردہ کے درمیان سے برآمد

ہوگا، اور جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے: وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ

الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۲﴾ (۲) حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ جانور

چوپائے کی صورت میں ہوگا جس کی درازی ساٹھ گز کی ہوگی اور بعض حضرات نے کہا کہ اس عجیب الخلق جانور کی شکل یہ

ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح، گردن گھوڑے کی طرح، دم چیل کی طرح، سرین ہرن کی طرح، سینگ

بارہ سینگ کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے، نیز اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرق کی

جانب واقع ہے یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا، اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا

عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتی ہوگی، یہ جانور تمام شہروں اور علاقوں میں اس تیزی سے دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا تعاقب نہ کر سکے گا جہاں جہاں بھی جائے گا ہر فرد بشر پر نشان لگاتا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے چھوئے گا، اور اس کی پیشانی پر مومن لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتی سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھ دے گا بعض حضرات نے فرمایا کہ دابة الارض تین مرتبہ نکلے گا (۱) ایک واقعہ تو حضرت مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ (۲) دوسرا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگا (۳) پھر آخری مرتبہ سورج کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد ہوگا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں کہ دابة الارض کے متعلق بہت سے رطب و یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں مگر معتبر روایات سے صرف اتنا ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے کوہ صفا پھٹے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا (۱)

دابة الارض لوگوں سے ہم کلام ہوگا:

یہ عجیب الخلق جانور لوگوں سے ہم کلام ہوگا اب سوال یہ ہے کہ اس کا کلام کیا ہوگا بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کا کلام یہ ہی ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِآٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۱﴾ یہ کلام وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو سنائے گا کہ بہت سارے لوگ آج سے پہلے ہماری آیتوں پر یقین نہ رکھتے تھے اور مطلب یہ ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان سب کو یقین آ جائے گا لیکن اس وقت کا یقین دایمان شرعاً معتبر نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ قتادہ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے اور ایک روایت میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی منقول ہے کہ دابة الارض لوگوں سے خطاب کرے گا جس طرح کہ عام کلام ہوتا ہے۔

قولہ: ثلاثۃ خسوف: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تین مرتبہ زمین دھنسا دی جائے گی، سوال یہ ہے کہ یہ تین خسوف ہو چکے ہیں؟ یا آئندہ ہوں گے، اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔

(۱) صاحب الاشیاء فرماتے ہیں کہ تین خسوف واقع ہو چکے ہیں، پہلا خسوف مغرب میں ۲۰۸ھ میں دوسرا خسوف فرماطہ میں ماہ شعبان ۸۳۲ھ اور ایک ۳۴۶ھ میں واقع ہو چکا ہے۔

(۲) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں کہ انہا تین خسوف بعد وفات عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

(۳) ابن الملک کہتے ہیں کہ عذاب الہی کے طور پر زمین کا دھنس جانا مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں میں ہو چکا ہے لیکن احتمال یہ ہے کہ یہاں حدیث میں جن تین خسوف کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے ہو چکنے والے خسوف کے علاوہ

ہوں گے اور ان سے بھی زیادہ ہولناک، خطرناک اور سخت ہوں گے۔

قولہ: ونازلتخرج من قعر عدن آہیں: قیامت کے قریب قعر عدن یعنی شام سے ایک آگ نکلے گی جو ہاتک کر لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی یہاں آگ سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس کو نار الحجاز کہا گیا ہے اور جس کا ذکر بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کیوں کہ یہ آگ بروز جمعہ ۶ / جمادی الاخریٰ ۶۵۶ھ کو نکل چکی ہے کما مر تفصیلہ۔ یہاں جس آگ کا تذکرہ ہے وہ قعر عدن سے نکلے گی اور قیامت کی علامت کبریٰ میں سے ہوگی اور دابة الارض کے خروج کے بعد نکلے گی۔

قولہ: وتسرق الناس الى المخشور یہاں حدیث شریف میں حشر سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں حشر سے حشر القیور فی الآخرة مراد ہے لیکن حضرات علماء کرام کی ایک بڑی جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہاں حشر سے حشر معروف جو آخرت میں واقع ہوگا وہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ حشر مراد ہے جو قرب قیامت میں دنیا میں واقع ہوگا اور وہ علامات قیامت میں سے ہے محشر کے معنی، مجمع، موقف کے ہیں، پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آگ نکلے گی تو لوگ اس سے بھاگنے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑیں گے اور دوسری جگہ ہجرت کر جائیں گے اور محشر سے وہ جگہ مراد ہے جہاں آگ سے بھاگنے کے بعد اکثر لوگ جمع ہوں گے لیکن لوگ آگ سے بھاگ نہ سکیں گے بلکہ آگ ان کے ساتھ ساتھ رہے گی۔ بعض علماء نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے اور فرمایا کہ آگ سے مراد فتنہ شدیدہ ہے جس فتنہ کی طرف حشر کی نسبت باعتبار سبب کے ہے گویا کہ ہر جگہ فتنہ کا دور دورہ ہوگا البتہ شام کی طرف دوسری جگہوں کی نسبت فتنہ کم ہوگا اس لیے لوگ شام کی طرف زیادہ رحلت کریں گے۔

(۳۱۸۰) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَيَّانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَيَّا طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدُّخَانِ وَدَابَّةِ الْأَرْضِ وَالدَّجَالِ وَخَوِضَةَ أَخِذِكُمْ وَأَمْرَ الْعَامَةِ.

ترجمہ حدیث: اعمال صالحہ کی طرف سبقت

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھ باتوں سے پہلے نیک عمل کر لو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں دابة الارض، دجال اور ہر ایک کی خاص آفت (موت) اور عام آفت (یعنی طاعون و باء وغیرہ) تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے نیک اعمال

کرو، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو، ان علامات کے ظہور کے بعد پھر عبادت اور اعمال صالحہ کی بجا آوری کا موقع نہ ملے گا، اس لیے جتنا ہو سکے اس سے پہلے پہلے عبادت کرلو۔ اور خدا کو راضی کرلو۔

(۳۱۸۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عَمَّارَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ ثَمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَاتُ بَعْدَ الْمَائَتَيْنِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیاں دو سو سال کے بعد ہی ظاہر ہوں گی (مطلب یہ ہے کہ قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں دو سو سال کے بعد ظاہر ہوں گی دو سو سال سے قبل نہیں پھر دو سو سال کے بعد کب ظاہر ہوگی حدیث شریف میں اس کی کوئی تعیین نہیں) شرع حدیث: حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۱۸۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا ثَوْخُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمَّتِي عَلَى خَمْسٍ طَبَقَاتٍ فَأَرْبَعُونَ سَنَةً أَهْلُ بَيْتٍ وَتَقْوَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةً سَنَةً أَهْلُ تَرَاخُمٍ وَتَوَاضُلٍ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ إِلَى سِتِّينَ وَمِائَةً سَنَةً أَهْلُ قَدَابِرٍ وَتَقَاطِعٍ ثُمَّ الْهَرْجُ الْهَرْجُ النَّجَا النَّجَا.

ترجمہ حدیث: امت کے پانچ طبقات:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے (۱) چالیس سال تک نیک اور تقویٰ والے لوگ ہوں گے (۲) پھر اس کے بعد ایک سو بیس سال تک آپس میں رحم کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے لوگ ہوں گے (۳) پھر اس کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے دشمنی رکھیں گے اور تعلقات توڑیں گے (۴) اس کے بعد پھر قتل ہی قتل ہوگا نجات مانگو۔ نجات:

شرع حدیث:

قوله: النجاة النجاة: ای انجو انفسکم: یعنی جب قتل و قاتل کا بازار گرم ہوگا اور ہر چہار جانب قتل ہی قتل ہوگا تو اس وقت اپنے کو بچا کر رکھو، اور اللہ تعالیٰ سے اس فتنہ سے نجات مانگو۔ اور اللہ رب العزت کی پناہ تلاش کرو۔ واللہ اعلم۔

(۳۱۸۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَارِمُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَنْزِيُّ حَدَّثَنَا الْمِسْوَرُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مَعْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتِي عَلَى خَمْسٍ طَبَقَاتٍ كُلُّ طَبَقَةٍ

أَرْبَعُونَ عَامًا فَأَمَّا طَبَقَتِي وَطَبَقَةُ أَصْحَابِي فَأَهْلُ عِلْمٍ وَإِيمَانٍ وَأَمَّا الطَّبَقَةُ الثَّانِيَةُ مَا بَيْنَ الْأَرْبَعِينَ إِلَى  
الْثَّمَانِينَ فَأَهْلُ بَرٍّ وَتَقْوَى ثُمَّ ذَكَرَ لَحْوَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے  
ہر طبقہ چالیس برس کا ہوگا بہر حال میرا طبقہ اور دوسرے صحابہ کرام کا طبقہ تو یہ اہل علم اور ایمان کا طبقہ ہے اور دوسرا طبقہ  
چالیس سے اسی کے درمیان نیکی اور تقویٰ والوں کا طبقہ ہے اس کے بعد پہلے کی طرح روایت ہے۔

تشریح حدیث:

علامہ ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے ابو حاتم  
کہتے ہیں ہذا الحدیث باطل یوحیری کہتے ہیں کہ ہذا الاسناد ضعیف حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میری امت کے پانچ  
طبقات ہوں گے۔

طبقہ اولی:

رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کا طبقہ جو اہل نبوت و ہدایت کا طبقہ ہوگا۔ اور یہ چالیس سال تک رہے گا۔

طبقہ ثانیہ:

نیک لوگ اور اہل تقویٰ کا طبقہ ہے جو اسی سال تک رہے گا۔

طبقہ ثالثہ:

اہل توصل و ترحم کا ہوگا جو ایک سو بیس سال تک رہے گا۔

طبقہ رابعہ:

اہل تقاطع و تدابر کا ہوگا، جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔

طبقہ خامسہ:

اہل ہرج و مرج و اہل قتل کا طبقہ ہے جو دوسو سال تک رہے گا۔

### (۱۶۶۹) بَابُ الْخُسُوفِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سہل بن سعدؓ،  
حضرت نافعؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں، قیامت کی علامتیں بہت ہیں ان میں ایک زمین کا دھنسا بھی ہے  
جس کی تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

(۳۱۸۴) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ سَلْمَانَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ وَخُسْفٌ وَقَدْ فُ.

ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے صورتوں کا مسخ اور زمین کا دھنسا

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب صورتیں مسخ ہوں گی، زمین دھنسے گی اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اس امت کے لوگوں کو بھی خسف اور مسخ کے عذاب میں گرفتار کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ام سابقہ کے لوگوں کو ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں مسخ و مسخ کے عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں اس امت سے خسف و مسخ کی نفی آئی ہے اور جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امت محمدیہ پر اس طرح کے عذاب نازل نہ ہوں گے، وہ تمام روایات یا تو اس امت کے ابتدائی زمانہ پر محمول ہیں آخری زمانہ اس احادیث کے دائرہ مفہوم سے خارج ہے یا پھر اجتماعی طور پر پوری امت کے خلاف خسف و مسخ کی نفی پر محمول ہیں نہ کہ انفرادی طور سے بعض کے بارے میں نفی پر۔

(۳۱۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو مُضْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خُسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَدْ فُ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ پر سنگ باری:

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے آخر میں زمین دھنسے گی، صورتیں مسخ ہوں گی، اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث:

فیہ اثبات الخسف والمسح فی هذه الامة وهذا زعم عدم وقوعه فیہا قال: المراد خسف المنزلة ومسح القلوب: (۱)

(۳۱۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ شَرِيحٍ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ زَجَلًا أَمَى ابْنَ عَمْرٍو فَقَالَ إِنَّ فَلَانًا يَفْرُكُكَ السَّلَامُ قَالَ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ

أَخَذْتُ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَخَذْتُ فَلَا تُقِرُّهُ مِنِّي السَّلَامُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي أَوْ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مَسْخُوحٌ وَخُسْفٌ وَقَدْ فِي ذَلِكَ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے دین میں نئی بات ایجاد کی ہے اگر واقعی اس نے بدعت ایجاد کی ہے تو اس سے میری طرف سے سلام مت کہنا کیوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں یا آپ نے یوں فرمایا اس امت میں صورتیں مسخ ہوں گی اور زمین میں دھنسا یا جائے گا اور سنگ باری ہوگی اور یہ سب کچھ فرقہ قدریہ کے ساتھ ہوگا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بدعتی شخص کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا جائز نہیں، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ سلام کرنے والا شخص بدعتی ہے تو اسے میری جانب سے سلام مت کہنا۔ اس کے لائق نہیں کیوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں اس امت کے اندر مسخ اور مسخ ہوگا اور فرقہ ضالہ مبتدعہ، قدریہ کے ساتھ ہوگا، قدریہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں مسلم کی روایت کے مطابق سب سے پہلے مسئلہ تقدیر کا انکار معبد جہنی نے کیا، اس فرقہ کے متعلق تاریخ، اور اس کی مکمل بحث کے لیے ملاحظہ کیجئے (تکمیل الحاجہ جلد اول: باب القدر)

(۴۱۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكُونُ فِي أُمَّتِي خُسْفٌ وَمَسْخُوحٌ وَقَدْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں زمین کا دھنس جانا، صورتوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث: قدم تفصیلہ قبل ذالک۔

### (۱۲۷۰) بَابُ جَيْشِ الْبَيْدَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن صفوان، حضرت صفیہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے گا جب وہ

مقام بیداء پر پہنچے گا تو اول تا آخر پورا لشکر ہلاک کر دیا جائے گا صرف ایک شخص باقی رہے گا جو اس کی ہلاکت کی خبر دے۔  
(۴۱۸۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أُمِّيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ  
سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي حَفْصَةُ أَلَّتْهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ لَيُؤْمَنَّ هَذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُوهُ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خَسِفَ بِأَوْسَطِهِمْ  
وَيَتَنَادَى أَوْلَهُمْ آخِرُهُمْ فَيُخَسِفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ إِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِي يُخَيَّرُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَاءَ جَيْشُ  
الْحِجَاكِظِ ظَنَّنَا أَنَّهُمْ هُمْ فَقَالَ زَجَلٌ أَشْهَدُ عَلَيْكَ أَنَّكَ لَمْ تَكُذِبْ عَلَى حَفْصَةَ وَأَنَّ حَفْصَةَ لَمْ  
تَكُذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حدیث: بیداء میں لشکر کی ہلاکت

حضرت عبد اللہ بن صفوان فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بتایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک لشکر اس گھر (بیت اللہ شریف) کو گزرنے کا ارادہ کرے گا اہل مکہ اس سے لڑیں گے جب وہ لشکر مقام بیداء میں پہنچے گا تو ان کے درمیان کے لوگ زمین سمیت دھنسا دئے جائیں گے ان کا اول والے (دست) آخر والے کو پکار کریں گے پھر وہ سب دھنس جائیں گے ان میں کا کوئی بھی نہ بچے گا سوائے ایک قاصد کے جو ان کا حال بتائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حجاج کا لشکر آیا تو ہمیں خیال ہوا کہ شاید یہی وہ لشکر ہے (حاضرین میں سے) ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حفصہ کے متعلق جھوٹ نہیں بولا، اور یہ کہ حضرت حفصہ نے نبی کے متعلق جھوٹ نہیں بولا۔  
تشریح حدیث:

قوله: حتی اذا كانوا ببیداء من الارض: بیداء کے معنی ہے ہموار جگہ، میدان، مسلم کی روایت کے مطابق جو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ابو جعفر باقر نے کہا، یہاں بیداء سے مراد مدینہ منورہ کی بیداء ہے جو ذوالحلیفہ کے قریب ایک معروف جگہ ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی روایت ہو ورنہ اس حدیث کا لفظ عام ہے جو ہر کسی بیداء پر صادق آ سکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ لشکر بیداء یعنی چیل میدان میں پہنچے گا تو سب کے سب ہلاک کر دئے جائیں گے صرف ایک آدمی باقی رہ جائے گا جو واپس جا کر لوگوں کو اس ہلاکت کی اطلاع دے گا۔

قوله: خسف باولہم و آخرہم: موضع خسف سے بچ کر صرف ایک شخص نکل جائے گا جو اوروں کو اس واقعہ کی خبر دے گا، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت حفصہ کی روایت ہے فلا یبقی الا الشریذ الذی یخیر عنہم، نیز حدیث باب میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔



## جیش معذب کا مصداق:

اب رہا یہ سوال جس جیش کے بارے میں یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اس سے کون سا جیش مراد ہے؟

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق حجاج بن یوسف کا لشکر ہے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف لڑائی کی، جبکہ وہ مکہ میں پناہ گزین ہوئے لیکن مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان جو حضرت عبداللہ بن زبیر کے حامیوں میں سے تھے اور ان کے ساتھ محصور ہوئے اور وہ شہید ہوئے اس نے اس قول کو رد کیا اور جو لشکر ابن زبیر کے خلاف لڑا ان کو اس حدیث کا مصداق کہنے سے انکار کر دیا علاوہ ازیں عبداللہ بن زبیر پر حملہ کرنے والا لشکر زمین میں دھنسا بھی نہیں آج تک کی تاریخ میں ایسے کسی لشکر کا پتا نہیں چلتا جس کو اس حدیث کا مصداق کہا جائے، شارح مسلم علامہ ابی نے کہا ظاہر ہے کہ یہ خسف اب تک وقوع پذیر نہیں ہوا البتہ صادق مصدوق علیہ السلام کی خبر کی وجہ سے آئندہ ضرور واقع ہونے والا ہے۔ یہی قول صحیح ہے (۱)

(۴۱۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَاكِينٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ

أَبِي إِدْرِيسَ الْمُرْهَبِيِّ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْتَهِي النَّاسُ عَنْ

غَزْوِ هَذَا الْبَيْتِ حَتَّى يَغْزَوْ جَيْشَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بَيْنَدَاءِ مِنَ الْأَرْضِ خَسَفَ بِأُولَئِهِمْ

وَآخِرُهُمْ وَلَمْ يَنْجُ أَوْ سَطَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ مَنْ يُكْرَهُ قَالَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت صفیہ (بنت حبش) بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس گھر (بیت اللہ شریف) پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ ایک لشکر حملہ آور ہوگا جب وہ لوگ بیداء (چٹیل میدان) میں ہوں گے تو ان کے اگلے اور ان کے پچھلے سب دھنسا دئے جائیں گے اور ان کے درمیان کے بھی نہیں بچیں گے، (صرف ایک شخص بچے گا جو واپس جا کر حادثہ کی اطلاع دے گا) حضرت صفیہ نے فرمایا پوچھا جو شخص ان میں سے حملہ کو ناپسند کرتا ہوگا؟ (کیا ان کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ ان کو انکی نیتوں کے مطابق اٹھائیں گے ان سے حسب نیت معاملہ کیا جائے گا مگر دنیوی عذاب سب پر آئے گا یہی جزیرۃ العرب کا خسف ہے جس کا ذکر ما قبل میں آچکا ہے، اور یہ خسف آئندہ ضرور واقع ہونے والا ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: یبعثہم اللہ علی ما فی انفسہم: جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لشکر کا اگلا پچھلا سب ہلاک کر دئے

جائیں گے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جو اس حملہ کو پسند نہ کرتے ہوں گے تو کیا ان کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا آپ نے فرمایا ہاں لو نبوی عذاب میں تو سارے لوگ مبتلا ہوں گے البتہ قیامت کے دن ان سے حسب نیت معاملہ کیا جائے گا اور ان کی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا جو شخص کسی مجبوری اور زبردستی کے تحت لشکر میں شامل ہوا ہوگا اس کی نیت صاف اور اس کا قلب ایمان و اسلام کی روشنی سے منور ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو لوگ واقعی ناپاک ارادے کے ساتھ اور بہ نیت کفر لشکر میں شامل ہوں گے انہیں نار جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، واللہ اعلم۔

(۴۱۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَنُصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَلِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْفَةَ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ الْجَنَشَ الَّذِي يُنْعَسَفُ بِهِمْ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَعَلَّ فِيهِمْ الْمَكْرَةَ قَالَ إِنَّهُمْ يُنْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کا تذکرہ فرمایا جسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا، حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ممکن ہے ان میں کوئی ایسا بھی ہو جن کو زبردستی لایا گیا ہو؟ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا (اور ان کی نیتوں کے مطابق معاملہ کیا جائے گا) **تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم قبل ذالک۔**

### (۱۴۷۱) بَابُ ذَابَةِ الْأَرْضِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو بربیدہؓ سے منقول ہیں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی خروج ذابۃ الارض بھی ہے جو صفائی پھاڑی سے لٹکے گا اور لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں کو نشان لگا کر الگ کر دے گا کما مر تفصیلہ قبل ذالک۔

(۴۱۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الذَّابَّةُ وَمَعَهَا خَاتَمٌ سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَعَصَا مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِينَ بِالْعَصَا وَتَخْطُمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتَّى أَنْ أَهْلَ الْجَوَارِ لِيَجْتَمِعُونَ فَيَقُولُ هَذَا يَأْمُومِينَ وَيَقُولُ هَذَا يَأْمُومِينَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نُصْرٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

لَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ مَرَّةٌ فَيَقُولُ هَذَا يَأْمُؤُنْ وَهَذَا يَكْفُرُ:

ترجمہ حدیث: عصائے موسیٰ و انگشتی سلیمان کے ساتھ دابة الارض کا خروج:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے واقع ہونے سے پہلے) ایک جانور نمودار ہوگا اس کے ساتھ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگشتی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام کا عصا ہوگا، وہ عصا کے ذریعہ مومن کے چہرہ کو روشن کرے گا اور انگشتی کے ذریعہ کافر کی ناک پر نشان لگائے گا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ لوگ جمع ہوں گے تو ایک کہے گا اے مومن! دوسرا کہے گا اے کافر! (یعنی ایک دوسرے کو نشان سے پہچان لیں گے) اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور انہوں نے حدیث میں یوں فرمایا، پس یہ کہے گا اے مومن! دوسرا کہے گا اے کافر۔

تشریح حدیث:

قیامت کے قریب دابة الارض کا خروج ہوگا جو عقلمند ہوگا اور عام لوگوں سے باتیں بھی کرے گا خروج دابة سے متعلق انیس قبل باب الآيات میں بحث ہو چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، البتہ کچھ مفید باتیں جو وہاں زیر تحریر نہیں آسکیں یہاں افادہ کی غرض سے سپرد قلم کر دیا جا رہا ہے۔

اس خروج دابة الارض کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمُ الدَّابَّةَ مِنَ الْاَرْضِ يَهَايَا وَقَعَ بِمَعْنَى وَجِبَہ ہے اور آیت کریمہ میں قول سے کیا مراد ہے اس میں حضرات مفسرین کے تین اقوال ہیں۔

(۱) قول سے مراد عذاب ہے ابن عباس کا یہی قول ہے

(۲) قتادہ نے کہا کہ قول سے مراد غضب ہے

(۳) ابن قتیبہ نے کہا کہ قول سے مراد حجت ہے (۱)

اس کا وقوع کب ہوگا:

اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو قول ہیں۔

(۱) جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں ہوگا تو یہ دابة الارض کا خروج ہوگا، ابن عمر، ابوسعید خدری کا یہی قول ہے۔

(۲) اذا لم يرج صلاحهم: حکماء ابو سلیمان الدمشقی و هو معنی قول ابی العالیۃ والاشارة بقوله الى

لكفار الذين تخرج الدابة عليهم:

(۱) زاد السیر: ۶/ ۱۹۰ بحوالہ اهداء الديباجة: ۵/ ۳۵۱

علامہ شوکانی فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ وقع القول علیہم کی تفسیر میں حضرات مفسرین کا اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں حضرات مفسرین کے سات اقوال ہیں:

(۱) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وقع القول علیہم کے معنی ہیں وجب الغضب علیہم۔ ان پر غضب الہی ثابت ہو چکا ہے، وہ غضب کا مستحق ہو چکا ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا اس کے معنی ہیں حق القول علیہم بأنہم لا یؤمنون، یعنی یہ بات ان پر ثابت ہو چکی ہے کہ اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(۳) بعض نے کہا اس کے معنی ہیں حق العذاب علیہم، عذاب ان پر ثابت ہو چکا۔

(۴) بعض نے کہا اس کے معنی ہیں وجب السخط، ناراضگی ثابت ہو چکی ہے۔

(۵) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قول سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم نے قیامت کی آمد کے متعلق بیان کیا ہے۔

(۶) وقیل وقع القول، بموت الحکماء وذهاب العلم۔

(۷) وقیل: اذا لم یامر واما المعروف وینہوا عن المنکر والحاصل وان المراد بوقع وجب والمراد

بالقول مضمونہ (۱)

(۴۱۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْجٍ حَدَّثَنَا أَبُو ثُمَيْلَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ

بْنُ بَرِّدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبَ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَوْضِعٍ بِالْبَادِيَةِ قَرِيبٍ مِنْ مَكَّةَ

فَإِذَا أَرْضٌ يَابِسَةٌ حَوْلَهَا رَمْلٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ هَذَا الْمَوْضِعِ فَإِذَا فُتِرَ فِي شِبْرِ

قَالَ ابْنُ بَرِّدَةَ فَحَجَجْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِسَبْعِينَ فَأَرَأَا عَصَاهُ فَإِذَا هُوَ بِعَصَايَ هَذِهِ هَكَذَا وَهَكَذَا۔

ترجمہ حدیث:

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے مکہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے، وہاں خشک زمین تھی، اس کے ارد گرد ریت تھی، آپ نے فرمایا اس جگہ سے دابہ نکلے گا، وہ جگہ تقریباً ایک بالشت تھی۔

حضرت ابن بریدہ کہتے ہیں کہ اس کے کئی سال بعد میں نے حج کیا تو والد صاحب نے دابۃ الارض کے عصا کے متعلق بتایا، کہ ایسا ہوگا میرے اس عصا کے برابر، (لسا اور مونٹا پین میں)

تشریح حدیث:

صحابہ میں صرف ابن ماجہ کے اندر یہ بات حدیث میں مذکور ہے صحابہ کی دوسری کتابوں میں نہیں۔

قوله: فخر: بكسر الفاء ما بين طرف الابهام وطرف المشيرة الى السبابة اي اشار ﷺ الى موضع فاذا هو

بہذا المقدار کالفتن فی الشہر:

## (۱۴۷۲) باب طلوع الشمس من مغربها

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت صفوان بن یمانؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سب سے عظیم نشانی طلوع شمس المغرب ہے جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا تو اس کے بعد توبہ و ایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا کسی کی توبہ قبول نہ کی جائے گی یہ سب سے آخری نشانی ہوگی اس کے بعد قیامت کبھی بھی آجائے گی۔

(۴۱۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَبْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ رَزَاهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ حدیث: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا، اور جب سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو زمین پر رہنے والے تمام لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہی وقت ہوگا جب ان لوگوں کا ایمان لانا سودمند نہ ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہ لائے تھے۔

تشریح حدیث:

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ سورج اپنی رفتار پر چلتا رہے گا اور اپنے مقررہ وقت پر گردش کرتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کا وقت بالکل قریب آجائے گا پس وہ غروب ہونے کے بعد مغرب سے نکلے گا، لوگ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور گھبرا اٹھیں گے اور بے ایمان لوگ ایمان لائیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ کسی کا ایمان لانا اور توبہ کرنا معتبر نہ ہوگا، جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں گے اس کا ایمان طلوع شمس من المغرب کے بعد معتبر نہ ہوگا۔

سوال: اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع صرف ایک ہی دن ہوگا یا اس کے بعد برابر ہوتا رہے گا؟

جواب: اس کے متعلق کوئی تفصیلات صحیح احادیث میں مرزوی نہیں ہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع شمس من المغرب صرف ایک ہی دن ہوگا اس کے بعد حسب معمول طلوع وغروب ہوتا رہے گا ہر حال یہ کرشمہ خداوندی بھی لوگوں کے لیے آزمائش بن جائے گا۔

**سوال:** اس حدیث شریف پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ سورج تو ہمیشہ گردش کرتا رہتا ہے کبھی غروب ہوتا ہی نہیں بلکہ چوبیس گھنٹے سورج ایک جگہ تو غروب ہو رہا ہے تو دوسری جگہ طلوع، تو ظاہر ہے کہ طلوع غروب ہمارے نمودار ہونے اور چھپنے کے اعتبار سے ہے اب سوال یہ ہے کہ جب سورج کہیں غروب ہوتا ہی نہیں تو پھر کس نقطہ سے واپس لوٹے گا اور کون سے ملک میں مغرب سے طلوع ہوگا اور اس وقت دوسرے ممالک کا کیا حال ہوگا؟

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو دور حاضر کی تعبیر میں سمجھائے گئے ہیں پھر جب وہ واقعات پیش آئیں گے تو اب ان کی صحیح صورت حال سامنے آجائے گی فی الوقت اس کو کا حقہ ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں وقت ہی بتائے گا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی، پس مخبر صادق ﷺ نے جو کچھ بتایا اس پر ایمان لانا ضروری ہے (۱)۔

(۴۱۹۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي حَتَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ الْآيَاتِ خُرُوجُ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَإِنَّهُمْ مَا خَرَجَتْ قَبْلُ الْآخَرَىٰ قَالَا خَرَىٰ مِنْهَا قَرِيبٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَلَا أَطْنُهَا إِلَّا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ قیامت کی علامات میں سب سے پہلی ظاہر ہونے والی علامت آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکل کر آنا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ان میں سے جو بھی پہلے ظاہر ہوئی دوسری نشانی بالکل اس کے قریب ہی ظاہر ہوگی، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: اول الآيات خروج جال الخ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب کی جانب سے نکلنا ہوگا حالانکہ اس سے قبل دھواں، دجال وغیرہ نکل چکا ہوگا تو وہ طلوع شمس من المغرب کو اول نشانی قرار دینا کس معنی کے اعتبار سے ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قیامت کی نشانیاں دو طرح کی ہیں ایک وہ علامت جو قیامت کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں دوسری وہ نشانیاں جو قیامت کے وجود اور واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ قرب قیامت پر دلالت کرنے والی نشانیاں میں سے دھواں، خروج دجال وغیرہ ہے، لیکن وجود قیامت اور وقوع قیامت جو یہاں زیر بحث ہے

اس کی نشانیاں طلوع شمس من المغرب ہے نیز زلزلہ اور خروج وغیرہ ہے۔

**سوال:** پھر اشکال پیدا ہوتا ہے وجود قیامت اور وقوع قیامت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے سب سے پہلے تو خروج دجال ہوگا پھر نزول عیسیٰ علیہم السلام ہوگا پھر یاجوج ماجوج کا خروج پھر خروج دابہ پھر سب سے لاسٹ میں آفتاب کا مغرب سے نکلنا ہوگا، کیوں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کفار ایمان لائیں گے اور اسلام قبول کر لیں گے، اور ان کا ایمان معتبر بھی ہوگا پس اگر نزول عیسیٰ سے قبل ہی سورج کا طلوع مغرب کی جانب سے ہو گیا تو پھر کفار کا ایمان لانا اور اسلام قبول کرنا قبول نہ ہوگا ان کے ایمان کا معتبر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا واقعہ نزول عیسیٰ کے بعد سب سے اخیر میں ہوگا۔

لیکن ابن کثیر نے اس اعتراض کا یہ جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ طلوع شمس من المغرب کو اول آیت اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ غیر مانوس ہوگا، جہاں تک اس سے قبل خروج دجال کا واقعہ یہ سب اگرچہ طلوع شمس من المغرب سے قبل ہوں گے لیکن سب کے سب امور مالوف اور مانوس ہیں، اس لیے کہ سب انسان ہیں ان حضرات کا مشاہدہ اور ان کی امثال سب امور مانوس مالوف ہیں، البتہ دابۃ الارض کا عجیب خلقت میں نمودار ہونا پھر اس کا لوگوں سے کلام کرنا، اور اہل ایمان والہ کفر کے درمیان نشان لگا کر الگ کرنا یہ سب غیر مالوف اور عام عادت کے خلاف ہے پس یہ آیات ارضیہ میں سے غیر مالوف نشانی دابۃ الارض کا نکلنا ہے اور آیات سماویہ میں سے غیر مالوف نشانی جو شب سے پہلے ظاہر ہوگی، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے خیال کیا کہ طلوع شمس من المغرب پہلے ہوگا اور خروج دابہ بعد میں حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ ان کا اپنا ظن ہے۔

(۴۱۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زُرِّ عَنْ

صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ قَبْلِ مَغْرِبِ الشَّمْسِ بَالِقًا مَفْتُوحًا غَرْضُهُ مَنَعُونَ سَنَةً فَلَا يَزَالُ ذَلِكَ الْبَابُ مَفْتُوحًا لِلتَّوْبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ نَحْوِهِ لَمْ يَنْفَعْ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تُكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلِ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت صفوان بن عسالؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج کے غروب ہونے کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، جس کی چوڑائی ستر سال (کی مسافت) ہے یہ دروازہ توبہ کے واسطے برابر کھلا رہے گا، یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو، پس جب سورج اس جانب سے طلوع ہو جائے گا تو اس وقت اس نفس کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ یا اس گناہ گار شخص کے لیے توبہ کرنا سودمند نہ ہوگا (جس نے) ایمان کی

مات میں کوئی بھی نیک عمل نہ کیا ہو (یعنی توبہ و رجوع و انابت الی اللہ)  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مغرب کی طرف سے سورج طلوع نہ ہوگا توبہ کا دروازہ کھلا ہے جو چاہے توبہ کرے ایمان لائے اور محبوب و مقرب بندہ بن جائے سب کی توبہ شرف قبولیت سے ہم کنار ہوگی اور سب کا ایمان و اسلام مقبول ہوگا لیکن مغرب کی طرف سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد یہ دروازہ بند ہو جائے گا لہذا اس کے بعد کسی بھی انسان کی توبہ اور ایمان لانا معتبر نہ ہوگا، حدیث شریف میں اس توبہ کے دروازہ کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے یعنی بہت زیادہ کشادہ ہے جو چاہے اس میں داخل ہو جائے اور توبہ کر کے مقرب بارگاہ خدا بن جائے۔

(۱۴۷۲) **بَابُ فِئْتَةِ الدَّجَالِ، وَخُرُوجِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَخُرُوجِ يَاجُوجَ، وَمَاجُوجَ**

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت ابو بکر مدنیؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت فاطمہ بن قیسؓ، حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں اس باب میں کانادجال کا فتنہ، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور یاجوج ماجوج کے خروج سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۴۱۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ جَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ

شَقِيقٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَالُ أَعْوَرُ عَيْنٍ الْيَسْرَى جُفَاءَ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَتَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ.

ترجمہ حدیث: کانادجال کی صفات اور اس کی پہچان:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال بائیں آنکھ سے کانٹا ہوگا، اس کے سر پر بال بہت زیادہ ہوں گے اس کے ایک ہاتھ میں جنت اور دوسرے ہاتھ میں دوزخ ہوگی (لیکن اس کی دوزخ درحقیقت انجام کے اعتبار سے) جنت ہوگی اور اس کی جنت (درحقیقت انجام کے اعتبار سے) دوزخ ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: الدجال اعور عین الیسری، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال بائیں آنکھ سے کانٹا ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں صراحت ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ کافی ہوگی، جب کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اعور عین الیمنی کہ دجال دائیں آنکھ سے کانٹا ہوگا، نیز حضرت حذیفہ ہی کی ایک حدیث میں یوں



آیا ہے کہ مسح العین علیہا طفرة غلیظة دجال کی آنکھ مٹی ہوئی سپاٹ ہوگی اس پر موٹا گوشت ہوگا جو ناک جانب سے زائد ہو کر اس مٹی ہوئی آنکھ کو چھپا لے گا، مذکورہ بالا تینوں روایتیں دجال کے وصف بیان کرنے کے سلسلہ میں باہم متعارض ہیں لہذا ان میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی۔

ان روایتوں کے مابین تعارض کو دور کرتے ہوئے علامہ توطشتی اور امام نووی وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ دجال کی ایک آنکھ تو بالکل نہ ہوگی اور دوسری جانب کی آنکھ عیب دار ہوگی، اب اس اعتبار سے اس کی دائیں اور بائیں دونوں کے بارے میں امور العین کہنا صحیح ہے کیونکہ عور کے اصل معنی عیب کے ہیں بعض حضرات نے ان روایتوں کے درمیان اس طرح سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ دجال کا عور ہونا لوگوں کے فرق کے اعتبار سے ہوگا: کچھ لوگ اس کو عور عین الیمنی یعنی دائیں آنکھ کا کانا دیکھیں گے کچھ لوگ اس کو عور عین الیسری بائیں آنکھ کا کانا دیکھیں گے اور کچھ لوگ اس کو بالکل سپاٹ دیکھیں گے اور یہ اس لیے ہوگا تا کہ اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر ہو جائے، کیوں کہ جب تمام لوگوں کی نظروں میں اس کی اصل حیثیت و حالت نہیں آئے گی بلکہ وہ آنکھوں کے اعتبار سے کبھی کسی طرح کا کبھی کسی طرح کا دکھائی دے گا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ جادوگر اور شعبدہ باز ہے اپنے کرتب بازیوں کے ذریعہ اپنا مختلف روپ اور شکل بدلتا ہے۔ (۱)

## دجال کی جنت و جہنم:

قولہ: معہ جنة وفار: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے پاس چونکہ بڑی زبردست طلسماتی طاقت ہوگی اس لیے وہ اپنے ساتھ ایک بہت بڑا باغ اور آگ کا جھنڈا لیے پھرے گا جس کو وہ اپنی جنت اور دوزخ سے تعبیر کرے گا، یا جنت سے مراد آسائش و راحت کے سامان یا اس کے لطاف و عطیات ہیں، اور دوزخ سے مراد رنج و کلفت کی چیزیں اور اس کی ایذا رسانیاں ہیں۔ قولہ: فنارہ جنة: حقیقت کے اعتبار سے اس کی جو دوزخ اور جہنم ہوگی وہ جنت ہوگی مطلب یہ ہے کہ جو شخص دجال کی اطاعت نہیں کرے گا اس پر ایمان نہیں لائے گا بلکہ اس کی طلسماتی قوت و طاقت پر تھوک کر ایک اللہ کی وحدانیت پر قائم اور ثابت رہے گا اور دجال کی تکذیب کرے گا اور اس کو پکڑ کر دجال اپنی دوزخ میں ڈال دے گا ابھی اس کا قدم اس میں پڑا نہ ہوگا کہ وہ اس کے لیے جنت بن جائے گی اور وہاں آرام و سکون کے ساتھ رہے گا پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام نعمتیں میسر ہوں گی، پس اب تو آرام ہی آرام ہوگا۔

## دجال کی جھوٹی جنت:

قولہ: وجنتہ نار: دجال کی جھوٹی جنت حقیقت میں دوزخ اور آگ ہوگی مطلب یہ ہے کہ جو شخص دجال کذاب کی پر فریب باتوں میں آ کر اس پر ایمان لائے گا اس کی خدائی کو تسلیم کر لے گا اور اس کی طلسماتی طاقت کے سامنے سجدہ کرے گا اس کو

اپنا آقا و مولیٰ مان لیگا اور اس کی ہاں میں ہاں ملا لے گا اس کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا جس کے پس پردہ دوزخ ہوگی، یعنی اس کے ماننے والے سارے کے سارے دوزخ میں جائیں گے کیوں کہ اس کی جنت ایسی ہوگی جہاں خدا فراموشی اور دین کی غفلت کا درس دیا جاتا ہوگا اس لیے وہ جنت جنت نہیں بلکہ دوزخ ہوگی، واللہ اعلم بالصواب

(۳۱۹۷) حَدَّثَنَا لُصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا حَدَّثَنَا زَوْجُ بَنِي عَبَّادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَزْرَةَ عَنْ أَبِي الْقَتَّاحِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سَبِيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الدَّجَالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضِ بِالشَّامِ يَنْقَالُ لَهَا خَرَّاسَانُ يَتَّبِعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وَجُوهُهُمْ الْمَجَانُ الْمُطْرَقَةُ.

### ترجمہ حدیث: دجال کے نکلنے کی جگہ

سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال مشرق کے ایک علاقہ سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہے اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے چہرے گویا تہتہ و حالیں ہیں (یعنی چپٹے اور پر گوشت)

### تشریح حدیث:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ خروج دجال دو معنی میں مستعمل ہے، ایک دجال کا ہم پر نکلتا، یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں آنا، اور دوسرے مطلق نکلتا یعنی اس کا ظاہر ہونا، پہلے معنی کے اعتبار سے دجال مشرق سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان گھاٹی سے ہوگا، خروج دجال کے سلسلہ میں روایات کے اندر چار جگہوں کا تذکرہ آتا ہے۔

(۱) شام و عراق کی درمیانی گھاٹی (۲) اصہبان کے مقام یہودیہ (۳) سرزمین مشرق یعنی خراسان (۴) حوز و کرمان۔ ظاہر ہے کہ دجال کا خروج ان میں سے کسی ایک جگہ سے ہوگا متعدد جگہ سے نہیں، لہذا روایات میں متعدد جگہوں کے نام کا کیا مطلب؟ یہ باہم ایک دوسرے کے متعارض ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات شراح احادیث نے ان روایات کے درمیان تطبیق اس طرح سے دینے کی کوشش کی ہے کہ دجال کا خروج اولین شام و عراق کی وسطی گھاٹی سے ہوگا مگر اس کی شہرت نہ ہوگی اور اس کے اعوان و انصار اس کے یہودیہ گاؤں میں منتظر ہوں گے وہ وہاں جائے گا اور ان کو ساتھ لے کر پہلا پڑاؤ حوز و کرمان پر کرے گا پھر مسلمانوں کے خلاف اس کا خروج خراسان سے ہوگا اور یہودیہ مقام پر جو یہودی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے وہ ترک نسل سے ہوں گے ان کے چہرے چوڑے اور ناک چھٹی ہوگی۔

قوله: كان وجوههم الميجان المطرقة: حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے چوڑے چکے اور رخسار ڈھال کی طرح ابھرے ہوئے ہوں گے پس چہرے کی ڈھال کے ساتھ اور رخسار پر تہ بہ تہ چڑا چڑھا ہوا ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ گول اور پھپھے ہوئے ہونے میں چہرے کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور گوشت سے بھرے ہوئے اور موٹا ہونے کے اعتبار سے اس کو اس ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی جس پر تہ بہ چڑا چڑھا دیا گیا ہو، ان اوصاف کے مصداق ترک اور ازبک کے ایک طائفہ ہوگی، ہو سکتا ہے کہ وہ خراسان میں آکر دجال سے ملیں گے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت لوگ خراسان میں موجود ہوں گے۔

### خراسان کے حدود

آج کل دنیا میں خراسان نام کا ملک مستقل طور پر موجود نہیں ہے موجودہ ایران کے مشرقی علاقے کو ہستان، نیشاپور، مشهد وغیرہ اور ترکمانستان مشرقی علاقے نساء عشق آباد وغیرہ اور افغانستان کے شمالی علاقے شیراز بلخ مزار شریف اور دولت آباد وغیرہ ان وسیع و عریض علاقے کو لے کر قدیم زمانہ میں ملک خراسان قائم تھا (اطلس القرآن والتاریخ الاسلامی بحوالہ عون الترمذی)

(۴۱۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ لَيْسٍ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَشَدَّ سَوْأًا مِنِّي فَقَالَ لِي مَا تَسْأَلُ عَنْهُ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

### ترجمہ حدیث:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دجال کے متعلق مجھ سے زیادہ کسی نے نہیں پوچھا، ابن نمیر کہتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ سخت سوال۔ کسی نے نہیں پوچھا۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کے متعلق کیا پوچھا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانا اور پانی بھی ہوگا آپ نے فرمایا یہ اللہ کے لیے اس (دجال) سے بہت آسان ہے۔

### تشریح حدیث:

هو اهون على الله من ذلك: ای من ان يعطيه هذا الخارق العظيم لكن يموه ويشعبه مثل هذه الشجرات وليس الاتخيل محض ليس من نفس الامر منه شيئي كما هو مشاهد من اهل النور نجات والطلسمات في زماننا (۱)

(۴۱۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَصَّعَدَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ لَا يَضَعُ عَلَيْهِ قَبْلَ ذَلِكَ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَمِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَجَالِسٍ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ أَنْ اقْعُدُوا الْإِنِّي وَاللَّهُ مَا قُمْتُ مَقَامِي لِأَمْرٍ يَنْقُضُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبْرًا مَنَعَنِي الْقِيلُولَةَ مِنَ الْفَرَحِ وَقَرَّةِ الْعَيْنِ فَأَخْبَيْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ إِلَّا إِنْ أَبْنَى عَمِّي لَتَمِيمِ الدَّارِيَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَغْرِفُونَهَا فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا فِيهَا فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ أَسْوَدَ قَالُوا أَلَمْ تَأْنِتْ قَالَ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا أَخْبِرْنَا قَالَتْ مَا أَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ شَيْئًا وَلَا سَائِلَتِكُمْ وَلَكِنْ هَذَا الدَّيْرُ قَدْ رَمَقْتُمُوهُ فَأَتَوْهُ فَإِنْ فِيهِ رَجُلًا بِالْأَشْرَاقِ إِلَى أَنْ تُخْبِرُوهُ وَيُخْبِرَكُمْ فَأَتَوْهُ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْخٍ مُوتِقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ يُظْهِرُ الْخُزْنَ شَدِيدِ التَّشَكُّي فَقَالَ لَهُمْ مِنْ أَيْنَ قَالُوا مِنْ الشَّامِ قَالَ مَا فَعَلْتَ الْعَرَبُ قَالُوا نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ عَمَّ تَسْأَلُ قَالَ مَا فَعَلَ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي خَرَجَ فِيكُمْ قَالُوا أَخْبِرْنَا أَوْ قَوْمًا فَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَأَمَرَهُمُ الْيَوْمَ أَنَّهُ يَعْبُدَ اللَّهَ جَمِيعَ إِلَهِيهِمْ وَاحِدًا وَدِينَهُمْ وَاحِدًا قَالُوا مَا فَعَلْتَ عَيْنُ رُغْرٍ قَالُوا خَيْرًا يَسْقُونَ مِنْهَا زُرُوعَهُمْ وَيَسْتَقُونَ مِنْهَا لِسْقِيهِمْ قَالَ فَمَا فَعَلَ بَيْنَ عَمَّانَ وَبَيْسَانَ قَالُوا يُطْعِمُ ثَمَرَهُ كُلَّ عَامٍ قَالُوا فَمَا فَعَلْتَ بِخَيْرَةِ الطَّبْرِيةِ قَالُوا اتَدَفَّقُ جَنَابَتُهَا مِنْ كَثَرَةِ الْمَاءِ قَالَ فَزَفَرُ ثَلَاثَ زَفَرَاتٍ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنْفَلْتُ مِنْ وَثَاقِي هَذَا لَمْ أَدْعُ أَرْضًا إِلَّا وَطْئْتُهَا بِرِجْلِي هَاتَيْنِ إِلَّا طَبِيعَةَ لَيْسَ لِي عَلَيْهَا سَبِيلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هَذَا يَنْتَهِي فَرَجِي هَذِهِ طَبِيعَةُ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لِيهَا طَرِيقٌ ضَيِّقٌ وَلَا وَاسِعٌ وَلَا سَهْلٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا وَاعْلَيْهِ مَلَكٌ شَاهِدٌ سَيَفُتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: حدیث تمیم داری

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور منبر پر تشریف لائے، اس سے قبل جمعہ کے علاوہ اور کبھی منبر پر تشریف لانے کا معمول نہ تھا (خلاف توقع آپ کا منبر پر تشریف لے جانا) لوگوں کو یہ بات گراں گزری، (اور گھبرا گئے نہ معلوم کیا بات ہے) حضرات صحابہ کرام میں کچھ لوگ تو کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے، آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے انہیں بیٹھنے کا حکم فرمایا پھر آپ نے فرمایا۔

خدا کی قسم! میں اس جگہ کسی ایسے امر کے واسطے کھڑا نہیں ہوا جس سے تمہیں ترغیب یا ترہیب کا کوئی فائدہ ہو، بلکہ میں صرف یہ بتلانے کے لیے کھڑا ہوں کہ حضرت تمیم داری میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے ایک ایسی مسرت

خیز خبر سنائی، کہ میں فرحت و مسرت کی وجہ سے دو پہر قیلولہ بھی نہیں کر سکا، تو میں نے چاہا کہ یہ خوشی و مسرت تمہارے اندر بھی پھیلاؤں سنو! کہ تمہیں داری کے چچا زاد بھائی نے مجھے بتایا، (سمندری سفر میں) باد مخالف انہیں ایک غیر معروف جزیرہ کی طرف لے گئی، یہ (تمام مسافر) چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ میں اترے تو وہاں ان لوگوں نے ایک کیزا کثیر بالوں والی کوئی چیز دیکھی، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگے میں جاسوس ہوں، ان لوگوں نے کہا پھر تم ہمیں بتاؤ (خبریں دو کیوں کہ جاسوس کا یہی کام ہے) کہنے لگی میں تم کو کچھ خبر نہ دوں گی اور نہ ہی تم سے کچھ پوچھوں گی لیکن تم اس مندر میں جاؤ، وہاں تم کو ایک شخص نظر آئے گا جو تم سے باتیں کرنے کا بڑا شائق ہے، یعنی تم سے خبر پوچھنے اور تم کو خبر دینے کا بڑا خواہشمند ہے خیر وہ لوگ اس مندر عبادت الخانہ میں گئے، تو دیکھا کہ وہاں ایک بوڑھا شخص ہے جو خوب مضبوطی سے جکڑا ہوا ہے، ہائے ہائے کرتا ہے اور شدید رنج و تکلیف میں ہے، اس نے ان لوگوں سے پوچھا تم لوگ کہاں سے آئے ہو، انہوں نے کہا ملک شام سے، اس نے پوچھا غرب کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہم عرب ہی کے لوگ ہیں جن کے بارے میں تو سوال کرتا ہے، اس نے کہا اہل شخص کا کیا حال ہے جو تمہارے درمیان پیدا ہوا؟ (یعنی نبی کریم ﷺ) ان لوگوں نے کہا اچھا حال ہے، اس نبی نے ایک قوم سے دشمنی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان پر غالب کر دیا، وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ سارے عرب کا معبود ایک ہو گئے ان کا دین ایک ہے، پھر اس نے پوچھا زغر کے چشمہ کا کیا حال ہے؟ (زغر ایک گاؤں ہے شام میں جہاں زغر حضرت لوط کی بیٹی اتریں تھیں وہاں ایک چشمہ ہے اس کا پانی سوکھ جانا دجال کے نکلنے کی علامت ہے) انہوں نے کہا اچھا حال ہے لوگ اس سے اپنے کھیتوں کو بنیراب کرتے ہیں اور اپنے پینے کے لیے بھی اس سے پانی لیتے ہیں، پھر اس نے پوچھا کہ عمان اور بیسان کی کھجور کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا اس کا پھل ہر سال اترتا ہے اور کھاتے ہیں، پھر اس نے پوچھا طبریہ کے تالاب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کے دونوں کناروں پر پانی کودتا ہے یعنی اس میں پانی بکثرت ہے، یہ سن کر تین بار وہ شخص کودا اچھلا، پھر کہنے لگا کہ اگر میں اس قید سے چھوٹوں تو کسی بھی زمین کو نہ چھوڑ دوں گا، جہاں میں نہ جاؤں، سوائے مدینہ طیبہ کے، وہاں جانے کی مجھ کو طاقت نہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی، طیبہ یہی شہر ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں کوئی ٹنگ راستہ ہو یا کشادہ نرم زمین ہو یا سخت پہاڑ، مگر اس جگہ ایک فرشتہ نکلی تلوار لیے ہوئے معین ہے قیامت تک کے لیے۔

تشریح حدیث:

قولہ: لورعبۃ ولا لورعبۃ، یعنی تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد نہ تو تمہیں کوئی چیز دینا ہے اور نہ کسی دشمن وغیرہ سے ڈرانا ہے، نہ کسی مرغوب چیز کے لیے جمع کیا نہ کسی وحشت ناک اور دہشت ناک چیز کے لیے۔

قولہ: قوارب: قارب کی جمع ہے قارب ڈوگی چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں جو بڑی سمندری کشتی میں رکھی رہتی ہے اور

سائل پر آنے جانے کے لیے ان کاموں میں استعمال ہوتی ہے جو بڑی کشتی یا جہاز کے ذریعہ انجام پاسکتے ہیں۔

قوله: اَنَا الْجَسَّاسَةُ: اس عجیب الخلق نے اپنا نام جساسہ اس لیے بتایا کہ وہ دجال کو خبریں اور معلومات پہنچایا کرتا تھا، واضح رہے کہ قرآن مجید میں جس دابۃ الارض کا ذکر آیا ہے وہ یہی جانور ہے جیسا کہ صاحب مظاہر حق جدید نے اس کی تصریح کی ہے۔

قوله: الدیو: دیر اصل میں عیسائیوں کی عبادت گاہ گر جاگھر کو کہتے ہیں نیز اہل لغت نے راہبوں کے رہنے کی جگہ پر بھی دیر کا لفظ استعمال کیا ہے یہاں حدیث شریف میں دیر سے مراد وہ بڑی عمارت ہے جس میں دجال مقید اور محبوس تھا۔

قوله: بیسان: ملک شام میں ایک بستی کا نام ہے یا پھر یرامہ میں ایک جگہ کا نام ہے لیکن مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ حدیث جساسہ میں جو بیسان آیا ہے، وہ حجاز کے ایک شہر کا نام ہے اور دوسرا بیسان شام میں واقع ہے۔

قوله: زغر: ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے اس علاقہ میں روئیدگی بہت کم ہوتی ہے یعنی دجال نے زغر کے چشمہ کا مال پوچھا کیوں کہ اس کا خشک ہو جانا دجال کے خروج کی علامت ہے۔

قوله: بحیرۃ طبریۃ: بحیرۃ اصل میں بحر کی تصغیر ہے چھوٹا سمندر، جھیل سے بھی اس کو تعبیر کیا جاسکتا ہے اور طبریہ اردن کے ایک قصبہ کا نام ہے فن حدیث کے مشہور امام طبرانی اسی قصبہ کے رہنے والے تھے۔

دجال نے کہا کہ اگر میں اس قید و بند سے چھوٹ جاؤں اور میری زنجیریں ٹوٹ جائیں اور میں آزاد ہو جاؤں تو میں

ماری دنیا کا چکر لگاؤں گا، مدینہ طیبہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں میں نہ جاؤں گا صرف طیبہ ہی ایسی جگہ ہوگی جہاں جانے کی مجھے میں طاقت و ہمت نہ ہوگی، مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے ہر گلی کوچہ اور ہر کٹادہ اور تنگ شاہ راہ پر فرشتے تنگی تلوار لے کر کھڑے ہوں گے جو اندر داخل ہونے نہیں دیں گے، بلکہ اپنی تلواروں سے ایسا وار کریں گے جملہ کریں گے، اس طرح مدینہ منورہ دجال کے قتل سے محفوظ رہے گا، رسول اکرم ﷺ کو اسی پر فرحت و مسرت اور خوشی و شادمانی ہوئی کہ مدینہ منورہ کو اللہ پاک اس دھا کہ خیر ہلاکت خیز قتل سے بچا رکھے گا۔

(۲۲۰۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ بْنُ نَفِيرٍ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكَلَابِيَّ يَقُولُ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَالَ الْعَدَاةَ فَخَفِضَ فِيهِ وَرَفَعَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرْتَ الدَّجَالَ الْعَدَاةَ فَخَفِضْتَ فِيهِ ثُمَّ رَفَعْتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ قَالَ غَيْرُ الدَّجَالِ أَلْزَمَنِي عَلَيْكُمْ إِنِّي أَخْرَجُ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا خَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنِّي أَخْرَجُ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَأَمْرٌ وَخَجِيجٌ لِنَفْسِهِ وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى أَكْلِ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌ قَطَطٌ عَيْنُهُ قَائِمَةٌ كَأَنِّي أَشَبُّهُ بِعَبْدِ الْغُرَى بْنِ قَطَنِ

فَمَنْ رَأَاهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاحِشَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ يُخْرِجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَنُفُثَ  
يَمِينًا وَغَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللَّهِ اتَّبِعُوا قَوْلَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا لُبُّهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَزِمُ  
كِسْنَةً وَيَوْمَ كَسْهِرٍ وَيَوْمَ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ لَيْكَ الْيَوْمُ الَّذِي  
كَسْنَةً تُكْفِينَا فِيهِ صَلَاةَ يَوْمٍ قَالَ لَا قُلْدُوا لَهُ قُدْرَهُ قَالَ قُلْنَا فَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَأَلْفَيْتِ  
اسْتَدْبَرْتُهُ الرِّيحَ قَالَ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ  
فَتُمْطِرُ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتُ وَتُزَوِّجُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتَهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ تُدْرِي وَأَسْبَغَهُ  
ضُرُوعًا وَأَمَدَهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيُزِدُونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُضْبَحُونَ  
مُفْجَلِينَ مَا بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ ثُمَّ يَمُرُّ بِالْخَرِيبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَيَنْطَلِقُ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا  
كَيْعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مِمَّنْ لَنَا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ ضَرْبَةً فَيَقْطَعُهُ جَزَلَتَيْنِ رَمِيَةً  
الْفَرْصِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيَقْبِلُ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَيَبِينُ مَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ  
فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعَ كَفِّهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَائِكَةٍ إِذَا  
طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطَرٌ وَإِذَا رَفَعَهُ يَنْحَدِرُ مِنْهُ جَمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ وَلَا يَحُلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ  
وَنَفْسُهُ تَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ فَيَنْطَلِقُ حَتَّى يَدْرِكَهُ عِنْدَ بَابٍ لَهُ فَيَقْبُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي نَبِيَّ اللَّهِ عِيسَى  
قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ فَيَمْسَحُ وَجُوهَهُمْ وَيَحْدِثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَيَبِينُ مَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ  
أَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ يَا عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا إِلَى لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقَاتِلِهِمْ وَأَخْرَجْتُ عِبَادِي  
إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كُلِّ حَذَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ  
أَوَائِلُهُمْ عَلَى بَحِيرَةِ الطَّبْرِيقَةِ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا ثُمَّ يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ فِي هَذِهِ أَمَةٌ مَرَّةً  
وَيَحْضُرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثُّورِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ  
الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ التَّغْفِ فِي رِقَابِهِمْ  
فَيُضْبَحُونَ فَرَسِي كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَيَهْطِلُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَلَا يَجِدُونَ مَوْضِعَ شِبْرٍ  
إِلَّا قَدْ مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَتَنُّهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ فَيَرْغَبُونَ إِلَى اللَّهِ فَيُرْسِلُ عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَأَغْنَاكِ الْبُخْبِ  
فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَطَرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُهُ حَتَّى  
يَبْرُكَهُ كَالزَّلَاقَةِ ثُمَّ يَقَالُ لِلْأَرْضِ أَلْبَسِي ثَمَرَتَكَ وَرَدِي بَرَكَتَكَ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعَصَابَةُ مِنَ  
الرِّمَانَةِ فَتُشْبِعُهُمْ وَيَسْتَظِلُّونَ بِحُفَّتِهَا وَيَبَارِكُ اللَّهُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ اللَّفْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ تُكْفِي

الْفِتْنَامِ مِنَ النَّاسِ وَاللَّفْحَةُ مِنَ الْبَقْرِ تُكْفَى الْقَسِيلَةَ وَاللَّفْحَةُ مِنَ الْفَتَمِ تُكْفَى الْفَيْحَةَ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُ نَحْتَ آبَائِهِمْ فَيَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى سَائِرُ النَّاسِ يَنْهَارُونَ كَمَا تَنْهَارُ رُجُ الْحُمَمِ فَعَلَيْهِمْ تَقْوَمُ السَّاعَةُ.

ترجمہ حدیث: دجال کے طلسماتی کارناموں اور یا جوج و ما جوج کا ذکر:

حضرت نواس بن سیمان کلابیؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ نے بوقت صبح دجال کے فتنہ کا ذکر فرمایا تو آپ نے اس کی ذلت بھی بیان کی (کہ وہ عیب دار کا نا ہوگا اور اللہ کے نزدیک ذلیل و خوار ہوگا) اور اس کی بڑائی بھی بیان کی، (کہ اس کا فتنہ بہت سخت ہوگا اور خرق عادت چیزیں دکھلائے گا) یہاں تک ہم سمجھے کہ دجال ان ہی کھجوروں میں ہے (یعنی اس کا خروج بالکل قریب الوقت ہے) پھر جب ہم لوٹ کر حضور اقدس ﷺ کے پاس گئے تو آپ نے ہم میں دجال کا خوف اور ڈر پایا، (ہمارے چہروں پر گھبراہٹ اور خوف کا اثر تھا) آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے صبح کے وقت دجال کا تذکرہ ایسا فرمایا کہ ہم سمجھے کہ وہ انہی کھجوروں کے درختوں میں ہے آپ نے اس کی ذلت و حقبت بھی بیان کی اور اس کی عظمت و رفعت بھی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے علاوہ اور ان کا مجھے تمہارے اوپر زیادہ ڈر ہے اگر دجال نکلا اور میں موجود رہا تو تمہاری طرف سے میں حجت کروں گا (میں لڑوں گا) (تم الگ رہو گے) اور اگر میری عدم موجودگی میں نکلا تو ہر آدمی خود اس سے حجت کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے (پھر آپ دجال کی صفت و حلیہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا) غور سے سنو! دجال جو ان ہے اس کے بال بہت گھنگریالے ہیں اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہیں، گویا میں اس کو عبد اللہ بن قطن کی زیادہ مشابہت دیکھتا ہوں (قوم خزاعہ کا ایک شخص تھا جو دور جاہلیت میں مر گیا تھا) پھر جو کوئی تم میں دجال کو دیکھے تو سورہ کہف کی ابتدائی آیت اس پر پڑھے (ان آیتوں کے پڑھنے کی وجہ سے فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا)

(سنو!) دجال عراق و شام کے درمیان خلہ سے نکلے گا تو دائیں بائیں ملکوں میں فساد پھیلاتا پھرے گا، آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! اس وقت ایمان پر ثابت قدم رہنا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دجال اس روئے زمین پر کتنے دن تک رہے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن تک، جن میں ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اس کے بعد بقیہ ایمان حسب معمول ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا اس میں نماز کس طرح پڑھیں گے کیا ایک دن کی نماز کافی ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا اندازہ کر کے پڑھ لو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کس قدر تیز رفتاری کے ساتھ چلے گا (کہ اتنی کم مدت میں پوری دنیا گھوم آئے گا) آپ نے فرمایا ابر کی طرح کہ اس کے پیچھے ہوا ہو۔



آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال ایک قوم کے پاس آئیگا اور اس کو اپنی جانب بلائے گا اور وہ اس کو مان لیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے (وہ کجخت الوہیت کا دعویٰ کرے گا) پھر وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دیگا آسمان بارش برسائے گا زمین کو غلہ اگانے کا حکم دیگا زمین غلہ اگائے گی، اور ان کے جانور (چراگاہ سے لوٹ کر) شام کے وقت آئیں گے اس حال میں کہ ان کی کوہان خوب اونچی یعنی خوب موٹے تازے ہو کر ان کے تھن دودھ سے خوب بھرے ہوں گے اور ان کی کوکھیں پھولی ہوں گی، پھر وہ ایک (دوسری) قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا لیکن وہ اس کی بات نہ مانیں گے بلکہ رد کر دیں گے، (خدا ماننے سے انکار کر دیں گے) آخر کار دجال ان لوگوں کے پاس سے لوٹ جائے گا، لیکن وہ لوگ اس حال میں صبح کریں گے ان کا ملک قحط زدہ ہوگا اور ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا، پھر دجال ایک کھنڈر پر سے گزرے گا وہ اس سے کہے گا کہ تو اپنے اندر کے خزانے نکال، چنانچہ کھنڈر کے سارے خزانے اس کے ساتھ ہوں گے، جیسے شہد کی کھیاں بڑی مکھی یعنی یعسوب کے ساتھ ہوتی ہیں۔

پھر دجال ایک شخص کو بلائے گا جو اچھا موٹا تازہ جوان ہوگا دجال اس پر تلوار سے وار کرے گا اور اس کو دو ٹکڑے کر دے گا اور ہر ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے تیر کے (گرنے کے برابر فاصلہ) کر دے گا پھر اس کا نام لے کر اس کو بلائے گا وہ شخص زندہ ہو کر چمکتا دکتا اور ہنستے چہرے کے ساتھ آئے گا، خیر دجال اور لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اتنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دمشق کی جامع مسجد کے سفید منارے پر مشرق کی جانب اتاریں گے اس حال میں کہ وہ دوزر دیکھتے پہنچے ہوئے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو اس سے پسینہ ٹپکے گا، اور جب اپنا سراٹھائیں گے تو اس میں پسینہ کے قطرے موتی کی طرح گریں گے، اور جو کافر اس کی سانس کے اثر کو پائے گا مر جائے گا اور ان کا سانس تا حد نظر تک محسوس ہوگا، اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلیں گے اور دجال کو باب لد پر پائیں گے اور وہاں اس کو قتل کر دیں گے پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے بچالیا ہوگا ان کے چہرے پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں جو درجات انہیں ملیں گے وہ ان سے بیان کریں گے، لوگ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ اے عیسیٰ میں نے ایسے بہت سے بندے پیدا کئے جن سے لڑنے کی طاقت و قدرت کوئی بھی نہیں رکھتا، لہذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ، اور ان کی حفاظت کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو ظاہر کرے گا جو فرمان الہی کے مطابق بلند بالا زمین کو پھیلانگتے ہوئے اتریں گے، اور دوڑیں گے (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی) کہ جب ان کی سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی پھر جب وہاں سے اس کی آخری جماعت گزرے گی (تو بحیرہ طبریہ کو خشک دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی

تھاس کے بعد حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی ر کے رہیں گے (کوہ طور پر) یہاں تک کہ ایک بیل کا سران کے لیے  
 تھارے سودیناروں سے بہتر ہوگا، (ایسا اسباب معیشت کی تنگی اور قلت کی وجہ سے ہوگا) جب حالت یہ ہو جائے گی  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج ماجوج کی ہلاکت کے لیے دعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نفع یعنی  
 کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس سے وہ سب یکبارگی اس طرح مرجائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مرجاتا ہے،  
 اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات کو سن کر) پہاڑ سے زمین کی طرف اتر آئیں گے، اور ان کو  
 زمین پر ایک بالشت نکلوا بھی ایسا نہ ملے گا جو یا جوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان  
 کے ساتھی (مصیبت کے دفعیہ کے لئے) پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ سختی اونٹ کی گردن کی طرح لمبی گردنوں  
 والے پرندوں کو بھیجے گا جو یا جوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک  
 زوردار بارش برسائے گا اس بارش کو نہ مٹی کا گھر اور نہ بالوں کا گھر روکے گا یہ پانی ان سب (گندگی) کو دھو ڈالے گا یہاں  
 تک کہ زمین آسنہ کی طرح صاف و شفاف ہو جائے گی، اس کے بعد زمین سے کہا جائے گا اب اپنے پھل اگا اور اپنی برکت  
 پھیرا، چنانچہ اس وقت زمین کی پیداوار اور برکت اس قدر بافراط ہوگی کہ کئی کئی آدمی مل کر ایک انار کھائیں گے اور سیر  
 ہو جائیں گے، اور انار کے چھلکے سے سایہ کریں گے (چھری کی طرح) اتنے بڑے انار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دودھ میں  
 برکت دے گا (یعنی اونٹنی اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا) یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی ایک بڑی  
 جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری ایک چھوٹے قبیلہ کو کافی ہو جائے گی۔

لوگ اسی حال میں رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان کے بغل کے پیچھے کے حصہ کو پکڑے گی (یعنی  
 اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغل میں ایک درد پیدا ہوگا، اور پھر وہ ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی اور پھر باقی لوگ گدھوں کی  
 طرح لڑتے جھگڑتے اور جماع کرتے رہ جائیں گے) (یعنی بالکل شریر اور بدمعاش قسم کے لوگ) (دنیا میں رہ جائیں گے)  
 ہر انہیں لوگوں پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان ینخرج وانا فیکم النخ: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر بالفرض رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ  
 میں دجال کا ظہور ہوتا تو رسول اکرم ﷺ دلیل و حجت کے ذریعہ اس پر غالب آنے کے لیے اپنی امت میں سے کسی معاون  
 مددگار کی مدد کے محتاج نہیں تھے، یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خود رسول اکرم ﷺ کو معلوم نہ  
 تھا کہ دجال زمانہ نبوی میں ظاہر نہ ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث اور دیگر دلائل وقرائن سے واضح ہے لیکن اس کے باوجود  
 مذکورہ بالا جملہ ارشاد کرنا درحقیقت ظہور دجال کو زیادہ یقینی بنانے اور خوب موکد کرنے کے لیے فرمایا تھا اور جن لوگوں کو فتنہ

دجال سے سابقہ پڑنے والا تھا اس کو متنبہ کرنے اور چوکنا کرنے کے لیے تھا۔

قولہ: وان یخروج ولست فیکم الخ: اگر دجال کا فتنہ ظاہر ہوا اور میں موجود نہ رہا یاں طور کہ میری وفات ہو گئی تو ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے مقابلہ کرے گا، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے کے وقت جو مسلمان اس دنیا میں بقید حیات ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے شر سے بچنے کے لیے شرعی قطعی اور عقلی دلائل کے ذریعہ اس کے ساتھ بحث و مباحثہ کرے، اور اس پر غالب آئے، ہر مومن کی ذمہ داری ہوگی کہ دجال کی تکذیب کرے، اس کے کذب کو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

قولہ: واللہ خلیفتی علی کل مسلم: میرا خلیفہ اور ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ ہے اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مومن و مسلمان کا حافظ و ناصر و نگران ہے جو فتنہ دجال سے بچنے میں مدد دے گا۔

قولہ: انہ شاب: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ ماقبل میں جو حدیث گزری ہے کہ دجال کو ایک جزیرہ میں جکڑا ہوا پایا جو بوڑھا تھا، بظاہر دونوں روایتوں میں تضاد معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حزن و غم اور رنج و ملال کی وجہ سے حضرت تیمم کو بوڑھا معلوم ہوا ہو، یا پھر یہ دجال کذاب شعبہ بازی ہو، کہ کبھی بوڑھا اور جوان معلوم ہوتا ہو اللہ اعلم۔

قولہ: کانہ اشبہ بعبد العزی بن قطن: عبد العزی بن قطن ایک یہودی کا نام تھا، باور وہ مشرک تھا کیوں کہ عزی ایک بت تھا اس کی طرف نسبت کرنے والا ایک مشرک ہی ہو سکتا ہے اس کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ عبد العزی قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں مرچکا تھا، نبی کریم ﷺ نے دجال کو عبد العزی کے ساتھ جو تشبیہ دی ہے اس میں جزم اور یقین کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ لفظ کانہ کے ذریعہ تشبیہ دی ہے جو اردو میں لفظ گویا کے مترادف ہے جو اظہار شک کے لیے ہے لیکن ملا علی قاری الحنفی نے وضاحت کی ہے کہ لفظ کانہ یعنی گویا اظہار شک کے لیے نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دجال کو جس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے یعنی عبد العزی کے ساتھ اس کا تعارف رسول اکرم ﷺ کو عالم کشف یعنی خواب میں ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ تشبیہ دیتے وقت آپ نے لفظ کانہ استعمال فرمایا ہے جیسا کہ کسی خواب کو بیان کرنے کے لیے یہی اسلوب بہتر ہے۔

قولہ: فعات یمیناً وعات شمالاً: اس جملہ میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دجال جن شہروں اور علاقوں سے گزرے گا صرف انہیں شہروں اور علاقوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنے پر اکثفا نہیں کرے گا بلکہ وہ اپنے دائیں بائیں ادھر ادھر جہاں خود نہیں جاسکے گا اپنے لشکر اور تابعداروں کو روانہ کرے گا اس طرح اس کے شروفتن سے کوئی بھی مومن محفوظ و مامون نہ ہوگا اور کوئی جگہ ایسی باقی نہ ہوگی، جہاں اس کا فتنہ نہ پہنچے۔

قوله: يا عباد الله اتقوا: اے اللہ کے بندو! فتنہ و دجال کے زمانہ میں ایمان و اسلام پر ثابت قدم رہنا، یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو دجال کے زمانہ میں موجود ہوں گے، یا پھر آپ ﷺ نے یہ بات حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمائی کہ اگر بالقرض تم دجال کا زمانہ پاؤ تو اس وقت ایمان و اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا۔

دجال کا مدت قیام:

قولہ: قلنا یا رسول اللہ! وما لبثہ: حضرات صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! دجال اس دنیا میں کتنے دن تک قیام کرے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن، اب یہاں سوال یہ ہے کہ اس میں چالیس دن کا ذکر ہے جبکہ ایک حدیث میں بیست چالیس سال بیان کی گئی ہے؟ دونوں میں بظاہر تعارض ہے فکیف التوفیق؟

امام بغویؒ شرح السنہ میں رقم طراز ہیں کہ چالیس سال مدت بیان کرنے والی حدیث صحت و اسناد کے اعتبار سے اس وجہ کی نہیں ہے کہ اس روایت کے معارض قرار دیا جائے جو مسلم شریف کی روایت ہے اور اگر بالفرض اس حدیث کو اس وجہ صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو اس صورت میں کہا جائے کہ ان دونوں حدیثوں میں جو الگ الگ دو مدتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک مدت تو وہ ہے کہ دنیا والوں پر اس کا ظہور ہی نہیں ہوگا بلکہ اس دنیا میں اس کی موجودگی غیر معلوم ہوگی اور دوسری مخصوص مدت ہے جس کے دوران وہ دنیا والوں پر ظاہر رہے گا اور ان ہی تعیین کے ساتھ اس کی موجودگی کا علم ہوگا۔

ایک دن ایک سال کے برابر:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال دنیا میں چالیس روز تک رہے گا لیکن ایک روز ایک سال کے برابر ہوگا،  
حضرات صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا تو اس وقت کس طرح نماز ادا کریں  
گے گا ایک ہی نماز کافی ہوگی؟

قرلہ: فاقدر و لہ قدرہ: آپ نے فرمایا صرف ایک ہی نماز کافی نہ ہوگی بلکہ حساب اور اندازہ لگا کر نماز ادا کرنی ہوگی، مطلب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں کے اعتبار سے فجر اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت ظہر کی نماز ادا کی جائے پھر ظہر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں کے اعتبار سے ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت عصر کی نماز ادا کی جائے اور جب عصر کے بعد اتنا وقت گزر جائے کہ جو عام دنوں میں عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت مغرب کی نماز ادا کی جائے اسی حساب سے فجر اور عشا کی نماز ادا کی جائے اسی طرح پانچوں نماز برابر اسی حساب سے ادا کی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ وہ دن ایک سال کے برابر ہو کر گزر جائے۔

قولہ: فلتشبه كنوزها كيعاسب النحل: وہ خزانہ اس کے پیچھے اس طرح ہوں گے جس طرح شہد کی مکھيوں کے سردار کے پیچھے تمام مکھياں چلتی ہیں يعاسب اہل میں يعسوب کی جمع ہے اس کے معنی ہیں شہد کی مکھيوں کا سردار، حاصل یہ تکميل الحاجة

ہے کہ جس طرح یعسوب آگے ہوتا ہے اور شہد کی کھیاں پیچھے پیچھے ہوتی ہیں اسی طرح دجال کے پیچھے پیچھے خزانے ہوں گے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول:

اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ اور متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعد عصری زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور وہ سب اس وقت آسمان میں زندہ ہیں اور قیامت کے قریب جب دجال ظاہر ہوگا تو اس وقت اس کو قتل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی جانب کے سفید منارے پر آسمان سے اتاریں گے، جب کہ وہ زرد رنگ کے دو کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہوں گے دو فرشتوں کے سہارے اتریں گے، نزول عیسیٰ کا عقیدہ اسلام کا اہم ترین عقیدہ ہے۔

### ایک سوال اور اس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ روایت ہذا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں اتریں گے جبکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں اور ایک روایت میں اردن میں اتریں گے ان روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لہذا ان میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں ان روایتوں میں کوئی تعارض و تصادم نہیں ہے کیوں کہ بیت المقدس دمشق سے جانب مشرق میں واقع ہے اور بیت المقدس مسلمانوں کا اجتماع گاہ بھی ہے اور اردن بھی ایک علاقہ بھی ہے اب رہا یہ سوال کہ بیت المقدس میں کوئی سفید منارہ نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت نہیں ہے لیکن جس وقت یہ واقعہ پیش آئے گا سفید منارہ بھی بن جائے گا لہذا روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

### لد کے دروازہ کے پاس دجال کا خاتمہ:

قولہ: حتی یدرکہ عند باب لد: لفظ لد: بضم اللام وتشدید الدال، ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے ایک گاؤں کا نام ہے اور عند البعض فلسطین کے ایک گاؤں کا نام ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کے سانس کا اثر جہاں تک پہنچے گا سارے کافر مرجائیں گے اور سانس کا اثر وہاں تک جائے گا جہاں تک ان کی نظر جائیگی، اور محض اس سانس کی وجہ سے سارے کافر مرجائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو شہر لد کے گیارہ پر قتل کریں گے دجال اس شہر میں گھسنا چاہے گا لیکن وہ گھس نہ پائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ کر قتل کر دیں گے، اس طرح سے دجال کے فتنہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔

قولہ: ثم یاتی نبی اللہ عیسیٰ قوما الخ قتل دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے

جنہوں نے دجال کی تکذیب کر دی تھی اور ان پر ایمان نہیں لائے تھے آپ ان لوگوں کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں  
 ملے ہو سکتا ہے کہ چہروں سے گرد و غبار صاف کرنا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو کہ واقعہ حضرت عیسیٰ ازراہ لطف و کرم ان لوگوں  
 کے چہروں سے گرد و غبار کو صاف کریں گے، یا اس جملہ کے ذریعہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان لوگوں کے قلوب سے دجال  
 کے خوف و حراس کو دور کریں گے، اور ان کو راحت و آرام کے اسباب مہیا کر کے ان کے تعب و کلفت کو ختم کریں گے۔

قوله: حتی یکون رأس الله لاحدہم خیر الخ: حدیث شریف کے اس جملے کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہے  
 کہ ان لوگوں کو اشیاء کی قلت اور بے تحاشا گرانی اس طرح گھیرے گی کہ معمولی چیز بھی بڑی سے بڑی قیمت میں مشکل ہی  
 سے دستیاب ہوگی، ہیل کا سر جو ایک معمولی چیز ہے سو اشرافیوں کے عوض ملے گا تو دوسرے اعضا کے گوشت تو بدرجہ اولیٰ اس  
 سے مہنگے اور غالی میں ملیں گے۔

قوله: ویستدلون یفحصہا: دجال کے قتل ہونے اور یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد زمین بالکل آسہ کی طرح  
 صاف و شفاف ہو جائے گی اور پوری زمین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عدل و انصاف اور تقویٰ و طہارت سے بھر دیں گے،  
 پوری سرزمین میں عدل و انصاف کا علم بلند ہوگا ہر سو خیر ہی خیر اور صلاح ہی صلاح ہوگا تو پھر زمین اپنی برکات اور خزانہ کو  
 انڈیل دے گی، یہاں تک کہ صورت حال یہ ہو جائے گی کہ ایک انار اتنا بڑا پھلے گا کہ اس سے ایک جماعت سیراب ہوگی  
 اور اس کا چھلکا اتنا بڑا ہوگا کہ لوگ چھتری کی طرح اس سے سایہ حاصل کریں گے اور جانوروں میں خیر و برکات کا عالم یہ ہوگا  
 کہ ایک جانور کا دودھ پورے قبیلہ اور خاندان کے لیے کافی ہو جائے گا۔

قوله: الفئام من الناس: لوگوں کی ایک بڑی جماعت، فئام رجال کے وزن پر ہمزہ کے ساتھ ہے اور عام بول  
 چال میں ہمزہ کو یا سے بدل کر بولتے ہیں بہر حال یہ لفظ آدمیوں کی جماعت کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مراد لوگوں  
 کی اتنی بڑی جماعت ہے جس پر قبیلہ سے زیادہ لوگوں کا اطلاق ہو، جیسا کہ قبیلہ کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے  
 جو فئد سے زیادہ ہو اور فئد یہاں بفتح الفاء اور خاء کے جزم کے ساتھ ہے جس کے معنی صرف عزیز و اقارب کی جماعت کے  
 لیے، اور اس کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر بھی ہوتا ہے جو بطن سے کم ہو۔

قوله: فینماہم کذلک اذا بعث الله علیہم ریحاً طیبہ: لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک یمن کی طرف  
 سے ایک خوشگوار پاکیزہ اور لطیف ہوا چلے گی جس کی وجہ ہر مسلمان کے بغل میں ایک پھوڑا ہو جائے گا پھر سارے مسلمان  
 مرجع تک گئے روئے زمین پر کوئی ایک مسلمان ایمان والا شخص باقی نہ رہے گا، فسق و فجور، ظلم و جور اور بے حیائی اور عریانیّت  
 کا درد دور ہوگا انسانیت نام کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی گدھوں کی طرح آپس میں جنسی خواہش کھلے عام سڑکوں پر پوری  
 کریں گے روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ایک بھی نہ ہوگا تو ٹھیک اسی وقت ان لوگوں پر قیامت آجائے گی۔

(۴۲۰۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِفِي حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَيُوقَدُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قِيسِي يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ وَلَشَابِهِمْ وَأَثَرُ سِتِّهِمْ سَبْعَ لِسِينٍ

ترجمہ حدیث: یاجوج و ماجوج کے تیر و کمان کی کثرت:

حضرت نواس بن سمانؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ مسلمان یا جوج ماجوج کی کمانوں اور دھالوں کے سات برس تک چلائیں گے۔

تشریح حدیث:

یعنی یا جوج ماجوج چوں کہ لاتعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہوں گے اس لیے اس کے پاس آلات حرب تیر و کمان وغیرہ بھی اسی طرح بکثرت ہوں گے کہ مسلمان اس کی ہلاکت کے بعد اس کے آلات کو سات سال تک مسلسل چلاتے رہیں گے۔

(۴۲۰۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُخَارِبِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَافِعٍ أَبِي زَافِعٍ عَنْ أَبِي

زُرْعَةَ السَّيِّئَانِي يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَكْثَرَ خُطْبَيْهِ حَدِيثًا حَدَّثَنَا عَنْ الدَّجَالِ وَحَدَّثَنَا عَنْ قَوْلِهِ أَن

قَالَ إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ مِنْذُ ذَرَأَ اللَّهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ أَكْثَرَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا

حَدَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَالُ وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَهَذَا خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ وَإِنْ يُخْرَجُ وَأَنَا

بَيْنَ ظَهْرَانِيكُمْ فَأَنَا حَاجِبٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنْ يُخْرَجُ مِنْ بَعْدِي فَكُلُّ امْرِءٍ حَاجِبٌ نَفْسِهِ وَاللَّهُ

خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنَّهُ يُخْرَجُ مِنْ خَلْفَةِ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَيُعِثُّ يَمِينًا وَيُعِثُّ شِمَالًا يَا

عِبَادَ اللَّهِ أَيُّهَا النَّاسُ فَاقْبِضُوا فَإِنِّي سَأَصِفُ لَكُمْ صِفَةً لَمْ يَصِفْهَا إِلَّا هِيَ قَبْلِي إِنَّهُ يَبْدَأُ يَقُولُ أَنَا نَبِيٌّ وَلَا

نَبِيَّ بَعْدِي ثُمَّ يَنْتَبِئُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا وَإِنَّهُ أَغْوَرُ وَإِنْ رَبُّكُمْ لَيْسَ بِأَغْوَرَ

وَإِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ أَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ وَإِنْ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ

فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ فَمَنْ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ فَلَيْسَتْ بِلَا إِلَهٍ وَلِيَقْرَأَ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُونَ عَلَيْهِ بَرْدًا

وَسَلَامًا كَمَا كَانَتْ النَّارُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِنْ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَقُولَ لِأَعْرَابِي أَرَأَيْتَ إِنْ بَعَثْتُ لَكَ

أَبَاكَ وَأُمَّكَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَبُّكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَعْمَلُ لَهُ شَيْطَانَانِ فِي صُورَةِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَقُولَانِ يَا

نَبِيَّ اتَّبِعْنَا فَإِنَّهُ رَبُّكَ وَإِنْ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَسْلُطَ عَلَى نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَيَقْبُلُهَا وَيَنْشُرُهَا بِالْمِنْشَارِ حَتَّى

يَلْقَى شَقِيقَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي هَذَا فَإِنِّي أَبْعَثُهُ الْآنَ ثُمَّ يَزْعُمُ أَنَّ لَهُ رَبًّا غَيْرِي لِيَبْعَثَهُ اللَّهُ  
وَيَقُولُ لَهُ النَّصِيحُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّي اللَّهُ وَأَنْتَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَيْسَ الدَّجَالُ وَاللَّهُ مَا كُنْتَ بَعْدَ أَشَدَّ  
بَصِيرَةً بِكَ مِنْي الْيَوْمَ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِيسِيُّ فَحَدَّثَنَا الْمُخَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الرَّضَائِيُّ عَنْ  
عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَرَفَعَ أُمَّتِي دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ.

قَالَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَاللَّهِ مَا كُنَّا نَرَى ذَلِكَ الرَّجُلَ إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتَّى مَضَى  
لِسَبِيلِهِ. قَالَ الْمُخَارِبِيُّ ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ وَإِنْ مِنْ فَتْنَتِهِ أَنْ يَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطَرَ  
لَتُمْطَرَ وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ تُثْبِتَ فَتُثْبِتَ وَإِنْ مِنْ فَتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيَكْذِبُونَهُ فَلَا تَبْقَى لَهُمْ سَائِمَةٌ  
إِلَّا هَلَكَتْ وَإِنْ مِنْ فَتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيَصْدَقُونَهُ فَيَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطَرَ فَتُمْطَرَ وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ  
تُثْبِتَ فَتُثْبِتَ حَتَّى تَزُوحَ مَوَاشِيَهُمْ مِنْ يَوْمِهِمْ ذَلِكَ أَسْمَنَ مَا كَانَتْ وَأَعْظَمَهُ وَأَمَدَهُ خَوَاصِرُ  
وَأَذْرَهُ ضُرُوعَاوَانَهُ لَا يَبْقَى شَيْءٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَّا وَطْنَةٌ وَظَهَرَ عَلَيْهِ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَا يَأْتِيَهُمَا مِنْ  
ثَغَبٍ مِنْ بَقَائِهِمَا إِلَّا لَقِيَهُنَّ الْمَلَائِكَةُ بِالشُّيُوفِ صَلَاتُهُ حَتَّى يَنْزِلَ عِنْدَ الطَّرِيبِ الْأَخْمَرِ عِنْدَ مَنْقَطَعِ  
الشَّجَرَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَلَا يَبْقَى مُتَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ فَتَنْفِي  
الْحَبْثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ حَبْثَ الْحَدِيدِ وَيَدْعَى ذَلِكَ الْيَوْمَ يَوْمَ الْخَلَاصِ.

قَالَتْ أُمُّ شَرِيكِ بِنْتُ أَبِي الْعَكْرِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ  
وَجُلُهُمْ بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يَصَلِّي بِهِمْ الصُّبْحَ إِذْ نَزَلَ  
عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذَلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُضُ يَمِشِي الْقَهْقَرَى لِيَتَقَدَّمَ عِيسَى  
يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ تَقَدَّمَ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ أَقِيَمْتَ فَيُصَلِّي بِهِمْ  
إِمَامُهُمْ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ افْتَحُوا الْبَابَ فَيُفْتَحُ وَوَرَاءَهُ الدَّجَالُ مَعَهُ سَبْعُونَ  
أَلْفَ يَهُودِيٍّ كُلُّهُمْ ذُو سَيْفٍ مُحَلَّى وَسَاجٍ فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِ الدَّجَالُ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي  
الْمَاءِ وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا وَيَقُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لِي فِيكَ ضَرْبَةً لَنْ تَسْبِقَنِي بِهَا فَيُذِرُ كُهُ عِنْدَ  
بَابِ اللَّهِ الشَّرْقِيِّ فَيَقْعُلُهُ فَيَهْزِمُ اللَّهُ الْيَهُودَ فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ يَتَرَاوِي بِهِ يَهُودِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ  
اللَّهُ ذَلِكَ الشَّيْءَ لَا حَجَرَ وَلَا شَجَرَ وَلَا حَائِطَ وَلَا دَابَّةَ إِلَّا الْغُرْقَدَةُ فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ لَا تَنْطِقُ إِلَّا  
قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ اقْتُلْهُ.



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ آيَامَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً السَّنَةُ كَبُضْفِ السَّنَةِ وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَآخِرُ آيَامِهِ كَالشَّرْرَةِ يُصْبِحُ أَحَدُكُمْ عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ فَلَا يَبْلُغُ بَابَهَا إِلَّا أَخْرَجَتْهُ يُمَسِّي فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لَصَلِّيَ فِي بِلَاقِ الْأَيَّامِ الْقِصَارِ قَالَ تَقْدُرُونَ لِيهَا الصَّلَاةَ كَمَا تَقْدُرُونَ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الطَّوَالِ ثُمَّ صَلُّوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُونُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أُمَّتِي حَكَمًا عَدْلًا وَإِمَامًا مُقْسِطًا يَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَذْبَحُ الْخَزِيرَ وَيَضَعُ الْحِزْبَةَ وَيَتْرُكُ الصَّدَقَةَ فَلَا يَسْعَى عَلَى شَاةٍ وَلَا بَعِيرٍ وَتَرْفَعُ الشُّخْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَتَنْزِعُ حِمَّةُ كُلِّ ذَاتِ حِمَّةٍ حَتَّى يَدْخُلَ الْوَلِيدُ يَدَهُ فِي فِي الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرُّهُ وَتَفِرُّ الْوَلِيدَةُ الْأَسَدَ فَلَا يَضُرُّهَا وَيَكُونُ الدِّثْلُ فِي الْغَنَمِ كَأَنَّهُ كَلْبُهَا وَتُغْلَى الْأَرْضُ مِنَ السَّلْمِ كَمَا يَمْلَأُ الْإِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَتَكُونُ الْكَلِمَةُ وَاحِدَةً فَلَا يَغْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْرَارَهَا وَتُسَلِّبُ قُرَيْشٌ مُلُكًا وَتَكُونُ الْأَرْضُ كَقَاثُورِ الْقِصَّةِ تُنْبِثُ نَبَاتَهَا بَعْدَ آدَمَ حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الْقُطْفِ مِنَ الْعِنَبِ فَيَشْبِعُهُمْ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الزَّمَانَةِ فَيَشْبِعُهُمْ وَيَكُونُ الثَّوَرُ بِكَدًا وَكَدًا مِنَ الْمَالِ وَتَكُونُ الْفَرَسُ بِالذَّرِيهَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يَرْخِصُ الْفَرَسُ قَالَ لَا تُرْكَبُ لِحَرْبٍ أَبَدًا قِيلَ لَهُ فَمَا يَغْلِي الثَّوَرُ قَالَ تُحَرِّثُ الْأَرْضَ كُلَّهَا وَإِنْ قُبِلَ خُرُوجُ الدَّجَالِ ثَلَاثَ سَنَوَاتٍ شِدَادٍ يُصِيبُ النَّاسَ فِيهَا جُوعٌ شَدِيدٌ يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الْأُولَى أَنْ تَحْبِسَ ثُلُثَ مَطَرِهَا وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ فَتَحْبِسَ ثُلُثَ نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ السَّمَاءَ فِي الثَّانِيَةِ فَتَحْبِسَ ثُلُثِي مَطَرِهَا وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ فَتَحْبِسَ ثُلُثِي نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ فَتَحْبِسَ مَطَرَهَا كُلَّهُ فَلَا تَقْطُرُ قَطْرَةً وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ فَتَحْبِسَ نَبَاتَهَا كُلَّهُ فَلَا تُنْبِثُ خَضِرَاءً فَلَا تَبْقَى ذَاتُ ظَلْفٍ إِلَّا هَلَكَتْ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ قِيلَ فَمَا يَعِيشُ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ قَالَ التَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ وَيَجْزِي ذَلِكَ عَلَيْهِمْ مِنْجَرَى الطَّعَامِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْمُخَارِبِيَّ يَقُولُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْفَعَ هَذَا الْحَدِيثُ إِلَى الْمُؤَدِّبِ حَتَّى يَعْلِمَهُ الصَّبِيَّانِ فِي الْكِتَابِ.

ترجمہ حدیث: فتنہ دجال کا تفصیلی ذکر

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ سنایا تو آپ کا سب سے بڑا خطبہ جو آپ نے ہمیں

دیا ہے دجال سے متعلق تھا، آپ نے ہم سے دجال کا حال بیان کیا اور ہم کو اس سے ڈرایا، اور آپ نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا فرمایا اس وقت سے دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی اور فتنہ اس روئے زمین پر پیدا نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو، اور میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں، اور تم تمام امتوں میں سب سے اخیر میں ہو اور وہ تم ہی میں سے کوئی یقینی طور پر پیدا ہوگا، اگر دجال کا فتنہ ظاہر ہوا اور میں تمہارے درمیان موجود رہا، (یعنی اگر میری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر ہو گیا) تو میں ہر مسلمان کی طرف سے حجت کروں گا، اور اگر وہ فتنہ میرے بعد ظاہر تو پھر ہر شخص خود اپنی ذات کی طرف سے حجت کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے اور دجال شام اور عراق کے درمیان خلد سے نکلے گا، پھر دایم بائیں (پوری دنیا میں) خوب فتنہ و فساد پھیلانے گا۔

اے اللہ کے بندو! اس وقت ایمان و اسلام پر خوب مضبوطی سے ثابت قدم رہنا۔ بے شک میں تمہارے لیے دجال کی ایسی صفت بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی (اس صفت کو دیکھ کر تم خوب اچھی طرح دجال کو پہچان لو گے) چنانچہ دجال پہلے یوں کہے گا کہ میں نبی ہوں حالاں کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں پھر دوبارہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، (اور سنو!) تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے اور دجال کا نا ہوگا اور تمہارا رب کا نا نہیں اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، جس کو (بحکم خداوندی) ہر مومن پڑھ لیگا خواہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ایک جنت ہوگی اور ایک دوزخ، پس حقیقت کے اعتبار سے اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت کے اعتبار سے دوزخ ہوگی، پس جو شخص بھی اس کی دوزخ میں ڈالا جائے گا اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے، اور سورہ کہف کی ابتدائی آیت پڑھے، وہ دوزخ بحکم خداوندی اس پر ٹھنڈی ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوئی، اور اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ دجال ایک گنوار دیہاتی سے کہے گا دیکھو اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کر دوں تو تو مجھے اپنا رب کہے گا؟ وہ کہے گا بے شک کہوں گا، پھر دوسیطان دجال کے حکم سے اس کے ماں باپ کی شکل میں اس کے سامنے آئیں گے، اور کہیں گے بیٹا! تو اس کی بات مان لے یہ تیرا رب ہے، (معاذ اللہ)

اور بے شک دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک آدمی پر غالب آکر اس کو قتل کر ڈالے گا بلکہ آری کے ذریعہ اس کو چیر کر دکڑے کر دے گا پھر وہ (اپنے معتقدین و متبعین سے) کہے گا کہ دیکھو اب میں اپنے اس بندے کو جلاتا ہوں کیا اب بھی وہ یہ کہے گا کہ میرا رب کوئی اور ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے گا اس سے دجال خبیث کہے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے تو دجال ہے قسم خدا کی آج تو بالکل بصیرت اور یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے۔

ابو الحسن طافسی (جو امام ابن ماجہ کے استاذ ہیں) نے کہا کہ ہم سے محارب بنی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے

عبداللہ بن ولید وصافی نے بیان کیا حضرت عطیہ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں اس شخص کا درجہ میری امت میں عند اللہ سب سے زیادہ بلند ہوگا، ابوالحسن کہتے ہیں کہ ابوسعید نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم اس شخص کو حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ گزر گئے،

حدیث کے راوی محاربؓ نے کہا ہم پھر دوبارہ ابورافعؓ کی حدیث کی طرف لوٹتے ہیں (حضرت ابوسعید کی روایت درمیان میں اس شخص کے ذکر کی وجہ سے آگئی تھی) دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسائے گا تو آسمان پانی برسائے گا اور زمین کو غلہ اگانے کے لیے حکم دیگا تو زمین غلہ اگا دے گی، اور دجال کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ پر سے گزرے گا تو وہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے چنانچہ (بطور امتحان) ان کا کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا بلکہ سب ہلاک ہو جائیں گے اور ایک فتنہ اس کا یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک ایسے قبیلہ پر سے گزرے گا جو اس کی تصدیق کرے گا اس کو سچا جانے گا تو وہ آسمان کو پانی برسائے گا تو آسمان پانی برسائے گا اور زمین کو غلہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین غلہ اگائے گی، یہاں تک کہ اس کے جانور اسی دن شام کے وقت لوٹیں گے اور پہلے سے زیادہ بڑے ہو جائیں گے اور کھوکھیں بھری ہوں گی اور تھن دودھ سے پھولے ہوئے ہوں گے، (اور یہ سب کچھ ایک دن میں ہو جائے گا)۔

الغرض زمین کا کوئی ایک حصہ بھی ایسا باقی نہ رہے گا جہاں دجال نہ جائے سوائے مکہ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے، ان دونوں شہر میں جس راستہ سے بھی آئے گا اس کو فرشتے تنگی تلوار لیے مستعد ملیں گے، یہاں تک کہ دجال ظریف الاحمر یعنی چھوٹی لال پیٹری کے پاس پڑاؤ ڈالے گا، جہاں کھاری تر زمین ختم ہوتی ہے، پھر مدینہ منورہ اپنے باشندوں کو لے کر تین بار حرکت کرے گا جس کی وجہ سے تمام منافق مرد اور منافق عورتیں دجال کے ساتھ چلے جائیں گے اور مدینہ اپنے سے خست اور گندگی اپنے سے اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتا ہے اور اس دن کا نام یوم النخلاصہ ہوگا، (یعنی چھٹکارے کا دن)

ام شریک بنت ابی العکرؓ نے بیان کیا کہ یا رسول اللہ! عرب کے لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا عرب کے لوگ اس دن بالکل قلیل مقدار میں ہوں گے اور ان میں سے اکثر لوگ بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک نیک شخص ہوگا، پس درایں اثنا کہ وہ لوگوں کے امام ہوں گے اور ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر تشریف لے جا چکے ہوں گے کہ اچانک اسی درمیان ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے یہ دیکھ کر وہ امام مصلے سے اٹھ پادوں پیچھے بٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے آپ ہی آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے، اس لیے کہ یہ نماز تیرے لیے قائم ہوئی تھی، چنانچہ ان کا امام ان لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، جب نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں



زراعت کی طرف ہوگی تو لامحالہ بیل مہنگا ہوگا) اور گھوڑا تو چند سکوں کے عوض فروخت ہوگا (کیوں کہ جنگ و جدال کا زمانہ فرم ہو گیا ہوگا تو اس کی ضرورت زیادہ باقی نہ ہوگی) حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! گھوڑا اس قدر سستا کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ لڑائی کے لیے کوئی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ بیل کیوں مہنگا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ ساری زمین بھیتی کی ہوگی۔

خروج دجال سے تین سال پہلے سخت قحط پڑے گا ان تین سالوں میں لوگ بھوک کی سخت تکلیف اٹھائیں گے، پہلے سال میں اللہ تعالیٰ آسمان کو یہ حکم دے گا کہ وہ اپنا تہائی پانی روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ وہ تہائی غلہ کی پیداوار روک دے، پھر تیسرے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ اپنا سارا پانی روک لے چنانچہ ایک قطرہ بھی بارش نہ ہوگی اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ اپنا ایک دانہ بھی نہ اگائے چنانچہ گھاس تک بھی نہ اگے گی، نہ کوئی سبزی، بالآخر تمام گھریلو جانور مرجائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر لوگ کس طرح جنیں گے اس زمانہ میں، آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگ اس زمانہ میں لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں گے ان کو کھانے کی حاجت نہ رہے گی (شیعہ و تہلیل کھانے کے قائم مقام ہوگی)

حافظ ابو عبد اللہ ابن ماجہ نے کہا ہے کہ اپنے استاد محترم شیخ ابوالحسن طنافسی سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے عبد الرحمن بن عمار سے سنا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث تو اس لائق ہے کہ مکتب کے استادوں کو دیدی جائے کہ وہ مکتب میں بچوں کو سکھائے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: منذ ذرأ اللہ الخ: ذرا بمعنی خلق۔ پیدا کرنا کہ روئے زمین پر جب آدم کی تخلیق و پیدائش ہوئی ہے اس وقت سے لے کر تا ہنوز دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ نہ ہوگا۔

قولہ: من خلة بین الشام والعراق: دجال شام اور عراق کے درمیان خلہ سے نکلے گا، خلة بمعنی طریق راستہ طریق اور سبیل کے لیے خلہ کا لفظ بولا جاتا ہے، لفظ خلہ بعض روایتوں میں حائے مہملہ کے ساتھ حلة آیا ہے جو طول سے بنا ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح خلة حائے معجمہ کے ساتھ ہے۔

قولہ: العیث: فساد سخت ترین فساد۔

قولہ: ما کننا نری ذالک الرجل الا عمر بن الخطاب: دجال کے ساتھ اس طرح جسارت اور قوت کے ساتھ بات کرنے والا میں یہ سمجھتا تھا کہ عمر بن الخطابؓ کے علاوہ کوئی نہیں کیوں کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت گرم مزاج تھے اب رہا یہ سوال کہ جو شخص دجال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس مردود کو جواب دے گا وہ کون ہوگا؟ محشی نے لکھا ہے کہ "حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔"

قوله: ان يامر السماء ان تمطر الخ: دجال آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برساؤ چنانچہ آسمان سے فوراً بارش شروع ہو جائے گی، اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دجال کے حکم سے آسمان سے پانی برسنازمین سے غلہ پیدا ہونا یہ سب خرق عادت امور ہیں جو معجزہ کے قبیل سے ہیں لہذا دجال کذاب کے دست ناپاک پر یہ خارق عادات امور کس طرح ظاہر ہو جائیں گے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دجال نے پہلے الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا کہ میں تمہارا رب ہوں لیکن اولہ حدوث نے اس کے دعویٰ کا قلعی کھول دیا اور اس کے دعویٰ کی تکذیب کر دی تو پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ انسان میں کوئی امر محال شئی نہیں ہے پس جب اس دعویٰ پر دلیل لے کر آیا تو اس کو کوئی بھی شئی معارض نہیں ہوئی اس لیے کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق بھی کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو احقر کو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ خروج دجال کا مقصد ابتلاء و آزمائش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے اور امتحان لینے کے لیے دجال کو خوب قوت و طاقت دیدے گا تاکہ وہ اس کا اظہار کر کے بندوں کو آزمائش میں ڈال سکے لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہوں گے وہ ان خوارق عادات کے ظہور کے بعد بھی دجال کو اپنا خدا تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ اس کی تکذیب کریں گے۔

قوله: من نقب: جمع انقاب، الظریف بین جبلین، دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔

قوله: الظریف: جبل صغیر: چھوٹا پہاڑ۔

قوله: فترجف المدينة: مدینہ اپنے اہل کے ساتھ تین مرتبہ حرکت کرے گا تاکہ اس سے دجال، کافر اور منافق کا منایا ہو جائے اور وہاں صرف اہل ایمان اور مومنین موحدين مخلصین باقی رہ جائیں۔

قوله: اربعون سنة: دجال کا یہ فساد و روع زمین پر چالیس سال تک رہے گا یہ روایت ماقبل کی روایت کے مخالف اور معارض ہے کیوں کہ اس میں صراحت ہے کہ دجال چالیس دن رہے گا۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت درجہ صحت میں اس روایت کے مقابل نہیں ہے جس میں صراحت ہے کہ دجال چالیس دن رہے گا لہذا روایت ہذا گزشتہ روایت کے معارض ہو ہی نہیں سکتی ہے وہی راجح ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت اس درجہ کی ہو بھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سرعت زبان کے اعتبار سے ہے محشی نے لکھا ہے کہ فالمراد منه باعتبار هذا الزمان بالسرعة ایاماً و باعتبار غروب الشمس و طلوعها و لوفی زمن قليل سماه سنين الخ (۱) اس اعتراض کا جواب اس سے ماقبل والی حدیث میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

قوله: ويضع الجزية: حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو بحکم نبی آخر الزماں ﷺ جزیرہ کا حکم ختم کر دیں گے سارے لوگوں کو اسلام لانے پر آمادہ کریں گے اس وقت اسلام یا تلوار اس کے علاوہ تیسرا کچھ نہیں پھر جب سارے لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو جزیرہ خود بخود ختم کیوں کہ جزیرہ کافرو ذمی سے لیا جاتا ہے نہ کہ مسلمان سے، بعض لوگوں نے اس کا

جواب یہ بھی دیا ہے کہ اخیر زمانہ میں مال کی کثرت کی وجہ سے کوئی فقیر و غریب باقی نہ رہے گا اس لیے عدم مصرف کی وجہ سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، پہلا جواب رائج ہے کیوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَأَنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ** قبل موته: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل اہل کتاب ایمان لائیں گے جب سارے ہی لوگ ایمان میں داخل ہو جائیں گے تو جزیہ کس سے لیا جائے گا اس لیے جزیہ کا حکم ختم ہو جائے گا۔

قولہ: **وَيَتْرَكَ الصَّدَقَةَ**: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مال کی کثرت و بہتات اور فقر و فاقہ اور غربت و تنگدستی کے فقدان کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل نہیں بھیجیں گے، جیسا کہ آج کل اسلامی ممالک میں متعارف ہے کہ امیر المومنین مسلمانوں سے اموال زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے کے لیے بقاعدہ ایک عامل مقرر کرتا ہے اور اس کو روانہ کرتا ہے ایسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں نہیں ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اغنیاء پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہوگی اور زکوٰۃ ہی کو منسوخ کر دیں گے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد **فَلَا يَسْغَىٰ عَلَىٰ شَاةٍ وَلَا يَعْصِرُ اسٍ** پر دل ہے۔

قولہ: **وَتَنْزِعُ حِمَّةَ كُلِّ ذَاتِ حِمَّةٍ** ہر زہریلے جانور کا زہر سلب کر لیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس قدر امن و امان ہوگا کہ زہریلا جانور کسی کو نقصان تک نہیں پہنچائے گا، حتیٰ کہ ایک چھوٹا سا معصوم بچہ زہریلے سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا، اور بھیڑیا بکریوں کے رپوڑ میں اس طرح رہے گا جس طرح کتار ہوتا ہے بکریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اسی طرح ساری زمین عدل و انصاف اور امن و امان اور صلح و تقویٰ سے بھر جائے گی، جس طرح برتن پانی سے بھر جاتا ہے سارے لوگ صرف ایک کلمہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے پرستار ہوں گے ایک اللہ کی عبادت و اطاعت کریں گے شرک و بدعات دور دور تک نظر نہیں آئے گا ہر طرف سنت ہی سنت کا بول بالا ہوگا اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ اس قدر برکت عطا فرمائے گا ایک انگور کے خوشہ سے پوری ایک جماعت کھا کر پیٹ بھر لے گی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس سے کئی افراد پر مشتمل ایک جماعت سیراب ہوگی، آلات حرب خوب عالی اور مہنگے ہوں گے کیوں کہ ساری زمین قابل کاشت کار ہو جائیں گی سارے لوگ کھیتیاں خوب کریں گے، اس کے برخلاف جنگی ساز و سامان آلات حرب و ضرب، تیرکمان اور گھوڑے خوب سستے داموں میں ملیں گے کیوں کہ جنگ و جدال اور قتل و قاتل کا بازار بالکل سرد پڑ چکا ہوگا قتل و قاتل بالکل نہیں ہوگی اور جس کی مارکیٹ ڈیمانڈ کم ہوتی ہے وہ سستے داموں میں ملتی ہیں۔ اس لیے گھوڑے سستے داموں میں فروخت ہوں گے۔

(۲۲۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا وَأَمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الدَّجْنَزِيرَ وَيَضَعُ الْجَزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

## ترجمہ حدیث: صلیب کا توڑنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام انصاف پر درحاکم، اور عادل امام بن کر (آسمان سے) اتریں گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ و ٹیکس کو ختم کر دیں گے (اس زمانہ میں) مال اس قدر بے گاہ کہ کوئی لینے والا اور قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: حکماً مقسطاً: انصاف کرنے والا حاکم مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے ایسا نہیں ہے کہ مستقل نبی بن کر آئیں گے اسی لیے علامہ سندھی حکماً کا ترجمہ حاکماً سے کرتے ہیں اس لفظ کے استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی آمد و نزول بحیثیت نبی نہیں ہوگی بلکہ ایک امتی بن کر آئیں گے اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے خود مجتہد ہوں گے کسی امام کے پیروکار نہ ہوں گے۔

قولہ: صلیب: وہ مثلث لکڑی جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اسی طرح کی رسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) سولی دی گئی تھی کسر صلیب سے مراد دین نصرانیت کا بالکل خاتمہ ہے۔

قولہ: یقتل الخنزیر: طبرانی کی روایت میں القروۃ کا بھی اضافہ ہے قتل خنزیر میں عیسائیوں کے شعائر کو ختم کرنا ہے اور ہندو کو قتل کرنے میں ہندوؤں کے شعائر اور ان کے اوہام باطلہ کو ختم کرنا مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ منکرات کو روکنے میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے۔

قولہ: ویضع الجزیۃ: قدمر تفصیلہ:

قولہ: یفیض المال: مطلب یہ ہے کہ عدل و انصاف اور عدم ظلم و تشدد کے سبب خیر و برکت کا ظہور بکثرت ہوگا اس لیے مال اور دولت کی ریل پیل ہوگی، پانی کی طرح مال فراوانی کے ساتھ بہے گا، نوبت یہ ہوگی کہ لوگ اپنا زکوۃ و صدقات لے کر پھریں گے تاکہ کسی محتاج و ضرورت مند کو دیدیں لیکن کوئی شخص محتاج زکوۃ نہ ملے گا، اور یہ زمانہ عنقریب عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں آنے والا ہے۔

(۴۲۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَخْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ تَفْشَحُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ لَيُخْزَجُونَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَغْمُونَ الْأَرْضَ وَيَنْحَارُونَ مِنْهُمْ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى تَصِيرَ بَقِيَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي مَدَائِنِهِمْ وَخُصُوفِهِمْ وَيَضْمُونَ إِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ حَتَّى أَتَاهُمْ لَيَمُوتُونَ بِالنَّهْرِ فَيَشْرَبُونَهُ حَتَّى مَا يَذَوْنَ فِيهِ شَيْئًا فَيَمُتُوا آخِرُهُمْ عَلَى أَوَّلِهِمْ فَيَقُولُ قَائِلُهُمْ



لَقَدْ كَانَ بِهَذَا الْمَكَانِ مَرَّةً مَاءٌ وَيُظْهَرُونَ عَلَى الْأَرْضِ فَيَقُولُ قَائِلُهُمْ هَؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ قَدْ فَرَعْنَا مِنْهُمْ وَلَنَنْزِلَنَّ أَهْلُ السَّمَاءِ حَتَّى إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَهْزُ حَزْبَتَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ مُخْضَبَةً بِالْذَّمِّ فَيَقُولُونَ قَدْ قُتِلْنَا أَهْلُ السَّمَاءِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ ذَوَابَّ كَتَفَعِبِ الْجَزَادِ فَتَأَخَذَ بِأَعْنَاقِهِمْ فَيَمُوتُونَ مَوْتِ الْجَزَادِ يَرُكِبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيُضِخُ الْمُسْلِمُونَ لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ حِسًا فَيَقُولُونَ مَنْ رَجُلٌ يَشْرِي نَفْسَهُ وَيَنْظُرُ مَا فَعَلُوا فَيَنْزِلُ مِنْهُمْ رَجُلٌ قَدْ وَطَنَ نَفْسَهُ عَلَى أَنْ يَقْتُلُوهُ فَيَجِدُهُمْ مَوْتَى فَيَتَأَدَّبُهُمْ أَلَا أَبْشُرُوا لَقَدْ هَلَكَ عَذُوْكُمْ فَيَخْرُجُ النَّاسُ وَيَخْلُونَ سَبِيلَ مَوَاشِيهِمْ فَمَا يَكُونُ لَهُمْ رَغْيٌ إِلَّا لِحُومِهِمْ فَتَشْكُرُ عَلَيْهَا كَأَنَّ حَسَنَ مَا شَكَرَتْ مِنْ نَبَاتٍ أَصَابَتْهُ قَطْرٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج کھول دئے جائیں گے، پس وہ اسی طرح نکلیں گے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا وہم من کل حدیب ینسلون، اور وہ ہر بلند و بالا زمین کی طرف سے اتریں گے اور ساری زمین میں پھیل جائیں گے۔ یہاں مابقیہ مسلمان ان کے شہروں اور قلعوں میں ہو جائیں گے اور وہ اپنے ساتھ چرانے کے جانور بھی لے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ ایک نہر پر سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی لیں گے، اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں چھوڑیں گے، پھر اس کے پیچھے اس کا آخری لشکر گزرے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا، یہاں بھی کسی زمانہ میں پانی تھا۔ یاجوج و ماجوج زمین پر غالب آجائیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی کہے گا کہ ہم اب زمین والوں سے فارغ ہو چکے ہیں (اب ہمارے ساتھ کوئی بھی مقابلہ کرنے والا نہیں رہا) اب ہم آسمان والوں سے مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک شخص اپنا حربہ آسمان کی طرف پھینکے گا، تو وہ حربہ خون میں رنگین ہو کر گرے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی مار دیا خیر یہ لوگ اسی حال میں (مست و مگن) ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مٹی کے کیڑوں کی طرح چند جانور بھیجے گا یہ کیڑے ان کی گردنوں کو کاٹیں گے یا گھسن جائیں گے چنانچہ وہ لوگ سب کے سب یکبارگی مٹیوں کی طرح مر جائیں گے ایک دوسرے پر پڑا ہوا ہوگا، مسلمان جب حسب معمول (اپنے شہروں اور قلعوں میں) صبح صبح اٹھیں گے تو کوئی آواز ان کی نہیں سنیں گے (پوری دنیا میں سناٹا چھایا ہوگا) تو مسلمان کہیں گے ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر کھیل کر یہ معلوم کرے کہ یاجوج ماجوج کیا کر رہے ہیں (کیا پلاننگ بنا رہے ہیں) آخر مسلمانوں میں سے ایک شخص نکلے گا یا قلعہ سے اترے گا یہ پورے یقین کر کے کہ وہ مجھ کو ضرور مار ڈالیں گے (چنانچہ جب وہ بالکل باہر نکل کر دیکھے گا تو) سب کو مردہ پائے گا وہ دوسرے مسلمانوں کو پکارے گا، سنو! بھائیوں خوش ہو جاؤ، تمہارا دشمن ہلاک ہو چکا ہے یہ اعلان سن کر سارے لوگ باہر نکلیں گے اور اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے چھوڑ دیں گے تو ان

جانوروں کے چرنے کے لیے یا جوج ماجوج کے گوشت کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوگا، وہ ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہو جائیں گے اتنے موٹے تازے تو کبھی گاس کھا کر بھی نہ ہوئے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: كتلف البحراد: بفتح النون والغين المعجمة: ثم بعده الفاء، وهو دود يكون في النوق الابل والغنم: وه كثر اجواوث اور بکریوں کی گردن میں ہوتا ہے اس کی جمع غوف ہے واحد نفقة ہے۔

قوله: فما هم رعى الالحو مهمهم: قلت ان ثبت، فهذا ايضا من خرق العادة لان المواشى لا تاكل اللحم:  
قوله: احشكر: اى تسمن وتمتلى شحماً من شكرت الشاة بالكسر شكرأ بالحركة: سميت وامتلأت  
موتاً تازده موتاً، حربي سے پر ہوتا۔

قوله: فترجع مخضبة بالدم: یا جوج ماجوج کہے گا ہم نے تو دنیا والوں سے نمٹ لیا ہے اب ہمارا مقابلہ کرنے والا دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا، اب آسمان والوں سے نمٹیں گے، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکے گا، اللہ تعالیٰ اس تیر کو خون میں رنگ کر کے بھیجے گا تو وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نے آسمان والوں کو بھی نمٹا دیا ہے اب کوئی بھی باقی نہیں، یہی وہ خیالی پلاؤ پکا رہا ہوگا کہ اچانک عذاب خداوندی آپکڑ لے گا اور وہ ہلاک و برباد کر دیا جائے گا۔

(٢٢٥) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَأْجُوجَ وَمَاجُوجَ يَخْفِرُونَ كُلَّ يَوْمٍ حَتَّى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الرَّبُّ عَلَيْهِمْ ازْجِعُوا فَسَنَخْفِرُهُ غَدًا فَيُعِيدُهُ اللَّهُ أَشَدَّ مَا كَانَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ مَدَّتُهُمْ وَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ حَفَرُوا حَتَّى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الرَّبُّ عَلَيْهِمْ ازْجِعُوا فَسَنَخْفِرُونَهُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَاسْتَشْنُوا فَيَعُودُونَ إِلَيْهِ وَهُوَ كَهَيْئَتِهِ حِينَ تَرْكُوهُ فَيَخْفِرُونَهُ وَيَخْرُجُونَ عَلَى النَّاسِ فَيَنْشِفُونَ الْمَاءَ وَيَتَحَصَّنُ النَّاسُ مِنْهُمْ فِي خُصُونِهِمْ فَيَزْمُونَ بِسَهَامِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ عَلَيْهَا الدَّمُ الَّذِي اجْفَظَ فَيَقُولُونَ قَهَرْنَا أَهْلَ الْأَرْضِ وَعَلَوْنَا أَهْلَ السَّمَاءِ فَيَبْعَثُ اللَّهُ نَعْقًا فِي أَقْفَائِهِمْ فَيَقْتُلُهُمْ بِهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ دَوَّابُ الْأَرْضِ لَتَسْمُنَ وَلَتَشْكُرَ شُكْرًا مِنْ لَحْوِمِهِمْ.

ترجمہ حدیث: یا جوج ماجوج ہر روز دیوار کھودتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک یا جوج ماجوج ہر روز (دیوار) کھودتے ہیں جب وہ کھودتے کھودتے اس کے قریب ہوتا ہے ان کو سورج کی روشنی دکھائی دے، تو ان کا سردار کہتا ہے لوٹ چلو۔ کل

نکمیل الحاجة

جلد ہفتم

آکر کھودیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو رات میں ویسا مضبوط کر دیتا ہے جیسا وہ تھا، جب ان کے نکلنے کا وقت قریب آئے گا تو اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہوگی کہ ان کو لوگوں پر چھوڑ دے، تو وہ حسب معمول دیوار کو کھودیں گے، جب اس کے قریب ہوگا کہ سورج کی روشنی ان کو دکھائی تو ان کا سردار کہے گا اب چلو، اللہ چاہے گا تو بابقیہ کل کھودیں گے اور وہ انشاء اللہ کا لفظ بولیں گے، چنانچہ وہ اس دن لوٹ جائیں گے تو وہ اسی حال پر ہوں گی جس پر ان لوگوں نے چھوڑا تھا، چنانچہ وہ لوگ اس کو کھودیں گے اور کل کر باہر لوگوں میں آجائیں گے اور سارا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر اپنے قلعوں میں چلے جائیں گے، پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف ماریں گے، وہ تیر خون میں لت پت ہو کر ان کی طرف لوٹ آئے گا وہ کہے گا ہم نے زمین والوں کو تو مغلوب کر دیا اور آسمان والوں پر بھی غالب رہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا جس کی وجہ سے سارے ہی لوگ یکبارگی مرجائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک زمین کے جانور موٹے تازے ہو جائیں گے اور ان کے گوشت کھا کر چربی دار ہو جائیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: فينشفون الماء: من نشف كعلم ای ينزحونه الذي احفظ، لعل هذا من كلام الراوي بتقدير: هذا الذي احفظه۔ حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۲۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يُزَيْدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ حَدَّثَنِي جَبَلَةُ بْنُ سَحِيمٍ عَنْ مُؤَبَّرِ بْنِ عَفَّارَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ فَبَدَّوْا بِإِبْرَاهِيمَ فِسْأَلُوهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عَنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ ثُمَّ سَأَلُوهُ مُوسَى فَلَمْ يَكُنْ عَنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ فَرَدَّ الْحَدِيثَ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَقَالَ قَدْ عَاهَدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجَبَّتْهَا فَأَمَّا وَجَبَّتْهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَالِ قَالَ فَأَنْزَلَ فَأَقْبَلَهُ فَيَرْجِعُ النَّاسَ إِلَى بِلَادِهِمْ فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَلَا يَمُزُونَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوهُ وَلَا يَشْبِي إِلَّا أَفْسَدُوهُ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ أَنْ يَمِيتَهُمْ فَتُثَنُّ الْأَرْضُ مِنْ رِيحِهِمْ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالمَاءِ فَيَحْمِلُهُمْ فَيُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ تُنْشَفُ الْجِبَالُ وَتَمُدُّ الْأَرْضُ مَدًّا أَدِيمَ فَعَهْدٌ إِلَيَّ مَتَى كَانَ ذَلِكَ كَانَتْ السَّاعَةُ مِنْ النَّاسِ كَالْحَامِلِ الَّتِي لَا يَذَرِي أَهْلَهَا مَتَى تَفْجَرُ هُمْ يُولَدُهَا قَالَ الْعَوَّامُ وَوَجَدْتُ صَدِيقِي ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں آپ کو معراج ہوئی آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، ان سب سے قیامت کا ذکر کیا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے پہلے پوچھا (کیوں کہ وہ ان میں سب سے بزرگ تر تھے) کہ قیامت کب آئے گی، لیکن ان کے پاس بھی اس بارے میں کچھ علم نہ تھا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کے متعلق معلوم کیا لیکن ان کے پاس بھی اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا، پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے قیامت سے کچھ پہلے کا (یعنی قیامت کے قریب دنیا میں جانے کا) لیکن قیامت کا بالکل ٹھیک حتمی وقت متعین تو کوئی نہیں جانتا، صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتا ہے، پھر انہوں نے خروج دجال کا حال بتایا، اور فرمایا میں اتروں گا اور اس کو قتل کر دوں گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں میں لوٹ جائیں گے، اتنے میں یا جوج اور ماجوج ان کے سامنے آئیں گے اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے، جس پانی پر سے بھی گزریں گے اس کو پی ڈالیں گے اور ہر چیز کو خراب کر ڈالیں گے، اخیر میں لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گیں گڑگڑا کر، عاجزی سے، پھر وہ سب ہلاک و برباد ہو جائیں گے اور پوری زمین بدبودار ہو جائے گی اس کے بعد پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں گے روئیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں لے جائے گا پھر پہاڑ اکھاڑ ڈالیں جائیں گے، اور زمین کھینچی جائے گی، چمڑے کی طرح کھینچنا (اس میں پہاڑ ٹیلے اور سمندر وغیرہ نہیں رہیں گے بلکہ ساری زمین ہموار ہو جائے گی) پھر مجھ سے عہد لیا گیا کہ جب یہ سب باتیں ظاہر ہوں تو قیامت لوگوں سے ایسی قریب ہوگی جیسے حاملہ عورت کا جننا کہ اس کے گھروالے بھی نہ جانتے ہوں کہ وہ کس وقت جنے گی، عوام بن حوشب جو حدیث کے راوی ہیں نے کہا کہ اس واقعہ کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے، حتیٰ اذا فتحت یا جوج و ماجوج و ہم من کل حذب ینسلون، جب یا جوج ماجوج کھل جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے۔

تشریح حدیث:

وقد عہد الی فیما دون وجبتہا الزحۃ السقط مع الہدۃ، کذا فی القاموس۔ یعنی گرنے۔ وقد تطلق علی وقوع الشیء بغتۃ: اچانک کسی چیز کا ہو جانا وجبت الشمس ای وقعت وغربت: مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس بات کا عہد لیا گیا کہ میں وقوع قیامت سے بالکل قریب زمین میں اتروں۔

قوله: فانزل فاقبلہ: قاضی عیاض الماکی فرماتے ہیں کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے عقلاً و نقلاً اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی حقانیت کو باطل کرے جمیع اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک ثابت ہے، البتہ بعض معتزلہ جہمید اور ان کے تبعین نزول عیسیٰ اور قتل دجال کا انکار کرتے ہیں اور ان لوگوں کا زعم باطل یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث جو نزول عیسیٰ پر دال ہے ارشاد ربانی و خاتم النبیین اور حدیث رسول لا نبی بعدی سے مردود ہیں نیز تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق

ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی بالکل نہیں آئے گا اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے کبھی بھی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے، لیکن معتزلہ و جہمیہ کا یہ استدلال تاریک و غلبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے اور بالکل باطل استدلال ہے کیوں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مستقل جدید نبی بن کر نازل ہوں گے اور ایسی شریعت لے کر آئیں گے جو ہماری شریعت کو منسوخ کر دے گی، اور کوئی احادیث اس پر دال نہیں ہیں بلکہ صحاح وغیرہ کی احادیث اس پر دال ہیں کہ انصاف کرنے والا حاکم بن کر اور امام عادل بن کر اس امت میں نازل ہوں گے اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے وہ کوئی مستقل صاحب شریعت نبی نہ ہوگا کہ ہماری شریعت کو منسوخ کر دے۔

جہاں تک جزیہ کے موقوف کرنے کی بات ہے تو یہ شریعت محمدی کے حکم کو منسوخ کرنا نہیں ہے بلکہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اخذ جزیہ کا حکم نزول تک ہے اس کے بعد اخذ جزیہ کا حکم ختم ہو جائے گا پس ایمان قبول ہوگا یا قتل، لہذا اس سے اعتراض کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۲۰۷) باب خروج المہدی

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سعید بن مسیبؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزیہ بیدیؓ سے مروی ہیں اس باب کی احادیث میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا تذکرہ ہے مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے راہ یاب، ہدایت یافتہ، یعنی جس کی گھٹی میں ہدایت پڑی ہو۔ لفظ مہدی اسم علم نہیں ہے بلکہ اسم صفت ہے، مہدی کا اصل نام محمد ہوگا اور لقب مہدی ہوگا، سب سے پہلے یہ صفت حضرات خلفاء راشدین کے لیے استعمال ہوئی ہے علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المہدین تمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجد۔ اس حدیث میں خلفاء اربعہ کو مہدی ہدایت یافتہ کہا گیا ہے اور اخیر زمانہ میں بھی ایک خلیفہ راشد کا لقب مہدی ہوگا، حضرت مہدی تاہنوز ظاہر نہیں ہوئے ہیں بلکہ قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے اور جن فرقوں کا دعویٰ ہے کہ مہدی پیدا ہو چکے ہیں وہ سراسر غلط اور باطل ہے کیوں کہ ظہور مہدی خروج و جال اور نزول عیسیٰ اور خروج یاجوج ماجوج سب یکے بعد دیگرے ایک ساتھ پیش آنے والے واقعات ہیں جن کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔

(۱۲۰۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ

عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ فَشَيْءٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

فَلَمَّا رَأَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ غَضِبَ وَرَفَّتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَلَ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ

فَقَالَ إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ اخْتَارَ اللَّهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا

وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ آيَاتُ سُدُودٍ فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَ فَيَقَاتِلُونَ

فَيَبْصُرُونَ فَيَغْطُونَ مَا سَأَلُوا فَلَا يَقْبَلُوهُ حَتَّى يَذْفُقُوا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَأُوا قَنِسْطًا كَمَا  
مَلَأُوا جُوزَ الْفَمِّ أَذْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَأْتِيَهُمْ وَلَوْ خَبَرًا عَلَى الثَّلَجِ.

ترجمہ حدیث: حضرت مہدی کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک  
بنی ہاشم کے چند نوجوان آئے، جب رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور آپ  
کے چہرے کا رنگ بدل گیا، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) ہم مسلسل آپ کے چہرے انور میں ایسی تغیر پر کیفیت دیکھ  
رہے ہیں جو ہمیں پسند نہیں (ہمارا دل اس سے دکھتا ہے) آپ نے فرمایا ہم اس گھرانے کے افراد ہیں جس کے لیے اللہ  
تعالیٰ نے دنیا کی جگہ آخرت کو چن لیا ہے اور میرے اہل میرے بعد ہی فوراً آزمائش، سختی اور جلا وطنی کا سامنا کریں گے  
یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی جن کے ہمراہ جھنڈے ہوں گے، وہ خیر کا سوال کریں گے یعنی مال کے  
بارے میں سوال کریں گے لیکن ان کو مال نہیں دیا جائے گا، تو وہ جنگ کریں گے تو انہیں مدد کی جائے گی، پھر جو مانگا تھا دیا  
جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے، یہاں میرے اہل بیت میں ایک شخص کے حوالہ کریں گے چنانچہ وہ زمانہ کو عدل  
والصاف سے بھر دے گا جب کہ اس سے قبل لوگوں نے زمین کو ظلم و جور سے بھر دیا تھا، سو تم میں سے جو بھی اس زمانہ میں ہو  
تو ان کے ساتھ ضرور شامل ہو جائے اگرچہ برف پر گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر جانا پڑے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وَلَوْ خَبَرًا عَلَى الثَّلَجِ: برف پر گھٹنے کے بل چلنا بہت مشکل اور دشوار ترین کام ہے مطلب یہ ہے کہ چاہے جو  
بھی مصیبت، کلفت، اور پریشانی اٹھانی پڑے اس جماعت میں ضرور شریک ہو جانا کیوں کہ وہ جماعت ہدایت یافتہ اور راہ  
یافتہ ہوگی، بعض روایت میں مثلاً مستد احمد اور دلائل النبوة میں ہے اِذَا رَأَيْتُمُ الرِّايَاتِ السَّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قَبْلِ  
خُرَاسَانَ فَاتُوا هَافَانَ فِيهَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِي۔

علامہ کرام نے لکھا ہے کہ مہدی سے مراد اس کے لغوی معنی ہیں یعنی وہ خلیفہ یا سربراہ کوئی معمولی آدمی نہ ہوگا، بلکہ خدا  
کی طرف سے ہدایت یافتہ اور لوگوں کو ہدایت اور راہ راست پر لانے والا ہوگا جس کی سربراہی قبول کرنا اور اس کی  
اطاعت کرنا واجب ہوگا لہذا اس روایت میں مہدی سے نہ تو حضرت مہدی مراد ہیں ورنہ اس سے اس بات کا تضاد لازم آتا  
ہے کہ مہدی کا ظہور حرمین شریفین سے ہوگا۔

(۲۰۸) حَدَّثَنَا نَضْرَبُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعَقِيلِيُّ حَدَّثَنَا عَمَارَةُ بْنُ أَبِي

خَفْصَةَ عَنْ زَيْدِ الْعَمِيِّ عَنْ أَبِي صَدِيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَكُونُ فِي

أَمَّتِي الْمَهْدِيُّ إِنْ قَصِرَ فَسَبِّحْ وَإِلَّا فَتَسَبَّحْ فِيهِ أَمَّتِي بَعْمَةً لَمْ يَنْعَمُوا بِمِثْلِهَا قَطُّ تَوْتَى أَكْلَهَا وَلَا تَدْخِرُ مِنْهُمْ شَيْئًا وَالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوسٌ فَيَقُولُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِي فَيَقُولُ خُذْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہوگا، (یعنی ہدایت یافتہ) اگر وہ دنیا میں کم رہے تو بھی سات برس تک رہیں گے ورنہ نو برس تک رہیں گے اس دور میں میری امت ایسی خوش حال ہوگی کہ اس جیسے خوش حال کبھی بھی نہ ہوگی، زمین اس وقت خوب پھل دے گی، اور اس سے بچا کر کچھ بھی نہ رکھے گی، اور اس وقت مال کے ڈھیر لگے ہوں گے، ایک شخص کھڑا ہو کر عرض کرے گا، اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے، تو وہ کہے گا (جتنا دل چاہے) لے لو۔

تشریح حدیث:

جب نبی کریم ﷺ نے تین زمانوں میں خیر صلاح کی خوشخبری دی تو حضرات صحابہ کرام سمجھ گئے کہ اس کے بعد فتنے اور حوادث کے دور شروع ہو جائیں گے، اس لیے انہوں نے مذکورہ سوال کیا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کی فکر کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، جو ہدایت یافتہ ہوں گے تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ اس خطرناک زمانہ میں بھی ہادیوں کا ظہور ہوگا اور سب سے آخر میں بڑے مہدی کا ظہور ہوگا اور تعلیم کتاب و سنت کا سلسلہ جاری رہے گا۔  
قولہ: فَيَقُولُ خُذْ: حضرت مہدی فرمائیں گے جتنا چاہے لے لو کوئی رکاوٹ اور خطرے کی بات نہیں، شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری حنفی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی سوال کرنے والے کو اس کا حرص دیکھ کر اس کو بہت مال دے دیں گے تاکہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور اپنے دل میں تنگی اور غم محسوس نہ کرے۔

(۴۲۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سَفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحْبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الزَّائِبَاتُ السُّودُ مِنْ قَبْلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايَعُوهُ وَلَوْ حَبْنُوا عَلَى النَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ.

ترجمہ حدیث: ایک خزانے کے لیے تین آدمیوں میں لڑائی:

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایک خزانے کی خاطر تین آدمی آپس میں لڑیں گے (اور ماریں جائیں گے) تینوں کے تینوں حکمران فرزند ہوں گے، پھر وہ خزانہ ان میں سے کسی کو بھی نہ ملے گا یہاں تک کہ

ہے کہ مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے، وہ تم لوگوں کو ایسا قتل کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے بھی ایسا قتل نہ کیا ہوگا، پھر اس کے بعد آپ نے کچھ باتیں بیان فرمائیں لیکن میں ان کو محفوظ نہ رکھ سکا) پھر جب تم ان کو دیکھو تو ان سے بیعت کرو اگرچہ تمہیں گھٹنے کے بل گھسٹ کر جانا پڑے، اس لیے کہ (اس روئے زمین پر) اللہ تعالیٰ کا ہدایت یافتہ خلیفہ ہوں گے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: خلیفۃ اللہ المہدی، حدیث شریف میں یہاں امام مہدی سے اس کے لغوی معنی ہدایت یافتہ ہونا مراد ہیں۔ یعنی وہ خلیفہ یا سربراہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہدایت یافتہ اور مومن من اللہ اور لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لگانے والا ہوگا جس کی اطاعت و فرماں برداری واجب ہوگی یہاں خلیفۃ اللہ المہدی سے مراد مشہور حضرت مہدی نہیں ہیں جس کا ظہور علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے کیوں کہ وہ مشرق سے نہیں بلکہ حرم شریف سے ظاہر ہوگا اور عند الطواف لوگ اس کو پہچانیں گے، یہ حضرت مہدی ہیں وہ انکار کریں گے لیکن لوگ نہ مانیں گے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں گے۔

(۴۲۱۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْخَفَرِيُّ حَدَّثَنَا يَاسِينَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَهْدِيُّ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ يُصْلِحُ خَلْقَ اللَّهِ فِي لَيْلَةٍ.

ترجمہ حدیث: حضرت مہدی خاندان نبوت سے ہوگا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو ایک ہی رات میں (خلافت کے لئے) صلاحیت والا بنادیں گے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: المہدی من اہل البیت: ابوداؤد شریف میں المہدی من عترتی من اولاد فاطمہ کے الفاظ آئیں ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مہدی کا نسب تعلق آنحضرت ﷺ سے ہوگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا اور لقب مہدی والد محترم کا نام نامی اسم گرامی عبد اللہ ہوگا اور خاندانی تعلق بنو ہاشم سے ہوگا، آپ والد کی طرف سے حسنی سید ہوں گے اور والدہ کی طرف سے حسینی، ابوداؤد شریف / ۴۲۹۰ میں اس کی صراحت ہے اور ابن القیم نے زاد المعاد میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؑ نے رضاء الہی کے واسطے خلافت چھوڑ دی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں ایک شخص کو سچی خلافت قائم کرنے کا موقع دیا، اور یہ دستور الہی اور قانون خداوندی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کسی بھی چیز سے دست بردار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عطا فرماتے ہیں (۱)



(۴۲۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِیحِ الرَّقِیُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ یَیَّانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ ثَعْلَبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِيَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ.

ترجمہ حدیث: حضرت مہدی بنت رسول حضرت فاطمہؑ کی اولاد سے ہوگا:

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ہم ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے پاس خدمت اقدس میں حاضر تھے تو ہم نے آپس میں حضرت مہدی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ مہدی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

دارقطنی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ المہدی من ولد العباس بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟ ابن کثیر نے فرمایا کہ دارقطنی کی روایت غریب ہے محمد بن ولید موسیٰ بن ہاشم اس کے نقل کرتے ہیں متفرد ہیں، لہذا دارقطنی کی روایت قابل استدلال اور لائق حجت نہیں ہے اس لیے سند اس سے احسن اور اعلیٰ درجہ کی روایت موجود ہے جو اس پر دال ہے کہ مہدی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے اور یہی صحیح ہے۔

(۴۲۱۲) حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّهَابِ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زِيَادِ الْيَمَامِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ وَلَدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وَحَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَجَعْفَرُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْمَهْدِيُّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہیں میں، حمزہؓ، علیؓ، حسنؓ، حسینؓ، اور مہدی۔

تشریح حدیث: مطلب آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے۔

(۴۲۱۳) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِيُّ وَابْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدِ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَبْدُ الْقَهَّارِ بْنُ دَاوُدَ الْحَزَائِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزَّبِيدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُؤْطَنُونَ لِلْمَهْدِيِّ يَغْنِي سُلْطَانَهُ.

## ترجمہ حدیث: حضرت مہدی کی خلافت کا استحکام:

حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدیؒ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو حضرت مہدی کی حکومت و سلطنت کو مستحکم بنائیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: قَبِوْطُنُونَ لِلْمَهْدِيِّ: اى يَمْهَدُونَ الْمَهْدِيَّ خِلاَفَتَهُ وَارْمَاتِهِ وَيُوْتِرُونَهُ وَيَنْصُرُونَهُ.

حضرت مہدی کے نام کے ساتھ، علیہ السلام، یا امام یارِ ضی اللہ عنہ لکھنا:

حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پالن پوری مدظلہ العالی، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ:

حضرت مہدی کے ساتھ ”امام“ یا علیہ السلام کا اضافہ درست نہیں، اور شیعوں کے نزدیک ان کے بارہ امام نبوت کی حقیقت کے حامل تھے اس لیے وہ ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام بڑھاتے ہیں، مگر اہل السنہ اس کے قائل نہیں، رہا ”رضی اللہ عنہ“ کا استعمال تو اس کی بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ ابھی اس شخصیت کا وجود ہی نہیں ہوا اس لیے صرف مہدی یا حضرت مہدی کہنا چاہئے (۱)

## (۱۲۷۵) بَابُ الْمَلَا حِمِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت خالد بن معدانؒ، حضرت ابو ہریرہؒ، حضرت نافع بن عتبہؒ، حضرت معاذ بن جبلؒ، حضرت عبد اللہ بن بسرؒ اور حضرت عوفؒ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیش آنے والی بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں کا ذکر ہے۔

(۴۲۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ قَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكْرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ قَالَ قَالَ لِي جُبَيْرُ الطَّلْحِ بْنِ أَبِي ذِي مَخْمَرٍ وَكَانَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُمَا فَسَأَلَهُ عَنِ الْهَذْنَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَصَالِحُكُمْ الرُّومُ صَلَاحًا أَمْثَلُكُمْ تَغْرُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوٌّ أَفْتَنَصِرُونَ وَتَغْتَمُونَ وَتَسْلَمُونَ ثُمَّ تَنْصَرِفُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجِ ذِي فُلُولٍ لِيَرْفَعَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الصَّلِيبِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقُومُوا إِلَيْهِ فَيَذِقُوهُ لَعْنَتَهُ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت خالد بن معدانؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت جبیر بن نفیر نے کہا کہ ہمیں ذی نحرؓ کے پاس لے چلو، جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہیں میں ان کے ہمراہ گیا، حضرت جبیر نے ان سے صلح کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب یہ رومی (یعنی عیسائی) تم سے پر امن صلح کریں گے پھر تم اور وہ دونوں مل کر ایک تیسرے دشمن پر حملہ کریں گے، تو تمہیں فتح حاصل ہوگی اور مال غنیمت ملے گا اور سلامتی کے ساتھ جنگ سے واپس لوٹو گے، یہاں تک کہ تم ایک سرسبز مقام پر جہاں ٹیلے ہوں گے تم پڑاؤ ڈالو گے تو ایک صلیبی صلیب کو رفع کر کے یعنی بلند کر کے کہہ گا کہ صلیب کو غلبہ حاصل ہوا (یہ سن کر) مسلمانوں میں سے ایک شخص شدید غصہ ہوگا اور اٹھ کر صلیب کو توڑ ڈالے گا، اس وقت رومی (یعنی عیسائی) عہد شکنی کریں گے اور سب جنگ کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے۔

## تشریح حدیث:

الملاحم: ملاحم ملحمة کی جمع ہے یعنی موضع قتال، یا واقعہ عظیمہ، یعنی بڑی جنگ، ملاحم یا تو ملحمة یا لحم سے ماخوذ ہے لکن ملحمة لغوی القتل فیہا ملا علی قاری لکھتے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ایک ام نبی الملحمة بھی ہے یعنی گھمسان جنگوں والا نبی، جیسا کہ آپ کے اسماء میں نبی الرحمة بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ منج الجہال ہونے کے ساتھ ساتھ معدن الجلال بھی ہیں، چوں کہ آپ آخری نبی ہیں خاتم النبیین ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے جس طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح آپ کے بعد کوئی نئی امت بھی نہیں لہذا قیامت اور اس کے تمام متعلقات و شرائط اس امت میں پیش آنے والے ہیں۔

## حدیث شریف کا مضمون

حضرت جبیر بن نفیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ تم لوگ روم کے نصاریٰ سے مصالحت کرو گے اور پھر دونوں اکٹھے ہو کر ایک دشمن سے مقابلہ کرو گے جس میں تم فتحیاب ہو گے، اور تمہیں مال غنیمت حاصل ہوگا پھر جب جنگ سے فراغت کے بعد تم لوگ لوٹو گے تو واپسی میں راستہ میں ایک سبزہ زار میں فرد کش ہو گے، جس میں ٹیلے ہوں گے تو وہاں ایک بات یہ پیش آئے گی کہ نصاریٰ میں سے ایک شخص صلیب کو اٹھا کر بلند کرے گا اور یہ کہہ گا کہ غلب الصلیب، صلیب والے اور نصاریٰ غالب ہو گئے، اس سے مسلمانوں کو جوش آئے گا اور طیش آئے گا اور وہ اس نصرانی کے پاس جا کر اس کی پٹائی کرے گا اور صلیب کو توڑ ڈالے گا، اس پر وہ ساری صلح و مصالحت ختم ہو جائے گی اور رومی عہد شکنی اور بد عہدی پر اتر آئیں گے، اور مسلمانوں کے ساتھ گھمسان لڑائی اور فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

یہاں حدیث شریف میں ملحمہ سے مراد خراب یثرب، خروج الملحمہ، وخروج الملحمۃ فتح القسطنطنیہ اور خروج دجال وغیرہ ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے (۱)

قوله: حتی تنزلوا بمرج ذی تلؤل: مرج، ارض واسعة ذات نبات كثيرة بہت زیاد گھاس پودے والی کشادہ زمین، ذی تلؤل، تلؤل بضم التاء تل کی جمع ہے وهو موضع مرتفع بلند جگہ، ٹیلہ سندی فرماتے ہیں کہ تل کل ما اجتمع علی الارض من تراب اور مل ہر وہ جگہ جہاں زمین میں مٹی یا ریت جمع ہو جائے۔

قوله: الصلیب: یرفع کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے صلیب وہ مربع چکور شکل کی لکڑی ہے جس کے بارے میں نصاری کا دعوی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی شکل کی لکڑی پر صولی دی گئی تھی (یہ ان کا باطل عقیدہ ہے)  
قوله: غلب انصلیب: عیسائی قصداً صلح کو توڑنے کے لیے اس طرح کے کلمات کہے گا، یا مسلمان کو غیظ و غضب اور غمہ دلانے کے لیے اس طرح کے کلمات استعمال کرے گا کہ صلیب غالب آگیا، صلیب کے غلبہ سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کا غلبہ مراد ہے یعنی دین نصاری غالب آگیا۔

قوله: فیدقہ: یہ سن کر مسلمان کا خون گرم ہو جائے گا اور اس عیسائی کی پٹائی کرے گا اور صلیب کو بھی توڑ ڈالے گا، چنانچہ اس وقت رومی عہد شکنی کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن صلیبی جنگ چھیڑ دے گا۔

(۴۲۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ خَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ فَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَأْتُونَ حِيْنَئِلَ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمہ حدیث:

دوسری سند میں اس کا اضافہ ہے کہ جب رومی جنگ کے لیے اکٹھے ہوں گے تو اسی جھڈوں تلے اس کا لشکر ہوگا، اور ہر جھڈے کے ماتحت بارہ ہزار افراد ہوں گے (یعنی کل ۹۶۰۰۰۰ پر مشتمل لشکر ہوں گے۔)

(۴۲۱۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ حَبِيبٍ الْمُخَارِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتِ الْمَلَا حِمُ بَعَثَ اللَّهُ بَعَثًا مِنَ الْمَوَالِي هُمْ أَكْرَمُ الْعَرَبِ فَرَسًا وَأَجْوَدُهُ سِلَاحًا يُؤَيِّدُ اللَّهُ بِهِمُ الدِّينَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب (دنیا میں) بڑی بڑی لڑائیاں ہوں گی تو اللہ

تبارک و تعالیٰ موالی یعنی عجمیوں میں سے ایک لشکر اٹھائیں گے، جو اہل عرب سے بڑھ کر شہ سوار اور ان سے بہتر ہتھیار چلانے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین کی مدد فرمائیں گے ہائید کریں گے۔  
تشریح حدیث:

در منثور اور مسند ایشامین میں اس کی صراحت ہے کہ یہ لشکر دمشق سے اٹھے گا عطیہ بن قیس کی روایت میں ہے  
خرج بعث من دمشق ہم خيار عباد الله الاولين والاخرين۔ یعنی یہ لشکر دمشق سے اٹھے گا اور اولین و آخرین میں اللہ  
کے بندوں میں سے افضل ترین بندے ہوں گے، اور ابن حجر یز کی روایت میں ہے کہ خیر فوار من تظلل السماء  
فوارس من قیس یخرجون من غوطۃ دمشق یقاتلون الدجال: (۱)

(۲۲۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ  
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي وَقَاصٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَقَاتِلُونَ  
جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ يُقَاتِلُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ يُقَاتِلُونَ الدَّجَالَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ قَالَ  
جَابِرٌ فَمَا يَخْرُجُ الدَّجَالُ حَتَّى تُفْتَحَ الرُّومُ.

### ترجمہ حدیث: مسلمان کے لیے فتوحات کی بشارت

حضرت نافع بن عتبہ بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ جزیرۃ العرب  
میں قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں فتح عطا کرے گا پھر تم لوگ روم یعنی نصاریٰ کے ساتھ قتال کرو گے اللہ تعالیٰ اس میں بھی  
کامیابی عطا فرمائے گا پھر تم لوگ دجال کے ساتھ جنگ کرو گے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا، حضرت جابر بن  
سمرہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال فتح روم سے قبل نہ نکلے گا (بلکہ روم فتح ہونے کے بعد ہی نکلے گا)

### تشریح حدیث: جزیرۃ العرب سے قتال اور مسلمانوں کی فتح:

عالم عرب کا وہ خطہ جس کو جزیرۃ العرب سے تعبیر کیا جاتا ہے قدیم جغرافیہ والوں کے مطابق نجد حجاز (جن کے  
دو مقدس شہر مکہ اور مدینہ ہیں) یمامہ، یمن اور عروص پر مشتمل ہے اس خطہ کے جنوب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج عربی، اور  
خلیج عمان اور مغرب میں بحر احمر ہے، اس کے شمال میں دریائے فرات اس طرح بہتا ہے کہ اس خطے کے اس تنہا شمالی خٹکی  
کے سرے کو بہت حد تک کاٹ دیتا ہے اور اس درجہ سے گویا یہ خطہ مجازاً جزیرۃ العرب کہلاتا ہے ورنہ اصل کے اعتبار سے یہ  
خطہ جزیرہ نمائے عرب سے موسوم کیا جاتا ہے ویسے اہل عرب جزیرہ نما کو بھی توسعاً جزیرہ کہہ دیا کرتے ہیں۔

(۱) مختصر تاریخ دمشق: ۲/۵ باب غناء اہل دمشق فی الملاحم

قوله: يقاتلون جزيرة العرب؛ تم جزيرة العرب سے جنگ کرو گے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت میری زندگی میں جزيرة العرب کے جو علاقے اسلام کی روشنی سے محروم رہ گئے ہیں، میرے بعد ان کی تاریکی بھی ختم ہو جائے گی کچھ علاقے تبلیغ و اشاعت اسلام کے ذریعہ اسلام کفر کے اندھیرے سے باہر نکل آئیں گے، اور باقی علاقے کے لوگوں سے تم جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کے ذریعہ فتح پاؤ گے، اس کے بعد پھر فارس کی مملکت ایران وغیرہ سے جنگ کرو گے اس میں بھی اللہ رب العزت فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا پھر تمہارے ہاتھ روم فتح ہوگا اس طرح ہر چار طرف اسلام کا جھنڈا سر بلند ہو جائے گا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ پورے جزيرة العرب میں ایک بھی کافر باقی نہ رہے گا جزيرة العرب صرف اسلام اور مسلمانوں سے معمور ہوگا۔

قوله: ثم يقاتلون الدجال: پھر اخیر میں تم دجال کذاب سے جنگ کرو گے اس کا مطلب یہ ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اپنی طلسماتی طاقت اور مکر و فریب کے ذریعہ بڑی اودھم مچائے گا اور کچھ ملکوں اور علاقوں پر قابو پائے گا لیکن جب تم اس کے مقابلے پر نکل کھڑے ہوؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس کو مقہور و مغلوب کر دے گا اور جو ملک اور علاقہ اس کے قبضہ میں چلا گیا ہوگا وہ دوبارہ تمہارے تسلط اور قبضہ میں آجائے گا نیز وہ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں باب لد پر ہلاک ہو جائے گا جو مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اتریں گے اس ارشاد گرامی میں رسول اکرم ﷺ نے خطاب تو حضرات صحابہ کرام سے فرمایا لیکن اصل روئے سخن اور زمام گفتگو امت کی طرف تھا۔

(۳۲۱۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ سَفْيَانَ بْنِ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُونِيِّ وَقَالَ الْوَلِيدُ يَزِيدُ بْنُ قُطَيْبَةَ عَنْ أَبِي بَخْرِيَّةٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرَى وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَخُرُوجُ الدَّجَالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ملحمہ کبریٰ، قسطنطنیہ کی فتح، اور دجال کا خروج سب کے سب سات ماہ کے اندر ہو جائیں گے۔

تشریح حدیث: ملحمہ کبریٰ (جنگ عظیم سے مراد)

ملحمہ کبریٰ یعنی جنگ عظیم سے کیا مراد ہے بعض حضرات کے نزدیک اس سے وہ لڑائی ہے کہ جب لڑائی سے خاتمہ پر لوگ اپنے عزیز و اقارب کے جانی نقصانات کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ سو میں سے صرف ایک زندہ بچا ہے اور باقی

سب موت کے آغوش میں چلے گئے ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس جنگ عظیم سے مراد وہ اس شہر کی فتح ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اسمائے الہی کی برکت سے بلاکشت و خون فتح ہو جائے گی۔ حضرات شراح کرام نے لکھا ہے کہ ملحمہ کبری علامت ہے فتح قسطنطنیہ علامت ہے خروج دجال کی، اور خروج دجال علامت ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور نزول عیسیٰ علامت ہے قتل دجال کے خاتمہ کی اور قیامت کے واقع ہونے کا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنگ عظیم فتح قسطنطنیہ، اور خروج دجال یہ سب کے سب سات ماہ کے اندر ہو جائیں گے۔  
(۴۲۱۹) حَدَّثَنَا مُؤَيَّدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ ابْنِ أَبِي بَلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ مِائِينَ وَتُخْرَجُ الدَّجَالُ فِي السَّابِعَةِ.

ترجمہ حدیث: جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان کا فاصلہ:

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ عظیم اور مذکورہ شہر یعنی قسطنطنیہ کے فتح ہونے کے درمیان کی مدت چھ سال ہوگی اور ساتویں سال میں دجال نکلے گا۔

تشریح حدیث: ایک اعتراض اور اس کا جواب:

حدیث شریف کا مطلب تو بالکل واضح ہے یہاں ایک اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال یہ تینوں کام سات سال کے اندر ہوں گے ساتوے سال دجال کا خروج ہوگا، جبکہ ازیں قبل جو روایت حضرت معاذ بن جبلؓ کی گزری ہے اس میں صراحت ہے کہ مذکورہ تینوں کام سات ماہ کے اندر ہو جائیں گے سات سال اور سات ماہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، لہذا ان دونوں میں تطبیق کس طرح دی جائے گی؟  
حضرات شراح کرام نے اس اعتراض کے متعدد جوابات دئے ہیں جو ذیل میں چند جواب سپرد قراں ہیں۔

- (۱) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ هذا اصح من حدیث عیسیٰ یعنی گویا امام ابوداؤد دوسری حدیث جس میں سات سال مذکور ہیں اس کو رائج قرار دے رہے ہیں اور سات ماہ والی روایت کو مرجوح قرار دے رہے ہیں۔
- (۲) پہلی روایت جس میں سات ماہ مذکور ہیں لڑائی کا اختتام مراد ہے یعنی لڑائی کی انتہاء اور فتح قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں سات ماہ لگ جائیں گے یعنی چھ ماہ کا فصل ہوگا اور ساتویں ماہ میں فتح کی تکمیل ہو جائے گی، دوسری حدیث جس میں سات سال مذکور ہیں اس میں ملحمہ کی ابتداء مراد لی جائے کہ لڑائی شروع ہونے کے بعد اس کے اختتام میں چھ سال لگ جائیں گے اور ساتویں سال میں فتح ہوگی۔

(۳) ملا علی قاری نے دوسری طرح دونوں کو جمع کیا ہے بایں طور کہ دونوں حدیثوں میں ملحمہ سے مراد الگ الگ ہے پہلی حدیث میں ملحمہ کبریٰ مراد ہے، اور دوسری حدیث میں ملحمہ سے مراد کوئی دوسری ملحمہ مراد ہے، حدیث شریف میں دو اسرار و ملائم کا تواتر اور تسلسل مذکور ہے۔

(۳۲۲۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَغْفُوبَ الْخَنِينِيُّ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ أَدْنَى مَسَاحِجِ الْمُسْلِمِينَ بَنُو لَاءِ ثُمَّ قَالَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ قَالَ بِأَبِي وَأُمِّي قَالَ إِنَّكُمْ سَتَقَاتِلُونَ بَنِي الْأَصْغَرِ وَيَقَاتِلُهُمُ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِكُمْ حَتَّى تَخْرُجَ لَهُمْ زَوْقَةُ الْإِسْلَامِ أَهْلُ الْحِجَازِ الَّذِينَ لَا يَخَافُونَ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَئِيمَةً فَيَقْتَتِلُونَ الْقُسْطَنَظِينِيَّةَ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ فَيَصِيبُونَ غَنَائِمَ لَمْ يَصِيبُوا مِثْلَهَا حَتَّى يَقْتَسِمُوا بِالْأَثَرِ مَسَّةً وَيَأْتِي آتٍ فَيَقُولُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَرَجَ فِي بِلَادِكُمْ أَلَا وَهِيَ كَذِبَةٌ فَلَا تَخْذُلُوا قَادِمًا وَالتَّارِكًا بَادِمًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمانوں کا نزدیک ترین مورچہ والا بولاء نامی مقام میں ہوگا، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے علی! اے علی! حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں (کیا حکم ہے اے اللہ کے رسول!) آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم بنی اصغر یعنی رومیوں سے قتال کرو گے، اور تمہارے بعد والے بھی انہیں سے قتال کریں گے، یہاں تک کہ اہل حجاز بھی ان سے جنگ کے لیے نکلیں گے جو اسلام کے رونق ہیں، جو اللہ کے معاملہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے ہیں یہ سب (بلا کشت و خون) محض تکبیر و تسبیح کہتے ہوئے قسطنطنیہ فتح کریں گے، اور انہیں اس قدر زیادہ مال غنیمت حاصل ہوگا اس سے قبل کبھی بھی اتنا زیادہ مال غنیمت حاصل نہ ہوا ہوگا یہاں تک کہ وہ اہل بیت بھر بھر کر مال غنیمت تقسیم کریں گے، اتنے میں کوئی شخص آ کر خبر دے گا کہ وہاں تمہارے شہروں سے نکل چکا ہے حالانکہ یہ خبر جھوٹی ہوگی اس لیے مال غنیمت لینے والا بھی شرمندہ ہوگا اور نہ لینے والا بھی نادوم و پشیمان ہوگا۔

تشریح حدیث:

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے چنانچہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں لکھتے ہیں کہ قلت و لهذا موضوع اقته كثير هذا (۱)



قوله: من صالح المسلمين: صالح مسلحة کی جمع ہے المسلحة قوم یہ حفظون الثغور من العدو لاہم  
یکونون ذوی سلاح، اولانہم یسکنون المسلحة وہی الثغور والمرقب، یکون فیہ اقطرم یرقبون العدو ولا  
یطرقہم علی غفلة، فاذا راوه اعلمو اصحابہم لیتاہبوا الہ.

قوله: بیولا: نہا یہ میں ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں اعرابی لوگ حجاج کرام کے ساز و سامان کو  
چراتے تھے۔

قوله: بنی الاصفرو: بنی اصفرو سے مراد رومی ہیں اور رومیوں کو بنی اصفرو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا ابا اول اصف  
اللون تھا، جن کا نام روم بن عیسو، بن اسحاق بن ابراہیم، علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ان کے دادا روم بن عیسو نے حبشہ  
کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی تھی اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بیاض و سواد کے درمیان تھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ لشکر نے  
ان کے ملک پر حملہ کیا اور غالب آگیا تو لشکر والوں نے ان کی عورتوں سے صحبت کیا جس کی وجہ سے اس گھر میں بچہ پیدا ہوا۔  
امام نووی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو اصفرو بن روم بن عیسو کی طرف منسوب کیا ہے۔ (۱)

قوله: روقۃ الاسلام: ای خیار المسلمین: اچھے چنیدہ مسلمان، اسلام روق مسلمان، جمع رائق راق الشیء سے  
ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ خالص ہو جائے، اذا صفا وخلص: ویقال لو احد وجمع کغلام روقۃ  
وغلمان روقۃ۔

(۳۲۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي يَسْرُ  
بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ هَذَانِ فَيَغْدِرُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ إِلَيْكُمْ فِي  
ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمہ حدیث: رومیوں سے مصالحت اور غدر

حضرت عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اور رومیوں کے درمیان  
مصالحت ہوگی، پھر وہ رومی تمہارے ساتھ عہد شکنی اور بد عہدی کریں گے پھر وہ رومی تمہارے ساتھ جنگ کے لیے اسی  
جھنڈوں کے تلے نکلیں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی (یعنی کل فوجیوں کی تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی)  
تشریح حدیث:

قوله: بنی الاصفرو: بنی اصفرو رومیوں کو کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ لوگ جس نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس کے جدا علی روم

بن عیسٰی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا رنگ زردی مائل بہ سفیدی تھا، اور یہی جسمانی رنگ عام طور سے پوری قوم میں پائی جاتی تھی۔

قولہ: غایۃ: غایت اسی نشان یا جھنڈے کو کہتے ہیں جو فوجی سرداروں کے ساتھ ان کے دستوں اور لشکروں کی علامت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں یہ لفظ غایۃ یا کے بجائے غایۃ: با کے ساتھ منقول ہے جس کے معنی جنگل اور درختوں کے جھنڈے کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ نشان اور جھنڈوں کی کثرت کی وجہ سے اس لشکر کو درختوں کے جھنڈوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور لشکر والوں کی تعداد ذکر کرنے کا مقصود لاؤ لشکر کی زیادتی کو بیان کرنا ہے۔ واللہ اعلم

### (۱۴۷۶) بَابُ الشَّرْكِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمرو بن تغلبہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں اس باب میں ترکوں سے جنگ کرنے کے متعلق احادیث مذکور ہیں اس باب کی احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے ان کی علامت تک کو بیان کر دیا ہے۔ کہ وہ لوگ کیسے ہوں گے اور ان کی صفات کس طرح ہوں گی۔

(۳۲۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَنْبَغِي بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا يَبْعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِبَاغًا زَالِيًا غَيْنًا.

### ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایسی قوم سے نہ لڑو گے جن کے چہل بالوں کے ہوں گے، اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم ایسی قوم سے لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔  
تشریح حدیث:

قیامت واقع ہونے سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا، اب رہا یہ سوال کہ ترک کون لوگ ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں اور نوح کے بیٹے سام کی اولاد میں عرب ہیں اور حام سے حبشہ ہیں۔ یہاں حدیث پاک میں ترک سے مراد وہ ہیں جن کو تار کہا جاتا ہے جو صحرائے گوبی اور اس سے شمال کے علاقوں قزاقرستان وغیرہ میں قیام پذیر ہیں، کیوں کہ احادیث مبارکہ میں جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ ان ہی پر صادق آتے ہیں اور اس وقت جو ترکی میں رہنے والے لوگ ہیں وہ اس حدیث شریف کے مصداق نہیں ہیں کیوں ان کی صورت و شکل اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ تو اچھی شکل و صورت کے مالک ہوتے ہیں۔

## قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم لوگ ترکوں کے ساتھ جنگ نہیں کر لو گے قیامت قائم نہیں ہوگی پھر آپ نے بقاعدہ ان ترکوں کا حلیہ اور صفات و علامت بھی بیان فرمائی، چنانچہ آپ نے ان کی علامت اور پہچان بتاتے ہوئے فرمایا۔

قولہ: نعالہم الشعر: ان کے جوتے اور چپل بالوں والے ہوں گے لفظی ترجمہ تو یہ ہوگا ان کی چپل بال ہیں۔ اب حدیث شریف کے اس جملہ مبارکہ کا کیا مطلب ہے اس میں حضرات شراح کا اختلاف ہے۔

(۱) ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جوتے بالدار غیر مدبوغ چمڑے کے ہوں گے۔  
(۲) قاضی عیاض المالکی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بالوں سے سوت اور رسی پکائیں گے پھر اس رسی سے جوتے اور کپڑے بنا کر پہنیں گے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے بدن پر بہت زیادہ گھنے اور لمبے بال ہوں گے اور وہ لمبے بال بدن پر لٹکنے کی وجہ سے لباس جیسا معلوم ہوگا اور پیر تک آکر گرنے کی وجہ سے چپل جیسے معلوم ہوگا۔

(۴) حضرت محدث گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جوتے ایسے چمڑے کے ہوں گے جس سے بال نہیں اتارے گئے ہوں گے کیوں کہ وہ اہل شہر اور اہل تہذیب و تمدن سے عاری ہوں گے، اس لیے چمڑے سے بال اتارے بغیر چپل بنا کر پہنیں گے۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالپوری نے قول نمبر ۳ اور قول نمبر ۲ کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے اور قول نمبر ۳ کو محض ایک لطیفہ قرار دیا ہے۔

قولہ: صغار الاعین: ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور آنے والی روایت میں اور مزید علامت بیان کی گئی ہے مثلاً: کان وجوہہم کالمجان الطرقة۔ کہ ان کے چہرے گویا ڈھال کی طرح ہوں گے جو تہہ بہ تہہ ہوں گے نیز حدیث شریف میں ذلف الانوف کا لفظ بھی آیا ہے یعنی ان کی ناکیں چبلی ہوں گی۔

حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ترکوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ امت مسلمہ ہیں اب وہ اس حدیث کا مصداق نہیں، صرف ان کے کفار اس حدیث کے مصداق ہیں، اور ان کے ساتھ امت مسلمہ کو جنگ لڑنی ہوگی اور وہ اس امت کے لیے بڑا فتنہ بنیں گے (۱)

(۴۲۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي إِثْرِفَادٍ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارُ الْأَعْيُنِ ذُلْفُ

الانوف كان وجوههم الميجان المطرقة ولا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما يعالهم الشعر.

ترجمہ حدیث: چھوٹی آنکھوں والے اور چھٹی ناکوں والوں کے ساتھ قتال:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چھٹی ہوں گی گویا ان کے چہرے تہہ بترہ چڑا چڑھائی ڈھالیں ہیں اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے چہل بال ہیں، (یعنی بالوں والے چہرے کے ہیں) تشریح حدیث:

كان وجوههم الميجان المطرقة: الميجان بكسر الميم، ڈھال جمع ميجان بفتح الميم المطرقة اسم مفعول کا میضہ ہے اطرق الشئ بالجلد ونحوہ چڑا وغیرہ چڑھانا ایک چیز کے حصوں کو ملا دینا، اور ایک روایت میں مطرقة ہے طرق الشئ کے معنی ہیں اچھی طرح کوٹنا پیٹنا، پس دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے منہ کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے گولائی اور پھلے ہونے میں، کہ ان کے منہ ڈھال کے مانند گول اور پھلے ہوں گے، گوشت سے بھرے ہوئے ہوں اور موٹائی میں مطرقة کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ ان کے منہ گوشت سے بھرے ہوئے اور موٹا ہونے کی وجہ سے اس ڈھال کی مانند ہوں گے جس پر تہہ بترہ چڑا چڑھادیا گیا ہو۔

دو قوم کی حالت کا بیان ہے یا ایک قوم کی:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس قوم کے چہرے ڈھال کی مانند ہوں گے وہ اس قوم کے علاوہ ہیں جن کے جو تہ بال کے ہوں گے کیوں کہ رسول اکرمؐ نے ان کو الگ الگ مستقل کلام میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ اس کی تائید و توثیق بخاری شریف کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے: لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا الترك صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانوف، كان وجوههم الميجان المطرقة ولا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما يعالهم الشعر (۱) اس حدیث کی وجہ سے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ كان وجوههم الميجان المطرقة سے مراد ترک ہیں اور قوما يعالهم الشعر سے مراد اصحاب بابک الخرمی ہیں، اسماعیل نے محمد بن عباد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ قال: بلغني ان اصحاب بابك كانت لعالمهم الشعر يزنادونه كافرقة ہے جو محررات کو مباح جانتے ہیں یہ فرقہ ۲۰۱ء میں ظاہر ہوا تھا ۲۲۲ء میں مقتول ہوا۔

لیکن مسلم شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم بالوں کے جو تہ پہنیں گی ان ہی کے چہرے چڑا چڑھادیا ہوا ڈھال کی مانند ہوں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قوم ہیں الگ الگ دو قوم نہیں ہیں قال: رسول اللہ ﷺ و لهم لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون الترك قوما وجوههم كالميعان المطرقة يلبسون الشعر،

ویمشون فی الشعر، معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی قوم ہیں الگ الگ نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ بال جوتے اور لباس ترک اور غیر ترک میں مشترک ہوں گے پس اس کو کبھی ترک علامت کے طور پر ذکر کیا گیا، اور کبھی دوسری قوم کی علامت کے طور پر ذکر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

## قتال ترک ہو چکا ہے یا باقی ہے:

حدیث باب میں جن علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور جن کے ساتھ قتال کو علامت قیامت شمار کیا گیا ہے متفقین علماء کے نزدیک وہ علامات بعیدہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے ہو چکا ہے اور حدیث بالا میں جس قوم سے مسلمانوں کی جنگ کی خبر دی گئی ہے وہ تاتاری فتنہ ہے جو ترکستان سے قہر الہی بن کر اٹھا تھا اور پورے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کی علامت جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا وہ سب کی سب فتنہ تاتار میں موجود تھیں یہ خطرناک اور بھیانک فتنہ ۶۵۶ھ میں اپنے عروج و شباب پر پہنچا جبکہ تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کا عبرتناک سانحہ پیش آیا اور انہوں نے بنو عباس کے آخری خلیفہ معتمد باللہ کو قتل کر ڈالا، اور عالم کے بیشتر علاقے ان کے زد میں آ کر زیر و زبر ہو گئے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مشہور محدث امام نووی شارح مسلم موجود تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے کیوں کہ امام نووی کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ میں ہوئی اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی علامہ موصوف اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ سب پیشین گوئیاں رسول اکرم ﷺ کا معجزہ ہیں کیوں کہ فی زمانہ ان لوگوں سے جنگ ہو رہی ہے اور جو علامات و صفات رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی وہ سب کے سب ان میں موجود ہیں، آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، ناکیں چھوٹی اور چوٹی، چہرے ڈھال کی طرح چوڑے جن پر تہہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، بالوں والیں جوتے پہنیں ہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام صفات ہمارے زمانہ میں موجود ہیں مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی ہے اور اب بھی ان کی جنگ جاری ہے ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ مولائے کریم مسلمانوں کے حق میں بہر حال انجام پتر کرے۔ (نووی: ۲/۳۹۵)

(۳۲۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ

عُمَرَوِ بْنِ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا عَرَضَ الْوُجُوهُ

كَأَنَّ وَجُوهُهُمْ الْمَجَانُ الْمَطْرَقَةُ وَإِنْ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا يَنْتَعِلُونَ الشَّعْرَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمرو بن تغلب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی علامت میں سے

ایک علامت یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، گویا ان کے چہرے ڈھالیں ہیں جن پر تہ بتہ چمڑا چڑھا دیا ہو، اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔

تَرْجُومَہ حدیث: بقدم شرح الحديث قبل ذلك

(۴۲۲۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَوْفَةَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِبَاغَ الْأَغْنِ عَرَاضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ أَعْيُنَهُمْ حَذَقُ الْجَرَادِ كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ الْمَجَانُ الْمَطْرَقَةُ يَنْتَعِلُونَ الشَّعْرَ . وَيَتَخَذُونَ الدَّرَقَ يَزْبُطُونَ خَيْلَهُمْ بِالنَّخْلِ .

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے چوڑے ہوں گے ان کی آنکھیں گویا بٹری کی آنکھیں ہوں گی اور ان کے چہرے گویا تہ بتہ چمڑا چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں، بال کے جوتے پہنیں گے، اور ڈھال بنا لیں گے، اور اپنے گھوڑے کجور کے درخت سے باندھیں گے۔

تَرْجُومَہ حدیث:

قوله: حَذَقُ الْجَرَادِ: حَذَقُ الْمَرِيضِ وَنَحْوِهِ، بَيَارُ غَيْرِهِ كَادُونُ أَنْكَبِيسٍ كُحْرَانَا، حَذَقُ الشَّيْءِ بَعَيْنِيهِ: دِيكُنَا حَذَقُ فَلَانَا حَذَقًا: أَنْكَبِيسٍ كِي سِيَاهِي پَر مَارْنَا، (۱) الْجَرَادُ: طَائِفٌ مَشْهُورٌ - بْطِي .  
قوله: الدَّرَقُ: چمڑے کی ڈھال جس میں لکڑی نہ ہو، اور نہ پستہ ہو، الدَّرَقَةُ وَاحِدٌ جَمْعُ دَرَقٍ اور جَمْعُ الْجَمْعِ الدَّرَاقُ وَدِرَاقٌ - حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں۔

☆☆☆





## کتاب الزہد

الزہد: مذہبیت، خدا ترسی، عبادت گزاری، ترک دینا، دنیا سے کنارہ کشی اور بے رغبتی زہد یزہد (سمع) زہدا وزہادۃ فیہ وعنه۔ کسی چیز کو حقارت یا بے رغبتی یا اس سے پریشانی کی وجہ سے چھوڑنا، الگ ہونا، زہد فی الدنیا تارک الدنیا ہونا دنیا سے بے رغبت ہونا، دنیا کی حلال چیزوں کو مجاہدہ و مواخذہ کے خوف سے چھوڑنا اور حرام چیزوں کو سزا کے خوف سے چھوڑنا۔  
الزہاد: عبادت گزار، تارک الدنیا، خدا رسیدہ (۱) صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ هو ضد الرغبة زہد رغبت کی ضد ہے یہاں مراد یہ ہے کہ کتاب سنت کے مطابق دنیا کی رغبتوں کو چھوڑنا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا، دنیاوی لذات سے الگ تھلک رہنا، صاحب کتاب امام ابن ماجہ نے کتاب الزہد کے تحت کل انتالیس ابواب ذکر کئے ہیں جو تفصیل کے ساتھ ذیل میں آرہے ہیں۔

### (۱۲۷۷) باب الزہد فی الدنیا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ، صحابی رسول حضرت ابو خلاؓ، حضرت بھل بن سعدؓ، حضرت سرہ بن سہم اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں زہد فی الدنیا کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حقیقت میں زہد فی الدنیا کیا ہے؟ اور دنیا کی کنارہ کشی کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

(۴۲۲۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الزَّهَادُ فِي الدُّنْيَا بِتَخْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنْ الزَّهَادُ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْ تَكُونَ بِمَا فِي يَدِ اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَصَابَتْ بِهَا أَرْغَبَ مِنْكَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أَبْقِيَتْ لَكَ قَالَ هِشَامُ كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ يَقُولُ مِثْلَ هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْأَحَادِيثِ كَمِثْلِ الْإِبْرِيزِ فِي الذَّهَبِ.

ترجمہ حدیث: حقیقی تارک الدنیا:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ آدمی حلال چیز کو

اپنے اوپر حرام کر لے اور نہ یہ ہے کہ اپنا مال ضائع کر دے، لیکن زہد فی الدنیا درحقیقت یہ ہے کہ آدمی اس مال پر جو اس کے قبضہ میں ہے اس سے زیادہ اعتماد و بھروسہ نہ ہو جتنا اس مال پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ تم دنیا میں مصیبت کے ثواب میں رہو، یعنی جب کوئی مصیبت آئے تو اس سے زیادہ خوش ہو بنسبت اس کے کہ مصیبت نہ آئے دنیا میں، اور آخرت کے لیے انکار کی جائے۔ حدیث شریف کے راوی ہشام نے کہا کہ ابو ادریس خولانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اور حدیثوں میں اسی طرح ہے جیسے کندن سونے میں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں حقیقی تارک الدنیا اور زہد فی الدنیا کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ زہد فی الدنیا اور دنیا سے کنارہ کشی یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی جانب سے حلال کردہ چیزوں کو استعمال کرنا چھوڑ دے اور ان کو اپنے اوپر حرام کر لے، مثلاً گوشت، حلواء اور میوہ کھانا ترک کر دے، اسی طرح نئے کپڑوں کا استعمال چھوڑ دے، اور شادی بیاہ سے دوری اختیار کر لے اور اسی کو زہد فی الدنیا سمجھ بیٹھے تو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ہرگز ہرگز زہد فی الدنیا نہیں ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت والجلال نے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۹﴾ اے ایمان والو! جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ رب العزت نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے ان کو حرام نہ کرو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قولہ: وَلَا فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ: اسی طرح مال کو برباد کرنا اسکو ضائع کرنا یہ بھی کوئی دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی نہیں ہے مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کہ مال ایمان کے لیے مضرب اور فتنہ ہے لہذا اس کو سمندر میں ڈال دیا، یا نذر آتش کر دیا یا غنی اور فقیر میں امتیاز کے بغیر لوگوں کو دے دیا تو یہ زہد فی الدنیا نہیں ہے بلکہ زہد فی الدنیا درحقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال و دولت کی شکل میں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی حاجت و ضرورت کے بقدر روکے رکھے اور باقیہ کو راہ خدا میں صدقہ کر کے اللہ رب العزت کا قرب حاصل کر لے۔

بخاری مسلم میں ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ بغرض عیادت ان کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ سے اپنے مال کے دو ثلث صدقہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو آپ نے فرمایا نہیں، پھر آپ نے فرمایا ایک تہائی مال صدقہ کر سکتے ہو اور یہ بھی زیادہ ہے سنو! تم اپنے ورثاء کو اغنیاء چھوڑ دو یہ بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے کا سہ گدائی لیے پھرے۔

قولہ: اَرِغِبْ مِنْكَ فِيهَا: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی مصیبت اور آزمائش نَسْمِلُ الْحَاجَّةَ



ہوتی ہے اللہ پاک اس پر مومن کو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی کاشا بھی مومن کو چھتا ہے تو اس پر بھی اللہ رب العزت اجر عطا فرماتا ہے اس لیے مومن کو چاہئے کہ اگر کوئی مصیبت و بلاء آئے تو اس کو خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ تحمل کرے اور اللہ کی تقدیر پر خوش اور راضی رہے اللہ تعالیٰ اپنے مقرب اور محبوب بندے ہی کو آزما تا ہے مصیبت پر دایلا نہ چائے بلکہ عدم مصیبت کے مقابلہ میں وجود مصیبت پر شاداں رہے، کیوں کہ یہ اجر و ثواب اور آخرت میں ترقی درجات کا باعث ہے، نیز مصائب و آلام مومن کے گناہوں کے لیے کفارہ بھی ہیں لہذا مصائب پر جزع فزع نہ کرے، بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ: رَأْسُ الزَّهَادِ جَمْعُ الْأَشْيَاءِ بِحَقِّهَا، وَوَضْعُهَا فِي حَقِّهَا سَفِيَانٌ ثَوْرِيٌّ فَرَمَاتِے ہیں کہ الزهد فی الدنیا قصر الامل، لیس باکل الغلیظ، ولا یلبس العباء

مردی ہے کہ ایک اعرابی نے بصری کے لوگوں سے دریافت کیا ہے کہ من سید القوم فی بلدکم؟ تمہارے شہر میں قوم کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حسن بصریؒ اس نے پوچھا، کس طرح وہ لوگوں کے سردار ہو گئے؟ جواب دیا کہ لوگ ان کے علم المعرفت کے محتاج ہیں اور وہ ان کے دنیاوی مال و دولت سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔

حدیث ہذا کا حکم:

حضرات ائمہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس کی سند کمزور ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۲۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ أَبِي خَلَادٍ وَكَانَتْ لَهُ ضَخْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ أُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقَلَّةَ مَنْطِقٍ فَأَقْبِرْ بَوَائِمَهُ فَإِنَّهُ يُلْقَى الْحِكْمَةَ.

ترجمہ حدیث:

صحابی رسول حضرت ابوخلادؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اس کو عطا کیا گیا ہے اور وہ کم گو ہے، تو اس سے قربت اختیار کرو، (اس کی صحبت میں رہو) کیوں کہ حکمت و دانائی (اس کے دل میں) ڈالی جائے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس بندے کو زہد فی الدنیا کی نعمت سے سرفراز کیا اور قلت کلام اور کم گویائی کی دولت سے مالا مال کیا اس کی صحبت میں رہنا چاہئے کیوں کہ اللہ پاک اس کے دل میں حکمت اور دانائی کی بات القاء فرمائیں گے تو اس سے اس کو بھی فائدہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي الشَّفَرِ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عُبَادٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَمْرٍو الْقُرَشِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ الْقُرَشِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَدَ فِي الدُّنْيَا لِحَبِّكَ اللَّهُ وَأَزْهَدُ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يَحْبُوكُ.

ترجمہ حدیث: اللہ اور لوگوں کی نظروں میں محبوب بننے کا اکیسر نسخہ:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ جب میں اس پر عمل کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز اور مستغنی ہو جا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔

تشریح حدیث:

تاریخین نے لکھا ہے کہ کسی چیز کی طرف خواہش و میلان نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں اور کامل زہد یہ ہے کہ دنیا کی لذات بھرنے کے باوجود ان سے بے رغبتی اختیار کی جائے، چنانچہ بعض حضرات سے منقول ہے کہ اس شخص کے بارے میں زہد مقصود نہیں ہو سکتا ہے جو نہ مال و دولت رکھتا ہو اور نہ ہی جاہ و حشم کا مالک ہو بلکہ درحقیقت زہاد وہی شخص ہے جو مال و دولت اور جاہ و حشم کے باوجود ان کی لذات سے کنارہ کشی اور بے رغبتی اختیار کرے، مروی ہے کہ کسی شخص نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یازہد کہا کہ مخاطب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زہاد تو بس حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ تھے جن کے دامن میں دنیا کے انبار تھے اور مال و دولت کی بہتات تھی اس کے باوجود دنیاوی لذات سے دور رہتے تھے ہمارے پاس کیا رکھا ہے کہ ہم زہد اختیار کریں، حاصل یہ ہے کہ دراصل زہد یہ ہے کہ لوازمات دنیا میں کھانے پینے اور پہننے کی فراوانی کے باوجود بقدر ضرورت پر قناعت کی جائے، اور فضولیات کو ترک کیا جائے۔

(۴۲۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْمُودَ بْنِ سَهْمٍ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ نَزَلَتْ عَلَى أَبِي هَاشِمٍ بِنِ عَثْبَةَ وَهُوَ طَلْعِينٌ فَأَتَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَبَضَتْهُ فَقَالَتْ يَا هَاشِمُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ مَا يَبْكِيكَ أَيُّ خَالٍ أَوْ جَعٍ يُشِيرُكَ أَمْ عَلَى الدُّنْيَا فَقَدْ ذَهَبَ صَفْوُهَا قَالَ عَلَى كُلِّ لَوْ لَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَهْدَ إِلَيَّ عَهْدًا وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ تَبِعْتُهُ قَالَ إِنَّكَ لَعَلَّكَ تُذَرِّكُ أَمْوَالًا تُقْسَمُ بَيْنَ أَقْرَامٍ وَالْمَا يَكْفِيكَ مِنْ ذَلِكَ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَذَرَكَ فَجَمَعْتُ

## ترجمہ حدیث:

حضرت سمرہ بن سہم سے روایت ہے (جو ان ہی کی قوم کا ایک شخص ہے) کہ میں ابو ہاشم بن عتبہ کے پاس گیا ان کو برچھالگا تھا چنانچہ حضرت معاویہؓ ان کی خدمت میں بغرض عیادت تشریف لائے تو ابو ہاشم رونے لگے تو حضرت معاویہؓ نے عرض کیا اے ماموں جان! آپ کیوں رورہے ہو، آیا درد کی شدت آپ کو بے چین کر رہی ہے یا دنیا کا رنج و غم؟ تو اس کا عمدہ حصہ تو گزر گیا ہے (اور خراب حصہ باقی رہا تو پھر اس کا کیا رنج ہے؟) ابو ہاشم نے کہا میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کے لیے نہیں روتا لیکن رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو ایک نصیحت کی تھی میری تمنا یہ ہے کہ کاش میں اس پر عمل کر لیا ہوتا، آپ نے فرمایا شاید تم ایسا زمانہ پاؤ جب لوگ قوموں کے درمیان مالوں کو تقسیم کریں گے تو اس وقت تجھ کو دنیا کے مالوں میں سے صرف ایک خادم اور ایک سواری اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لیے کافی ہے لیکن میں نے دنیا کے مال کو پایا اور جمع کیا۔

تشریح حدیث:

قوله: اوجع نشتزک: يشترک اى يقلقك يعنى کیا آپ کو درد کی شدت پریشان کر رہی ہے جس کے سبب رورہے ہیں یا پھر دنیا کا رنج و غم آپ کو ستا رہا ہے جس کی وجہ سے آپ اٹکبار ہیں۔

قوله: عهد الى عهد اى او صانئ: يعنى رسول اکرم ﷺ نے مجھے ایک نصیحت اور ایک وصیت کی تھی لیکن انہوں نے اس پر عمل نہ کر سکا جس کا رنج و غم مجھے اس وقت بے چین کر رہا ہے اور اس پر رورہا ہوں اور وہ وصیت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم ایک زمانہ ایسا پاؤ گے کہ تم لوگوں میں مالوں کو تقسیم کرو گے تو یاد رکھو! اس وقت تمہارے لیے صرف ایک خادم اور سواری کافی ہے جس پر سوار ہو کر تم راہ خدا میں اعداء اسلام سے قتال و جہاد کرو، لیکن میں نے دنیا کے مالوں کو پایا اور اس کو جمع کیا اور آپ کی وصیت پر عمل پیرا نہ ہو سکا جس کا غم آج مجھے مایہ بے آب کی طرح مضطرب کر رہا ہے اور اس فکر و سوچ میں رورہا ہوں اور وصیت پر عمل نہ کرنے کے سبب آنسو بہا رہا ہوں۔

## حدیث کا حکم:

محدثین کے نزدیک یہ حدیث درجہ حسن کی ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۳۰) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ قَالَ اشْتَكَيْ سُلَيْمَانُ لِعَادَهُ سَعْدَ فَرَّاهَ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ سَعْدُ مَا يَبْكِيكَ يَا أَخِي أَلَيْسَ قَدْ صَحَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَلَيْسَ أَلَيْسَ قَالَ سُلَيْمَانُ مَا أَلْبِكِي وَاحِدَةٌ مِنَ اثْنَتَيْنِ مَا أَلْبِكِي حُبًّا لِلدُّنْيَا وَلَا كَرَاهِيَةً لِلْآخِرَةِ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدَ إِلَيَّ عَهْدًا لَمَّا أَرَانِي إِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ قَالَ وَمَا عَهْدُ إِلَيْكَ قَالَ عَهْدُ إِلَيَّ أَنَّهُ يَكْفِي أَحَدَكُمْ مِثْلَ زَادِ الرَّاحِبِ وَلَا أَرَانِي إِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ وَأَمَّا أَنْتَ يَا

سَعِدٌ فَأَتَى اللَّهَ عِنْدَ حُكْمِكَ إِذَا حَكَمْتَ وَعِنْدَ قَسْمِكَ إِذَا قَسَمْتَ وَعِنْدَ هَمِّكَ إِذَا هَمَمْتَ  
قَالَ ثَابِتٌ فَلْيَغْنَى أَنَّهُ مَا تَزُكُّ إِلَّا بِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا مِنْ لَفْقَةٍ كَانَتْ عِنْدَهُ.

(ترجمہ حدیث:)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ بیمار ہوئے تو حضرت سعدؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ رورہے ہیں؟ حضرت سعدؓ نے کہا آپ کیوں رورہے ہیں؟ اے میرے برادر! کیا آپ نے رسول اکرم ﷺ کی محبت نہیں پائی اور شرف صحابیت سے بہرہ ور نہیں ہوئے؟ کیا بات تم میں نہیں ہے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں ان درباتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے بھی نہیں روتا، نہ تو دنیا کی حرص کی وجہ سے بخیل کی راہ سے، اور نہ آخرت کو برا جاننے کی وجہ سے روتا ہوں بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو ایک نصیحت کی تھی اور میں اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں نے تجاوز کیا، حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ نے کیا نصیحت کی تھی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ کو نصیحت کی تھی کہ تم میں سے ایک کو اس قدر دنیا کافی ہے جتنا سوار کو کافی ہوتا ہے لیکن میں اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں نے اس سے تجاوز کیا ہے، اور اے سعد! جب تو کوئی فیصلہ کرے تو اپنے فیصلہ اور حکم کے وقت اللہ سے ڈرنا، اور جب تو تقسیم کرے تو اللہ سے ڈر کر تقسیم کرنا، اور جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اللہ سے ڈر کر قصد کرنا۔  
راوی حدیث حضرت ثابتؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ حضرت سلمانؓ نے صرف بیس یا اس پر کچھ زائد درہم چھوڑے جو ان کے خرچ کے لیے ان کے پاس تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل واضح ہے۔

### (۱۲۷۸) بَابُ الْهَمِّ بِالْذُّنْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابان بن عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی سوچ و فکر کے تمام تر پہلو صرف دنیا کے حصول میں لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پریشان کر دے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی بقدر میں لکھی ہے اور جس نے اپنی سوچ و فکر کی تمام تر صلاحیت کو آخرت کے حصول اور رضاء خداوندی کی طلب میں صرف کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام درست کر دے گا اور دنیا جھک کر اس کے قدموں میں آگرے گی، اس لیے اپنی فکر و سوچ کو آخرت کے لیے صرف کرنی چاہئے دنیا تو نوشتہ تقدیر کے بقدر مل کر رہے گی۔

(۴۲۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبَانَ بْنِ عَثْمَانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ يَنْصُفُ النَّهَارَ قُلْتُ مَا بَعَثَ إِلَيْهِ هَذِهِ السَّاعَةُ إِلَّا لِشَيْءٍ سَأَلَ عَنْهُ فَمَسْأَلُهُ فَقَالَ سَأَلْنَا عَنْ أَشْيَاءَ سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَمَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابان بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے پاس سے لکے، میں نے کہا اس وقت مروان نے زید بن ثابتؓ کو بلا بھیجا ہے تو ضرور کسی چیز کے بارے میں اس سے سوال کرے گا، چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ مروان نے ہم سے چند باتیں معلوم کیں جن کو ہم نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کی سب سے بڑی فکر صرف دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو تفریق کر دے گا اور فقر و فاقہ اس کی نگاہوں کے سامنے کر دے گا، اور دنیا اس کو اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہوگی اور جس کی نیت اصل آخرت کی طرف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کام درست کر دے گا، اور اس کے قلب میں بے نیازی ڈال دے گا، اور دنیا اس کے پاس جھک مار کر آئے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی کا مقصد اعظم دنیا کے حصول اور مال و دولت کے وجہ و منصب کی طلب کو بنالیا، جیسے کا مقصد صرف اور صرف دنیا ہی دنیا ہو اپنا اوڑھنا بچھونا دنیا طلبی کو بنا لے اور آخرت کو بالکل فراموش کر دے اور خدا تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو متفرق کر دیتا ہے اور اس میں اضطراب و بے چینی ڈال دیتا ہے سکون قلبی کی نعمت اس سے سلب کر لیتا ہے اور اس کی نگاہوں کے سامنے فقر و فاقہ اور تنگدستی کر دیتا ہے اور دنیا نوشتہ تقدیر کے بقدر ہی حاصل ہوتی ہے لاکھ جتن کے باوجود دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقدر ہو چکی ہے۔ اس کے برخلاف جس نے اپنی زندگی اور حیات کا مقصد رضائے الہی بنالیا اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اپنی زندگی کے لیل و نہار کو بگاڑ لیا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو درست کر دیتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی و بے نیازی اس کے قلب میں ڈال دیتا ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور مال و دولت کی طرف اس کی نظر قطعاً نہیں ہوتی ہے دنیا کی محبت اس کے دل میں بالکل نہیں ہوتی ہے اور دنیا اس کے پاس جھک مار کر آتی ہے جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اس سے بھاگتی ہے اور جو دنیا سے بھاگتا ہے دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کا واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ جہتہ مسجد میں تشریف فرما تھے کسی نے آپ کو ایک خطیر رقم دینے کی کوشش کی تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ تو اس شخص نے خفیہ طور پر حضرت کے جوتے میں روپیہ ڈال کر چلا گیا جب حضرت نانوتوی نے دیکھا تو فرمایا نانوتوی جس سے بھاگتا ہے وہ جوتے میں ذلیل ہو کر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے مال و دولت سے کنارہ کشی اختیار کرے گا تو دنیا اس کے پاس خود بخود کشاں کشاں آئے گی۔

(۴۲۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّضْرِيِّ عَنْ نَهْشَلٍ عَنِ الصَّبْحَاكِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاجِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَخْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يَبَالِ اللَّهُ فِي أَيِّ أَوْ دِينِهِ هَلَكَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر صرف ایک فکر لے گا یعنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب سے دنیا کی فکر سے کافی ہو جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا کی فکر اپنے ذمہ لے گا اور دنیا کی تمام ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا) اور جو شخص دنیا کے احوال میں طرح طرح کی فکریں لگا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ جس وادی میں بھی ہلاک ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی تمام تر افکار و خیالات اور جملہ استعداد و صلاحیت کو صرف اپنے دین اور آخرت بنانے میں لگائے اور اپنی تمام قوت و صلاحیت کو آخرت کو سنوارنے میں لگائے اور خدائے وحدہ لا شریک لہ کی رضا جوئی میں صرف کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام افکار اور ہوم و غوم کی جانب سے کافی ہو جاتا ہے اور دست غیب سے اس کی تمام ضرورت کی تکمیل کرتا ہے، اس کے برخلاف جو شخص دنیا کی طرح طرح کی فکروں میں لگا رہے نانوے اور سو کے چکر میں اپنی قیمتی متاع حیات کو صرف کر دے اور آخرت کو بالکل فراموش کر دے اور ذکر الہی سے بالکل غافل ہو جائے تو وہ ہلاکت و بربادی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے کسی بھی وادی میں ہلاک ہو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں، اللہ رب العزت اس کو اسی حالت پر چھوڑ دے گا، اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو حطام دنیا کو جمع کرنے میں صرف کرتے ہیں اور آخرت کی فکر سے غفلت برتتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۴۲۳۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَيْدَةَ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِئِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَدْ رَفَعَهُ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلاً صَدَرَكَ غِنًى وَأَسَدَ فَقْرِكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسَدَ فَقْرَكَ.

### ترجمہ حدیث: عبادت الہی میں مشغول ہونا غنی قلبی کا ذریعہ:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ راوی حدیث ابو خالد کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو مرفوعاً روایت کیا، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو دل بھر کر میری عبادت کر میں تیرے سینہ کو غنی سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و تنگدستی کو دور کر دوں گا۔ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دل کو دنیا کے بکھیروں سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر و تنگدستی کو دور نہیں کروں گا۔

### تشریح حدیث:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کا قلب و دماغ ہر قسم کے شرک و بدعت سے پاک و صاف ہو اور اس کا قلب و جگر نور و توحید سے منور و تاباں ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت، ریاضت، اطاعت و فرمانبرداری میں اپنا وقت لگائے جی بھر کر اللہ پاک کی عبادت کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تو خوب جی بھر کر میری عبادت و ریاضت کر لے تیرا دل مالداری اور غنی سے بھر دوں گا اور فقر و فاقہ کو تجھ سے دور کر دوں گا، دنیا کی مال و دولت تیرے قدموں میں پچھاور ہوگی، اور اگر تو ایسا نہیں کریگا اور میری عبادت نہیں کرے گا میں تیرے قلب و دماغ میں بے چینی و بے قراری اور عدم سکون ڈال دوں گا، اور دنیا کے تمام ہوم و غم و تیرے سینہ میں ڈال دوں گا اور فقر و فاقہ تجھ سے دور نہیں کروں گا پھر تجھے کہیں بھی راحت و آرام اور چین و سکون نہیں ملے گا راحت و سکون اللہ پاک کا ایک گراں قدر نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مخلص و متبع اور فرماں بردار بندے کو عطا فرماتا ہے لہذا اے ابن آدم! اگر تو سکون قلبی کا طالب ہے تو پھر اللہ کا بن، اور صرف اس کی عبادت کر، پھر دیکھنا دنیا اور آخرت میں مزا ہی مزا ہے۔

### (۱۴۷۹) بَابُ مَثَلِ الدُّنْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت مسطورؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں دنیا کی مثال اور حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور دنیا کی حقیقت کو مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے جس کی تفصیلات احادیث میں آرہی ہیں۔

(۴۲۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ يَسْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسْتَوْرِدَ أَخْبَأَنِي فَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مَثَلُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَثَلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِبْصَعَهُ فِي التِّيمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمِيزْجِجٍ.

ترجمہ حدیث: دنیا کی مثال واقعی:

حضرت مستوردؓ (جو قبیلہ بنی فہر سے تعلق رکھتے تھے) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتابانی اس کی انگلی میں لگتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالے، تو وہ دیکھے گا کہ اس کی انگلی سمندر سے محض تری یا صرف ایک آدھ قطرہ پانی لے کر واپس آئی ہے پس اس طرح سمجھنا چاہئے کہ آخرت کا زمانہ اور وہاں کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا زمانہ اور دنیا کی نعمتیں اسی قدر قلیل و کمتر اور بے حیثیت ہیں جس قدر سمندر کے مقابلہ میں اس کی انگلی میں لگا ہوا پانی، بلکہ اگر غور کیا جائے تو حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمثیل بھی محض لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے ورنہ متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی ہے، پانی کا وہ ایک قطرہ جو سمندر سے باہر آیا ہے اپنی کم تری و بے وقتی کے باوجود سمندر سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رکھتا ہے مگر دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتی ہے۔

صاحب مرقات ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ نہ تو نہایت جلد فناء ہوجانے والی دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں پر مغرور ہو اور نہ اس کی سختیوں اور پریشانیوں پر روئے، پیٹے، اور نہ شکوہ شکایت کرنے بلکہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیم کے مطابق یہی کہے کہ اللھم لا عیش الا عیش الآخرة! اے اللہ! اصل زندگی تو پس آخرت کی زندگی ہے نیز اس حقیقت کو بھی ملحوظ رکھے کہ یہ دنیا مزدعۃ الآخرة ہے یہاں کی زندگی پس ایک ساعت کی ہے لہذا اس ایک ساعت کو گوانے کے بجائے طلب الہی میں مصروف رکھنا ہی زیادہ دانشمندی اور عقل مندی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۳۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْمُسَوْدِيُّ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مَرْثَدَةَ عَنْ

إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَطْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَأَثَرُ فِي جِلْدِهِ

فَقُلْتُ يَا أَبَى وَأُمَى يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ كُنْتُ أَذَلُّنَا فَقَرَّ شَأْنُكَ عَلَيْهِ شَيْئًا يَهَيِّجُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا وَالْدُّنْيَا إِنَّمَا أَنَا وَالْدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَ كَهَا.



## ترجمہ حدیث: دنیا کے عیش و آرام سے آپ کی بے رغبتی:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک بورے پر لیٹے، تو آپ کے جسم مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ قربان، کاش کہ آپ ہمیں اجازت مرحمت فرماتے تو ہم آپ کے لیے اس پر کچھ بچھا دیتے جو آپ کو اس سے محفوظ رکھتا، (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور دنیا میں نہیں ہوں مگر اس طرح کہ جس طرح کسی مسافر نے کسی درخت کے پیچھے سایہ حاصل کیا پھر تھوڑی دیر میں وہاں اس کو چھوڑ کر چل دئے۔

## تشریح حدیث:

قوله: ما انا والدنیا: مشکوٰۃ شریف میں مالی والدنیا کے الفاظ ہیں حدیث شریف میں لفظ مانفی کے لیے ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجھے اس دنیا کے ساتھ کچھ الفت و محبت ہے اور نہ اس دنیا کو میرے ساتھ کوئی الفت و محبت ہے کہ میں اس دنیا کے تئیں کوئی رغبت و چاہت رکھوں، اور اس کا عیش و آرام چاہوں اور اس کی بے آرامی سے بچنے کے لیے اس کی آرام دہ چیزوں جیسے نرم گدے، بستر اور نقیس و اعلیٰ کپڑوں کا مالک بنوں۔

اس حدیث شریف میں لفظ ما کو حرف استفہامیہ بھی لیا جاسکتا ہے اس صورت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مجھ کو اس دنیا سے کون سی الفت و محبت ہے، اس دنیا کی طرف میری رغبت و میلان سے یا میری طرف سے اس دنیا کی رغبت و الفت سے مجھے کون سی نفع بخش چیز حاصل ہوگی؟ کیوں کہ میں تو آخرت کا طلبگار ہوں اور یہ دنیا اس آخرت کی سوکن اور ضد ہے۔

درخت کے سائے سے فائدہ اٹھانے کے ضمن میں خاص طور پر سواری کا ذکر کرنا اس درخت کے نیچے اس کے ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے اور جلد ہی وہاں سے رخصت ہو جانے کی بنا پر ہے یعنی یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی درخت کے سائے سے فائدہ اٹھانے والا اگر کوئی سوار مسافر ہوا اور وہ اپنی سواری سے اترے بغیر اس درخت کے نیچے کھڑا رہے تو وہ وہاں زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا، بلکہ بہت قلیل مدت وہاں کھڑے ہو کر سایہ حاصل کر کے آگے چل دے گا نیز سواری کی مثال کرنے سے اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح کسی مسافر کی منزل مقصود جب دور ہوتی ہے تو وہ دوران سفر کی راحت و آرام کی زیادہ پرواہ کئے بغیر زیادہ سے زیادہ راستہ طے کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہاں وہاں زیادہ دیر رک کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرتا ہے اسی طرح ہم بھی اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہیں ہماری منزل مقصود یعنی آخرت بہت دور ہے اور اس کا راستہ مکارہ اور خاردار جھاڑیوں سے بھرا ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آخرت کے راستہ کو زیادہ سے زیادہ طے کرنے کی سعی کریں۔ اور کسی بھی ایسی چیز کی طرف ملتفت اور مائل نہ ہوں جو منزل مقصود کی طرف ہمارے سفر میں رکاوٹ بن سکے۔ (مظاہر حق جدید: ۶/۲۹)

(۴۲۳۶) حَدَّثَنَا هُشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَابْنُ أَبِي هَاشِمٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ الْجَرَامِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَارِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحَلِيفَةِ إِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَبْنِيَّةٍ شَائِلَةً بِرَجُلٍ فَقَالَ أَتَرُونَ هَذِهِ هَبْنَةُ عَلَى صَاحِبِهَا قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لِلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيْهِ اللَّهُ مِنْ هَذِهِ عَلَى صَاحِبِهَا وَلَوْ كَانَتْ الدُّنْيَا تَرِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا.

ترجمہ حدیث: عند اللہ دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مقام ذی الحلیفہ میں تھے، کہ آپ نے دیکھا کہ ایک مردہ بکری پیراٹھائے ہوئے پڑی تھی، آپ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالیقین دنیا اللہ کے نزدیک اس مردہ بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس کے مالک کے نزدیک اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کافر کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دیتا۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے دنیا کی مثال مردہ بکری کے اس بچے کے ساتھ اس لیے دی ہے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح مردہ بکری کے بچے کی کوئی حیثیت و وقعت مالک کی نظر میں نہیں ہے اسی طرح دنیا بھی اللہ کی نظر میں کوئی حیثیت و وقعت نہیں رکھتی ہے بلکہ دنیا ایک ذلیل و حقیر چیز ہے یہ اس قابل ہرگز نہیں کہ انسان اس کی محبت و طلب میں آخرت کے نفع و نقصان کو فراموش کر بیٹھے، بلکہ اصل چیز آخرت کی محبت و طلب ہے، جہاں کی زندگی بھی لافانی ہے اور جس کی نعمتیں بھی لازوال ہیں لہذا مقصود زندگی آخرت کی طلب و محبت ہونی چاہئے، نہ کہ دنیا کی محبت و طلب کیوں کہ یہ فرمایا گیا ہے،، حب الدنیا راس کل خطیئة، دنیا کی محبت و چاہت اور اس میں جینے کی تمنا ہر گناہ کی جڑ ہے، جیسا کہ ارشاد ہے توك الدنیا راس كل عباد قد نیا سے بے التفاتی و بے اعتنائی ہر عبادت کی بنیاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے والا اپنے اعمال و عبادات میں مخلص و پاکیزہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ہر کام کسی فاسد غرض و لالچ کی آمیزش رکھتا ہے خواہ وہ کوئی دینی و مذہبی کام ہی کیوں نہ کرے، اس کے برخلاف جو شخص دنیا سے بے اعتنائی و بے التفاتی کرتا ہے اس کے ہر عمل میں اخلاص و پاکیزگی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور ہر کام میں آخرت ہی کا مفاد ہوتا ہے خواہ وہ کسی دنیاوی کام ہی میں کیوں نہ مشغول ہو، اسی لیے کسی عارف نے کہا کہ جس نے دنیا کو اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز بنالیا ہے اس کو تمام مشائخ و مرشدین مل کر بھی راہ راست پر نہیں لگا سکتے ہیں اور جس نے دنیا سے بے رغبتی کو اپنا شیوہ بنالیا اس کو دنیا بھر کے مفید و بدکار لوگ بھی راہ راست سے گمراہ نہیں کر سکتے ہیں معلوم ہوا کہ

تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے، اور تمام نیکیوں کی بنیاد دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے۔

لو كانت الدنيا تنزل عند الله جناح بعوضة الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظر میں اس دنیا کی کچھ بھی حیثیت ہوتی، تو اس دنیا کی کوئی ادنیٰ ترین چیز بھی کسی کافر کو نصیب نہ ہوتی، کیوں کہ کافر خدا تعالیٰ کا دشمن ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز کچھ بھی قدر و قیمت اور حیثیت رکھتی ہے آدمی اپنے کسی دشمن کو ہرگز نہیں دیتا ہے لہذا دنیا کے بے وقعت اور نہایت حقیر ہونے ہی کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دنیا کافروں کو دیتا ہے لیکن اپنے محبوب اور پیارے بندے کو نہیں دیتا، جیسا کہ ایک حدیث شریف میں اس طرف یوں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

ما رويت الدنيا عن احد الا كانت خيرة له: دنیا کے مال و جاہ کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جس کے لیے دنیا ہی بہتر ہوتی ہے۔ نیز کفار اور فجار فساق دنیا میں زیادہ خوشحال اور متمول نظر آتے ہیں تو اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ دنیا بڑی کمینہ اور ذلیل چیز ہے جس کو وہ اپنے دوست اور نیک بندوں کے لیے اچھا نہیں سمجھتا ہے بلکہ اس کو کوڑہ کرکٹ کی طرح ان لوگوں کے سامنے ڈال دیتا ہے جس سے اس کو نفرت ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفا من فضة: اگر یہ بات (متوقع) ہوتی کہ (قریب قریب) تمام لوگ ایک ہی طریقہ کے (یعنی کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے۔ نیز قرآن کریم کی ان آیات وما عند الله خير للافراد اور رزق ربك خير و ابقى سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۳۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ بْنُ عَزْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُجَالِيدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُسْتَوْرِدُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ إِنِّي لَفِي الرِّكْبِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ أَتَى عَلَى سَخْلَةٍ مَنبُودَةٍ فَقَالَ أَتُرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيَّ اللَّهُ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا

ترجمہ حدیث: اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت و مقام:

حضرت مستور بن شداد کہتے ہیں کہ میں چند سواروں کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ ایک بکری کے مردہ بچہ کے پاس سے گزرے جو راستہ میں پھینک دی گئی تھی، آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ مالک کی نظر میں حقیر و ذلیل ہے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا بے شک مالک کی نظر میں حقیر و ذلیل ہے تبھی تو اس کو

چپک دیا ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، البتہ دنیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے حیثیت ہے جتنا یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل و بے حیثیت ہے۔  
تشریح حدیث: قدم شرح الحدیث قبل ذالک۔

(۳۲۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ غُثْبَةُ بْنُ حَمَّادٍ الدَّمَشْقِيُّ عَنْ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا۔

ترجمہ حدیث: دنیا کی مذمت کا بیان:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ پسند کرتا ہے یا عالم یا متعلم۔  
تشریح حدیث:

اس ارشاد نبوی کا مقصد لوگوں کو دنیا سے بے رغبت کرنا اور اس بات کی تعلیم دینا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے جیسے تمام حرام اور ناجائز امور، ان سے اجتناب کرو کہ مبادا ان چیزوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے تم بھی رائدہ درگاہ قرار پا جاؤ گے، اور جو چیزیں عند اللہ مقبول و پسندیدہ ہیں ان کو اختیار کرو تاکہ تم بھی مقبول بارگاہ خداوندی بن جاؤ۔ خدا کی پسندیدہ چیزوں سے مراد وہ تمام عبادات و اعمال ہیں جو خدا تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ اور خدائے وحدہ لا شریک لہ کی خوشنودی کا سبب بنیں، یا پھر ماوا الہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ذکر اللہ کے قریب اور اس کے مشابہ ہیں جیسے انبیاء و اولیاء اور صلحاء کے حالات کے فضائل اور اعمال صالحہ، یا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ذکر اللہ کے تابع اور اس کے لوازمات و مقتضیات میں سے ہیں، جیسے احکام خداوندی کی اتباع اور فرماں برداری۔

اور ذکر اللہ سے مراد وہ عمل خیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے اس معنی کے اعتبار سے تمام ہی عبادتیں اور اطاعتیں ذکر اللہ کے مفہوم میں داخل ہوں گی اور پھر لفظ ماوا الہ سے وہ چیزیں مراد ہوں گی جو ذکر اللہ کے اسباب و ذرائع ہونے کی وجہ سے اس کا باعث اور معین و مددگار ہوتی ہے یہاں تک کہ بقدر کفاف کھانا پینا اور ضروریات زندگی کی دیگر چیزوں کا شمار بھی اسباب میں ہوگا، اس صورت میں یوں کہا جائے گا کہ بعد میں عالم اور متعلم کا ذکر تخصیص بعدا تعمیم کے طور پر ہے واللہ اعلم۔

الغرض دنیا کی تمام چیزیں اور خود دنیا عند اللہ ملعون ہے صرف ذکر الہی اور اس کے اسباب و ذرائع محمود اور مطلوب ہیں۔

(۳۲۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عِثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي خَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.

ترجمہ حدیث: دنیا ایمان والوں کے لیے قید خانہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

تشریح حدیث: قولہ: الدنیا سجن المومن: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے:

مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص قید خانہ میں بند ہو اور وہاں جیل میں محبوس ہو تو وہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتا ہے اسی طرح مومن کے لیے یہ دنیا گویا ایک قید خانہ ہے جہاں اس کو محنت و مشقت اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے منکرات منہیات اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا ہے نفس کی آزادی اور بے راہ روی کو ختم کرنا پڑتا ہے اور طاعات و عبادات کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں یہ مومن اس دنیا کو ایک ایسی جگہ محسوس کرتا ہے جہاں تنگی و کھن ہوتی ہے اور جہاں بود و باش اختیار کرنے کو وہ پسند نہیں کرتا ہے چنانچہ وہ ہر وقت یہی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس تنگ و تاریک جہاں سے نکل جائے اور عالم ملکوت کی وسعتوں کو اپنی جولان گاہ بنالے، جس طرح جیل میں محبوس شخص اس سے نکلنے کی تمنا میں لیل و نہار گزارتا ہے اسی طرح مومن دنیا سے نکل کر آخرت میں جانے کی تمنا اور خواہش میں دن رات کو گن گن کر گزارتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے بے قرار رہتا ہے۔

قولہ: وجنت الکافر: دنیا کافر کے لیے جنت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر چوں کہ اپنا مقصد زندگی دنیا کا حصول سمجھتا ہے اسی لیے وہ اپنی تمام تر سعی و کوشش اور جدوجہد دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے پھر وہ دنیا کی لذات و شہوات میں مشغول و منہمک ہو جاتا ہے اس لیے یہ دنیا ایک عشرت کدہ بن جاتی ہے جہاں سے نکلنا اس کو گوارہ نہیں ہوتا ہے۔

بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو اجر و ثواب ملے گا اور اس کو وہاں جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی نسبت یہ دنیا ان کے حق میں گویا قید خانہ ہے اور کافر کو آخرت میں جس رونا ک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اس کے مقابلہ میں وہ اس دنیا کو جنت تصور کرے گا گویا اس کے حق میں دنیا جنت تھی۔

(۳۲۴۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ عَنْ عَزْهِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعَضِ جَسَدِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ كَأَنَّكَ غَائِبٌ سَبِيلَ وَغَدَ نَفْسُكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ.

ترجمہ حدیث: دنیا میں ہمیشہ ایک مسافر کی طرح رہنا چاہئے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے میرے جسم میں سے کوئی عضو پکڑا اور فرمایا اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہ جیسے ایک مسافر رہتا ہے، یا جیسے راہ چلتا رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کر۔

تشریح حدیث:

قوله: اخذ رسول الله ﷺ بعض جسدی: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا، مشکوٰۃ شریف میں روایت جو بخاری کی ہے صراحت ہے اخذ رسول الله ﷺ بمنکی، رسول اکرم ﷺ نے میرا مونڈھا پکڑا، آپ کا یہ پکڑنا خوب زیادہ متوجہ کرنے کے لیے تھا لفظ بمنکی خوف یا کے سکون کے ساتھ بصیغہ مفرد ہے، لیکن بعض روایت میں حرف یا کی تشدید کے ساتھ بصیغہ تثنیہ آیا ہے یعنی رسول اکرم ﷺ نے دونوں مونڈھے پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! تو دنیا میں اس طرح زندگی گزار گویا تو ایک مسافر یا راہ گیر ہے، یعنی یہ دنیا سرائے قانی ہے اس کی طرف رغبت نہ کر، اور اس میں جی نہ لگا، کیوں کہ آج نہیں تو کل اس کو ہر حال میں چھوڑنا ہی ہے اور سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے۔ پس نہ تو اس دنیا کو اپنا وطن قرار دے اور نہ اس کے ساز و سامان اور اس کی لذتوں کی الفت و چاہت میں مبتلا ہو، اور نہ لوگوں کے ساتھ زیادہ خلط ملط رکھ، بلکہ اپنے کو ان سے یکسو کر لے، کیوں کہ جدائی کی گھڑی ہر وقت تیرے سر پر کھڑی ہے نہ معلوم کب تجھ کو جدا ہونا پڑ جائے اور اس دنیا میں اپنی بقا کا گمان نہ کر ان چیزوں کے ساتھ تعلق نہ پکڑ، جن کے ساتھ وطن اور گھر بار سے دور کوئی مسافر تعلق نہیں پکڑتا اور نہ ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جن کے ساتھ کوئی مسافر مشغول ہو کر نہیں ہوتا اور نہ وہ مسافر منہمک ہوتا ہے جو اپنے وطن اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

قوله: کانک عابر سبیل: دنیا میں ایک راہ چلتا مسافر کی طرح زندگی گزار، ان الفاظ کے ذریعہ اور زیادہ مبالغہ کرنا مقصود ہے کہ مسافر تو دوران سفر کہیں ٹھہر بھی جاتا ہے اور چند دن کے لیے کسی مقام پر اقامت پزیر بھی ہو جاتا ہے لیکن جو راہ گیر ہوتا ہے وہ اپنی منزل مقصود کی جانب چلتا ہی رہتا ہے کسی جگہ بھی بالکل قیام نہیں کرتا ہے، حاصل یہ ہے کہ بندہ مومن کا حقیقی وطن آخرت ہے جنت ہے اس کو اس دنیا میں کسی مسافر کی طرح رہنا اور بسنا چاہئے جو اپنے وطن اور گھر سے دور کسی سرائے میں بہت قلیل مدت کے لیے قیام کیا ہوا ہو، جو نہ دنیا کے بہت ساز و سامان کو جمع کرتا ہے نہ لوگوں سے حسد و بغض پیدا کرتا ہے کیوں کہ وہ بھولی جانتا ہے کہ اس کو ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ہے چند روز میں جانا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر راہ چلتے کی طرح زندگی بسر

کرنا چاہئے جو نہیں چاہتا ہے کہ اس کے پاس ہلکے سے ہلکا بوجھ بھی اس کے اوپر ہو، الغرض دنیا کی بے ثباتی اور زوال و فنا کو ہمیشہ نظر کے سامنے ملحوظ رکھنا چاہئے، اور جب شام کرے تو صبح ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے، اور جب صبح کرے تو شام ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ موت کو ہر وقت سامنے تصور کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو ہمیشہ اہل قبور میں شمار کرنا چاہئے۔

### (۱۲۸۰) بَابُ مَنْ لَا يُؤْبَهُ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت حارثہ بن وہبؓ، حضرت ابوامامہؓ، اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے مقرب اور محبوب بندے ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں بے حیثیت اور بے وقعت ہوتے ہیں اگر وہ کسی کی سفارش کریں تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، پراگندہ حال اور پراگندہ بال ہوتے ہیں لوگ اس کو مجنون دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن عند اللہ ان کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی چیز کے بارے میں قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔

(۴۲۴۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ غَبِيْدٍ اللَّهُ عَنْ

أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخْبِرُكُمْ عَنْ

مَلُوكِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ رَجُلٌ ضَعِيفٌ مُسْتَظْعِفٌ ذُو طَمَرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَيْهِ اللَّهُ لَا يَبْرَهُ

### ترجمہ حدیث: جنت کا بادشاہ:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ سے یہ بیان نہ کروں کہ جنت کا بادشاہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جو شخص کمزور ناتواں ہو لوگ اس کو کمزور سمجھیں اور وہ پرانے کپڑے پہنا ہو، اس کی کوئی حیثیت نہ ہو، (لیکن) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دکھاتا ہے۔

### تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ مقرب و محبوب بندے ایسے ہوتے ہیں جو ظاہری زیب و زینت اور عزت و شہرت سے دور رہتے ہیں، کپڑے بھی پھٹے پرانے زیب تن کئے ہوتے ہیں بال بھی پراگندہ ہوتے ہیں، لوگوں کی نظر میں ان کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں ہوتا لوگ ان کو ناتواں اور کمزور اور ذلیل سمجھتے ہیں، سماج و معاشرہ میں کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہوتی، اگر وہ کسی کے بارے میں شفاعت کریں تو شفاعت بھی قبول نہیں کی جاتی، اگر کسی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجیں تو اس پر دھیان بھی نہیں دیا جاتا، لیکن وہ عند اللہ اس قدر بلند و بالا مقام پر فائز ہوتے ہیں اور خدا کے نزدیک

اس قدر محبوب ہوتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے بارے میں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں اور انہیں سچا کر دکھاتے ہیں۔

قوله: لو اقسام على الله لا برة: معناه: لو حلف يميناً طمعاً في كرم الله تعالى بابراره لا برة، وقيل: لو دعاه لاجابه، يقال ابررت قسمه وبررتة والاول هو المشهور (۱)۔

(۴۲۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبُدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُتِيكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ أَلَا أُتِيكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلِّ غَثَلٍ جَوَّازٍ مُسْتَكْبِرٍ

ترجمہ حدیث: جنتی اور دوزخی:

حضرت حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو نہ بتلاؤں کہ جنتی کون ہے؟ ہر ایک ضعیف و ناتواں جن کو لوگ کمزور جانیں، (جنتی ہیں) کیا میں تم لوگوں کو نہ بتلاؤں کہ دوزخی لوگ کون ہیں ہر سخت مزاج، بہت رویہ جوڑنے والا، متکبر، (دوزخی ہیں)

تشریح حدیث:

قوله: عتل: هو الشديد الجافي، والغليظ من الناس، لفظ غثل عین اور تا کے ضمہ کے ساتھ ہے سخت مزاج، الجافي الشديد الخصومة الباطل۔

جواظ: الجواظ: الجموع، بہت زیادہ جمع کرنے والا، مال و دولت جوڑ جوڑ کر رکھنے والا، المنوع: خوب زیادہ روکنے والا، یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے والا، وقيل الكثير اللحم، المختال في مشيه، وقيل القصير البطين، (۲) اکڑ کر چلنے والا، اجڑا، اکھڑا، بسیار خور، جواظ اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مستکبر: استکبار، تکبر غرور و گھمنڈ کرنے والا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا صفات قبیحہ کے ساتھ متصف ہو وہ دوزخی ہے، یعنی ان صفات کے حامل شخص کے لیے دوزخ کا عذاب ہے الا یہ کہ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہو جائے، تو یہ اور بات ہے ورنہ تو ضابطہ کے اعتبار سے وہ دوزخ کا مستحق ہو چکا ہے۔

(۴۲۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَخِيٍّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ سَلَيْمَانَ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَعْطَيْتَ النَّاسَ عِنْدِي



مَنْ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ غَامُضٍ فِي النَّاسِ لَا يُؤْتِيهِ لَهُ كَأَنَّ رِزْقَهُ كَفَافًا وَصَبَرَ عَلَيْهِ  
عَجَلْتُ مَوْتَهُ وَقُلْتُ لِرَأْسِهِ وَقُلْتُ بَرَاكِيهِ.

ترجمہ حدیث: قابل رشک شخص:

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جس پر لوگوں کو رشک کرنا چاہئے، میرے نزدیک وہ مومن ہے جو ہلکا پھلکا ہو اور نماز میں اس کو راحت ملتی ہو، لوگوں میں پوشیدہ ہو، لوگ اس کی پرداہ نہ کرتے ہوں، اس کا رزق صرف بقدر کفاف ہو، اور وہ اس پر صبر کرے، اس کی موت جلد واقع ہو جائے، اس کا مال وراثت کم ہو، اور اس پر رونے والے تھوڑے ہوں۔

تشریح حدیث:

قوله: خَفِيفُ الْحَاذِ: اى خَفِيفُ الْحَالِ او خَفِيفُ الظَّهْرِ مِنَ الْعِيَالِ۔ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان دنیاوی مال و دولت کے بوجھ سے ہلکا پھلکا ہو، اور اہل و عیال سے ہلکا پھلکا ہو، نماز و عبادت میں لذت و راحت اور حلاوت و چاشنی محسوس کرنے والا ہو، لوگوں کی نظر میں پوشیدہ اور مخفی ہو، لوگ اسے جانتے اور پہنچانتے بھی نہ ہوں۔ روزی اور مال بھی صرف نان شبینہ کے واسطے بقدر کفاف بمشکل زندگی بسر کرنے کے مطابق ہو، اور وہ اس پر صبر و شکر کرے، اس کی موت جلد واقع ہو جائے، اور دنیا کی مشکلات سے نکل کر جنت و آخرت کی وسعتوں میں چلا جائے، بعد مرنے کے اس کے مال وراثت بھی قلیل ہو، اور اس کی موت پر آنسو بہانے والے بھی تھوڑے ہوں، وہ قابل رشک اور لائق غبطہ ہے ایسا مسلمان بہت خوش نصیب ہے۔

(۴۲۴) حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْجَمَصِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي  
أَقَامَةَ الْخَارِثِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ الْبَذَاذَةُ  
الْقَشَافَةُ يَغْنِي التَّقَشُّفَ.

ترجمہ حدیث: سادگی زندگی ایمان میں داخل ہے:

حضرت ابو امامہ حارثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بذات یعنی سادگی ایمان میں داخل ہے۔ فرمایا بذاذة کے معنی قشافہ کے ہیں، یعنی تقشف قصد راحت و آرام ترک کرنا، نفس کشی کرنا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لباس استعمال کرنے میں تواضع و انکساری و عاجزی اختیار کرنا اور معمولی و سادگی

کے ساتھ لباس زیب تن کرنا ایمان میں داخل ہے، اور یہ بھی ایمان کی علامت اور شناخت ہے۔

(۳۲۳۵) حَدَّثَنَا مُنَوِّدُ بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ ابْنِ خُنَيْمٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا أُتِيكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ خِيَارُكُمْ الَّذِينَ إِذَا رُلُّوا ذَكَرُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: بہترین بندہ وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کیا میں تم لوگوں سے یہ بیان نہ کروں جو تم میں بہتر ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بیان کیجئے، آپ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح جداً.

### (۱۲۸۱) بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سہل بن سعدؓ، اور حضرت عمران بن حصینؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں مذکورہ احادیث میں حضرات فقراء مسلمین کی فضیلت و منقبت اور عند اللہ ان کے مقام و مرتبہ و قدر و منزلت کا بیان ہے۔

(۳۲۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا الرَّجُلِ قَالُوا رَأَيْنَاكَ فِي هَذَا تَقُولُ هَذَا مِنْ أَشْرَفِ النَّاسِ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خُطِبَ أَنْ يَخُطِبَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يَشْفَعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يَسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا قَالُوا تَقُولُ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خُطِبَ لَمْ يَنْكُحْ وَإِنْ شَفَعَ لَا يَشْفَعُ وَإِنْ قَالَ لَا يَسْمَعُ لِقَوْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلَّةِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا.

ترجمہ حدیث: فقراء مسلمین کی فضیلت:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک آدمی کا گزر ہوا آپ نے فرمایا اس آدمی کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا جو آپ کی رائے ہو وہی ہم کہتے ہیں، ہم

تو سمجھتے ہیں کہ یہ شخص لوگوں میں سب سے زیادہ اشرف ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام بھیجے تو لوگ اس کو قبول کریں گے، اور کسی کے بارے میں سفارش کرے تو لوگ اس کی سفارش کو مانیں گے، اور اگر کوئی بات کہے تو لوگ اس کو توجہ کے ساتھ سنیں گے، یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار فرمایا، پھر ایک دوسرا شخص گزرا (جو خستہ حال اور پراگندہ بال کے ساتھ تھا) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو فقراء مسلمین میں سے ہے، اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام بھیجے تو لوگ اس کو قبول نہ کریں گے، اور اگر سفارش کریں گے تو لوگ اس کی سفارش نہ مانیں گے، اور اگر کوئی بات کہے تو لوگ سنیں گے بھی نہیں، (یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ شخص پہلے شخص سے بہتر ہے، دنیا بھر کے لوگوں سے۔

### تشریح حدیث:

قولہ: لہذا خیر من ملء الارض مثل ہذا: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روئے زمین اس شخص جیسے لوگوں سے بھر جائے، جو پہلے یہاں سے گزرا تھا، اور جس کی تعریف و توصیف میں تم لوگ رطب اللسان ہوئے تھے، تو وہ ایک شخص جو فقیری و افلاس کی وجہ سے تمہاری نظر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا ہے، مقام و فضیلت اور عظمت و رفعت کے اعتبار سے اس تمام روئے زمین سے کہیں بہتر قرار پائے گا۔

حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور جن سے رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں اشخاص کے بارے میں سوال کیا تھا وہ خود کوئی غنی اور مالدار شخص ہوں گے، لہذا ان کے ساتھ مذکورہ سوال و جواب گویا ان کے حق میں یہ تنبیہ تھی کہ غریب و نادار مسلمان کو بھی بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہئے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ بڑے بڑے مالداروں کو بھی حاصل نہیں۔

### ایک سوال اور اس کا جواب

اب رہا یہ سوال کہ رسول اکرم ﷺ نے مالدار مسلمانوں کے مقابلہ پر غریب و نادار مسلمان کی اس درجہ فضیلت کیوں بیان فرمائی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر غریب و نادار مسلمانوں کا دل بہت صاف ہوتا ہے اور اس کے سبب وہ حق کو جلد قبول کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی و مالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی و تمرد اور تکبر کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، جو انہیں قبول حق اور احکام خداوندی کی پیروی سے باز رکھتا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے، سَأَصْرَفُ عَنْ آيَاتِي

الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

حدیث شریف کا مفہوم ظاہر اس بات پر بھی دال ہے کہ پہلے گزرنے والا شخص بھی مالدار مسلمان میں سے تھا، نہ کہ کوئی کافر تھا، کیوں کہ مفاضلہ کا تعلق کفار و مسلمین کے درمیان ہو ہی نہیں سکتا، یعنی کسی مسلمان اور کسی کافر کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر رکھ کر یہ کہا نہیں جاسکتا ہے کہ اخروی اجر و ثواب کے اعتبار سے ان میں سے کون شخص زیادہ افضل ہے، کیوں کہ کفار میں سے کسی جانب بھی سرے سے خیر یعنی اخروی سعادت کی نسبت کی ہی نہیں جاسکتی اور ظاہر ہے جس شخص میں خیر کا سرے سے وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے اس کی طرف اخروی فضیلت کی نسبت بھی کس طرح کی جاسکتی ہے، چنانچہ بعض علماء کرام نے تو یہاں تک کہا کہ جس مسلمان نے اپنی زبان سے یوں کہا: النصرانی خیر من الیہودی۔ تو اس کے بارے میں خوف ہے کہ دائرہ کفر میں داخل نہ ہو گیا ہو، کیوں کہ اس نے جملہ کے ذریعہ نصرانی میں خیر کا وجود ثابت کیا، حالاں کہ اس میں سرے سے خیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ تاہم اس پر کفر کا اطلاق علی سبیل الجزم نہیں کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ بعض موقعوں پر لفظ خیر کے ذریعہ اخروی سعادت و بھلائی کے بجائے حق کے زیادہ قریب کا مفہوم بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مذکورہ جملہ ادا کرنے والا یہی مفہوم مراد لیا ہو، اس لیے قائل پر کفر کا فتویٰ علی سبیل الیقین نہیں لگا سکتے ہیں۔

(۴۲۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْجُبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ خُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن محتاج بندے سے محبت کرتا ہے، جو عیال دار ہو کر بھی دست سوال دراز نہیں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ مومن تنگدستی و محتاجی اور صاحب عیال ہونے کے باوجود کسی مخلوق کے سامنے سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی حاجت صرف مالک حقیقی اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کو اپنا دوست رکھتا ہے، کیوں کہ وہ نوشتہ تقدیر پر راضی رہتا ہے، اور فقر و فاقہ پر صبر کرتا ہے، اکثر اہل اللہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔

(۱۳۸۲) بَابُ مَنْزِلَةِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے ذیل میں صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت

ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب میں بھی فقراء مسلمین صابرین کے مقام و مرتبہ اور عند اللہ قدر و منزلت کا بیان ہے۔

(۳۲۳۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ فَقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ يَنْصَفُ يَوْمَ خُمْسٍ مِائَةِ عَامٍ.

ترجمہ حدیث: اغنیاء سے قبل فقراء مسلمین کا جنت میں دخول:

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فقراء مومنین جنت میں اغنیاء سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور نصف یوم پانچ سو سال کا ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ بنصف یوم: آدھے دن سے مراد قیامت کا آدھا دن ہے کہ پانچ سو سال قیامت کا آدھا دن ہوگا، قیامت کے دن کی مدت طوالت دنیاوی شب و روز کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وان یوما عند ربك کالف سنة مما تعدون، یہی بات کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فی یوم کان مقداره خمسين الف سنة: جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کریمہ (جس سے قیامت کے دن کا ایک ہزار سال ہونا ثابت ہوتا ہے) عمومیت کی حامل ہے جبکہ دوسری آیت (جس سے قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) خاص نوع کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اس کی آیت اولیٰ میں واضح کیا گیا ہے، لیکن چونکہ قیامت کا دن سختی اور شدت کا دن ہوگا جو شخص دنیا میں ہدایت سے جتنا دور ہوگا اس کو اس دن کی سختیاں اسی قدر زیادہ محسوس ہوگی اس لیے کفار کے حق میں اس دن کی سختیاں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ اپنی درازی اور سختی کے اعتبار سے وہ اس دن کو پچاس ہزار سال کے برابر محسوس کرے گا، دوسری آیت میں اس کو واضح کیا گیا ہے، لہذا دونوں آیتوں کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فقراء مومنین جنت میں اغنیاء سے پانچ سو

سال پہلے داخل ہوں گے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے، ان فقراء المهاجرین یسبقون الاغنیاء یوم القيامة الى الجنة باربعین خریفاً۔ رواہ مسلم: اس سے معلوم ہوا کہ فقراء کے جنت میں پہلے داخل ہونے کی مدت چالیس سال ہے لہذا بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے، پس ان دونوں میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایتوں میں یہ آیا ہے کہ فقراء اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے ان میں فقراء سے مراد فقراء المهاجرین ہیں، اور حدیث باب جو پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہونے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد عام فقراء مومنین ہیں لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پانچ سو سال کا ذکر چالیس سال کا ذکر برائے تحدید نہیں ہے بلکہ مطلق زمانی فرق کو بیان کرنا ہے جو جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے فقراء اور اغنیاء کے درمیان ہوگا چنانچہ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فقراء جنت میں پہلے داخل ہوں گے ازراہ تفنن کہیں پانچ سو سال بیان کر دیا اور کسی موقع پر چالیس سال کر دیا، لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ کو چالیس سال کا علم دیا گیا تو آپ نے چالیس سال بیان کیا، پھر بذریعہ وحی آپ کو پانچ سو سال کا علم دیا گیا تو پانچ سو سال بیان کیا، فلا تعارض بینہما، اس کے علاوہ بھی جواب شارحین نے دیا ہے، تفصیل کے لیے مطولات کا مطالعہ کریں۔

(۳۲۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةِ الْقَوْلِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِمِقْدَارِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ.

ترجمہ حدیث: فقراء المهاجرین کا اغنیاء المهاجرین سے چالیس سال قبل جنت میں داخلہ:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ بے شک فقراء المهاجرین اغنیاء المهاجرین سے جنت میں پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق ازیں قبل حدیث سابق کے تحت گزر چکا ہے یہاں اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۳۲۵۰) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أُنْبَأَنَا أَبُو غَسَّانَ بَهْلُولٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَسْأَلُكَ فَقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِمْ أَغْنِيَائَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ أَلَا أُبَشِّرُكُمْ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ يَنْصُفُ يَوْمَ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ لَمْ تَلَامُوا سِي هَذِهِ الْآيَةُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ.

## ترجمہ حدیث: فقراء مومنین صابرین کے لیے آپ کی طرف سے بشارت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات فقراء مہاجرین نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی اس چیز کی جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اغنیاء مہاجرین کو ان پر فضیلت دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے فقراء کی جماعت سنو! میں تم لوگوں کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہوں کہ تم لوگ جنت میں مالداروں سے آدھار دن پہلے داخل ہو گے جو پانچ سو سال کا ہوگا، پھر موسیٰ نے اس آیت کی تلاوت کی وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (بے شک تیرے رب کے نزدیک قیامت کا دن دنیاوی حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا)

تشریح حدیث:

فقراء مسلمین کے جنت میں پہلے داخل ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ اغنیاء و مالدار لوگ تو میدان محشر میں حساب و کتاب کی طوالت کی وجہ سے رکے رہیں گے، جبکہ فقراء کوئی حساب و کتاب دینا نہ ہوگا اس لیے وہ پہلے جنت میں داخل ہو کر وہاں کی سعادتوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

## (۱۴۸۳) بَابُ مَجَالَسَةِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت خبابؓ اور حضرت سعدؓ سے منقول ہیں، اس میں فقراء، غرباء، اور محتاجوں و ضرورت مندوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے دکھ درد سننے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۴۲۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَبُو يَحْيَى حَدَّثَنَا

إِبْرَاهِيمَ أَبُو اسْحَقَ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يُحِبُّ

الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيَحْدِثُهُمْ وَيَحْدِثُونَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكْنِيهِ أَبَا الْمَسَاكِينِ.

ترجمہ حدیث: فقیروں سے محبت اور بات چیت کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ فقیروں سے محبت کرتے تھے ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اور ان سے باتیں کرتے تھے اور فقراء ان سے باتیں کرتے، اور رسول اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کی کنیت ابو المساکین رکھی تھی، یعنی مسکینوں کا باپ۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فقراء و مساکین کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا چاہئے ان کی باتوں کو سنا چاہئے اور ان

کے ساتھ محبت و الفت اور پیار و محبت رکھنا چاہئے کیوں کہ اس سے ان کی دلجوئی ہوگی اور فقر و فاقہ اور مفلسی کی وحشت دور ہوگی، اور اسی طرح ان کی ضروریات زندگی کی تکمیل کا ذریعہ بھی بنے گا صحابی رسول حضرت جعفر کا تو یہ معمول زندگی ہی بن گیا تھا۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ نے ان کی کنیت ابو مساکین، مسکینوں کا باپ رکھی۔

(۴۲۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سَيَّانٍ عَنْ أَبِي الْمُبَارَكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَجْتَبُوا الْمَسَاكِينَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ أَخِيْنِي مَسْكِيْنًا وَ أُمْتِي مَسْكِيْنًا وَ أَخْشَرِي فِي زَمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ.

ترجمہ حدیث: مسکینوں سے محبت رکھنے کا حکم نبوی:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مسکینوں سے محبت رکھو، اس لیے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اللھم احییٰ مسکینا و امتی مسکینا و احشرنی فی زمرة المساکین۔ اے اللہ تو مجھ کو مسکین کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین کی حالت میں موت دے۔ اور (قیامت کے دن) مجھے مسکینوں ہی کی جماعت کے ساتھ اٹھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

(۴۲۵۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَرِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ نَضْرٍ عَنْ الشَّاذِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْأُرْدِيِّ وَ كَانَ قَارِءَ الْأُرْدِ عَنْ أَبِي الْكَنُودِ عَنْ خَبَابٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِلَى قَوْلِهِ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ قَالَ جَاءَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ وَ غِيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ قَرَجَدَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ضَهَبٍ وَ بِلَالٍ وَ عَمَّارٍ وَ خَبَابٍ قَاعِدًا فِي نَاسٍ مِنَ الضَّعَفَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّارَ أَوْهُمْ حَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقَرُوهُمْ فَأَتَوْهُ فَخَلُّوا بِهِ وَ قَالُوا إِنَّا نُرِيدُ أَنْ تَجْعَلَ لَنَا مِنْكَ مَجْلِسًا تَعْرِفُ لَنَا بِهِ الْعَرَبَ فَضَلْنَا فَإِنَّ وَ فُودَ الْعَرَبِ تَأْيِيكَ فَتَسْتَحْيِي أَنْ تَرَا الْعَرَبَ مَعَ هَذِهِ الْأَعْبِدِ فَإِذَا نَحْنُ جِئْنَاكَ فَأَقِمْهُمْ عِنْدَكَ فَإِذَا نَحْنُ فَرَعْنَا فَأَقْعُدْ مَعَهُمْ إِنْ شِئْتَ قَالَ نَعَمْ قَالُوا فَأَكْتُبْ لَنَا عَلَيْكَ كِتَابًا قَالَ لَدَعَا بِصَحِيفَةٍ وَ دَعَا عَلِيًّا لِيَكْتُبَ وَ نَحْنُ قُعُودٌ فِي نَاحِيَةٍ فَتَنَزَّلَ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ثُمَّ ذَكَرَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ وَ غِيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَقَالَ وَ كَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ



اللہ باعلم بالشاکرین ثم قال واذا جائک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ قال فدنونا منه حتی وضعنا رجبنا علی رجبہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلس معنا فاذا اراد ان یقوم قام وثر کنا فالنزل اللہ عز وجل واضبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغدا والعشی یریدون وجہہ ولا تغد عیناک عنہم ولا تجالس الاشراف فیرید زینۃ الحیاۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا یعنی غیبۃ والاقرع واتبع ہواہ وکان امرہ فزطاً قال ہلاکنا قال امر غیبۃ والاقرع ثم ضرب لہم مثل الرجلین ومثل الحیاۃ الدنیا قال خباب فکنا نفعلم مع النبی ﷺ فاذا بلغنا الساعۃ الی یقوم فمنا وثر کنا حتی یقوم.

ترجمہ حدیث:

حضرت خبابؓ سے ارشاد ہوا: ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدا والعشی الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فزاری آئے تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ، اور حضرت خبابؓ کے پاس تشریف فرما ہیں، اور چند غریب مومنین ساتھ جلوہ افروز ہیں، جب اقرع اور عیینہ نے آنحضرت ﷺ کے ارد گرد لوگوں کو دیکھا تو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور حقیر جانا، اور رسول اکرم ﷺ کے پاس آکر آپ سے خلوت چاہی، اور عرض کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے ایک مقام اور وقت آنے کے لیے متعین کر دیجئے، جس کی وجہ سے عرب لوگوں کو ہماری بزرگی معلوم ہو کیوں کہ آپ کے پاس عرب کے قوموں کے وفود آتے ہیں۔ اور ہمیں یہ شرم معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ دیکھیں، اس لیے جب ہم لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے پس جب ہم فارغ ہو کر چلیں جائیں تو پس آپ چاہیں تو ان کو بٹھالیاں کریں، آپ نے فرمایا یہ ہو سکتا ہے تو ان لوگوں نے کہا آپ اس سلسلہ میں ایک تحریر ہمارے لیے لکھواد دیجئے، راوی کہتے ہیں کہ آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لیے بلایا، حضرت خباب کہتے ہیں کہ ہم لوگ خاموش ایک کونہ میں بیٹھے تھے، کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور یہ آیت کریمہ لائے۔ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغدا والعشی الخ (یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو صبح و شام یاد کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے دور مت کرو، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے طالب ہیں۔ تیرے اوپر ان کا حساب کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور نہ تیرا حساب ان پر کچھ ہوگا، اگر آپ ان کو اپنے پاس سے دور کر دیں، تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے) پھر اللہ تعالیٰ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا ذکر کیا تو فرمایا: وکذا لک ختنا بعضهم ببعض لیقولوا اھولاء من اللہ علیہم من بیننا الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ پھر فرمایا واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام

علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ، حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں تو پھر ہم آپ ﷺ کے قریب ہو گئے، یہاں تک کہ ہم نے اپنا گھٹنا آپ کے گھٹنے پر رکھ دیا اور رسول اکرم ﷺ کا یہ حال ہو گیا کہ آپ ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور ہم کو چھوڑ دیتے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ ۚ یُرِیدُونَ وَجْهَہٗ وَلَا تَعْدُ عِینُکَ عَنْہُمْ**، یعنی اے نبی! آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رو کے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا مندی و خوشنودی کے طلبگار ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے اعراض نہ کریں، (آپ اشرف کے ساتھ مجالست اختیار نہ کریں) آپ چاہتے ہیں دنیا کی زندگی کی زینت کو اور جن لوگوں کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے یعنی عیمینہ اور اقرع ان کی اتباع نہ کیجئے، اور پھر آپ نے ان کے لیے دو آدمیوں کی مثال بیان کی اور دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ پھر تو وہ حال ہو گیا کہ ہم برابر رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ اور جب آپ کے اٹھنے کا وقت آتا تو ہم لوگ خود ہی اٹھ جاتے اور آپ کو اٹھنے کے لیے چھوڑ دیتے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ رؤساء کفار اور بڑے بڑے دنیا داروں کی وجہ سے ایمان والوں کو اور مسلمانوں کو چھوڑا نہیں جاسکتا ہے خواہ مسلمان کمزور و ناتواں ہی کیوں نہ ہوں، رسول اکرم ﷺ نے صرف عارضی طور پر اور دینی مصلحت کے پیش نظر ضعفاء مسلمین کو اپنی مجلس سے الگ کیا تھا۔ اور رؤساء کفار کے ایمان کی حرص و طمع میں ان کو اپنے پاس بیٹھایا فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آگئی اور آپ کو اس سے منع کیا گیا اور سختی کے ساتھ آپ کو اس سے روکا گیا۔ باقی حدیث شریف کا مطلب تو بالکل اظہر من الشمس ہے۔

(۴۲۵۵) حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ حَکِیْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ الرَّبِیعِ عَنْ الْمُقَدَّامِ بْنِ شَرِیحٍ عَنْ أَبِيہِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ تَرَلْتُ ہٰذِہٗ الْآیَۃَ فِیْنَا سَیِّئَۃً فِیْ وَفِی ابْنِ مَسْعُودٍ وَصَہِیْبٍ وَعَمَّارٍ وَالْمُقَدَّادِ وَبِلَالٍ قَالَ قَالَتْ قُرَیْشٌ لِّرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَرْضٰی اَنْ نَّکُوْنَ اَتْبَاعًا لَّہُمْ فَاطْرُذُہُمْ عَنْکَ قَالَ فَدَخَلَ قَلْبَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِکَ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَدْخُلَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَطْرُدُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ ۚ یُرِیدُونَ وَجْهَہُ الْآیَۃَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ہم چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی میرے بارے میں اور عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت مقدادؓ، اور حضرت بلالؓ کے بارے میں، حضرت

سعدؓ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ ہم اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ ہم انکے اتباع ہوں، (یعنی ہم ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتے ہیں) آپ ان کو اپنے پاس سے دور کر دیجئے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک میں وہ آیا جو اللہ کی جانب سے آنا منظور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی، وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ: آپ ان لوگوں کو دھکا دے کر دور نہ کیجئے، جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اور اللہ کی رضا مندی و خوشنودی کے طالب ہیں۔

تشریح حدیث: قدم تفصیلہ قبل ذلک۔

### (۱۳۸۴) بَابُ فِي الْمُكْثَرِينَ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمرو بن غیلان ثقفیؓ اور حضرت نقادہ اسدیؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں مذکورہ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں اور مال کا حق شرعی ادا نہیں کرتے ہیں وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ پست ہوں گے۔ اور سب سے زیادہ کم مرتبہ کا مالک ہوگا۔ تفصیلات احادیث کی شرح کے ذیل میں آرہی ہے انشاء اللہ۔

(۴۲۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَيْلٌ لِلْمُكْثَرِينَ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالنَّالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا أَرْبَعًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ قَدَامِهِ وَمِنْ وَرَائِهِ

ترجمہ حدیث: بہت زیادہ مالداروں کے لیے ہلاکت و بربادی:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاکت ہے بہت زیادہ مالداروں کے لیے، (کیوں کہ ایسے لوگ عام طور پر خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں) ہاں مگر وہ شخص جو مال کو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح لگائے، آپ نے چاروں طرف دائیں، بائیں، آگے پیچھے کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جن کو اللہ رب العزت نے بہت زیادہ مال و دولت کی نعمت سے نوازا ہے اور خوب زیادہ دنیا عطا کیا پھر وہ اس کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی راہ میں مال کو خرچ نہ کرے تو ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بہت زیادہ مالداروں کے لیے تباہی ہے، کیوں کہ ایسے لوگ عام طور پر خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں، اور دنیا پرستار ہوتے ہیں، ہاں جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، اور غریب و غرباء اور

محتاج و ضرورت مند کی دیکھ رکھ کرتے ہیں، ان پر اپنا مال صرف کرتے ہیں، ان کے لیے تباہی نہیں، بلکہ وہ مال ان کے حق میں ترقی درجات کا ذریعہ ہے، آپ نے خوب زیادہ کثرت کے ساتھ راہ خدا میں مال کو خرچ کرنے کو بتانے کے لیے چاروں طرف یعنی دائیں جانب، بائیں جانب، آگے کی جانب، اور پیچھے کی جانب، اشارہ فرمایا، اور مطلب یہ ہے کہ خوب زیادہ کثرت کے ساتھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو تو ان کے لیے مال باعث ہلاکت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۵۶) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زَمِيلٍ هُوَ سَمَّاكَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالنَّمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَكَسَبَهُ مِنْ طَيِّبٍ.

ترجمہ حدیث: قیامت میں مالداروں کا اسفل مرتبہ میں ہونا

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں، ان ہی لوگوں کا درجہ قیامت میں سب سے پست ہوگا، مگر جو شخص مال کو اس طرف اور اس طرف لٹائے اور حلال و طیب طریقہ سے کمائے۔  
تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال کو حلال ذریعہ سے حاصل کرے، اور اس کو راہ خدا میں خرچ کرے، تو اس کا درجہ قیامت کے دن پست نہ ہوگا، بلکہ وہ ارفع و اعلیٰ اور بلند بالا درجہ کا مالک ہوگا۔ اور اس کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہوگا۔ وہ اسفل مرتبہ والوں میں داخل نہ ہوگا۔

(۴۲۵۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں، قیامت کے دن ان ہی لوگوں کا درجہ سب سے پست ہوگا، باں اگر وہ شخص اس طرح اور اس طرح اور اس طرح خرچ کرے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح حدیث: معنی الحدیث قد سبق قبلہ۔

(۴۲۵۸) حَدَّثَنَا يَغْفُوبُ بْنُ حَمِيدٍ عَنْ كَامِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَجِبُ أَنْ أُحْدَا عِنْدِي ذَهَبًا فَتَأْتِي عَلَيَّ ثَلَاثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرِضُهُ فِي قِصَاءِ دِينٍ.

## ترجمہ حدیث: آپ کی دنیا سے کنارہ کشی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، اور تیسرے دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ باقی رہے، البتہ وہ جو میں قرض کو ادا کرنے کے لیے روک رکھوں۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کی دنیا سے کنارہ کشی و بے رغبتی اور رضاء الہی کی طلب و جستجو کی رغبت کا بیان ہے، بایں طور کہ آپ راہ خدا میں کثیر مال خرچ کرتے تھے، یہاں تک آپ یوں فرما رہے ہیں کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو جائے تو مجھ پر تین دن نہ گزرنے پائیں مگر میں تمام کے تمام کو راہ خدا میں خرچ کر دوں گا۔ کوئی شئی بھی اپنے پاس روک نہیں رکھوں گا، مگر وہ جس سے میں قضاء دین کروں، یعنی قرض ادا کرنے کے لیے جو روک رکھوں گا وہی باقی رہے گا، حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں، کہ اس حدیث میں قرض کے ادا کرنے کے اہتمام کا ذکر ہے، اور نبی کریم ﷺ کے زہد فی الدنیا کا ذکر ہے، فیہ الاہتمام بامر و فاء الدین و ما کان علیہ من الزہادۃ فی الدنیا<sup>(۱)</sup>

(۳۲۵۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ أَبِي غُبَيْدَةَ اللَّهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ عَنْ عُمَرُو بْنِ غِيْلَانَ الثَّقَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي وَعَلِمَ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَقْبِلْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَحَبِيبَ إِلَيْهِ لِقَائِكَ وَعَجَّلْ لَهُ الْقَضَاءَ وَمَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِي وَلَمْ يَصْدَقْنِي وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَطْلِعْ عَمْرَهُ.

## ترجمہ حدیث: ایمان والوں کے لیے قلت مال اور قلت عیال کے لیے دعا:

حضرت عمرو بن غیلان الثقفیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، کہ اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لائے، اور میری تصدیق کرے اور جو کچھ میں آپ کی طرف سے لے کر آیا اس کو حق ہونے کا یقین کرے، تو تو اس کے مال اور اولاد کو کم کر دے اور اپنی ملاقات کو اس کے نزدیک محبوب بنادے، اور اس کی قضاء یعنی موت جلدی کر دے، اور جو میرے اوپر ایمان نہ لائے، اور میری تصدیق نہ کرے، اور جو کچھ میں آپ کی جانب سے لے کر آیا اس کے حق ہونے کا یقین نہ کرے اس کے مال و عیال و اولاد کو کثیر کر دے، اور اس کی عمر لمبی کر۔

(۱) فتح الباری: ۵/۵۵ بحوالہ اہلہاء الدہیاجہ: ۵/۲۷۹

## تَرْجُحِ حَدِيثِ:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے قلت مال اور قلت اولاد اور لقاء الہی کی محبت اور جلدی موت افضل ہے، رسول اکرم ﷺ نے ایمان والوں کے لیے اس کی دعا فرمائی، لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! لوگوں میں سب سے بہتر کون آدمی ہے، آپ نے فرمایا من طال عمره وحسن عمله یعنی جس کی عمر لمبی ہو عمل اچھا ہو، وہ بہتر آدمی ہے، اسی طرح مسند صحیح یہ مروی ہے، دو بھائیوں کا انتقال ہوا ان میں سے ایک اللہ کے راستہ میں شہید ہوا اور دوسرا ایک ہفتہ کے بعد مرا، تو رسول اکرم ﷺ نے دوسرے کی فضیلت بیان فرمائی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشخاص و احوال کے اعتبار سے ہے بعض آدمی کے حق میں کثرت مال اور طول عمر بہتر ہوتا ہے، اور بعض کے لیے کثرت مال اور طول عمر معصیت اور عصیان و طغیان کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبْغَوْا فِي الْأَرْضِ یعنی کثرت مال اور طول عمر اگر طغیان و تمرد کا سبب ہے، تو یہ اچھا نہیں اور کثرت مال اور طول عمر اعمالِ خیر کا ذریعہ ہے اور امن عن الفساد کی شرط کے ساتھ ہے، تو یہ بہتر ہے حدیث شریف میں دوسرے معنی کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ فلا اشكال فيه۔

قوله: وحب اليه لقاءك: اى حب اليه الموت ليلقاك

قوله: وعجل له القضاء: اى الموت:

قوله: فاكثر ماله وولده واطل عمره: يكثر عليه اسباب العقاب والعذاب: ولا يعارضه خبر انه دعا لانس بتكثير ماله وولده لاختلاف ذلك باختلاف الاشخاص كما يفيد خبر القدسي ان من عبادى من لا يصلحه الا الغنى۔ و كان قياس دعائه بطول العمر فى الثانى دعاؤه فى الاول بقصره لكنه تركه لان المومن كلما طال عمره وحسنه عمله كان خيرا له<sup>(۱)</sup>

(۴۲۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرَزَيْنَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرَزَيْنَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ عَنْ النَّبَرَاءِ السَّلَاطِي عَنْ نَقَّادَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ يَسْتَمْنِخُهُ نَاقَةٌ فَرَدَّه ثُمَّ بَعَثَنِي إِلَى رَجُلٍ آخَرَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ بِنَاقَةٍ فَلَمَّا أَبْصَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهَا وَفِي مَنْ بَعَثَ بِهَا قَالَ نَقَّادَةُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي مَنْ جَاءَ بِهَا قَالَ وَفِي مَنْ جَاءَ بِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا

(۱) التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوي: ۴۳۶/۱

لَحُلِبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَخْذُ مَا لِفُلَانٍ لِلْمَالِ الْأَوَّلِ وَاجْعَلْ رِزْقَ فُلَانٍ يَوْمَ يَوْمٍ لِلْمَدَى بَعَثَ بِالنَّاقَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نقادہ اسدیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کے پاس ایک اونٹنی مانگنے کے لیے بھیجا، لیکن اس شخص نے نہ دی پھر آپ نے مجھ کو ایک دوسرے شخص کے پاس بھیجا اس نے ایک اونٹنی بھیجی، جب رسول اکرم ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما، اور جس نے اس کو بھیجی ہے اس کو بھی برکت عطا فرما، حضرت نقادہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اور اس کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائیے جو اس کو لے آیا ہے تو آپ نے فرمایا اس کو بھی برکت عطا فرما جو اس کو لے آیا ہے، پھر آپ نے اس کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دوہا گیا تو خوب دودھ نکلا، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! فلاں شخص کا مال بہت کر دے، پہلے منع کرنے والے کے لیے، اور جس نے اونٹنی بھیجی ہے اس کو روزانہ رزق دے۔

تشریح حدیث:

قولہ: يستمنحه: استمنح يستمنح استمنحا، عطیہ طلب کرنا ناقہ اونٹنی۔ غالباً رسول اکرم ﷺ نے اپنے مدرسہ صفہ کے طلبہ کے لیے اونٹنی طلب فرمایا، تاکہ آپ غریب و محتاج طلبہ کی خبر گیری کر سکیں، اور انہیں دودھ پلا سکیں، جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت نقادہ کو اونٹنی طلب کرنے کے لیے بھیجا تو ایک صاحب نے تو دینے سے بالکل انکار کر دیا، اور خالی ہاتھ واپس کر دیا تو آپ نے ان کو دوسرے کے پاس بھیجا، انہوں نے دیا چنانچہ وہ لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ اونٹنی میں اور بیچنے والے میں برکت کی دعا فرمائی تو صحابی رسول حضرت نقادہ نے کہا، یا رسول اللہ! لانے والے کے لیے بھی دعاء برکت فرما دیجئے، چنانچہ آپ نے ان کے لیے بھی دعائے برکت فرمائی، اور جس شخص نے اونٹنی نہیں دی تھی، اس کے لیے کثرت مال اور افراط زر کے لیے دعا کر دی، اے اللہ منع کرنے والے کے لیے خوب زیادہ مال کر دے، اور جس نے دیا ہے اس کو بقدر کفاف روزانہ روزی عطا فرما، چوں کہ مال کی کثرت و بہتات، سخت عذاب و عقاب اور حساب و کتاب کا ذریعہ ہے، کوئی اچھی بات نہیں ہے اس لیے آپ نے منع کرنے والے کے لیے کثرت مال کے لیے دعا کر دی۔ اور دینے والے کے حق میں بقدر کفاف روزانہ روزی ملنے کی دعا فرمائی۔

(۳۲۶۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدَّزْهَمِ وَعَبْدُ الْقُطَيْبَةِ

وَعَبْدُ الْحَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَف.

## ترجمہ حدیث: دنیا کے بھاری کے لیے ہلاکت و بربادی:

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاک ہو دنیا کا بندہ اور تباہ ہو اور ہم کا بندہ، اور چار و شال کا بندہ، ہلاک و برباد ہوا، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو راضی ہے اور اگر یہ چیزیں نہ دی جائیں تو کبھی اپنے امام کی بیعت پورا نہ کرے۔

### تشریح حدیث:

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی لفظ تعس کے بجائے لفظ لعن ہے لعن کے معنی دور کرنا، ہانک دینا، رحمت سے دور کر دینا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال و دولت، سیم و زر اور روپیہ پیسے کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی عبادت سے دوری اختیار کر لے تو وہ گویا مال و زر اور دنیا کا غلام ہے، ایسا شخص تمام بھلائیوں سے محروم اور رحمت خداوندی سے دور ہے، اور بارگاہ خداوندی سے دھتکارا ہوا ہے، اس کی نظر میں صرف دنیا اور دولت ہے، اگر دنیا ملتی ہے تو راضی ہے، اور اگر دنیا نہیں ملتی ہے تو اپنے امام کے ساتھ کئے گئے عہد کی ایفاء بھی نہیں کرتا ہے ایسے شخص کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

(۴۲۶۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الْبَزْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ تَعَسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيدَ فَلَا انْتَقَشَ.

### ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تباہ ہو دینار و درہم کا بندہ اور ہلاک ہو اشال کا بندہ، ہلاک ہو اور دوزخ میں اوندھے منہ گرا، خدا کرے جب اس کو کاٹا لگے تو کبھی نہ نکلے۔ (یہ بدو عا ہے دنیا کے حریص اور لالچی شخص کے لیے)

### تشریح حدیث:

قولہ: تعس عبد الدینار: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ لفظ تعس بفتح العين وبکسر ہا تعس دونوں لغت منقول ہیں، طبعی ہلاکت، بربادی، تباہی، قولہ: انتکس علی رأسہ۔ اوندھا کرنا، قولہ: اذا شید فلا انتقش: ای اذا وقع فی البلاء لا یوحم علیہ اذا الترحم ربما هان علیہ الخطب علیہ، یعنی خدا کرے جب مصیبت میں گرفتار ہو جائے، تو اس سے نجات نہ پائے، اس پر رحم نہ کیا جائے، اس لیے ترحم بسا اوقات حوادث کو اس کے لیے ہلکا کر دیتا ہے، اور اس سے عبرت



حاصل نہیں کرتا ہے، اس لیے عدمِ ترحم اور عدمِ نجات کی بددعا کی گئی ہے۔

### (۱۲۸۵) بَابُ الْقَنَاعَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، حضرت انسؓ، اور حضرت عبداللہ بن محسنؓ سے منقول ہیں اس باب میں صبر و قناعت کی حقیقت اور اس کی فضیلت و ثواب کو بیان کیا گیا ہے، اور قناعت پسندی کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۴۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ.

ترجمہ حدیث: حقیقی دولت دل کی غنا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل تو نگری و مال داری یہ نہیں ہے کہ اپنے پاس بہت زیادہ مال و متاع ہو، بلکہ حقیقی مال داری و تو نگری دل کا تو نگرو غنی ہونا ہے۔

تشریح حدیث:

دل کے غنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی حاصل ہو اس پر قناعت کر لے، مال و دولت و صاحبِ ثروت اور مالداروں کے سامنے کا سہ گدائی لے کر پھرنے سے بے نیازی و بے پرواہی برتے، دوسرے کے مال و دولت کی طرف حرص و طمع کی نظر سے نہ دیکھے، اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے، دل مال و دولت سے مستغنی اور بے نیاز ہو، یہی حقیقت میں مال دای اور غنی ہے، اور جس کے اندر یہ صفت موجود نہ ہو اور اس کا دل حرص و طمع کا شکار ہو، اور مال و دولت کو جمع کرنے میں لگا رہے، تو اس کو خواہ خزانہ قارون کیوں نہ مل جائے، وہ حقیقت میں محتاج و فقیر ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

تو نگری بدل است نہ بمال ہنر بزرگی بعقل است نہ بسال

بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ غنی النفس سے مراد وہ علمی و عملی کمالات ہیں، جن کے حاصل ہوئے بغیر انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی نہ تو محفوظ رہتی ہے نہ اس کو آسودگی و عظمت حاصل ہوتی ہے، گویا اصل خوش بختی کا مدار روحانی کمالات پر ہے، مال و دولت کی کثرت پر نہیں۔

تو نگری نہ بمال است نزد اہل کمال ہنر کہ مال قالب گور است بعد از اہل اعمال

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دنیاوی مال و متاع اور کثرتِ ثروت و جائداد ان لوگوں کی میراث ہے، جو عند اللہ سخت مبغوض و مردود ہیں، جیسے فرعون، قارون اور تمام کفار و فساق و فجار، جبکہ انبیاءِ اقیاء، اصفیاء، علماء، صلحا، اور اولیاءِ کرام کی اصل میراثِ علم و اخلاق کی لازوال دولت ہے، لہذا دنیا دار ظاہری مال و متاع حاصل کر کے راضی و مطمئن ہوتا ہے اور دیندار شخص

علم کی دولت پا کر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔

(۴۲۶۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ وَحَمِيدِ بْنِ هَانِيٍّ الْخَوْلَانِيِّ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُبَلِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ هَدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَرَزَقَ الْكَفَافَ وَقَنَعَ بِهِ.

ترجمہ حدیث: حقیقی کامیاب شخص:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی اور رزق کفاف کی دولت عطا ہوئی، اور اس پر قناعت کیا، وہ حقیقت میں کامیاب ہو گیا۔  
تشریح حدیث:

معلوم ہوا کہ کامیابی و کامرانی کا دار و مدار مال و متاع کی کثرت اور دولت کی فراوانی اور ریل پیل نہیں، بلکہ کامیابی و نجات کا مدار اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت ہے۔ اور رزق کفاف پر قناعت اور صبر کی دولت ہے، اگر کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے صبر کی دولت عطا کر دی تو سمجھ لیجئے گا کہ اللہ پاک نے اس کے دامن میں سارے دنیا کی دولت لا کر رکھ دی، بڑے سے بڑا مالدار بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ قناعت پسندی کی دولت بہت بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو قناعت کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے آمین ثم آمین۔

(۴۲۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقِي آلَ مُحَمَّدٍ قَوْتًا.

ترجمہ حدیث: رزق کے بارے میں آپ کی دعا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اے اللہ! تو آل محمد کو بقدر قوت رزق عطا فرما۔  
تشریح حدیث:

قولہ: آل محمد: ملا علی قاریؒ کے بقول آل محمد سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ذریت اور اہل بیت ہیں، یا وہ تمام امتی مراد ہیں، جو آپ کے سچے پیروکار اور متبع ہیں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ آل سے مراد رسول اکرم ﷺ کی امت کے وہ تمام افراد مراد ہیں جو متبعین ہیں۔

قولہ: قوتاً: کھانے پینے کی اس محدود مقدار کو قوت کہتے ہیں جو زندگی کو باقی اور جسمانی توانائی کو برقرار رکھے، اور

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ قوت سے مراد روزی کی وہ محدود مقدار ہے جو صرف جان بچانے اور بطور رزق کافی ہو۔ بعض روایت میں قوتاً کی جگہ کفافاً کا لفظ آیا ہے، اور کفاف بنیادی زندگی کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے باز اور محفوظ رکھے بعض حضرات کے نزدیک قوت اور کفاف دونوں ایک ہی معنی میں ہے، اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ اور جس روایت میں لفظ کفاف آیا ہے، وہ درحقیقت لفظ قوت کی وضاحت کے لیے ہے، اور اس لفظ سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، کہ اسباب معیشت اور ضروریات زندگی پر اکتفاء کرنا اولیٰ ہے، واضح رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس دعا کو اپنے ان بندوں کے حق میں قبول فرمایا جنہیں وہ اپنا پیارا اور برگزیدہ بنانا چاہا۔

(۴۲۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَعْلَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ نَفِيعٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ غَنِيٍّ وَلَا فَقِيرٍ إِلَّا وَدَّيَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّهُ أَتَى مِنَ الدُّنْيَا قَوْتًا.

ترجمہ حدیث: قیامت میں ہر شخص تمنا کرے گا کہ دنیا میں کاش بقدر کفاف ہی روزی ملی ہوتی:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مالدار اور فقیر قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ انہیں دنیا میں بقدر قوت ہی روزی دی گئی ہوتی۔ (یہ تمنا حضرات فقراء مسلمین کے درجات عالیہ اور مقامات رفیعہ کو دیکھ کر کریں گے) تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۲۶۷) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى قَالََا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شَمِيلَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَخْصَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ آمِنًا فِي سِرِّهِ عِنْدَهُ قَوْتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبید اللہ بن محسن انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ معاف کرنے والا ہو اور اپنے اس کا دل مطمئن و مامون ہو اور اس کے پاس اس دن کا کھانا یعنی روزی بھی ہو تو گویا ساری دنیا اس کے لیے اکٹھی کی گئی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: آمِنًا فِي سِرِّهِ: السرب: دل، نفس، هو آمِن السرب و آمِن فِي سِرِّهِ: اس کا دل مطمئن ہے یا وہ اپنے مال بچوں اور مال و دولت کی طرف سے مطمئن ہے، واسع السرب: کشادہ دل، حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کے کھانے کے لیے روزی ہے، وہ محتاج و ضرورت مند نہیں۔

(۳۲۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَفْزَرُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ حدیث: دنیاوی نعمت میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھنے کا حکم:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (دنیاوی معاملات میں) تم اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھو، اپنے سے اوپر والے کی طرف مت دیکھو۔ ایسا کرنے سے امید ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی نعمتوں و مال و دولت کے سلسلہ میں ان لوگوں کی طرف نظر کرو جو مال و دولت میں تم سے کم تر ہیں اور تم سے کم نعمتوں میں ہیں اس سے صبر و شکر کی صفت پیدا ہوگی، اپنے سے اوپر والوں کی طرف دنیاوی معاملات میں مت دیکھو، ورنہ عدم شکر اور عدم صبر کی صفت پیدا ہوگی، ہاں اخروی معاملات میں اور نیکی کے کام میں اپنے سے اوپر والوں کی طرف نظر کرنا چاہئے، اور رشک کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، اس سے مزید نیک اعمال کرنے کی ہمت پیدا ہوگی، نیکی کے کاموں میں اپنے سے ادنیٰ اور نیچے والوں کو نہیں دیکھنا چاہئے کیوں کہ اس سے کاپلی اورستی پیدا ہوگی، اور جو بھی نیکی کا کام تھوڑا بہت ہو رہا ہے وہ بھی نہ ہوگا اس لیے نیکی کے معاملات میں اپنے سے اعلیٰ کی طرف دیکھنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

(۳۲۶۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُزْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَقُلُوبِكُمْ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ انسان کے عمل اور اس کے دل کو دیکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا ہے لیکن تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شکل و صورت کو نہیں دیکھتا اور نہ اس کے ظاہری مال دولت کو دیکھتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال اور اس کے قلوب کے تقویٰ اور اخلاص کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیفیت کا اعتبار ہے کیت کا نہیں، اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ بندے نے کتنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا یا کتنی زیادہ عبادت کی بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ

اخلاص اور خلوص اور تقویٰ کے ساتھ کی، یہی اخلاص والہمیت اللہ کے یہاں معتبر ہے، قرآن کریم میں بھی اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ يَدُلَّ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَدُلُّهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ، اللہ تعالیٰ کو اس کا گوشت اور اس کا خون نہیں پہنچتا ہے بلکہ اس کا تقویٰ پہنچتا ہے، اور یہی چیز شریعت میں ہر عمل کے اندر مطلوب اور مقصود ہے۔

### (۱۳۸۶) بَابُ مَعِيشَةِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سلیمان بن جردؓ، اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں آل رسول ﷺ کی طرز زندگی کا بیان ہے کہ آپ کی آل کس طرح دنیا کی زندگی گزارتے تھے اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ تھا۔

(۳۲۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَّا نُوْقِدُ فِيهِ بِنَارٍ مَا هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّ ابْنَ نُمَيْرٍ قَالَ نَلْبِثُ شَهْرًا.

ترجمہ حدیث: ایک ماہ تک آپ کے گھر میں چولہا نہ جلنا:

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم آل محمد ﷺ ایک ایک ماہ تک اس طرح گزارتے کہ گھر میں چولہا تک نہیں جلتا ہمارا کھانا فقط کھجور اور پانی ہوتا تھا حدیث کے راوی نمیر نے نمکٹ کے بجائے فلیٹ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح حدیث:

آپ ﷺ کا یہ فقراختیاری تھا اضطراری نہیں، آپ کی خدمت میں جو بھی ہدایا طحائف اور اموال آتے تھے آپ ان کو علی الفور لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے تھے، اس لیے بعض مرتبہ مہینہ گز جاتا تھا اور گھر میں چولہا تک نہیں جلتا تھا، صرف کھجور اور پانی پر گزار کرتے تھے۔ سبحان اللہ، دونوں عالم کے شہنشاہ ہیں اور طرز زندگی اس قدر سادگی، میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! کس قدر سادی زندگی گزار کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

(۳۲۷۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ يَأْتِي عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ مَا يَرَى فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِهِ الذُّخَانَ فَلَمْ يَكُنْ طَعَامُهُمْ قَالَتْ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ جِيرَانُ صِدْقٍ وَكَانَتْ لَهُمْ رِبَابٌ وَكَانُوا يَتَّبِعُونَ إِلَيْهِ أَلْبَانَهُمَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَكَانُوا إِسْعَةَ أَبْيَاتٍ.

## ترجمہ حدیث: آپ کی دنیاوی طرز معیشت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آل محمد ﷺ پر کبھی ایک ماہ گزر جاتا تھا اور آپ کے گھروں میں سے کسی بھی گھر سے دھواں تک نہیں دیکھا جاتا، حضرت ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر ان کا کھانا کیا ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کھجور اور پانی، البتہ ہمارے پڑوس میں کچھ انصار تھے، جو واقعی سچے پڑوسی تھے ان کے پاس کچھ بکریاں پلی ہوئی تھیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے، راوی حدیث محمد نے کہا کہ (حضور ﷺ کے) نو گھر تھے۔

## تشریح حدیث:

قولہ: وکانت لهم ربائب: ربائب ربيعة کی جمع ہے بمعنی غنم یعنی بکریاں جو گھروں میں رہتی ہیں۔ جنگل میں چرنے کے لیے نہیں جاتیں، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اہل خانہ بعض مرتبہ مہینوں صرف پانی اور کھجور پر اکتفا کرتے تھے۔ تو ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر چولہا تک نہیں جلتا، صرف کھجور اور پانی ہی سے گزر ہوتا تھا، البتہ کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس کچھ بکریاں پلی ہوئی تھیں جن کا دودھ رسول اکرم ﷺ کے لیے وہ نکال کر بھیج دیتے تھے۔

(۴۷۴۲) حَدَّثَنَا نُصْرَةُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَمَاقٍ عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ زَايِلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَوِي فِي الْيَوْمِ مِنَ الْجُوعِ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بھوک (کی شدت سے) کروٹیں بدلتے پیٹ کو الٹتے اور کبھی تو ایسا ہوا کہ آپ کو ناکارہ کھجور بھی ملتی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیں۔

## تشریح حدیث:

قولہ: يلتوي: ای يتقلب ظهور البطن لشدة الجوع يمينا وشمالا: شدت بھوک کی وجہ سے دائیں بائیں کروٹیں بدلنا، قولہ: الدقل: دال اور قاف کے فتح کے ساتھ ردی اور خشک کھجور، یعنی بعض مرتبہ ردی اور خراب و بیکار کھجور بھی آپ کو کھانے کے لیے نہیں ملتی تھی آپ یوں شدت بھوک ہی کے ساتھ دن گزارتے سبحان اللہ! میں سو جان سے قربان جاؤں تیری شان بے نیازی اور استغناء پر یا رسول اللہ! کہ دو جہاں کے سردار ہیں اور فقر کو سر کا تاج بنایا۔

(۴۲۷۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى أَلْبَانَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَرَارًا أَوَّالَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَصْبَحَ عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ خَبٍ وَلَا صَاعٌ تَمْرٍ وَإِنْ لَهُ يَوْمَ مِثْلُ بَسْعِ بَسْوَةٍ.

ترجمہ حدیث: آل محمد کے فقر و افلاس کی زندگی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے متعدد بار یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، کہ آل محمد نے کبھی بھی ایک صاع غلہ اور ایک صاع کھجور کے ساتھ صبح نہیں کی، اور ان دنوں آپ ﷺ کی نوبتیاں تھیں۔

تشریح حدیث: تعارض اور اس کا دفاع:

یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے معارض اور متضاد ہے جس میں یہ صراحتاً آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو ایک سال کا نفقہ پہلے ہی دیدیتے تھے، جبکہ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ آل محمد میں سے کسی نے بھی ایک صاع غلہ اور ایک کھجور کے ساتھ کبھی صبح نہیں کی۔ دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے؟ فکیف التوفیق بینہما؟ حضرات شراح کرام نے ان دونوں کے درمیان جو تعارض پایا جا رہا ہے اس کا دفاع اس طرح کیا کہ حدیث باب ابتداء اسلام اور اوائل حال پر محمول ہے اور جس حدیث میں سال بھر کا نفقہ پہلے دینے کا ذکر آیا ہے، وہ زمانہ فتوحات کے بعد پر محمول ہے، لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں، ھکذا فی اللمعات۔

(۴۲۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَدِيْمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْبَحَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ إِلَّا مِنْ طَعَامٍ أَوْ مَا أَصْبَحَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ مِنْ طَعَامٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کے پاس صبح کے وقت ایک مدانا ج کے ماسوا کچھ نہیں تھا۔ یا نہیں صبح کیا آل محمد ﷺ میں ایک مدانا ج۔

تشریح حدیث: قدم و شرحہ قبل ذالک۔

(۴۲۷۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْأَكْزَمِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلِيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ أَلَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَكَّنَنَا ثَلَاثَ لَيَالٍ لَا نَقْدِرُ أَوْ لَا يَقْدِرُ عَلَيَّ طَعَامٍ.

## ترجمہ حدیث: تین دن تک کھانے کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ ہونا

حضرت سلیمان بن صردؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے، پھر ہم نے تین رات تک قیام کیا لیکن ہمیں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا۔ یا آپ کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملا۔

تشریح حدیث:

یعنی چونکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا اور تین دن تک کہیں سے کچھ آیا بھی نہیں، اس لیے ہمیں بھی کچھ کھانے کے لیے نہیں ملا، اگر کہیں سے کچھ ہدایا دیا تو حائف آتے تو آپ ہمیں ضرور عنایت فرماتے۔

(۴۲۷۶) حَدَّثَنَا شُوَيْدُ بْنُ مَعْبُودٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِطَعَامٍ سَخِنَ فَأَكَلَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا دَخَلَ بَطْنِي  
طَعَامٌ سَخِنَ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں گرم کھانا (یعنی تازہ کھانا) پیش کیا گیا تو آپ نے اسے کھایا اور جب کھا کر فارغ ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کیا (اور فرمایا) اتنے اتنے دنوں سے میرے پیٹ میں گرم کھانا نہیں گیا تھا (بلکہ کھجور وغیرہ پر گزر رہے کرتے رہے)

تشریح حدیث:

قولہ: بطعام سَخِنَ ای طعام حار: یعنی گرم کھانا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے گرم کھانا استعمال فرمایا حالاں کہ ایک روایت میں گرم کھانا کھانے کی کراہت منقول ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں گرم کھانا کھانے کی کراہت منقول ہے وہ شدت حرارت پر محمول ہے جو ناقابل استعمال ہو اور باعث تکلیف ہو، جس طعام کی حرارت اس درجہ شدید نہ ہو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، یہاں بھی جو گرم کھانا آپ نے استعمال فرمایا، وہ قابل تحمل اور لائق برداشت گرم تھا، لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں؟

## (۱۴۸۷) باب ضجاء آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

اس باب کے ذیل میں حضرت ایام ابن یاجہؓ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰؓ، اور خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے منقول ہیں، اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آل و اولاد کے سونے کے لیے بچھونا اور بستر کیسا تھا؟



(۴۲۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُحَيْمٍ وَأَبُو خَالِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ضِجَاجُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْمًا خَشْوَةً لَيْفٍ.

ترجمہ حدیث: سونے کے لیے آنحضرت ﷺ کا بستر

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔

تشریح حدیث:

قولہ: کان ضجاع رسول ﷺ: الضجاع: الفواش، بستر، پھونا، جو لیٹنے اور سونے کے لیے ہوتا ہے۔ قولہ: لیف ای قشر النخل، کھجور کے درخت کی چھال، یعنی رسول اکرم ﷺ کے سونے کے واسطے جو گدا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری تھی آپ اس پر استراحت فرماتے تھے۔

(۴۲۷۸) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَائِشَةَ وَفَاطِمَةَ وَهُمَا فِي خَمِيلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيلُ الْقَطِيفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَرِثَاقَهُمَا مَحْشُورَةً إِذْ خَرَا وَفَزَبَةً.

ترجمہ حدیث: جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ کا جہیز:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ میرے اور فاطمہ الزہراء کے پاس تشریف لائے، ہم دونوں اس وقت ایک سفید اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں دی تھی، تکیہ دیا تھا جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی، اور پانی کے لیے ایک مشکیزہ دیا تھا۔

تشریح حدیث:

قال ابن الاثير في النهاية: حمل فيه، انه جهز فاطمة رضي الله عنها في خميل وقربة ووسادة ادم، الخميل والخميلة: القطيفة وهي كل ثوب له حمل من اى شئ كان وقيل الخميل الاسود من الثياب (۱) (۴۲۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غَمَزُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي سِمَاكُ الْحَنْفِيُّ أَبُو زَمِيلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنِي غَمَزُ بْنُ الْعَطَّابِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى خَصِيرٍ قَالَ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عَلَيْهِ إِزَارٌ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا

الخصير قد اتر في جنبه وإذا أنا بقبضة من شعير نحو الصاع وقزط في ناحية في الغزوة وإذا  
إهاب معلق فابتدرت غيائي فقال ما يبكيك يا ابن الخطاب فقلت يا نبي الله و مالي لا أبكي وهذا  
الخصير قد اتر في جنبك وهذه خزانة لا أرى فيها إلا ما أرى وذلك كسرى وقبض في  
القمار والأنهار وأنت نبي الله وصفوته وهذه خزانة قال يا ابن الخطاب ألا ترضى أن تكون لنا  
الآخرة وأهم الدنيا قلت بلى.

ترجمہ حدیث: رسول اکرم ﷺ کا کل متاع زندگی:

خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس اس وقت گیا جب  
آپ ایک بورے پر تشریف فرما تھے، حضرت عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا، (میں نے دیکھا کہ) آپ کے جسم  
مبارک پر صرف تہبند ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا آپ کے جسم مبارک پر نہ تھا۔ اور بورہ کا نشان آپ کے پہلو میں لگا  
ہوا تھا (میں نے آپ کے حجرہ کے سامنے کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ) ایک مٹھی بھر جو ہے جو شاید ایک صاع کے برابر ہو، اور  
حجرہ کے ایک کونہ میں ببول کے کچھ پتے تھے، اور مشک تھی جو لٹک رہی تھی، (بس یہی آپ رسول اللہ ﷺ کا کل سامان  
زندگی تھا) یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو نکل آئے، (مجھے دیکھ کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابن  
الخطاب! تو کیوں روتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں کیوں نہ ر دوں؟ جبکہ یہ بورہ آپ کے مبارک پہلو میں نشان  
ڈال دیا، آپ کا کل خزانہ بس یہی ہے، جو میں دیکھ رہا ہوں، اس کے ماسوا کچھ بھی نہیں، یہ کسریٰ وقصر کو دیکھئے کہ وہ کیسے میوں  
اور خمر میں رہتے ہیں، حالاں کہ آپ تو اللہ کے نبی اور اس کے برگزیدہ اور چنیدہ ہیں، اس پر آپ کا بس یہ خزانہ؟ (یہ سن  
کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تو اس پر رضا مند نہیں ہو کہ ہمیں آخرت ملے اور ان کو دنیا، میں  
نے کہا کیوں نہیں ضرور راضی ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی قطعاً حاجت و ضرورت نہیں۔

(۴۲۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ  
مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَهْدَيْتُ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَمَا كَانَ  
فِرَاشًا لَيْلَةً أَهْدَيْتُ إِلَّا مَسْكَ كَبِشٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) میرے پاس بھیجی گئیں، تو اس

رات میں ہمارے پاس بچھانے کے لیے کوئی پھونانہ تھا، سوائے ایک بکری کی کھال کے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: مشک کبش: المسك الجلد: یعنی چمڑا کھال، خاص طور پر بکری کے چمڑے کو مسک کہا جاتا ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کی رخصتی ہوئی اور حضرت علیؓ کے پاس گئیں اس رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بکری کی کھال کے علاوہ بچھانے کے لیے کوئی بستر نہ تھا، فقر و غربت کا یہ عالم تھا کہ اس رات میں بھی کوئی بستر نصیب نہ تھا حالانکہ ایسی رات تو زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے، اور اس کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت علی کے پاس کوئی خاص بستر کا انتظام نہ ہو سکا۔

### (۱۲۸۸) بَابُ مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

اس باب کے تحت صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں، جو حضرت ابو مسعودؓ، حضرت خالد بن عمیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہیں اس باب کے تحت اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے رفقاء حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس دنیا میں کس طرح حیات مستعار کو گزار کر آخرت کے لیے روانہ ہو گئے ان کی دنیاوی زندگی یہاں رہنا سہنا، اور بود و باش کس طرح تھا، وہ اپنی شب و روز کس طرح گزارتے تھے؟ اسی کا اس میں بیان ہے۔

(۴۲۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا يَتَحَامَلُ حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ وَإِنْ لَأَخَذَهُمْ الْيَوْمَ مِائَةُ أَلْفٍ قَالَ شَقِيقٌ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ.

ترجمہ حدیث: حضرات صحابہ کرام کی تنگدستی:

حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ (ہم کو) صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی جاتا اور مزدوری کرتا، اور ایک مد لاتا (پھر اس کو صدقہ کرتا) اور آج کے دن میں ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ موجود ہے، حدیث کے راوی شقیق کہتے ہیں کہ اس سے حضرت ابو مسعودؓ نے اپنے نفس کو اشارہ کیا ہے (کہ پہلے میں صدقہ کرنے کے لیے اسی طرح مزدوری کر کے کما کر لاتا پھر صدقہ کرتا اور آج میرے پاس ایک لاکھ روپیہ موجود ہے۔)

تشریح حدیث: معنی الحدیث واضح بالترجمة فلا حاجة الى اي تشریح:

(۴۲۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ مَسْعُودٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَمِيرٍ قَالَ خَطَبَنَا عُثْبَةُ بْنُ عَزْوَانَ عَلَى الْمَشْرِ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مَسَاعٍ مَبْعُوعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا

طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ حَتَّى قَرَحَتْ أَشْدَاقُنَا.

ترجمہ حدیث: شدت فقر کی وجہ سے درخت کے پتوں کا کھانا:

حضرت خالد بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن غزوآن نے ہمیں منبر پر خطبہ دیا کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ساتواں آدمی تھا، اور ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا، یہاں تک کہ ہم صرف درخت کے پتے کھاتے تھے، جس کی وجہ سے ہمارے جڑے چھل گئے، (سوڑھے زخمی ہو گئے)

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور تنگدستی کا عالم یہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس کھانے پینے کے لیے کوئی سامان نہیں بچا، یہاں تک کہ حضرات صحابہ کرام درخت کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے، جس کی وجہ سے سوڑھے چھل گئے، بعض روایت میں یہ آیا ہے کہ پتوں کے کھانے کی وجہ سے پیٹنی کی طرح قضاء حاجت کرنے لگے تھے الغرض اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے کیسی مشقت و پریشانی اٹھا کر دین اسلام کی اصل اور صحیح شکل کو ہم تک پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے جناب سے ان حضرات کا اجر حزیل عطا فرمائے۔

(۳۲۸۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبَّاسِ الْجَزَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا

عُثْمَانَ يَحْدِثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوعٌ وَهُمْ سَبْعَةٌ قَالَ فَأَعْطَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ لِكُلِّ إِنْسَانٍ تَمْرَةٌ.

ترجمہ حدیث: صرف ایک کھجور پر حضرات صحابہ کرام کا زندگی گزارہ کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان حضرات (صحابہ کرامؓ) کو بھوک لگی اور کل سات لوگ تھے رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو سات کھجوریں دیں ہر ایک کے لیے ایک ایک کھجور۔

تشریح حدیث:

ملا علی قارئیؓ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ کسی دور دراز سفر کا واقعہ ہے اور جن حضرات کو شدید بھوک لگی تھی وہ بظاہر اصحاب صفہ کے لوگ تھے، لیکن صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں قلت لم اجدر وایة صریحة تدل علی انہم اصحاب الصفہ۔ یعنی ان سے مراد اصحاب صفہ کے لوگ ہیں اس سلسلہ میں مجھے کوئی صریح روایت نہیں ملی۔

غربت اور مال کی قلت کا یہ حال تھا کہ آپ نے حضرات صحابہ کرام کو صرف ایک ایک کھجور دی اور اسی ایک کھجور کو کھا کر حضرات صحابہ کرام نے بھوک کی شدت کے احساس کو ختم کیا۔ اور زندگی بسر کی، اور دین اسلام اور قرآن وحدیث کو

تَحْمِيلُ الْحَاجَةِ

ہم تک پہنچایا جو آج ہم مسلمان اور صاحب ایمان کہلا رہے ہیں۔

(۳۲۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ قَالَ الزُّبَيْرُ وَأَيُّ نَعِيمٍ نَسْأَلُ عَنْهُ وَإِنَّمَا هُوَ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ قَالَ أَمَّا إِنَّهُ سَيَكُونُ.

ترجمہ حدیث: قیامت میں دنیاوی نعمتوں کے بارے میں سوال:

حضرت زبیر بن العوامؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا: کون سی نعمت کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا؟ (ہمارے پاس) کھجور اور پانی کے علاوہ (کوئی نعمت ہی نہیں) آپ نے فرمایا عنقریب نعمت کا زمانہ آنے والا ہے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ: حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سوال ان نعمتوں کے بارے میں ہوگا جو اللہ نے دنیا میں عطا کی ہوں گی جیسے آنکھ، کان، دل، دماغ، امن، صحت، مال و دولت، اور اولاد وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ یہ سوال صرف کافروں سے ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک سے ہوگا کیوں کہ محض سوال مستلزم عذاب نہیں، جنہوں نے ان نعمتوں کا استعمال اللہ کی ہدایت کے مطابق کیا ہوگا، وہ سوال کے باوجود عذاب سے محفوظ رہیں گے، اور جنہوں نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہوگا وہ گھیر لیے جائیں گے۔

جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کون سی دنیاوی نعمت ہے جس کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا، ہمارے پاس تو صرف کھجور اور پانی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ابھی تو نہیں ہے لیکن عنقریب نعمتوں کا زمانہ آنے والا ہے اور تمہیں طرح طرح کی دنیاوی نعمتیں ملنے والی ہیں اس کے بارے میں قیامت میں سوال ہوگا چناں چہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق فتوحات کے دروازے کھلے اور حضرات صحابہ کرام کو دنیاوی نعمتیں خوب خوب ملیں:

(۳۲۸۵) حَدَّثَنَا عَلَمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلِيمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ أَرْوَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَنَقْبِي أَرْوَادَنَا حَتَّى كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِائَتُمُرَّةٌ فَقِيلَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَآلَيْنَ تَقْعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا لَقْدَهَا جِئْنَا فَقَدْ نَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِخَوْبٍ قَدْ قَدَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَالِيَّةَ عَشْرِ يَوْمًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایک جہاد کے لیے روانہ کیا ہم لوگ تین سو آدمی تھے، ہم اپنے زادراہ کو اپنی گردنوں پر لادے ہوئے تھے، پھر ہمارا زادراہ ختم ہو گیا یہاں تک کہ نوبت بایں جا رسید کہ ہم میں سے ہر شخص کو ہر روز ایک کھجور ملتی۔ لوگوں نے کہا اے عبد اللہ! بھلا ایک کھجور میں آدمی کا کیا ہوتا ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی بالآخر ہم لوگ ایک سمندر کے کنارے آئے، تو وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک مچھلی باہر پڑی ہے جس کو سمندر نے پھینک دیا ہے چناں چہ ہم لوگ اس سے اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔

تشریح حدیث:

نبی کریم ﷺ اپنے تین سو جانباز شاہین صفت صحابہ کرام کو ایک سریہ پر روانہ فرمایا بعض روایتوں میں صراحت ہے کہ آپ نے قبیلہ حبشہ کی طرف روانہ فرمایا۔

قولہ: فقیل: قبیل کا قائل حضرت وہب بن کیسانؓ ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اس کی صراحت کی ہے، قولہ: قد قذفه البحر سمندر نے جس مچھلی کو حضرات صحابہ کرام کے لیے باہر پھینکا تھا اس کا نام عنبر تھا، یہ ایک بہت بڑی مچھلی تھی حضرات صحابہ کرام تین سو کی تعداد میں تھے لیکن اٹھارہ دن تک صحابہ کرام اس سے کھاتے رہے، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنی بڑی تھی؟ بعض روایت میں اس کی صراحت ہے کہ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس کی پیلی کی ہڈی کو کھڑا کر کے صحابہ کرام میں جو سب سے زیادہ طویل القامت تھے وہ اونٹ پر سوار ہو کر اس کے اندر سے گزر جاتے تھے۔ اور اس کے سر کو ہڈی نہیں لگتی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

### (۱۴۸۹) بَابُ فِي الْبِنَاءِ وَالْخَرَابِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار احادیث سپرد قریطاس کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت انسؓ، اور ابن عمرؓ اور حضرت حارثہ بن مضربؓ سے منقول ہیں، اس باب میں موت اور آخرت کو فراموش کر کے عمارت بنانے کی مذمت اور ضرورت سے زیادہ مکان بنانے کی شاعت و قباحت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیاوی مکان و دکان کے چکر میں الجھ کر موت و آخرت کو فراموش نہ کرے موت اور آخرت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اس سے بالکل تغافل نہ کرے، ورنہ ہلاکت کا خطرہ ہے۔

(۴۲۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ

عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ لِنَعْلِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ مَا هَذَا فَقُلْتُ خُصٌّ لَنَا وَهِيَ نَحْنُ

نُضِلُّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ.

## ترجمہ حدیث: موت کو فراموش کر کے دنیا میں گھر بنانے کی مذمت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے اوپر سے گزرے تو اس وقت ہم ایک جھونپڑا بنانے میں مشغول تھے، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمارا مکان پرانا ہو گیا تھا اس لیے ہم اس کی اصلاح کر رہے ہیں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ موت تو اس سے بھی جلد آنے والی ہے

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ٹھیک ہے کہ تم پرانے مکان کو رہنے کے واسطے درست کر رہے ہو لیکن کیا تمہیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ تم اس میں رہ سکو گے، اور اس سے لطف اندوز ہو سکو گے موت تو اس سے جلد آنے والی ہے اس لیے موت کے بعد والے گھر یعنی قبر کی تیاری کرنی چاہئے اور وہاں کے بارے میں سوچ و فکر کرنا چاہئے، دنیا تو جیسی تیزی گزر ہی جائے گی لیکن قبر اور آخرت کا معاملہ بہت سنگین ہے اس لیے وہاں کی تیاری کرنی چاہئے، دنیا میں الجھ کر موت کو بھولنا باعثِ شرمناک ہے۔

قولہ: خصص لنا: الخص بیت يعمل من الخشب والقصب، وہ گھر جو لکڑی اور بانس سے تیار کیا جائے اس کی جمع خصاص اور اخصاص آتی ہے۔

(۳۲۸۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ أَبِي فَرْوَةَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَّةٍ عَلَى بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ مَا هَذِهِ قَالُوا قَبَّةٌ بَنَاهَا فَلَانٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَا لِي يَكُونُ هَكَذَا فَهُوَ وَبَالَ عَلَى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَبَلَغَ الْأَنْصَارِيُّ ذَلِكَ فَوَضَعَهَا فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ فَلَمْ يَزِرْهَا فَمَسَّالَ عَنْهَا فَأَخْبَرَ أَنَّهُ وَضَعَهَا لِمَا بَلَغَهُ عَنْهُ فَقَالَ يَزِرْ حِمُّهُ اللَّهُ يَزِرْ حِمُّهُ اللَّهُ.

## ترجمہ حدیث: قبہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی ناراضگی:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ ایک قبہ کے پاس سے گزرے جو ایک انصاری صحابی کے دروازے پر بنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ایک قبہ ہے جس کو فلاں صاحب نے تیار کیا ہے، (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جو مال اس طرح کے کاموں میں خرچ ہو وہ قیامت کے دن وبالِ جان ہوگا، اس کے مالک پر یہ خبر اس انصاری صحابی تک پہنچی، تو اس نے اس کو گرا دیا (پھر کسی موقع سے) آپ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے اس قبہ کو اس جگہ نہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے متعلق (لوگوں سے) دریافت کیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ جب آپ کا ارشاد گرامی اس صحابی تک پہنچا تو انہوں نے اس کو ڈھا دیا (یہ سن کر) رسول

اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث مبارکہ سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اکرم ﷺ کے جزبات کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اور شریعت اسلامی کے حکم پر کس درجہ عامل و پیروکار تھے، اور رسول پاک ﷺ کے منشاء و مذاق کو کس طرح سمجھتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ آپ نے اس گنبد کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو بلا کسی تاویل اور چون و چرا کے علی الفور اس کو گرا دیا، اور اس بلند و بالا گنبد کو زمین بوس کر دیا، اور اپنے آقا کو راضی کر کے آخرت کی زندگی اور قبر کی زندگی کو سنوارا۔ اور آج ہم اپنی حالت پر غور کریں کہ کس درجہ شریعت اسلامی کے حکم پر عامل ہیں، اور رسول پاک ﷺ کے ارشاد و حکم پر عمل پیرا ہیں، بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل کا معاملہ فرمائے۔

(۳۲۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِيَتْ بَيْتًا يَكْتَنِي مِنَ الْمَطَرِ وَيَكْتَنِي مِنَ الشَّمْسِ مَا أَعَانَنِي عَلَيْهِ خُلُقُ اللَّهِ تَعَالَى.

ترجمہ حدیث: ضرورت کے پیش نظر مکان بنانے کا جواز

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے، کہ میں نے ایک کوٹھری بنائی تھی جو مجھ کو بارش اور دھوپ سے بچاتی تھی، اور اس کی تعمیر میں مخلوق خدا میں کسی نے میری مدد نہیں کی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت رہائش کے لیے مکان بنانا جائز ہے، ایک حدیث شریف میں اس کی صراحت آئی ہے جو امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم صرف چار چیزوں پر اپنا حق رکھتا ہے۔

(۱) ایک تو مکان جس میں وہ رہائش اختیار کرے، اور سردی گرمی سے اس کو محفوظ کر سکے،

(۲) دوسرے کپڑا جس سے وہ اپنی ستر پوشی کرے،

(۳) تیسرے بغیر سالن کے خشک روٹی، جس سے وہ اپنی بھوک دور کر سکے،

(۴) چوتھے پانی جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ یہ بندوں کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر واجب

کی گئی ہے، لہذا ان نعمتوں کے جائز استعمال پر آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی جن چیزوں کو ضروریات زندگی کے طور پر بنایا ہے، ان کو انسان اسی قدر حاصل کرنے اور اس سے بہر مند ہونے کا حقدار و مجاز ہے، جس قدر کہ اس کی



ضروریات کے لیے کافی ہو، چنانچہ جو شخص ان چیزوں کو حلال وسائل و ذرائع سے حاصل کرے گا، اور ضرورت کے بقدر اکتفا کرے گا، اس سے آخرت میں ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا، اور نہ ہی مواخذہ ہوگا، کیوں کہ بقدر ضرورت استعمال ان لوازمات سے ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، ہاں ان کے علاوہ جو دنیا کی اور چیزیں ہیں یا ان ہی چیزوں میں جو ضرورت سے زائد مقدار ہیں وہ سب لوازمات زندگی سے خارج ہیں، اور لذات نفس میں داخل ہیں، ان کے بارے میں قیامت کے روز بالیقین مطالبہ مواخذہ کیا جائے گا،

(۴۲۸۹) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ أَبِي سَخْقٍ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِبٍ قَالَ أَتَيْنَا خَبَابًا نَعُوذُ فَقَالَ لَقَدْ طَالَ سَقَمِي وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمَنَّوْا الْمَوْتَ لَتَمَنَيْتُهُ وَقَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيُؤْجِزُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا فِي الثَّرَابِ أَوْ قَالَ فِي الْبِنَاءِ.

ترجمہ حدیث: ضرورت سے زیادہ تعمیر پر مال لگانا حاصل:

حضرت حارثہ بن مضربؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت خبابؓ کی عیادت کے لیے (ان کے پاس) گئے تو انہوں نے فرمایا بے شک میری بیماری طویل ہو گئی ہے، کہ میں یہ بات رسول اکرمؐ سے نہ سنی ہوتی کہ موت کی تمنا نہ کرو تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ اور نیز آپؐ نے فرمایا بے شک بندے کو اس کے تمام اخراجات و نفقات میں ثواب دیا جاتا ہے، سو اس خرچ کے جوہ مٹی میں کرتا ہے، فرمایا جو عمارت بنانے میں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے، لیکن انسان جو مال مکان وغیرہ کی تعمیر میں خرچ کرتا ہے، اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا ہے، لیکن عدم اجر و ثواب کا مسئلہ اس وقت ہے جب کہ وہ تعمیر ضرورت و حاجت سے زائد ہو، ورنہ تو اپنی حاجت کے بقدر مکان کی تعمیر ضروریات زندگی میں شامل ہے، اور اس پر خرچ کیا جانے والا رقم ضائع و برباد نہیں ہو جاتا، اور اسی طرح عدم اجر و ثواب کے حکم خیر و بھلائی کے مکانات جیسے مدارس، مکاتب، اور مساجد وغیرہ کی تعمیر مستثنیٰ ہے، ان کی تعمیر باعث اجر و ثواب اور کار مستحب و مستحسن ہے۔

(۱۴۹۰) بَابُ التَّوَكُّلِ وَالْيَقِينِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے ذیل میں پانچ احادیث سپرد قلم کی ہیں، جو حضرت عمر فاروقؓ، حضرت حبہ اور سواہؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں توکل علی اللہ اور یقین باللہ کی فضیلت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، توکل علی اللہ ترک اسباب و ذرائع کا نام نہیں ہے، بلکہ درحقیقت توکل علی اللہ اسباب و ذرائع کو اختیار کر کے معاملہ اللہ کے حوالہ کرنے کا نام ہے، یہ دنیا دار الاسباب

ہے، یہاں ہر چیز اللہ تبارک و تعالیٰ اسباب و ذرائع کے پردے میں چھپ کر کرتا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، لیکن اسباب کے پردے میں اس لیے اس جہاں رنگ و بو میں اسباب کو بالکل ترک کر کے توکل علی اللہ حماقت و نادانی ہے، اور سب کچھ اسباب ہی کو سمجھ لینا اس سے بڑی حماقت، جہالت اور نادانی ہے، اس لیے معتدل راہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کر کے کام کے ہونے اور نہ ہونے کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے، یہی توکل ہے۔

(۴۲۹۰) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ ابْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَزُوخُ بَطَانًا.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے کی فضیلت:

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل اور اعتماد کرو جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اعتماد کا حق ہے، تو وہ یقیناً تمہیں اسی طرح رزق دے گا جس طرح کے پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ پرندے صبح کے وقت خالی پیٹ بھوکے نکلتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) واپس آتے ہیں۔  
تشریح حدیث:

توکل علی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین و اعتماد اور اعتقاد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے، اور ہر موجود کو خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار مخلوق ہو، یا رزق کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، نفع ہو یا نقصان، غربت و افلاس ہو یا ثروت و مالداری، مرض ہو یا صحت، موت ہو یا حیات، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو سب کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اور ساری چیزیں اسی ذات واحد کی طرف سے ہیں پھر اس امر کا پختہ اور کامل اعتقاد ہو، کہ رزق کا ضامن بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، پھر اس یقین اور اعتماد کے ساتھ حصول معاش کی سعی و جہد میں احسن طریقوں سے مناسب و معقول صورت میں مشغول ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی نہ کرے، اور کسب معاش کی دھن میں اس طرح غرق نہ ہو جائے، کہ حلال و حرام کی تمیز بھی نہ کر سکے۔

توکل علی اللہ کی حقیقت

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا خیال و گمان یہ ہو کہ توکل نام ہے کسب و عمل کے ترک کر دینے کا، اور ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینے اور اپنا بیج بن کر پڑے رہنے کا، جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے، تو وہ شخص نرا جاہل ہے، حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ توکل کا اصل مقام قلب ہے، اور حصول معاش کے لیے حرکت و عمل ایک ظاہری فعل

ہے، جو توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اسی حدیث میں پرندے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وہ اگرچہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے، اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے، لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدوجہد پر، اور اپنی قوت اور تدبیر پر بلکہ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا حصول معاش اور کسب رزق حلال کے لیے معقول اور مناسب طریقہ پر جدوجہد اور سعی کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حدیث شریف میں اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی جدوجہد اور کسب و عمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے، بلکہ رزاق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، نیز حدیث شریف کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے لقل و حرکت اور سعی و کوشش سے باز رکھا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر اصل توکل کا تعلق قلب ہے، جو اعضاء ظاہری کی حرکت و عمل کے بالکل منافی نہیں ہے، گو بسا اوقات اللہ تبارک و تعالیٰ بغیر حرکت و عمل کے اور بغیر اسباب اختیار کئے بھی رزق پہنچاتا ہے، اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا ہے، اور توکل کی برکت بعض مرتبہ یہاں تک ظاہر ہوتی ہے، کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لیے حرکت بھی نہیں کرنی پڑتی، بلکہ دوسرے حرکت کر کے اس تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد باری کے عمومی مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا، زمین پر جتنی بھی چیزیں چلنے والی ہیں ان سب کی رزق رسانی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

(۴۲۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَلَامِ بْنِ شَرَحْبِيلَ أَبِي شَرَحْبِيلَ عَنْ حَبَّةَ وَسَوَاءِ ابْنِ خَالِدٍ قَالَا دَخَلْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُعَالِجُ شَيْئًا فَأَعْنَاهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَا تَيْتَسِمَا مِنَ الرِّزْقِ مَا تَهَزَّرْتَ رَوْسُكُمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ تِلْكَ أَفْهَ أَخْمَرَ لَيْسَ عَلَيْهِ قِسْرُ ثُمَّ يَرْزُقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے:

خالد کے دونوں بیٹے حبہ اور سواءؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس اس وقت گئے جب آپ کچھ کام کر رہے تھے، ہم نے اس کام میں آپ کی مدد کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم دونوں کے سر ہلتے رہیں (یعنی زندہ رہو) روزی کی فکر نہ کرنا، اس لیے کہ ماں بچہ کو سرخ جنتی ہے، اس پر کھال نہیں ہوتی، پھر اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرماتا ہے۔

تشریح حدیث:

رزاق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، وہی اپنے بندوں کو اور اپنی تمام مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے، اور اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ بندے کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے، کبھی وہ حاشیہ خیال میں بھی لایا نہیں ہوتا، اور اللہ رزق دیتا ہے، حدیث میں رسول اکرم ﷺ حضرت حبہ اور سواءؓ دونوں سے فرمایا جب تک تم زندہ رہو روزی کی فکر بالکل نہ کرنا، تمہیں ہر حال میں اللہ

تبارک و تعالیٰ روزی عطا فرمائے گا، اس لیے کہ ماں بچہ کو سرخ جنتی ہے اس پر کھال بھی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کو بھی رزق دیتا ہے۔ جب کوئے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں جب کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو بہت برے لگتے ہیں، چناں چہ کوا ان بچوں کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے، اور وہ بچے بے یار و مددگار تنہا پڑے رہ جاتے ہیں کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا ہے، تب اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے پاس مکھی اور چونٹیا بھیجتا ہے، جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں، اور اس طرح ان کا نشوونما ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں، اور بالکل سیاہ فام ہو جاتے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد کوا ان کے پاس آتا ہے، تو ان کو سیاہ دیکھتا ہے، تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے، اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر سعی و حرکت کے بھی روزی پہنچاتا ہے۔

### ایک عبرت انگیز واقعہ:

اللہ تبارک و تعالیٰ بغیر کسی سعی و کوشش کے بھی رزق پہنچاتا ہے، اس سلسلہ میں بہت سارے واقعات ہیں، لیکن ایک واقعہ نہایت عجیب و غریب اور عبرت آموز ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے جو روح قبض کرنے پر مامور ہیں پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے کبھی رحم بھی آیا ہے؟ عزرائیل نے عرض کیا ہاں اے پروردگار عالم! ایک موقع پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا لیکن آپ کا حکم تھا روح قبض کر لیا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی، اس میں سوار سارے ہی لوگ پانی میں غرق ہو گئے تھے، لیکن کچھ لوگ محض آپ کے فضل و کرم سے پانی میں غرق ہونے سے بچ گئے تھے، اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت بھی تھی، جو ایک تیرتے ہوئے تخت پر بیٹھی اپنے شیرخوار بچہ کو دودھ پلا رہی تھی، جب ہی آپ کا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کر لی جائے، چناں چہ میں نے اس عورت کی روح قبض کر لی، لیکن اس کے بچہ پر بہت رحم آیا، جو دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تخت پر تنہا رہ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اس بچہ کا انجام کیا ہوا؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تخت کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا، جہاں اس نے بچہ کو ایک ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس کے پاس بھیجی، جس نے اس کو اپنا دودھ پلا کر پرورش کیا، جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو میں نے کچھ جنات متعین کر دیے تاکہ وہ اس بچہ کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دے، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہو گیا، پھر علم و فضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہو گیا، دولت و امارت سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار تمام روئے زمین کا بادشاہ اور حکمران بن گیا تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کر دیا، اس کو یہ یاد نہ رہا کہ خدا تو وہ ذات ہے جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ سلامت بچا کر اپنی قدرت خاصہ کے ذریعہ پرورش و تربیت کے مراحل سے گزارا، اور پھر اس مرتبہ تک پہنچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمران بن بیٹھا ہے، آج دنیا میں وہ شہاد کے نام سے مشہور ہے۔

بہر حال اہل ایمان کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

(۳۲۹۲) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَلْبَانًا أَبُو شُعَيْبٍ صَالِحُ بْنُ زُرَيْقٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَمْعِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ بْنِ رِبَاحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ قُلُوبِ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشَّعْبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ كَفَاهُ التَّشَعُّبُ.

ترجمہ حدیث: توکل کی ہدایت:

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک ابن آدم کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ اور گوشہ ہے، پس جس شخص نے اپنے دل کو ان گوشوں اور شاخوں کی طرف متوجہ رکھا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ اس کو کس جنگل میں ہلاک کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا (اور اپنے تمام امور اس کے سپرد کر دے) تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی درستی کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے دل میں رزق کے اسباب و ذرائع اور اس کے حصول کے تعلق سے طرح طرح کی فکریں اور غم پیدا ہوتا ہے، اور تلاش رزق کے لیے اپنے دل و دماغ کو مختلف قسم کے تفکرات و تدبیرات اور غموں میں مشغول و منہمک رکھتا ہے، اور پراگندہ خاطر کی کا شکار ہوتا ہے، تو جو شخص اس طرح سے تلاش معاش کے لیے بچپن اور مضطرب ہو اور توکل علی اللہ نہ کرے تو کسی بھی وادی میں ہلاک و برباد ہو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں، اس کے برخلاف جو شخص اللہ کی ذات پر توکل کامل کرتا ہے، اور اسباب و ذرائع کے اختیار کرنے کے بعد اپنے تمام امور اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور رحمت و وسعت اس کے دماغ کی پراگندگی و پریشانی اور گونا گوں جسمانی محنت و مشقت کے تعب و غم سے نجات دیتی ہے، اور اس کے تمام امور کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے، پھر اس کے سارے ہی امور صحیح انجام پاتے ہیں۔

(۳۲۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا حکم:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، کہ تم میں سے کوئی شخص نہ

مرے مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور وسعت نعمت پر اعتماد کامل اور مستحکم توکل کرنا چاہئے اور مغفرت و بخشش کی امید رکھنی چاہئے چاہے اس کے گناہ پہاڑ کے برابر کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت سے بڑی کوئی شئی نہیں ہے، اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، سبقت رحمتی علی غضبی، اس پر دال ہے علامہ بوحیری نے کیا شاندار کہا ہے،

بِأَنْفَسٍ لَا تَقْنَطِي مِنْ ذِلَّةٍ عَظُمَتْ ☆ ان الكبائر في الغفران كاللحم

لعل رحمت ربی حین یقسمها ☆ فاتی علی حسب العصیان فی القسم

اے نفس تو مزلت اور گناہ کی وجہ سے مایوس مت ہو، بے شک گناہ کبیرہ مغفرت و بخشش گوشت کی طرح ہے، اور جس وقت میرے رب کی رحمت تقسیم کی جا رہی ہو، شاید وہ رحمت تقسیم میں گناہوں کے اعتبار سے تقسیم ہو۔

(۳۲۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلِّ خَيْرٍ آخِرٌ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَلَا تَعْجِزْ فَإِنَّ غَلَبَكَ أَمْرٌ فَقُلْ قَدْ زَالَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ وَإِيَّاكَ وَاللَّوْ فَإِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.

ترجمہ حدیث: قوی مومن کا ضعیف مومن سے افضل ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قوی مسلمان زیادہ بہتر ہے، اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ضعیف مسلمان کے مقابلہ میں اور ہر بھلائی میں حرص جو تجھ کو نفع پہنچائے، اور عجز ظاہر مت کر، پھر جب کوئی معاملہ تجھ پر غالب آجائے (اور تو مغلوب ہو جائے) تو کہہ کہ تقدیر الہی یہی تھی، اللہ نے جو چاہا کیا، اور اگر مگر ہر گز مت کر، اس لیے کہ لفظ اگر مگر شیطان کا دروازہ کھولتا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وإياك واللة: حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اسباب و ذرائع کے اختیار کے باوجود کوئی کام نہ ہو اور امید کے خلاف ہو، تو اس کو نوشتہ تقدیر سمجھ کر چھوڑ دو، اور تقدیر خداوندی پر خندہ پیشانی کے ساتھ راضی ہو جاؤ اب یہ مت کہو کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو یہ ہوتا، لو فعلت کذا لکان کذا لفظ اگر مگر مت استعمال کرو یہ توکل کامل کے خلاف ہے، قرآن مجید میں اللہ پاک کا کھلم کھلا ارشاد ہے مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِهِ

قَبْلِ أَنْ تَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۖ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ (۱) نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوتی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے تاکہ تم اپنے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اتر جاؤ۔ الغرض لفظ اگر شیطانی دروازہ ہے اس سے عقیدہ متزلزل ہوتا ہے اس لیے اس لفظ کے استعمال سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے۔

### (۱۴۹۱) بَابُ الْحِكْمَةِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، اور حضرت ابویوب انصاریؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں حکمت و دانائی کی باتوں کا بیان ہے۔  
(۴۲۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

ترجمہ حدیث: حکمت کی بات جہاں کہیں بھی ملے لے لو:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حکمت کی بات گویا مومن کی گمشدہ چیز ہے (پس) جہاں کہیں بھی اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔  
تشریح حدیث:

حکمت و دانائی کی بات سے مراد وہ بات ہے جو دین اور آخرت میں فائدہ دینے والی ہو، ہر وہ بات جو دین اور آخرت میں مومن کے لیے مفید اور نفع بخش ہو، وہ مومن کے لیے مطلوب اور گم شدہ چیز کی طرح عظیم سرمایہ ہے لہذا مومن اس بات کو جہاں بھی پائے اس کو لینے کا سب سے بڑا حقدار خود کو سمجھے اور فوراً اس کو قبول کرے۔ کیوں کہ جس طرح عقلمند آدمی اپنی گمشدہ چیز جہاں بھی جب بھی اور جس کے پاس بھی پاتا ہے، اس کو فوراً لے آتا ہے، ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتا اسی طرح مومن کو بھی چاہئے کہ حکمت و دانائی کی بات کو اپنا گمشدہ سرمایہ اور اپنا مطلوب اور اپنے کو اس کا سب سے بڑا حقدار سمجھنا چاہئے، اور دانشمندی کا تقاضا یہی ہونا چاہئے کہ اس کو فوراً لے لے بلا کسی تاخیر اختیار کرے اور عمل کرنے لگے، چاہے وہ حکمت کسی بڑے عالم دین بزرگ سے ملے چاہے کسی معمولی آدمی سے ملے حتیٰ کہ حکمت کی بات اگر کسی دیوار پر مکتوب ہے تو اس کو بھی قبول کرنا چاہئے۔ بعض عارفین سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے بایزید بستامی جیسے جلیل القدر اور رفیع

المرتب بزرگ اور عارف سے بات سنی تو اس کو قبول کیا لیکن اگر وہی بات اپنی کنیز اور باندی سے سنی تو اس کو ناقابل اعتناء سمجھا اور قبول نہیں کیا تو وہ شخص متکبر شمار ہوگا۔

حکمت کی بات کو گمشدہ سرمایہ کے ساتھ تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح آدمی گمشدہ مال کے حصول اور طلب میں انتھک تنگ و دودھ کرتا ہے اور اس کو پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے، اور حتی الامکان طلب کر کے دم لیتا ہے، اسی طرح مومن کو بھی حکمت کی بات حاصل کرنے کے لیے انتھک سعی مسلسل کرنی چاہئے اور جہاں بھی ملے حاصل کر کے ہی دم لینا چاہئے، واللہ اعلم۔

(۴۲۹۶) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي وَهْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا تَخِيرُ مِنَ النَّاسِ الصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.

ترجمہ حدیث: دو قابل قدر نعمتیں جن میں لوگ دھوکہ میں مبتلا ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ دھوکہ میں اور فریب میں مبتلا ہیں۔ اور وہ نعمتیں یہ ہیں ایک صحت و تندرستی، دوسری فراغت۔

تشریح حدیث:

حدیث مذکورہ میں بیان کردہ دونوں چیزیں لا ریب اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ عظیم نعت ہیں، یعنی صحت و تندرستی، جسم و بدن کا امراض و اسقام سے دور رہنا، اور دوسری نعمت فراغت و فرصت ہے یعنی اوقات کا غم روزگار اور مشاغل و مصروفیات سے فارغ و خالی ہونا، اور یہ بھی ایک روشن اور کھلی حقیقت ہے، کہ جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ دونوں نعمتیں عطا کرتا ہے، وہ ان کو صحیح اور حقیقی قدر نہیں کرتے ہیں، بلکہ فریب نفس میں گرفتار ہو کر غفلت کا شکار رہتے ہیں، اور ان دونوں نعمتوں کو یوں ہی ضائع کر دیتے ہیں اور ان کے فوائد و منافع کو مفت گوا دیتے ہیں، اللہ نے صحت و تندرستی دی ہے تو اس کو عبادت، اطاعت، ریاضت، تلاوت اور مخلوقات خدا کی خدمت گزاری میں لگانے کے بجائے تندرستی کے ایام کو منکرات و خواہش اور گناہ کے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ابھی تو جوانی ہے، صحت و تندرستی ہے، جی بھر کے موج مستی کر لیں، دل کھول کر گناہ کر لیں، اور دل کی ہر خواہش جائز و ناجائز کو پورا کر لیں، جب بوڑھا پا آئے گا تو توبہ کر لیں گے، اخیر وقت میں اللہ کو راضی کر لیں گے۔

☆ پتا نہیں پھر یہ عمر شباب ملے نہ ملے  
لیکن اے ابن آدم! تو یہ کیوں نہیں سوچتا، کہ شاید تیری قبر کھودی جا رہی ہو، اور کفن تیار کئے جا رہے ہوں، بوڑھا پہ



آنے سے قبل جوانی ہی میں داعی اجل حاضر ہو جائے اور تجھے دنیا سے رخت سفر باندھنا پڑے۔ اور قبر و آخرت کی طرف روانہ ہونا پڑے، اے انسان ابوڑھاپے کا انتظار مت کر، آج ہی دو رکعت پڑھ کر اللہ سے توبہ کر اپنی زندگی رضا الہی میں گزار، یہی اصل سرمایہ ہے جو آخرت میں کام آئے گا۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان نعمتوں کی حقیقی قدر نہیں کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جن کو یہ نعمتیں عطا فرماتا ہے، وہ ان کے زمانہ میں ایسے کام نہیں کرتے ہیں جن کے وہ آخرت میں محتاج ہوں گے، اور پھر وہاں نادام ہوں گے، کہ ہم نے دنیا میں اپنی عمر کے ان بیش قیمت اوقات کو کس طرح ضائع کر دیا، حالاں کہ اس وقت ان کی عداوت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی، جیسا کہ ارشاد باری ہے ”ذالک یوم التغابن“ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آخرت میں اہل جنت اگر کسی بات پر حسرت و افسوس کریں گے، تو وہ ان لحات پر کریں گے، جو انہوں نے دنیا میں اس طرح گزار دیں ہوں گے کہ انہوں نے ان میں اللہ کو یاد نہ کیا ہوگا۔

دوسری نعمت فراغت وقت ہے یہ بھی اللہ رب العزت کی عظیم الشان نعمت ہے، جن اکابر نے اس کی قدر کی آج وہ علم و فن کی دنیا میں اور فضل و کمال کے آسمان میں درخشندہ ستارے کی طرح چمک اور دمک رہے ہیں، پوری دنیا ان کی خدمات جلیلہ کے احسان تلے ذبی جا رہی ہے کوئی ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا ہے۔ اور جنہوں نے ان نعمتوں کی قدر نہیں کی آج وہ گم نام ہیں، کوئی ان کے نام تک نہیں جانتا، اس لیے فراغت وقت کی نعمت کی بھی قدر کرنی چاہئے۔

(۴۲۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ سَلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جُبَيْرٍ قَوْلَى أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمْنِي وَأَوْجِزْ قَالَ إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَضَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَزِرُ مِنْهُ وَأَجْمِعِ النَّاسَ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ.

ترجمہ حدیث: ایک جامع نصیحت نبوی ﷺ:

حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کسی بات کی تعلیم دیجئے لیکن بالکل مختصر، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز میں کھڑا ہو تو ایسی نماز ادا کر کہ گویا کہ تو اس دنیا کو الوداع کہنے والا ہے، اور تو ایسی بات منہ سے مت نکال جس سے آئندہ عذر کرنا پڑے، اور جو لوگوں کے پاس ہے تو اس سے مایوس ہو جا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے تین باتوں کی تعلیم دی۔

(۱) جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو، تو اس طرح خشوع حضور اور حضور قلبی کے ساتھ نماز ادا کر کہ گویا یہ تیری آخری نماز

ہے، اور تو دنیا سے رخت سفر باندھنے والا ہے، موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے بالکل سامنے ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کی نماز نہایت اخلاص پر مبنی ہوگی اور اس میں ریا کا دخل نہ ہوگا۔

(۲) کبھی بھی تو ایسی بات زبان سے مت نکال بعد میں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے، پہلے خوب سوچ سمجھ لو پھر بولو۔ بول کر اور زبان سے بات نکالنے کے بعد سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں، عقلمند وہی ہے جو سوچ لے پھر زبان سے بات نکالے، اور جو بول کر سوچے وہ بے وقوف ہے۔

(۳) لوگوں کے پاس جو دنیاوی مال و دولت اور جائیداد و ثروت ہے اس سے بالکل بے نیاز اور مستغنی ہو جا، لوگوں کی جیب پر نظر مت رکھ، تیری نظر دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب پر ہونی چاہئے۔ تو کبھی محتاج نہ رہے گا۔

(۳۲۹۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِي يَجْلِسُ يَسْمَعُ الْحِكْمَةَ ثُمَّ لَا يَحْدِثُ عَنْ صَاحِبِهِ إِلَّا بِشَرٍّ مَا يَسْمَعُ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى زَاعِيًا فَقَالَ يَا زَاعِي أَعْجَزَنِي شَأْنٌ مِنْ غَنَمِكَ قَالَ أَذْهَبَ فَخَذْتُ بِأُذُنِ خَيْرِهَا فَذَهَبَ فَأَخَذَ بِأُذُنِ كَلْبِ الْغَنَمِ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ بِأُذُنِ خَيْرِهَا شَاءَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو بیٹھ کر حکمت کی بات سنے، پھر لوگوں سے صرف وہی بات بیان کرے، جو اس نے بری بات سنی ہے، اس شخص کی طرح ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا، اور اس سے کہا اے چرواہے! مجھے ایک بکری ذبح کرنے کے لئے دے اس نے کہا جا اور ریوڑ میں سے جو اچھی بکری معلوم ہو، اس کا کان پکڑ کر لے جا، چناں چہ وہ شخص گھس گیا اور کتے کا کان پکڑ کر لے چلا۔

ابن ماجہ کے استاذ ابو الحسن بن سلمہ کہتے ہیں کہ اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے حدیث بیان کی، کہ ان سے موسیٰ نے اور ان سے حماد نے حدیث بیان کی، اور گزشتہ حدیث کے مثل بیان کیا، اور اس حدیث میں یہ ہے باذن خیر ہا شاء: یعنی گلہ میں سے اچھی بکری کے کان پکڑ کر لے جا۔

تشریح حدیث:

قولہ: کلب الغنم: ای التي تحفظ الغنم فی المرعى، مطلب یہ ہے کہ بکری کے ریوڑ میں جو کتا اس کی حفاظت کے لیے متعین تھا اسی کے کان پکڑ کر یہ سمجھ کر لے آیا کہ یہ بکری ہے، یہ مثال اس شخص کی ہے جو حکمت و دانائی کی بات اور عمدہ اور حسن بات کسی سے بیٹھ کر سنے، پھر لوگوں سے صرف بری بات نقل کرے، اور اچھی بات اور حکمت کی بات چھپائے۔ باقی

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

جلد ہفتم

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

### (۱۲۹۲) بَابُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكِبَرِ وَالتَّوَّاضِعِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عیاض بن حمادؓ سے منقول ہیں، اس باب کی احادیث میں تواضع اختیار کرنے کی فضیلت کا بیان ہے، اور غرور و تکبر چھوڑ دینے کے حکم کا بیان ہے، جس کی تفصیلات ان شاء اللہ احادیث کی شرح کے تحت آ رہی ہے۔

(۴۲۹۹) حَدَّثَنَا مُؤَيِّذُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ جَمِيعًا عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَزْدَلٍ مِنْ كِبَرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَزْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ.

ترجمہ حدیث: متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہوگا وہ جنت میں (اول مرحلہ میں) داخل نہ ہوگا، اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا (وہ علی سبیل الدوام) دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ الْتَخ حضرت امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں حضرات شراح حدیث کا اختلاف ہے چنانچہ علامہ خطابیؒ نے اس کی دو تشریح کی ہے۔

(۱) یہاں حدیث شریف میں تکبر سے مراد تکبر عن الایمان ہے یعنی ایمان و اسلام سے اعراض اور روگردانی کرنا، تو اس صورت میں حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوگی، اور مطلب یہ ہے کہ متکبر آدمی کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی موت اسی حالت میں ہوئی ہو۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے وقت اس کے دل میں کبر نہ ہوگا، بلکہ کبر اور غل سے اس کے دل کو صاف کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے، وَ نَزَعْنَا مِنْهُ صِدْرَهُمْ مِنْ غُلٍّ۔ امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں تاویل و تشریح حدیث الفاظ حدیث سے بہت دور ہے، کیوں کہ مذکورہ حدیث معرُوف و مشہور کبر و غرور کے بابے میں وارد ہوئی ہے، اور ارتقاع علی الناس اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا ہے، لہذا حدیث شریف کے مذکورہ

دونوں معنی مراد لینا مناسب نہیں ہے، بلکہ حدیث شریف کا مطلب وہ ہے جو قاضی عیاض وغیرہ نے اپنایا ہے، کہ متکبر آدمی اپنے تکبر کی سزا پائے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگا، الا یہ کہ فضل الہی ہو جائے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تکبر اس قدر سنگین اور خطرناک گناہ ہے کہ اگر اس کی سزا دی جائے تو اس کی سزا دخول نارہی ہے لیکن کبھی اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا بغیر سزائے ہی جنت میں داخل کرے گا، ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متکبرین و متقین کے ساتھ اول و بلہ میں جنت میں داخل نہ ہوگا ان کے علاوہ اور بھی تاویل حضرات شراح کرام نے کی ہیں، جو لمبی لمبی شروحات و کتب احادیث میں موجود ہے۔

(۴۳۰۰) حَدَّثَنَا هَذَا بْنُ الشَّرِيحِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ الْأَعْرَابِيِّ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْكِبَرُ يَأْخُذُ بِالْعِظْمَةِ إِذَا رَأَى مَنْ نَازَعَ عَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا الْقِيَمَةَ فِي جَهَنَّمَ.

ترجمہ حدیث: کبریائی اور عظمت اللہ کی چادر اور ازار ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔

تشریح حدیث:

قولہ: الْكِبَرُ يَأْخُذُ بِالْعِظْمَةِ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے بطور مثال ہے اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں دوسرا کوئی بھی میرا شریک و ساجھی نہیں، جس طرح کسی لباس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہو سکتا، چنانچہ اللہ رب العزت والجلال کی کچھ صفات ایسی ہیں جن میں کچھ حصہ بندوں کو دیا گیا اور بطور مجاز ان صفات کے ساتھ انسان خود کو موصوف کر سکتا ہے جیسے جو دو کرم اور مہربانی وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جو صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، جن کے ساتھ کوئی انسان بطور مجاز بھی اپنے آپ کو موصوف نہیں کر سکتا ہے ان ہی میں سے ایک صفت کبریائی اور صفت عظمت بھی ہے، اسی حقیقت کو حدیث ہذا میں بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح ان کپڑوں کو کوئی دوسرا نہیں پہن سکتا ہے جو کسی دوسرے کے بدن پر ہوں اسی طرح حقیقی کبریائی اور عظمت کا دعویٰ بھی کوئی بندہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ دونوں صفتیں صرف اللہ رب العزت کی ذات واحد کے ساتھ مخصوص ہیں۔

لفظ کبریا اور عظمت لغت کے اعتبار سے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی بزرگی اور بڑاپن ہونا۔ لیکن حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے کو تہبند کے ساتھ۔ لہذا اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ کبریا تو اللہ تبارک



مصنوعی بڑائی دکھلاتا ہے اور اپنے مقابلے میں دوسروں کو ذلیل سمجھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور رسوا ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت اور بے حیثیت ہوتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع و انکساری اور عاجزی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے کو کمزور ظاہر کرتا ہے لیکن خدا کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۰۳) حَدَّثَنَا نَضْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَسَلَمُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ لَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذَ بِبَدْرٍ سَوِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا.

### ترجمہ حدیث: تواضع نبوی کی جھلک:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بے شک مدینہ کی ایک باندی رسول اکرم ﷺ کا دست مبارک پکڑتی، پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ نکالتے تھے، یہاں تک کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی اپنے کام کے لیے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس درجہ اخلاق و کردار اور حسن خلق کے مالک تھے، اس قدر تواضع اور منکسر المزاج تھے کہ کوئی معمولی آدمی بھی آپ کو اپنی حاجت برآری کے لیے ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا اور آپ اس کی ضرورت کی تکمیل کے لیے اس کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور اس کے کام میں اعانت و نصرت کرتے تھے۔ کبھی آپ انکار نہیں کرتے یہ آپ کی تواضع و انکساری و عاجزی اور حسن اخلاق کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اخلاق نبوی سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

(۴۳۰۴) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُسْلِمٍ الْأَعْمَرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيُشَيِّعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَكَانَ يَوْمَ فَرِيظَةَ وَالنَّصِيرِ عَلَى حِمَارٍ وَيَوْمَ خَيْبَرَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِرَسَنِ مِنْ لَيْفٍ وَتَحْتَهُ إِكَاْفٌ مِنْ لَيْفٍ.

### ترجمہ حدیث: اخلاق رسول اللہ ﷺ کی ایک جھلک:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مریض کی عیادت کرتے، جنازے کے ساتھ جاتے، اور غلام کی دعوت کو بھی قبول کرتے، گدھے پر سوار ہوتے تھے چناں چہ بنو قریظہ کے دن، اور خیبر کے دن آپ ﷺ تَخْمِيلُ الْحَاجَةِ

گدھے پر سوار تھے اس کی رسی خرما کی چھال کی تھی، اور آپ کے نیچے کھجور کی چھال کا ایک زین تھا۔  
تشریح حدیث:

حدیث ہذا میں مذکورہ تمام امور آپ ﷺ کی تواضع، انکساری، عاجزی، اور حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار پر دال ہیں، اور انک لعلی خلق عظیم ایک حسین و جمیل اور دلفریب گلدستہ ہے اور اخلاق نبوی کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔  
(۳۳۰۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مَطَرٍ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ جَمَارٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَهُمْ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرُوا أَخَذَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

ترجمہ حدیث: تواضع اختیار کرنے کا حکم:

حضرت عباس بن حمادؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا (اے لوگو!) بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے اوپر وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی ایک دوسرے پر فخر و مباہات نہ کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اہل ایمان کو تواضع اختیار کرنے اور آپس میں فخر و مباہات نہ کرنے کا حکم دیا حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ التواضع: ان تخرج من منزلك فلا يلق مسلماً الا رأيت له عليك فضلاً: اور حضرت یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ تواضع و انکساری کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ (۱) ان ترضی بالذون من مشرف المجلس: باعزت اور معزز مجلس میں اپنے کو کمتر سمجھنا، (۲) وان تبدأ من لقيته بالسلام جس کسی مسلمان سے ملاقات ہو اس کو سلام کرنے میں پہل کرنا (۳) وان تكبره من السدحة والسعة والرياء بالبر: نیک اعمال میں تعریف اور ریاکاری و سمعہ کو ناپسند کرنا۔ جن کے اندر مذکورہ تین صفات ہیں وہ متواضع اور منکسر المزاج ہیں اللہ تعالیٰ اس گناہ گار کے اندر بھی مذکورہ تین صفات پیدا کر کے اپنے متواضعین بندوں میں شامل کر لے آمین، ثم آمین۔

(۱۲۹۳) بَابُ الْحَيَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں چھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوسعود انصاریؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منقول ہیں اس باب میں حیا سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

## حیاء کی تعریف:

حیاء لغت کے اعتبار سے وہ تغیر و تکبار ہے، جو بخوف عیب و ملامت انسان کو پیش آوے، قال الراغب: هو انقباض النفس من القبح۔ وقيل هو انقباض النفس لخوف ارتكاب ما يكره۔

اور اصطلاحاً حیاء کی تعریف یہ ہے کہ الحیاء ملکہ تمنع الانسان عن الفواحش والمنكرات۔ وبحث علی العبادۃ لله عز وجل والطاعة: حیاء حقیقت انسان کے اندر ایک ملکہ اور قوت ہے جو اس کو فواحش و منکرات سے روکتی ہے اور عبادت و اطاعت پر برا بھلا سمجھتی کرتی ہے۔

## حیاء کی قسمیں:

حیاء کی دو قسمیں ہیں: (۱) حیاء ایمانی (۲) حیاء طبعی

حیاء ایمانی یا حیاء شرعی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور اس کی فرماں برداری میں مشغول رہے،

اور حیاء طبعی یا حیاء عقلی یہ ہے کہ کوئی قابل ملامت کام یا جائز ہی کام برسرعام کرنے پر طبیعت آمادہ نہ ہو اور شرم محسوس ہو، مثلاً جماع بین الناس، اور قضاء حاجت فیما بین الناس وغیرہ۔

(۴۳۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عُثْبَةَ مَوْلَى لَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنْ عَذْرَاءٍ فِي خُدْرٍ هَاوَ كَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا رَأَى ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ.

## ترجمہ حدیث: آپ نہایت شرمیلے تھے:

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سرور دو عالمؐ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے اور آپ جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے تو اس کا اثر آپ کے روئے مبارک سے بھی نمایاں ہوتا تھا۔

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریمؐ صفت حیاء کے اعلیٰ درجات اور ارفع مقامات پر فائز تھے، اور آپ کے اندر شرم و حیاء فطری اور جبلی طور پر اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، آپ نہایت زیادہ شرمیلے تھے، کنواری باکرہ لڑکی سے بھی زیادہ حیاء دار اور شرمیلے تھے۔



قوله: العذراء: البکر، باکرہ لڑکی لان عذرتھا باقیہ وہی جلد البکارۃ: پردہ بکارت جو عورت کی شرمگاہ فرج میں ایک جھلی کی شکل میں ہوتی ہے۔

قوله: خدرها: والخدر ستر يجعل للبکر جنب البیت، وہ پردہ جو باکرہ لڑکی کے لیے لگایا جاتا ہے۔  
قوله: وکان اذا کره شیئاً الخ: رسول اکرم ﷺ جب کوئی خلاف شرع ناپسندیدہ کام دیکھتے تھے تو آپ کا چہرہ انور متغیر ہو جاتا تھا، اور حضرات صحابہ کرام اسی سے پہچان جاتے تھے کہ ناراض ہیں آپ کثیر الحیاء کی وجہ سے بولتے نہیں تھے، بلکہ ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں ہو جاتا، اس سے حیاء کی فضیلت اور مقام معلوم ہوا اسی لیے اس کو ایمان کا ایک عظیم الشان شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

(۴۳۰۷) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ.

ترجمہ حدیث: حیاء ایک اسلامی اخلاق ہے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دین والوں میں ایک خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی خصلت حیاء ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب اظہر من الشمس اور ابین من اللمس ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔  
(۴۳۰۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر دین کی ایک خصلت اور عادت ہوتی ہے، اور اسلام کی خصلت و عادت حیاء ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل عیاں ہے اور عیاں راچہ بیاں۔

(۴۳۰۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرِو أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبَوَّةِ الْأُولَى إِذَا

لَمْ تَسْتَخِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

ترجمہ حدیث: بے حیاء شخص کچھ بھی کر سکتا ہے:

حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے انبیاء کے کلام میں سے لوگوں نے جن چیزوں کو پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تو شرم و حیاء نہ کرے تو پھر جو دل چاہے کر۔  
تشریح حدیث:

حیاء ایک عظیم نعمت اور حسین صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص و محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ بہت سی معصیت و گناہ سے باز رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری میں مشغول و منہمک بھی رہتا ہے، لیکن جب کسی کے اندر یہ صفت فوت ہو جاتی ہے اور وہ شرم و حیاء کی دولت سے عاری ہو جاتا ہے اس کے دامن میں بے حیائی اور بے شرمی کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہتی ہے، تو پھر اس سے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اور بے خوف و خطر دھڑلے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، حتیٰ کہ ماں، بہن اور بیویوں کا فرق بھی کھودیتا ہے، اسی کو حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جب تو شرم و حیاء نہ کرے تو پھر جو دل چاہے کر بے حیاء باش و ہرچہ خواہی کن، اس کو عربی میں یوں کہا جاتا ہے۔ اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ، جب تو حیاء اور شرم کی دولت کو فوت کر دے، تو جو دل چاہے کر۔

(۴۳۱۰) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَدَأُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ.

ترجمہ حدیث: حیاء دار آدمی جنتی ہے:

حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حیاء ایمان میں سے ہے، اور ایمان جنت میں سے ہے، اور فحش گوئی جفا ہے اور جفا جہنم میں سے ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے، اور اس کا حصہ ہے، اور جس کے دل میں ایمان ہوگا خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو اپنے ایمان کی بدولت ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور جائے گا، اس کے برخلاف بے حیائی بے شرمی، جس کی وجہ سے فحش اور بری باتوں کا ارتکاب ہوتا ہے، بدی کا جز ہے اور بدکار شخص دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدکار شخص جہنم میں جائے گا۔

قوله: البلاء بالمد الفحش من القول بری بات، بے حیائی اور بے شرمی کی بات۔

(۳۳۱۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أُنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا كَانَ الْفَخْشُ قَطُّ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فحش و بے حیائی جس چیز میں بھی ہو، ہمیشہ اس کو عیب دار کر دیتی ہے، اور حیاء جس چیز میں بھی آجائے اس کو عمدہ کر دیتی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے بھی فحش و بے حیائی کو اختیار کر لیا، وہ لوگوں کی نظر میں اور اللہ کی نظر میں عیب دار اور ذلیل ہو گیا، فحش انسان کو عیب دار اور ذلیل و خوار اور رسوائے زمانہ بنا دیتا ہے، فحش گو اور بے حیاء شخص کی سماج اور معاشرہ میں کوئی وقعت اور وزن باقی نہیں رہتا ہے، ہر شریف اور سلیم الطبع آدمی اس کو ذلیل اور کمینہ سمجھتا ہے، اس کے برخلاف حیاء ایک صفت حسنہ ہے جس شخص کے اندر بھی یہ صفت محمود پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کو عزت و رفعت اور عظمت و بلندی کے اعلیٰ مقام تک لے جاتی ہے، اور کامیابی و کامرانی کے بام عروج تک پہنچاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے، ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء اور شرم کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا اور حیاء اختیار کرنے پر اسے ڈرا دھمکار رہا تھا، اور ترک حیاء کی ترغیب دے رہا تھا، نبی کریم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: اس کو اسی حالت پر چھوڑ دو، اس کو کچھ بھی مت کہو کیوں کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے، اور حیاء نیکی اور بھلائی کے علاوہ کوئی بات پیدا نہیں کرتی ہے، ایک حدیث میں الحیاء خیر کلہ حیاء سب کے سب بہتر ہے الغرض حیاء ایک عمدہ اور حسن صفت ہے، اور جو اس کو اپناتا ہے اس کو بھی حسین و عمدہ اور باعزت و باوقار بنا دیتی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو حیاء ایمانی کی صفت سے متصف ہونا چاہئے اور بے حیائی اور فحش سے اجتناب کرنا چاہئے۔

### (۱۴۹۴) بَابُ الْحِلْمِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں، اس باب میں حلم اور بردباری سنجیدگی اور متانت و وقار اختیار کرنے سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۳۳۱۲) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنِي مَعْبُدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْخُومٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَثُمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَلَى رُؤْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخْزِيَهُ فِي آيِ الْخُورِ شَاءَ.

## ترجمہ حدیث: غصہ کنٹرول کرنے والوں کی فضیلت:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو نافذ کرنے کی قدرت کے باوجود اپنا غصہ روک لے، تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا، اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: دعاه الله على رؤس الخلائق الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کے درمیان اس آدمی کو نیک شہرت دے گا، اس کی تعریف و توصیف لوگوں کے سامنے بیان کرے گا، اور اس پر فخر کا اظہار کرے گا، نیز اس کے بارے میں یہ اعلان کیا جائے گا، کہ یہ وہ شخص ہے جس کے اندر اتنی بڑی خوبی تھی، کہ غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت کے باوجود غصہ کو پی جاتے تھے، اور اس پر کنٹرول رکھتے تھے، غصہ پر قابو پانے اور غصہ روکنے کی صفت کو اتنا اونچا اور بلند مقام دینے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ دراصل نفس امارہ کی بیجانی کیفیت کا نام ہے، اور جس نے اپنا غصہ پی لیا ہے، اس نے گویا اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالا، اسی لیے غصہ پر قابو پانے والے کی تعریف اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں **إِنَّ الْقَاضِيْنَ** کی ہے، **وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**: اور جو شخص اپنے نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھتا ہے، اس کا آخری ٹھکانہ جنت اور اس کا انعام پسندیدہ حور عین ہے، واضح رہے کہ جب اتنا عظیم اجر و ثواب محض غصہ کو پی جانے کی وجہ سے ہے تو اس شخص کے مقام اور مرتبہ کی بلندی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، جو محض غصہ کو پی جانے پر اکتفا نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عفو و درگزر اور احسان کا برتاؤ بھی کرے، چنانچہ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اصل احسان یہی ہے، کہ تم اس شخص پر احسان کرو جو تمہارے ہاتھ برائی کرے کیوں کہ جس نے تم پر احسان کیا اگر اس پر احسان کرتے ہو تو وہ تمہارا احسان نہیں، بلکہ بدلہ چکانا ہے۔

(۴۳۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عُمَارَةَ الْعَبْدِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَشْكُمُ وَفُودُ عَبْدِ الْقَيْسِ وَمَا يَرَى أَحَدٌ فِينَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ جَاؤُا فَنَزَلُوا فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَقِيَ الْأَشْجُ الْعَصْرِيُّ فَجَاءَ بَعْدُ فَنَزَلَ مِنْزِلًا فَأَنَاحَ رَاحِلَتَهُ وَوَضَعَ يَدَيْهِ جَانِبَيْهِ ثُمَّ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَشْجُ إِنْ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْجَلَمُ وَالتَّوَدُّةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَشْنَى جَلِئْتُ عَلَيْهِ أَمْ شَيْءٌ حَدَّثَ لِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ شَيْءٌ جَلِئْتُ عَلَيْهِ.

## ترجمہ حدیث: متانت و سنجیدگی کی تعریف:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ اتنے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوالقیس کے وفد تمہارے پاس آ پہنچے اور حالاں کہ اس وقت ہمیں کوئی دکھلائی نہیں دے رہا تھا، خیر ہم لوگ اسی طرح بیٹھے رہے کہ چانک عبدالقیس کے وفد آ پہنچے، اور فروکش ہو گئے، اور رسول اقدس ﷺ کے پاس آئے، لیکن ان میں ایک شخص اٹھ عصری باقی رہا اور بعد میں آیا، ایک مقام پر اترا اور اپنی اونٹنی کو بیٹھایا اور اپنے کپڑے کو ایک جانب رکھے، پھر اس کے بعد وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، (بہت اطمینان اور سکون کے ساتھ) رسول اقدس ﷺ نے فرمایا اے اٹھ! تجھ میں دو خصلتیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک تو حلم و بردباری دوسرے مودت یعنی وقار و سکونت ہے اٹھ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ خصلتیں میرے اندر خلقتی ہیں یا نئی پیدا ہوئیں ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں، خلقتی اور پیدائشی ہیں۔

## تشریح حدیث:

قولہ: ائتکم وفد عبد القیس: لفظ وفد: وفد کی جمع ہے بمعنی قاصد، نمائندہ، عبدالقیس ایک قبیلہ ہے، جو ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے، اور یہ قبیلہ مضر کے بالمقابل تھا، حالاں کہ یہ دونوں اور قبیلہ زید اور قبیلہ انمار ایک باپ کی اولاد تھی، قبیلہ عبدالقیس کا نمائندہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا پہلی مرتبہ فتح مکہ سے قبل ۵ھ میں اور بقول بعض ۶ھ میں حاضر ہوا اس وقت ان کی تعداد ۱۳ / یا ۱۴ تھی، دوسری مرتبہ ۸ھ میں یا بقول بعض ۹ھ میں حاضر ہوا اس وقت ان کی تعداد چالیس تھی، یہی وہ قبیلہ ہے جس کی مسجد میں سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ قائم ہوا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

اول جمعة بعد جمعة مسجد رسول الله ﷺ فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین: مسجد نبوی کے بعد جمعہ بحرین مقام جواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں قائم ہوا۔

رسول اکرم ﷺ کا وفد عبدالقیس کی آمد کی بشارت سنانا اور حضرات صحابہ کرام کو یہ بتانا کہ ابھی ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس عبدالقیس کا نمائندہ تشریف لانے والا ہے، بطور معجزہ تھا، کہ بغیر کسی پہلے کی اطلاع کے آپ ﷺ نے آمد کی خبر دی۔ پیشین گوئی کے مطابق جوں ہی یہ قافلہ حاضر ہوا، حضرت عمرؓ نے انہیں بشارت سنائی اور قافلہ کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہوئے اہل قافلہ کی نظر جوں ہی روئے انور اور رخ مبارک پر پڑی کہ سب کے سب بے تابانہ آپ کی جانب دوڑے، فرط محبت و عشق اور شوق لقاء میں اپنا سامان اور سواری اسی طرح چھوڑ کر دیوانہ وار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

آپ کے دست مبارک چومنے لگے، حضرت عبدالقیس جو امیر قافلہ تھے اگرچہ نو عمر تھے، لیکن سب سے پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے سب سے پہلے سب کے اونٹ باندھے پھر اپنا صندوق کھولا، سفر کے کپڑے اتارے اور دوسرا لباس تبدیل کیا، پھر سکون و وقار کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے دست مبارک کا بوسہ دیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت پسند ہیں یعنی دانائی اور بربادی، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دونوں خصلتیں مجھ میں پیداؤں تو پر ہیں یا کیسی ہیں آپ نے فرمایا پیدائش۔

(٢٣١٣) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْفَضْلِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا قُزَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَشَجِّ الْعَصْرِيِّ إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْحِلْمَ وَالْحَيَاءَ.

ترجمہ حدیث: بردباری اور حیاء اللہ کو محبوب ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اٹھ عصری سے فرمایا: بے شک تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ ایک حلم و بردباری دوسری حیاء و شرم۔

تشریح حدیث:

۲۳۱۵) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ غُبَيْدٍ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَكْبَرُ مِنْ جُرْعَةٍ أَكْبَرُ مِنْ جُرْعَةٍ غَبِيظٍ كَظَمَهَا عَبْدُ الْبَيْتَاءِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ حدیث: غصہ پی جانے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بھی گھونٹ پینے کا اجر و ثواب عند اللہ اتنا زیادہ نہیں، جتنا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی باری کے لیے غصہ کا گھونٹ پینے کا اجر و ثواب ہے۔  
تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح جداً۔

(١٣٩٥) بَابُ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ جو حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عامر بن عبد اللہؓ بن زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، اور

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں آخرت اور قبر اور عذابِ نار کے خوف سے رونے اور غم کرنے کے متعلق بیان ہے، اس باب میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا بیان ہے۔

(۴۳۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّنَا غَبِيذُ اللَّهِ بْنِ مُوسَى أَنَّنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُؤَرِّقِ الْعَجَلِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ إِنَّ السَّمَاءَ أَطْلَتْ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تُنْطَ مَا فِيهَا مَوْضِعَ أَزْبَعِ أَصَابِعِ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاصِعٌ جَنَهِتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَغْلَمَ لَصَجَّحْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرْشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّغَدَاتِ تَجَازُونَ إِلَيَّ اللَّهُ وَاللَّهُ لَوِ دِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُغْضَدُ.

ترجمہ حدیث: خوفِ الہی کی وجہ سے درخت ہونے کی تمنا کرنا:

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سن رہا ہوں جو تم نہیں سنتے ہو، بے شک چہ چہ رہا ہے، اور اس کو چہ چہ کرنے کا حق بھی ہے، اس لیے کہ آسمان میں چار انگل کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہا ہو، خدا کی قسم! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنسو گے کم اور رو گے زیادہ اور نہ تم بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز ہو گے، خدا کی قسم تم جنگلوں کی طرف نکل جاتے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے خدا کی قسم! میں تو تمنا کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو لوگ کاٹ ڈالتے۔

تشریح حدیث:

قولہ: اطّيا طاطاً (ض) واطيطاً آواز نکلتا، چہ چہ انا، اونٹ کا بولنا، ان السماء اطّط: آسمان میں ملائکہ کی کثرت کی وجہ سے آسمان چہ چہ ایا، یہاں حقیقت میں چہ چہ انا مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود آسمان میں ملائکہ کی کثرت کو بیان کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرنا ہے، وھذا مثل وایذان بکثرة الملائكة وان لم یکن ثم اطيط، وانما هو کلام تقرب اريد به تقرير عظمة الله تعالى (النهاية لابن الاثير: ۵۴/۱)

قولہ: تجارون: الجوار: رفع الصوت، والاستغاثة جاريجان آواز بلند کرنا، فریاد کرنا،

قولہ: لو تعلمون ما اعلم الخ: یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مجرمین و عصاة سے اس کے انتقام جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے تو تم ہنسو گے کم اور رو گے زیادہ، اور دنیا کی تمام لذات و شہوات کو بھول جاؤ گے، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض شراح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لو دام علمکم کما دام علمي، جس طرح میرا علم و یقین دائم اور مسلسل رہتا ہے، اگر تمہارا علم بھی اسی طرح دائم مستحضر رہے، اور خدا تعالیٰ کے عذاب و عقاب اور جہنم کا

عذاب ہمہ وقت دل و دماغ پر چھایا رہے، تو تم بس روتے ہی رہو گے، ہنسی تو برائے نام ہی ہوگا، بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت، مغفرت اور اس کے حلم و بردباری کا میدان وسعت کا علم ہو جائے جو مجھے ہے تو تم اپنی فوت شدہ چیزوں پر آنسو بہاؤ گے، اور ہنسنا چھوڑ دو گے۔

قرآن کریم کی اس آیت کی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ حزن و ملال اور آہ و بکا کرتے رہتے تھے اور ہمیشہ خوف الہی اور عذاب آخرت سے ڈر کے آنسو بہاتے رہتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہنسنا بند کر دیا، اس کے برخلاف حضرت محمد بن سیرینؒ ہنستے تھے، اور حضرت حسن بصریؒ کے خلاف استدلال کرتے ہوئے فرماتے تھے، اللہ اضحك وابكي، اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی شجک ثابت ہے، لہذا نفس شجک ممنوع نہیں ہے، البتہ ہر وقت ہنستے رہنا اور آخرت کی یاد کو بالکل فراموش کر دینا اور اس طرح ہنسنا کہ دل مردہ ہو جائے، شریعت میں مذموم اور منہی عنہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، جہاں خوف الہی اور اس کے عذاب و عقاب کی شدت سے رونا تو یہ امر محمود اور مطلوب شرعی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابکوا رويا کرو فان لم تبکوا اگر رونا نہیں آتا فتباکوا تو کم از کم رونے والے کی شکل ہی بنا لو۔ بتکلف رونے کی سعی کرو، اس لیے کہ دوزخی اس طرح سے رد میں گئے کہ آنسو ان کے چہروں پر نہروں کی طرح بہیں گے، یہاں تک کہ جب آنسو ختم ہو جائیں گے، تو خون بہے گا، اور اس قدر زیادہ اور کثرت سے رواں ہوگا کہ اس میں کشتی چھوڑ دی جائے تو چلنے لگے گی۔

لیکن جو اس دنیا میں اللہ کے خوف اور اس کے عذاب و عقاب کی شدت کے خوف سے اور عذاب نار کے ڈر سے روئے گا اس کو آخرت میں رونا نہیں پڑے گا، وہاں تو اس کے لیے عیش اور عشرت اور آرام کی زندگی ہوگی، اور اس کے لیے سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے، لیکن اس میں واللہ لوددت انی کنت بشجرة نعصد۔ کسی راوی کی جانب سے مدرج ہے قول رسول میں داخل نہیں۔

(۴۳۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَوَعَّلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَصَحْبِكُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو باتیں میں جانتا ہوں اگر وہ باتیں تمہیں معلوم ہو جائیں تو تم ہنسو گے کم اور رو گے زیادہ۔

تشریح حدیث: قد سبق شرح الحديث قبل ذلك۔

(۴۳۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي قَدَيْكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيِّ



عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَبِينُ إِسْلَامَهُمْ وَبَيِّنَ أَنَّ نَزَلَتْ هَذِهِ آيَةُ يُعَايِنُهُمُ اللَّهُ بِهَا إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ.

ترجمہ حدیث: مسلمانوں کو خشوع و خضوع کی ترغیب:

حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ ان کے اسلام لانے میں اور اس آیت کے نزول کے درمیان جس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا ہے صرف چار سال کا فاصلہ تھا، ولا یكونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون (اے لوگو!) ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، (یعنی یہودی و نصاری) پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزرا، تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

تشریح حدیث:

یہ وہ مبارک آیت کریمہ ہے جو حضرت فضیل بن عیاضؓ اور ابن المبارکؓ کی توبہ کرنے کا سبب اور ذریعہ بنی، اسی آیت کو پڑھ کر ان دونوں حضرات کی زندگی کا کیا ہی پلٹ گیا اور پھر وقت کے اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو جھنجھوڑا گیا ہے، اور انہیں اللہ کی یاد کی طرف مزید متوجہ ہونے اور قرآن کریم سے کسب ہدایت کر کے خشوع خضوع اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۴۳۱۹) حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الصَّحْجَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الصَّحْجِ تُمِيتُ الْقُلُوبَ.

ترجمہ حدیث: زیادہ ہنسنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بکثرت مت ہنس، اس لیے کہ کثرت کے ساتھ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کثرت سے ہنسنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ جو شخص بکثرت ہنستا ہے اس کا دل یا ذالہی سے قائل ہو جاتا ہے عبادت اور اطاعت اور ذکر و اذکار اور وظائف میں دل بالکل نہیں لگتا ہے، دل ظلمات اور

باریکیوں سے بھر جاتا ہے، کوئی خیر کی چیز قبول کرنے کے لیے دل آمادہ نہیں ہوتا ہے اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب تحفۃ الاحوذی رقمطراز ہیں ای تصویرہ مغموراً فی الظلمات، بمنزلۃ المیت الذی لا ینفع نفسه بنافعة ولا یدفع عنها مکروها وذا من جوامع الکلم (۱)

(۴۳۲۰) حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَقْرَأُ عَلَيَّ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَأَذَاعَ بِنَاهُ تَذَمُّعَانِ.

ترجمہ حدیث: قرآن کریم کی آیت سن کر آپ کا اشک بار ہونا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو مجھے قرآن سنا، چناں چہ میں نے آپ کے سامنے سورہ نساء کی تلاوت کی، جب میں (تلاوت کرتے ہوئے) اس آیت کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیداً (پس کیا حال ہوگا، جس وقت ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے) پر پہنچا، تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں رواں ہیں۔  
تشریح حدیث:

حضرات علماء کرام و شراح عظام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کو سن کر نبی کریم ﷺ کا رونا اور آنکھوں سے آنسو کا سیل رواں ہونا درحقیقت آیت کریمہ کے عظیم مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تھا، کیوں کہ بروز قیامت ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گواہی دے گا، یا اللہ! ہم نے تیرا پیغام اپنی امت تک پہنچا دیا تھا، اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا تصور؟ پھر ان سب پر رسول اکرم ﷺ گواہی دیں گے کہ یا اللہ! یہ سارے ہی انبیاء کرام بالکل سچے ہیں اور آپ ﷺ یہ گواہی اس وقت قرآن کریم کی وجہ سے دیں گے، جو آپ پر نازل ہوا جس میں گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگزشت بھی حسب ضرورت بیان کر دی گئی ہے، یہ ایک سخت مقام ہوگا، اس کا تصور ہی لرزہ برانداز کر دینے والا ہے۔

(۴۳۲۱) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ جَاءَ الْخُرَاسَانِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ فَبَكَى حَتَّى بَلَ الثَّرَى ثُمَّ قَالَ يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَاغْدُوا.

ترجمہ حدیث: قبر کے لیے تیاری کرنے کا حکم:

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ میں موجود تھے کہ آپ قبر

کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے، (اور اس قدر روئے کہ) مٹی گیلی ہو گئی، پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! اس جیسے کے لیے تیاری کرو۔  
تشریح حدیث:

قوله: الرضى: اى الارض۔ بمعنى زمين، اور بل کے معنی تر ہونا، بھیگنا، گیلا ہونا، قوله: لمثل هذا فاعدوا۔ اى لمثل هذا القبر، اے لوگو! اس طرح کی قبر کی تیاری کرو، اعمال صالحہ بجالاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا امتثال کرو اور نواہی سے اجتناب کرو، کیوں کہ قبر روزانہ کہتی ہے انا بیت الغربة: میں وحشت کا گھر، دل، وانا بیت التراب، میں مٹی کا گھر ہوں، انا بیت الديدان، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، وانا بیت الظلمة میں تاریکی کا گھر ہوں۔ انا بیت الوحدة، میں تنہائی کا گھر ہوں، قبر روزانہ یہ اعلان کرتی ہے لہذا اس کی تیاری کرو اور ان اعمال کو کرو جو موت کے بعد کام آئیں گے۔

(۴۳۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرٍ بْنُ ذَكْوَانَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَافِعٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْكُوا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَبُكَوْا۔

ترجمہ حدیث: رونے کا حکم:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اے لوگو!) روؤ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی شکل ہی بنا لو۔ (یعنی بھٹکے رونے کی کوشش کرو)  
تشریح حدیث:

اللہ کی محبت اور آخرت و عذاب قبر کے خوف سے رونے والے کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پسند کرتا ہے جب بندہ یہاں دنیا میں اللہ کی یاد میں چند قطرے آنسو کو بہاتا ہے، وہ آخرت میں رونے سے محفوظ رہتا ہے ان کے لیے وہاں مسرت ہی مسرت اور خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔ انہیں وہاں نہ کوئی رنج ہوتا ہے نہ کوئی غم، اس لیے اگر حقیقت میں رونا نہ آئے، تو کم از کم رونے والوں کی شکل ہی بنا لو۔ اور بھٹکے رونے کی سعی کرو۔

(۴۳۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشَقِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَدْيِكٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الرَّزْقِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثَيْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مَوْءٍ مِنْ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذَّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ خَيْرٍ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ۔

## ترجمہ حدیث: یاد الہی میں رونے والوں کے لیے جہنم حرام:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان بندے کی آنکھوں سے خوف الہی کی وجہ سے آنسو نکلا گرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو وہ آنسو اس کے چہرے پر بہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر جہنم کو حرام کر دے گا۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف میں یاد الہی میں رونے کی فضیلت اور اس کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، اور رونے کی ترغیب دی گئی ہے، جس مومن بندے کی آنکھ سے خوف باری تعالیٰ کی وجہ سے معمولی آنسو بھی رواں ہوا اور اس کے چہرے پر بہا تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے، وہ دوزخ سے محفوظ و نامون ہو جاتا ہے،

### (۱۳۹۶) بَابُ التَّوْقِي عَلَى الْعَمَلِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ صرف چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، اور حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال پر بالکل طور پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ عدم قبولیت کا ڈر رکھنا چاہئے اور یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ کہیں میرا عمل و عبادت عند اللہ ضائع اور مردود نہ ہو جائے، اس لیے بارگاہ خداوندی میں ہمیشہ اپنے اعمال کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

(۴۳۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِينَ يُوْثُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَهْلُو الْبَدْيِ يَزْنِي وَيَسْرِقُ وَيَشْرِبُ الْخَمْرَ قَالَ لَا يَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ أَوْ يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّي وَهُوَ يَخَافُ أَنْ لَا يَقْبَلَ مِنْهُ.

## ترجمہ حدیث: ایک آیت کریمہ کا مطلب:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ والذین یوْثون ما اتوا وقلوبہم وجلہ (اور جو لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں یعنی صدقات و زکوٰۃ اور خیرات وغیرہ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل لرزاں اور ترسناں ہے یعنی ان پر یہ خوف طاری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے وہ شرف قبولیت سے ہمکنار بھی ہوگا یا نہیں؟ کہیں ہمارا یہ انفاق الٹے وبال جان نہ بن جائے) سے کیا وہ لوگ مراد ہیں جو زنا کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر کی بیٹی! یا آپ نے فرمایا نہیں، اے صدیق کی بیٹی، لیکن اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں صدقہ کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں پھر وہ ڈرتے رہتے ہیں، کہ کہیں ہمارا عمل قبول نہ ہو۔

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ جلد ہفتم

## تشریح حدیث:

حدیث پاک میں قرآن مجید کی جس آیت کا تذکرہ ہے پوری آیت اس طرح ہے والذین یوتون ما اتوا وقلوبہم وجلة انہم الی ربہم راجعون اولئک یشارعون فی الخیرات وہم لہا ساقون۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ کا خیال یہ تھا کہ اس میں جن لوگوں کے ڈرنے کا ذکر کیا گیا ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں چوری کرتے ہیں اور دیگر اعمال سیئہ اور افعال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں کیوں کہ عذاب الہی سے ان ہی لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اس کے نافرمان ہیں اور محصیت میں گرفتار ہیں چنانچہ امی جان! حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟ تو رسول اکرم ﷺ نے ان پر واضح فرمایا کہ تمہارا خیال غلط ہے حقیقت میں یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے متعلق ہے، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی سب سے بڑی واضح دلیل خود آیت کریمہ کے آخری الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے اعمال کے بارے میں محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، اور عدم قبولیت کے بارے میں بھی ڈرتے رہنا چاہئے بالکل اعمال پر تکیہ لگا کر ہی بیٹھ نہیں جانا چاہئے۔

(۳۳۲۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَمْرٍاءَ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ رَبِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ كَالْوِعَاءِ إِذَا طَابَ أَصْفَلُهُ طَابَ أَغْلَاهُ وَإِذَا فَسَدَ أَصْفَلُهُ فَسَدَ أَغْلَاهُ۔

## ترجمہ حدیث:

حضرت معاویہ بن سفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کی مثال برتن کی طرح ہے جب برتن کے نیچے اچھا ہوگا تو اس کے اوپر بھی اچھا ہوگا، اور جب برتن کے نیچے خراب ہوگا تو اس کے اوپر بھی خراب ہوگا۔

## تشریح حدیث:

ایک مشہور مقولہ ہے کل اناء یترشح بما فیہ: ہر برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے یہ مقولہ درحقیقت اس حدیث کی ترجمانی ہے برتن سے وہی نکلے گا جو اس میں ہوگا، اسی طرح انسان کے اعضاء و جوارح اور جسم و بدن سے وہی اعمال نمودار ہوں گے جو اس کے دل میں ہوں گے، صالح قلب کا مالک انسان کے اعضاء اور جوارح سے صالح اعمال ظاہر ہوں گے جب دل درست ہوگا تمام اعمال بھی درست ہوں گے، اور جب دل میں شرک و بدعت، کفر و نفرت اور غلاظت بھری ہوگی تو اعمال بھی غلیظ ہی ظاہر ہوں گے، کیوں کہ دل رئیس الاعضاء ہے وہیں سے سارے فیصلے صادر ہوتے ہیں، فاسد اور برے دل سے نیک اعمال کی توقع کرنا نیم اور ایلو ا سے بیٹھے پھل کی توقع کرنے کے مترادف ہے، جو حماقت کے سوا کچھ

نہیں، اس کے لیے آدمی کو چاہئے کہ پہلے اپنے دل کی دنیا کو درست کرے، اعمال کی دنیا خود بخود درست ہو جائے گی۔  
 (۴۳۲۶) حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ الْجَمِّصِ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ وَزْقَاءِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ذَكْوَانَ أَبُو  
 الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى فِي  
 الْعَلَانِيَةِ فَأَحْسَنَ وَصَلَّى فِي الْبَيْتِ فَأَحْسَنَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذَا عَبْدِي حَقًّا.

ترجمہ حدیث: ظاہر و باطن کی یکسانیت کی اہمیت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اعلانیہ اچھی طرح نماز ادا کرے پھر  
 تنہائی میں بھی اچھی طرح نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔  
 تشریح حدیث:

اس حدیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ آدمی کا عمل ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہئے، ظاہر کچھ اور باطن کچھ یہ  
 منافقوں کی علامت ہے جس کا ظاہری اور باطنی عمل یکساں ہوتا ہے جو ظاہر میں اسی طرح عبادت کو بجالاتا ہے جس طرح باطن  
 میں بجالاتا ہے جس طرح لوگوں کے سامنے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اسی طرح تنہائی میں بھی نہایت خشوع  
 و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ میرا سچا بندہ ہے۔ احمد بن حواریؒ حضرت سلیمان  
 داراتی سے عرض کیا کہ جب میں خلوت میں نماز ادا کرتا ہوں تو اس سے میں لذت محسوس کرتا ہوں، اور خوب حلاوت و چاشنی  
 پاتا ہوں، کیوں کہ کوئی اس پر مطلع نہیں ہوتا ہے، لیکن وہی نماز جب لوگوں کے سامنے ادا کرتا ہوں، تو یہ کیفیت نہیں  
 پاتا ہوں؟ ابو سلیمان نے کہا آپ کمزور ہیں بایں طور کہ آپ کے دل میں غیر کا خیال پیدا ہو گیا اسی لیے علماء نے کہا کہ لوگوں  
 کے دکھلاوے کے خوف سے عمل کو چھوڑنا اور اس کو کرنا دونوں شرک ہے لہذا ایک عارف کا کمال عروج یہ ہے کہ ان کی نظر میں  
 انسان اور دیوار برابر ہو، لیکن یہ عارف کے اکمل احوال ہیں، البتہ مبتدی کے لیے اعمال کا کتمان مبنی بر مصلحت ہے، کیوں کہ  
 ابھی ان کا نفس مہذب نہیں ہوا اسی لیے ابو سلیمان نے بانگ ضعیف سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ ذَرَّازَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالََا حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
 الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَارِبُوا وَسَدُّوا فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ  
 مِنْكُمْ بِمُنْجِيهِ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَعَمَّدَ نِي اللَّهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ.

ترجمہ حدیث: محض رحمت خداوندی کی وجہ سے نجات نہ کہ عمل کے سبب:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو، اور اپنے اعمال کو درست

رکھو، اس لیے کہ تم میں سے کسی کا بھی عمل اس کو نجات دینے والا نہیں ہے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کا بھی عمل؟ (آپ کو نجات نہیں دے گا) آپ نے فرمایا اور نہ میں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم سے ڈھانپ لے گا۔  
تشریح حدیث:

قولہ: قاربوا ای لا تغلوا فی الدین، قولہ: وسددوا ای توسطوا فی الاعمال، ولا تفرطوا فیہا اذ لیس مدار النجاة علیہا بل علی الفضل والکرم، مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال میں راہ اعتدال اختیار کرو افراط اور تفریط سے اعمال کو پاک کرو، اس لیے کہ نجات اخروی کا مدار محض عمل پر نہیں ہے بلکہ نجات فضل الہی اور کرم الہی پر موقوف ہے، لہذا افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے میانہ روی کے ساتھ اللہ کی عبادت و طاعت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے فضل کی امید رکھو، نجات تو فضل ہی پر موقوف ہے، حتیٰ کہ رسول کا عمل بھی نجات نہیں دے گا اور یہ کہ اللہ رب العزت رسول اکرم ﷺ کو اپنے فضل و کرم کی چادر میں ڈھانپ لیں گے، واللہ اعلم بالصواب

### (۱۳۹۷) بَابُ الزَّيَاءِ وَالشُّمْعَةِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے ذیل میں چھ احادیث سپرد قلم کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، جو حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید بن فضالہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت شداد بن اوسؓ نیز حضرت جنابؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ اور عبادت الہیہ میں ریاکاری اور لوگوں سے واہ و اہی لینے کا شوق اور دکھلاوا اعمال کے اجر و ثواب کو نہ صرف یہ کہ ضائع کر دینا ہے بلکہ شرک بن جاتا ہے، اور شرک کی طرح گناہ ہوتا ہے، اس لیے عبادت صرف خلوص کے ساتھ ادا کرنا چاہئے لوگوں سے واہ و اہی اور داد تحسین لینے کے جذبات دل میں بالکل کارفرما نہ ہوں، تب ہی جا کر اعمال معتبر ہوں گے، اور اجر و ثواب کا ترتب ہوگا۔

(۳۳۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَغْنَى الشَّرِّكَاءِ عَنْ الشُّرَكَاءِ فَمَنْ عَمِلَ لِي عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ وَهُوَ لِلَّذِي أَشْرَكَ.

ترجمہ حدیث:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں پس جس نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے علاوہ غیر کو شریک کیا تو میں اس سے بری ہوں، (بیزار ہوں کبھی اس کو قبول نہیں کروں گا) وہ اسی کے لیے ہے جس کو شریک ٹھہرایا۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا دستور اور طریقہ یہ ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں اور اپنے کاروبار میں ایک

دوسرے کے اشتراک و تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کے شریک بنتے ہیں نیز وہ اس شرکت و تعاون پر راضی و مطمئن ہوتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان اس درجہ کی مفاہمت بھی ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص متعلقہ معاملات اور کاروبار میں اپنا پورا پورا عمل دخل رکھتا ہے، لیکن اللہ رب العزت والجلال فرماتا ہے کہ میرا معاملہ تو بالکل جداگانہ ہے اور الگ تھلک ہے، میں علی الاطلاق خالق و حاکم ہوں، اپنے احکام اور فیصلے اور اپنے نظام قدرت میں نہ تو مجھے کسی کے تعاون و اشتراک کی حاجت و ضرورت ہے، اور نہ مجھے یہ گوارہ ہے کہ میرے بندے کی کو میرا شریک قرار دیں اور میرے لیے کئے جانے والے کسی بھی عمل میں، میرے علاوہ کسی اور کو مد نظر رکھیں، یہاں تک کہ میرے نزدیک ان کے صرف اسی عمل کا اعتبار ہے، جو وہ خالص میرے ہی لیے کریں۔

واضح رہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا اپنا ذکر شرکاء کے ضمن میں کرنا، یعنی خود اپنے کو ایک شریک کے ذریعہ تعبیر کرنا محض ان بندوں کے اعتبار سے ہے جو اپنے جہل و نادانی کی وجہ سے اس کی صفات اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرتے ہیں، اور اس طرح وہ اللہ رب العزت کو بھی ایک شریک کا درجہ دیتے ہیں، نعوذ باللہ۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات سے اپنی بے نیازی اور ناراضگی کا اعلان فرمایا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے چناں چہ فرمایا کہ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے، جس میں وہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے، تو میں اس شخص کے عمل کو ٹھکرا دیتا ہوں، میں ایسے عمل سے بے زار ہوں، مجھے ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اسی شریک کے لیے ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے،

اس حدیث شریف کا ظاہری مفہوم اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خالص ریاکاری کے جزبہ سے کیا جانے والا عمل تو باطل اور مردود ہو ہی جاتا ہے لیکن وہ عمل بھی اکارت ہو جاتا ہے، جس میں ریاکاری کی آمیزش اور اس کا ادنیٰ درجہ بھی داخل ہو، حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ یہ حکم اس عمل کے بارے میں ہوگا جو ریاکاری کی ان دو قسموں سے تعلق رکھے یا تو اس عمل کے اختیار کرنے میں سرے سے ثواب کی نیت ہی نہ ہو، یا ثواب کی نیت تو ہو مگر ریا کا قصد اس نیت پر غالب ہو، نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ اس حدیث کا اصل مقصد خدا کے لیے کئے جانے والے کسی بھی عمل کو ریا کی آمیزش اور اس کے دخل سے پاک رکھنے کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرنا اور اس کے امر سے لاپرواہی اختیار کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ تنبیہ اور سرزنش کرنا ہے، واللہ اعلم۔

(۳۳۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مَسَالَمَةَ أَنبَأَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زِيَادِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي سَعْدٍ عَنْ أَبِي فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ نَادَى مُنَادٌ مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ أَغْنَى الشَّرْكَاءَ عَنِ الشُّرُوكِ.



## ترجمہ حدیث: مشرکوں کے لیے قیامت کے دن اعلان:

صحابی رسول حضرت ابن سعد ابن ابی فضالہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لوگوں کو (حساب و کتاب اور جزاء و سزا کے لیے) جمع فرمائے گا، ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرے گا، جس شخص نے اپنے اس عمل میں جس کو اس نے خدا کے لیے کیا تھا خدا کے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اس عمل کا ثواب اس غیر اللہ سے طلب کرے، جس کو اس نے شریک کیا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ شرک کے تئیں، تمام شرکوں سے نہایت زیادہ بے نیاز ہے۔

## تشریح حدیث:

شارح مشکوٰۃ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لیوم میں حرف لام جمع سے متعلق ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ رب العزت والجلال تمام مخلوقات کو اس دن کے لیے جمع کرے گا جس کا پیش آنا یقینی امر ہے، اور اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور یہ جمع کرنا اس کے لیے ہوگا کہ ہر ایک کو اس چیز کے مطابق جزا و سزا دے جس کو اس نے دنیاوی زندگی میں اختیار کیا تھا، اس اعتبار سے لیوم القیامۃ کے مابعد کے الفاظ تمہید کے طور پر، تاہم اس کو جمع کا ظرف بھی قرار دیا جاسکتا ہے، اور اس کی تائید اس روایت کے مطابق الفاظ سے ہوتی ہے، جو استعیاب میں نقل کی گئی ہے کہ: اذا کان یوم القیامۃ یجمع اللہ الاولین والآخرین لیوم القیامۃ لا ریب فیہ، اس صورت میں لیوم کے لفظ کو ایسا مظہر کہا جائے گا، جو مضر کی جگہ واقع ہوا ہے، اور جو اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے، جمع اللہ خلق یوم القیامۃ لیجزیہم فیہم، یعنی اللہ رب العزت والجلال قیامت کے دن تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا تاکہ اس دن سب کو ان کے اعمال کا جزا و سزا دے۔ (مستفاد مظاہر حق: ۶/۱۶۳)

(۴۳۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ زُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَذَكَّرُ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَقَالَ أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخَوْفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ قَالَ قُلْنَا بَلَى فَقَالَ الشِّرْكَ الْخَفِيُّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّيَ فَيُزَيْنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرٍ رَجُلٍ.

## ترجمہ حدیث:

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے جب کہ ہم لوگ دجال کے بارے میں آپس میں تذکرہ کر رہے تھے، رسول اکرم ﷺ نے (ہماری یہ حالت دیکھ کر) فرمایا کیا میں تم لوگوں کو وہ بات نہ بتاؤں جس کا خوف دجال کے فتنہ سے بھی زیادہ ہے، حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کیوں نہیں، یا رسول اللہ!

(ضرور بالضرور بتلائے) آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے، اور شرک خفی یہ ہے کہ آدمی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوگا پس لوگوں کو دیکھ کر اپنی نماز کو زینت دے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں ریاکاری کے فتنہ و برائی کو دجال کے فتنہ سے زیادہ خوفناک و خطرناک اس لیے فرمایا گیا ہے، کہ دجال کے جھوٹے ہونے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو ظاہر کرنے کی نشانیاں اور علامتیں بہت ہیں اور بالکل لکھی ہوئی ہیں، اس سے پچتا ہر صاحب صدق و ایمان والے کے لیے کافی ہوگی، اس کے برخلاف ریاکاری کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے، اور جس کی برائی اور فتنہ انگیزی ہر عمل میں ہر وقت اور ہر طرح معلوم نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی اس کے جال میں پھنس کر رہ جاتے ہیں، اس لیے شرک خفی اشد ترین فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ اور فتنہ دجال سے بھی زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے۔

(۳۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا وَادُّ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ غَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ عَنْ شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَتَى خَوْفٌ عَلَى أُمَّتِي الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَقُولُ تَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا وَتَنَا وَلَكِنْ أَعْمَالًا لِغَيْرِ اللَّهِ وَشَهْوَةً خَفِيَّةً.

ترجمہ حدیث: اپنی امت کے بارے میں شرک خفی کا اندیشہ:

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف کرتا ہوں شرک کرتا ہے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ تم لوگ آفتاب و ماہتاب اور بت کی پرستش کرو گے، لیکن غیر اللہ کے لیے اعمال کرو گے، اور دوسری چیز جس کا ڈر ہے شہوت خفیہ ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: الاشراک: اس سے مراد شرک خفی ہے، یعنی عبادت و اطاعت جو اللہ کے لیے کیا جائے اور اس سے مخلوق سے واہ داعی اور داد تحسین لینا مقصود ہو، ریا اور سمعہ کے ساتھ کیا جائے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا زیادہ خوف کرتا ہوں، وہ شرک باللہ یعنی شرک خفی، شرک جلی مراد نہیں، اور دوسری چیز جس کے بارے میں اللہ کے رسول اپنی امت کے بارے میں زیادہ خوف کر رہے ہیں، وہ شہوت خفیہ ہے، یعنی گناہ کے جزبات و شہوات قلب میں پوشیدہ ہو، اگرچہ بظاہر معاصی کا جزبہ و شہوت دل میں بھڑک رہا ہو، اسی کو شہوت خفیہ کہتے ہیں بعض نے کہا کہ شہوت خفیہ سے مراد عمل میں ریا اور دکھلاوا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَسْمِعِ يَسْمِعِ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يَرِأِ يَرِأِ اللَّهُ بِهِ.

ترجمہ حدیث: ریا کاری کے طور پر عمل کرنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا حال لوگوں کو سنائے گا، (یعنی قیامت کے دن لوگوں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرے گا) اور جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے عمل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی ریا کاری کی سزا دے گا، (یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اپنا اجر و ثواب اسی سے مانگو، جس کے لیے تم نے وہ عمل کیا تھا)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام محض شہرت و ناموری کے لیے کرے گا اور حصول عزت و جاہ کے لیے کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کے ان عیوب اور برے کاموں کو اپنی مخلوقات کے سامنے ظاہر کرے گا، جن کو وہ چھپاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کو ذلیل و رسوا کرے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی فاسدیت اور بری غرض کو دنیا والوں پر آشکارہ کر دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی اپنی مخلوقات پر کھول دے گا، کہ یہ شخص محض دکھلانے کے لیے عمل کرتا تھا مخلص نہیں تھا ریا کار تھا،

بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ جو شخص اپنا عمل لوگوں کو سنائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے نیک عمل کا ثواب صرف اسے سنائے گا اور دکھائے گا، مگر دے گا نہیں، تاکہ وہ حسرت و افسوس زدہ رہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو سنائے گا، یا وہ عمل لوگوں کو دکھائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اس کا وہ عمل لوگوں کو سنا اور دکھا دے گا گویا اس کے عمل کا یہی اجر و ثواب اور بدلہ ہوگا، جو اس کو اسی دنیا میں مل جائے گا، اور آخرت کے اجر و ثواب سے مطلقاً محروم رہے گا۔

(۴۳۳۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَرِأِ يَرِأِ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يَسْمِعِ يَسْمِعِ اللَّهُ بِهِ.

ترجمہ حدیث: ریا کاری کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید:

حضرت جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دکھلانے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل

کو دکھلا دے گا، اور جو شخص (لوگوں کو) سنانے کے واسطے عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو لوگوں کے سامنے سنا دے گا۔  
تشریح حدیث: شرح الحدیث قدم من قبل ذالک۔

### (۱۴۹۸) بَابُ الْحَسَدِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عید اللہ بن عمرؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں، اس میں حسد کرنے کی مذمت اور حسد کرنے والے کے بارے میں، وعید شدید کا بیان ہے، حسد کہتے ہیں دوسروں کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، خواہ وہ نعمت اس کو حاصل ہو یا نہ ہو، پس جس کے ساتھ حسد کیا جا رہا ہے، اس کے پاس نعمت باقی نہ رہے، اور نعمت سے مراد دنیوی اور دینی دونوں نعمت ہیں، اس کے مقابلہ ہم معنی غبطہ یعنی رشک ہے، یعنی دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ کاش یہ نعمت میرے پاس بھی ہوتی، اس میں دوسرے کے پاس سے نعمت کے زوال کی تمنا نہیں ہوتی ہے۔

(۴۳۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ يَشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْلَطَهُ عَلَى هَلَكَةٍ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيَعْلَمُهَا

ترجمہ حدیث: دو چیزوں میں حسد کا جواز:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کو چھوڑ کر تیسرے سے حسد کرنا جائز نہیں ہے، ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کا علم عطا کیا، پھر وہ شخص اس علم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور دوسروں کو علم و حکمت سکھاتا ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف میں حسد سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے، دراصل حسد اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت (مثلاً مال و دولت کی کثرت یا کسی عہد و منصب کی عزت وغیرہ) دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ وہ شخص اس نعمت سے محروم ہو جائے یہ حسد یعنی کسی شخص سے زوال نعمت کی تمنا کرنا، قطعاً جائز نہیں ہے، صرف کسی ظالم اور مفسد سے زوال نعمت کی تمنا کرنا جائز ہو سکتا ہے، تاکہ وہ ظالم اور مفسد اپنے ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد سے باز آجائے، اور مخلوق خدا اس کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد سے نجات پائے۔  
اور غبطہ یعنی رشک اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی حاصل شدہ نعمت و سرفرازی کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت و سرفرازی مجھے بھی حاصل ہو جائے، پس اس طرح کی آرزو کرنا ان چیزوں اور ان باتوں کے حق میں درست ہے، جو دین

وشریعت کے اعتبار سے اعلیٰ اور اچھی ہوں اور واقعی نعمت الہی کا درجہ رکھتی ہوں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں بغرض محال یہ کہا گیا ہے، کہ اگر کسی چیز میں حسد کرنا جائز ہوتا، تو مذکورہ بالا دونوں چیزوں میں حسد جائز ہوتا لیکن ان میں بھی جائز نہیں ہے، لہذا کسی میں بھی حسد جائز اور درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۳۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يَنْفِقُهُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو شخصوں کو چھوڑ کر کسی اور سے حسد کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا پھر وہ اس کو شب و روز پڑھتا ہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت سے سرفراز کیا پھر وہ اس کو رات دن (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحدیث قبل ذالک

(۴۳۳۶) حَدَّثَنَا هَارُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّالُ وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُلَيْكٍ عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عِيسَى الْخَطَّاطِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَالصَّلَاةُ نُورُ الْمُؤْمِنِ وَالصِّيَامُ جَنَّةُ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: حسد نیکیاں کھا جاتا ہے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، اور صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے، اور نماز مومن کا نور ہے، اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔

تشریح حدیث:

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد وہ گناہ ہے، جو سب سے پہلے آسمان اور روئے زمین پر کیا گیا ہے، چنانچہ شیطان ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے آسمان میں حسد کیا ہے، اور قاتیل نے اپنے بھائی ہابیل سے سب سے پہلے اس روئے زمین پر حسد کیا ہے، حسد کرنے والا اللہ کی نظر میں مبغوض، مٹروں اور ملعون ہوتا ہے حاسد درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دشمن ہوتا ہے، بعض حکماء سے منقول ہے، کہ حاسد اپنے رب سبحانہ تعالیٰ سے پانچ طرح سے مبارزت کرتا ہے۔

- (۱) حاسد ہر اس نعمت کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے علاوہ دوسرے پر نمایاں ہو۔
- (۲) حاسد اپنے رب کی تعلیم پر ناراض ہوتا ہے، اور زبان حال سے ہوتا ہے، کہ آپ نے اس طرح کیوں تقسیم فرمائی؟
- (۳) وہ فضل الہی کے مخالف ہوتا ہے۔
- (۴) حاسد اولیاء اللہ کو ذلیل کرتا ہے، یا ذلیل و رسوا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔
- (۵) حاسد اپنے دشمن ابلیس کی معاونت کرتا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حسد کرنے والے کو مجلس میں ندامت، ملائکہ میں لعنت، خلوت میں گھبراہٹ اور غم کے علاوہ کچھ نہیں ملتا ہے، اور حاسد آخرت میں حزن و احراق کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اور اللہ کی جانب سے بعد اور رحمت سے دوری کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا، حدیث شریف میں آتا ہے، کہ تین آدمی کی دعا شرف قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتی ہے۔

(۱) اکل الحرام: حرام کھانے والا

(۲) کثرت کے ساتھ غیبت کرنے والا، مکثر الغیبة

(۳) جس کے دل میں مومن کے لیے حسد یا کینہ ہے۔

قوله: الصلاة نور المؤمن: یعنی نماز مصلی کے لیے قبر کی ظلمت میں نور اور روشنی ہوگی یعنی اس کا ثواب پل صراط اور ظلمت القبر میں نور بن کر سامنے آئے گا۔

قوله: والصيام جنة من النار: ای وقایہ من نار جہنم: لہذا روزہ وار روزِ خ میں داخل نہ ہوگا مگر قسم پوری کرنے کے لیے، اور شاید مومن سے مراد ایمان کامل اور مومن کامل ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۴۹۹) بَابُ الْبَغْيِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو بکرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب میں صرف بغاوت اور سرکشی کی مذمت کا بیان ہے جس کی تفصیلات حدیث شریف کی شرح میں آرہی ہیں۔

(۴۳۳۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ أَنَّنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ عَلِيٍّ عَنْ عُمَيْيَةَ بِنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ

يُعْجَلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَذْخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس

کے ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی سزا دے اور آخرت میں بھی سزا دینے کے لیے جمع کر رکھے، سوائے دو گناہ کے ایک تو امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا دوسرے ناترشتہ توڑنا۔

**تشریح حدیث:**

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین، امیر المومنین امام وقت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، اس کے خلاف لوگوں کو اکسانا، اور ابھارنا اس کے تختہ کو پلٹنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا، اور اسی طرح اعزاء و اقرباء کے ساتھ بدسلوکی کرنا ان کے حقوق کی ادائیگی سے اعراض کرنا، رشتہ ناتہ کو توڑنا سخت گناہ ہے، اور انتہائی سنگین جرم ہے، اس لیے ان دونوں گناہوں کے مرکب کو صرف آخرت ہی میں سزا نہیں دی جائے گی بلکہ دنیا میں بھی اس کی سزا دی جائے گی چاہے اس کی صورت کچھ بھی ہو، کیوں کہ یہ دونوں اس طرح کے ہیں کہ ان کے اثرات صرف دینی زندگی ہی کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں، بلکہ دنیا میں بھی اس کے نتائج برے ہوتے ہیں اس لیے دنیا میں سزا دینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی عذاب دے گا۔

(۴۳۳۸) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ مَسْحُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْيَزْرُ وَصِلَةُ

الزَّجَمِ وَأَسْرَعُ الشَّرِّ غُفْرَانَةُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةُ الزَّجَمِ۔

**ترجمہ حدیث:** جن نیکیوں کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے جلدی جن چیزوں کا اجر و ثواب ملتا ہے، (وہ دو چیزیں ہیں) ایک نیکی کرنا دوسرے صلہ رحمی کرنا، اور سب سے جلدی جن برائیوں کا عذاب ملتا ہے (وہ دو برائی ہیں) ایک امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا، دوسرے رشتہ ناتا قطع کرنا۔

**تشریح حدیث:**

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکیوں کا اجر و ثواب اور ان کا بدلہ بہت جلد عطا کرتا ہے دنیا میں بھی اس کا اجر و ثواب اور بدلہ دیتا ہے اور آخرت میں بھی، اس کے برخلاف اگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا جائے ان کے حقوق کی پامالی کی جائے اور برائیوں کا ارتکاب کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بہت جلد پکڑ کرتا ہے۔ اور جلد ہی عذاب و عقاب میں مبتلا کرتا ہے۔

(۴۳۳۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْدٍ الْقَمْدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي

سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُ

أَمْرًا مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَخْفِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔

## ترجمہ حدیث: کبھی مسلمان کو حقیر سمجھنا بلاکت کے لیے کافی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ کسی کلمہ گو مسلمان بھائی کو حقیر و ذلیل سمجھنا، اس کو حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھنا، جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے اور انسان کی تباہی و بربادی اور آخرت کے خسران و ذلت اور دنیا میں حرمان رحمت خداوندی کے لیے بس یہی برائی کافی ہے، اس لیے مسلمان کو چاہئے کہ اس برائی سے گریز کرے۔

(۴۳۳۰) حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَنَّ أَبَا عَمْرٍو بْنَ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَيَّانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا يَبْغَى بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

## ترجمہ حدیث: آپس میں تواضع اختیار کرنے کا حکم

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ رب العزت نے مجھ پر وحی بھیجی کہ تم آپس میں تواضع اختیار کرو، اور کوئی شخص ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی اور سرکشی نہ کرے۔  
تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے اس میں تواضع اور فروتنی اور آپس میں ظلم و زیادتی اور جبر و تشدد سے باز رہنے کا حکم ہے تواضع اور فروتنی انسان کے اندر ایک ایسی صفت ہے، جو انسان کو عزت و شرافت اور عظمت و کرامت اور وقار و سنجیدگی کی بام عروج اور اوج ثریا پر کھڑا کر دیتی ہے، جو جتنا زیادہ متواضع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اس کو بلندی مقام سے نوازتا ہے، اور لوگوں کی نظروں میں اونچا کرتا ہے، اسی طرح ظلم و زیادتی اور جبر و تشدد سے باز رہنا بھی انسان کو بلندی عطا کرتا ہے، اور لوگوں میں محبوبیت کا درجہ حاصل کرتا ہے، اس لیے ان دونوں صفت کو آدمی کو چاہئے کہ اپنے اندر پیدا کرے۔

## (۱۵۰۰) باب الْوَرَعِ وَالتَّقْوَى

اس باب کے تحت چھ حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت عطیہ سعدیؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، اور حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ورع و تقویٰ اختیار کرنے کا بیان ہے، ورع و تقویٰ ایک ایسی صفت ہے، جس کے اختیار کرنے کا حکم قرآن مجید میں جا بجا آیا ہے، اور جگہ جگہ متقیوں کے لیے جنت کے وعدے



کئے گئے ہیں اور کامیابی و کامرانی کے مژدہ جاں فزاں سنائی گئی ہے۔

(۳۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ زَيْدٍ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةِ الشَّعْبِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدْعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَدِّزْ الْمَاهِدَ النَّبَأَ.

ترجمہ حدیث: متقی کی پہچان:

حضرت عطیہ سعدیؓ جو صحابی تھے سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی تقویٰ اور متقیوں کے مقام کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کام کو چھوڑ دے جس میں برائی نہ ہو، اس کام کے خوف سے جس میں برائی ہو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں تقویٰ کے درجات عالیہ اور مقامات رفیعہ تک رسائی حاصل کرنے کا نسخہ بیان کیا گیا ہے، آدمی تقویٰ کے مقام اور مرتبہ کو اس وقت حاصل نہیں کر سکتا ہے، جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے خطرے سے بچنے کے لیے خلاف اولیٰ کام کو نہ چھوڑ دے، اور اس فعل کو نہ ترک کر دے جس میں کوئی برائی نہیں ہے، اس کام میں پڑنے کے خوف سے جس میں برائی ہے، جب آدمی خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی امور کو بھی چھوڑ دے گا، تو وہ متقیوں کی صف میں شامل ہوگا، اور اس کا شمار متقیوں کی صف میں ہوگا، جس چیز کی حلت و حرمت میں اشتباہ ہو، اس کے قریب بھی نہ جائے، بلکہ احتیاطاً للذین، اور تحرزا من الاثم اس کو چھوڑ دے، تب جا کر کہیں وہ مقام تک وصول کر سکتا ہے، اور متقیوں کی صف میں اس کا شمار ہو سکتا ہے، جیسا کہ حدیث نعمان بن بشیرؓ الحلال بین والحرام بین وبينهما مشبهات الخ اس پر واضح طور پر دال ہے، اور باب تقویٰ میں اصل اصیل ہے، صفت تقویٰ کی دولت پیدا کرنے کے لیے، بعض حلال امور کو بھی حرام امور میں واقع ہونے کے خوف سے چھوڑنا لازم ہے، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں، ما زالت التقوى بالمتقين حتى تركوا كثيرا من الحلال مخافة الحرام، حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں تمام التقوى ان يتقى الله العبد، حتى يتقيه من مثقال ذرة، وحتى يترك بعض ما يرى انه حلال خشية ان يكون حراماً، محجاً بينه وبين الحرام، حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ لا يصيب عبد حقيقة الايمان حتى يجعل بينه وبين الحرام حاجزاً من الحلال، وحتى يدع الاثم وما تشابه منه حضرت امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مشکوک اور مشتبہ چیز چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کے درجات و اقسام:

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور ورع کے مختلف اقسام ہیں:

(۱) ورع الصديقين: وهو ترك ما لا يتناول بغير لية القوة على العبادة، صديقين کا تقوی یہ ہے کہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جو تقوی علی العبادة کی نیت سے استعمال نہ کیا جائے۔

(۲) ورع المتقين: وهو ترك ما لا شبهة فيه، ولكن يخشى ان يجر الى الحرام، غير مشتبه چیزوں کو بھی اس خوف سے چھوڑ دینا کہ کہیں وہ مفہمی الی الحرام نہ ہوں اور ارتکاب حرام کا باعث نہ بن جائے۔

(۳) ورع الصالحين: وترك ما يتطرق اليه احتمال التحريم بشرط ان يكون لذلك الاحتمال موقع فان لم يكن، فهو ورع المرسومين: صالحين کا ورع و تقوی یہ ہے کہ جن چیزوں سے حرام کے در آنے کا خطرہ ہو اس سے گریز کرے، بشرطیکہ اس میں اس کا احتمال بھی ہو، اگر ایسا نہیں ہے تو دوسوے میں مبتلا ہونے والوں کا تقوی ہے۔

(۴۳۴۲) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَقْبِدَ حَدَّثَنَا مَعِيْثُ بْنُ سَمِيْعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُومٍ الْقَلْبِ ضِدُّوْقِ اللِّسَانِ قَالُوا ضِدُّوْقِ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لَا إِيْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيٍ وَلَا غِلٍّ وَلَا حَسَدٍ.

ترجمہ حدیث: افضل ترین شخص کی تعین:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا، کہ لوگوں میں سب سے افضل کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا، ہر وہ شخص جو دل کا صاف ہو، اور زبان کا پاکا سچا ہو، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضدوق اللسان کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا پرہیزگار پاک صاف، جس کے دل میں نہ گناہ ہو نہ بغاوت نہ بغض نہ حسد، (دل آئینہ کی طرح بالکل صاف و شفاف ہو)

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں افضل ترین مسلمان اور بہترین صاحب ایمان کی تعین کی گئی ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا؟ تو آپ نے فرمایا، جو مسلمان دل و دماغ کے اعتبار سے بالکل صاف و شفاف ہو، اس کے دل میں گناہ کا جزبہ اور کسی مسلمان کے تئیں کینہ کپٹ اور حسد و بغض نہ ہو، بلکہ مسلمان کے لیے دل پاک ہو، اور زبان بھی بالکل صاف ہو، اور پکی سچی ہو، تو افضل ترین مسلمان ہے؟ لوگوں کی نظر میں اور اللہ کی نظر میں محبوب و مقبول ہے۔

(۴۳۴۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مِسْنَانَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا تَكُنْ أَغْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِيْعًا تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ وَأَجَبَ لِلنَّاسِ مَا لَحَبْتُ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحْسَنَ

جَوَّازٌ مَنْ جَاوَزَ كَيْفَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَأَقِلَّ الضَّحْكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ.  
ترجمہ حدیث چند قیمتی نصیحتیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! ورع و تقوی اختیار کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہوگا، تو قناعت کرو تو لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار ہوگا، لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو مومن ہوگا، اور تو اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کر، تو مسلمان ہوگا، اور تو ہنسی کم کر اس لیے کہ بہت زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: مَنْ وَرَعًا تَكُنْ عَبْدَ النَّاسِ مُشْكُوَّةً شَرِيفٌ میں اتق المحارم تكن اعبد الناس کے الفاظ ہیں یعنی تم ان چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اگر تم ان تمام چیزوں سے بچو گے جن کو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے، تو تم عند اللہ لوگوں میں سب سے عبادت گزار بندہ بن جاؤ گے، محارم سے اجتناب کرنے والے اور ورع و تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے کو سب سے زیادہ عبادت گزار بندہ اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے، کہ محارم سے اجتناب کرنا گویا ان تمام فرائض سے عہد برآ ہونا ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ نے ان پر عائد کئے تھے، اور ظاہر ہے کہ فرائض کو پورا کرنے سے افضل عبادت کوئی نہیں ہے، بلکہ عام لوگ فرائض کو ترک کرتے ہیں، یا ان کی طرف کم توجہ دیتے ہیں، کثرت نوافل میں تو مشغول رہتے ہیں، اور فرائض میں کوتاہی برتتے ہیں، اس لیے محارم سے بچنے والے کو عبد الناس کہا گیا ہے۔

وقوله: وَكُنْ قَنَعًا: تو قناعت پسند بن جا یعنی تقدیر الہی پر راضی ہو جا، جو کچھ بھی دنیا تجھے ملے اس پر قناعت کر لے، اللہ کی تعلیم پر بخوشی راضی ہو جا، تو لوگوں میں سب زیادہ شکر الہی ادا کرنے والا ہو جائے گا، جس کو صبر و شکر اور قناعت کی دولت نصیب ہو جاتی ہے، وہ حرص و طمع سے پاک رہتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اس بات کو جان لے کہ جو چیز تیری قسمت میں لکھی جا چکی ہے، وہ ہر حال میں تجھے مل کر رہے گی خواہ تو اس کے لیے طلب و سوال کی راہ اختیار کرے یا طلب و سوال ترک کر دے، اور جو چیزیں تیری قسمت میں نہیں لکھی ہیں وہ تجھ کو کسی حالت میں نہیں ملے گی، خواہ تو اس کی طلب کی کتنی ہی حرص رکھے، اور اس کو حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی سعی و جدوجہد کرے اور اس کے لیے محنت و مشقت اٹھائے وہ چیز ہرگز نہیں مل سکتی ہے، لہذا جو کچھ مل جائے اس پر صابر و شاکر رہ، ہر حالت میں جائز و حلال چیز کو حاصل کرنا ضروری سمجھ اور اپنے مقصود پر راضی ہو جا، تاکہ رب ذو الجلال تجھ سے راضی ہو جائے۔

قوله: وَاحِبٌ لِلنَّاسِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ دین و دنیا کی بہتر و بھلائی کی جس چیز کو تم خاص طور پر اپنے لیے پسند کرتے ہو، اس چیز کو دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔ یہاں تک کہ کافر کے لیے ایمان، اسلام کو اور فاسق کے لیے توبہ و انابت

الی اللہ کو پسند کرو۔

(۴۳۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ زَمِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ الْمَاضِي بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَلِيمَانَ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَقْلَ كَالْتَذِيرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحَسَنِ الْخُلُقِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور حرام سے باز رہنے کے مثل کوئی پرہیز گاری نہیں، اور حسن اخلاق کے برابر کوئی حسب و نسب نہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میانہ روی اور راہ اعتدال و اقتصاد اختیار کرتے ہوئے معاش و معاد کو سنوارنے کے سلسلہ میں تدبیر کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ صاحب عقل کامل وہی شخص ہے جو دور اندیشی اور عاقبت پر نظر رکھ کر کار کو انجام دے، حدیث شریف میں تدبیر سے مراد عقل مطبوع ہے۔

قوله: وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ: مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے پرہیز کرنے اور دل میں اضطراب و بے چینی والی چیزوں کے استعمال سے باز رہنے سے بڑھ کر کوئی ورع اور تقویٰ نہیں ہے۔ اصل ورع اور تقویٰ یہی ہے کہ آدمی حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچ جائے۔

قوله: وَلَا حَسَبَ كَحَسَنِ الْخُلُقِ: حسن اخلاق اور اچھی کردار کی طرح کوئی مجد و شرافت اور حسب نہیں ہے، جس کے اندر مکارم اخلاق، حسن کردار، اور لوگوں کے ساتھ حسن برتاؤ اور طلاق وجہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرنے جیسی صفات حسنہ پیدا ہو گئیں، وہ گویا اعلیٰ حسب کے مالک ہو گئے، کیوں کہ اس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور خیر مضمر ہے۔

(۴۳۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ أَبِي مَطِيعٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَوْمُ التَّقْوَى.

ترجمہ حدیث:

حضرت سمرة بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ آدمی لوگوں کی نظر میں رفیع القدر عظیم المرتبت اور عالی المکان ہوتا ہے، وہ مال ہے، جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے لوگ اس کو عظیم انسان سمجھتے ہیں۔ اور اس کو دور ہی

سے سلام کرتے ہیں، اس کا اکرام و احترام کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں بندہ جس چیز سے عظیم بنتا ہے اور اس کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے وہ تقویٰ اور خوفِ الہی ہے جس شخص کے اندر جتنا تقویٰ اور باری تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے وہ عند اللہ اتنا ہی اونچے مقام کا مالک ہوگا۔ حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ الحسب: المال، یرید ان الرجل اذا صار ذامال عظمہ الناس، حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ یہ اہل مدینہ کا قول ہے مدینہ منورہ میں اگر بیوی کے نفقہ کے برابر مال نہ ہوتا تھا تو زوجین کے درمیان تفریق کردی جاتی تھی، اسی لیے الحسب المال کہا گیا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں آدمی کا مجد و شرافت اس کا مال ہے۔ اور اس کا کرم اس کا دین ہے۔ اور اس کی اصل اس کی عقل ہے۔ اور اس کی مروت اس کے اخلاق ہیں۔

(۴۳۴۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كُثَيْبِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ ضَرَيْبِ بْنِ ثَقَيْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْرِفُ كَلِمَةً وَقَالَ عُثْمَانُ آيَةٌ لَوْ أَخَذَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بِهَا لَكَفَّتْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ آيَةٌ آيَةٌ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ.

ترجمہ حدیث: قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ جو عمل کے لیے کافی ہے:

حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں۔ اور حضرت عثمان نے فرمایا، ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر سارے لوگ اس پر عمل کریں تو کافی ہے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويزقه (جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے)

تشریح حدیث:

تقویٰ، خوفِ خداوندی اور احکامِ شریعت پر پابندی زیادتی رزق اور اطمینانِ قلب کا ذریعہ ہے جو آدمی جتنا زیادہ متقی ہوگا، اتنا ہی زیادہ اس کے لیے دنیاوی راحت و آرام اور رزق کے دروازے کھل جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ بارش کے قطروں کی طرح بے شمار رزق عطا فرمائے گا۔ بشرطیکہ قلب تقویٰ الہی سے لبریز ہو۔ نعم الزاد التقوی، بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

### (۱۵۰۱) بَابُ الشَّاءِ الْحَسَنِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں چھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابو زہرہ ثقفیؒ، حضرت کلثوم خزاعیؒ، حضرت عبداللہؒ، حضرت ابن عباسؒ، حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔ اس باب میں کسی کی مدح و تعریف اور توصیف و ثنا خوانی کے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۴۳۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْجَمْعِيَّ عَنْ أُمِّئَةَ بِنْتِ

صَفْوَانٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خُطِبْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبَاةِ أَوِ النَّبَاةِ قَالَ وَالنَّبَاةُ مِنَ الطَّائِفِ قَالَ يَوْشِكُ أَنْ تَعْرِفُوا أَهْلَ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالُوا بِمِذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِالثَّنَاءِ الْحَسَنِ وَالثَّنَاءِ الشَّيْءِ أَنْتُمْ شَهِدْنَا لِلَّهِ بِغَضِّكُمْ عَلَى بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث: اہل جنت اور اہل جہنم کی شناخت:

حضرت ابو زہیر ثقفیؒ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مقام نباوت یا بناوت جو طائف میں واقع ہے۔ میں ہمیں ایک خطبہ دیا اور فرمایا قریب ہے کہ تم لوگ جنتی اور دوزخی کے درمیان فرق کراؤ گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کس طرح ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تعریف کرنے سے اور برائی کرنے سے۔ تم لوگ اللہ کے گواہ ایک دوسرے پر۔

تشریح حدیث:

قولہ: بالنباوة نباوة یا بناوة طائف میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں آپ نے خطبہ دیا،  
قولہ: انتم شہداء اللہ۔ تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو، یہاں مومنین صالحین مراد ہے، جو اہل الشہادہ میں سے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کسی کی خیر بھلائی کے بارے میں تعریف کر دیں تو اس کے لیے جنت واجب ہے، اور اگر کسی کی برائی کے بارے میں شہادت دے دیں تو اس کے لیے جہنم واجب ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی حمد و ثنا اور تعریف بیان کی، وہ اچھا آدمی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وجبت: اور کے بعد پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کو برا بیان کیا، آپ نے فرمایا وجبت، حضرت عمرؓ نے عرض کیا ما وجبت؟ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں خیر کی تعریف اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اس جس کے لیے برائی بیان کیا اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ اور انتم شہداء اللہ سے مراد صرف حضرات صحابہ کرام ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد تمام مومنین صالحین ہیں۔

(۴۳۴۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَادٍ عَنْ كُلْثُومِ الْخَزَاعِيِّ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ أَلَيْ قَدْ أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ أَلَيْ قَدْ أَسَأْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ جِيرَانُكَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا قَالُوا إِنَّكَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ.

ترجمہ حدیث: نیکی اور بدی کے کام کو جاننے کا طریقہ:

حضرت کلثوم خزاعیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ

مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ جب میں نیک کام کروں گا کہ میں نے نیک کام کیا ہے، اور جب میں برا کام کروں گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے برا کام کیا ہے؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرا پڑوسی یہ کہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے، تو نے اچھا کام کیا ہے اور جب تیرا پڑوسی یہ کہے کہ تو نے برا کام کیا ہے، تو تو نے برا کام کیا ہے۔

تشریح حدیث:

ایک صحابی رسول آپ ﷺ کے دربار اقدس میں یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! اگر میں کوئی اچھا کام کروں یا کوئی برا کام کروں تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ میں نے یہ اچھا کام کیا ہے یا برا کام کیا ہے؟ اس کے لیے کیا کسوٹی ہے اور اس کی شناخت کرنے کا تھرمائیٹر کیا ہے؟

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا دیکھو جب تو کوئی اچھا کام کرے اور نیکی کا کام کرے اور تیرا پڑوسی بھی اس کو نیک اور اچھا کہے تو سمجھ لو تو نے اچھا کام کیا ہے، اور اگر تو نے کوئی کام کیا اور تیرا پڑوسی اس کو اچھا نہ کہے اس کے حسن کی شہادت نہ دے بلکہ اس کام کو برا جانے تو سمجھ لو تو نے اچھا کام نہیں کیا ہے، تیرے پڑوسی کی زبان و شہادت ہی تیری اچھائی اور برائی کے لیے تھرمائیٹر ہے اسی سے تم اپنے آپ کو جانچ پرکھ سکتے ہو۔

(۴۳۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَيْبَانًا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ أَنْ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتُ فَقَدْ أَسَأْتُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں کوئی اچھا کام کروں یا میں برا کام کروں تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا؟ (کہ میں نے اچھا کیا یا برا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی سے یہ کہتے سناؤ کہ تو نے اچھا کام کیا ہے، واقعتاً تو نے اچھا کام کیا، اور جب تم ان سے یہ کہتے سناؤ کہ تم نے برا کام کیا ہے تو واقعہ تو نے برا کام کیا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے، کہ جیران کی شہادت سے اپنے اعمال کے اچھے اور برے ہونے کو معلوم کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب پڑوسی متدین، دین دار، مطیع و فرماں بردار، قرآن و سنت پر عامل اور عشق رسول میں سرشار ہو، ان کا اوڑھنا بچھونا سب شریعت ہو، لیکن اگر لوگوں میں فساد و شر کا غلبہ ہو جائے، دین و شریعت

کے احکام سے دور ہو جائیں، شر غالب ہو جائے اور خیر کی قلت ہو جائے، اور اعمال کے حسن و قبح کے جانچنے کا معیار و میزان بدل جائے، اور لوگ حب جاہ اور حب دنیا کے دلدل میں پھنس جائے، تو اس صورت میں ان کے فیصلہ کرنے اور خیر و شر کے بارے میں بتانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور ان کی ذم و مدح ناقابل التفات ہے، اعمال کے بارے میں خیر و شر کے فیصلے و شہادت غیر معتبر ہے، ان کی تعریف حسن و حقیقت حسن نہیں ہے، کسی عمل کے بارے میں برا کہنا حقیقت میں وہ برا نہیں ہے، اس لیے کہ وہ عدل و انصاف سے روگردانی کر کے حب دنیا اور حب جاہ و مال کے عینک لگا کر کر یہ شہادت دے رہا ہے، لہذا اس کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۴۳۵۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَزَيْدُ بْنُ أَحْزَمَ قَالَا حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ حَدَّثَنَا

عُقْبَةُ بْنُ أَبِي ثُبَيْتٍ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْ مَلَأَ اللَّهُ أَذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ خَيْرًا وَهُوَ يَسْمَعُ وَأَهْلُ النَّارِ مَنْ مَلَأَ أَذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ شَرًّا وَهُوَ يَسْمَعُ.

ترجمہ حدیث: اہل جنت اور اہل جہنم کی علامت

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنتی وہ شخص ہے جس کے کان لوگوں کی جانب سے تعریف سنتے سنتے بھر جائیں، اور دوزخی و جہنمی وہ شخص ہے جس کے کان کو اللہ تعالیٰ بھر دے لوگوں کی طرف سے برائی اور بھوسے سنتے۔

تشریح حدیث:

معناہ ان اهل الجنة لا يزال يعمل الخير والعمل الصالح حتى ينشر عنه في انحاء العالم فيثنى عليه بذلك. وفي الشر كذلك اي ان اهل النار لا يزال يعمل الشر والفعل الشنيع حتى ينتشر عنه في اقصى الدنيا. فيثنى عليه شرًا لهذا معنى الحديث مختصراً۔

(۴۳۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ لِلَّهِ فَيَجِبُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ ذَلِكَ عَاجِلُ بَشَرِي الْمُؤْمِنِ.

ترجمہ حدیث: عمل صالح کی وجہ سے لوگوں کی محبت:

حضرت ابوذر غفاریؓ نے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا (یا رسول اللہ! یا نبی اللہ!) ایک آدمی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے عمل کرتا ہے، (ریا کاری اور سمعہ کا دخل اس کی نیت میں بالکل نہیں ہوتا) لیکن اس کی



وجہ سے لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں؟ (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا یہ مومن کے لیے نقد بشارت و خوشخبری ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل و عبادت خالص اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا مندی اور اسی ذات واحد کی خوشنودی کے لیے کی جائے، اس عمل کی بجا آوری میں آدمی کی نیت میں ریا کاری اور سمعہ بالکل نہ ہو، لوگوں کے لیے بالکل نہ کیا جائے لیکن اس کے باوجود لوگ اس کی اس عمل و عبادت پر تعریف کریں، اور محبت کریں، تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا لوگوں کے محبت کرنے کی وجہ سے عمل ضائع ہو جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ تو مومن کے لیے اس کے عمل صالح کا نقد بدلہ ہے، اور نقد خوشخبری و بشارت ہے، اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، بلکہ یہ تو عند اللہ عمل کی مقبولیت کی دلیل ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو پھر اس کی محبت ملائکہ کے قلوب میں ڈالتا ہے، پھر آسمان میں ملائکہ اس بندے مومن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کی محبت اہل زمین کے دلوں میں پیدا کر دیتے ہیں، پھر زمین والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے، لہذا لوگوں کی محبت درحقیقت عند اللہ اس کی مقبولیت کا واضح ثبوت ہے۔ واللہ اعلم۔

کسی متعین شخص کے بارے میں جنت میں داخل ہونے کی شہادت دینا:

کسی شخص معین کے بارے میں جنتی ہونے کے بارے میں شہادت دینے کے سلسلہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے تین اقوال نقل کئے ہیں۔

قول اول:

حضرات انبیاء کرام کے علاوہ کسی بھی شخص کے بارے میں علی سمیل الجزم جنتی ہونے کے بارے میں شہادت دینا مناسب نہیں، حضرت امام ابو حنیفہ، امام اوزاعی اور علی بن مدینی وغیرہ کا یہی قول ہے۔

قول دوم:

جن لوگوں کے بارے میں جنتی ہونے کا نص آچکا ہے۔ اور ان کا جنتی ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ صرف ان کے بارے میں شہادت دینا جائز ہے۔ دوسرے کے بارے میں جائز نہیں ہے، سارے علماء کرام اسی کے قائل ہیں۔

قول سوم:

امت میں جن لوگوں کے بارے میں جنتی ہونے کی خبر مستفاض ہے، اور اس کا نیک ہونا امت میں مسلم ہے، جیسے عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری وغیرہ ان کے بارے میں جنت کی شہادت دینا جائز ہے، حضرت امام سفیان ثوریؒ حضرت امام احمد

بن جنبل کے بارے میں شہادت دیتے تھے کہ وہ جنتی ہیں۔ (۱)

(۳۳۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَنَانٍ أَبُو سَنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْمَلُ الْعَمَلِ فَيُطْلَعُ عَلَيْهِ فَيُعْجِبُنِي قَالَ لَكَ أَجْرَانِ أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ.

ترجمہ حدیث: بغیر ارادہ کے اگر کوئی عمل پر مطلع ہو جائے تو ڈبل ثواب ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) میں ایک عمل کرتا ہوں، پھر لوگ اس پر مطلع اور باخبر ہو جاتے ہیں، تو مجھے اچھا لگتا ہے، (کہ لوگ میری تعریف کریں تو اس عمل کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا تجھ کو دو ہر ثواب ملے گا، ایک تو پوشیدہ عمل کرنے کا، اور دوسرے اعلانیہ عمل کرنے کا۔

تشریح حدیث:

قوله: فَيُعْجِبُنِي: بَانَ يُلْقَى اللَّهُ تَعَالَى الْحُبَّ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ فَيُشْنِي عَلَيْهِ، فَاكُونَ مِنْ أَهْلِهِ، فَلَيْسَ الْمُرَادُ الْعُجْبُ بِالنَّفْسِ فَانْه يَطْلُ الْعَمَلِ، لَانِ ادْقُ الرِّبَاءِ شَرْكَ، وَهَذَا بَغَيْرِ الْقَصْدِ (۲)

### (۱۵۰۲) بَابُ النِّيَّةِ

اس باب کے تحت صاحب ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عمرؓ، حضرت ابو کبشہ انماریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت جابرؓ سے مروی ہیں اس باب میں اعمال و افعال میں خلوص نیت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تمام اسلامی اعمال و افعال کی صحت و عدم صحت اور ثواب و عدم ثواب کا دار و مدار نیت صالحہ پر ہے، اگر نیت کے اندر خلوص ہوگا، تو عمل و عبادت پر اجر و ثواب ملے گا، ورنہ نہیں، اس لیے ہر عمل میں نیت کو خالص رضاء الہی کے لیے رکھنی چاہئے۔

(۳۳۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُهَيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَتْبَأُ نِيَّتِي بِنِيَّةِ سَعِيدِ بْنِ سَعِيدٍ أَنْ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْرَاهِيمَ التَّمِيمِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَآلِهِ فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَرَوْنَهَا فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

ترجمہ حدیث: تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے:

حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے کہاں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا، کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے، اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت واقعی اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی، اور جس کی ہجرت محض دنیا کے لیے ہو، تو اس کو دنیا ملے گی، یا کسی عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہو، تو اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کی طرف ہوگی جن کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

**تشریح حدیث:**

یہ حدیث تمام اسلامی اعمال اور شرعی افعال کی قبولیت اور ان پر ثواب کے ترتیب کی جڑ اور بنیاد ہے، اعمال شرعیہ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، حج، جہاد، طب، علم، تعلیم و تعلم، اور دعوت و ارشاد وغیرہ سب کے سب نیت ہی پر موقوف ہیں، ابران اعمال کو خلوص نیت کے ساتھ ادا کیا جائے اور اللہ رب العلمین کی رضا جوئی مقصود ہو تو ان کے بجا آوری پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں، الغرض اعمال کے صلاح اور فساد نیت کی صلاح و فساد پر موقوف ہے۔ اگر نیت صالح ہے تو عمل بھی صالح ہوگا، اور اس کو ادا کرنے والا ماجور اور عند اللہ متاب ہوگا، اور اگر نیت میں فساد و خرابی ہے تو عمل بھی فاسد ہوگا، اور اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا، اس لیے ہر عمل سے پہلے نیت کو درست کرنا، از حد ضروری ہے، علماء نے لکھا ہے کہ ہر عمل میں نیت کا دخل ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کھانا پینا بھی تقویٰ علی العبادۃ کی نیت سے کھائے تو بھی کارِ ثواب ہے، حتیٰ کہ عفت و عصمت اور پاکدامنی کی غرض سے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے پر بھی ثواب ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

**علماء اسلام کی نظر میں اس حدیث کی عظمت و مقام:**

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہو ثلث الاسلام، یہ حدیث ثلث اسلام ہے، اس کے تحت فقہ کے ستر ابواب داخل ہیں۔ بعض دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں ہو ربع الاسلام حدیث انما الاعمال بالنیات ربع اسلام ہے، حضرت عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں، کہ ہر مصنف کو چاہئے کہ اپنی تصنیف کا آغاز اسی حدیث پاک سے کرے اور مقصود طالب کی نیت کی تصحیح ہو، حضرت امام بخاریؒ نے اسی وجہ سے اپنی صحیح کا آغاز اسی حدیث شریف سے کیا ہے، نیز صاحب مشکوٰۃ نے بھی اپنی کتاب کی ابتداء اسی مبارک حدیث سے کی ہے۔

**صحیح نیت کے بارے میں اقوال علماء:**

ابن رجب حنبلیؒ نے شرح النعمین میں حسن نیت کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) یٰ ائی بن کثیر کہتے ہیں۔ تعلموا النیۃ فانہا ابلغ من العمل۔

(۲) داؤد الطائیؒ سے منقول ہے رأیت الخیر کلہ یجمعه حسن النیۃ تمام خیر حسن نیت میں جمع ہے۔

(۳) حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تصحیح نیت میں میں نے جتنی کوشش اور محنت کی ہے کسی اور چیز میں اتنی محنت اور مشقت نہیں کی ہے اس لیے کہ وہ مجھ پر ادلتی بدلتی رہتی تھی۔

(۴) مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ صلاح القلب بصلاح العمل: وصلاح العمل بصلاح النیة حاصل یہ ہے کہ اصلاح قلب اصلاح نیت پر موقوف ہے، لہذا پہلے نیت کی اصلاح ضروری ہے، پھر دل کی اصلاح ہوگی۔

(۵) عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں، کہ رب عمل صغیر تعظمہ النیة ورب عمل کبیر تصغرہ النیة: بعض مرتبہ معمولی درجہ کا عمل حسن نیت کی وجہ سے عند اللہ عظیم ہو جاتا ہے، اور بڑے سے بڑا عمل فساد نیت کی وجہ سے، عند اللہ صغیر ہو جاتا ہے۔  
 قولہ: انما الاعمال بالنیات: علامہ خطابی فرماتے ہیں، کہ اعمال کی صحت اور اس کے احکام کا وجوب نیت پر موقوف ہے، نیت ہی اعمال کی جہت کو متعین کرتی ہے، حدیث شریف میں نفس اعمال مراد نہیں ہے، کیوں کہ نفس اعمال کا وجود تو نیت کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، یہاں صحت اعمال مراد ہے، یا ثواب الاعمال مراد ہے، عند الاحناف ثواب مضاف محذوف ہے، ای ثواب الاعمال بالنیات یا انما الاعمال تعتبر بالنیات ہے، اور عند اشواغ نفس الاعمال ووجودھا موقوفة علی النیة۔

### حدیث شریف کا شان و رود:

اس حدیث شریف کا شان و رود یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو ایک عورت ام قیس بھی ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی، ایک صحابی نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا ام قیسؓ نے ہجرت کی شرط لگا دی، کہ اگر تم ہجرت کر کے مدینہ آؤ گے تو ٹھیک ہے پیغام نکاح منظور ہے، ورنہ نہیں، وہ شخص اس عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا، اور اس سے نکاح کیا، اسی مناسبت سے وہ شخص لوگوں میں مہاجر ام قیس کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

حدیث شریف کے پہلے دو جملوں کا ایک ہی مطلب ہے، ولکل امرء ما نوى سے دراصل پہلے جملہ کی تاکید کی جارہی ہے، کہ عمل بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوگا، یعنی جو شخص جیسی نیت کرے گا، ویسا اجر پائے گا چنانچہ ایک عمل میں بعض مرتبہ جتنی نیت کرے گا، اتنا ہی ثواب پائے گا، اس حدیث شریف کی تفصیلی شرح دیکھنی ہو تو ملاحظہ کریں (۱)

(۴۳۵۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ كَمَثَلِ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ زَجَلَ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي مَالِهِ يَنْفِقُهُ فِي حَقِّهِ وَزَجَلَ آتَاهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ هَذَا عَمِلْتُ فِيهِ وَمِثْلُ الَّذِي يَعْمَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يُؤْتِهِ عِلْمًا فَهُوَ يَخْطُ فِي مَالِهِ يَنْفِقُهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللَّهُ عِلْمًا وَلَا مَالًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ هَذَا عَمِلْتُ فِيهِ مِثْلَ الَّذِي يَعْمَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ.

ترجمہ حدیث: امت مسلمہ کی ایک مثال:

حضرت ابوبکثہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کی مثال چار آدمیوں کی طرح ہے۔

(۱) ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم کی نعمت عطا فرمائی ہے وہ اپنے علم کے بقاضہ پر عمل کرتا ہے اور اپنے مال میں سے راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت عطا فرمائی لیکن مال کی نعمت نہیں دی وہ کہتا ہے کہ اگر مجھ کو مال ملتا تو پہلے شخص کی طرح عمل کرتا، (یعنی راہ خدا میں مال خرچ کرتا) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دونوں شخص اجر و ثواب میں برابر ہیں۔

(۳) تیسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے لیکن علم نہیں، پس وہ اپنے مال کو بے حد لغو اخراجات کرتا ہے۔  
(۴) چوتھے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ علم کی دولت عطا فرمائی اور نہ مال کی دولت لیکن وہ شخص کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح اس کو راہ خدا میں خرچ کرتا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔  
تشریح حدیث:

قوله: فهما في الوزر سواء قال ابن الملك هذا الحديث لاينا في الخبر ان الله تجاوز عن امتي ما وسوست به صدرها عالم يعمل به لانه عمل بالقول اللساني والمتجاوز هو القول النفساني، انتهى والمعتمد ما قاله العلماء المحققون ان هذا اذا لم يؤطن نفسه فان عزم واستقر يكتب معصيته ولو لم يعمل ولم يتكلم (مروقة)

(۲۳۵۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أُنْبَأَنَا سَعْمَرُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مَفْضَلٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوبکثہ انصاریؓ نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے مضمون کی طرح نقل کرتے ہیں۔

(۳۳۵۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ شَرِيكَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَبْعَثُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث: قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق مبعوث کئے جائیں گے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے دن) لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے کوئی معصیت ہو رہی ہے اور خلاف شرع کام کیا جا رہا ہے لیکن خوف و فتنہ کی وجہ سے وہ اس کو منع نہیں کر رہا ہے، تاہم اس کو منکر اور شرع سمجھ کر دل سے برا جان رہا ہے، اور دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھ رہا ہے، لیکن زبان سے منع نہیں کر سکتا ہے، آتش فتنہ بھڑک جانے کا خطرہ ہے، تو قیامت کے دن ایسا شخص صالحین کے ساتھ اپنی نیت کی وجہ سے اٹھایا جائے گا، اسی طرح بندہ اس عالم فانی سے ایمان و کفر اور عمل صالح اور معصیت جس حالت میں گیا ہے، قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھائیں جائیں گے، اسی لیے بندہ کو چاہئے کہ حسن خاتمہ کے لیے کوشش کرے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرے، یا اللہ ایمان اور عمل صالح پر خاتمہ عطا فرما، موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری و ساری فرما، تاکہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھائے جائیں۔

(۳۳۵۷) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبْنُ عُدَيْهِ أَتَيْنَا شَرِيكَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْشَرُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

تشریح حدیث: قدمو شرحہ قبل ذالک.

### (۱۵۰۳) بَابُ الْأَمَلِ وَالْأَجَلِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کی احادیث مبارکہ میں انسان کی آرزو و تمنا طول حیات اور کثرت مال کی خواہش اور اس کی عمر کا بیان ہے، انسان دنیا میں جینے کے لیے طول حیات کے لیے ہر طرح کی تدبیریں کرتا ہے، اور دنیا کے واسطے طرح طرح کا خواب سجاتا ہے، لمبی لمبی امیدیں واسطہ کرتا ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ موت کا فرشتہ

دستک دے چکا ہے، اس کا کفن تیار کیا جا چکا ہے، قبر کھودی جا رہی ہے، ساری کی ساری امیدیں اور آرزوئیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور انسان آخرت کے لیے رخت سفر باندھ لیتا ہے۔

(۴۳۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَشِيرٍ بَكْرُ بْنُ خُلْفٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِي يَزِيدٍ عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَّ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطًّا وَسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخَطًّا إِلَى جَانِبِ الْخَطِّ الَّذِي وَسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخَطًّا خَارِجًا مِنَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ فَقَالَ أَتَذَرُونَ مَا هَذَا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هَذَا الْإِنْسَانُ الْخَطُّ الْأَوْسَطُ وَهَذِهِ الْخُطُوطُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَعْرَاضُ تَنْهَشُهُ أَوْ تَنْهَشُهُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَإِنْ أَخْطَاهُ هَذَا أَصَابَهُ هَذَا وَالْخَطُّ الْمُرَبَّعُ الْأَجَلُ الْمُحِيطُ وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْأَمَلُ.

ترجمہ حدیث: انسان کی موت اور اس کی آرزو کی مثال:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) آپ ﷺ نے (ہمیں سمجھانے کے لیے) ایک چوکور خط کھینچی (یعنی چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا) پھر اس مربع خط کے درمیان ایک خط اور کھینچا، جو مربع سے کچھ باہر نکلا ہوا تھا، اور درمیانی خط کے دونوں جانب بہت سے خطوط کھینچے، اور ایک خط اس مربع خط کے باہر کھینچا پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ درمیان کا خط آدمی ہے اور یہ جو اس کے دونوں طرف خط ہیں یہ بیماریاں اور آفتیں ہیں جو ہمیشہ اس کو کاٹتی اور ڈستی رہتی ہے، چاروں طرف سے اگر ایک آفت سے بچا تو دوسری آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور یہ جو چار خطوط اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ اس کی عمر ہے اور جو خط اس مربع سے باہر نکلا ہوا ہے یہ آرزو اور تمنا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے انسان کی عمر اور اس کی آرزو اور اس کی آفات و مصائب و آلام کو سمجھانے کے لیے اور ایک غیر محسوس کو پیکر محسوس بنا کر پیش کرنے کے لیے حسب مذکورہ بالا چند لکیریں کھینچی اور حضرات صحابہ کرام کو سمجھایا جس کی شکل یہ ہے۔



اس نقشہ میں درمیان کا جو خط ہے وہ انسان ہے، اور یہ خط جس نے چاروں طرف سے مربع ہے، اور درمیانی خط کو گھیر

رکھا ہے، یہ انسان کی موت کا وقت اور اس کی عمر کی آخری حد ہے، اور درمیانی خط وہ حصہ جو خط مربع سے باہر نکلا ہوا ہے یہ انسان کی وہ آرزو اور تمنا ہے جس کے بارے میں وہ یہ خیال رکھتا ہے، کہ موت آنے سے قبل اس کو حاصل کر لوں گا، چنانچہ وہ اس کے لیے جی جان لگا کر کوشش کرتا ہے، حالاں کہ یہ ایک بے بنیاد خیال ہے، کیوں کہ اس کی آرزو اور تمناؤں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے، جس سے اس کا دل و دماغ بھی خالی نہیں رہتا ہے، جب کہ اس کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے اور درمیانی خط کے اندرونی حصہ پر یہ جو چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں یہ وہ آفات و بلیات اور مصائب و آلام ہیں جو انسان پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں، اگر ایک عارضہ اور حادثہ سے انسان کسی طرح بچ نکلتا ہے دوسرا حادثہ گھیر لیتا ہے، اگر اس سے نجات پاتا ہے تو فوراً تیسرا حادثہ اس کو اپنے چنگل میں لے لیتا ہے غرض کہ متعدد حوادث و عوارضات اس کے تاک میں رہتے ہیں، جو یہ بعد و دیگرے اس پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آکر اس کا کام تمام کر دیتی ہے۔

الغرض حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان دور دراز کی امیدیں اور تمنائیں رکھتا ہے، اور اس وہم و خیال میں مبتلا رہتا ہے، کہ اس کی یہ امیدیں اور آرزوئیں کبھی نہ کبھی ضرور پوری ہوں گی۔ حالاں کہ حقیقت میں وہ ان امیدوں اور آرزوؤں سے بہت دور اور موت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی آرزوؤں اور امیدوں کے حصول کی منزل تک رسائی سے قبل موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے، اور ساری امیدیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

(۴۳۵۹) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمَيْلٍ أُنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا ابْنُ آدَمَ وَهَذَا أَجَلُهُ عِنْدَ قَفَاةٍ وَبَسْطَ يَدَهُ أَقَامَةً ثُمَّ قَالَ وَتَمَّ أَمَلُهُ.

ترجمہ حدیث: انسان کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابن آدم (انسان) ہے، اور یہ اس کی موت ہے، یہ کہہ کر اپنے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف رکھا، پھر ہاتھ آگے پھیلا یا، پھر فرمایا یہاں تک کہ اس کی آرزو بڑھی ہوئی ہے، (یعنی انسان کی موت اس سے بہت قریب ہے جبکہ اس کی آرزو اس سے بہت دور ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: هذا ابن آدم: اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے مخاطبین کو اس ظاہری اشارہ کے ذریعہ تصوراتی وجود کی طرف متوجہ فرمایا، اور تقریب الی الفہم کے لیے فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، جو بالکل قریب ہے، اور ہاتھ پیچھے کی طرف لے جا کر فرمایا، یہ اس کی آرزو ہے جو اس سے دور ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے انسان دن رات ایک کر دیتا ہے، لیکن وہ حاصل نہیں ہو پاتی اور اسے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور آرزو و تمنا پوری کئے بغیر انسان اپنا رخت سفر باندھ جاتا ہے۔

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ



لیتا ہے، اس لیے موت کی تیاری کرنی چاہئے آرزوؤں کی تکمیل کے چکر میں رہ کر اپنی آخرت کو برباد نہیں کرنا چاہئے۔  
(۴۳۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُشْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابَ فِي حُبِّ التَّائِبِينَ فِي حُبِّ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ.

ترجمہ حدیث: بوڑھے آدمی کی حرص و طمع

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھا (دل) دو باتوں میں (بیش) جوان رہتا ہے، ایک تو زندگی کی محبت میں اور دوسرے مال کی کثرت میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ کتنا زیادہ بوڑھا ہو جائے، اس کے مزاج و اطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں باتوں کی محبت کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے زوال کے ساتھ ان دونوں چیزوں کی محبت کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے، اور اس کی خواہش یہ رہتی ہے کہ اور زیادہ جیوں، لمبی حیات ملے، جلدی موت نہ آئے، دوسرے یہ کہ اس کے دل میں کثرت مال کی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تو زیادہ سے زیادہ مال جمع کر، جیسا کہ ان دونوں کا مشاہدہ روزمرہ دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔

(۴۳۶۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الصَّرِيحُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشَبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ.

ترجمہ حدیث: بوڑھا پے کی آرزوئیں:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے، لیکن اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں ایک تو مال جمع کرنے کی حرص، (اور اس کو خرچ نہ کرنے کی عادت) اور دوسرے درازی عمر کی آرزو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴۳۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُشْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ لَابْنَ آدَمَ وَادِئِينَ مِنْ مَالٍ لَا حَبَّ أَنْ يَكُونَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ وَلَا يَمْلَأُ نَفْسَهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَثُوبَ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ.

## ترجمہ حدیث: انسان کی تمنا تو قبر کی مٹی ہی پوری کرے گی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر بالفرض ابن آدم کے پاس مال و دولت سے بھرے دو جنگل ہوں گے، تو وہ یہ چاہے گا کہ تیسرا جنگل بھی مال و دولت سے بھرا ہوا (میرے پاس ہو)، اور اس کے نفس کو مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ جن بندوں کی توبہ کو چاہتا ہے قبول کر لیتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان قبر میں جا کر لیٹ نہیں جاتا ہے، اور موت کی آغوش میں چلا نہیں جاتا ہے، اس وقت تک اس سے حرص و طمع کا خاتمہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ حرص باقی رہتی ہے، تاہم یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے، ورنہ تو ایسے بھی بندگان خدا ہیں کہ جن میں حرص و طمع کے ہونے کا تو کیا سوال اپنی ضرورت کے بقدر مال و اسباب کی بھی پروا نہیں ہوتی ہے۔

حدیث شریف کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کو قبول کرنا چونکہ پروردگار کی شانِ رحمت ہے، اور گناہوں کا تعلق خواہ ظاہری بد عملیوں سے ہو، یا باطنی برائیوں سے، اس لیے بری حرص میں مبتلا ہونے والا شخص اخلاص و پختگی کے ساتھ اس برائی سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا عہد کر لیتا ہے، اور اپنے رب سے توبہ و استغفار کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو برائی سے پاک کرنا چاہتا ہے، اس پر اپنی رحمت و مغفرت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے، بایں طور کہ اس کو اس بری خصلت کے ازالہ کی توفیق اور نفس کو پاکیزہ و مہذب بنانے کی باطنی قوت و طاقت عطا فرما دیتا ہے۔

(۴۳۶۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَخَّارِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْمَازُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السَّيِّئِ إِلَى السَّيِّئِ وَأَقْلَهُهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ ﷺ کی عمریں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے اکثر لوگوں کی عمریں ساٹھ سال سے لے کر ستر سال کے درمیان ہوں گی، اور ستر سال سے زیادہ تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔

تشریح حدیث:

عام طور پر اکثر و بیشتر اس امت کی عمریں ساٹھ سال اور ستر سال کے درمیان ہوں گی، خود جناب رسول اکرم ﷺ کی عمر

جلد ہفتم

مبارک تریسٹھ سال کی ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ ہر دور میں امت محمدیہ میں تھوڑے بہت ایسے لوگوں کی تعداد بھی ہے جن کی عمریں زیادہ ہوئیں اور سو سال یا اس سے زیادہ عمریں ملیں، صحابہ کرام میں حضرت انس بن مالکؓ نے ایک سو تین سال کی عمر پائی، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے سو سال کی عمر پائی، اور ان کی حالت تو یہ تھی کہ آخر عمر تک بھی ان کے دانت نہیں ٹوٹے تھے، اور عقل وہو اس ذرہ برابر مختل نہیں ہوئے تھے، ان دونوں سے زیادہ عمر حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہوئی انہوں نے ایک سو بیس سال کی حیات پائی، اور دنیا کو خیر باد کیا ابتدائی ساٹھ سال کفر کی حالت میں رہے، پھر ساٹھ سال تک ایمان و اسلام کی حالت میں زندگی بسر کی، اور ان سے بھی طویل عمر حضرت سلمان فارسیؓ کی ہوئی، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ڈھائی سو سال کی عمر پائی، اگرچہ ایک روایت ساڑھے تین سو سال کی بھی ہے، لیکن صحیح پہلا قول ہے، واللہ اعلم۔

### (۱۵۰۴) بَابُ الْمَدَاوِمَةِ عَلَى الْعَمَلِ

حضرت امام ابن ماجہ نے اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ام المومنین ام سلمہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حنظلہ کاتب تمیمیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ سے منقول ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی اچھا کام اور نیک کام کیا جائے تو مداومت و محافظت و مواظبت و پابندی سے کیا جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے، خواہ وہ کام بالکل مختصر اور تھوڑا ہو۔

(۴۳۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ وَالَّذِي ذَهَبَ بِنَفْسِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَاتَ حَتَّى كَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ وَكَانَ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَيْهِ الْعَمَلُ الصَّالِحَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا.

ترجمہ حدیث: بہترین عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو اس دنیا سے لے گیا، آپ نے انتقال نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ادا ہوتی تھی، اور آپ کے نزدیک بہت زیادہ وہ عمل صالح ہوتا تھا جو پابندی سے کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی عمل صالح اور عبادت الہی کی جائے وہ پابندی کے ساتھ علی سبیل الدوام کیا جائے اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند ہے کیوں کہ اس میں برکت ہوتی ہے، ایک شخص صرف چار رکعت تہجد پڑھتا ہے لیکن پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے یہ اس سے افضل ہے کہ ایک دو ہفتہ جوش خروش میں آکر

پچاس پچاس نوافل ادا کریں پھر اکتا کر ترک کر دیں، جو بھی عمل و عبادت ہو وہ اعتدال کے ساتھ ادا کیا جائے، میانہ روی اور اعتدال کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے، اور پابندی کے ساتھ کیا جائے تو یہ افضل اور احب الی اللہ ہے، اگرچہ وہ معمولی اور تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی میں برکت ہوتی ہے، قطرہ قطرہ دریا شود قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہے، تھوڑا تھوڑا مل کر بعد میں بہت ہو جائے گا، اور بہت زیادہ عمل کیا جائے اور پھر کاہلی و سستی سے ترک کر دیا جائے تو وہ زیادہ عمل بھی نتیجتاً تھوڑا ہی ہو جائے گا، اسی لیے کسی بھی شئی میں دوام اور استقلال ضروری ہے، اور حدیث میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے، واللہ اعلم۔

(۳۳۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ قُلْتُ فَلَانَةٌ لَا تَنَامُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ فَوَ اللَّهُ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا قَالَتْ وَكَانَ أَحَبَّ إِلَيْنِ الَّذِي يَذُومُ عَلَيْهِ صَاحِبَهُ.

ترجمہ حدیث: حسب طاقت عمل کرنے کا حکم:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت تھی کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، اور معلوم کیا یہ عورت کون ہے؟ میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) یہ فلا نہ عورت ہے، جو سوتی نہیں، پھر اس کی نماز کا ذکر کیا، (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا چپ رہ، تمہارے اوپر بس طاقت کے مطابق ہی عمل واجب ہے، خدا کی قسم! اللہ اجر و ثواب دینے سے نہیں اکتائے گا، یہاں تک کہ تم خود ہی عمل کرنے سے اکتا جاؤ گے، (اور پھر چھوڑ دو گے) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اللہ کے یہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا بجالانے والا اس پر مداومت اختیار کرے اور ہمیشہ کرے۔

تشریح حدیث:

قوله: عليكم من الاعمال ما تطيقون ای تطيقون الدوام عليه بلا ضرر، یعنی اتنا ہی عمل اختیار کرو جتنا تم بغیر کسی ضرر اور مشقت کے دوام کے ساتھ کر سکو، حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس میں اقتصاد فی العمل اور اعتدال فی العبادۃ پر آمادہ کرنا مقصود ہے، اور یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی کمال شفقت اور اعلیٰ درجہ کی رحمت و محبت جو اپنی امت کے ساتھ ہے، اس پر دال ہے، کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ایسے اعمال و افعال کی بجا آوری کی ہدایت دی ہے جو بلا کسی ضرر و مشقت کے دائمی طور پر کیا جائے اور انشراح قلب اور انبساط بدن کے ساتھ انجام پذیر کیا جائے اس کثرت عمل سے منع فرمایا جس سے طبیعت میں انقباض پیدا ہو، اور عبادت میں جی نہ لگے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اخیر عمر میں رسول اکرم ﷺ کی جانب سے رخصت قبول نہ کرنے پر آنسو بہاتے تھے اس لیے آدمی کو چاہئے کہ

شریعت میں اگر کسی مسئلہ کی رخصت آئی ہو تو اس پر عمل کرے۔

نیز حدیث حث علی مداومت العمل پر دال ہے، نیز اس میں یہ بیان کیا گیا ہے، کہ عمل قلیل جو دائم آدا کیا جائے بہتر ہے، عمل کثیر سے جو منقطع ہو جائے، الغرض قلیل دائم بہتر ہے کثیر منقطع سے، اس لیے قلیل دائم مال کے اعتبار سے کثیر ہے اور کثیر غیر دائم مال کے اعتبار سے قلیل ہے۔

قوله: فوالله لا يمل الله: قيل معناه ان الله لا يمل من الثواب ما لم تملوا من العمل، ومعنى يمل يترك لان من مل شيئاً تركه واعرض عنه، وقال ابن عبد البر في التمهيد: قوله ان الله لا يمل حتى تملوا معناه عند اهل العلم ان الله لا يمل من الثواب والعطاء على العمل حتى تملوا انتم، ولا يستهم من افضاله عليكم، الا بسامتكم عن العمل له، وانتم حتى تكلفتم من العبادة ما لا تطيقون لحقكم الملل وادر ككم الضعف والسامة وانقطع عملكم فانقطع عنكم الثواب لانقطاع العمل، يحضهم ﷺ على القليل الدائم، ويخبرهم ان الثموس لا تحتمل الاسراف عليها وان الملل سبب الى قطع العمل۔<sup>(۱)</sup>

(۴۳۶۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي غَثْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ التَّمِيمِيِّ الْأَسَدِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا الْجَنَّةَ وَالتَّارَ حَتَّى كَأَنَّا رَأَيْنَا الْعَيْنِ فَقُمْتُ إِلَى أَهْلِي وَوَلَدِي فَصَحَّحْتُ وَلَعِبْتُ قَالَ فَذَكَرْتُ الَّذِي كُنَّا فِيهِ فَخَرَجْتُ فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ نَافَقْتُ نَافَقْتُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّا لَنَفَعَلُهُ فَذَهَبَ حَنْظَلَةُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ لَوْ كُنْتُمْ كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَصَافَحْتُكُمْ الْمَلَائِكَةَ عَلَى فَرْشِكُمْ أَوْ عَلَى طَرَفِكُمْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً۔

ترجمہ حدیث: حضرات صحابہ کرام کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر:

حضرت حنظلہ کاتب تمیمیؓ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں تھے، آپ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر کیا، (تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ) گویا وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہے پھر میں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ کر اپنے گھر والوں اور بچوں کے پاس گیا، اور (وہاں) ہنسا کھیلا، حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کیفیت کو یاد کیا جس کیفیت میں رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں تھا، (تو میں نے اپنے اندر فرق محسوس کیا) چٹاں چہ میں (گھر سے) نکلا، (تاکہ آپ سے ساری تفصیلات بیان کروں) تو ابو بکر صدیقؓ سے ملا، اور میں نے کہا میں تو منافق بن گیا ہوں، میں تو منافق ہو گیا، (کیوں کہ آنحضرت کی مجلس میں میرے دل کی کیفیت کچھ اور تھی اور اب وہ باقی نہیں رہی) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا ہمارا بھی تو ایسا

حال ہے، پھر حنظلہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس بارے میں بیان کیا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے حنظلہ! اگر تم اسی حال پر ہمیشہ رہو جس حال میں میرے پاس رہتے ہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستر پر مصافحہ کریں گے، یا فرمایا تمہارے راستوں میں اے حنظلہ! ایک ساعت ایسی ہے، اور دوسری ساعت اس سے مختلف۔

تشریح حدیث:

قولہ: کانارای العین: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں، اور وہاں آخرت موت قبر، اور جہنم و جنت کا ذکر ہوتا ہے، تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا نگاہوں کے سامنے ہے، اور اسے میں اپنے جسم کی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں، لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر گھر جاتا ہوں، اور بچوں کے ساتھ رہتا ہوں تو وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اور پہلے والی کیفیت باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ دل کی حالت بدل جاتی ہے، میں منافق ہو گیا۔

چل کر نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کرتے ہیں، راستہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی، ان سے جب بات چیت ہوئی تو ابو بکر نے فرمایا میری بھی یہی حالت ہے، خیر حضرت حنظلہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا تو آپ نے فرمایا حنظلہ! جو کیفیت یہاں میری مجلس میں پیدا ہو جاتی ہے وہی کیفیت برابر باقی رہے تو تمہارے بستر و راستوں میں تم سے فرشتے مصافحہ کریں گے۔ فرشتوں کے مصافحہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی صورت میں فرشتہ علانیہ یعنی سب کے سامنے تم سے مصافحہ کرتے نظر آئیں گے، اور تم ان کو مصافحہ کرتے ہوئے دیکھو گے، علانیہ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے، ویسے تو فرشتے اہل ذکر سے خفیہ مصافحہ تو کرتے ہی ہیں۔

قولہ: فوشکم او طوقکم، بستر وں پر اور راہوں میں، اس سے مراد یہ ہے کہ حالت فراغت اور حالت مشغولیت یعنی ہر وقت اور ہمیشہ فرشتے تم سے مصافحہ کرتے رہتے۔

قولہ: ساعة وساعة: یہ ایک ساعت ہے اور وہ ایک ساعت ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے، جب کہ تم پر حالت حضوری طاری ہوتی ہے، کہ تم اپنے پروردگار کے حقوق ادا کر سکو اور ذکر و شغل میں مصروف رہ سکو، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، کہ تم پر حالت غفلت کا غلبہ رہتا ہے تاکہ تم اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق ادا کر سکو، لہذا اپنے اور اپنے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی کے وقت ذکر و حضور سے غفلت نقصان دہ نہیں کہ اس صورت میں تم اپنے آپ کو منافق سمجھنے لگو اس لیے اپنے دل سے یہ خوف نکال دو کہ تم خدا نخواستہ منافق ہو گئے ہو۔

(۴۳۶۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ خَيْرَ الْعَمَلِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

ترجمہ حدیث: بہترین عمل ہے جو تسلسل کے ساتھ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جتنی طاقت ہے اتنا ہی عمل کرو، بہترین عمل وہ ہے جو دوام کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح حدیث:

جسم و بدن میں جتنی طاقت و قوت ہو اور جس قدر عمل دوام کے ساتھ کرنے کی استطاعت ہو اتنا ہی عمل کرے، لیکن جو بھی عمل کرے، اور جتنا بھی کرے، تسلسل کے ساتھ دائمی طور پر کرے۔ چھوڑ کر چھوڑ کر عمل نہ کرے، بہترین اور افضل ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۲۳۶۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ يُصَلِّي عَلَى صَخْرَةٍ فَأَتَى نَاجِيَةً مَكَّةَ فَمَكَتْ مَلِيًّا ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَجَدَ الرَّجُلَ يُصَلِّي عَلَى حَالِهِ فَقَامَ فَجَمَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ ثَلَاثًا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمْلَأُ حَتَّى تَمْلُوا.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو ایک پتھر کی چٹان پر نماز ادا کر رہا تھا پھر آپ مکہ کے کنارے گئے، اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ شخص اسی حالت پر نماز ادا کر رہا ہے آپ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو ملایا، پھر فرمایا اے لوگو! تم اپنے اوپر میانہ روی کو لازم کر لو تمہارے اوپر میانہ روی لازم ہے، آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے اعمال کے ثواب دینے سے اکتا تا نہیں یہاں تک کہ تم خود اکتا کر عمل چھوڑ دو گے۔

تشریح حدیث:

قوله: عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ: ای الزموا الدوام والتوسط بين طرفي الافراط والتفريط، عليكم بالقصد كرهه للتاكيد، فان الله تعالى لا يمل حتى تملوا۔ ای لا يترك الثواب عنكم حتى تترك عبادته والله اعلم۔

### (۱۵۰۵) بَابُ ذِكْرِ الذُّنُوبِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت ثوبانؓ سے منقول ہیں۔ اس باب کی احادیث میں گناہوں کا بیان ہے، انہیں کی نحوست کا ذکر اور ان کے مواخذہ کا تذکرہ ہے۔

(۳۳۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَاؤُا اخَذَ بِمَا كُنَّا نَعْمَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخِذْ بِمَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ أَخَذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمارا ان اعمال پر بھی مواخذہ ہوگا، جو ہم نے دور جاہلیت میں کئے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے زمانہ اسلام میں نیک کام کئے تھے، اس کو جاہلیت کے اعمال کے بارے مواخذہ نہ ہوگا، اور جس نے برے اعمال کئے اس سے اول اور آخر دونوں اعمال کا مواخذہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: وَمَنْ أَسَاءَ أَخَذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نفس اسلام میں گڑ بڑی کیا، یعنی صدق دل سے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ ظاہری اعتبار سے کلمہ پڑھ لیا اس نے اسلام قبول کر لیا، لیکن باطنی اعتبار سے اس نے صدق دل سے اسلام قبول نہیں کیا علی وجہ الکمال اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہوا تو اس کے دونوں اعمال یعنی زمانہ جاہلیت میں جو اس نے کئے تھے، اور زمانہ اسلام میں جو کئے سب کے بارے میں مواخذہ ہوگا، اور دونوں کے بارے میں گرفت ہوگی۔

اس سے وہ مراد نہیں ہے، جو صدق دل سے اسلام قبول کر لیا اور شریعت کے تمام احکام کی صمیم قلب سے تصدیق کی اور جو کچھ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے لے کر آئے، ان سب کو قلب کی گہرائی اور سچائی سے مان لیا، پھر اس سے کوئی گناہ ہو گیا یا کوئی خلاف شرع کام ہو گیا تو اس سے زمانہ جاہلیت میں کئے جانے والے اعمال بد کے بارے میں سوال نہ ہوگا، کیوں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ الا سلام یہدم ما کان قبلہ۔

(۳۳۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ بَنِي بَانَكٍ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِنَّا كَبَرْنَا الْأَعْمَالَ فَإِنْ لَهَا مِنَّا اللَّهُ طَالِبًا.

ترجمہ حدیث: کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ جانو:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان اعمال سے بھی بچی رہ جن کو حقیر جانتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا بھی مواخذہ کرے گا۔



## تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو گناہ سے بچنے کی تاکید فرما رہے ہیں کہ اسے عائشہؓ ان معاصی و منکرات سے بچتی رہ جن کو لوگ حقیر و صغیر سمجھتے ہیں، کیوں کہ اللہ رب العزت والجلال ان صغائر کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال کرے گا، بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عتامت شان اور بلند مکان کو دیکھتے ہوئے کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم عدولی ایک سنگین جرم ہے، یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا؛ بلکہ اس ذات واحد کی طرف نظر رکھنی چاہئے کہ منع کرنے والا کون ہے، اور کون ذات اس سے باز رہنے کا حکم دے رہی ہے، یہی قول ابو اسحق اسفرائینی کا ہے، ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے کہ ہر وہ شئی جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا، وہ کبیرہ ہے تمام معاصی کبائر میں سے ہیں، لیکن یہ قول جمہور امت کے خلاف ہے، عند الجمہور گناہ کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر، قد اختلف اهل العلم فی تقسیم الذنوب الی الصغائر والکبائر، فذهب جمہور اهل العلم الی ان من الذنوب کبائر ومنها صغائر لکن شدت طائفة منهم ابو اسحق اسفرائینی فقال لیس فی الذنوب صغیرة بل کل ما نہی اللہ تعالیٰ عنه کبیرة ونقل ذالک عن ابن عباس وحکاه القاضی عیاض عن العلماء المحققین، واحتجوا بان کل مخالفة للہ تعالیٰ فہی بالنسبة الی جلالہ کبیرة، وانما یقال لبعضها صغیرة بالاضافة الی ما هو اکبر منها فالمعاصی کلها کبائر، ولكن هذا القول مخالف لقول عامة الفقهاء قال الامام الغزالی: فی البسیط: انکار الفرق بین الصغیرة والکبیرة لا یشیق بالفقیہ (۱)

(۴۳۷۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَالْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

عَجْلَانَ عَنْ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْثَةً سَوْدَاءَ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَتَزَعَّ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ فَإِنْ زَادَ

زَادَتْ فَذَلِكَ الزَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ كَلَابِلَ زَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ.

## ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرے، اور آئے کے لیے اس سے باز آ جائے اور اپنے رب سے استغفار کرے تو اس کا دل چمک کر بالکل صاف ہو جاتا ہے، پس جب وہ مزید گناہ کرتا ہے، تو یہ دھبہ اور بڑھ جاتا ہے، (یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے) پس یہی وہ زان ہے جس کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے کلابل زان علی قلوبہم ما کانوا یکسبون

(۱) ذخیرۃ العقبی بشرح المجتبی: ۳۱/۲۸۶ ذکر الکبائر۔

ہکسبون۔ (ہرگز ایسا نہیں، بلکہ) اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ ان کے لوگوں پر اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔  
تشریح حدیث:

قولہ: فاذا زاد زادت: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، تو اس کی نحوست سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، جب وہ اپنے گناہ پر نادم ہوتا ہے اور بارگاہ الہی میں گریہ و زاری کر کے توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ دھل جاتا ہے اور دل آئینہ کی طرح بالکل صاف و شفاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ گناہ سے باز نہیں آتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتے چلا جاتا ہے، تو اس کے دل پر سیاہ نقطے لگتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور گناہ پورے دل پر حاوی ہو جاتا ہے، اور قلب کے نور کو ڈھانپ لیتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ مرد مومن دل کی بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، چنانچہ نہ تو نفع بخش علوم اور نہ نفع بخش اعمال صالحہ کی کوئی اہمیت اس کی نظروں میں باقی رہتی ہے اور نہ مفید حکمت اور عقل کی بات اس کے دل پر کوئی اثر کرتی ہے، اس طرح وہ شفقت و رحمت کے حیات آفریں وصف سے خالی ہو جاتا ہے، نہ اپنے اوپر رحم کرتا ہے اور نہ دوسروں پر رحم و کرم کا معاملہ کرتا ہے، آخر کار اس کے قلب میں ظلم و جہل، اور شرور و فتن، اپنا تسلط جمالتی ہے جس کا نتیجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گناہ و معاصی پر اس کی جرأت بڑھ جاتی ہے، اور محصیت آمیز زندگی اس پر چھا جاتی ہے، کوئی بھی حق بات کا اثر اس کا دل قبول نہیں کرتا، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اسی کو ران سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۷۲) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ عُلْقَمَةَ بْنِ خَدِيجٍ الْمَعَارِضِيُّ عَنْ أَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْأَلْهَانِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا عِلْمَ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالٍ لِيَهَامَةً بِيضًا فَيُجْعَلُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْشُورًا قَالَ ثَوْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا جَلَّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ أَمَّا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللَّهِ انْتَهَكُوهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں ان لوگوں کو بخوبی جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکی لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اس غبار کی طرح کر دے گا جو اڑ جاتا ہے، حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے، اور کھول کھول کر بیان فرمائیے، تاکہ ہم لاعلمی میں ان لوگوں میں نہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا سنو! وہ لوگ تمہارے بھائیوں میں سے ہیں اور تمہاری قوم میں سے ہیں وہ رات کو اسی طرح عبادت کریں گے جس طرح تم کرتے ہو، لیکن وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کار تکاب کریں گے۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ان لوگوں کے احوال کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جو لوگوں کے سامنے تو خوب زیادہ عبادت، اطاعت و مجاہدہ کرتے ہیں خوب زیادہ نیکیاں کرتے ہیں، لیکن یہی لوگ جب خلوت اختیار کرتے ہیں، اور اللہ رب العزت والجلال کے محارم کے ساتھ تنہائی اختیار کرتے ہیں تو فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کی حرمت کی پامالی کرتے ہیں جلوت میں کچھ اور خلوت میں کچھ ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل میں تقویٰ اور خلوص اور اللہ رب العالمین کا خوف نہیں ہے، جو ان کو فعل حرام کے ارتکاب سے روک دے، چنانچہ ان کی برائیاں اور اعمال ان کی نیکیوں کو کھاجائیں گے، چنانچہ قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں کوئی عمل نہیں پائیں گے۔

قوله: صفهم لنا۔ وجلهم لنا: ای بین لنا شمائلهم من الجلیة وهو الكشف والایضاح۔

(۲۳۷۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَسْحُوقٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِيهِ وَعَمِّهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ التَّقْوَى وَحَسَنُ الْخُلُقِ وَسَمِعْتُ مَا أَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ النَّارَ قَالَ الْأَجُوفَانِ الْقَمَمُ وَالْفَرْجُ.

## ترجمہ حدیث: جنت اور جہنم میں جانے کے اسباب:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے یہ معلوم کیا گیا اکثر لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تقویٰ اور حسن خلق کی وجہ سے، اور یہ بھی معلوم کیا گیا کہ اکثر لوگ کس چیز کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، تو آپ نے فرمایا دو جوف کی وجہ سے یعنی منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے۔

## تشریح حدیث:

اس حدیث میں جناب رسول اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ تقویٰ اور خشیت الہی اور حسن اخلاق دو ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ جنت میں جائیں گے، کیوں کہ جب دل میں ورع اور تقویٰ ہوگا، اور خوف خداوندی سے دل لرزے ہوگا، تو اس کے تمام اعمال زندگی شرع کے موافق ہوں گے، اسی طرح جب اخلاق اچھے ہوں گے تو وہ لوگوں کی نظروں میں محبوب اور مقرب ہوں گے، سارے لوگ ان سے خوش و شادماں ہوں گے، ہر ایک کی زبان ان کی تعریف سے رطب اللسان ہوگی پس یہ دو ایسی صفت اور خوبی ہیں کہ اس کی وجہ سے اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

## زبان و شرم گاہ کا غلط استعمال دخول نار کا موجب ہے:

اور جن چیزوں کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ منہ یعنی زبان اور شرم گاہ، زبان سے غیبت، چغل خوری،

کذب، بہتان تراشی، سب و شتم، اور لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ آور ہوں گے، جب کہ شرم گاہ سے حرام اور فعل بد کا ارتکاب کریں گے، عام طور پر لوگ انہیں گناہوں میں مبتلا ہو کر جہنم میں جائیں گے، حدیث کا مقصد ان چیزوں کے ارتکاب سے تہذیر یعنی بچانا ہے، کہ کوئی بھی مسلمان زبان و شرم گاہ کا استعمال غلط طور پر نہ کرے، بلکہ دونوں کی حفاظت و نگرانی کرے۔

### (۱۵۰۶) بَابُ ذِكْرِ التَّوْبَةِ

صاحب کتب علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت کل گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن معقلؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت زہریؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ توبہ کرنے کی فضیلت گناہوں سے معافی اور غنودہ گزر کرنے کا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے ندامت اور توبہ کے آنسو بہانے کی اہمیت اور فضائل پر مشتمل احادیث نقل کی ہیں۔

(۴۳۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْهُ بِصَالَتِهِ إِذَا وَجَدَهَا.

ترجمہ حدیث: بندہ مومن کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ تم میں سے کسی کے توبہ کرنے سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز پانے سے خوش ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

جب کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ اور معاصی کو لے کر دربار الہی میں شرم سار ہو کر حاضر ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین کے سامنے توبہ و ندامت کے آنسو بہاتا ہے، اور خوب رور و کر اور گڑ گڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، جس طرح کسی آدمی کا کوئی قیمتی سامان گم ہو جاتا ہے، اور تلاش بسیار کے بعد وہ مل جاتا ہے، تو وہ کس قدر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

قبولیت توبہ کے شرائط:

حضرات علماء کرام اور شراح عظام نے لکھا ہے کہ قبولیت توبہ اور صحت توبہ کے لیے چار باتیں ضروری ہیں، اور یہ شرط کے درجہ میں ہیں۔

(۱) توبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر ہی کی جائے، درمیان میں توبہ کی کوئی اور غرض نہ ہو، مثلاً لوگوں کی تعریف و مدح کا حصول اور ضعف و فقر کی وجہ توبہ کی عرض میں شامل نہ ہو۔

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

جلد ہفتم

(۲) گزشتہ گناہوں پر واقعی شرمندگی اور ندامت ہو۔

(۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم و ارادہ ہو،

(۴) آئندہ تمام ظاہری باطنی گناہ سے اجتناب کرے، مذکورہ چاروں باتیں پائی جائیں گی تو توبہ صحیح ہوگی ورنہ نہیں،

(۴۳۷۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ بْنُ كَثِيبٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُزْقَانَ عَنْ

يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمْ

السَّمَاءَ لَمْ تُبْشَمْ لَنَابِ عَلَيْكُمْ.

ترجمہ حدیث: اگر گناہ آسمان تک ہو جائے پھر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ معاف فرماتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (اے انسان!) اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارا گناہ آسمان (کی بلندی) تک پہنچ جائے، پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لے۔ (اور تمہارے گناہ معاف کر دے، اس قدر وسیع ہے تیرے رب کی رحمت کا دریا)

تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور بخشش و غفران کا سمندر اس قدر وسیع اور لامتناہی ہے کہ اگر کوئی انسان گناہ اور نافرمانی کرتے کرتے، اس قدر زیادہ گناہ اور معاصی کا ارتکاب کیا کہ اس کا گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا، یعنی بے انتہا گناہ کیا، لیکن پھر وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے ندامت و شرمندگی کے آنسو کو بہاتے ہوئے حاضر ہوا، اور بارگاہ ربانی میں اس کی رحمت و وسعت پر یقین کر کے توبہ کیا اور صدق دل سے اپنے ماضی میں گناہ پر نادم ہوا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، اور اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا، خدا کی رحمت اور مغفرت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، بندے کا گناہ اتنا نہیں۔

(۴۳۷۶) حَدَّثَنَا مُنْفِيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فَضِيلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَفْرُخٍ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ رَجُلٍ أَصْلَ رَأْسُهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ

فَالْتَمَسَهَا حَتَّى إِذَا أَغْبَى تَسَجَّى بِتَوْبِهِ فَبِينَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعَ وَجِبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدْهَا

فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَإِذَا هُوَ بِرَأْسِهِ.

ترجمہ حدیث: عبد عاصی کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کو بے انتہا خوشی:

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے توبہ کرنے سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری بے آب و گیاہ جنگل میں گم ہو جائے، پس اس نے اس کو تلاش و جستجو

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

کیا۔ (لیکن وہ نہیں ملی) یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر اپنا کپڑا اوڑھ کر لیٹ گیا، (یہ سوچ کر کہ اب موت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔) اتنے میں وہ اونٹ کی آواز سنے تو کپڑا چہرے سے ہٹا کر دیکھا تو اس کا اونٹ تھا، (ظاہر یہ ہے کہ اس کو کتنی خوشی ہوگی، اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے)

تشریح حدیث:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اور رجوع الی اللہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرما کر اپنی رحمت و مغفرت نعمت لازوال سے سرفراز کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشی کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ مشابہت دی جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے، اور پھر اچانک اسے مل جائے، تو وہ خوشی میں بے قابو ہو جاتا ہے، اور یوں کہتا ہے، اللھم انت عبدی وانا ربک اے اللہ تو میرا بندہ ہے، اور میں تیرا رب، یہ شدت فرح و سرور کی وجہ سے زبان سے یہ جملہ نکلے اور بے اختیاری میں نکلے ہیں، اس لیے اس پر کوئی دار و گیر اور مواخذہ نہیں۔

(۴۳۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ أَبِي غُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (سچی) توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

تشریح حدیث:

یعنی وہ گناہ سے بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے، اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ مکتوب نہیں ہوتا وہ توبہ کر کے ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے ابھی جنا ہو، جس طرح نومولود بچہ بالکل پاک اور معصوم ہوتا ہے اسی طرح توبہ کرنے والا بھی بالکل معصوم اور پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ صدق دل سے توبہ کی ہو، اور شرائط قبولیت توبہ کی مکمل رعایت کی ہو۔

(۴۳۷۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.

ترجمہ حدیث: توبہ کرنے والوں کی فضیلت:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر انسان خطا کار ہے، (یعنی حضرات انبیاء کرام کے علاوہ ہر انسان گناہ کرتا ہے) اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

## تشریح حدیث:

معصوم عن الخطاء صرف انبیاء کرام کی جماعت ہے، باقی جماعت انبیاء کے علاوہ سارے بنی آدم خطا کار ہیں، سب سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، ہر انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے، لیکن بہترین اور قابل تعریف گناہ گار وہ ہے جو گناہ کے بعد فوراً توبہ کرتے ہیں اپنے گناہ پر مصر نہیں رہتے۔

(۳۳۷۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزْرِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ ابْنِ مَعْقِلٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلِيٍّ عَبْدِ اللَّهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّوْبَةُ تَوْبَةٌ فَقَالَ لَدَا أَبِي أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّوْبَةُ تَوْبَةٌ قَالَ نَعَمْ.

## ترجمہ حدیث: توبہ درحقیقت حقیقی ندامت کا نام ہے:

حضرت ابن معقل کہتے ہیں میں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا میں نے ان سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ندامت ہی توبہ ہے، تو میرے والد نے ان سے دریافت کیا واقعتاً آپ نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ ندامت ہی اصل توبہ ہے، تو انہوں نے کہا جی ہاں!

## تشریح حدیث:

جب کوئی شخص صدق دل کے ساتھ اپنے گناہ پر شرمندہ اور نادم ہوتا ہے اور شرائط معتبرہ کے ساتھ توبہ کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا ہے، کیوں کہ خود حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے وَهَذَا الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ اللَّهُ تَعَالَى كِي لَا يَذَرَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَتُوبُوا أَنَّ التَّوْبَةَ لَا تَقْبَلُ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ الظُّلُمِ (۱)۔

ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ الندم توبہ کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کی صحت کا رکن اعظم ندامت ہے اسی پر بقیہ تمام ارکان توبہ مرتب ہوتے ہیں یعنی گناہ چھوڑنا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم اور حتی الامکان حقوق العباد کا تدارک وغیرہ، اور مراد فعل معصیت پر ندامت کا اظہار کرتا ہے، وقال القاری: الندم توبہ: ای اعظم ارکانها الندامة

اذ يترتب عليها بقية الاركان من القلع والعزم على عدم العود وتدارك الحقوق ما امکن، (۱)

(۳۳۸۰) حَدَّثَنَا زَائِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ أُنْبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ

جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ

الْعَبْدِ مَا لَمْ يَغْرُغْزِ.

## ترجمہ حدیث: کیفیت نزاع سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ اس کی جان حلق میں نہ آجائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: عالم یغفر غر: جب تک غرغره اور جاں کنی کا عالم پیدا نہ ہو اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے، غرغره انسان کی زندگی کا وہ آخری درجہ ہے جب جسم و روح کا تعلق اپنے انقطاع کے انتہائی نقطہ کے بالکل قریب ہوتا ہے جان پورے بدن سے کھینچ کر حلق میں آجاتی ہے سانس اکھڑ کر صرف غرغره کی سی آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے اور زندگی کی بالکل آخری امید بھی یاس و ناامیدی کے درجہ یقین پر پہنچ جاتی ہے لہذا عالم یغفر غر جب تک غرغره کی کیفیت شروع نہ ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ جب تک موت کا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک تو توبہ قبولیت سے نوازی جاتی ہے، مگر جب موت کا بالکل یقین ہو جائے یعنی نزاع کی کیفیت شروع ہو جائے تو پھر اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے وقت کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوتی ہے خواہ کفر سے توبہ ہو یا گناہ سے، یعنی اس وقت نہ تو کافر کا ایمان لانا معتبر ہے نہ مسلمان کا گناہوں سے توبہ کرنا قبول ہے قرآن کریم کی آیت ولیست التوبۃ الخ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بعض علماء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ گناہوں سے توبہ تو بالکل صحیح ہوگی البتہ کفر سے توبہ صحیح نہ ہوگی، گویا ان حضرات کے نزدیک یاس کا ایمان غیر مقبول ہے اور یاس کی توبہ مقبول ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ کے تحت جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق گناہوں سے توبہ کرنے سے ہے کہ حالت غرغره میں توبہ قبول نہیں ہوگی، لیکن اگر ایسی حالت میں کسی سے اس کا کوئی حق معاف کرایا جائے اور وہ صاحب حق معاف کر دے تو یہ صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (مظاہر حق: ۱۷۸/۳)

(۳۳۸۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْمُغْتَمِرُ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنْ أَمْرِ أَوْ قِبَلَةٍ فَجَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يَذْهَبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ هَذِهِ فَقَالَ هِيَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي.

ترجمہ حدیث: نماز برائیوں کو مٹا دالتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ بیان کیا



کہ اس نے کسی عورت کا بوسہ دیدیا (عورت کا چومہ لے لیا) وہ اس کے کفارہ کے متعلق معلوم کرنے لگا۔ آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ اللہ رب العزت والجلال نے یہ آیت اتاری، وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ الْخ (یعنی دن کے دونوں کناروں میں نماز پڑھ اور رات کے حصوں میں بھی۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ ایک نصیحت ہے ذاکرین کے لیے، تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حکم صرف میرے لیے خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ جو کوئی میری امت میں سے اس پر عمل کرے (سب کے لیے ہے)

**تشریح حدیث:**

ان صاحب کا نام جنہوں نے عورت کا بوسہ لیا تھا ابوالیسر تھا، ترمذی شریف میں ہے کہ ابوالیسرؒ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک اجنبی عورت میرے پاس کھجوریں خریدنے کے لیے آئی، میں نے اس سے کہا کہ اچھی کھجوروں کا اسٹاک میرے گھر میں ہے، چناں چہ وہ عورت میرے ساتھ چل کر میرے گھر آگئی، اس وقت مجھ پر شیطان کا غلبہ ہوا اور جذبات میں بے قابو ہو کر اس عورت کے ساتھ بوس و کنار کر بیٹھا اس پر اس عورت نے مجھے بہت لتاڑا اور کہا کہ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے چناں چہ میں بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ کے حضور توبہ و استغفار کروں۔ اور اس کا کفارہ حضور سے دریافت کروں۔ میں نے سارا قصہ آپ سے بیان کیا تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ صفات عبادات و حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے کسی خاص فرد کے لیے نہیں۔

(۴۳۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَىٰ وَاسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَلَا أَحَدُ ثَنُكَ بِحَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ أَحَبَرَنِي خَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصَى بِيهِ فَقَالَ إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَخْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ فَوَ اللَّهُ لَأَنْقَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَعَذَّبَنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا قَالَ فَفَعَلُوا بِهِ ذَلِكَ فَقَالَ لِلْأَرْضِ أَدِي مَا أَخَذَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ خَشْيَتُكَ أَوْ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ فَعَفَّرَ لَهُ لِذَلِكَ.

**ترجمہ حدیث:** رحمت حق بہانہ می جوید بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (گزشتہ زمانے میں) ایک شخص نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور بہت سارے گناہ کئے تھے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی جب میں مرجاؤں تو تم لوگ مجھے جلادینا، پھر مجھے پیس ڈالنا پھر سمندر میں مجھے تیز ہوا میں اڑا دینا اس لیے خدا کی قسم اگر اللہ

تعالیٰ نے مجھ کو پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیگا کہ کسی کو بھی اتنا سخت عذاب نہیں دے گا، چنانچہ اس کے مرنے کے بعد بیٹوں نے وصیت کے مطابق عمل کیا تو اللہ رب العزت نے زمین کو حکم کیا جو تو نے لیا ہے حاضر کر، حکم ہوتے ہی وہ شخص اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہو گیا، تو مالک نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا آپ کے ڈر سے یا کہا آپ کے خوف سے کیا اے میرے رب! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔

تشریح حدیث:

اس شخص کا خیال یہ تھا کہ عذاب صرف ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، اسی لیے اس نے اپنی زندگی کے گناہوں کی زیادتی کو دیکھتے ہوئے اس نے انتہائی خوف و ڈر کی وجہ سے یہ وصیت کر دی کہ مجھے جلا کر میری راکھ کو بکھیر کر اڑا دینا اللہ تبارک و تعالیٰ تو مغفرت اور بخشش کے واسطے بہانے تلاش کرتا ہے، بس اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی، اور اس کے لیے بخشش کے فیصلے کر دیا۔

قولہ: لان قدر الله علي: اس کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پکڑ لیا میرا مواخذہ کر لیا اور حساب میں سختی کی تو میں نہیں بچ سکتا، مجھے سخت سے سخت ترین عذاب ہوگا، اس صورت میں کوئی اشکال نہ ہوگا، لیکن اگر یہ کہا جائے اس شخص کا مقصد اس کے لفظی معنی تھے یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہو گیا، تو اس صورت میں یہ اشکال پیدا ہوگا کہ اس نے اللہ رب العزت کی قدرت میں شک و شبہ کا اظہار کیا ہے جو ظاہر ہے کہ کفر ہے؟

اس اشکال کے حضرات علماء کرام نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ زمانہ فترت کی بات ہے اس زمانہ میں چوں کہ کوئی نبی نہیں تھا، اس زمانہ میں صرف توحید پر اعتقاد ہی نجات کے لیے کافی تھا، اس قسم کے شک و شبہ کا اظہار موجب کفر نہیں تھا، اور نہ اس سے ابدی نجات پر کوئی اثر پڑتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے یہ بات دہشت و خوف کی بنیاد پر کہہ دی تھی اور ایسی صورت میں انسان مجنون اور مغلوب العقل کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے وہ ماخوذ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ ماقبل میں ایک حدیث آئی ایک شخص نے سواری مل جانے کی خوشی میں اللھم انت عبدی وانا ربک زبان سے کہہ دیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہے، لہذا اب کوئی اشکال و اعتراض نہیں۔

(۳۳۸۳) قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ امْرَأَةً الْإِنَاءِ فِي هَرَّةٍ رَبَطْتُهَا لَا هِيَ أَطْعَمْتُهَا وَلَا هِيَ أَرْسَلْتُهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَأَلَّا يَشْكَلَ رَجُلٌ وَلَا يَنْتَسِرَ رَجُلٌ.

ترجمہ حدیث: ایک بلی کو باندھ کر رکھنے کی وجہ سے ایک عورت کے لیے جہنم کا فیصلہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی جس

نے اس کو باندھ رکھی تھی، نہ اس کو کچھ کھلاتی پلاتی تھی، اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی یہاں تک کہ وہ بلی (بھوک کی وجہ سے) مر گئی، (اللہ نے اس کے عمل بد کی وجہ سے اس کو دوزخ میں ڈال دیا) حضرت امام زہریؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ مطلب نکلا، نہ تو کسی شخص کو اپنے اعمال پر مکمل بھروسہ کرنا چاہئے کہ ہم ضرور جنت میں جائیں گے، اور نہ ہی رحمت خداوندی سے بالکل مایوس ہونا چاہئے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل عیاں ہے عیاں را چہ بیان۔

(۴۳۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ الْمُسَيْبِ الثَّقَفِيِّ عَنْ شُهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ يَا عِبَادِيَ كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَسَلُونِي الْمَغْفِرَةَ فَأَغْفِرَ لَكُمْ وَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفِرْنِي بِقُدْرَتِي غُفِرَتْ لَهُ وَكُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُونِي الْهُدَى أَهْدِيكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَسَلُونِي أَرْزُقْكُمْ وَلَوْ أَنَّ حَيِّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَأُولَئِكُمْ وَآخِرَكُمْ وَرَاطِبَكُمْ وَيَا بَيْسَكُمْ اجْتَمِعُوا فَكَانُوا عَلَى قَلْبٍ أَتَقَى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي لَمْ يَزِدْ فِي مَلِكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى قَلْبٍ أَشَقَى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي لَمْ يَنْقُصْ مِنْ مَلِكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ حَيِّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَأُولَئِكُمْ وَآخِرَكُمْ وَرَاطِبَكُمْ وَيَا بَيْسَكُمْ اجْتَمِعُوا فَسَأَلَ كُلُّ سَائِلٍ مِنْهُمْ مَا بَلَغَتْ أَمْنِيَّتُهُ مَا نَقَصَ مِنْ مَلِكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِشَفَةِ الْبَحْرِ فَعَمَسَ فِيهَا إِبْرَةً ثُمَّ نَزَعَهَا ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ مَا جَذَ عَطَائِي كَلَامٌ إِذَا أَرَدْتُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ.

ترجمہ حدیث: بندے کی عبادت و نافرمانی سے خدا کی خدائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا:

حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (کہ حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جس کو میں بچا رکھوں، (یعنی حضرات انبیاء کرام) لہذا تم مغفرت کا سوال کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا، اور تم میں سے جو شخص اس بات پر یقین رکھے کہ میں گناہ بخشنے پر قادر ہوں، پھر وہ مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہو، میری قدرت کی وجہ سے تو میں اس کو بخش دوں گا، (اے میرے بندو!) تم سب گم کردہ راہ ہو علاوہ اس شخص کے جس کو میں نے ہدایت عطا فرمائی پس تم سب مجھ سے ہدایت چاہو میں تم کو ہدایت عطا کروں گا (اے میرے بندو!) تم سب (ظاہر و باطن) میں محتاج ہو، علاوہ اس شخص کے جس کو میں نے غنی بنادیا پس تم سب مجھ سے روزی طلب کرو میں تمہیں روزی عطا کروں گا، اور

اگر تمہارے زندے اور تمہارے مردے اگلے اور پچھلے، تمہارے تر اور تمہارے خشک (یعنی تمہارے جوان اور بوڑھے) سب مل کر میرے اس بندے کی طرح ہو جائیں جو میرے بندوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے تو (اس کی وجہ سے) میری سلطنت و بادشاہت میں ایک ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوگا اور اگر یہ سب مل کر اس بندے کی طرح ہو جائیں جو میرے بندوں میں سب سے زیادہ شقی اور بد بخت ہے تو میری سلطنت میں ایک چھھر کے برابر بھی کمی نہیں آسکتی اور اگر تمہارے زندے اور تمہارے مردے اگلے اور پچھلے اور تمہارے تر اور خشک سارے جمع ہو جائیں اور سارے اپنی اپنی آرزوؤں کی انتہا کے برابر ہر ایک سوال کرے، تو میرے خزانہ دولت میں کچھ کمی نہ ہوگی، مگر اس قدر جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر کے کنارے گزرے، اور اس میں کوئی ایک سوئی ڈالے پھر نکال لے، پس یہ اس وجہ سے کہ میں سخی ہوں بزرگ ہوں، میرا عطا کرنا صرف کہہ دینا ہے، جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے کہتا ہوں کن ہو جا، فیکون وہ چیز ہو جاتی ہے۔

**تشریح حدیث:**

قولہ: یا عبادی: علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ اس میں انسان و جنات دونوں سے خطاب ہے کیوں کہ یہی دونوں مخلوق احکام کے مکلف ہیں ان ہی دونوں کے ساتھ درع و تقویٰ اور فسق و فجور لگا ہوا ہے، شیخ عبدالغنی مجددی فرماتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ یا عبادی میں خطاب عام ہے، اور اس میں تمام ذوی العلم مخلوق یعنی انسان و جنات اور ملائکہ داخل ہیں اور ملائکہ کا ذکر فی جنکم میں شامل ہو جائے گا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ سے فسق و فجور کا صدور نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے اندر گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ کا دخول فسق و فجور کے ارتکاب کا مقتضی نہیں ہے، کیوں کہ کلام علی سبیل الفرض ہے، محشی ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں، یا عبادی سے خطاب عام بھی ہو اور اس میں ملائکہ داخل بھی نہ ہو، کیوں کہ ارشاد توفی جنکم کے الفاظ سے ہے یہ اضافت مغائرۃ کا تقاضہ کرتی ہے، فلا اشکال فیہ، ثم ان الضلال العدول عن الطريق المستقیم سہواً او عمدًا یسیراً او کثیراً، والطریق المستقیم واحد والعدول جہات، فکوننا مصیبین من وجہہ و کوننا ضالین من وجہہ۔ فان جوانب الطريق کلہا ضلال۔ ولذا نسب الضلال الی الانبیاء والی الکفار وان کان بین الضالین لون بعید۔

قولہ: ورطبکم ویابسکم: ای اهل البر والبحر واراد بالرطب البنات والشجر والیابس الجہر والمدرای لو صار کلہا انساناً واجتمع فسأل الخ اقول الرطب والیابس عبارتان عن الاستعیاب التام۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین، و اضافتہا الی ضمیر المخاطبین یقتضی استعیاب نوع الانسان فیکون تاکیدا للشمول بعد تاکید۔ حاصل یہ ہے کہ رطب یا بس سے مراد تمام مخلوقات کو بیان کرنا مقصود ہے، کہ اگر تمام مخلوقات خداوندی جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں مشغول ہو جائیں تو اس سے خدا کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کوئی

اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر ساری مخلوقات فرعون و قارون اور شداد اور بش بن جائیں تب بھی خدا کی خدائی میں کوئی کمی نہ آئے گی، اور ساری مخلوقات جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو خدا تعالیٰ کے خزانہ قدرت میں کوئی نقص نہ ہوگا۔ یہ ہے میرے اللہ کی شان۔ سبحان اللہ۔ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

### (۱۵۰۷) بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل آٹھ میں حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت شداد بن اوسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب میں موت کا ذکر کرنے اور گاہ بگاہ یاد کرنے اور موت کے بعد جو اعمال و افعال اور اخلاق و کردار کام آئیں گے، ان کے کرنے اور موت کی تیاری کرنے سے متعلق احادیث مذکور ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ متفق علیہ چیز صرف موت ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، ہر آدمی کو یقین ہے کہ ایک دن مرنا ہے، ایک دن قبر میں جانا ہے، اور منوں مٹی تلے سونا ہے، اور کیڑے مکوڑوں کی خوراک بننا ہے، لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ موت سے غافل اور بے پرواہ ہیں۔ دنیا نوے فیصد لوگ موت کے بارے میں فکر نہیں کرتے ہیں۔ اس باب کی احادیث میں موت کو یاد کرنے کا حکم ہے۔

(۲۳۸۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مَا ذُكِرَ هَاذِمُ اللَّذَاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ.

ترجمہ حدیث: موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ تشریح حدیث:

قولہ: هَاذِمُ اللَّذَاتِ: صحیح قول کے مطابق لفظ هَاذِمُ ذال مجمر کے ساتھ ہے، جس کے معنی ہیں جلدی سے کاٹ دینے والے، قطع کر دینے والے، بعض حضرات نے اس کو دال مہملہ کے ساتھ یعنی هَادِمُ نقل کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اس میں کسی راوی سے غلطی ہو گئی ہے، بہر حال رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کا جو حکم ہے، وہ اس بنا پر ہے کہ موت کی یاد غفلت کو جو نیک اعمال کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے، دور کرتی ہے، اور دنیا کی مشغولیت سے باز رکھتی ہے، اور طاعت و نیک عمل کی طرف جو توشہ آخرت ہے متوجہ کرتی ہے۔

حضرت امام نسائی نے اس میں مزید یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ فَاِنَّهُ لَا يَذْكُرُ فِي كَثِيرٍ اِلَّا قَلَّةً وَلَا فِي قَلِيلٍ اِلَّا كَثْرَةً یعنی درحقیقت مال و دولت کی کثرت میں موت کو یاد کرنا اس مال و دولت میں کمی کر دیتا ہے، اور مال و دولت کی کمی میں موت کو یاد کرنا اس مال و دولت کی زیادتی کر دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس مال و دولت اور اسباب اور

روپیہ کی بہتات ہو اور وہ موت کو کبھی فراموش نہ کرے تو اس مال و دولت کو فانی سمجھے اور اس سے بے رغبتی رکھنے کے سبب اس کی نظر میں مال و دولت کی وہ کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی ہے بلکہ حقیر اور کم تر چیز بن جاتی ہے اسی طرح جو شخص دنیا کو فانی سمجھ کر موت کو یاد کرتا ہے، تو وہ تھوڑے سے مال و اسباب پر بھی قناعت کر لیتا ہے، اور وہ تھوڑا سا مال و اسباب بھی اس کی نظر میں زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے، واللہ اعلم۔

(۳۳۸۶) حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ فَرْوَةَ بِنِ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ قَالَ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا قَالَ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتَعْدَادًا أَوْ لَيْكَ الْأَكْيَاسُ.

ترجمہ حدیث: سب سے زیادہ افضل اور عقل مند آدمی:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا کہ اتنے میں قبیلہ انصار کا ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! مومنوں میں سے کون سا مومن افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں، کہا مومنوں میں سے کون سا مومن سب سے عظمند ہے؟ آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو، اور ان میں سب سے زیادہ احسن وہ ہے جو موت کے بعد کام آنے والی چیزوں کی زیادہ تیاری کرے، یہی لوگ دانا اور عظمند ہیں۔

تشریح حدیث:

سب سے زیادہ دانشمند اور عظمند مومن وہ ہے جو موت کی تیاری کرے اور ما بعد الموت کام آنے والے اعمال و اخلاق سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرے، ان ہی چیزوں میں زیادہ مشغول اور منہمک رہے جو موت کے بعد قبر اور آخرت میں کام آنے والی ہے، اور اس کے لیے آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے، اور ان اعمال سے گریز کرے جو موت کے بعد قبر اور حشر اور آخرت میں خسارے اور نقصان کا باعث ہوں نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کو اکیس اور عقل قرار دیا ہے، اور جس کی عقل دہانائی اور فہم و فراست کی گواہی اللہ تعالیٰ کے رسول دیں اس کے عقل مند ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

(۳۳۸۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْجَمْعِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْزُومٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي يَغْلَى شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَيْسُ مَنْ

ذَانِ نَفْسِهِ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَؤُلَاءِ هَانَتْ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عقل مند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو تابع کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے، اور عاجز وہ شخص ہے جو خواہشات نفس کے مطابق چلے، پھر اللہ تعالیٰ سے تمنا میں لگائے رہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے اپنی خواہشات نفس کو مسخر کر لیا اور اس کو اپنے کنٹرول میں کر لیا یا اس طور کہ اس کے تقاضے کے مطابق نہیں چلتا بلکہ فرمان قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اور موت کے بعد جو زندگی شروع ہونے والی ہے جو لامتناہی ہے اس کے لیے عمل کرتا ہے، وہ عقل مند اور سمجھ دار ہے، اور جس کی زندگی قرآن و سنت کے خلاف اور نفسانی خواہشات کے مطابق گزرتی ہے، اور اس کا سارا کار عمل دنیا کے لیے ہوتا ہے، اور اپنے نفس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے، وہ عقلمند نہیں، بلکہ ایسا انسان عاجز اور کمزور ہے، عمل تو شریعت کے خلاف اور اللہ تعالیٰ سے بس امیدیں وابستہ کئے بیٹھا ہے کہ وہ عفو درگزر کرنے والا ہے لاریب وہ عفو درگزر کرنے والا ہے لیکن ساتھ ساتھ قہار و جبار بھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی دونوں صفوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

(۴۳۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى شَابٍ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَرْجُو اللَّهَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَخَافُ ذُنُوبِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ.

ترجمہ حدیث: موت کے وقت رجاء کا ذکر:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے وہ مرض الموت میں مبتلا تھا آپ نے فرمایا: کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! رحمت خداوندی کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے کے دل میں اس طرح کی دو باتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں (بایں طور کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا امیدوار بھی ہو اور گناہوں کے خوف سے لرزہ بر اندام بھی) تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ دے گا جس کا وہ امیدوار ہے، اور اس چیز سے محفوظ رکھے گا جس سے وہ خوف کھا رہا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو موت اور دنیا سے جدائی اور آخرت کے سفر پر روانگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی امید رکھنی چاہئے، اور اپنے گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور مواخذہ سے ڈرنا چاہئے اور اسی چیز کا نام ایمان ہے، ایمان خوف ورجا کا نام ہے اس مرنے والے کو یہ دو چیزیں حاصل تھیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے انہیں بشارت دی جس سے تم ڈر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے مامون و محفوظ رکھے گا، اور جس رحمت و مغفرت کی امید اللہ تعالیٰ سے لگائی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ وہ ضرور عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ گار بندے کو بھی خوف ورجا کی دولت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۳۳۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَيْبَانَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَلْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ غَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوا اخْرِجِي أَتَيْتِهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرِجِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرُوحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبِّ غَيْرِ غَضَبَانَ فَلَا يُزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيَقَالُ مَنْ هَذَا فَيَقُولُونَ فَلَانٌ فَيَقَالُ مَرَحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ ادْخُلِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرُوحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبِّ غَيْرِ غَضَبَانَ فَلَا يُزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى يَنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوءَ قَالَ اخْرِجِي أَتَيْتِهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ اخْرِجِي ذَمِيمَةً وَأَبْشِرِي بِحُمِيمٍ وَغَسَاقٍ وَآخِرَ مَنْ شَكَلِهِ أَرْوَاحٌ فَلَا يُزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَلَا يُفْتَحُ لَهَا فَيَقَالُ مَنْ هَذَا فَيَقَالُ فَلَانٌ فَيَقَالُ لَا مَرَحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ ازْجَعِي ذَمِيمَةً فَإِنَّهَا لَا تُلْفَخُ لَكَ أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَيُزَلُّ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تُصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ۔

ترجمہ حدیث: مومن و کافر کی روح نکالنے کی کیفیت کا ذکر:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اگر وہ شخص صالح اور نیک ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے پاکیزہ نفس جو پاکیزہ بدن میں ہے، تو نکل، تو نکل، تو نکل جا قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت اور خوشبو سے خوش ہو جا، اور ایسے رب سے جو تیرے اوپر غضب ناک نہیں ہے پس فرشتہ برابر اسی طرح اس سے کہتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روح بدن سے نکل جاتی ہے، پھر اس کو لے کر فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے وہاں آسمان میں فرشتے پوچھتے ہیں کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں فلاں شخص ہے، وہ کہتا ہے مرحبا خوش آمدید پاک نفس جو پاک بدن میں تھی، تو اندر داخل ہو جا تو بل



تقریف ہے تو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی خوشبو سے خوش ہو جا، اور ایسے رب سے جو تیرے اوپر ناراض اور غضب ناک نہیں ہے، برابر اس سے یہی کہا جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ روح کو اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جب کوئی برا آدمی ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے ناپاک نفس نکل جا جو ناپاک بدن میں تھی، مذمت اور برائی کے ساتھ، اور تو گرم پانی اور پیپ سے خوش ہو جا، اور اس جیسی اور چیزوں سے پس برابر اس سے یہی کہا جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ روح جسم سے نکل جاتی ہے، پھر اس کو آسمان کی جانب لے جایا جاتا ہے جہاں اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو جواب ملتا ہے فلاں ہے تو کہا جاتا ہے اے خبیث نفس تیرے لیے کوئی مرجا اور خوش آمدید نہیں ہے جس خبیث جسم میں تھی لوٹ جا برائی کے ساتھ اس لیے کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے آخر کار اس کو آسمان سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر قبر میں آ جاتی ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف اس بات پر دل ہے کہ مومن کی روح کو نہایت احترام و اکرام اور تعظیم و تکریم کے ساتھ آسمان کی جانب لے جایا جاتا ہے، ہر جانب سے اسے مبارک بادی جاتی ہے، اور آسمان میں بھی اس کے لیے خوش آمدید اور مرجا مرجا کی صدائیں نکالی جاتی ہیں اس کے برخلاف اگر مرنے والا شخص فاسق و فاجر اور برا ہوتا ہے تو نہایت سختی کے ساتھ اس کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس نکل، خبیث جسم سے، پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں جہاں اس کے لیے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ تیرے لیے کوئی مرجا اور خوش آمدید نہیں ہے تو خبیث اور ناپاک روح ہے، جو خبیث اور ناپاک جسم میں تھی، یہاں آسمان میں تیرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، چناں چہ اس کی روح کو آسمان سے چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر وہ قبر میں آ جاتی ہے، جہاں اس کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ وغیرہ سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۳۹۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ وَعُمَرُ بْنُ شَبَّهٍ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَجَلُ أَحَدِكُمْ يَأْزُضُ أَوْ بُشِنَتْ إِلَيْهَا الْحَاجَةُ فَإِذَا بَلَغَ أَقْصَى أَثَرِهِ قَبَضَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فَيَقُولُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَبِّ هَذَا مَا اسْتَوْدَعْتَنِي.

ترجمہ حدیث: موت اپنی مقررہ جگہ ہی پر آئے گی:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کسی سرزمین میں لکھی ہوئی ہے تو اس کو وہاں جانے کی حاجت پیش آ جاتی ہے، پس جب وہ اپنے انتہا کے مقام تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی روح قبض کر لیتا ہے (پس وہاں کی زمین قیامت کے دن کہے گی) اے پروردگار یہ تیری امانت ہے۔  
تشریح حدیث:

موت ایک حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا، بلکہ ہر فرد و بشر جملہ حیوانات کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے کل نفس ذالقة الموت، لیکن موت کب آئے گی اور کس طرح آئے گی کسی کو خبر نہیں، جب کسی کی موت کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ فلاں مقام اور فلاں شہر میں آئی ہے تو موت سے پہلے وہاں جانے کی حاجت و ضرورت پیدا کر دیتا ہے جب بندہ اس مقررہ نوشتہ مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ اس کی روح قبض کر لی جائے چنانچہ اسی وقت اسی مکان میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے الغرض انسان کی موت اس کی مقررہ جگہ سے ایک انچ آگے پیچھے نہیں آسکتی ہے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جس کی موت کی جگہ کہیں دور دراز مقام لکھی تھی، روح نکالنے میں صرف چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اور وہ شخص حضرت سلیمان کی مجلس میں تھا چنانچہ ملک الموت آیا اور اس کو گھور گھور کر دیکھنے لگا، اسے ڈر اور خوف محسوس ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا حضرت! یہ شخص مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے آپ مجھے یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیجئے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو تخت پر بیٹھنے کا حکم دیا اور اسے فرمایا کہ اس کو فلاں جگہ دور دراز چھوڑ کر آؤ چنانچہ ہوانے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کو اس جگہ چھوڑ دیا وہ شخص جوں ہی اس نوشتہ مکان میں پہنچا ملک الموت نے روح قبض کر لیا الغرض جہاں موت رہتی ہے وہاں کسی نہ کسی حال میں انسان پہنچ کر رہتا ہے۔

(۳۳۹۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خُلْفٍ أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَ اللَّهِ فِي كَرَاهِيَةِ لِقَاءِ الْمَوْتِ لَكُنَّا نَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ مَوْتِهِ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَمَغْفِرَتِهِ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ فَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَإِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات کی تمنا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنا درحقیقت موت کو ناپسند کرنا ہے اور ہم میں

سے تو ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے (تو ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنے والا ہو گیا) آپ ﷺ نے فرمایا بات ایسی نہیں ہے، بلکہ یہ موت کے وقت کا ذکر ہے، جب ایک بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل واضح ہو گیا ہے الگ سے بیان کرنے کی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔  
(۳۳۹۲) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ لِيُصْرَ نَزْلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا يَدُّ مَتَمَنِّيَا الْمَوْتَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.  
ترجمہ حدیث:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص اس مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو نازل ہوتی ہے، اگر بالکل موت کی تمنا ضروری ہو جائے تو چاہئے کہ اس طرح کہے اللہم احیٰنی ما کانت الحیاة خیر لی اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور جب میرے لیے مرنا بہتر ہو تو مجھے موت دیدے۔

تشریح حدیث:

قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں موت کی تمنا سے نہیں مقصود ہے لیکن نہیں کو مبالغہ کے لیے بصورت نفی پیش کیا گیا ہے۔

اشکال:

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں موت کی تمنا کرنے کی ممانعت آئی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین، اس سے تمنائے موت کا جواز معلوم ہوتا ہے نیز توفنی اذا کانت الوفاة خیر الی بھی تمنائے موت کے جواز پر دل ہے جب حدیث باب تمنائے موت کے عدم جواز پر دل ہے تو بظاہر دونوں میں تعارض ہے؟  
جواب و دفع تعارض:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ دنیاوی مصائب و آلام اور تکلیف و رنج سے گھبرا کر موت کی تمنا کی جائے کیوں کہ یہ بے صبری و تقدر الہی پر ناراضگی کی علامت ہے، جیسا کہ لضر نزل بلائہ؟

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

زال ہے البتہ لقاء خداوندی کی محبت و شوق اور ذلیل دنیا کے مصائب سے رہائی کے لیے موت کی آرزو کی جائے تو جائز ہے لہذا دونوں نصوص کا محمل الگ الگ ہے لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، نیز اگر کوئی شخص راہ خدا میں شہادت کی تمنا کرے تو یہ جائز ہے اور ادب کا طریقہ ہے کہ متاع حیات جو ایک نعمت عظیمہ ہے اس کے سبب کے لیے اور دیگر نعمتوں کے سبب کے لیے تمنا نہ کرے، کیوں کہ یہ ایک قسم کی جرأت و بے نیازی ہے<sup>(۱)</sup>

### (۱۵۰۸) بَابُ ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبَلَى

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ہانیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے آزاد کردہ غلامؓ حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت کعبؓ، اور حضرت جابرؓ سے منقول ہیں اس باب میں قبر اور مردے کے گل سڑ جانے کا بیان ہے، جس کی تفصیل حدیث شریف میں آرہی ہے۔

(۳۳۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجَبُ الدُّنْبِ وَمَنْ هَيَّزَ كَبَّ الْخَلْقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: قبر میں ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ ساری چیزیں گل جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ (قبر) میں انسان کی سب چیزیں گل جاتی ہیں مگر صرف ہڈی، اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے قیامت کے دن دوبارہ اسی ہڈی سے انسان کی ترکیب کی جائے گی۔

تشریح حدیث:

جب انسان کو بعد مرنے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، تو جسم کی تمام چیزیں گل سڑ جاتی ہیں حتیٰ کہ جسم کی تمام ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جاتی ہیں صرف ریڑھ کی ہڈی ایسی ہوتی ہے جو باقی رہتی ہے گلتی سڑتی نہیں ہے، جیسا کہ یہ روایت اور مسلم شریف کی روایت اس پر صراحتاً دلالت ہے، اسی ہڈی کے ذریعہ قیامت کے دن انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ کما بدل علیہ منہیر کب الخلق یوم القیامہ۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عقیل نے فرمایا کہ ریڑھ کی ہڈی کو گلنے اور سڑنے سے بچانے کی کیا حکمت اور راز ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اس لیے کہ جس ذات واحد نے انسان کو بلا کسی سبب ظاہری کے عدم سبب وجود عطا فرمایا، وہ دوبارہ تخلیق کرنے میں اس کا محتاج بالکل نہیں ہے، وہ قادر مطلق ہے بغیر کسی شئی کے شئی بناتا ہے، مگر اس کے باقی رکھنے میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ فرشتوں کے لیے بطور علامت ہوتا کہ قیامت کے دن فرشتے ہر انسان کے جو ہر کو دیکھ

کر مردہ کو زندہ کر دے، اور ملائکہ کو اس کا علم اسی بات پر موقوف ہے کہ ہر انسان کی ہڈی کو باقی رکھا جائے، تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ رب العزت کا مقصد ہر روح کو اسی جسم کی جانب لوٹانا ہے جس کا وہ جز اور حصہ ہے اگر اس کے کسی بھی جز کو باقی نہ رکھا جائے تو روح کا اعادہ امثال اجساد کی طرف تو ہوگا، لیکن نفس اجساد کی طرف نہیں ہوگا، اور مقصد اسی جسم کو زندہ کرنا ہے، جو دنیا میں تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک جزء کو بطور علامت فرشتوں کے لیے باقی رکھا، اپنے لیے نہیں۔ قال ابن الجوزی قال ابن عقیل: لله في هذا سر لا يعلمه الا الله لان من يظهر الوجود من العدم لا يحتاج الى شئ يبنى عليه، ويحتمل ان يكون ذلك جعل علامة للملائكة على احياء كل السان، بجوهره الخ (۱)

### اجساد انبیاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ:

حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ ارشاد رسول ﷺ کل ابن آدم یا کله العراب الا عجب الذنب بہ مخصوص ہے عام حکم نہیں ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اس حکم سے خاص کر لیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام کے اجسام کو قبروں میں کوئی نقصان پہنچائے حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں جسموں کے ساتھ بقاعدہ زندہ موجود ہیں وما ذالك على الله بعزیز، وهو على كل شئ قدير (۲)

(۳۳۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلْحٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَجْرِ عَنْ هَانِيٍّ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرِ يَنْبِكَى حَتَّى يَبْلُغَ لَحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هَذَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ.

### ترجمہ حدیث: عذاب قبر کے خوف سے حضرت عثمان غنیؓ کا رونا:

حضرت ہانی جو حضرت عثمان غنیؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی، تو ان سے کہا جاتا کہ جنت و جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ اس قدر نہیں روتے ہیں لیکن قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پا گیا تو جو اس کے بعد والی (منزل) میں وہ اس سے آسان ہے اور جو کوئی اس سے نجات نہیں پاسکا تو جو اس سے بعد کی (منزل) میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہیں حضرت

عثمان کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے کوئی چیز ہولناک نہیں دیکھی مگر قبر کی ہولناکی اس سے زیادہ سخت ہے، (یعنی جتنی ہولناک اور دہشت ناک اور خطرناک چیزیں میں نے دیکھی ہیں، قبر اس سے کہیں زیادہ ہولناک اور دہشت ناک اور خطرناک ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے قبر کی منزل کو ہمارے لیے آسان فرمائے اور اس کی ہولناکی سے محض اپنے فضل سے حفاظت فرمائے آمین ثم آمین)

تشریح حدیث:

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق جدید حضرت مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری رقم طراز ہیں کہ: قبر وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر اس دنیا کی بے ثباتی کا منظر صحیح معنی میں سامنے آ جاتا ہے، اور ایک دفعہ کوشقی سے شقی انسان بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کہ دنیا کی ساری تگ و دوہ اور ساری ہنگامہ آرائیوں اور ساری عیش و عشرت کا انجام بس یہی ہوتا ہے کہ جب وقت موعود آ جاتا ہے تو دنیاوی عیش و راحت کے سارے ساز و سامان دھڑے کے دھڑے رہ جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا آدمی زمین کے اس چھوٹے سے گڑھے میں لا کر دبایا جاتا ہے۔ بلاشبہ قبر ہی وہ جگہ ہے جو اپنے پاس کھڑے انسان کو دنیاوی عیش و عشرت سے متنفر ہو جانے کا صحیح موقع فراہم کرتی ہے، اور آخرت کی ابدی زندگی کی راحتوں اور سرفرازیوں کے حصول کے لیے سخت سے سخت محنت اور جدوجہد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آگاہ کرتی ہے کہ دیکھو ایک نہ ایک دن تمہیں میری جیسی اسی آغوش قبر میں آنا ہے اگر چاہتے ہو کہ وہ آغوش تمہارے لیے آخرت کی راحتوں اور جنت کی نعمتوں کے ساتھ ایک پرسکون خواب بن جائے تو کبھی بھی دنیا میں دل نہ لگانا، دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں کے پیچھے اپنے ایمان اور اپنے دین کو نقصان نہ پہنچانا اور آخرت سے ذرا بھی غفلت اختیار نہ کرنا<sup>(۱)</sup>۔

(۴۳۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَيْبَانَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَلْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ فَرْعٍ وَلَا مَشْغُوفٍ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيَقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَقْنَا فَيَقَالُ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ فَيَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ فَيُفَرِّجُ لَهُ فَرْجَةً قَبْلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَخْطُمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا وَفَاكَ اللَّهُ ثُمَّ يُفَرِّجُ لَهُ فَرْجَةً قَبْلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ وَيُقَالُ لَهُ عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مَتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَيَجْلِسُ الرَّجُلُ الشُّوْءُ فِي قَبْرِهِ فَرْعًا مَشْغُوفًا فَيَقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيَقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ

سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُهٖ فَيَفْرَجُ لَهُ قَبْلُ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ ثُمَّ يَفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ إِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَنْخَطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مَتَّ وَغَلِيهِ تَبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ حدیث: قبر میں سوال و جواب اور نیک مسلمان کے ساتھ قبر کا سلوک:

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مردہ قبر میں پہنچا دیا جاتا ہے تو وہ شخص (کہ جو دنیا میں نیک و فرماں بردار مومن ہوتا ہے) اپنی قبر میں اس طرح بیٹھتا ہے نہ تو خوف زدہ ہوتا ہے نہ گھبرایا ہوا پریشان حال پھر جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتاؤ تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب میں بڑے اطمینان سے کہتا ہے میں اسلام پر تھا پھر اس سے پوچھا جاتا ہے بتائیے شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ یہ محمد (ﷺ) ہیں اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس اللہ کی طرف سے (اپنی رسالت و شریعت کی) کھلی دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو مانا، (اور ایمان لائے)، پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے بھلا اللہ کو بھی کسی کے لیے (اس دنیا میں) دیکھا روا اور ممکن ہے؟ پھر اس کے لیے قبر میں دوزخ کی طرف سے ایک سوراخ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوزخ کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہے (یعنی اس میں سے اٹھتی ہوئی آگ کی لپٹیں ایک دوسرے کو ٹٹکتی نظر آتی ہیں) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ یہ وہ جگہ جس سے اللہ نے تجھ کو بچا لیا ہے اور پھر اس کے لیے (قبر میں) جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس میں وہ جنت کی سبزہ زاروں اور وہاں کی دوسری بہاروں اور نعمتوں کو دیکھتا ہے، اور اب اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ یہ تیرا ابدی ٹھکانہ ہے جو تجھے اس یقین کے انعام کے طور پر ملے گا جس پر تو دنیا میں تھا اسی پر تیری موت آئی اور اسی پر تجھے انشاء اللہ (قیامت کے دن یہاں سے) اٹھایا جائے گا۔ اور جو شخص دنیا میں برائیوں کا پتلا تھا (یعنی کافر و منافق تھا) جب اپنی قبر میں اٹھ کر بیٹھتا ہے تو نہایت ہی خوف زدہ اور نہایت ہی گھبرایا ہوا پریشان حال ہوتا ہے جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتاؤ کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم، پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتائیے شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں سے جو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے وہی میں نے بھی کہہ دیا، تب اس کے لیے قبر میں جنت کی طرف سے ایک روشن دان کھولا جاتا ہے، جس کے ذریعہ وہ جنت کے سبزہ زاروں اور اس میں موجودہ نعمتوں کو دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو دیکھ یہ وہ جگہ ہے جو اللہ نے تجھ سے پھیر دی، پھر اس کے لیے قبر میں دوزخ کی جانب ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو توڑ رہا ہے اب اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تجھے تیرے اس شک کی سزا میں ملے گا جس میں تو مبتلا رہا اور اسی شک کی حالت میں تیری موت آئی اور انشاء اللہ اسی حالت میں تجھے (قیامت کے دن یہاں سے) اٹھایا جائے گا۔

## تشریح حدیث: عذاب قبر قرآن و حدیث سے ثابت ہے:

ایک مسلمان کے لیے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں ایک چیز عذاب قبر کی حقانیت بھی ہے ایک مسلمان اور صاحب ایمان پر لازم ہے کہ وہ عذاب قبر کی حقیقت اور واقعیت کو تسلیم کر لے اور دل کی گہرائیوں سے مانے اور یہ حقیقت کتاب اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں اعلم ان مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب والسنة قال الله تبارك وتعالى: النار يعرضون عليها غدوا وعشيا وتظاهرت به الاحادیث الصحيحة عن النبي ﷺ من رواية جماعة من الصحابة في مواطن كثيرة ولا يمتنع في العقل ان يعيد الله تعالى الحياة في جزء من الجسد، ويعذبه، واذا لم يمنع العقل وورد الشرع به وجب قبوله واعتقاده (۱)

نبر سے مراد کیا ہے؟

یہاں یہ حقیقت بھی جاننا ضروری ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عبوری منزل اور ایک درمیانی واسطہ ہے جو اس دنیا سے کوچ کر دینے والے ہر ایک کو ہر جگہ اور ہر حالت میں پیش آتا ہے، زمین میں کھودے گئے قبر کے گڑھے پر ہی موقوف نہیں ہے، چنانچہ جن کو پانی میں ڈبو دیا جاتا ہے یا جن کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا جن کو جانوروں کی غذا بنا دیا جاتا ہے یا کسی اور شکل میں اس دنیا سے اس کی روح نکل جاتی ہے، ان سب کو اس مرحلہ سے گزرنا ہے، جس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق ہر ایک کو اس سختی اور عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو عالم برزخ سے متعلق ہے پس اس خیال میں نہ رہنا چاہئے کہ عذاب قبر کے نام سے جن سختیوں اور عقوبتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے، ان کا سامنا صرف ان ہی لوگوں کو کرنا پڑتا ہے جو زمین کی قبر میں دفن کئے جاتے ہیں اور جو مردے زیر زمین دفن نہیں ہوتے ہیں وہ ان سختیوں سے بچ جاتے ہیں۔

## ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قبر کھودی جاتی ہے، تو ہم دیکھتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ مردہ اپنی حالت میں پڑا ہوا ہے اس پر کوئی عذاب یا انعام کا اثر نہیں ہوتا ہے پھر کس طرح سے اس سے سوال کیا جاتا ہے اٹھا کر بیٹھا یا جاتا ہے، اور لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے ان کو اور ان کی آوازوں کو دیکھ اور سن نہیں پاتے ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عالم ملکوت کے حقائق کو اس دنیا میں سر کی آنکھوں اور کانوں سے سنا اور دیکھا نہیں جاسکتا ہے، ان کو دیکھنے اور سننے کے لیے وہی آنکھیں اور کان چاہئے، جو ان کو دیکھنے اور سننے کی تاب رکھیں، اگرچہ اللہ تبارک



و تعالیٰ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو ان آنکھوں اور کانوں سے بھی دکھا سنا دے، اگر ہم اپنے محدود اور مختصر احساسات اور ادراکات کی وجہ سے کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ اس چیز کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کا احساس و ادراک ہم نہیں کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں مثلاً ایک شخص ہمارے قریب ہی پڑا ہوا سوتا رہتا ہے، اور وہ خواب میں دکھ تکلیف اور راحت و لذت کے سارے مناظر دیکھتا ہے، اور اس دکھ و درد کا احساس بھی سونے والے کو ہوتا ہے مگر ہمیں اس کا ادراک و احساس نہیں ہوتا ہے، اسی طرح کوئی دردناک خبر سن کر رنج و الم محسوس کرتا ہے یا کوئی اچھی خبر سن کر راحت و لذت محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس بیٹھا ہو اور دوسرا شخص نہ اس کے رنج و الم کو دیکھتا ہے اور نہ اس کی لذت کو محسوس کرتا ہے باوجود اس کے رنج و الم اور فرحت و مسرت کو تسلیم کرتا ہے، اور مانتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آپ کے پاس آتے تھے، مگر صحابہ کرام کی نظریں ان کا مشاہدہ نہیں کرتی تھیں اس کے باوجود وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور وحی پر یقین رکھتے تھے، اور وحی پر ایمان بھی لاتے تھے، ٹھیک اسی طرح برزخ کے متعلق کتاب و سنت میں جو کچھ آیا ہے ان باتوں پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاہئے اگرچہ وہ انسانی مشاہدہ سے باہر کی چیز ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّي اللَّهُ وَيُسَبِّحُ مُحَمَّدًا فَلَا يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

ترجمہ حدیث: قبر میں کلمہ شہادت کی رہنمائی:

حضرت براء بن عازبؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں قول ثابت کے ذریعہ ثابت قدم رکھتا ہے) عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی پس مردوں سے (قبر میں) سوال کیا جاتا ہے من ربک تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا نبی محمد (ﷺ) ہے، پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں) (محکم و مضبوط اقرار) کے ذریعہ ثابت قدم رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی) کا یہی مطلب ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جس قول ثابت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے کلمہ شہادت اشہد ان

تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

لا إله إلا الله واشهد أن محمدًا عبده ورسوله مراد ہے اور قبر میں مومن سے جو تین سوالات کئے جاتے ہیں۔ (۱) من ربك؟ تیرا رب کون ہے؟ (۲) من نبیک تیرا نبی کون ہے؟ (۳) وما دینک تیرا دین کیا ہے؟ تو تینوں سوالوں کا جواب کلمہ شہادت میں موجود ہے آیت کریمہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت کے ذریعہ دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے، اور آخرت میں بھی، تو دنیا میں ثابت قدم رکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو توحید و رسالت اور دین اسلام کے عقیدہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، ان کے اندر اتنی مضبوطی و پختگی فرما دیتا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی آزمائش اور سخت سے سخت امتحان میں بھی نہیں ڈگمگاتے چاہے ان کو آگ کے دریا میں کودنا کیوں نہ پڑ جائے وہ اپنے عقیدہ توحید اور رسالت و ایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل آنے نہیں دیتا ہے جہاں تک آخرت میں ثابت قدم رکھنے کی بات ہے، تو حدیث شریف نے بتا دیا کہ وہ قبر میں کئے جانے والے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں اور نجات پاتے ہیں۔

(۳۳۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا غَبِيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ غَرِضَ عَلَى مَقْعَدِهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعِشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى تُبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: عالم برزخ میں صبح و شام مومن و کافر کو اس کا اصلی ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہے اور اہل جنت ہی میں سہی اور اگر اہل نارودوزخی ہیں تو دوزخ والوں میں سہی اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے، یہاں تک تو اٹھایا جائے گا قیامت کے دن۔  
تشریح حدیث:

قال الباجی: فی منتقى (۵۶۳) قوله: ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي العرض لا يكون الا على حي ولا يصح العرض على ميت، لا يحتاج ان يعلم ما يعرض عليه، ويفهم ما يخاطب به، وذلك لا يصح من الميت، وقد تقدم من حديث انس عن النبي ﷺ ان الميت اذا وضع في قبره وتولى عن اصحابه، وانه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل محمد لما المومن فيقول اشهد انه عبد الله ورسوله، فيقول له انظر الى مقعدك من النار قد ابدلك الله به مقعداً من الجنة فيراهما جميعاً الحديث، وهذا يدل على احياء الميت ومخاطبته والله اعلم واحكم۔

(۳۳۹۸) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَنبَأَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيِّ

أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَغْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يُنْفَخُ.

ترجمہ حدیث: مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت میں ہوتی ہے:

حضرت کعب الصاریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جزئی نیست مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں چگتی پھرتی ہے یہاں تک قیامت کے دن اس کے اصل بدن میں لوٹا دی جائے گی۔  
تشریح حدیث:

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ نسمہ کا اطلاق ذات انسان پر ہوتا ہے جو جسم و روح کا نام ہے اور مستقل روح کو بھی نسمہ کہا جاتا ہے، (۲) امام ابو القاسم الجوهری کے نزدیک نسمہ روح نفس اور بدن کو کہا جاتا ہے، لیکن حدیث ہذا میں روح مراد ہے (۳) علامہ باجی فرماتے ہیں کہ نسمہ محل روح ہے جس میں روح قبل البعث باقی رہتی ہے (۴) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحقیق ایتق یہ ہے کہ نسمہ روح الہی اور بدن ارضی کے درمیان ایک برزخی مرتبہ ہے نہ یعنی نسمہ بالکل مادی ہے اور نہ ہی بالکل مجرد عن المادہ ہے (۱)

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے نسمۃ المؤمن طائر: میں عام مومنین کی روح مراد ہے یا مخصوص مومنین حضرات شہداء کرام کی روح مراد ہیں؟

جواب: اس بارے میں حضرات علماء کرام کے مختلف جواب ہیں زرقانی فرماتے ہیں انما نسمۃ فی طیر: میں عام مومنین مراد ہیں خواہ شہداء ہوں یا غیر شہداء علامہ ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے، اس کے برخلاف علامہ قرطبی ابن عبد البر امام سیوطی اور شاہ عبدالغنی کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ حدیث صرف ارواح شہداء کرام کے ساتھ خاص ہے عام مومنین کی ارواح اس میں داخل نہیں ہے علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں مطلق مومن کا ذکر ہے وہاں مطلق کو مقید پر محمول کر کے ارواح شہداء کرام کو مراد لیا جائے گا، (۲)

سوال: یہاں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومنوں کی ارواح کا اجواف طیور میں ہونے سے ارواح انسانہ کی تنقیص لازم آتی ہے انسان کی روح کو جب پرندہ یعنی جانور کا قالب ملا تو اس کا رتبہ اور مقام گھٹ گیا، اور اشرف المخلوقات سے نیچے ہو گیا، جو ایک عیب اور نقص ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صورت حال میں روح کا پرندے کے بدن کے ساتھ ویسا تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ اس کے اپنے اصل بدن کے ساتھ ہے بلکہ وہ تعلق اس طرح کا ہوتا ہے جیسے سم و زرا اور جواہرات کی حفاظت کے لیے

مندوق میں رکھ دیتے ہیں لہذا اس میں بھی روح کی تعظیم و تکریم ہی ہوتی ہے، نہ کہ عیب و نقص، لہذا کوئی اشکال نہیں۔  
(۴۳۹۹) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأُبَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَتَّاشٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثَلَّتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسُحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ دَعُونِي أَصْلِي.

### ترجمہ حدیث: نمازی اپنی قبر میں:

حضرت ابوسفیانؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس وقت اس کو ایسا نظر آتا ہے گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے چنانچہ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھوں۔

### تشریح حدیث:

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق جدید لکھتے ہیں کہ یہ اس مرد مومن کی شان ظاہر فرمائی گئی ہے، جو دنیا میں ایمان و اسلام کے ساتھ قائم رہتا ہے احکام شریعت اور فرائض دین سے کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں غافل نہیں ہوتا ہے، اور نماز کا پابند و خور ہوتا ہے، ایسا صاحب ایمان جب اس دنیا سے رخت سفر باندھتا ہے اور اس کا جسد خاک کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو حیات برزخ پانے کے بعد جو چیز سب سے پہلے اس کو یاد آتی ہے، وہ نماز ہے۔ چنانچہ جب فرشتے اس کے پاس قبر میں آتے ہیں تو ان سے سوال و جواب سے پہلے ہی یا ان کے سوال و جواب سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے میں عصر کی نماز پڑھ لوں کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سورج ڈوبنے کو جا رہا ہے، دراصل اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے سامنے جو پیش کیا جاتا ہے، وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے دن کا بالکل آخری حصہ ہو اور سورج چھپا چاہتا ہو اس کی رحمت حق سے ایسی یکسوئی اور طمانیت و آسودگی کی سی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے، کہ جیسے کوئی بے فکر شخص چین کی نیند پوری کر کے بیدار ہوتا ہے، بندہ صالح اپنی قبر میں اس وقت یہی سمجھتا ہے کہ ابھی دنیا میں ہی ہوں، ذرا نیند لینے کے لیے سو گیا تھا، اب میرا پہلا کام وقت ختم ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا ہے۔

### مردے کے سامنے غروب آفتاب کا سما پیش کرنے کی وجہ:

قبر میں اتارے جانے کے بعد مردے کے سامنے خاص طور پر غروب آفتاب سے ذرا پہلے کا سما اس لیے پیش کیا جاتا ہے، کہ دراصل یہی وقت اس کی حالت مسافرت و تنہائی کے ساتھ زیادہ موزونیت رکھتا ہے، شام غریباں۔ مسافری اور تنہائی کی شام جس معنی میں مشہور ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو قبر کے ماحول میں مردے کے سامنے پیش کئے جانے والے

سماں کی خصوصیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے، ایک تنہا مسافر جب شام کے وقت کسی اجنبی شہر اور نا آشنا آبادی میں پہنچتا ہے تو اس کی حیرانی اور پریشانی سوچ سوچ کر بڑھ جاتی ہے، کہ وہ کس جگہ ٹھہرے کہاں اپنا سامان رکھے اور کہاں رات گزارے، وہ زبان حال سے کہتا ہے۔

تو زلف را کشادی و تار یک شدہ جہاں۔ انکوں فتاد شام غریباں کجا روند (۱)

### (۱۵۰۹) بَابُ ذِكْرِ الْبَعْثِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت نو حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں بعث بعد الموت کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے عقیدہ سے متعلق احادیث مذکور ہیں قرآن کریم کی سیکنڈ آیت میں بعث بعد الموت کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا بالکل برحق ہے، اس میں ایک مسلمان کے لیے ذرہ برابر شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴۴۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ حَبَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ صَاحِبِي الصُّورِ بِأَيْدِيهِمَا أَوْ فِي أَيْدِيهِمَا قَرْنَانِ يَلَا حِطَّانِ النَّظَرِ مَتَى يَأْتِي مَوْتَانِ.

ترجمہ حدیث: صور پھونکنے والے فرشتے امر الہی کے انتظار میں:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صور پھونکنے والے دونوں فرشتے ہر وقت زنگھا کو منہ میں لگائے صور پھونکنے کے لیے امر الہی کے انتظار میں رہتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان صاحبی الصور: اس حدیث کو نقل کرنے میں حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں حضرات شراح کرام نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، حدیث ہذا میں صاحبی سے مراد دو فرشتے ہیں، جو اس کام پر مامور اور متعین ہیں لیکن یہاں اشکال یہ ہوتا ہے، کہ ترمذی شریف میں ہے کیف انعم و صاحب الصور قد التقمہ و اصفی سمعہ، حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا میں کس طرح آرام و سکون سے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والے فرشتے (حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور پھونکنے کے لیے منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔ اور اپنا کان حکم الہی کی جانب لگائے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صرف ایک ہے، نیز حضرت ابوسعید خدریؓ ہی کی ایک حدیث میں

(۱) (مظاہر حق جلد ۱: بلفظہ: ۲۰۰/۱)

ہے قال ذکر رسول اللہ ﷺ صاحب الصور فقال عن يمينه جبرئيل وعن يساره ميكائيل، تو ممکن ہے کہ باب کی حدیث مذکور میں جن دو فرشتوں کا ذکر ہے، ان سے یہی دو فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل مراد ہیں جو کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی معاونت اور نصرت کے لیے ہیں۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور پھونکنے کے آلہ کو ہر وقت منہ میں رہائے ہوئے حکم خداوندی کے انتظار میں اسی جانب ہمہ تن گوش متوجہ ہیں، اور انتظار میں کھڑے ہیں پس اللہ پاک کا امر آئے گا اور صور پھونک دیا جائے گا، ذرہ برابر بھی مہلت نہ ملے گی، ساری دنیا تہ وبالا اور زیر و زبر ہو کر رہ جائے گی، آسمان ٹوٹ پھوٹ جائے گی، پہاڑ روئی کی گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، پس انسان کو چاہئے کہ ہر وقت قیامت کے منظر کو نگاہ کے سامنے رکھے اور آخرت کی تیاری میں لگا رہے۔

(۴۴۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ بِسُوقِ الْمَدِينَةِ وَالَّذِي اضْطَقَى مُوسَى عَلَى الْبَشْرِ فَرَفَعَ وَجَلَ مِنَ الْأَنْصَارِ يَدَهُ فَلَطَمَهُ قَالَ تَقُولُ هَذَا وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذًا بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَرَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنْ اسْتَشْنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ.

ترجمہ حدیث: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے بازار میں ایک یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت عطا فرمائی (یہ سن کر) ایک انصاری شخص نے اس کو ایک طماچہ رسید کر دیا، اور فرمایا کہ تو یہ کہتا ہے جبکہ ہمارے رسول ﷺ موجود ہیں، پس یہ معاملہ رسول اکرم ﷺ سے ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ نُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۱﴾ اور صور پھونکا جائے گا تو آسمان وزمین کے سارے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے علاوہ ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ (بچانا) چاہے گا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تو یکا یک سارے لوگ کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنا سراٹھاؤں گا تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے سراٹھائیں گے یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہے، اور جو کوئی یوں کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں تو اس نے جھوٹ کہا۔  
تشریح حدیث:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا افضل اور رسول اکرم ﷺ کا مفضول ہونا لازم آرہا ہے، حالاں کہ آپ تمام انبیاء و رسل میں سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو افضل ہونا معلوم ہو رہا ہے وہ ان کی جزئی فضیلت ہے کلی نہیں، لہذا کسی فضیلت جزئی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی آخر الزمان ﷺ سے افضل اور اعلیٰ نہیں ہو گئے کیوں کہ فضیلت جزئی فضیلت کلی کو مستلزم نہیں ہے۔

قوله: ومن قال انا خير بن يونس بن متي فقد كذب۔

شارح مسلم حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے جملہ ہذا سے جو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یونس بن متی رسول اکرم ﷺ سے افضل ہیں اور آپ مفضول ہیں۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس وقت کا ہے جب کہ یہ بتایا نہیں گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء کرام میں سب سے افضل ہیں۔ جب آپ کو اس کا علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا انا سيد ولد آدم لهذا من قال انا خير بن يونس بن متي فقد كذب، محمول ہے آپ کی فضیلت کے علم ہونے سے پہلے پر لہذا کوئی اشکال نہیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد گرامی درحقیقت تنبیہ اور زجر و توبیخ پر محمول ہے کہ کوئی شخص حضرت یونس علیہ السلام کی شان مبارک میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہدے کہ ان کی شان عالی کے خلاف ہو، حضرات علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی زبان مبارک پر جو کلمہ جاری ہوا تھا، اس سے آپ کی شان نبوت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی ہے، قال العلماء هذه الاحاديث تحتل وجهين احدهما: انه ﷺ قال هذا قبل ان يعلم انه افضل من يونس، فلما علم ذلك قال انا سيد ولد آدم۔ ولم يقل هنا ان يونس افضل منه او من غيره من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم۔ والثاني: انه ﷺ قال هذا زجران يتخيل احد من الجاهلين شيئا من حط مرتبة يونس ﷺ من اجل ما جاء في القرآن العزيز من قصته۔ قال العلماء وما جرى ليونس لم يحطه من النبوة مثقال ذرة<sup>(۱)</sup>

(۳) بعض اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد گرامی تواضع اور انکساری پر محمول ہے۔

(۴۴۰۲) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمُنْبَرِ يَقُولُ يَا اخُذَ الْجَبَّارَ سَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِيهِ بِيَدِهِ وَقَبْضَ يَدِهِ لَجَعَلْ يَقْبِضُهَا وَيَسْطُهَا ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْجَبَّارُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ قَالَ وَيَسْمَاعِيلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى نَظُرْتُ إِلَى الْمُنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ أَسَاقِطُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن اللہ کی شانِ جلالت و کبریائی کا اظہار:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (قیامت کے دن) خدائے جبار اپنے آسمانوں اور اپنی زمینوں کو ہاتھ میں لے لیگا آپ نے اپنی مٹھی بند کر لی، آپ مٹھی بند کرتے اور اس کو کھولتے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں دوسرے جبار اور کہاں ہیں دوسرے متکبرین، راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ دائیں اور بائیں جانب جھکتے تھے، یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا کہ وہ نیچے کی طرف ہلتا تھا، یہاں تک کہ میں کہتا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو لے کرے گا۔

تشریح حدیث:

قولہ: يا اخذ الجبار سماواته وارضيه بيده الخ: قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لیگا، لیکن ہاتھ میں لینے سے کیا مراد ہے؟ بعض نے فرمایا شاید ان دونوں کو تبدیل کر دینا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات یا یہ ہے کہ یہ الفاظ درحقیقت باری تعالیٰ کی عظمت شان اور جلالت و کبریائی سے کنایہ ہیں، اور اس طرف اشارہ کرنے کے لیے وہ عظیم الشان کارنامے اور افعال جن کے سامنے پوری دنیا کی عقلیں حیران و ششدر ہیں اللہ رب العزت والجلال کی نظر میں بالکل حقیر اور بے وقعت ہیں نیز پورے عالم کو آن واحد میں زیر و زبر کر دینا اور آسمان و زمین کو نیست و نابود کر دینا اس کی قدرت کے آگے بالکل آسان کام ہے، اور چونکہ آسمان کو زمین کی بنسبت زیادہ شرف و عظمت اور رفعت و بلندی حاصل ہے اس لیے اس کو دائیں بائیں کے ساتھ مخصوص کیا، جو دائیں ہاتھ سے زیادہ شرف و فضیلت رکھتا ہے پس اللہ تبارک و تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں اور ساری مخلوقات کے سامنے جہاں اولین و آخرین سارے جمع ہوں گے اعلان کریں گے میں ہوں خدائے جبار میں ہوں بادشاہ حقیقی! کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ اور ملوک، کہاں ہیں دنیا کے متکبرین اور جبارین! بتاؤ: آج کی بادشاہت و سلطنت کس کی ہے؟ لمن الملك اليوم۔ کوئی جواب نہ دے گا ہر ایک زبان خاموش ہوگی تو اللہ



تعالیٰ خود ہی فرمائے گا، اللہ الواحد القہار، آج کے دن بادشاہت و سلطنت صرف خدائے واحد قہار کے لیے ہے۔  
(۴۴۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ خَالِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ الْقَاسِمِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ خُفَاءَ عَزَاةً قُلْتُ وَالنِّسَاءُ قَالَ وَالنِّسَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا يَسْتَحْيَا قَالَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَهْمُ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن مادرزاد برہنہ اٹھایا جانا اور ام المومنین کا سوال:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن لوگ کس طرح جمع کئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ننگے پاؤں اور ننگے بدن، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں بھی اس طرح (برہنہ بدن جمع ہوں گی) آپ نے فرمایا عورتیں بھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پس کس قدر شرم آئے گی؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ معاملہ تو کہیں اس سے زیادہ سخت ہوگا، ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کا موقع کہاں؟ (جو شرم آئے گی) تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں لوگ ننگے آئیں گے، لیکن ہر شخص کی عریانیت ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہوگی اور کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، کیوں کہ اس دن کا معاملہ ہی کچھ ایسا ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی، ہر ایک کو بس اپنی پڑی ہوگی، ہر طرف نامہ اعمال پھیلے ہوں گے، اور لوگ حساب و مواخذہ کے مراحل اور قیامت کی ہولناکیوں میں اس طرح گرفتار ہوں گے کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں ہوگی، کہ کون کس حال میں ہے، ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، کسی کو کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع نہ ملے گا، پس شرم و حیا کی کوئی بات ہی نہیں۔

(۴۴۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرَضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَادِيرُ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تُطَيَّرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَتَأْخُذُ بِمِصْنَبِهِ وَتَأْخُذُ بِشِمَالِهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تین بار پیشی:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ تین بار پیش کئے جائیں گے، دو مرتبہ پیشی میں تکرار اور عذرات ہوں گے، اور جب تیسری مرتبہ پیشی ہوگی، تو نامہ اعمال اڑ کر ہاتھوں میں آجائیں

ہے، کوئی دائیں ہاتھ میں لینے والا ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تمام لوگ تین مرتبہ پیش کئے جائیں گے، دو مرتبہ تو صرف بحث و تمحیص اور جرح و تعدیل اور عذر آرائی کے لیے ہوگی، یعنی جب لوگ پہلی مرتبہ پیش ہوں گے تو اس وقت وہ اپنے گناہ و معصیت اور اپنے بد عملیوں کا اقرار و اعتراف نہیں کریں گے، اور اپنے آپ کو مستوجب عذاب سے بچانے کی کوشش کریں گے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے بحث و مباحثہ کریں گے، اور کہیں گے کہ ہم تک آپ کے کسی بھی نبی نے احکام نہیں پہنچائے تھے، اور نہ ہمیں کسی نے بتایا کہ ہمارا کونسا عمل درست ہے اور کون سا عمل نادر ہے، اور جب ہدایت ہم تک پہنچی ہی نہیں اور ہمارے سامنے برائی اور بھلائی کے راستے واضح ہی نہیں ہوئے تو پھر ہمارے خلاف فرد جرم کیوں عائد ہوگا، لیکن جب اللہ مختلف دلائل اور گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت کر دے گا کہ ان تک ہدایت کا پیغام پہنچا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے پیغمبر اور رسول ان کے پاس خدا کے احکام پہنچا رہے تھے، جن کو انہوں نے یا تو قبول نہیں کیا یا ان پر صحیح طرح سے عمل نہیں کیا، تو دوسری مرتبہ کی پیشی کے وقت وہ اقبال جرم کریں گے اور اپنی بد عملیوں کا اقرار و اعتراف کریں گے، اور عذر آرائی کرنے لگے گیس مثلاً کوئی یہ کہے گا کہ میں نے تو ازراہ خطا و سہواً گناہوں کا راستہ اختیار کر لیا تھا کوئی یہ کہے گا میں جہالت و غفلت کے اندھیرے میں کھو گیا تھا، اس کی وجہ سے ہدایت کے راستے پر نہیں چل سکا تھا اور کوئی کہے گا میں نے تو تیری رحمت اور مغفرت پر تکیہ کر کے کوتاہ عمل کا شکار ہو گیا تھا، الغرض ہر شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سے عذر خواہی کرے گا۔ پھر جب تیسری مرتبہ بارگاہ الہی اور عدالت خداوندی میں پیشی ہوگی تو ان کے تمام معاملات منٹج ہو کر ان کے سامنے آجائیں گے، اور ہر ایک کے عقیدے و عمل کی چھان بین پوری ہو جائے گی، جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ جنت کی سعادت سے نوازیں جانے والے ہوں گے، ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے، اور جن کا دوزخ میں ڈالا جانا مقدر ہوگا ان کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائیں گے۔

(۴۴۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فِي رُحْبِهِ إِلَى أَنْصَافِ أَذْنِيهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن پسینہ میں مستغرق ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس دن لوگ سارے جہاں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے آپ نے فرمایا اپنے دونوں کانوں کے نصف تک پسینہ میں غرق کھڑے ہوں گے۔

## تشریح حدیث:

قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱﴾ (جس دن لوگ کھڑے ہوں گے سارے جہاں کے مالک کے روبرو) کی تفسیر میں رسول اکرم سرور دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں غرق ہوں گے، ان میں سے کچھ تو کانوں تک پسینہ میں غرق ہوں گے اور کچھ سینوں تک تو کچھ گھٹنوں تک الغرض اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں غرق اپنے رب کے سامنے حساب و کتاب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے اور نفسی نفسی کے عالم میں پریشان حال ہوں گے۔ اعاذنا اللہ (۴۳۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مُسْزُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ فَأَيُّنَ تَكُونُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ.

## ترجمہ حدیث: قیامت کے دن زمین و آسمان کی تبدیلی:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس آیت کریمہ (یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات) کے بارے دریافت کیا کہ اس دن جب زمین و آسمان کی تبدیلی واقع ہوگی تو لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا پل صراط پر۔

## تشریح حدیث: ارض و سماء کی تبدیلی سے مراد:

قیامت کے دن زمین کے تبدیل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کے اختلافی اقوال ہیں۔ جس میں ایک قول تو یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کو سفید روئی میں تبدیل کر دیا جائے گا، چٹاں چٹاں ایمان میدان حشر میں حساب و کتاب سے فارغ ہونے کے وقت تک اپنے قدموں کے نیچے سے یہی روئی توڑتور کر کھائیں گے، اس قول کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نیز آسمان کے تبدیل ہونے سے مراد یہ ہے کہ تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند و سورج کو گہن کی صورت میں بے کار کر دیا جائے گا۔

علامہ طبری فرماتے ہیں کسی بھی چیز کی تبدیلی دو صورتوں میں ہو سکتی ہے ایک تو ذات یعنی اصل چیز کی تبدیلی جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے سونے کو چاندی میں تبدیل کر لیا ہے یعنی سونا دے کر چاندی لے لیا ہے اور دوسری صورت میں صفات کی تبدیلی جیسے کوئی شخص کہے میں چھلے کو انگٹھی میں تبدیل کر لیا ہے یا چھلے کو پتنگھلا کر اس کی انگٹھی بنوا لی ہے، اس صورت میں ذات تو ایک ہی ہے البتہ اس کی حقیقت اور صورت بدل جاتی ہے، پس زمین و آسمان کو دوسری زمین اور دوسرے

آسمان میں تبدیل کئے جانے والی بات مذکورہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتی ہے کہ اصل زمین و آسمان کی تبدیلی مراد ہو یا پھر صفات کی تبدیلی بھی مراد ہو سکتی ہے لیکن سلف کے زیادہ تر اقوال ہیں کہ تبدیلی سے مراد صفات کی تبدیلی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین تو یہی رہے گی البتہ اس کی صفات میں تغیر ہو جائے گا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ زمین کو اس طرح وسیع اور کشادہ کر دیا جائے گا کہ اس میں کوئی نشیب و فراز باقی نہیں رہے گا تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ذات کی تبدیلی بالکل ناممکن ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس زمین و آسمان کی جگہ دوسرا آسمان اور دوسری زمین پیدا کر دے جیسا کہ بعض اقوال اس پر بھی دلالت کرتے ہیں، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری زمین پیدا فرمائیں گے جو سفید اور پاکیزہ ہوگی، اور اس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا، خود حدیث شریف کے ظاہری اسلوب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ تبدیلی ارض و سماء سے ذات کی تبدیلی مراد ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کا سوال کرنا اور اس پر آنحضرت ﷺ کا جواب دینا اس پر دلیل ہے۔

قولہ: علی الصراط: صراط کے اصل معنی راستہ کے ہیں، یہاں حدیث شریف میں صراط سے مراد پل صراط ہے یعنی وہ پل صراط ہے جس کے بارے میں شارح علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ وہ جہنم کی پشت پر بنا ہوا ہے، اور جو بال سے زیادہ باریک اور تلواریں سے زیادہ تیز ہے جس پر گزر کر لوگ جنت میں جائیں گے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد پل صراط کے علاوہ کوئی اور صراط ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَخْقٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَبْدِ بْنِ الْعَوَّازِ يَحْيَى أَحَدِ بَنِي لَيْثٍ قَالَ وَكَانَ فِي حَجَرٍ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْضَعُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانِي جَهَنَّمَ عَلَى حَسَكٍ كَحَسَكِ الشَّعْدَانِ ثُمَّ يَسْتَجِيزُ النَّاسُ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْذُوحٌ بِهِ ثُمَّ نَاجٍ وَمُخْتَبَسٌ بِهِ وَمَنْكُوسٌ فِيهَا.

ترجمہ حدیث: پل صراط کا جہنم پر بچھایا جانا:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پل صراط جہنم کے دونوں کناروں پر رکھا جائے گا اس پر سعدان کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے، پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع کریں گے تو بعض بالکل سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض کچھ زخم خوردہ اور خراش زدہ ہو کر اس پر سے گزریں گے پھر نجات پائیں گے۔ اور بعض اس کے ساتھ محبوس ہو جائیں گے اور بعض اوندھے منہ اس میں گریں گے۔

## تشریح حدیث:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک جس طرح عذاب قبر، حشر و نشر، اور جنت و جہنم کے وجود پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح پل صراط پر ایمان لانا بھی واجب ہے یہ وہ پل صراط ہے جو دوزخ کی پشت پر سے گزرتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور آگ سے زیادہ تیز گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اس پر سے گزارا جائے گا جو اہل جنت ہوں گے وہ اپنے ایمان و اعمال کے مراتب کے مطابق آسانی یا پریشانی کے ساتھ پل صراط سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے اور جو لوگ اہل دوزخ ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر دوزخ میں جا پڑیں گے اہل ایمان کو ان کے عمل کے مطابق نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ اس پل کے راستہ کو طے کریں گے ان میں سے بعض سوار ہو کر بعض دوڑ کر بعض گھٹنوں کے بل اور بعض سرین کے بل ریگتے ہوئے جائیں گے، پل صراط کی مسافت آخرت کے سالوں کی تین ہزار سال ہے ایک روایت میں ہے کہ دوزخ پر سات پل ہیں اور ہر پل کے درمیان ستر برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے اور ہر ایک تلوار سے زیادہ تیز ہے اس پر سے گزرنے والوں میں سے پہلا پلک جھپکنے کے برابر تیزی سے گزر جائے گا، دوسرا گروہ بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا تیسرا گروہ ہوا کی رفتار کی طرح تیزی سے گزر جائے گا اور چوتھا گروہ پرندوں کے اڑنے کے برابر تیزی کے ساتھ گزر جائے گا پانچواں گروہ گھوڑوں کی طرح تیز رفتاری سے گزر جائے گا، چھٹا گروہ دوڑتے ہوئے آدمیوں کی طرح عبور کرے گا ساتواں گروہ پیدل چلنے والوں کے مانند گزرے گا ان سب کے بعد آخر میں ایک گروہ باقی رہ جائے گا جب ان کو پل صراط سے گزرنے کو کہا جائے گا اور وہ اپنا پاؤں پل صراط پر رکھے گا تو ان کے پاؤں لرزنے لگیں گے، چناں چہ وہ گھٹنوں کے بل چلنے لگیں گے اور دوزخ کی چنگاریاں ان کے پاؤں اور پوست تک پہنچیں گی تب یہ لوگ پیٹ کے بل گھٹتے ہوئے چلیں گے یہاں تک کہ پل صراط پار کر لیں گے، پل دوزخ کی طرف نگاہ دوڑائیں گے اور کہیں گے پاک وہ ذات جس نے مجھے اس دوزخ سے پار کر دیا بے شک اس نے محض اپنے فضل و کرم سے پل صراط سے پار کر دیا آج تک اس نے ازاں تا آخر میرے سوا کسی پر فضل نہیں کیا مجھے محض اپنے فضل و کرم سے نجات دی۔

(۴۴۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا زُجُورَ إِلَّا يَدْخُلُ النَّارَ أَخَذَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مِمَّنْ شَهِدَ بَذْرًا وَالْحَدِيثِيَّةُ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللَّهُ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا قَالَ أَلَمْ تَسْمَعْ بِهِ يَقُولُ ثُمَّ تَنْجِي الدِّينَ اتَّقُوا وَانْذَرُوا الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثْنًا.

## ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے میں امید کرتا ہوں

کہ جو لوگ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی ایک بھی انشاء اللہ جہنم میں نہ جائے گا حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا (تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو، اور یہ تیرے رب کا حتمی فیصلہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کے بعد نہیں پڑھا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَ نَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثْيًا (پھر ان لوگوں کو نجات دیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے اور ہم تمام ظالموں کو اسی میں چھوڑ دیں گے۔  
تشریح حدیث:

حدیث ہذا میں شرکاء بدر اور شرکاء صلح حدیبیہ کی فضیلت اور عند اللہ مقام و مرتبہ کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی ان شاء اللہ دوزخ میں نہیں جائے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ میں جانے سے بچالیں گے، نیز اس حدیث شریف میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو جہنم پر سے گزاریں گے اور ایمان والوں کو نجات دیں گے جبکہ ظالموں کو اسی میں پڑے رہنے دیں گے۔

### (۱۵۱۰) بَابُ صِفَةِ أُمَّةٍ مُّحَمَّدٍ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت رفاعہ جہنیؓ، حضرت ابو امامہ باہلیؓ، حضرت بہز بن حکیمؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی جو حالت ہوگی اور اس کی جو کیفیت ہوگی اس کا بیان ہے۔

(۴۴۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرُدُّونَ عَلَيَّ غُرًّا مَحْجَلِينَ مِنَ الْوُضْوءِ بِسِمَاءِ أُمَّتِي لَيْسَ لِأَحَدٍ غَيْرَهَا.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان اور اعضاء وضوء کی چمک:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضوء کے سبب سے پیشانی سفید اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ اور یہ صرف میری امت کی علامت ہوگی اور کسی امت میں یہ علامت نہ ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: غُرًّا مَحْجَلِينَ: غُرًّا اصل میں انگو کی جمع ہے جس کے معنی روشن پیشانی اور چمک دار چہرے کے ہیں اور مَحْجَل اس اعلیٰ نسل کے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں ان دونوں الفاظ کے استعمال کرنے کا مقصد تَكْمِيلُ الْحَاجَةِ

در حقیقت اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو شخص پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح وضوء کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی اور اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ پاؤں ایک خاص قسم کی نورانیت سے روشن ہوں گے اور چمک رہے ہوں گے اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہوگی کسی اور نبی کی امت کے لیے یہ بات نہ ہوگی اس بارے میں اصح قول یہی ہے، والصحیح ان الغرة والتحجیل من خواص هذه الامة لا اصل الرضوء۔<sup>(۱)</sup>

(۴۴۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذَلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَلْتَمَّ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَخْمَرِ۔

ترجمہ حدیث: جنت میں مسلمانوں کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک خیمہ میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس بات سے خوش و راضی نہیں ہو کہ جنت والوں میں چوتھائی۔ تم ہو گے؟ ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) کیوں نہیں، (ہم ضرور خوش ہیں) (پھر) آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی اور خوش نہیں ہو، کہ جنت والوں میں سے ایک تہائی تم ہو گے؟ ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ) ہم خوش ہیں۔ (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں قوی امید کرتا ہوں، کہ جنت والوں میں آدھے تم لوگ ہو گے، (اور باقی آدھوں میں تمام نبیوں کی امتیں ہوں گی) اور ان سب کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں وہی روئیں جائیں گی جو مسلمان ہوں گی، اور تم لوگ مشرکوں میں سے نہیں ہو گے ایسا ایک سفید بال کا لے بیل کی کھال میں ہو، یا ایک کالا بال لال بیل کی کھال میں ہو۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اہل جنت میں سے امت محمدیہ کا جو تناسب بیان فرمایا اس کو بدرجہ ذکر فرمایا، یکبارگی ذکر نہیں کیا تا کہ حضرات صحابہ کرام کا دل مارے خوشی و مسرت کے پھٹ نہ جائے یا بدرجہ ذکر اس وجہ سے فرمایا کہ شاید امت محمدی کے لوگ کئی مراحل میں اسی تناسب کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے یعنی پہلے مرحلہ میں جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا چوتھا حصہ ہوں گے، اس کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے اس کو ملا کر جنت کی مجموعی تعداد کا تہائی حصہ ہوں گے یہاں تک کہ جب لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو پھر امت محمدیہ کے لوگ اہل

جنت کی مجموعی تعداد میں سے آدھے ہوں گے۔ یا اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پر متعدد بار وحی نازل ہوئی اور مذکورہ تناسب کو اسی تدریج کے ساتھ بتایا گیا چنانچہ جب بھی وحی نازل ہوئی اور اس میں جس تناسب کا ذکر ہوتا آپ حضرات صحابہ کرام کو بشارت دینے کے لیے اس کو بیان فرماتے بہر حال یہ احتمالات مذکورہ تناسب کو بتدریج ذکر کرنے کے سلسلہ میں ہیں۔ اور جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں گے حالاں کہ اصرار بات یہ ہے کہ جنت میں امت محمدیہ کی تعداد تہائی حصہ ہوگی چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جنت میں کل ایک سو بیس صفیں ہوگی جن میں سے اسی صفیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت پر مشتمل ہوں گی اور بقیہ چالیس صفیں بقیہ تمام امتوں کی ہوں گی پس ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی تو اس وقت آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ امت محمدی اہل جنت کی کل تعداد کا دو تہائی حصہ ہوں گی اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نصف حصہ والی بات ابتدائی مرحلہ میں جانے والوں کے تناسب کے اعتبار سے فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ وَأَقَلُّ فَيَقَالُ لَهُ هَلْ بَلَغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَنْدَعِي قَوْمُهُ فَيَقَالُ هَلْ بَلَغْتُمْ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقَالُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأَمْنَةُ فَيَنْدَعِي أُمَّةٌ مُحَمَّدٌ فَيَقَالُ هَلْ بَلَغَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ وَمَا عَلِمْتُمْ بِذَلِكَ فَيَقُولُونَ أَخْبَرْنَا بِذَلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَغُوا فَصَدَّقْنَاهُ قَالَ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرُّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا.

ترجمہ حدیث: جملہ انبیاء کرام کے حق میں امت محمدیہ کی شہادت:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایک نبی قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ان کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، اور ایک نبی آئے گا اس حال میں کہ ان کے ساتھ صرف تین آدمی ہوں گے اور کسی کے ساتھ اس سے زیادہ اور کسی کے ساتھ اس سے کم ہوں گے۔ اس نبی سے پوچھا جائے گا کیا آپ نے اللہ کا حکم اپنی قوم کو پہنچایا تھا؟ یا نہیں؟ وہ کہے گا ہاں! پھر اس کی قوم بلائی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں فلاں نبی نے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے بالکل نہیں، آخر کار اس نبی سے کہا جائے گا تیرا گواہ کون ہے وہ کہے گا (میرا گواہ) جناب رسول اکرم ﷺ اور آپ کی امت ہے چنانچہ امت محمدیہ کو بلایا جائے گا، اور اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نبی نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا تھا یا نہیں؟ وہ کہیں گے بے شک پہنچایا تھا ان سے کہا جائے یہ بات تم کو کس طرح معلوم ہوئی؟ وہ کہیں گے ہمارے نبی



ﷺ نے ہمیں اس کی خبر دی تھی کہ بے شک تمام رسولوں نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اور ہم نے ان کی باتوں کی تصدیق کی، (اس لیے ہم گواہی دے رہے ہیں کہ فلاں نبی نے آپ کا پیغام بالکل ٹھیک ٹھیک اپنی امت تک پہنچا دیا تھا) اور اس آیت کریمہ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (اور اسی طرح ہم نے بنایا تم کو امت وسط تا کہ تم لوگ لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں) سے یہی مراد ہے۔  
تشریح حدیث:

حضرت محمد ﷺ کی امت خصوصیت کے ساتھ جس نبی کی تبلیغ و رسالت کی گواہی دے گی وہ نبی حضرت نوح علیہ السلام ہوں گے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ یجاء بنوح يوم القيامة فيقال له هل بلغت؟ معلوم ہوا کہ حدیث ہذا میں جس نبی کا تذکرہ ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں، جب حضرت نوح علیہ السلام سے گواہ طلب کئے جائیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ میرے گواہ جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔ یعنی اصل گواہ تو امت محمدی کے لوگ ہیں۔ کہ حضرت نوح کے دعویٰ کی شہادت دیں گے، اور حضرت محمد ﷺ ان کے مزکی ہوں گے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اصل گواہ یعنی امت محمدیہ کے لوگوں سے پہلے مزکی یعنی آپ ﷺ کا ذکر کرنا آپ کی تعظیم و توقیر کے اظہار کے لیے ہے۔ اور ویسے یہ بھی بعید نہیں کہ خود آنحضرت ﷺ بھی حضرت نوح کی گواہی دیں گے، کیوں کہ وہ وقت اور جگہ ایسی نہیں ہے جہاں زیادہ سے زیادہ مدد و نصرت پہنچانے کی حاجت ہوگی اس لیے عین ممکن ہے کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ بھی نوح کے بارے میں گواہی دیں۔

جہاں تک آیت کریمہ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کا تعلق ہے کہ اس میں یوں فرمایا گیا ہے کہ مسلمان قیامت کے دن گزشتہ امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اور ان مسلمانوں کی گواہی ان کے پیغمبر دیں گے، تو ان گزشتہ لوگوں کے بارے میں گواہی کی مثال تو یہی ہے کہ وہ مسلمان حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں گواہی دیں گے، کہ انہوں نے اپنی امت کے لوگوں تک خدا کے احکام پہنچائے تھے، اور ان مسلمانوں کے بارے میں ان کے رسول کی طرف سے گواہی کی صورت یہ ہوگی کہ جب قیامت کے دن گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی امتیں انکار کرتے ہوئے کہیں گی کہ ہم تک کسی نبی نے کچھ نہیں پہنچایا اور نہ ہمیں خدا کے احکام بتائے، تو وہ رسول اکرم ﷺ کو اور ان کی امت کو اپنا گواہ بنائیں گے اور جب مسلمان ان کے حق میں گواہی دیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ ان کے بعد دنیا میں آئے تھے پھر تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ان نبیوں نے اپنی امت کے لوگوں کو خدا کے احکام پہنچائے تھے اور تم یہ گواہی کس بناء پر دے رہے ہو تو وہ مسلمان جواب دیں گے، کہ ہمارے نبی نے ہمیں بتایا تھا، کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی امت کو خدا کے احکام بالکل صحیح صحیح طور پر پہنچا دیا تھا اور ہم نے نبی کی تصدیق کی تھی اس لیے گواہی دے رہے ہیں اور ہم نے کتاب اللہ

کو بالکل ناطق پایا تھا اسی وجہ سے ہم گواہی دے رہے ہیں اس کے بعد ان رسولوں کی امت کے لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کی امت سے ان کے معتبر ہونے اور ان کی سچائی کے بارے میں جرح کریں گے، جب اس وقت رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے کہ یہ لوگ قابل اعتماد ہیں اور اپنی بات میں بالکل سچے ہیں پس رسول اکرم ﷺ کا اپنی امت کے حق میں گواہی دینے کا یہی مطلب ہے۔ اور اسی اعتبار سے آپ کو اپنی امت کا گواہ کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُضْعَبٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هَلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ الْجَهَنِيِّ قَالَ صَدَّرَ نَافِعٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ ثُمَّ يَسْلُكُ إِلَّا سَلَكَ بِهِ فِي الْجَنَّةِ وَأَزْجُوهُ إِلَّا يَدْخُلُوهَا حَتَّى تَبَوُّوا أَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ذُرِّيَّتِكُمْ مَسَاكِينَ فِي الْجَنَّةِ وَلَقَدْ وَعَدَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ میں ستر ہزار کا بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخلہ:

حضرت رفاعہ جہنیؓ کہتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ لوٹے، تو آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے، کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو ایمان لائے پھر مضبوطی سے قائم رہے، مگر وہ ضرور جنت میں جائے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ تم اور تمہاری اولاد میں سے جو نیک ہیں وہ جنت میں ٹھکانے نہ بنالیں۔ اور بے شک میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: ان يدخل الجنة من امتي: الخ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب و کتاب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کرے گا، بغیر حساب و کتاب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت عذاب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا، جس میں بندہ مواخذہ اور سخت دار و گیر اور پوچھ تاچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ جنت میں جائیں گے، جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ستر ہزار لوگ تو حساب و عذاب کے مرحلہ سے گزرے بغیر جنت میں داخل ہوں گے، لیکن ان میں بھی ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تین چلو بھر کر اور لوگوں کو ان کے ساتھ کر دے گا، اب رہا یہ سوال کہ ستر ہزار سے کیا

مراد ہے؟ تو ممکن ہے کہ خاص عدد ہی مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ستر ہزار سے مراد تحدید نہیں ہے بلکہ تقصیر بیان کرنا مقصود ہو، نیز تین چلو کے الفاظ بھی کثرت مبالغہ پر محمول ہیں اور کثرت سے کنایہ ہے، پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے بے شمار لوگوں کو حساب و کتاب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہم اجعلنا منهم: آمین۔

(۴۴۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْجَاهِلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي سُبْحَانَهُ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلَاثَ خِتَابٍ مِنْ خِتَابِ رَبِّي غَزَّوْ جَلَّ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد:

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔ اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے، اور مزید میرے پروردگار کے چلو میں سے تین چلو بھر کر لوگ جنت میں جائیں گے۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك

(۴۴۱۴) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ النَّحَّاسِ الرَّفِيعِيُّ وَأَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِيقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا جَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ ابْنِ شُبُؤَيْبٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِينَ أُمَّةً نَحْنُ آخِرُهَا وَنَحِيزُهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہم ستر امتیں پوری کریں گے اور ہم ان میں سب سے آخری ہوں گے اور سب سے بہتر ہوں گے۔

تشریح حدیث:

ترمذی شریف کی روایت میں الفاظ حدیث یوں ہے، انکم تسمون سبعین، بعض روایت قوافون يوم القيامة سبعين امة بعض میں وانتم وفاء سبعين امة بعض میں توفي سبعين امة اور بعض روایت میں انکم وفيتم سبعين امة کے الفاظ منقول ہیں، الفاظ حدیث جو بھی ہوں تمام کا مفہوم ایک ہے، کہ تمہارے ذریعہ امتوں کی تعداد ستر پوری ہوگی۔ صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں ای یتم العدد بکم سبعین علامہ مناوی اور شارح مشکوٰۃ علامہ طبری فرماتے ہیں، کہ

یہاں ستر سے نکثیر مراد ہے تحدید نہیں، اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تم سب سے آخری امت ہو، اور سب سے افضل امت ہو، جب کوئی امت کم ہو جائے گی تو تم بہترین اور افضل ترین امت ہو اس کی کمی اور نقص کو دور کر دو گے، پس جس طرح ہمارے رسول خاتم الانبیاء والرسول ہیں، اسی طرح یہ امت بھی خاتم الامم ہیں، یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ آیت کریمہ کنتم خیر امتیں جو امت کا لفظ ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت ہے۔

(۴۳۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ خَدَّاشٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ غُلَيْثَةَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكُمْ وَفِيْكُمْ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ.

ترجمہ حدیث: آپ کی امت افضل ترین امت ہے:

حضرت بہز بن حکیمؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم نے ستر امتوں کو پورا کیا (یعنی ستر ہویں امت تم ہو) اور تم سب ان میں بہترین امت ہو، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور باعزت امت ہو۔

تشریح حدیث: قدم شرح الحديث قبل ذلك:

(۴۳۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَرْزَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُونَ وَمِائَةٌ صَفٍّ ثَمَانُونَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُونَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ.

ترجمہ حدیث: اہل جنت کی صفوں کی تعداد:

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کی صفوں کی تعداد کل ایک سو بیس ہوگی، اسی صفیں تو اس امت (محمدیہ ﷺ) کی ہوگی، اور چالیس صفوں میں باقی ساری امت کے لوگ ہوں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امت محمدی کے جنتیوں کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں دو تہائی زیادہ ہوگی، لیکن ماقبل میں روایت آپؐ کی ہے، کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی تعداد کا نصف حصہ ہو گے، ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں بظاہر کوئی تعارض و تضاد نہیں ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ پہلے رسول اکرم

ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہی امید قائم کی ہو، آپ کی امت کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے آنحضرت ﷺ کی امید کو اور بڑھا دیا اور اہل جنت میں مجموعی تعداد کے اعتبار سے آپ کی امت کو دو تہائی کرنے کی بشارت عطا فرمائی۔ اور اضافہ اور زیادتی رب کریم کا خاص فضل و کرم کا آئینہ دار ہے، جو صرف آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت مرحومہ کا نصیب ہے۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری امتوں کے چالیس صفوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کی اسی صفیں اس طرح ہوں گی کہ وہ صفوں کے اعتبار سے تو زیادہ ہوں گے مگر اشخاص کی تعداد کے اعتبار سے چالیس صفوں ہی کے برابر ہوں گی گویا اہل جنت میں جتنے لوگ دوسری امتوں کی چالیس صفوں میں ہوں گے اتنے ہی لوگ امت محمدیہ کی اسی صفوں میں ہوں گے لیکن یہ احتمال بس احتمال ہی ہے پہلا قول زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

(۴۴۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَدَرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ يُقَالُ أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأَوْتِيَةُ وَنَبِيِّهَا فَتَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ.

ترجمہ حدیث: ہم آخری امت ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اگرچہ) ہم آخری امت ہیں لیکن سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، اور پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں، کہاں ہے ای امت اور اس کے نبی؟ تو ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری امت ہیں اور جنت میں داخل ہونے اور حساب و کتاب کے اعتبار سے سب سے اول امت ہیں۔

تشریح حدیث:

مطلب ترجمہ ہی سے بالکل عیاں ہے اور عیاں راجحہ بیاں ہے۔

(۴۴۱۸) حَدَّثَنَا جَبَّارَةُ بْنُ الْمُغَلِّس حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ أَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ أَبِي بَزْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَدْنَى الْأُمَّةِ مُحَمَّدٍ فِي السُّجُودِ فَيَسْجُدُونَ لَهُ طَوِيلًا لَمْ يَقَالَ ازْفَعُوا زُؤُسَكُمْ قَدْ جَعَلْنَا عِدَّتَكُمْ فِدَاكُمْ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ کو سجدہ کی اجازت:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع کرے گا، تو امت محمدیہ ﷺ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا، چنانچہ دیر تک وہ سجدے میں رہیں گے، پھر کہا جائے گا کہ

تم اپنے سروں کو اٹھاؤ، ہم نے تمہاری شمار کے مطابق تمہارے فدیے جہنم سے رہا کر دیئے۔  
تشریح حدیث:

قوله: قد جعلنا عدتكم: اسی مقدار عدتكم هذه اليهود والنصارى والمشركون: علامہ ناصر الدین البانی سے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں اس حدیث کو ضعیف جدا قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ليس المراد الهم يدخلون بمجرد انهم فداء هذه الامة بل الهم يدخلونها لاستحقاقهم لذلك، ويكتفى بدخولهم عن دخول الامة فصاروا فداء۔ واللہ اعلم۔ (۱)

(۳۴۱۹) حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سَلِيمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ مَرْحُومَةٌ عَذَابُهَا بِأَيْدِيهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دُفِعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيُقَالُ هَذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امت امت مرحومہ ہے، ان پر عذاب ان کے ہاتھوں سے ہوگا، (بائیں طور کہ ایک دوسرے کی گردن مارے گی) اور جب قیامت کا دن ہوگا، تو ہر ایک مسلمان کے حوالے ایک مشرک کیا جائے گا، اور یوں کہا جائے گا، یہ جہنم سے تیرے لیے فدیہ ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فداءه من النار: اسی اللہ تعالیٰ يعطى منزلتك في النار اياه، ويعطى منزلته في الجنة اياك وقد جاء ان لكل واحد من بني آدم منزلتين۔

### (۱۵۱۱) بَابُ مَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں اللہ رب العزت والجلال کی اس رحمت و مغفرت اور فضل و کرم اور جود و عطا کا بیان ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کریں گے، اور اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم و مہربان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔

(۳۴۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أُنْبَأَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي

هَزِيرَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ جَمِيعِ الْخَلَائِقِ  
فِيهَا يَتَزَاخَمُونَ وَبِهَا يَتَغَاطِفُونَ وَبِهَا تَغْطِفُ الْوُحُشُ عَلَى أَوْلَادِهَا وَأَخْرَجَتْ سَعَةً وَتَسْعِينَ رَحْمَةً  
يُزَحِّمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

### ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت کی وسعت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی سورتیں ہیں۔ ان میں صرف ایک رحمت تمام مخلوقات کے درمیان تقسیم کی ہے، اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے سے محبت و پیار کرتی ہیں اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے ماں اپنی اولاد سے پیار کرتی ہے اور باقی دنیا وے رحمت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے لیے روک رکھی ہے۔ جس کے ذریعہ سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کریں گے۔

### تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت و مہربانی کے سو درجہ پیدا کئے ہیں ان میں سے ایک درجہ رحمت تو زمین میں اتار دیا، اور اس کو اپنی تمام مخلوقات انسان، جنات، حیوانات، چرند پرند اور دیگر مخلوقات میں تقسیم کر دی، اسی ایک رحمت و مہربانی کا نتیجہ ہے کہ جانور اپنے بچوں سے محبت و الفت اور پیار کرتے ہیں، اور تمام مخلوقات ایک دوسرے سے پیار و محبت کرتی ہے۔ اور اسی ایک رحمت کا نتیجہ ہے کہ ماں اپنی اولاد سے پیار کرتی ہے، باقی رحمت و مہربانی کے نیا نوے درجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، جب قیامت قائم ہوگی مخلوق خدا کرب و الم اور اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسی نیا نوے رحمت کے ذریعہ بلکہ ایک رحمت جو بندوں اور مخلوقات کے درمیان تقسیم کیا اس کو بھی شامل کر کے اپنے بندوں پر رحم کریں گے۔

(۳۳۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَجَعَلَ فِي الْأَرْضِ مِنْهَا رَحْمَةً فِيهَا تَغْطِفُ الْوِلْدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالتَّيَّاسُ عَلَى بَعْضِ الطَّيْرِ وَأَخْرَجَتْ سَعَةً وَتَسْعِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا اللَّهُ بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ.

### ترجمہ حدیث: دریائے رحمت ربانی کی وسعت:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں زمینوں کو پیدا کیا اسی دن سو رحمت پیدا فرمائی۔ پھر ان میں سے ایک رحمت زمین میں کر دیا، پس اسی ایک رحمت کی وجہ سے والدہ

اپنے بچہ پر رحم و کرم کرتی ہے، اور جانور ایک دوسرے سے اور پرندے آپس میں میل ملاپ رکھتے ہیں۔ اور نیا نوے رحمت قیامت کے دن کے لیے چھوڑ رکھی ہے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اس ایک رحمت کو بھی اللہ تعالیٰ مکمل کر لے گا۔ (اور پوری سو کے سو رحمت کے ذریعہ اپنے بندوں پر رحم و کرم کر کے ان پر مہربان ہوگا)

**تشریح حدیث:** حدیث شریف کی تشریح توضیح ماقبل میں آچکی ہے۔

(۴۳۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَالِدٍ الْأَخْمَرِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ بَيْنَهُ عَلَى نَفْسِهِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي.

**ترجمہ حدیث:** رحمت خداوندی اس کے غضب پر غالب ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے دست مبارک سے اپنے نفس پر لکھا ان رحمة الله تغلب غضبي، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

**تشریح حدیث:**

بخاری مسلم کی روایت میں ہے ان رحمتی سبقت غضبی۔ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، رحمت خداوندی کے سبقت اور اس کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کی بخشش و کرم اور اس کی نعمتوں کی نشانیاں اور اس کے مظاہر غالب ہیں کہ وہ تمام مخلوقات کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اس کی نعمتیں بے کراں اور بے انتہا ہیں، اس کے مقابلہ میں اس کے غیظ و غضب کی نشانیاں اور اس کے مظاہر بے کم ہیں، جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَان تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا اِذَا تَمَّ اللَّهُ كِي نِعْمَتِي شَارِكُنَا مَا لَا يَحِيطُ بِهَا وَتُحْصَى عَذَابِي اَصِيبُ بِهِ مَنْ اَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسْعَتْ كُلَّ شَيْءٍ عَذَابٌ فِي تَوْحِيدِ جَسَدِ مَا يَحِيطُ بِهَا اَسَءُ كَرْتَا كَرْتَا هُوَ، مگر میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ اور اس کی نعمتوں کا سلسلہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس سے باہر نہیں ہے، اور اس دنیاوی زندگی کا ایک ایک لمحہ کسی نہ کسی شکل میں رحمت خداوندی ہی کی دی ہوئی منت ہے، لیکن اس کے مقابلے میں بندوں کی طرف سے خدا سے رحیم و کریم کی نعمتوں کے شکر کی ادائیگی میں جتنا کوتاہی اور قصور ہوتا ہے، اس کی بھی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ يُوَاخِلُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا عَلَى ظُهُورِهِمْ مِنْ دَابَّةٍ اِذَا تَمَّ اللَّهُ تَعَالَى ان كَلَمَ كَلَمَ سَبَبُ ان سے مواخذہ کرنے لگے تو اس کے نتیجے میں ایک بھی چاند اور روئے زمین پر نہ چھوڑے۔

چنانچہ یہ بھی حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی کا مظہر ہے، کہ بندے کی تمام کوتاہیوں اور خطاؤں کے باوجود اس



دنیا میں ان کو باقی رکھتا ہے، ان کو روزی دیتا ہے ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے، اور اس دنیا میں ان کو عذاب و مواخذہ میں مبتلا نہیں کرتا ہے، یہ تو اس دنیا کا معاملہ ہے کہ یہاں حق تعالیٰ کی رحمت کا ظہور کس کس طرح اور کن کن صورتوں میں سامنے آتا ہے، لیکن آخرت میں رحمت کا ظہور تو اس دنیا کے ظہور سے کہیں زیادہ ہوگا۔ (۱)

(۴۴۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقَّ الْعِبَادُ عَلَى اللَّهِ قُلْتُ اللَّهُ زَمَرُ لَهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادُ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ پر بندے کا حق:

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس سے رسول اکرم ﷺ گزرے تو فرمایا اے معاذ! کیا تو جانتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندے پر کیا ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں، اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جب وہ یہ کام کریں تو ان کو عذاب نہ دے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیا اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی بھیجی ہوئی رسالت پر ایمان لے آیا، اور اس کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا اور شریک کا ارتکاب نہیں کیا، تو اس پر آتش دوزخ بالکل حرام ہو جائے گی، اگرچہ وہ کتنا ہی زیادہ بد عمل اور بدکار اور بد چلن ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور کفار کی طرح اس پر ہمیشہ کئے لیے عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا، اور نہ وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہے گا، بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل کر دیا جائے گا واللہ اعلم۔

(۴۴۲۴) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَغْيَيْنَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَحْيَى الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غُرَوَاتِهِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنْ الْقَوْمُ فَقَالُوا الْخَنَازِئِرُ الْمُسْلِمُونَ وَامْرَأَةٌ تَخْصِبُ ثَنُورَهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَفَعَ وَهَجُ الثَّنُورِ تَنَحَّتْ بِهِ فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ

نَعَمْ قَالَتْ يَا أَبَى الْأَيْسِ اللَّهُ بِأَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ قَالَ بَلَى قَالَتْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَرْحَمَ بِعِبَادِهِ مِنَ  
الْأُمِّ بَوْلَدِهَا قَالَ بَلَى قَالَتْ فَإِنَّ الْأُمَّ لَا تُلْقِي وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَأَكْتُبْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِكَفِّي ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْذِبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِي يَتَمَرَّدُ عَلَى اللَّهِ  
وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم دل ماں سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں تھے، اور آپ کا گزر ایک  
قوم کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم لوگ مسلمان ہیں، اور ایک عورت آگ سے  
اپنا تنور روشن کر رہی تھی، اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا، جب تنور سے دھواں نکلا تو اس نے بچہ کو تنور سے پچھے ہٹا دیا، پھر وہ  
نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی، اور دریافت کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس نے عرض کیا  
میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کا رحم تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ نہیں ہے؟  
آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ضرور ہے، اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ رحیم  
و شفیع نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں (ضرور ہے) اس عورت نے عرض کیا (یا رسول اللہ! بچہ خواہ کتنا ہی شرارتی اور  
نافرمان ہو) ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ سر جھکا کے روتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر  
مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی عذاب نہ دے گا، مگر جو سرکش ہوں اور اللہ کو ایک  
ماننے سے منکر ہوں، اور لا الہ الا اللہ کا منکر ہو، (حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے)

(۴۴۲۵) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ  
سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا  
شَقِيٌّ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلَّهِ بِطَاعَةً وَلَمْ يَتَزَكَّ لَهُ مَغْصِيَةٌ.

ترجمہ حدیث: بد بخت کے علاوہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شقی کے علاوہ کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا، حضرات  
صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ شقی سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا بندہ جو کبھی بھی اللہ کی بندگی نہ کی ہو اور  
کبھی کوئی نیکی کا کام نہ کیا ہو، اور نہ کبھی کوئی گناہ کے ارتکاب کو چھوڑا ہو۔

## تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف کہ شقی کے علاوہ کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا، درحقیقت قرآن کریم کی اس آیت کریمہ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا فِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿۱﴾ خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿۲﴾ (لیکن جو بد بخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے، وہاں جھنجھیں گے چلائیں گے، وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں، جب تک آسمان و زمین برقرار ہے، سوائے اس وقت کے جب تمہارا رب چاہے، یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے) کی تفسیر ہے، اور شقی سے مراد منکر توحید باری تعالیٰ ہے، جو کبھی بھی توحید باری کا صدق دل سے اقرار نہ کیا ہو، اور نہ کبھی خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کی ہو، بلکہ اس کی زندگی ہمیشہ گناہ اور معصیت اور باری تعالیٰ کی توحید کے انکار میں گزری ہو۔

(۴۳۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سَهِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخُو حَزْمِ الْقُطَيْبِيِّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَائِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ أَوْ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَهْلُ أَنْ أَتَّقَىٰ فَلَا يَجْعَلْ مَعِيَ إِلَهًا آخَرَ فَمَنْ أَتَّقَىٰ أَنْ يَجْعَلَ مَعِيَ إِلَهًا آخَرَ فَأَنَا أَهْلُ أَنْ أَعْفُو لَهُ.

(۴۳۲۷) قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا سَهِيلُ بْنُ أَبِي حَزْمٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلُ أَنْ أَتَّقَىٰ فَلَا يَشْرِكْ بِي غَيْرِي وَأَنَا أَهْلُ لِمَنْ أَتَّقَىٰ أَنْ يَشْرِكْ بِي أَنْ أَعْفُو لَهُ.

## ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ غیر مشرک کی مغفرت کر دے گا:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ ہو اهل التقوى واهل المغفرة کی قراءت کی یا تلاوت فرمائی، (اوسے شک راوی کا بیان ہے) پھر آپؐ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ اس بات سے بچوں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرو، لہذا میرے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ، پس جو شخص میرے ساتھ دوسرا معبود بنانے سے بچا، تو میں اس کا اہل ہوں کہ اس کی مغفرت کر دوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا قول ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ اس بات سے بچوں کہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی کو شریک کیا جائے، اور میں اس کا لائق ہوں کہ جو میرے ساتھ شرک کرنے سے احتراز کرے میں اس کی مغفرت کر دوں۔

## تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو ذات و صفات میں شریک نہیں کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت فرمادے گا، اہل التقویٰ و اہل المغفرۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور ایسی ذات معاف کرنے اور مغفرت کرنے کے اختیارات رکھتی ہے، اس لیے وہی اس بات کا مستحق ہے، کہ اس کی اطاعت کی جائے، اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے، تاکہ انسان اس کی رحمت و مغفرت کا سزاوار قرار پائے۔

(۴۴۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُبَلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَاحِبُ بَرَّاءُ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُئُوسِ الْخَلَائِقِ فَيُنْشَرُ لَهُ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ سَجَلًا كُلُّ سَجَلٍ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ تُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَظْلَمْتُكَ كَتَبْتَنِي الْخَافِظُونَ ثُمَّ يَقُولُ أَلَيْكَ عَنْ ذَلِكَ حَسَنَةٌ فَيَهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَادُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّجَلَاتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ فَتَوْضَعُ السَّجَلَاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتْ السَّجَلَاتُ وَثَقُلَتْ الْبِطَاقَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْبِطَاقَةُ الرُّقْعَةُ وَأَهْلُ مِصْرَ يَقُولُونَ لِلرُّقْعَةِ بِطَاقَةٌ.

ترجمہ حدیث: صرف کلمہ شہادت کا وزن تمام گناہوں پر بھاری ہونے کی وجہ سے مغفرت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا اور اس کے سامنے اعمال نامہ کے ننانوے دفاتر رکھ دئے جائیں گے اور ہر دفتر تاحذ نگاہ ہوگا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی اعمال کا منکر ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا؟ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی نیکی بھی ہے؟ وہ شخص ڈرے گا اور کہے گا نہیں، تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں تیری بہت سی نیکیاں ہمارے پاس موجود ہیں؟ اور آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی، پھر ایک رقعہ نکالا جائے گا، جس میں اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ لکھا ہوگا، وہ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار ان نامہ اعمال کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہوگی، اور یہ میرے کیا کام آئے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے شک آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا، چنانچہ نامہ اعمال کے تمام دفاتر ایک پلڑے میں، اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، وہ سب نامہ اعمال کے دفاتر اٹھ جائیں

گئے، اور کاغذ (جس پر کلمہ توحید ہوگا) کا پلڑا جھک جائے گا۔ حدیث کے راوی محمد بن یحییٰ کہتے ہیں، البطاقة: جو حدیث شریف میں آیا ہے، اس کے معنی رقعہ کے ہیں، مصدر اے رقعہ کے لیے بطاقة کا لفظ بولتے ہیں۔  
تشریح حدیث:

حدیث ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صدق دل سے ایک مرتبہ بھی کلمہ شہادت پڑھ لے گا تو ضرور اس کی نجات ہوگی، اور یہ کلمہ شہادت کا وزن میزان عمل میں تمام چیزوں اور تمام اعمال سے بھاری ہوگا، اس کے وزن کے برابر کوئی چیز نہ ہوگی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ کوئی خاص وظیفہ بتا دیا جائے، جس کو پڑھ کر میں آپ کا قرب حاصل کروں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا جا اور میرا قرب حاصل کرتا جا، حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ! یہ تو سبھی لوگ پڑھتے ہیں، میں نے تو کوئی خاص وظیفہ مانگا تھا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو نے اس کلمہ کو ہلکا سمجھنا، سنو! قسم ہے میری کبریائی اور جلالت شان کی، اگر ساتوں آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے، چاند سورج عرش اور کرسی اور لوح و قلم سب ایک پلڑا میں رکھ دیا جائے اور اس کلمہ کو ایک پلڑا میں رکھ دیا جائے، تو بالیقین لا الہ الا اللہ کا پلڑا جھک جائے گا، معلوم ہوا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا وزن میزان عمل میں تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۵۱۲) بَابُ ذِكْرِ الْخَوْضِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوسلام حبشیؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں اس حوض کا بیان ہے جو قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو عطا فرمائے گا۔  
حوض کے معنی:

لغت میں حوض کے معنی پانی جمع ہونا، اور بہنا، اسی لیے جو گندہ خون عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے، حیض کہلاتا ہے، اور یہ لفظ بھی حوض ہی سے مشتق ہے، یہاں حوض سے وہ حوض مراد ہے، جو قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ کے لیے مخصوص ہوگا، جس کی صفات و خصوصیات اس باب میں منقول ہونے والی احادیث سے معلوم ہوگی، امام قرطبی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے لیے دو حوض ہوں گے، ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا، اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا، اور دونوں کا نام کوثر ہوگا، عربی زبان میں کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں، یعنی بے شمار بھلائیاں اور نعمتیں، پھر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ میدان محشر میں حوض عطا ہوگا، وہ میزان کے مرحلہ سے پہلے ہوگا، پس لوگ اپنی اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے، اور پہلے حوض کوثر پر آئیں گے اس کے بعد میزان یعنی نامہ اعمال کے تولے جانے کا مرحلہ پیش آئے گا، اسی

طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کے لیے الگ الگ حوض ہوگا، جس پر اس کی امت آئے گی، چناں چہ اس وقت تمام پیغمبر فخر اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر لوگ زیادہ پینے کے لیے آتے ہیں، ہمارے رسول جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر پانی پینے کے لیے آنے والے لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ کیوں کہ آپ کی امت کی تعداد اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوں گی، اس لیے حوض پر آنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوگی۔

(۴۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا غَطِيَّةٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِي حَوْصًا مَا بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ أَبْيَضُ مِثْلَ اللَّبَنِ آيَتُهُ عَذْدُ النُّجُومِ وَإِنِّي لَأَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: حوض کوثر کی خصوصیات و صفات:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا ایک حوض (کوثر) ہے، اس کا فاصلہ بیت المقدس سے لے کر کعبہ تک ہے، (اس کا پانی) دودھ کی طرح سفید ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے بقدر ہے، اور میں قیامت کے دن دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ ہوں تا بعد ازاں کے اعتبار سے، (یعنی میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء کے حوض پر آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ ہوگی)

تشریح حدیث:

ما بین الکعبۃ و بین المقدس: یعنی اس حوض کی لمبائی چوڑائی اتنا زیادہ ہے جتنا بیت المقدس اور کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے، بعض روایت میں یوں آیا ہے، کہ حوضی مسیرۃ شہر: میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دراز ہے، دونوں کا مقصد اس کا بہت بڑا ہونا بیان کرنا ہے، یعنی حوض کوثر بہت زیادہ بڑا ہے، اس حدیث میں حوض کوثر کی خصوصیات و صفات کو بیان کیا گیا ہے، حوض کوثر چوڑائی میں مربع ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ تیز خوشبودار ہے، اور اس کے آب خور اپنی چمک دمک اور کثرت میں آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، جو شخص اس سے ایک مرتبہ پی لے گا پھر کبھی بھی دوبارہ اس کو پیاس نہ لگے گی، اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں کسی شراب کا پینا پیاس کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ حصول لذت کے لیے ہوگا، جس طرح جنت میں کسی چیز کا کھانا بھوک کی وجہ سے نہیں ہوگا، بلکہ الزامہ نعم ہوگا، کیوں کہ جنت تو وہ جگہ ہے جہاں نہ بھوک لگے گی نہ پیاس، اور قرآن کریم سے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا گیا ہے، و ان لک ان لا تجوع و لا تعری و لا تظمنوا فیہا و لا تضجی۔ یعنی جنت میں آرام ہی آرام ہوگا، بھوک و پیاس کا احساس وہاں قطعاً نہ ہوگا، اور نہ دھوپ و تپن کا کوئی خطرہ۔

(۴۴۳۰) حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رَبِيعٍ عَنْ  
حَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَوْضِي لَا بَعْدَ مِنْ أَيْلَةٍ إِلَى عَدَنَ وَالَّذِي نَفْسِي  
بِيَدِهِ لَا يَنْتَه أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُومِ وَلَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ  
إِنِّي لَا ذُو دُعَاةَ الرِّجَالِ كَمَا يَذُودُ الرِّجُلَ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ خَوْضِهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا قَالَ  
نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرَامًا حَبَلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ.

### ترجمہ حدیث: حوض کوثر کی فضیلت:

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے حوض کی دوری مقام ایلہ سے مقام عدن  
تک ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ  
ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے  
کچھ لوگوں کو میں حوض سے اس طرح دھکا دے کر دور کروں گا جیسے آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے، کہا گیا یا  
رسول اللہ! کیا آپ ہمیں پہنچائیں گے، آپ نے فرمایا، ہاں، تم لوگ میرے پاس روشن پیشانی اور وضو کی وجہ سے چمکدار  
اعضاء کے ساتھ آؤ گے، (تمہارے ہاتھ پاؤں چمکدار ہوں گے) تمہارے لیے اور کسی امت کے لیے یہ نہیں ہوگا  
تشریح حدیث: حدیث شریف کی شرح و مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۴۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الدَّمَشَقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَهَاجِرٍ حَدَّثَنِي  
الْعَبَّاسُ بْنُ سَالِمٍ الدَّمَشَقِيُّ لَيْسَتْ عَنْ أَبِي سَلَامٍ الْحَبَشِيِّ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَأَتَيْتُهُ  
عَلَى بَرِيدٍ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَيْهِ قَالَ لَقَدْ شَفَقْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا سَلَامٍ فِي مَرْكَبِكَ قَالَ أَجَلٌ وَاللَّهِ يَا أَمِيرُ  
الْمُؤْمِنِينَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ الْمَشَقَّةَ عَلَيْكَ وَلَكِنْ حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنْ ثَوْبَانَ  
مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَوْضِ فَأَخْبَيْتُ أَنْ تُشَافِهَنِي بِهِ قَالَ فَقُلْتُ حَدَّثَنِي  
ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَوْضِي مَا  
بَيْنَ عَدَنَ إِلَى أَيْلَةٍ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ  
مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا وَأَوَّلُ مَنْ يَرُدُّهُ عَلَيَّ فَقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ الدُّنُسِ ثِيَابًا وَالشُّعْثُ رُؤُسًا  
الَّذِينَ لَا يَنْكَحُونَ الْمُتَنَعَّمَاتِ وَلَا تَفْتَحُ لَهُمُ السُّدُ قَالَ فَبَكَى عُمَرُ حَتَّى اخْضَلَّتْ لِحْيَتُهُ ثُمَّ قَالَ  
لِكُنِّي قَدْ نَكَحْتُ الْمُتَنَعَّمَاتِ وَفَتَحْتُ لِي السُّدَّ لَا جَزَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي عَلَى جَسَدِي

حَتَّى يَتَبَخَّرَ وَلَا أَذْهَنَ رَأْسِي حَتَّى يَشَعَثَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسلام حبشیؓ کہتے ہیں کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے پاس آنے کا پیغام بھیجا۔ میں نے چوکی پر تازہ دم گھوڑا لے کر ان کے پاس پہنچا۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کہا اے ابوسلام ہم نے تجھ کو تکلیف دی ہے، حضرت ابوسلام نے کہا جی ہاں خدا کی قسم اے امیر المؤمنین (حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھ کو تکلیف دینے کا مقصد میرا صرف یہ ہے مجھے ایک حدیث کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس کو حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ سے حوض کوثر کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں، تو میں نے چاہا کہ اس حدیث کو میں آپ سے براہ راست سن لوں۔ حضرت ابوسلام کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ نے بیان کیا ہے، کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے حوض کی مسافت مقام عدن سے لے کر ایلہ تک ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح ان گنت ہے، جو شخص اس سے ایک گھونٹ بھی پی لے گا، اسے پھر کبھی بھی پیاس نہ لگے گی، اور سب سے پہلے میرے پاس حوض پر فقراء، مہاجرین، میلے کھیلے، کپڑوں والے جو پراگندہ بالوں والے ہیں جو عمدہ عورتوں سے نکاح بھی نہیں کر سکتے اور ان کے لیے دروازے بھی نہیں کھولیں جاتے ہیں آئیں گے، حضرت ابوسلام کا بیان ہے، کہ (یہ سن کر) حضرت عمر بن عبدالعزیز رو پڑے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ریش مبارک تر ہو گئی، پھر فرمایا لیکن میں نے تو عمدہ عورتوں سے نکاح کیا اور میرے لیے دروازے بھی کھولے گئے ہیں، (لیکن اب میں اس طرح زندگی گزاروں گا) کہ میرے جسم پر جو کپڑے ہیں، ان کو اس وقت تک نہ دھوؤں گا جب تک میلے نہ ہو جائیں، اور نہ میں اپنے سر میں (اب) تیل لگاؤں گا تاکہ بال پراگندہ ہو جائیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: اتیتہ علی برید: البرید: دواب توقف علی منازل مرتبہ ویرکب علیہ الرسول وغیرہ واحدا بعد واحد و ذالک لاسراع السیر برید اس تازہ دم جانور کو کہا جاتا ہے جو منزلوں میں قاصدوں وغیرہ کو سوار کرانے کے لیے روک رکھا جاتا ہے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ تیز چلے۔ ہوتا یہ تھا کہ ایک قاصد سامان لے کر ایک مخصوص جگہ ڈاک خانہ گیا وہاں تازہ دم گھوڑے پہلے سے بندھے ہوئے تھے، اب یہاں سے جس گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور جو گھوڑا پہلے سے وہاں موجود ہے اور تازہ دم ہے، اس کو لے لیا، اسی طرح اگلی منزل میں بھی ہوتا تھا، اور تازہ دم گھوڑے لینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تیزی کے ساتھ منزل رسائی ہو جائے۔



قوله: اکاویب: جمع اکواب: جمع کوب۔ آب خورے پیالے، اکاویب اکواب کی جمع ہے اور اکواب کوب کی جمع ہے۔

قوله: ولا یفتح لهم السدر بضم السين وفتح الدال مدة کی جمع ہے ای لا یفتح لهم الابواب  
قوله: حتی اخضلت: بتشديد اللام بمعنى ابتلت۔

حضرت ابوسلام حبشیؒ نے جب حدیث سنائی اور یہ بیان فرمایا کہ مومن کوثر پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین اور وہ مسلمان جائیں گے جو اس دنیا میں لوگوں کی نظر میں بے حیثیت اور بے وقعت تھے، کوئی خوبصورت حسب و نسب والی عورت اس سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی تھی ان کے کپڑے پھٹے پرانے اس طرح ہوتے تھے کہ دنیا میں کوئی اپنے پاس بیٹھنا گوارہ نہ کرتا تھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز اشکبار ہو گئے اور آنسوؤں کے سیلے رواں نے آپ کے ریش مبارک کو تر کر دیا اور آپ نے آئندہ زندگی کے لیے عزم مصمم کر لیا میرے جسم پر جو کپڑے ہیں ان کو بھی نہ دھوؤں گا تا کہ وہ میلے کچیلے ہو جائیں اور نہ کبھی سر میں تیل مالش کروں گا، تا کہ بال پراگندہ ہو جائے اور کم از کم جو زندگی کے ایام باقی رہ گئے ہیں اور اس جسد خاکی میں جو سانس کی آمد و رفت باقی رہ گئی ہے، وہ تو اس حدیث رسول کے مطابق گزر جائے۔ یہ درحقیقت حضرت خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ، خوف، خشیت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بات تھی جو اس طرح فرما رہے ہیں ورنہ تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت میں گزری جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے واقعات تاریخ کی کتابیں بھرنی پڑی ہیں۔ اور ان کے خلوص و للہیت اور تقویٰ و طہارت پر واضح طور پر دال ہے۔

(۴۴۳۲) حَدَّثَنَا نَضْرَبْنُ عَلِيَّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ أَوْ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَغَمَّانَ۔

ترجمہ حدیث: حوض کوثر کی بڑائی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور مدینہ منورہ کے درمیان یا فرمایا جتنا مدینہ منورہ اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے۔  
تشریح حدیث:

اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حوض کوثر بہت بڑا ہے اسی بڑائی کو بیان کرنے کے لیے آپ ﷺ نے یہ پیرایہ بیان اختیار فرمایا، مقصود حقیقت میں صنعاء اور مدینہ یا مدینہ اور عمان کے درمیان فاصلہ کو بیان کرنا نہیں ہے۔  
(۴۴۳۳) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَزُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ يَرَى فِيهِ أَبَارِيقَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نَجُومِ السَّمَاءِ۔

## ترجمہ حدیث: حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے آب خورے:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے برتن کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح ہے۔

## تشریح حدیث:

سونے اور چاندی کے برتن کا استعمال دنیا میں تو حرام ہے، البتہ آخرت میں جائز ہے، اور حوض کوثر پر پانی پینا آخرت میں ہوگا، اور سونے چاندی کا برتن استعمال وہاں ہوگا، اس لیے اس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

(۴۴۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ لَا حَقُونَ ثُمَّ قَالَ لَوْ دُذْنَا أَنَا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ لَسْنَا إِخْوَانَكَ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَغْدَى وَأَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ مِنْ أَقْبَتِكَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهْ خَيْلٌ غَزَى مُحَجَّلَةً بَيْنَ ظَهْرَيْنِي خَيْلٍ ذُهِمَ بِهِمْ أَلَمْ يَكُنْ يَغْرِفُهَا قَالُوا بَلَى قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ قَالَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ثُمَّ قَالَ لِيَذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يَذَادُ الْبَعِيزُ الصَّالَ فَأَنَا دِيهِمُ إِلَّا هَلُمُّوا فَيَقَالَ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَلُوا بَغْدَكَ وَلَمْ يَزَالُوا يَزِجْجُونَ عَلَى أَغْقَابِهِمْ فَأَقُولُ أَلَا سَخَفًا سَخَفًا.

## ترجمہ حدیث: بدعتیوں کو حوض کوثر پر سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا:

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ قبرستان والوں کو سلام کیا، اور یوں فرمایا: السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء الله تعالیٰ بکم لاحقون: پھر آپ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں، حضرات: ... عنہ ... نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لم یزیر۔۔۔، تو وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے، اور میں تم لوگوں کے لیے حوض کوثر پر پیش رو ہوں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم! جمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ہیں (اور نہ آپ نے ان کو دیکھا ہے) ان کو کس طرح پہچانیں گے؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا بھلا بتاؤ، اگر کسی آدمی کا سفید پیشانی والا اور سفید ہاتھ پاؤں والا گھوڑا ہو خاص سخت سیاہ گھوڑوں کے

درمیان تو کیا وہ اسے نہیں پہچانے گا، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور پہچانے گا) رسول اقدس ﷺ نے فرمایا پس میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعضاء وضوء کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے، آپ نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض پر سے کچھ لوگوں کو اس طرح دھکا دیکر بھگا دیا جائے گا جس طرح گم شدہ اونٹ کو بھگا دیا جاتا ہے، (فرشتے ان کو حوض کوثر پر آتے نہیں دیں گے اگر وہ آنا چاہیں گے، تو انہیں وہاں سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا) تو میں ان کو آواز دوں گا اور بلاؤں گا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ تو مجھ سے کہا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے بعد آپ کے دین کو بدل دیا تھا، اور ہمیشہ دین اسلام سے ایزیوں کے بل پیچھے ہٹتے رہے تو (حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد) میں کہوں گا، خبردار! دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔

### تشریح حدیث:

علامہ عبد البر مالکی اپنی معروف کتاب التہمید میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے حوض کوثر کے سلسلہ میں احادیث متواتر صحیح اور بکثرت ثابت ہیں اس پر ایمان لانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک واجب ہے اور اس کے وجود کا اقرار واجب اور لازم ہے اور اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں جو کچھ بھی آیا ہے اہل حق کے نزدیک تصدیق ضروری ہے، البتہ اہل بدعت میں سے معتزلہ اور خوارج حوض کوثر کا انکار کرتے ہیں، الاحادیث فی حوضہ متواترۃ صحیحۃ ثابتۃ کثیرۃ، والایمان بالحوض عند جماعة علماء المسلمین واجب: والاقرار بہ عند الجماعة لازم، وقد نفاہ اہل البدع من الخوارج والمعتزلۃ واهل الحق علی التصدیق بما جاء عنہ فی ذالک ۱

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دین و شریعت میں کوئی نئی بات پیدا کرتے ہیں اور اس پر دین و ثواب مجھ کر عمل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن حوض کوثر سے دھکا کر بھگا دئے جائیں گے، انہیں جام کوثر نصیب نہ ہوگا، رسول اکرم ﷺ انہیں بلائیں گے، لیکن فرشتے کہیں گے کہ اے محمد! آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد کیا کیا بدعات پیدا کی تھیں، ان لوگوں نے آپ کے دین و شریعت کو جس پر آپ حضرات صحابہ کرام کو چھوڑ کر آئے تھے بالکل بگاڑ دیا تھا، رسول اکرم ﷺ یہ سن کر فرمائیں گے، مسحقا مسحقاً۔ دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت اس قدر منحوس چیز ہے کہ اس کا مرتکب جام کوثر سے قیامت کے دن محروم رہے گا، اور نبی ان کو مسحقا مسحقا کہہ کر بھگا دیں گے اور سب سے زیادہ سختی کے ساتھ ان لوگوں کو بھگایا جائے گا، جو مسلمانوں کی مخالفت کرتے اور ان کے آپسی اتحاد و اتفاق اور یگانگت اور بھائی چارگی کو ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ان کی شیرازہ بندی کو بکھیرنے کی سعی کرتے ہیں

مثلاً خوارج، اور روافض معتزلہ وغیرہ، اور فی زمانہ رضاخوانی، حضرات یعنی فرقہ ضالہ مصلحہ بریلویت بھی اسی میں داخل ہیں، جو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی سعی مذموم میں پوری زندگی صرف کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام ظالم و جابر اور حق کو مٹانے والی جماعت اس وعید شدید میں داخل ہے۔ وکل من احدث فی الدین ما لا یرضاه الله ولم یاذن به فهو من المطرودین عن الحوض من المعبدین عندہ، واللہ اعلم۔ واشدھم طرداً خالف جماعت المسلمین، وفارق سبیلھم مثل الخوارج علی اختلاف فرقھا، والروافض علی تباین ضلالھا، والمعتزلۃ علی اصناف اھوائھا فھؤلاء وکلھم یدلون، وكذلك الظلمۃ المرفون فی الجود والظلم وتطیس الحق وقتل اھلہ واذلالھم، والمعلون بالکبائر المستخفون بالمعاصی وجميع اهل الزيغ والاهواء والبدع کل هؤلاء بخاف علیھم ان یرکبوا غرأ بهذا الخبر، ولا یخلد فی النار الا کافر جاحد لیس فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان، وقد قال ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ قد یرکب من غیر اهل الاهواء من هو شر من اهل الاهواء، وکان یقال تمام الاخلاص تجنب المعاصی (اہداء الدیاجہ: ۵/ ۶۱۳)

### (۱۵۱۳) بَابُ ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عبداللہ بن ابی الجعد عاؓ، اور حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہیں۔ اس باب میں شفاعت صغریٰ اور شفاعت کبریٰ سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

### شفاعت کے معنی:

لغت میں شفاعت کے معنی معونت، نصرت اور مدد کرنے کے آتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا، خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرنے کی درخواست کرنا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں گنہ گار مسلمانوں اور مجرم بندوں کی شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی اجازت سے گناہوں اور جرموں و خطاؤں کے معاف کئے جانے کی درخواست پیش کریں گے شفاعت کا لفظ عام طور پر معنی و مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، ایسے لفظ شفاعت درحقیقت شفیع سے نکلا ہے جس کے معنی جوڑا کرنے، اور کسی چیز کو کسی چیز سے ملانے کے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وتر کا لفظ آتا ہے، پس شفاعت شرعی میں یہ معنی بھی اس اعتبار سے موجود ہیں کہ شفاعت کرنے والا جرم و گناہ کرنے والے کی معافی کی درخواست پیش کر کے گویا خود کو اس گناہ گار مجرم کے ساتھ ملاتا ہے۔

## شفاعت کا اثبات اور اس پر ایمان:

امام نوویؒ قاضی عیاض المالکی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق شفاعت کا ثبوت عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت والجلال فرماتا ہے یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿۱﴾ نیز ارشاد ربانی ہے وَلَا يَشْفَعُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ ۚ وَاسْأَلِ اللَّهَ بِحَدِيثِهِ ذِكْرًا لِّمَنِ ابْتِغَىٰ وَرَأَىٰ مِصْرَبَ أَفْئِدَةٍ يَسْأَلُ وَرَأَىٰ مِصْرَبَ أَفْئِدَةٍ يَسْأَلُ ۚ وَكَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْبَاطِلَ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ السَّامِعِينَ ﴿۲﴾ جو شفاعت کے ثبوت پر آفتاب نصف النہار کی طرح واضح طور پر دال ہیں، نیز شفاعت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ درجہ اولیٰ تک پہنچ چکی ہے۔ اس لیے اس کا انکار ایک بد اہت کا انکار لازم آئے گا، نیز شفاعت کے ثبوت پر اہل سنت والجماعت کا اجماع اور سلف صالحین کا اتفاق ہے۔

البتہ معتزلہ و خوارج یہ دونوں فرقے شفاعت کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذنبین و عصاة امت کے لیے تخلید فی النار ہے یعنی دائمی طور پر ان کے لیے دوزخ ہے وہ گنہگاروں کے خلود جہنم کے قائل ہیں۔ ان لوگوں نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے استدلال فاسد کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(۱) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿۲﴾ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يَطَاعُ ۚ إِنَّ آيَاتِ كَرِيمٍ سے استدلال فاسد کرتے ہوئے معتزلہ اور خوارج نے عدم اثبات شفاعت کا عقیدہ اپنایا ہے جو بالکل فاسد اور سو فیصد غلط ہے۔ مذکورہ آیات جن سے عدم اثبات شفاعت پر استدلال کیا ہے کفار کے بارے میں ہیں نہ کہ عصاة المؤمنین اور گنہگار مسلمانوں کے بارے میں اور ان احادیث سے شفاعت کا ثبوت ملتا ہے ان کا غلط تاویل کرنا اور شفاعت کا انکار کرنا صریح البطلان ہے۔

قال القاضي عياض رحمه الله تعالى عليه، مذهب اهل السنة والجماعة جواز الشفاعة عقلاً وروياً سمعاً بصريح قوله تعالى يومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضي له قولا الخ (۱)

## شفاعت کے انواع و اقسام

جن لوگوں نے دنیا میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کئے ہوں گے ان کے حق میں رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا قبول ہونا اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، واضح ہونا چاہئے کہ شفاعت کی مختلف نوعیتیں ہوں گی لیکن وہ تمام نوعیتیں رسول اکرم ﷺ کی ذات کے لیے ثابت ہیں چنانچہ ان میں سے بعض شفاعتیں ایسی ہوں گی جو صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات ہی کے ساتھ خاص ہوں گی، اور بعض ایسی ہوں گی جن میں دوسروں کی مشارکت ہوگی لیکن باب شفاعت چونکہ سب سے پہلے آپ ہی کھولیں گے، اس لیے تمام شفاعتیں لوٹ کر آپ کی طرف منسوب ہوں گی اور علی الاطلاق تمام شفاعتوں کے والی آپ ہی ہوں گے۔

(۱) شرح النووي علی مسلم: ۱/۱۰۴

امام نووی شارح مسلمؒ نے شفاعت کی کل پانچ قسمیں لکھی ہیں جبکہ شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا عبد اللہ جاوید غازی پوری صاحب مظاہر حق جدید نے شفاعت کی کل دس قسمیں لکھی ہیں تاہم موصوف کی شرح میں آٹھویں قسم مذکور نہیں ہے بلکہ ساتویں کے بعد نویں قسم مذکور ہے، احقر الوری بندہ ناچیز یہاں امام نووی کے بیان کردہ اقسام شفاعت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔

### (۱) شفاعت کی پہلی قسم شفاعت کبریٰ:

یہ وہ شفاعت ہے جو تمام مخلوق کے حق میں ہوگی، اور یہ شفاعت کرنے کا حق صرف ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ کو ہی حاصل ہوگا، دوسرے انبیاء کرام میں سے کسی کو اس شفاعت کی مجال و جرأت نہ ہوگی، اور اس شفاعت کبریٰ یا شفاعت عظمیٰ سے مراد ہے میدان محشر میں لوگوں کو راحت دینے اور وقوف کی شدت کو ختم کرنے، حساب و کتاب اور پرو و گار عالم کے آخری فیصلہ کو ظاہر کرنے اور تمام لوگوں کو محشر کی ہولناکیوں شدتوں اور تکلیفوں سے نجات دینے کے لیے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنا ہے۔ اولہا لختصہ نبینا ﷺ وہی الاراحة من ہذل الموقف وتعجیل الحساب (۱)

### (۲) شفاعت کی دوسری قسم حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کرانا:

دوسری قسم کی شفاعت وہ ہے جس کے ذریعہ ایک طبقہ کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کرانا مقصود ہوگا، آنحضرت ﷺ کی ذات کے لیے بھی یہ دوسری قسم کی شفاعت منقول اور ثابت ہے بلکہ عند البعض شفاعت کی یہ قسم بھی حضور ہی کے ساتھ خاص ہے، الثانیۃ: فی ادخال قوم الجنة بغیر حساب و هذه ایضاً وردت لنبینا ﷺ (۲)

### (۳) شفاعت کی تیسری قسم مستحق جہنم کو جنت میں پہنچانا:

شفاعت کی تیسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا جو اپنے جرائم اور معاصی کے سبب سزا بھگتتے کے لیے مستوجب نار قرار دئے جا چکے ہوں گے، لیکن آنحضرت ﷺ بارگاہ خداوندی میں ان لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور انہیں جنت میں داخل کرائیں گے الثالثۃ الشفاعة لقوم استوجب النار فیشفع فیہم نبینا ﷺ ومن یشاء اللہ تعالیٰ (۳)

### (۴) شفاعت کی چوتھی قسم ان لوگوں کے لیے ہے جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں:

شفاعت کی چوتھی قسم وہ ہے جو اپنے اعمال بد اور افعال سیئہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جا چکا ہو پھر ہمارے رسول شفاعت کر کے ان کو جنت میں داخل کرائیں گے شفاعت کی یہ قسم مشترکہ ہوگی آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام

السلام، ملائکہ، شہداء اور حضرات علماء کرام اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور انہیں جہنم سے نکالیں گے، پھر بالکل اخیر میں اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرمادیں گے، جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے صرف کافر لوگ جہنم میں رہ جائیں گے الرابعة فی من دخل النار من المومنین الخ<sup>(۱)</sup>

## (۵) شفاعت کی پانچویں قسم بلندی درجات کے لیے:

شفاعت کی پانچویں قسم وہ ہے جس کے ذریعہ کچھ لوگوں کے درجات و مراتب اور ان کے اعزاز و اکرام میں ترقی اور اضافہ کرنا مقصود ہوگا، الخامسة: الشفاعة فی زیادة الدرجات من الجنة لاهلها: <sup>(۲)</sup> معتزلہ اور خوارج شفاعت کبریٰ اور پانچویں قسم کی شفاعت کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کو مانتے ہیں جیسا کہ حضرت امام نووی نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

(۴۳۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فِيهِ نَائِلَةٌ مِنْ مَاتَ مِنْهُمْ لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا.

## ترجمہ حدیث: مشرک کے علاوہ سارے مسلمانوں کی شفاعت نبوی:

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے، چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کر کے دنیا ہی میں پوری کر لی لیکن میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھا ہے چنانچہ میری یہ شفاعت ہر اس شخص کو مفید ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اعزاز و اکرام میں بطور فضل و احسان کے اپنے اوپر یہ واجب کیا ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ضرور بالضرور یقینی طور پر قبول کی جائے گی، چنانچہ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی اس دعا کو دنیا ہی میں کر کے جلدی قبول کر والیا ہے لیکن میں نے اس دعا کو قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے واسطے محفوظ کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا اور میری شفاعت کا فائدہ ہر اس شخص کو ہوگا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوگا ہر موحّد مسلمان اس شفاعت سے فائدہ اٹھائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۱) شرح النووی: ۱/۱۰۳

(۲) شرح النووی: ۱/۱۰۳، مزید مطالعہ کریں مظاہر حق جدید: ۶/۳۳۸، انفع المسلم: ۱/۳۵۳-۳۹۴، نصر اللہم وغیرہ

(۴۴۳۶) حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو اسْحَقَ الْهَرَوِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمُ  
أَبْنَانَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نُصْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ  
مُشَفِّعٍ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءِ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں (یہ تو فضل الہی اور نعمت خداوندی ہے) اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین میرے لیے پھٹے گی، (یعنی قبر سے باہر نکلوں گا) اور کوئی فخر کی بات نہیں، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر و غرور نہیں، اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی غرور نہیں کوئی فخر نہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا فضل و کمال اور شرافت و کرامت محض فضل الہی کی وجہ سے حاصل ہوئی اس کے حصول میں میرے نفس کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اپنی قوت و طاقت سے حاصل کیا ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور انعام کیا لہذا میرے لیے جائز نہیں کہ میں اس پر فخر و مباحات کروں۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو کیوں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحدیث بالنعمة کے طور پر بیان فرمایا قرآن کریم میں حکم ربانی ہے واما بنعمة ربك فحدث: بیان کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے اور اس پر عمل کرے اور اس کے مقتضی پر عمل کرے اور اس کے بارے میں خالص اسلامی اور صحیح عقیدہ رکھیں۔ الغرض اس میں اس کا بیان ہے جس کی تبلیغ نبی کریم ﷺ پر واجب تھی۔ ان هذه الفضيلة التي نلتها كرامة من الله لم انلها من قبل نفسي ولا بلغتها بقولي فليس لي ان افتخر بها۔ قال الحزري: وقال النووي: فيه وجهان: احدهما: قاله امثالا لامر الله تعالى: واما بنعمة ربك فحدث:

وثانيهما انه من البيان الذي يجب عليه تبليغه الى امته ليعرفوه ويعتقدوه، ويعملوا بامتقضاة في توفيره ﷺ كما امرهم الله تعالى به انتهى (۱)

قولہ: لواء الحمد بیدہ: اللواء کسرہ اور مد کے ساتھ بمعنی جھنڈا، جس کو صاحب الجیش تھا مٹا ہے، علامہ طیبی فرماتے



ہیں کہ لواء الحمد شہرت سے کنایہ ہے نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ قیامت میں حمد کے لیے جھنڈا ہو جس کا نام لواء الحمد ہے۔ علامہ تورپشٹی فرماتے ہیں کہ لواء الحمد درحقیقت مقام حمد ہے، اور یہ تمام مقامات میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے تمام مقامات و درجات اس سے نیچے ہیں اور جب ہمارے نبی سید المرسلین خاتم النبیین اور احمد الخلائق فی الدنیا والاخرہ ہیں تو انہیں لواء الحمد عطا کیا گیا تاکہ قیامت کے دن اولین و آخرین آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد آدم و من دونہ تحت لوائی سے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں کہ حدیث باب میں لواء الحمد سے مراد اس کے معنی حقیقی ہونا بالکل ظاہر اور متعین ہے اور حدیث میں حمد کا جھنڈا ہی مراد ہے اور قاعدہ ہے کہ امکان حقیقت کے ساتھ مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے، قلت: حمل لواء الحمد علی معناه الحقیقی هو الظاہر بل هو المتعین۔ لانه لا یصار الی المجاز مع امکان الحقیقة (۱)

(۴۴۷) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي نَصْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَلَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمْ نَارٌ يَذُوبُ بِهِمْ أَوْ يَخْطَأُ يَاهُمْ فَأَمَّا تَنْفُهُمْ إِمَاءَةٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا فَخْمًا أُذِنَ لَهُمْ فِي الشَّفَاعَةِ فَجِئَ بِهِمْ صَبَائِرٌ صَبَائِرٌ فَبَشُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَقِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُشُونَ تَبَاتِ الْجَنَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّبِيلِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي الْبَادِيَةِ.

ترجمہ حدیث: جہنم میں داخل شدہ مومنین کے لیے شفاعت:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہر حال جہنمی لوگ جو جہنم میں رہیں گے، وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ ہی جیس گے (یعنی بالکل مضطرب و بے چین رہیں گے) لیکن (جہنم میں) کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو آگ ان کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے جکڑ لے گی اور ان کو مار ڈالے گی، یہاں تک کہ وہ جل کر بالکل کوئلہ ہو جائیں گے تو اس وقت ان کے لیے شفاعت کی اجازت ہوگی، پھر انہیں گروہ درگروہ جنت کی نہر کے کنارے لائیں جائیں گے، اور وہ پھیل جائیں گے، پس جنت کے لوگوں سے کہا جائے گا کہ ان پر جنت کا پانی ڈالو۔ چنانچہ وہ لوگ اس طرح اگیں گے جیسے دانہ نالی کے بہاؤ میں اگتا ہے، (اور بہت تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے) یہ حدیث سن کر ایک صحابی نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ حضور ﷺ جنگل میں بھی رہے ہوں (اور زراعت کے احوال سے بھی پوری طرح واقف ہیں کہ کس جگہ دانہ خوب تیزی سے اگتا ہے۔

## تشریح حدیث:

قولہ: ضبائر، ضبائر لفظ ضبائر: ضبائر کی جمع ہے بمعنی جماعت گروہ، یہ لفظ ضاد کے فتح اور کسرہ دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے ہر مجتمع شئی کو ضبارہ کہتے ہیں۔

قولہ: فی حمیل السیل: ہو ما یجعی بالسیل من ظین مرتین لو غشاء او غیرھا۔ بمعنی محمولہ۔ مٹی تھکا اور جھاگ وغیرہ جو کچھ بھی پانی کا بہاؤ لے کر آئے کوڑا کرکٹ کی جگہ۔ اگر برسات میں وہاں کو دانہ اتفاق سے پڑ جاتا ہے تو وہ بڑی سرعت و تیزی کے ساتھ اگتا ہے اسی طرح اہل جہنم کے کوئلہ شدہ جسم پر جب آب حیات ڈالا جائے گا تو اس کا جسم بہت سرعت کے ساتھ اپنی اصل حالت پر لوٹ آئے گا اور بالکل تروتازہ نظر آئیں گے۔

(۴۳۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي.

## ترجمہ حدیث: اہل کبائر کے لیے آپ کی شفاعت:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی کی میری شفاعت صرف میری امت کے لوگوں کے حق میں مخصوص ہوگی دوسری امتوں کے لیے نہیں، علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں جس شفاعت کا ذکر ہے اس سے وہ شفاعت مراد ہے جو عذاب سے نجات اور خلاصی دلانے کے لیے ہوگی۔ ورنہ تو وہ شفاعت جو درجات کی بلندی اور مراتب کے علو شان کے لیے ہوگی وہ اتقیا، اصفیاء، علماء و صحباء کے حق میں ثابت ہے۔

(۴۳۳۹) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَلَدٍ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاحٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ ثَلَاثِينَ الشَّفَاعَةِ وَبَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعْلَمُ وَأَكْفَى أَثَرُ وَلَهَا لِلْمُتَّقِينَ لَا وَلَٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْعُطَّائِينَ الْمُتَلَوِّثِينَ.

## ترجمہ حدیث: حق شفاعت نصف امت کو جنت میں داخلے کے بارے میں اختیار:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ میں شفاعت کا حق لوں یا

میری امت میں سے آدھے کو جنت میں داخل کر دیا جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا، کیوں کہ وہ تو عام ہوگی اور کافی ہوگی، اور تم سمجھتے ہو کہ میری شفاعت صرف متقیوں کے لیے ہوگی؟ ایسی بات نہیں ہے بلکہ گنہگاروں اور خطاکاروں اور قصور والوں کے لیے بھی ہوں گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو شفاعت کا حق لیں، اور اگر آپ چاہیں تو آپ کی امت میں سے آدھے لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ آپ جو چاہیں پسند کریں۔ رسول پاک ﷺ نے شفاعت کو نفع اور اکملی سمجھتے ہوئے اختیار کیا کیوں کہ جب شفاعت کا حق مل گیا تو آپ اپنی ساری امت کو بخشوا لیں گے اس لیے اس کا دائرہ افادیت زیادہ وسیع ہے۔ اس کے اختیار کرنے میں امت کا زیادہ فائدہ تھا اسی لیے آپ نے حق شفاعت کو اختیار فرمایا اس کے برخلاف اگر آپ یہ پسند فرمالتے کہ میری آدمی امت جنت میں چلی جائے تو وہ بات نہیں تھی، آدمی امت کا مسئلہ علی حالہ باقی رہتا رسول اکرم ﷺ کو جب بھی اللہ کی طرف سے دوا میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کو اختیار فرمایا جس میں امت کا فائدہ اور آسانی ہوتی تھی احادیث کی کتابوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(۴۴۰) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلْهَمُونَ أَوْ يَهْمُونَ شَكَّ سَعِيدٌ فَيَقُولُونَ لَوْ نَشَفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَأَرَّاحَنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيدِهِ وَأَسَجَدَ لَكَ مَلَائِكَتُهُ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ فَيُرْحَمْنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ وَيَشْكُو إِلَيْهِمْ ذَنْبَهُ الَّذِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنْ ائْتُوا نُوْحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَ اللَّهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُرَّاءَ رَبِّهِ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ وَيَسْتَحْيِي مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنْ ائْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنْ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَهُ النَّفْسِ بِغَيْرِ النَّفْسِ وَلَكِنْ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحَهُ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا عَبْدًا عَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ فَيَأْتُونَنِي فَأَنْطَلِقُ قَالَ فَلَذِكْرُ هَذَا الْحَرْفِ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ فَأَمَشَى بَيْنَ السَّمَاطَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ ثُمَّ عَادَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسِ قَالَ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي ثُمَّ يَقَالُ ازْفَعْ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعُ وَرَسُولٌ يُعْطِيهِ وَاشْفَعُ تُشْفَعُ فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدِهِ يَعْلَمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيُخَذُ لِي حَدًّا فَيُذِخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُوذُ

الثَّانِيَةَ فَإِذَا رَأَيْتَهُ وَقَعْتَ سَاجِدًا فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ازْفَعْ مُحَمَّدٌ قُلْ نَسْمَعُ وَنُطِيعُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَأَزْفَعْ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدِ يَعْلَمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيُخَذُ لِي خَدًا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَغْوِذُ الثَّالِثَةَ فَإِذَا رَأَيْتَ رَبِّي وَقَعْتَ سَاجِدًا فَيَدْعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ازْفَعْ مُحَمَّدٌ قُلْ نَسْمَعُ وَنُطِيعُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَأَزْفَعْ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدِ يَعْلَمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيُخَذُ لِي خَدًا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَغْوِذُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.  
قَالَ يَقُولُ قَتَادَةُ عَلَى أَثَرِ هَذَا الْحَدِيثِ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ.

### ترجمہ حدیث: شفاعت رسول کا ذکر

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام مومنین یکجا ہوں گے، پھر امت کے دلوں میں یہ بات ڈالی جائے گی اور وہ کہیں گے کہ کاش ہم کسی کی سفارش اپنے پروردگار کے پاس لے جائیں۔ تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کی تکلیف سے نجات دے کر آرام دے، (کیوں کہ میدانِ محشر میں گرمی کی شدت اس قدر تیز ہوگی کہ سورج بالکل سوانیزے پر ہوگا، اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور اور ڈوبے ہوئے ہوں گے اور پیاس کی شدت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی)

چنانچہ لوگ شفاعت کے لیے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ تو آدم ابوالناس ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا ہے، (آپ تو مسجود ملائکہ ہیں) آپ ہماری شفاعت اپنے رب کے پاس کر دیجئے کہ ہمیں اس جگہ سے نجات دے کر کسی آرام دہ جگہ لے جائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا یہ مرتبہ نہیں کہ میں اسوقت اللہ تبارک و تعالیٰ سے کچھ عرض کر سکوں۔ وہ اپنے گناہ کو یاد کریں گے اور لوگوں سے بیان کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے، (اور شفاعت سے انکار کر دیں گے) وہ کہیں گے آپ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پس وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل زمین کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ یہ سارے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، (اور شفاعت کی درخواست کریں گے) تو وہ کہیں گے میں قابل نہیں اور اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جو انہوں نے اپنے رب سے اس دنیا

میں کیا تھا۔ جس کا انہیں علم نہ تھا، اس کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنے سے شرم کریں گے۔ اور کہیں گے تم البتہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں چنانچہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے (اور ان سے بھی حسب سابق شفاعت کی درخواست کریں گے) وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں (کہ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں) البتہ تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا ہے اور انہیں توریت عطا کی ہے چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس قابل کہاں (کہ بارگاہ الہی میں شفاعت کروں) اور ناحق طور پر انہوں نے دنیا میں جو قتل کیا تھا۔ (یعنی قبلی کو) اس کو یاد کریں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ایسا کرو کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اس لیے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ اور روح ہیں چنانچہ یہ سارے حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور حسب سابق شفاعت کرنے کے لیے درخواست کریں گے) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس لائق نہیں، (کیوں کہ میری امت نے مجھے خدا بنا کر عبادت کی اگر مجھ سے سوال ہو گیا تو میں کیا جواب دوں گا) اس لیے تم لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس چلے جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ ہے اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے معاف کر دیے ہیں (وہ تم لوگوں کی شفاعت بارگاہ الہی میں کریں گے)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا ان کی خواہش پوری کرنے کے لیے (راوی کا بیان ہے کہ یہ حرف حسن سے مذکور ہے) میں مومنوں کی دوصفوں کے درمیان چلوں گا (پھر حدیث انس کی طرف لوٹ آئی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت مانگوں گا۔ چنانچہ مجھے اجازت دیدی جائے گی میں جب اپنے آپ کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں سجدہ ہی میں پڑا رہوں گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمدؐ سر اٹھائیے! اور کہہ جو کہنا چاہتا ہے سنا جائے گی، اور سوال کیجئے دیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا جو مجھے اسی وقت سکھایا جائے گا، پھر میں بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی پھر پس ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر میں اس کے بعد دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آؤں گا اور جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو میں سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں اسی طرح سجدے میں پڑا رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمدؐ! سر اٹھائیے کہئے سنا جائے گا، سوال کیجئے دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا اور تعریف بیان کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی دن وہ سکھائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا پھر میں تیسری بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر آؤں گا تو جب میں اللہ تعالیٰ کو

دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں اسی طرح سجدے میں پڑا رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! سراٹھائیے! جو کچھ کہنا ہے کہئے سنا جائے گا سوال کیجئے دیا جائے گا، اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں اپنا سراٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اسی دن مجھے سکھائے گا پھر میں (بارگاہ خداوندی میں) شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دے گا پھر میں چوتھی بار اللہ رب العزت کی خدمت میں آؤں گا اور عرض کروں گا اے میرے پروردگار! اب ان لوگوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا جن کو قرآن ہی نے روک دیا ہے (یعنی مشرکین)

راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت قتادہؓ اس حدیث کے بعد یہ بیان کرتے تھے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہا ہوگا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہوگا، جہنم سے نکلے گا، اور وہ شخص بھی نکلے گا جس نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے قلب میں گندم کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ شخص بھی جہنم سے نکلے گا جس نے دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔

تشریح حدیث:

قوله: فانہ اول رسول بعثہ اللہ الی اہل الارض: تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھیجا، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین نبی حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شینث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام دنیا میں آچکے تھے، تو پھر حضرت نوح کو دنیا میں آنے والوں میں اول رسول کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس اشکال کا واضح جواب یہ ہے کہ پہلے تینوں نبی جب دنیا میں آئے تو ساری دنیا صرف کفر و شرک کی آماج گاہ نہیں تھی بلکہ اس دنیا میں اہل ایمان بھی موجود تھے یعنی تینوں نبیوں کے مخاطب اہل ایمان اور اہل کفر دونوں تھے، اس کے برخلاف جب حضرت نوح علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت پوری دنیا میں صرف کافر ہی کافر تھے اہل ایمان کا وجود نہ تھا اس اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں آنے والے پہلے نبی ہیں جن کا واسطہ صرف کافروں سے تھا اس اشکال کے اور بھی جواب دئے گئے ہیں جو زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔

سب سے اخیر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام لوگ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے پھر یکے بعد دیگرے ایک ایک نبی کے پاس جائیں گے اس کے بعد سب سے اخیر میں نبی آخر الزماں خاتم النبیین ﷺ کے پاس

جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے، اور آپ ان کی درخواست قبول کریں گے تو یہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہوگا وہی لوگوں کے دلوں میں خیال ڈالے گا کہ کس نبی کے پاس جانا ہے تو سوال یہ ہے کہ یہی سوال کیوں نہیں ڈالا کہ ادھر ادھر جانے کے بجائے براہ راست حضور کے پاس جاؤ تا کہ لوگ پریشانی سے بچ جائیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طول عمل میں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی حکمت پوشیدہ ہوگی اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے افضل سب سے ارفع و اشرف اور برتر ہونا تمام مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جائے اگر یہ ہوتا کہ لوگ ابتدائی مرحلہ میں آپ کے پاس پہنچ کر شفاعت کی درخواست کرتے اور آپ ان کی شفاعت کرتے تو یہ احتمال باقی رہتا کہ دوسرے انبیاء کرام بھی بارگاہ خدا میں شفاعت کی جرأت و ہمت رکھتے ہوں گے۔ اگر کسی اور نبی سے درخواست کی جاتی تو وہ بھی بارگاہ خداوندی میں شفاعت کر دیتا، لیکن جب وہ لوگ ایک ایک نبی کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے اور سارے نبی نفسی نفسی کہہ کر شہادت سے انکار کر دیں گے، پھر اخیر میں امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے آپ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے تو آپ ﷺ کا سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع سب سے اشرف اور عند اللہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہونا اور بارگاہ الہی میں کمال قرب و منزلت رکھنا سارے لوگوں کے سامنے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا اور ہر ایک پر یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ آپ کے علو شان اور رفیع مکان کے برابر کوئی دوسرا نہیں ہے جس طرح خدا اپنی الوہیت، ربوبیت، اور وحدانیت میں لاشریک ہے اس طرح حضرت محمد ﷺ اپنی نبوت و رسالت میں لاشریک ہیں، شفاعت جو اتنا بڑا درجہ اور اہم کام ہے کوئی بھی خواہ فرشتہ اور پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اس کی جرأت و حوصلہ نہیں کرے گا یہ آپ کی ذات بابرکت ہوگی کہ بارگاہ خداوندی میں اذن الہی سے شفاعت کریں گے۔ اور آپ کی شفاعت شرف قبولیت سے ہم کنار بھی ہوگی۔

قوله: فيجد لي حدا: اور میرے لیے شفاعت کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے سامنے یہ متعین فرما دے گا، کہ ایسے ایسے گناہ گاروں کی شفاعت کرو مثلاً فرمائے گا کہ اپنی امت کے ان لوگوں کے بارے میں شفاعت کرو جو زنا کا رتھے، یا جو بے نمازی تھے، یا جو شرابی تھے چنانچہ اس یقین کے ساتھ میں شفاعت کروں گا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے زانیوں کے بارے تمہاری شفاعت قبول کی پھر فرمائے گا کہ میں نے نمازیوں کے بارے تمہاری شفاعت قبول کی اسی طرح دوسرے گناہ گاروں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

قوله: فيدخلهم الجنة: ان لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا اس حدیث پر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث شریف کے آغاز میں یہ مذکور ہے کہ شفاعت کی درخواست قبول کرنے والے لوگ ہوں گے، جن کو میدان محشر میں محصور کیا گیا ہوگا، اور وہاں کی تنگی اور سختی اور کرب و ہولناکی سے تنگ آ کر آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں

ہے، تاکہ انہیں اس جگہ پریشانی اور ہولنا کیوں سے نجات دلائیں لیکن یہاں حدیث کے اس جز جب بارگاہ خداوندی میں حضور ﷺ کی شفاعت کرنے اور آپ کی شفاعت قبول ہونے کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو جہنم میں جا چکے ہوں گے؟ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

حضرات علماء کرام نے اس کے دو جواب دئے ہیں ایک جواب تو یہ دیا کہ شاید اہل ایمان کے دو طبقہ ہوں گے ایک طبقہ تو (اپنے گناہ کے سبب سزا کا مستوجب ہوگا) میدانِ محشر میں محصور کئے بغیر دوزخ میں بھیج دیا جائے گا، اور یہی طبقہ آنحضرت ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے گا، چنانچہ آپ اپنی شفاعت کے ذریعہ اس طبقہ کو اس بدترین حال سے کہ جس میں وہ گرفتار ہوگا نجات دلا کر جنت میں داخل کروائیں گے، اور پھر آپ اس طبقہ کے حق میں جماعت جماعت کر کے شفاعت فرمائیں گے، جو دوزخ میں ڈالا جا چکا ہوگا، اور متعدد دفعوں میں ان کو دوزخ سے نکلوا کر جنت میں داخل کروائیں گے، حاصل جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہاں اس حدیث میں صرف اس طبقہ کا ذکر فرمایا ہے، اور اختصار کے پیش نظر دوسرے طبقہ کو حذف کر دیا ہے، کیوں کہ اس طبقہ کو نجات دلانے کے ذکر سے دوسرے طبقہ کو نجات دلانا بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہاں لفظ نار کا ترجمہ دوزخ سے کیا گیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ نار سے مراد دوزخ نہ ہو بلکہ وہ سخت جہنم، اور گرمی مراد ہو جو میدان میں سورج کے بہت قریب آنے کی وجہ سے وہاں محسوس کی جائے گی، اس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا، کہ میں شفاعت قبول ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت سے باہر آؤں گا اور لوگوں کو سخت ترین تپش اور گرمی سے نجات دلا کر جنت تک پہنچاؤں گا، یہ جواب اگرچہ ایک ایسی وضاحت ہے، جس پر مجازی اسلوب کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی جواب حقیقت کے قریب ترین ہے، اور حدیث کے اصل موضوع کے نہایت مناسب ہے، کیوں کہ اس حدیث میں جس شفاعت کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے شفاعت عظمیٰ مراد ہے، اور اس شفاعت کا اصل مقصود تمام مخلوق کو میدانِ محشر کی پریشانیوں اور ہولنا کیوں سے چھٹکارا دینا ہے، جہاں وہ حساب کے انتظام میں کھڑے ہوں گے۔ اور ان کا حساب جلد کرانا ہوگا، نیز یہی وہ شفاعت ہے جو صرف رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے بعد خود آنحضرت ﷺ دیگر انبیاء کرام علماء، صلحاء شہداء اور فقراء کی طرف سے متعدد شفاعتیں ہوں گی، جن کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔

(۴۴۴۱) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنَبْسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلَاقِ بْنِ

أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عَثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ.



ترجمہ حدیث: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے:

حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین طرح کے لوگ (بارگاہ خداوندی میں) شفاعت کریں گے۔ (۱) حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام (۲) حضرات علماء کرام (۳) حضرات شہداء عظام تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن حق شفاعت ملے گی، اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے یہ لوگ بھی بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے، لیکن باب شفاعت سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نکھولیں گے، اس کے بعد ہی کسی کو حق شفاعت ملے گا، واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں صرف تین طرح کے لوگوں کی تقسیم محض ان کی برتری و فضیلت اور بزرگی کی بناء پر ہے، ایسے مسلمانوں میں تمام ہی نیک لوگوں کو شفاعت کا حق ملے گا، جیسا کہ اس سلسلہ میں منقول متعدد احادیث سے ثابت ہے، خواہ اس شفاعت کا تعلق گناہوں کی مغفرت سے ہو یا مراتب و درجات کی بلندی سے، نیز شفاعت سے انکار صریح بدعت اور گمراہی ہے، جیسا کہ بعض معتزلہ اور خوارج نے اختیار کیا ہے۔

(۴۴۴۲) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقِّي حَدَّثَنَا حَبِيبُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ الطُّفَيْلِ بْنِ أَبِي كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيئَتُهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخِرٍ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن میں صاحب شفاعت ہوں گا:

حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں سارے انبیاء کرام کا امام ہوں گا، اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا، اور یہ بات میں بطور فخر کے نہیں کہتا (بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس لیے تحدیث بالنعمة کے طور پر کہتا ہوں) تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۴۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْغَطَارِذِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيُخْرِجَنَّ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمُّونَ الْجَهَنَّمِيِّينَ.

ترجمہ حدیث: دوزخ سے نکالے جانے والے لوگ جنت میں جہنمی ہی کہلائیں گے:

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم میری شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکلے

گی، ان کا نام (جنت میں) جہنمی ہی ہوگا)  
تشریح حدیث:

قولہ: یسمون الجہنمیین: انہیں جہنمی کے نام سے موسوم کیا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان لوگوں کو اس اعتبار سے کہ پہلے وہ دوزخ میں گئے ہوں گے، اور شفاعت نبوی کی برکت کی بناء پر وہاں سے نجات پا کر آئے ہوں گے۔ جہنمی کے نام سے تعبیر اور یاد کیا جائے گا، لیکن ان لوگوں کو جنت میں جہنمی نام دینا ان کی تحقیر و تذلیل کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ ان لوگوں کو خوش کرنے اور نعمت یاد دلانے کے طور پر ہوگا، تاکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر بجالائیں اور وہ شکر انہیں دوزخ سے نجات ملنے اور جنت میں پہنچ جانے کی مسرت و شادمانی کا احساس دلاتا رہے گا۔

(۴۴۴۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَدْعَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ سِوَاكَ قَالَ سِوَايَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا سَمِعْتُهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن ابی الجدعاءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میری امت کے ایک شخص کی شفاعت کی وجہ سے قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ شمار میں لوگ جنت میں داخل ہوں گے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کے علاوہ یہ شخص بھی شفاعت کرے گا، آپ نے فرمایا (ہاں میرے علاوہ) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی الجدعاءؓ سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے اس کو آپ سے سنی ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے علاوہ بھی امت کے بعض افراد شفاعت کریں گے، اور ان کی شفاعت سے بھی کثیر تعداد میں لوگ جہنم سے نجات پا کر جنت میں جائیں گے۔

(۴۴۴۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلِيمَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَذَرُونَ مَا خَيَّرَنِي رَبِّي اللَّيْلَةَ فَلَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمَ قَالَ فَإِنَّهُ خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَأَخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ فَلَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذْ غَاظَ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ أَهْلِهَا قَالَ هِيَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

ترجمہ حدیث: نصف امت کو جنت میں داخل کرنے یا حق شفاعت لینے کے درمیان اختیار: حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے رب نے آج کی رات مجھ کو کون سی دو باتوں میں اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اس بات کا اختیار دیا ہے، کہ میری امت میں سے نصف جنت میں داخل ہو جائیں یا میں حق شفاعت لے لوں، چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کیا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کرو دیجئے کہ ہمیں آپ کی شفاعت نصیب کرے، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہر مسلمان کے لیے ہوگی۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب آفتاب نیم روز کی طرح بالکل عیاں ہے۔

### (۱۵۱۴) باب صِفَةِ النَّارِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے دس حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن قیسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں۔ اس باب کی احادیث میں دوزخ اور دوزخیوں کی صفات و احوال کا بیان ہے اور اس کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں ہمیشہ اس کی صفات مستحضر رہیں، اور اس سے بچنے کے لیے اعمال صالحہ کی تیزی سے رغبت کرے اور مفیض الی النار اعمال سے کلیہ گریز کرے۔

(۴۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ ثَعْلَبِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ نَارَ كُفْرٍ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَلَوْ لَا أَنَّهَا أُطْفِئَتْ بِالْمَاءِ مَرَّتَيْنِ مَا انْتَفَعَتْ بِهَا وَإِنَّهَا لَتَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُعِيدَهَا فِيهَا.

ترجمہ حدیث: جہنم کی آگ کی سختی دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی یہ آگ دوزخ کی آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے، اگر وہ دوبارہ پانی میں بجھائی نہ جاتی، تو تم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے، اور خود یہ آگ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ وہ بارہا اسے جہنم میں نہ ڈالا جائے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آگ جو درجہ حرارت رکھتی ہے، دوزخ کی آگ اس سے ستر درجہ حرارت

زیادہ گرم ہے، ستر درجہ حرارت عدد کی زیادتی سے مراد دنیا کی آگ کے مقابلہ پر دوزخ کی آگ کی گرمی کی شدت و زیادتی کو بیان کرنا ہے خاص ستر کا عدد مراد نہیں، گویا اصل مفہوم یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ تمہاری دنیا کی اس آگ کے مقابلہ پر بہت زیادہ درجہ حرارت رکھتی ہے۔

قوله: ولولا انها اطفئت بالماء موتین: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کو دو مرتبہ پانی کے ذریعہ ٹھنڈا کیا گیا، تب ہی وہ دنیا میں قابل انتفاع ہوا، اگر اس کو ٹھنڈا نہ کیا گیا ہوتا، تو اس سے فائدہ اٹھانا ناممکن تھا، اور یہ دنیا کی آگ اللہ رب العالمین کی بارگاہ دست سوال دراز کر کے کہتی ہے کہ اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ میں مت ڈال یعنی دوزخ کی آگ اس قدر زیادہ حرارت رکھتی ہے، کہ دنیا کی آگ بھی اس میں داخل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔

(۴۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكُلُ بَغْضَى بَغْضًا فَجَعَلَ لَهَا نَفْسَيْنِ نَفْسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفْسٌ فِي الصَّيْفِ فَشِدَّةٌ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْبُرْدِ مِنَ زَمْهِرٍ يَرَهَا وَشِدَّةٌ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ مِنْ سَمُومِهَا.

ترجمہ حدیث: بارگاہ خداوندی میں دوزخ کی آگ کی فریاد

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا اے پروردگار! میرے بعض نے بعض کو کھالیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں، اور ایک سانس گرمی میں پس جو تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو یہ دوزخ کے زمہیر طبقہ کی سردی ہے، اور جو تم گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو وہ درحقیقت دوزخ ہی کی گرمی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: اشتكت النار الى ربها الخ: حافظ ابن حجر عسقلانی بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ جہنم کا اپنے رب سے یہ شکایت کرنا زبان حال سے تھا یا زبان قال سے؟ حضرات علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اس شکایت کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شکایت زبان قال سے تھی، قاضی عیاض المالکی امام قرطبی اور امام نووی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ ابن عبد البر ترماتے ہیں کہ زبان حال اور زبان قال دونوں کا احتمال ہے، لیکن زبان قال سے شکایت کرنا اور اس کو حقیقت پر محمول کرنا زیادہ رائج ہے، قاضی عیاض نے کہا اللہ الا ظہر علامہ توپشتی بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت جس میں قاضی بیضاوی بھی سرفہرست ہیں اس شکایت کو مجاز پر محمول کیا ہے۔ اور فرمایا یہ شکایت زبان حال سے تھی۔ نہ کہ زبان قال سے،

چناں چہ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ جہنم کی شکایت سے مجازاً جوش مارنا، اور بعض کا بعض کو کھانے سے کناہیہ ہے، اس کے اجزاء کے ازدحام اور اس کے سانس لینے سے مراد وہ ہے جو اس سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے، کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس کو قوت گویائی عطا کر دے (۱)

قوله: فجعل نفسین: فاء کے فتح کے ساتھ بمعنی سانس، هو ما يخرج من الجوف ويدخل فيه من الهواء  
قوله: زمهریرھا: زمهریر سے مراد شدۃ البرد ہے، انکال پیدا ہوتا ہے کہ وہ آگ کا وجود کس طرح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کنار سے مراد اس کا محل ہے، اور اسی میں طبقہ زمہریر ہے اس حدیث میں معتزلہ وغیرہ پر رد ہے، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جہنم ابھی موجود نہیں ہے، بلکہ قیامت میں پیدا کی جائے گی۔

(۴۴۳۸) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْقَدْتُ النَّارَ أَلْفَ مَسْنَةِ فَأَبْيَضَتْ ثُمَّ أَوْقَدْتُ أَلْفَ مَسْنَةٍ فَاحْمَرَّتْ ثُمَّ أَوْقَدْتُ أَلْفَ مَسْنَةٍ فَاسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءٌ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ۔

ترجمہ حدیث: دوزخ کی آگ کی سفیدی اور سیاہی کا ذکر

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سیاہ ہو گئی، اب اس میں ایسی سیاہی ہے جیسے تاریک رات میں ہوتی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فأبيضت: پس وہ سفید ہو گئی، یہ آگ کا خاصہ ہے کہ جب وہ دیر تک جلتی رہتی ہے، اور خوب صاف و تیز ہو جاتی ہے تو بالکل سفید معلوم ہونے لگتی ہے، پہلے اس میں جو سرخی ہوتی ہے وہ دھوئیں کی آمیزش کی وجہ سے ہوتی ہے، بہر حال حدیث ہذا اس بات کی دلیل ہے، دوزخ وجود میں آچکی ہے، اور موجود ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اس کے برخلاف فرقہ ضالہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ دوزخ ابھی تیار نہیں ہوئی ہے اور ابھی موجود نہیں ہے، اہل سنت والجماعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت والتقوا النار التي أعدت للكافرين میں لفظ أعدت سے جو صیغہ ماضی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اور سینکڑوں احادیث ہیں۔

(۴۴۳۹) حَدَّثَنَا الْحَلِيلُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَابِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَخْقٍ عَنْ حُمَيْدِ الْمَدَائِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا نَعَمَ أَهْلَ

الدُّنْيَا مِنَ الْكُفَّارِ فَيَقَالُ اغْمِسُوهُ فِي النَّارِ غَمْسَةً فَيَغْمَسُ فِيهَا ثُمَّ يُقَالُ لَهُ أَيُّ فَلَانٍ هَلْ أَصَابَكَ  
نَعِيمٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا مَا أَصَابَنِي نَعِيمٌ قَطُّ وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ الْمُؤْمِنِينَ ضَرْأً أَوْ بَلَاءً فَيَقَالُ اغْمِسُوهُ غَمْسَةً  
فِي الْجَنَّةِ فَيَغْمَسُ فِيهَا غَمْسَةً فَيَقَالُ لَهُ أَيُّ فَلَانٍ هَلْ أَصَابَكَ ضَرْأٌ قَطُّ أَوْ بَلَاءٌ فَيَقُولُ مَا أَصَابَنِي  
قَطُّ ضَرْأٌ وَلَا بَلَاءٌ.

ترجمہ حدیث: ایک دوزخی اور ایک جنتی کا ذکر:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کافروں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش و آرام کی زندگی گزارتا تھا، پس حکم الہی ہوگا کہ اس کو جہنم میں ایک غوطہ دو، چناں چہ جہنم میں غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا اے فلاں شخص کیا تو نے دنیا میں کبھی راحت و آرام اور نعمت دیکھی تھی؟ (اور کوئی عیش و آرام کا لطف اٹھایا تھا؟) وہ کہے گا نہیں، مجھے تو کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہیں تھی، (یعنی وہ شخص دوزخ میں غوطہ کی وجہ سے اس قدر سہم جائے گا، کہ دنیا کے ان تمام ناز و نعم اور ان تمام آسائش و آرام کو فراموش کر جائے گا، جو ان کا حاصل تھا، اور ایسا ظاہر کرے گا جیسے اس کو دنیا میں کوئی راحت و نعمت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی۔) اسی طرح مومنوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں بہت زیادہ تکلیف و مصیبت اور رنج و الم اور ہم و غم کو برداشت کیا ہوگا، اس کے بارے میں حکم الہی ہوگا، کہ ذرا اس کو جنت میں ایک غوطہ دے دو۔ چناں چہ اس کو جنت میں ایک غوطہ لگایا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا اے فلاں شخص! کیا تو نے دنیا میں کوئی تکلیف اور مصیبت بھی دیکھی ہے؟ (وہ جنتی جنت کی تمام نعمتیں راحتیں اور آرام کو دیکھ کر دنیا کی تمام تکالیف و مصائب اور آلام و شدائد کو فراموش کر جائے گا،) اور کہے گا کہ مجھے تو کبھی کوئی تکلیف اور مصیبت نہیں پہنچی۔

تشریح حدیث:

جنتی کو چونکہ نہایت درجہ خوشی حاصل ہوگی، اس لیے وہ جواب میں طوالت کرے گا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں، فَيَقُولُ لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأْيْتُ شِدَّةَ قَطُّ، اس کے برخلاف دوزخی مختصر جواب دے کر خاموش ہو جائے گا کیوں کہ اس پر رنج و غم کی کیفیت طاری ہوگی۔

(۴۳۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةِ الْعَرَفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْكَافِرَ لَيَغْتَمُّ حَتَّىٰ إِنَّ ضِرْسَهُ لَأَعْظَمُ مِنْ أَحَدٍ وَفَضِيلَةُ جَسَدِهِ عَلَىٰ ضِرْسِهِ كَفَضِيلَةِ جَسَدِ أَحَدٍ كُنْ عَلَىٰ ضِرْسِهِ.

## ترجمہ حدیث: دوزخیوں کی جسامت:

حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بیشک کافر کو (دوزخ میں) بڑا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی داڑھ احد پہاڑ سے بھی بڑی ہوگی، پھر اس کا سارا بدن اس کے دانت سے اتنا ہی بڑا ہوگا، جتنا تمہارا جسم اس کے دانت پر بڑا ہے۔

## تشریح حدیث:

قولہ: ان الکافر لیعظم الخ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے قاضی عیاض المائلی کے حوالہ سے شیخ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ محشی ابن ماجہ لکھتے ہیں۔ قال القاضی یزید فی مقدار اعضاء الکفار زیادة فی تعذیبه بسبب زیادة المسامة للنار: قال القرطبی هذا یكون لکفار فانه قد جاء احادیث یدل علی ان المتکبرین یحشرون یوم القيامة امثال الذر فی صور الرجال، اقول الاظهر فی الجمع ان یكونوا امثال الذر فی موقف یداسون فیہ ثم یعظم اجسادهم ویدخلون النار ویكونون فیها کذا لک (۱)

کافروں کے جسم کی جسامت کو اس لیے بڑھایا جائے گا، تاکہ ان کو زیادہ سے زیادہ عذاب ہو، اور سخت سے سخت تکلیف محسوس کرے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ کفار کے حق میں ہوگا، جہاں تک متکبرین کی بات ہے، تو ان کے بارے میں احادیث بکثرت آئی ہیں، کہ انہیں قیامت کے دن چوٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا، دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟ ان دونوں کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہوگی، کہ متکبرین چوٹیوں کے مانند موقف میں ہوں گے، جہاں انہیں پاؤں تلے رونداجائے گا، پھر ان کے جسموں کو بڑا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اسی میں رہے گا۔

(۳۳۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَرْدَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَدَخَلَ عَلَيْنَا الْحَارِثُ بْنُ أَقْيِشٍ فَحَدَّثَنَا الْحَارِثُ لَيَلْتَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ أَكْثَرُ مِنْ مُضَرٍّ وَإِنْ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَغْطُمُ لِلنَّارِ حَتَّى يَكُونَ أَحَدُ زَوَايَاهَا.

## ترجمہ حدیث: امت کے کسی فرد کی شفاعت سے بکثرت جنت میں داخلہ:

حضرت عبداللہ بن قیسؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات ابو بردہ کے پاس تھا، اتنے میں حارث بن قیس ہمارے پاس تشریف لائے اور اس رات کو ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں کوئی

شخص ایسا بھی ہوگا جس کی شفاعت سے قبیلہ مضر کے لوگوں سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور میری امت میں کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ اس کو دوزخ کے لیے بڑا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دوزخ کا ایک کونہ ہو جائے گا۔  
تشریح حدیث:

قوله: وان من امتی یعظم: یہاں امت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں چند اقوال ہیں: (۱) ممکن ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو نہ کہ امت اجابت (۲) اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے ہوں۔ (۳) یا وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اعمال و عقائد اور عادات و اطوار میں شرک و بدعت کی آمیزش کر لیا ہے، جیسے ہندوستان میں بعض جاہل مسلمان ہیں، اور بدعتی لوگ ہیں، شیخ مجددی فرماتے ہیں یہ فرقہ جہنم میں داخل ہوگا، جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے تو وہ جہنم میں داخل نہیں ہوں گے خواہ وہ مرتکب کبیرہ ہی کیوں نہ ہو اور ان کے کبار اور اعمال سیئہ کے بارے میں مواخذہ میدان حشر میں ہو جائے گا، اور وہ لوگ شفاعت نبوی کی وجہ سے جہنم سے نجات پا جائیں گے، لیکن یہ بات کہ اہل ایمان خواہ مرتکب کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں جہنم میں داخل نہ ہوں گے، صحیح نہیں ہے، اور اس کی صریح دلیل نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ کی بنیاد بعض حضرات کا کشف ہے، جو شرعاً حجت نہیں، اہل کبار کا داخل نار ہونے کے سلسلہ میں روایات متعدد وارد ہیں، ترمذی شریف میں بسند ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام جب الحزن ہے جس سے خود جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اس وادی میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو قرآن کریم کی تلاوت دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مومن اگر مرتکب کبیرہ ہے تو جہنم میں جائے گا، لہذا شیخ کا یہ کہنا کہ اہل ایمان جہنم میں نہیں جائے گا صحیح نہیں ہے، لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بھی ریاکاری کی وجہ سے جہنم میں جا رہا ہے، جو شرک اصغر ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کے شرک سے بالکل بے پرواہ ہوں، پس اس معنی کے اعتبار سے اس شخص میں شرک کا شائبہ پایا گیا، اور شرک مطلقاً عظیم ہے۔ ان الشوک لظلم عظیم خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(۴۳۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُبَيْدٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلَى أَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُونَ حَتَّى يَنْقَطِعَ الدَّمُوعُ لَمْ يَبْكُوا الدَّمَ حَتَّى يَصِيرَ فِي وَجْهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأَخْذِ وَلَوْ أُرْسِلَتْ فِيهَا الشُّفَعُ لَجَزَتْ.

ترجمہ حدیث: جہنمی خون کے آنسو روئیں گے:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنمیوں پر رونا بھیجا جائے گا پس وہ روئیں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر خون کے آنسو روئیں گے یہاں تک کہ ان کے چہروں میں نالوں کی طرح نشان بن جائیں۔  
تکمیل الحاجة



جائیں گے، اگر ان میں کشتیاں چھوڑ دی جائے تو وہ چلنے لگے۔  
تشریح حدیث:

ایک حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خطاب کر کے فرمایا اے لوگو! خدا کے خوف سے رو، اگر رونائیں آتا تو کم از کم رونے جیسی شکل ہی بنا لو، یعنی ان احوال کا تصور کرو جو خوفِ خداوندی کی وجہ سے رلا دے اور رقت و گریہ طاری کر دے، جو لوگ خوفِ خدا سے دنیا میں نہیں روتے ہیں، وہ آخرت میں روئیں گے، اس قدر زیادہ روئیں گے کہ ان کا آنسو ان کے چہروں پر اس طرح بہہ رہے ہوں گے، جیسے نالے میں پانی بہتا ہے، جب آنسو ختم ہو جائیں گے، تو پھر خون کے آنسو روئیں گے اور اس قدر زیادہ روئیں گے، خون نالوں کی طرح بہ رہا ہوگا، اگر ان میں کوئی کشتی چھوڑ دی جائے تو وہ چلنے لگے۔

(۳۳۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَلَوْ أَنَّ قُطْرَةً مِنْ الزَّكْوَمِ قُطِرَتْ فِي الْأَرْضِ لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعِيشَتَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ لَيْسَ لَهُ طَعَامٌ غَيْرُهُ.

ترجمہ حدیث: جہنمیوں کا کھانا زقوم ہوگا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت ہر حال میں مسلمان ہونے کی حالت میں آئے) کی قراءت کی، اور فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین میں ٹپک جائے تو ساری دنیا لوگوں کی زندگی خراب کر دے، پس ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے پاس زقوم کے علاوہ کوئی اور کھانا نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ واجبات کو بجالانا اور سیئات سے پرہیز کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ کی تفسیر یوں بیان کی ہے، ہو ان بطاع فلا یغصی ویشکر فلا یکفر، ویدکر فلا ینسی اللہ تعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت و فرماں برداری کی جائے اور کسی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے، نہ شکر بجالایا جائے اور کسی بھی حال میں کفرانِ نعمت نہ کی جائے اور کسی بھی حال میں اللہ کو فراموش نہ کیا جائے۔

الغرض حق فقہانہ سے مراد کمال تقویٰ ہے اگر اس سے مراد اصل تقویٰ لیا جائے تو پھر اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت قرآن کریم کی دوسری آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم کے ذریعہ منسوخ ہے، کیوں کہ اصل تقویٰ یعنی حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق حیثیت بھلا کون بشر اختیار کر سکتا ہے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے آیت کی تلاوت کے بعد جو مضمون بیان کیا ہے، وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت دکھاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل تقویٰ عذاب دوزخ سے سلامت و محفوظ رکھنے کا سبب ہے، اور تقویٰ نہ اختیار کرنا عذاب جہنم میں گرفتار ہونا ہے، پس رسول اکرم ﷺ نے اس مناسبت سے دوزخ کے بعض عذاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هِشَامٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَأْكُلُ النَّارُ ابْنَ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ الشُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ الشُّجُودِ.

ترجمہ حدیث: مقامات سجود کو آگ نہیں جلا سکتی:

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ ابن آدم کو کھا جائے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام قرار دیا ہے، کہ وہ سجدہ کے نشانات کی جگہ کو کھائے۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کی آگ ابن آدم کے سارے بدن کو جلا کر خاکستر کر دے گی، البتہ جو اعضاء سجدے میں لگتے تھے اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام قرار دیا ہے، کہ ان کو کھائے آتش دوزخ میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ موضع سجدہ کو جلائے، الغرض جہنم میں اعضائے سجود محفوظ رہیں گے، اور چمک رہے ہوں گے، جن کو دیکھ کر جناب رسول اکرم ﷺ اپنی امت کو جہنم سے نکال لیں گے، جیسا کہ اس کی صراحت بعض احادیث میں موجود ہیں۔

(۴۲۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُ عَلَى الصِّرَاطِ فَيَقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيُطْلَعُونَ خَائِفِينَ وَجَلِيلِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ فَيُطْلَعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ فَرَجِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ فَيَقَالُ هَلْ

تَعْرِفُونَ هَذَا قَالُوا نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيَذْبَحُ عَلَى الصِّرَاطِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْفَرِيقَيْنِ كِلَاهُمَا  
خُلُودٌ فَيَمَاتُ جَذُونَ لَا مَوْتَ فِيهَا أَبَدًا.

### ترجمہ حدیث: قیامت کے دن صراط پر موت کو ذبح کر دیا جانا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو پکڑ کر لایا جائے گا اور پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا، اور آواز لگائی جائے گی، اے جنتیوں! یہ سن کر اہل جنت گھبرا کر کانپتے دل کے ساتھ اوپر آئیں گے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جہاں ہیں وہیں سے نکال لیے جائیں، پھر دوبارہ آواز لگائی جائے گی اے دوزخیو! یہ سن کر وہ لوگ خوشی بخوشی اوپر آئیں گے کہ شاید ان کو اس جگہ سے نکالنے کا حکم ہوا ہو، جہاں وہ ہیں پھر اتنے میں کہا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں! یہ تو موت ہے، پھر اسکے متعلق حکم دیا جائے گا کہ اس کو پل صراط پر ذبح کر دیا جائے چناں چہ اس کو (ایک میڈھے کی شکل میں) پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا پھر اس کے بعد دونوں فریقوں اہل جنت اور اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ جہاں جہاں تم لوگ ہو اب وہیں ہمیشہ رہو، اب موت کبھی نہیں آئے گی۔

### تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن موت کو موت آجائے گی اور ایک دنبہ کی شکل میں لا کر اس کو پل صراط پر جنت و جہنم کے بیچ ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ لوگو! آج موت کو بھی موت کے گھاٹ اتار دی گئی ہے، آج کے بعد موت نہیں آئے گی، اس اعلان کو سن کر اہل جنت نہایت خوشی و مسرت سے جھوم اٹھیں گے اور ان کی فرحت و شادمانی دو بالا ہو جائے گی، اس کے برخلاف اہل جہنم یہ اعلان سن کر مزید غم و تکلیف اور رنج و الم میں مبتلا ہو جائیں گے اور مزید بحر غم و رنج میں غرق ہو جائیں گے۔

### (۱۵۱۵) بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ

یہ اس کتاب کا آخری باب ہے اس کے بعد کتاب اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، اس باب کے ذیل میں صاحب کتاب امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے پندرہ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعید بن المسیبؓ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں جنت اور اہل جنت کے حالات کا بیان ہے، امام ابن ماجہ نے شروع میں باب اتباع سنت رسول اللہ ﷺ قائم کیا تھا اور اتباع رسول کی اہمیت و عظمت کو بتایا تھا، اور اس بات کی جانب اشارہ کیا تھا کہ کامیابی و کامرانی اصل سنت رسول

کی اتباع اور بدعات و خرافات سے اجتناب کرنے میں مضمر ہے، اب سب سے اخیر میں امام ابن ماجہ باب صفة الجنة لا کر اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جو شخص سنت کی پیروی کرے گا، اور محدثات و بدعات سے اجتناب کرے گا، وہی در حقیقت جنت کا مستحق ہے، انسان کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد جنت مل جائے ہر مسلمان کی آخری آرزو یہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی جنات عدن میں داخل کر دے اس لیے آخر میں یہ باب قائم کیا ہے۔

صراح میں لکھا ہے کہ جنت کے معنی باغ، بہشت، لفظ جنت لغت میں ڈھانپنے کے معنی میں آتا ہے، اس مناسبت سے پہلے اس معنی کا اطلاق سایہ دار درختوں پر ہوتا تھا، جو اپنے نیچے کی چیز کو گویا اپنے سائے میں چھپائے اور ڈھانپنے رہتے ہیں۔ پھر اس لفظ کو باغ کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، جو سایہ دار درختوں کا مجموعہ ہوتا ہے، پھر اصطلاح میں جنت کا لفظ ثواب و انعام اور عیش و آرام کی جگہ اور مرنے کے بعد اللہ کے مقرب بندوں کے رہنے کی جگہ کے لیے مخصوص ہو گیا ہے، چنانچہ جنت کو جنت اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے، کہ وہاں گھنے ہوئے درخت اور باغات ہیں، جو ہر انواع و اقسام کی نعمتوں کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں، وہاں کی نعمتوں کے بارے میں وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ کیسی ہوں گی رسول اکرم ﷺ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ایسی نعمت کہ نہ آنکھ نے کبھی دیکھی ہوگی نہ کان نے کبھی سنا ہوگا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔

(۴۴۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَغْدُثُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَمِنْ بَلَّةٍ مَا قَدْ أَطْلَعَكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ أَقْرَأُ إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ قَالَ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْرَأُهَا مِنْ قُرَاتِ الْأَعْيُنِ.

ترجمہ حدیث: جنتی نعمت انسانی عقل سے ماوراء ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے (جنت میں) اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمت تیار کر رکھی ہے، (کہ آج تک) نہ کسی آنکھ نے اس (جیسی نعمت) کو دیکھا ہے، اور نہ کسی کان نے (اس جیسی خوبیوں کو) سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کی ماہیت کا تصور آیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان لذتوں کو تو چھوڑ دو جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے تم کو مطلع کر دیا ہے، ان کے سوا کتنی بے شمار لذتیں ہوں گی، اگر تم اس بات کی تصدیق چاہتے ہو تو اس آیت کریمہ کو پڑھ لو، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ

قُرَّةُ أَعْيُنٍ جَزَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (کوئی نفس نہیں جانتا ہے، جو اس کے لیے پوشیدہ رکھا گیا ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے اور یہ ان کے عمل کا بدلہ ہے) راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس آیت میں لفظ قُرَّة کو بصیغہ جمع قُرَّاتِ الْعَيْنِ پڑھتے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: مالا عین رات الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو اعلیٰ مناظر ہوں گے، اور وہاں جو نظر افروز اور دلفریب شکلیں اور صورتیں دکھائی دیں گی ان جیسے مناظرے حسنہ اور جاذبِ نظر شکلیں و دلفریب صورتیں اس دنیا میں نہ دیکھی گئی ہیں اور نہ کبھی دیکھی جاسکتی ہیں اس دنیا میں آنکھوں نے کبھی بھی اس دلفریب و حسین مناظر سے محظوظ نہ ہوئی ہوگی، اسی طرح جنت کی آوازوں میں جو مٹھاس، نغمگی اور دلکشی ہوگی، ایسی میٹھی نغمہ ریز اور دلکش آوازیں اس دنیا میں نہ کسی کان نے آج تک سنی ہے اور نہ کبھی سنی جاسکتی ہیں، اور ایسے ہی وہاں جو خاطر و مدارات ہوں گی جو نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی ان کا تصور بھی آج تک اس دنیا میں کسی انسان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا ہوگا، اور نہ ہی کبھی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے، وہاں کی نعمتیں انسانی عقل اور سوچ و فکر سے بالکل ماوراء ہوں گی۔

قولہ: ما اخفى لهم من قُرَّةِ أَعْيُنٍ الخ: اس آیت میں جس چیز کو آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے مراد فرحت و مسرت اور خوشی و شادمانی ہے اور مقصود و مراد پانا ہے آیت کریمہ میں قُرَّة کا لفظ آیا ہے، یہ لفظ قُرَّة سے مشتق ہے جس کے معنی ثبات و قرار کے ہیں، چنانچہ جب آنکھ کسی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو قرار پا جاتی ہے، اور بالکل مطمئن ہو جاتی ہے، کسی اور طرف مائل نہیں ہوتی ہے اس کے برخلاف جب آنکھ کسی ناگوار اور ناپسندیدہ چیز کو دیکھتی ہے اور اس کی محبوب شئی سامنے نہیں ہوتی ہے، تو وہ پریشان پریشان اور کھوئی کھوئی سی رہتی ہے، اور کسی ایک جانب سکون اور قرار پانے کے بجائے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کر دیتی ہے ایسے ہی فرحت و سرور اور کیف و انبساط کی حالت میں آنکھوں کو عجیب طرح سکون اور آرام ملتا ہے، جبکہ وہ خوف و غم کی حالت میں متحرک اور مضطرب ہو جاتی ہے۔

ایک احتمال یہ ہے کہ لفظ قُرَّة قُرَّة سے ماخوذ ہے جس کے معنی ٹھنڈک خنکی کے ہیں اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد مخصوص لذت و کیف ہے جو کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یا اپنا مقصود و مطلوب کو پا کر آنکھ محسوس کرتی ہے اس کے برخلاف جب آنکھ غیر پسندیدہ ناگوار چیز اور دشمن کو دیکھتی ہے اور مطلوب مقصود کے انتظار میں ہوتی ہے تو گویا اس وقت ایک جلن اور خاص سوزش محسوس کرتی ہے اسی مناسبت سے فرماں بردار اولاد کو قُرَّةِ الْعَيْنِ آنکھ کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے، نیز ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے، جعلت قُرَّةِ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، اس کے اندر بھی لفظ قُرَّة کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۳۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ خُجَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَشَبْرٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ حدیث: جنت کی فضیلت:

حضرت ابوسعید خدریؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی ایک باشت جگہ ساری زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب سے افضل اور بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی معمولی اور تھوڑی جگہ بھی دنیا کی ساری نعمتوں اور راحتوں سے افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں وہاں کی راحت و مسرت سب کے سب دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں، جبکہ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں، اور ظاہر ہے کہ باقی رہنے والی چیزیں افضل ہوتی ہیں، فنا ہونے والی چیزوں سے اس لیے جنت کی تھوڑی جگہ بھی دنیا کی ساری نعمتوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

(۳۳۵۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعٌ سَوِيٌّ طِيفِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

سفر میں یہ اصول ہوتا تھا کہ جب مسافر کسی جگہ اترنا چاہتا تھا تو وہاں اپنا کوڑا ڈال دیتا تھا کہ کوئی دوسرا مسافر وہاں نہ اترے، اور وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لیے مخصوص ہو جائے پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کی اتنی سی تھوڑی سی جگہ اور وہاں کا چھوٹا سا مکان بھی اس پوری دنیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی اور زیادہ اچھا ہے، کیوں کہ جنت دائمی ہے، اور دنیا فانی ہے کما مر۔

(۳۳۵۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَنَّةُ مِائَةُ دَرَجَةٍ كُلُّ دَرَجَةٍ مِنْهَا مِائَتِينَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَإِنْ أَغْلَاهَا الْفَرْزُ دَوْسٌ وَإِنْ أَوْسَطَهَا الْفَرْزُ دَوْسٌ وَإِنْ الْعَرْضُ عَلَى الْفَرْزِ دَوْسٌ مِنْهَا

تَفَجَّرَ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَإِذَا مَنَالَتْكُمْ اللَّهُ فَتَسْلَوْنَ فَالْفِرْدَوْسُ.

ترجمہ حدیث: جنت کے درجات:

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں سو درجہ ہیں ان میں سے ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، اور ان میں سب سے بہتر درجہ فردوس ہے، اور ان میں اوسط درجہ بھی وہی ہے، اور بے شک عرش (الہی) فردوس پر ہے، اسی فردوس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا مانگو تو جنت الفردوس مانگو (جو سب سے اعلیٰ اور برتر ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: الجنة مائة درجة: حدیث شریف میں جو یہ بیان کیا گیا ہے، کہ جنت میں سو درجہ ہیں یہ سو کا عدد تعین و تحدید کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ عدد کثرت کو بتانے کے لیے بھی ہو سکتا ہے، اس کی تائید حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے، اور جس میں جنت کے درجات کی تعداد قرآنی آیتوں کے برابر بیان کی گئی ہے، الفاظ روایت اس طرح ہیں عدد درج الجنة عدد ای القرآن فمن دخل الجنة من اهل القرآن فليس فوقه درجة: نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ سو ۱۰۰ اسے یہ خاص عدد ہی مراد ہو، اور اس کے ذریعہ جنت کے کثیر درجات میں سے صرف ان سو درجوں کو بیان کرنا مقصود ہو جن میں ہر درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کے برابر ہوگا، علامہ ویلی نے مسند الفردوس میں روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک درجہ وہ ہے جس میں اصحاب ہمام کے علاوہ نہیں پہنچے گا۔

قولہ: وان اعلاها الفردوس: سب سے اعلیٰ درجہ کی جنت جنت الفردوس ہے، فردوس جنت کا نام ہے یہ نام قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔

اولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون یہی وارث بنیں گے، جو لوگ فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

قولہ: وان العرش على الفردوس: جنت الفردوس ہمارے اوپر عرش الہی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فردوس تمام جنتوں سے افضل اور اوپر ہے، کہ بس اس کے اوپر عرش الہی ہے اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تاکید فرمائی کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، تاکہ سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل جنت حاصل ہو۔

قولہ: منها تفجر انهار الجنة: جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی۔

(۱) انهار الماء: پانی کی نہریں

(۲) انهار اللبن: دودھ کی نہریں

(۳) انہار العسل: شہد کی نہریں

(۴) انہار الخمر: شراب کی نہریں

ان نہروں کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں موجود ہے ارشاد الہی ہے

فَیْهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَیْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِینَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّی۔ جنت میں بہت سی نہریں ہیں ایسے پانی کی نہر جس میں ذرہ برابر بھی تغیر نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی، اور بہت سی نہریں شہد کی ہوں گی، جو بالکل صاف و شفاف ہوں گی۔

(۴۴۶۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ الْمَعَاوِرِيُّ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ لِأَصْحَابِهِ أَلَا مُشْمَرٌ لِلْجَنَّةِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأَلُ وَرَبِّحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ وَنَهْرٌ مُطَرِّدٌ وَفَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ نَضِيجَةٌ وَرُوحَةٌ حَسَنَاءٌ جَمِيلَةٌ وَخَلْلٌ كَثِيرٌ فِي مَقَامٍ أَبَدًا فِي حَبْرَةٍ وَنُضْرَةٍ فِي ذُورٍ عَالِيَةٍ سَلِيمَةٍ بَهِيَّةٍ قَالُوا نَحْنُ الْمَشْمَرُونَ لَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُولُوا إِنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ ذَكَرَ الْجِهَادَ وَحَصَّ عَلَيْهِ.

ترجمہ حدیث: مجاہدین اسلام کے لیے جنت کی نعمتیں:

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ہے کوئی حصول جنت کے لیے کمر باندھنے والا! اس لیے جنت میں ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کا خیال نہیں گزر سکتا۔ قسم رب کعبہ کی جنت میں ایک نور ہے چمکتا ہوا، اور خوشبودار پھول ہے جو جھوم رہا ہے اور جنت میں بلند محل جاری نہر، اور بہت اقسام کے پکے میوے ہیں، اور حسین و جمیل خوبصورت بیوی ہیں، اور بہت سے جوڑے ہیں، ایسے مقام میں جو دائمی ہے، جہاں ہمیشہ تازگی اور بہار ہے، بلند و بالا گھر محفوظ اور روشن محل میں۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کے لیے کمر کتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کہو، پھر جہاد فی سبیل اللہ کو بیان کیا اور اس پر لوگوں کو ابھارا (اور جوش و رغبت دلائی)

تشریح حدیث:

قوله: الامشمر للجنة۔ الا: حرف تنبیہ ہے جس سے مخ طبع کو متوجہ کیا جاتا ہے، اور مشمر باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، مشمر الثوب پکڑے کو اوپر چڑھانا، آستین چڑھانا یہ کنایہ ہے استعداد اور تیاری سے، یعنی کون ہے جو جنت کو حاصل کرنے کی تیاری کرے گا، ایسی نعمتیں اور راحتیں کہ جن کا کسی بشر کے دل پر خیال بھی نہیں گزرا ہوگا، کیوں کہ



خیال تو اس کے بارے میں آتا ہے جس کا مشہد موجود ہو، اور جنت کی نعمتیں اور دہاں کی راحتوں کا کوئی شبہ نہیں۔  
 وریحانہ تہتز: وہاں ایسے خوشبودار پھول ہیں جو مست ہیں جھوم رہے ہیں اور قصر مشید سے قصر مجھص مراد ہے، نہر مطرد ای نہر جار۔ الحبرة السرور۔ والنعمۃ۔ النصرة: النعمة والعیش والفتاء والحسن، بہیۃ من البہاء وهو الحسن۔

(۴۴۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ رُمْزَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةُ الْبَذْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى ضَوْءٍ أَشَدَّ تَوَكُّبٍ ذَرِيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوِّطُونَ وَلَا يَمْتَسِحُطُونَ وَلَا يَنْفَلُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلْوَةُ أَزْوَاجُهُمُ الْخُورُ الْعَيْنُ أَخْلَافُهُمْ عَلَى خُلُقٍ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ يَسْتَوْنَ ذِرَاعًا.

ترجمہ حدیث: نعماء جنت کا تذکرہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو جماعت جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، اور ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے، (علماء، صلحاء، شہداء، اور اولیاء) وہ اس ستارے کے مانند روشن اور چمکدار ہوں گے، جو آسمان میں بہت تیز چمکتا ہے وہ نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ پھریں گے، نہ رینٹھ سونگھیں گے، اور نہ ہی تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، ان کی انگلیٹیوں کا ایندھن، اگر، ہوگا ان کی بیویاں حور عین ہوں گی، ان کے اخلاق و کردار ایک آدمی کے اخلاق پر ہوں گے، (یعنی جنت میں سب کے سب یکساں طور پر خوش خلق ملنسار اور ایک دوسرے سے گہرا ربط و تعلق رکھنے والے ہوں گے) نیز وہ سب شکل و صورت میں اپنے باپ آدم کی طرح ہوں گے، ساتھ گزاونچا قدر رکھتے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: رشحهم المسك: ای عرقہم کا المسك فی طیب الریحة۔ یعنی خوشبو کے اعتبار سے ان کا پسینہ مشک عنبر کی طرح ہوگا، دنیا والوں کے پسینہ میں تو بدبو ہوتی ہے، لیکن جنتیوں کے پسینہ میں خوشبو ہوگی اور وہ مشک عنبر کے مانند۔  
 قوله: مجامرهم الالوة: لجامر: لجمرة کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں وہ چیز جس میں آگ سلگانے کے لیے رکھی جائے یعنی انگلیٹھی لفظ مجامر میم ثانی کے زیر کے ساتھ منقول ہے، البتہ ایک لغت میں ثانی کے زبر کے ساتھ بھی ہے، الوة: الف کے زبر اور پیش کے ساتھ، اگر، یعنی اگر کی لکڑی جسے دھونی کے لیے جلایا اور سلگایا جاتا ہے، حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہاں دنیا میں انگلیٹیوں کا ایندھن اور کوئلہ وغیرہ ہوتا ہے، اور خوشبو حاصل کرنے

کے لیے اگر جلایا جاتا ہے، لیکن جنت میں انگلیٹھیوں کا ایندھن ہی اگر ہوگا۔

قوله: ازواجہم الحور عین: لفظ حور اصل میں حوراء کی جمع ہے اس حسین و جمیل عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی بہت زیادہ سفید اور سیاہ ہو، عین عیناء کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی، اہل جنت کی بیویاں بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی نہایت حسین و جمیل ہوں گی۔

قوله: اخلاقہم علی خلق رجل واحد: لفظ خلق فتح الخاء المعجمة ہے ترجمہ میں اس کی رعایت کی گئی ہے اس صورت میں علی صوراء بینہم مستقل جملہ ہوگا جس کا مقصد جنتیوں کی سیرت بیان کرنے کے بعد ان کی شکل و صورت کو بیان کرنا ہے، بعض روایتوں میں خلق بفتح المعجمة میں بھی آیا ہے، جس کا محاورہ ترجمہ یہ ہوگا، وہ سب ایک شکل و صورت رکھیں گے، اور سارے جنتی حسن و خوبصورتی میں یکساں ہوں گے، سب کی شکل و صورت بالکل ایک طرح ہوگی سب ایک ہی عمر والے ہوں گے، ان کی عمر تیس تیس سال یا تیس تیس سال کی معلوم ہوگی، علی صوراء ابیہم: کا جملہ اپنے پہلے جملہ علی خلق واحد کی وضاحت و بیان کے لیے آیا ہے، حدیث شریف میں ضمہ والی روایت ہی صحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب

(۴۳۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَثَلُ حَدِيثِ ابْنِ فَضِيلٍ عَنْ عُمَارَةَ.

ترجمہ حدیث:

ابوصالح حضرت ابو ہریرہؓ سے ابن فضیل عن عمارہ کی حدیث کے مثل بیان کرتے ہیں۔

(۴۳۶۳) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُخَارِبِ بْنِ دِقَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ مَجْرَاهُ عَلَى الْيَاقُوتِ وَالْذَّرُّ قُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاؤُهُ أَخْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّجَجِ.

ترجمہ حدیث: حوض کوثر کی صفات اور خصوصیات:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس کے پانی بہنے کی جگہ یا قوت اور موتی ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

تشریح حدیث:

الكوثر نهر في الجنة: کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں سروں پر دو حوض ہیں ایک حوض موقف میدان

تَكْوِيلُ الْحَاجَةِ

جلد ہفتم

محشر میں ہے اور دوسرا حوض جنت میں ہے چوں کہ اس نہر کا زیادہ تر حصہ جنت میں ہے اس لیے نہر فی الجنة کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے، وہ نہر جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے جس سے آپ اپنی امت کو سیراب کریں گے جو ایک مرتبہ اس سے پی لے گا کبھی پیاس نہ لگے گی، اس نہر کی خصوصیات وہ ہیں جو حدیث ہذا میں مذکور ہیں۔

(۴۳۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَرَ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يُسِيرُ الزَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ لَا يَقْطَعُهَا وَاقْرَأُوا إِنَّ شَيْئَكُمْ وَظِلٌّ مَمْدُودٌ.

ترجمہ حدیث: جنت کے ایک درخت کی لمبائی کا ذکر:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے (جس کا نام طوبی ہے) اگر کوئی سوار شخص سو برس تک اس کے سائے میں چلتا رہے، تب بھی وہ اس کی مسافت طے نہ کر سکے گا، اگر یقین نہ آئے تو یہ آیت پڑھ لو، وظل ممدود اور جنت لمبا دراز سایہ ہے۔

تشریح حدیث:

قال الشيخ ابن حجر قال ابن الجوزي ويقال لهذه الشجرة طوبى قلت وشاهد ذلك عند احمد والطبراني وابن حبان قاله في اللمعات وقال النووي: قال العلماء والمراد بظلها كنفها وذراها وهو ما يستر اغصانها (۱) وروى ابن ابى حاتم ابن ابى الدنيا في صفة الجنة عن ابن عباس قال: الظل الممدود وشجرة في الجنة على ساق قدر ما يسير الراكب المجد في ظلها مائة عام من كل نواحيها فيخرج اهل الجنة يتحدثون في ظلها، فيشتمون بعضهم اللهو فيرسل الله ربحا فيحرك تلك الشجرة بكل لهو كان في الدنيا (۲)

(۴۳۶۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي الْعَشِيرِينَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سَوَاقِ الْجَنَّةِ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ فِيهَا سَوَاقٌ قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ فَيُؤَدَّنُ لَهُمْ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيُزَوِّدُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَبْرُزُ لَهُمْ عَرْشُهُ وَيَتَّبِدِي لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ ثُرٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لَوْلٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرٍ جَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ أَذْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ عَلَى كُتُبَانِ الْمَسْكِبِ وَالْكَافُورِ مَا يُزَوَّنُ أَنَّ

أَصْحَابُ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلِ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَا الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذَلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَا رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَبْقَى فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ أَحَدٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُحَاضَرَةً حَتَّى إِنَّهُ يَقُولُ لِلرَّجُلِ مِنْكُمْ أَلَا تَذْكُرُ يَا فَلَانُ يَوْمَ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا أَيْدِ كَرَهُ بَعْضُ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَقْلَمُ تَغْفِرْ لِي فَيَقُولُ بَلَى فَيَسْعَةُ مَغْفِرَتِي بَلَغَتْ مَنْزِلَتَكَ هَذِهِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ ثُمَّ يَقُولُ قُومُوا إِلَى مَا أَعَدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اسْتَهَيْتُمْ قَالَ فَتَأْتِي سَوْفًا قَدْ خَفَتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْغُيُورُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعْ الْأَذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ قَالَ فَيَحْمَلُ لَنَا مَا اسْتَهَيْتُمْ لَيْسَ يَبَاغُ فِيهِ شَيْءٌ وَلَا يَشْتَرَى وَفِي ذَلِكَ الشُّوقِ يَلْقَى أَهْلَ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيَقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمَرْتَبَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ ذُوْنُهُ وَمَا فِيهِمْ دَيْبٌ فَيُزَوِّغُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقُصِي آخِرَ حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَيْهِ أَحْسَنُ مِنْهُ وَذَلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَخْزَنَ فِيهَا قَالَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا فَتَلْقَانَا أَرْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتُمْ وَإِنْ بِكُمْ مِنَ الْجَمَالِ وَالطَّيِّبِ أَفْضَلُ عِمَّا فَارَقْتُمْ عَلَيْهِ فَقُولُوا إِنَّا جِئْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ عَزَّ وَجَلَّ وَنَحْنُ أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا.

ترجمہ حدیث: قیامت میں باری تعالیٰ کا دیدار اور بازار جنت:

حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ وہ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات کی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ (آج جس طرح ہم دونوں کی ملاقات مدینہ کے بازار میں ہوئی اسی طرح) جنت کے بازار میں بھی ملاقات کرائے، یہ سن کر سعید نے کہا کہ جنت میں بھی بازار ہوگا؟ (حالاں کہ بازار تو خرید و فروخت کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جنت میں یہ ضرورت پیش نہیں آئے گی) حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں جنت میں بھی بازار ہوگا، (لیکن دنیاوی بازاروں کی طرح نہیں) مجھ سے نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کی فضیلت و برتری کے لحاظ سے جنت کی منزلوں میں فروکش ہوں گے، (یعنی جس کے اعمال صالحہ جتنے زیادہ ہوں گے وہ جنت کے اتنے ہی اعلیٰ مقام پر ہوں گے) تو انہیں دنیاوی دنوں کے اعتبار سے جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی کہ وہ سب اپنے پروردگار کی زیارت کریں، چنانچہ وہ لوگ اللہ رب العزت کی زیارت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا، اور جنتیوں کو اپنا دیدار کرانے کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں جلوہ فرماں ہوگا، پس (پروردگار کی زیارت کرنے والے) جنتیوں کے لیے اس باغ میں (مختلف درجات کے منبر)

نور کے منبر موتیوں کے منبر، یا قوت کے منبر، زبرد کے منبر، سونے کے منبر اور چاندی کے منبر رکھیں جائیں گے، جن پر وہ جنتی (اعمال و افعال اور مراتب و درجات کے تفاوت کے اعتبار سے) بیٹھیں گے، (اور جو جنتی جس درجہ اور مرتبہ کا ہوگا اسی کے مطابق اس کے لیے ایک منبر مخصوص ہوگا) نیز ان جنتیوں میں جو جنتی ادنیٰ مرتبہ کا ہوگا، (ادنیٰ صرف فرق مراتب کے اعتبار سے ہوگا کوئی ذلیل اور معمولی نہ ہوگا) وہ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، اور ان کے دلوں میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ کرسی والے ہم سے زیادہ افضل ہیں، مجلس کے اعتبار سے، (گویا جنت میں منبر اور کرسیاں اعلیٰ مرتبہ والوں کے لیے مخصوص ہوں گی، اور کم مرتبہ والے لوگ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، جیسا کہ دنیاوی اصول بھی یہی ہے کہ عام اجتماعات میں اونچے درجہ کے لوگ کرسیوں پر بیٹھتے ہیں جبکہ کم حیثیت کے لوگ زمین اور فرش پر بیٹھتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! کیا تم آفتاب کو دیکھنے میں اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں جھگڑا کرتے ہو، ہم نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی جھگڑا نہیں کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جس سے پروردگار تمام محاربات اٹھا کر براہ راست ہم کلام نہ ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حاضرین میں سے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمائے گا، اے فلاں ابن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے، جب تم نے ایسا ایسا عمل کیا تھا؟ (وہ شخص یہ سن کر گویا توقف کرے گا، اور اپنے کئے ہوئے گناہ میں اظہار تامل کرے گا) پس پروردگار اس کو کچھ عہد شکلیاں یاد دلائے گا، جس کا اس نے دنیا میں ارتکاب کیا ہوگا تب وہ شخص عرض کرے گا، کہ اے پروردگار! کیا آپ نے میرے وہ گناہ بخش نہیں دئے ہیں۔ (یعنی میرا جنت میں داخل کیا جانا کیا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ میں نے جو گناہ کئے تھے آپ نے ان کو بخش دیا،) پروردگار فرمائے گا بے شک (میں نے تیرے وہ گناہ بخش دئے ہیں وسعت مغفرت کے طفیل آج اس مرتبہ تک پہنچا ہے، پھر وہ لوگ اسی حال میں اسی جگہ ہوں گے، کہ ایک بادل آکر ان پر چھا جائے گا، اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہیں پائی ہوگی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا لوگو! اٹھو! اور اس چیز کی طرف آؤ جو ہم نے از قسم عظمت و کرامت و بزرگی تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے، اور تم اپنی پسند اور خواہش کے مطابق جو چاہو لے لو (آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سن کر) ہم جنتی لوگ اس بازار میں جائیں گے جس کو فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے، اس بازار میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہوں گی کہ ان جیسی کوئی چیز نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی نہ کسی کان نے سنی ہوگی، اور نہ کسی دل میں ان کا تصور آیا ہوگا، پھر اس بازار میں اٹھا اٹھا کر ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جن کی ہم خواہش کریں گے، درآں حالانکہ اس بازار میں خرید و فروخت جیسا کوئی معائنہ نہیں ہوگا، (بلکہ وہ بازار دراصل جنتیوں کو ان کی من پسند چیزیں عطا کئے جانے کا مرکز ہوگا) نیز اس بازار میں تمام جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس بازار میں

ملاقات کے وقت) ایک بلند مرتبہ شخص ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے ملاقات کرے گا، جو (مرتبہ میں) اس سے کمتر ہوگا لیکن جنتیوں میں (کسی کا اعلیٰ اور کسی کا کم تر ہونا صرف مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ہوگا) یہ نہیں کہ کوئی معمولی اور ذلیل خیال کیا جائے گا (گویا ذاتی اعتبار سے تو تمام ہی جنتی بلند حیثیت اور بلند عزت کے ہوں گے، تاہم دنیا میں اختیار کئے جانے والے اعمال و افعال کی نسبت سے کچھ لوگ اعلیٰ مرتبہ کے ہوں گے اور کچھ لوگ اس سے کم مرتبہ کے) بہر حال وہ بلند مرتبہ شخص کو وہ لباس پسند نہیں آئے گا جو کمتر لوگ زیب تن کئے ہوں گے، لیکن ابھی اس کی گفتگو اس شخص سے ختم نہ ہوگی کہ اس پر بھی اس سے بہتر لباس بن جائے گا، اور کمتر جنتی کے جسم پر اعلیٰ لباس اس لیے ظاہر ہوگا تا کہ جنت میں کسی کو کوئی رنج و غم نہ پہنچیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب جنتی اپنے اپنے محلات اور مکانوں کی طرف واپس ہوں گے تو وہاں ہماری (دنیا کی) بیویاں اور (جنت کی) حوریں ہم سے ملیں گی۔ تو مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ہمارا استقبال کریں گی، اور کہیں گی کہ تم ایسے حال میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اور خوشبو اس سے کہیں عمدہ ہے جس حال میں تم ہم کو چھوڑ کر گئے تھے تو ہم اپنی اپنی بیویوں سے کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے پروردگار کے ساتھ ہم نشینی کی سعادت حاصل کی ہے، جو جسم و بدن اور حسن و جمال کی ہر کی کو پورا کر کے خوب تر بنانے والا ہے لہذا ہم اپنی اس شان کے ساتھ واپس آنے کے لائق ہیں جس شان کے ساتھ آئے ہیں (کیوں کہ جس شخص کو اس ذات کی ہم نشینی حاصل ہو جائے کہ تمام حسن و جمال اسی کے نور کا پرتو ہے تو وہ شخص زیادہ سے زیادہ حسن و جمال کیسے نہیں پائے گا)

**تشریح حدیث:**

قوله: فی مقدار یوم الجمعة: ای فی مقدار الاسبوع والظاهر ان المراد یوم الجمعة، فانه ورد فی الاحادیث فی فضائل یوم الجمعة انه یطوف فی الجنة یوم جمعة کما کان فی الدنيا و یحضر ربهم الخ یعنی اس سے جمعہ کا دن مراد ہے کیوں کہ احادیث مبارکہ میں جمعہ کے دن کی فضیلت بکثرت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس طرح دنیا میں جمعہ کا دن ہوتا ہے اسی طرح جنت میں بھی جمعہ کا دن ہوگا، اور اس دن لوگ اپنے رب سے ملاقات کے لیے جائیں گے۔

بعض حضرات شراح کرام کی رائے یہ ہے کہ جنت میں چوں کہ نہ تو شب و روز کی گردش ہوگی اور نہ ہی ایام کا وجود، لہذا نبوی اعتبار سے جمعہ کے دن سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کا عرصہ جتنے وقت پر مشتمل ہوتا ہے جنت میں اسی عرصہ کا تعین کر کے کچھ وقت کو جمعہ کا دن قرار دیدیا جائے گا اور اس اعتبار سے وہ وقت گویا وہ دن ہوگا جو دنیا میں جمعہ کا دن ہوتا تھا، اور پھر اس وقت جنتیوں کو حکم ہوگا کہ اپنے پروردگار کی زیارت کے لیے اپنے اپنے محلات اور مکانوں سے نکل کر فلاں باغ میں پہنچیں، پس جنت میں پروردگار کی زیارت کے لیے ”جمعہ کے دن“ کا تعین دراصل اس بات کا نتیجہ اور اجر و انعام ہوگا کہ وہ جنتی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جمعہ کے دن اپنے اپنے گھروں سے نکل کر

جامع مسجد پہنچتے اور جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

قولہ: ویبرز لہم عرشہ: پروردگار ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا اس میں عرش سے مراد پروردگار کا نہایت لطف و کرم اور زیادہ سے زیادہ رحمت و عنایت ہے، ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ عرش تو جنت کی چھت ہے، لہذا جنتیوں کے سامنے عرش کا ظاہر ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قولہ: وما فیہم دنی: نہ الٰہ میں کوئی معمولی اور ذلیل ہوگا یہ جملہ دراصل ماقبل عبارت کی وضاحت ہے، گویا رسول اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے جو یہ کہا کہ ان جنتیوں میں سے جو جنتی ادنیٰ درجہ کا مرتبہ والا ہوگا تو ادنیٰ سے مراد اعلیٰ درجات اور زیادہ سے زیادہ مراتب رکھنے والے جنتیوں کے مقابلہ پر کمزور درجہ اور قلیل مراتب رکھتا ہے نہ کہ لفظ ادنیٰ حقارت کی جگہ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ذات کے اعتبار سے حقیر و ذلیل اور ادنیٰ ہونا ہے، پس واضح رہے کہ جنت میں ذاتی شخصیت کی حد تک ہر جنتی یکساں مرتبہ کا ہوگا کوئی کسی کے مقابلہ میں ذلیل نہ ہوگا، صرف حیثیت اور مرتبہ کا فرق ہوگا، کہ دنیا میں اختیار کئے جانے والے اعمل اور افعال کے اعتبار سے کچھ لوگ اعلیٰ درجات اور اعلیٰ مراتب کے حامل ہوں گے اور کچھ لوگ ان کی بنسبت کم درجہ و مرتبہ کے ہوں گے۔

قولہ: وما فیہم دنی علیٰ کثبان المسک والکافور: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے وہ کرسیوں اور منبروں پر بیٹھنے والوں کو دیکھ کر احساس کم تری کا شکار نہیں ہوں گے کیوں کہ جنت میں ہر شخص اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت پر صابر و شاکر ہوگا، جو لوگ کم درجہ کے ہوں گے وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ہمارا درجہ کم ہے ہمارے مقابلہ میں فلاں لوگ برتر اور افضل ہیں اپنے طور پر بالکل مطمئن ہوں گے نہ وہ بلند مرتبہ کی آرزو کریں گے اور نہ انہیں بلند درجہ کی محرومی کا احساس اور غم ہوگا، اور نہ انہیں کسی طرح کی غیرت و خجالت محسوس ہوگی، بلکہ وہ اپنے آپ میں مگن ہوگا۔

قولہ: فیروعہ ما یری علیہ من اللباس: حدیث شریف کے اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ روع کے دو معنی آتے ہیں، (۱) ایک تو ڈرانا (۲) دوسرے خوش کرنا، پہلے معنی کے اعتبار سے اس جملہ کا مطلب یہی ہوگا جو ترجمہ کے تحت بیان کیا گیا ہے، دوسرے معنی کے اعتبار سے اس عبارت کا ترجمہ اور مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ مرتبہ والا شخص اس کم مرتبہ والے شخص کا لباس دیکھے گا تو اسے اس بات کی بہت خوشی ہوگی کہ خود ان کے بدن پر اعلیٰ لباس ہے، لیکن زیادہ صحیح معنی پہلے ہی ہیں۔

قولہ: هل تری ربنا الخ: حضرات صحابہ کرام کو نفس رویت میں اختلاف نہ تھا بلکہ تمام ہی صحابہ کرام نفس رویت باری تعالیٰ کے قائل تھے، البتہ کیفیت رویت باری تعالیٰ میں تذبذب اور شک تھا جس کو حضور ﷺ نے مثال سے سمجھا کر

ٹک کو دور کر دیا جس طرح دن کے وقت آفتاب کو دیکھنے میں اور چودھویں رات میں ماہتاب کو دیکھنے میں کوئی تکلیف اور مزاحمت نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر جگہ کا آدمی اپنی جگہ ہوتے ہوئے خوب دل کھول کر دیکھتا ہے کوئی کم اور کوئی زیادہ نہیں، بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں، اور سارے لوگ دل بھر کر دیکھتے ہیں اسی طرح اہل ایمان اپنے رب کو قیامت کے دن اپنی اپنی جگہ میں ہوتے ہوئے دیدار کرے گا، اور اس میں کوئی مزاحمت اور تکلیف محسوس نہیں کرے گا۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو باری تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ البتہ فرقہ معزلہ رویت باری کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت لا تدرك الا بصار وهو يدرك الا بصار سے استدلال کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں عقلی دلائل پیش کرتے ہیں جو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے، رویت باری کے سلسلہ میں مکمل بحث اور تفصیلی کلام احقر تکمیل الحاجہ جلد اول پر کر چکا ہے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں، یہاں وقت اجازت نہیں دیتا، کیوں کہ جمادی الاولیٰ کے نصف سے زائد ایام گزر چکے ہیں، سالانہ تعطیل بالکل سر پر کھڑی ہے اسباق اور انصاب بہت باقی ہے لہذا مہربانی کر کے جلد اول مطالعہ کر لیں طویل شرح خراشی کے لیے معافی کا خواست گار ہوں۔

(۴۴۶۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقِيُّ أَبُو مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ اللَّهُ الْجَنَّةَ إِلَّا رَوْحَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَنَيْنِ وَسَبْعِينَ رَوْحَةً ثَنَيْنِ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ وَسَبْعِينَ مِنْ مِزِائِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ مَا مِنْهُمْ وَاحِدَةٌ إِلَّا وَلَهَا قَبْلُ شَهِيدٌ وَلَهُ ذَكَرٌ لَا يَنْشِي قَالَ هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ مِنْ مِزِائِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَغْنِي رَجَالًا دَخَلُوا النَّارَ فَوَرِثَ أَهْلَ الْجَنَّةِ نِسَاءَهُمْ كَمَا وَرِثَتْ امْرَأَةٌ فِرْعَوْنَ.

ترجمہ حدیث: جنتیوں کے لیے بہتر بہتر حوریں:

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھی جنت میں داخل کرے گا اس کا بہتر بیویوں سے نکاح کر دے گا دو تو بڑی آنکھ والی حوریں عطا فرمائے گا اور ستر بیویاں وہ جن کا وہ وارث ہوگا جہنم والوں میں سے ان میں سے ہر ایک بیوی کی شرمگاہ نہایت خوبصورت اور مست ہوگی، اور اس کا ذکر اس طرح سخت ہوگا کہ کبھی نہ جھکے گا، حدیث کے راوی ہشام بن خالد کہتے ہیں کہ من مِزِائِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ سے وہ مراد ہیں جو جہنم میں داخل ہوں گے کہ بس اہل جنت ان کی عورتوں کا وارث ہو جائیں گے جیسا کہ فرعون کی بیوی آسیہ کا وارث بھی اہل جنت ہی ہوں گے (کیوں کہ وہ مومنہ تھی)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ہر جنتی کو بہتر بہتر بیویاں عطا فرمائے گا جن میں سے دو بیوی تو



حور عین میں سے ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی وسیاہی بہت زیادہ ہوگی جو نہایت حسین و جمیل و دلفریب خوبصورت ہوں گی، اور ستر بیویاں وہ ہوں گی جو اہل جہنم سے وارث ہوں گے یعنی جن کی بیویاں نیک اور صالحہ تھیں اور وہ جنت میں گئیں اور ان کے شوہر اللہ اور اس کے رسول کے باغی ہونے کی وجہ سے جہنم میں گئے تو ایسے لوگوں کی بیویاں اہل جنت کے نکاح میں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ ایک جنتی کو ستر ستر بیویاں بطور وراثت عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کا نکاح کرائے گا فرعون کی بیوی آسیہ چونکہ مسلمان تھیں اور فرعون کا فر تھا اس لیے فرعون دوزخ میں جائے گا لیکن اس کی بیوی جنت میں جائے گی، اور اہل ایمان اس کے بھی وارث ہوں گے اور اہل ایمان سے اس کا نکاح ہوگا۔

قولہ: سبعین من میراثہ من اہل النار: حدیث کا یہ جملہ روایت کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں اس زیادتی کو صرف ابن ماجہ ہی نے روایت کیا ہے علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں اشارہ کیا کہ اس حدیث میں خالد بن یزید ضعیف ہے اور انتہائی درجہ کا ضعیف ہے۔

حدیث شریف کے جملہ کی توضیح و تشریح بھی کار مشکل ہے، اس لیے کہ اگر ان زوجات سے مراد کافروں کے زوجات ہوں بایں طور کہ شوہر کافر ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمان ہوں تو یہ بات تصور سے بالاتر ہے کیوں کہ کفار کی بیویاں ساری کی ساری کافرہ ہی تھیں، اولاً ماشاء اللہ یہ تعداد و مقدار کہاں سے آئے گی، ایک ایک جنتی ستر ستر کے وارث ہوں گے اور اگر یہ مراد ہو کہ وہ عورتیں بھی کافر تھیں تو یہ بات قابل اشکال ہے کہ پھر وہ جنت میں کیوں کر جائیں گی کافروں پر تو جنت حرام ہے، اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک ٹھکانہ جہنم لکھ دیا ہے پس اگر ہم یہ مان لیں کہ کفار جب جہنم میں داخل ہوں گے تو جنت میں ان کی جگہیں خالی ہو گئیں اور عورتیں ہی اہل جنت کے ٹھکانہ کے لوازم میں سے ہیں لہذا ہم ان ہی عورتوں کے وارث ہوں گے، اگر یہ بات کثرت کفار کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ بات صحیح بھی ہو تو یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہئے یہ عورتیں بھی حور عین میں سے ہوں گی دنیا کی عورتوں میں سے نہیں لہذا یہ تخصیص کرنا کہ دو حورین میں سے ہوں گی اور ستر اہل نار سے حاصل شدہ میراث میں سے ہوں گی، قابل تسلیم توجیہ نہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سبعین سے کیا مراد ہے حدیث اس سے خاموش ہے، البتہ یہ بیان کرنا دو عورتیں حور عین میں سے ہوں گی ان کے فضل و شرف کی وجہ سے ہے۔ باقی ستر زوجات الکفار میں سے ہوں گی لیکن ہشام بن خالد نے جو تفسیر کی ہے وہ اس کے موافق نہیں بایں طور کہ فرعون کی بیوی کو انہی میں شمار کیا ہے، اور یہ کہ یہ قول دنیا اور جنت کی عورتوں کو عام ہو۔

(۴۴۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَامِرِ الْأَخْوَلِ عَنْ أَبِي الصَّدِّيقِ

النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ إِذَا أَشْتَهَى الْوَلَدَ

فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي.

## ترجمہ حدیث: جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو حمل وضع حمل سب ایک آن میں ہو جائے گا اس کی خواہش کے مطابق۔  
تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالفرض جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا کہ میری اولاد ہوتی، تو دل میں یہ خیال پیدا ہوتے ہی حمل قرار پا جائے گا اور پیٹ میں نو ماہ کا بچہ تیار ہو جائے گا اور فوراً پیدا بھی ہو جائے گا اور آنا فائدہ بچہ دیکھتے ہی دیکھتے بڑا بھی ہو جائے گا یہ سب کام صرف ایک ساعت میں عمل پزیر ہوگا۔  
جنت میں اولاد ہوگی یا نہیں:

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ جنت میں صرف جماع ہوگا وہاں اولاد نہ ہوگی طاؤس مجاہد اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے یہی قول منقول ہے۔ اسحاق بن ابراہیم اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں اذا اشتہی کا لفظ ہے کہ جب خواہش کرے لیکن وہاں خواہش ہی پیدا نہ ہوگی اور ابو رزین نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت کی کوئی اولاد نہ ہوگی۔

(۳۳۶۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ النَّارِ خَرَجَ مِنْهَا وَآخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقَالُ لَهُ أَذْهَبَ فَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيَخِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَتْ فَيزْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اللَّهُ أَذْهَبَ فَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيَخِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَتْ فَيزْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ أَذْهَبَ فَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيَخِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَتْ فَيزْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّهَا مَلَأَتْ فَيَقُولُ اللَّهُ أَذْهَبَ فَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أََمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ أََمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ مِنِّي أَوْ أَتَضْحَكُ مِنِّي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يَقَالُ هَذَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.

## ترجمہ حدیث: سب سے اخیر میں جنت میں جانے والا شخص:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں یقیناً اس شخص کو جانتا ہوں جو سب

سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا یہ ایسا شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل چل کر دوزخ سے باہر نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا چناں چہ وہ شخص جب جنت کے اندر (یا اس کے دروازے پر) پہنچے گا تو اس کو جنت میں ایسا محسوس ہوگا کہ بھر گئی ہے وہ شخص لوٹ کر آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے پروردگار! مجھے تو جنت بالکل بھری ملی ہے، (یہاں تک کہ میرے لیے کوئی جگہ خالی نہیں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جا اور جنت میں داخل ہو جا پھر وہ شخص جنت میں آئے گا تو اس کو ایسا خیال ہوگا کہ جنت تو بالکل بھر گئی ہے (اب مزید کسی کی گنجائش نہیں) پس وہ لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو جنت کو بالکل بھری ہوئی پائی (یہاں تک کہ کوئی گنجائش ہی نہیں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جا اور جنت میں داخل ہو جا چناں چہ جب وہ جنت میں آئے گا تو محسوس کرے گا کہ جنت تو بالکل بھر چکی ہے (مزید کسی کی گنجائش نہیں) تو وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار جنت تو بالکل بھر چکی ہے (کہاں جاؤں اور کہاں رہوں) اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا تو جنت میں داخل ہو جا! وہاں تیرے لیے دنیا (کی مسافت) کے بقدر اور اس سے دس گنی مزید جگہ تیرے لیے (مخصوص کر دی گئی) ہے، یا دس گنی دنیا کے مثل تیرے لیے خاص کر دی گئی ہے وہ شخص (انتہائی حیرت اور استعجاب کے عالم میں) کہے گا کہ پروردگار! کیا آپ مجھ سے مزاق کرتے ہیں یا آپ مجھ سے ہنسی کرتے ہیں حالاں کہ آپ تو (بادشاہوں کے) بادشاہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ یہ بات فرما کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نواجز نظر آنے لگے پس کہا جاتا ہے کہ یہ شخص جنتیوں میں سب سے چھوٹے درجہ کا آدمی ہوگا۔

**تشریح حدیث:**

قوله: فكان يقال: هذا ادنى اهل الجنة منزلاً: حدیث شریف کے یہ الفاظ حضور پاک ﷺ کے نہیں ہیں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ روایات حدیث میں سے کسی راوی کا قول ہے، اور مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام یا سلف صالحین میں سے کوئی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے کہ حدیث مذکورہ میں جس آدمی کا تذکرہ ہے، اور جس کے لیے جنت میں اتنی بڑی جگہ کا ذکر ہے وہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے تمام جنتیوں میں سب سے کم تر ہوگا۔

جہاں تک حضور اکرم ﷺ کی ضحک کا تعلق ہے تو وہ اس لیے تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت اور مغفرت اس گناہ گار بندے کے ساتھ غایت درجہ کی شفقت و مودت اور انتہائی رضا کو دیکھا اس سے خوش ہو کر حیرت و استعجاب میں رہے اور اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے جبکہ آپ کا اکثر ہنسنا صرف تبسم تھا۔

(۴۳۶۹) حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ الشَّرِي حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي سَخْقٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ

أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللَّهُمَّ أَجْزِهِ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ سے جنت کو تین بار مانگے تو جنت کہتی ہے کہ یا اللہ! تو اس کو جنت میں داخل کر دے اور جو شخص جہنم سے تین بار پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے یا اللہ! تو اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔

تشریح حدیث:

قولہ: ثلاث مرات: تین مرتبہ سوال کرنا خواہ ایک ہی مجلس میں ہو یا مختلف مجالس میں ہو دونوں کے لیے جنت اور جہنم سفارش کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے وقت یا جہنم سے پناہ مانگتے وقت ضروری ہے کہ حضور قلب، اخلاص نیت، تضرع، عجز، انکساری اور بجا جت زبان کے ہم نواں ہوں تو جنت اور جہنم دونوں بارگاہ الہی میں زبان حال یا زبان قال سے کہتی ہے کہ الہی تو اس کو جنت میں داخل کر دے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اس سے معلوم ہوا کہ بکثرت جنت کا سوال کرتے رہنا چاہئے اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس چیز پر ابھارا ہے اور لوگوں کی ذہن سازی کی ہے واللہ اعلم۔

قولہ: من سأل الله الجنة: ای دخولها بصدق وإيقان وحسن نية بان قال: اللهم اني استألك الجنة او قال اللهم ادخلني الجنة ثلاث مرات: ای كرره في مجالس او في مجلس بطريق الالتئام على ما ثبت انه من آداب الدعاء قالت الجنة: بلسان الحال او بلسان القال بقدرته تعالى على انطاق الجمادات وهو الظاهر وقيل المراد اهل الجنة من الحور والولدان او خزینتها: اللهم ادخله الجنة ای دخولاً اولياً او لحوقاً آخریاً: ومن استاجر: ای استحفظ من النار بان قال اللهم اجرني من النار قالت النار اللهم اجره ای احفظه او انقظه من النار ای من دخوله او خلوه فيها<sup>(۱)</sup>

(۳۴۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا لَهُ مَنْزِلٌ لَنْ مَنَزِلٍ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَإِذَا مَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ وَرِثَ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهُ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أُولَئِكَ هُمُ الزَّوَارِثُونَ.

(۱) مرعاة المفاتیح: ۲۳۱/۸، مرعاة المفاتیح: ۳۸۳/۵، لعل بکد پر دیو بند حنفی الاحوذی: ۳۶۵/۶

## ترجمہ حدیث: ہر آدمی کے لیے دو ٹھکانے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے لیے دو منزل ہیں (یعنی دو ٹھکانے ہیں) ایک ٹھکانہ تو جنت میں دوسرا جہنم میں پس جب (کوئی شخص) مر گیا اور (معاذ اللہ) جہنم میں داخل ہو گیا تو اہل جنت اس کا ٹھکانا وارث سمجھ کر لے لیں گے اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ وہی لوگ وارث ہیں۔ (جو فردوس کے وارث ہوں گے)

## تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے دو ٹھکانے پیدا کئے ہیں ایک ٹھکانا تو جنت میں بنایا ہے اور دوسرا ٹھکانہ جہنم میں بنایا ہے اب اگر کوئی انسان اس دنیا میں خدا اور اس کے رسولؐ سے بغاوت کر کے اور کفر و شرک کی نجاست میں لت پت ہو کر آخرت کی طرف کوچ کیا اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا تو اس کا دوسرا ٹھکانہ جو جنت میں تھا وہ خالی ہو گیا تو اس ٹھکانے کا وارث اہل جنت ہوں گے اور جنتی اس کے ٹھکانے کا وارث بن جائیں گے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا جو یہ ارشاد ہے اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ (یہی لوگ وارث ہوں گے) الذین یورثون الفردوس ہم فیہا خالدون (جو جنت الفردوس کے وارث ہوئے وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اسی کے بارے میں ہے

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب کا آغاز باب اتباع سنة رسول اللہ ﷺ سے فرمایا تھا اور اس باب کے ذیل میں سب سے پہلے امیر المحدثین حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث نقل کی تھی سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ما امرتکم بہ فخذوہ وما نہیتکم عنہ فانتہوا: جس چیز کے بارے میں میں حکم کر دوں اس کو پکڑ لو۔ اور جس چیز سے تم کو روک دوں اس سے باز آ جاؤ۔

باب کے تحت جہاں حدیث آئی تھی وہاں یہ بتایا گیا تھا کہ جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم واجب الاطاعت ہے اسی طرح جن امور سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے رکنا اور کلیتہً باز رہنا بھی واجب ہے، اور ان کا ارتکاب کرنا دنیا اور آخرت میں حرمان سعادت کا باعث ہے، تو گویا اس حدیث میں تمام اوامر پر بجا آوری کا حکم اور تمام نواہی اور منکرات سے بچنے کی تاکید آئی ہے ما امرتکم میں لفظ ما عام ہے اس میں تمام واجبات سنن، مندوبات و مستحبات اور جملہ مباحات شامل ہیں اور ما نہیتکم بھی لفظ ما عام ہونے کی وجہ سے تمام محرمات و منکرات اور مکروہات شامل ہیں، اور ان سب سے بچ کر زندگی بسر کرنے والا ہی درحقیقت سنن نبوی کا تتبع اور پیروی کا رہے ہے اور جو سنت رسول کا سچا علم بردار ہوگا وہی دخول اول کا مستحق ہوگا اور وہی جنت کا وارث ہوگا۔

اس لیے حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اپنی کتاب کا اختتام باب صفت اہل الجنة پر کیا تا کہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہو کر جنت میں دخول کا مستحق ہو، اور اہل جنت اور جنت کی صفات اور وہاں کی نعمتوں کو پڑھ کر دل میں سنت پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو پھر یہ کہ حضرت امام موصوف نے کتاب کے شروع میں امیر المحدثین سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو نقل کیا اور آخری حدیث بھی اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی بیان فرمائی ہے، کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو ٹھکانے بنائے ہیں ایک ٹھکانہ تو جنت میں بنایا ہے اور دوسرا ٹھکانہ جہنم، پس جو شخص کفر و شرک فسق و فجور اور ظلم وعدوان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا اور جنت میں اس کا ٹھکانہ خالی ہو گیا، اہل ایمان جو قرآن و حدیث اور سنت رسول پر عمل پیرا ہوں گے، اور ما امرتکم و ما نہیتکم کا عملی مجسمہ ہوں گے، وہی اس کے وارث ہوں گے اور وہی مالک اسی مناسبت سے حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس حدیث کو یہاں نقل کی ہے، اور چوں کہ مومن جنت کا وارث سب سے اخیر میں ہوگا اس کے بعد اس کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا اس لیے حضرت امام ابن ماجہ اس حدیث کو کتاب کے بالکل اخیر میں نقل کیا کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ میں اس جانب اشارہ ہے کہ جنت میں وہی ہوگا جو تمام ادا امر پر عمل کرے اور تمام نواہی سے گریز کرے، چنانچہ قرآن مجید نے مومن کے سات اوصاف ذکر کرنے کے بعد بطور نتیجہ اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرْثُونَ الْفَرْدُوسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کہا ہے اور وہ سات اوصاف جن سے متصف ہونے پر قرآن نے یہ مزدہ جاں فزاں سنایا ہے، حسب ذیل ہیں۔

### (۱) وصف اول نماز میں خشوع:

خشوع یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو، یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے، اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو، کہ عبث اور فضول حرکتیں نہ کرے، خصوصاً وہ حرکتیں جن سے رسول اکرم ﷺ نے نماز میں منع فرمایا ہے اور فقہاء نے ان کو مکروہات نماز کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۔

### (۲) وصف دوم لغو سے اجتناب:

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ: لغو کے معنی فضول کام زیادہ کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو، لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے، جس میں دینی فائدہ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ضرر و نقصان ہے، اس سے پرہیز واجب ہے، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر، اس کا ترک کم از کم اولیٰ اور موجب مدح ہے، حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا من حسن الاسلام ترك ما لا يعنيه: یعنی انسان کا اسلام جب اچھا ہو سکتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے، اسی لیے قرآن پاک میں اس کو مومن کی خاص صفت قرار دیا گیا ہے۔

## (۳) وصف سوم زکوٰۃ کی ادائیگی:

شریعت کی اصطلاح میں مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ خرچ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

## (۴) وصف چہارم: شرمگاہوں کی حفاظت:

والذین ہم لغرو جہم حافظون: الا علی ازواجہم او مملکت ایمانہم: یعنی اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے ساتھ شہوت نفس پوری کرنے کے علاوہ اور کسی سے کسی ناجائز طریقہ پر شہوت رانی میں مبتلا نہیں ہوتے حرام کاری اور بدکاری سے شرمگاہوں کی حفاظت کرتے۔

## (۵) وصف پنجم: ادائے حق امانت:

والذین ہم لا ماناتہم وعہدہم راعون لفظ امانت کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو، اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو، رسول پاک ﷺ نے فرمایا، لا ایمان لمن لا امانة له: جس کے دل میں امانت نہ ہو مومن کامل نہیں، ادائیگی امانت کامل ایمان کی علامت ہے، اور یہ ایک جامع لفظ ہے، تمام واجبات اور فرائض کو بھی شامل ہے، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے متعلق ہیں۔

## (۶) وصف ششم ایفاء عہد:

عہد کو پورا کرنا، عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے، جو طرفین سے کسی معاملہ کے سلسلہ میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا فرض اور اس کے خلاف کرنا غدر اور دھوکہ ہے، جو حرام ہے، دوسرا جس کو وعدہ کہتے ہیں، یعنی یکطرفہ صورت سے کوئی شخص کسی شخص سے کسی چیز کے دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے، اس کا پورا کرنا بھی شرعاً لازم اور واجب ہو جاتا ہے، اور حدیث میں ہے العدة دین وعدہ ایک قسم کا دین ہے جس طرح دین اور قرض کی ادائیگی واجب ہے ایسے ہی وعدے کو پورا کرنا بھی واجب ہے، بلا عذر شرعی اس کے خلاف کرنا گناہ کبیرہ ہے، وعدہ اور عہد کے درمیان فرق یہ ہے کہ عہد شکنی میں دوسرا آدمی بذریعہ عدالت بھی اس کو ایفاء عہد پر مجبور کر سکتا ہے، لیکن وعدہ یکطرفہ طور پر کرنے میں وعدہ پورا کرنے کے لیے بذریعہ عدالت مجبور نہیں کر سکتا ہے، البتہ دیا نہ اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے، اور بلا عذر شرعی ترک کرنا گناہ ہے۔

## (۷) وصف ہفتم:

نماز پر محافظت و مواظبت: والذین ہم علی صلواتہم بحافظون نماز کی محافظت سے مراد اس کی پابندی کرنا ہے، اور ہر نماز کو اس کے وقت مستحب پر ادا کرنا ہے، مذکورہ بالا سات اوصاف حسنہ سے جو لوگ متصف ہوں گے وہی درحقیقت جنت کے وارث ہوں گے، اور آیت کریمہ اولانک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون کے مصداق ہوں گے اور آیت میں وارث کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور لازمی ہے، اس لیے ان اوصاف والوں کا جنت میں داخلہ بھی یقینی ہے،

الغرض حضرت امام ابن ماجہ نے آغاز و انجام میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث لا کر عجیب حسن اختتام فرمایا ہے، اور پوری زندگی کے اعمال صالحہ اور افعال پر مرتب ہونے والے فوز و فلاح کو دخول جنت قرار دیا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصل فلاح اور کامیابی ایک مومن کے لیے دخول جنت ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب





## اختتام

الحمد للہ آج بروز یکشنبہ بوقت چار بج کر پچاس منٹ پر بتاریخ ۲۳ مارچ ۲۰۱۳ء مطابق ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بمقام جامعہ کشف العلوم کیرالا الہند میں ابن ماجہ کی مکمل شرح تکمیل الحاجہ کی آٹھویں جلد حسن اختتام تک پہنچی اور ابن ماجہ کی تشریح و توضیح محض عطاء خداوندی فضل ربانی اور توفیق الہی سے مکمل ہوئی ہے، اگر اس ذات واحد خداوند قدوس کا فضل و کرم اور خصوصی الطاف و عنایات نہ ہوتیں، تو بالیقین یہ کام بحسن خوبی اختتام پزیر نہ ہوتا، یہ محض اسی کی داد و دہش اور عطا کا ثمرہ ہے، فللہ الحمد علی ذالک

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس شرح کی تمام جلدوں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر احقر کے لیے اور احقر کے والد گرامی قدر جناب منظور عالم نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ جو کم و بیش دو ماہ کی علالت کے بعد ۱۹ / فروری ۲۰۱۳ء مطابق اٹھارہ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کو منگل کے دن گزار کر بدھ کے دن کی رات ۲ بج کر پانچ منٹ پر اپنی متاع مستعار اور حیات فانی کی آخری سانس لی اپنے مالک حقیقی اللہ رب العالمین کے جوار رحمت میں ہمیشہ کے لیے منتقل ہو گئے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ کمین ہو گئے، (انا للہ وانا الیہ راجعون) کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے اور اللہ رب العالمین احقر کے تمام اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ کے اجر و ثواب میں والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شریک و شہیم بنائے اور ان کی مغفرت و رفع درجات کا سبب بنائے، آمین ثم آمین، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کا وجود مسعود کیا تھی اور ان کی فرقت کا غم کیا تھا ہم اس کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے بس مختصر و لفظ میں ہم یوں کہتے ہیں کہ والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالیہ کا وجود بابرکت واہ والد صاحب تھے، اور ان کی فرقت و جدائی آہ والد صاحب ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ والد مرحوم مغفور کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔ ثم آمین۔ اس شرح کے تمام قارئین سے التجا اور درخواست ہے، کہ احقر کے لیے شہادت فی سبیل اللہ اور خاتمہ بالخیر کے لیے اور والد صاحب کے رفع درجات اور مغفرت کے لیے دعا فرمائیں اور والدہ ماجدہ جو اس وقت بحمد اللہ بقید حیات ہیں ان کی صحت و عافیت کے ساتھ درازگی عمر اور دوام ظل کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ والدہ محترمہ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر صحت و عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین۔

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پھر اوی

مقیم حال الجامعۃ الاسلامیہ العربیہ کشف العلوم کیرالا (الہند)

بانی و مدیر الجامعۃ الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پھرا، گانواں، ضلع گریڈ ہیہ، جھارکھنڈ (الہند)

# تكمیل الحائجہ شرفہ از ابو حنیفہ

جلد اول باب: ۱-۲۲ حدیث: ۱-۲۸۰

مقدمہ

جلد دوم باب: ۲۵-۱۶۳ حدیث: ۲۸۱-۷۱۱

ابواب الظہارۃ و سُننہا

جلد سوم باب: ۱۶۴-۲۷۹ حدیث: ۷۱۲-۱۱۳۰

کتاب الصلاة، کتاب الاذان والسنة فيها،

کتاب المساجد والمجاعات، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها

جلد چہارم باب: ۲۸۰-۳۷۲ حدیث: ۱۱۳۱-۱۷۰۳

کتاب الصلاة، کتاب ما جاء في الجنائز

جلد پنجم باب: ۳۷۳-۶۸۸ حدیث: ۱۷۰۴-۲۲۱۶

کتاب الضیام، کتاب الزکاة، کتاب النکاح

کتاب الطلاق، کتاب الکفارات

جلد ششم باب: ۶۸۹-۱۰۰۷ حدیث: ۲۲۱۷-۲۹۸۲

کتاب التجارات، کتاب الأحکام، کتاب الذیات

کتاب الوصایا، کتاب الفرائض، کتاب الجہاد

جلد ہفتم باب: ۱۰۰۸-۱۳۰۲ حدیث: ۲۹۸۳-۳۶۶۷

کتاب المقاسنک، کتاب الاضاحی، کتاب الذبائح

کتاب الصيد، کتاب الأطعمة، کتاب الأشربة، کتاب الطب

جلد ہشتم باب: ۱۳۰۳-۱۵۱۵ حدیث: ۳۶۶۸-۴۴۷۰

کتاب اللباس، کتاب الأدب، کتاب الدعاء

کتاب تعبیر الرؤیا، کتاب الفتن، کتاب الزہد

Neer  
Graphics  
Deoband

## ZAKARIA BOOK DEPOT

Deoband, Saharanpur (U.P.) 247554

Exporter, Importer, Publisher, Book Seller & Offset Printers

Ph: 01336-223223, 225223(O) Fax: 225223 Mob.: 09897353223, 09319271322

Website: www.zakariabooksdeoband.com E-Mail: sales@zakariabooksdeoband.com